حافظ صاحب کی پُراثر باتیں

(علم وعرفان کا ایک وجدانی اور روحانی سفر)

الشیخ الطریقت حافظ محمد حبیب اللہ

قادری نوشاہی سچیاری

ترتیب: انجم جمال

مقدمہ

تمام حمد وثنا، بزرگی، عظمت، کبریائی، عزت، جلال، جمال، قدرت، حکمت اور کمال صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، جو دلوں کے بھید جاننے والا، روحوں کو زندگی بخشنے والا، علم ومعرفت کا حقیقی سرچشمہ اور ہر خیر وبرکت کا مالک ہے۔ درود وسلام ہوں سید الانبیاء، رحمۃ للعالمین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر، جن کی تعلیمات نے انسانیت کو ایمان، محبت، اخلاص، تقویٰ اور بندگیِ الٰہی کا راستہ دکھایا، اور سلام ہو آپ ﷺ کے اہلِ بیتِ اطہار، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور ان تمام صالحین پر جنہوں نے قیامت تک آنے والوں کے لیے ہدایت کے چراغ روشن کیے۔

یہ کتاب ''حافظ صاحب کی پُراثر باتیں'' محض الفاظ کا مجموعہ نہیں بلکہ دل سے نکلنے والی ان نصیحتوں، حکمتوں، محبتوں اور روحانی کیفیات کا آئینہ ہے جو ایک مرشدِ کامل نے اپنے مریدوں، محبین اور عام مسلمانوں کی اصلاح، تربیت اور اللہ تعالیٰ کی معرفت کے حصول کے لیے مختلف مجالس میں بیان فرمائیں۔ ان گفتگوؤں میں کہیں اللہ تعالیٰ کی محبت کا پیغام ہے، کہیں رسولِ اکرم ﷺ کی محبت کی خوشبو ہے، کہیں ایمان کی تازگی ہے، کہیں اخلاق وکردار کی تعمیر ہے، کہیں تزکیۂ نفس کی دعوت ہے، کہیں شیطان کے فریب سے بچنے کی تلقین ہے، اور کہیں دنیا کی بے ثباتی اور آخرت کی ابدی کامیابی کی یاددہانی ہے۔

الشیخ الطریقت حافظ محمد حبیب اللہ کا اندازِ گفتگو نہایت سادہ، محبت بھرا، دل نشین اور اثر انگیز ہے۔ آپ پیچیدہ علمی اصطلاحات کے بجائے عام فہم مثالوں، روزمرہ کے واقعات اور دل میں اتر جانے والے الفاظ کے ذریعے ایسی حقیقتیں بیان فرماتے ہیں جو سننے والے کے دل کو جھنجھوڑ دیتی ہیں۔ آپ کی گفتگو میں تصوف کی مٹھاس بھی ہے،

شریعت کی مضبوطی بھی، معرفت کا نور بھی اور اصلاحِ باطن کی تڑپ بھی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی ہر بات سننے والے کو اپنے رب کی طرف متوجہ کرتی ہے اور اپنے نفس کا محاسبہ کرنے پر آمادہ کرتی ہے۔

اس کتاب کے تمام ابواب اسی انداز سے مرتب کیے گئے ہیں کہ قاری صرف معلومات حاصل نہ کرے بلکہ اپنے دل میں ایک روحانی کیفیت محسوس کرے، اپنے رب کی پہچان حاصل کرے، اپنے رسولِ کریم ﷺ سے محبت میں اضافہ کرے، اپنے کردار کو سنوارے اور اپنی زندگی کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کرے۔ اگر اس کتاب کا ایک جملہ بھی کسی دل کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کر دے، کسی آنکھ میں ندامت کے آنسو لے آئے، کسی گناہگار کو توبہ کی توفیق مل جائے یا کسی غافل کے دل میں ذکرِ الٰہی کی شمع روشن ہو جائے تو یہی اس کتاب کی سب سے بڑی کامیابی ہوگی۔

ترتیب: انجم جمال

یہ میری ایک ادنیٰ سی کوشش ہے کہ میں نے اپنے مرشدِ کامل، ''الشیخ الطریقت حافظ محمد حبیب اللہ'' کی مختلف مجالس، نصیحتوں، روحانی گفتگوؤں اور دل میں اتر جانے والے ارشادات کو حتیٰ المقدور ایک جگہ جمع کیا اور انہیں کتابی شکل میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی۔ اس کام میں اگر کوئی خوبی ہے تو وہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل، اس کی توفیق اور میرے مرشدِ کریم کی دعاؤں کا فیض ہے، اور اگر کوئی کمی، کوتاہی یا غلطی رہ گئی ہو تو وہ میری اپنی کم علمی اور کوتاہ فہمی کا نتیجہ ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عاجزانہ دعا گو ہوں کہ وہ میری اس معمولی سی کاوش کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت عطا فرمائے، اسے میرے لیے، میرے والدین، میرے اساتذہ، میرے مرشدِ کامل اور تمام اہلِ ایمان کے لیے صدقۂ جاریہ بنائے، اور اس کتاب کو پڑھنے والے ہر قاری کے دل کو اپنے نورِ معرفت، محبت، اخلاص اور تقویٰ سے منور فرما دے۔ آمین یا رب العالمین۔

انتساب

تمام بزرگی، عظمت، عزت، جلال، جمال اور کمال صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، جو دلوں کو ہدایت دیتا ہے، روحوں کو معرفت عطا فرماتا ہے اور اپنے خاص بندوں کے ذریعے انسانیت کی اصلاح کا سامان پیدا فرماتا ہے۔

یہ کتاب اس ذاتِ اقدس کے نام جس نے مجھے ایمان کی دولت عطا فرمائی، اپنے حبیبِ مکرم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی محبت میرے دل میں پیدا فرمائی، اور مجھے ایسے مرشدِ کامل کی صحبت نصیب فرمائی جن کی زبان سے نکلنے والا ہر لفظ دلوں کی اصلاح، روحوں کی بیداری اور اللہ تعالیٰ کی معرفت کا پیغام ہے۔

یہ کتاب اپنے مرشدِ کامل، شیخِ طریقت، حضرت حافظ محمد حبیب اللہ دامت برکاتہم العالیہ کی خدمتِ اقدس میں عقیدت، محبت اور ادب کے ساتھ پیش کرتا ہوں، جن کی نصیحتوں نے بے شمار دلوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کیا، ایمان کو تازگی بخشی، محبتِ رسول ﷺ کو فروغ دیا اور بندگیِ الٰہی کا ذوق عطا فرمایا۔

اللہ تعالیٰ میرے سرکار مرشدِ کریم کے علم، عمل، اخلاص، برکت، عزت اور روحانی فیوض کو قیامت تک جاری رکھے، ان کے درجات بلند فرمائے اور ہمیں ان کی تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

پیش لفظ

تمام تعریفیں، تمام بڑائیاں، تمام عزتیں، تمام قدرتیں اور ہر قسم کا کمال صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، جس نے انسان کو علم عطا فرمایا، قلم کی طاقت بخشی اور دلوں کو ہدایت کے نور سے روشن فرمایا۔ درود و سلام ہوں سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر، جنہوں نے دنیا کو ایمان، محبت، اخلاص، عدل، احسان اور بندگیِ الٰہی کا راستہ دکھایا۔

یہ کتاب صرف پڑھنے کے لیے نہیں، بلکہ دل میں اتارنے کے لیے مرتب کی گئی ہے۔ اس میں شامل ہر گفتگو ایک نصیحت ہے، ہر نصیحت ایک فکر ہے، ہر فکر ایک اصلاح ہے اور ہر اصلاح انسان کو اللہ تعالیٰ کے قریب کرنے کا ذریعہ ہے۔

الشیخ الطریقت حافظ محمد حبیب اللہ کی گفتگو کا امتیاز یہ ہے کہ وہ پیچیدہ مسائل کو نہایت آسان مثالوں سے سمجھاتے ہیں، دلوں کو محبت سے نرم کرتے ہیں، آنکھوں میں آخرت کی فکر پیدا کرتے ہیں اور انسان کو اس کے رب سے جوڑ دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی گفتگو صرف کانوں سے نہیں سنی جاتی بلکہ دل محسوس کرتا ہے، روح قبول کرتی ہے اور زندگی بدلنے لگتی ہے۔

اس کتاب کے تمام ابواب اس انداز سے ترتیب دیے گئے ہیں کہ قاری ایک مجلس میں بیٹھا ہوا محسوس کرے، جہاں حافظ صاحب محبت بھرے لہجے میں کبھی سمجھا رہے ہیں، کبھی نصیحت کر رہے ہیں، کبھی رلا رہے ہیں، کبھی امید دلا رہے ہیں اور کبھی اللہ تعالیٰ کی معرفت کا دروازہ کھول رہے ہیں۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو ہر قاری کے لیے ہدایت، محبت، معرفت، اخلاص، اصلاح اور نجات کا ذریعہ بنا دے۔ آمین۔

مصنف کے بارے میں

الشیخ الطریقت حافظ محمد حبیب اللہ ایک ایسے داعی، مربی، مصلح اور صاحبِ سلوک بزرگ ہیں جن کی گفتگو کا محور ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی معرفت، محبتِ رسول اللہ ﷺ، اصلاحِ نفس، تزکیۂ قلب، حسنِ اخلاق اور بندگیِ الٰہی رہا ہے۔

آپ کی مجالس میں قرآنِ کریم کی روشنی، سنتِ نبوی ﷺ کی خوشبو، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے کردار کی جھلک، اولیائے کرام کی حکمت اور انسان کے دل کو بدل دینے والی نصیحتیں نمایاں ہوتی ہیں۔ آپ کا انداز نہایت سادہ، محبت بھرا، حکیمانہ اور دل نشین ہے۔ آپ ہمیشہ یہ تعلیم دیتے ہیں کہ انسان کی اصل کامیابی اللہ تعالیٰ کی رضا، رسول اللہ ﷺ کی محبت اور مخلوقِ خدا کی خیر خواہی میں ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے علم، عمل، اخلاص اور فیوض و برکات کو امتِ مسلمہ کے لیے ہمیشہ نافع بنائے۔ آمین۔

طریقۂ مطالعہ: اس کتاب کو جلدی جلدی پڑھنے کے بجائے سکون، توجہ اور تدبر کے ساتھ پڑھیں۔ ہر عنوان کو ایک مجلس تصور کریں، ہر گفتگو کو اپنے لیے نصیحت سمجھیں اور ہر مثال پر غور کریں۔ جہاں دل نرم ہو جائے وہاں اللہ تعالیٰ کو یاد کریں، جہاں اپنی غلطی محسوس ہو وہاں توبہ کریں، جہاں کسی نیکی کی ترغیب ملے وہاں عمل کا ارادہ کریں اور جہاں دعا لکھی ہو وہاں دل سے آمین کہیں۔

اگر اس کتاب کا ایک جملہ بھی آپ کے دل کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کر دے، آپ کے اخلاق کو بہتر بنا دے، آپ کی عبادت میں اخلاص پیدا کر دے یا آپ کے دل میں محبتِ رسول اللہ ﷺ بڑھا دے تو سمجھ لیجیے کہ اس کتاب کا مقصد پورا ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ اس کتاب کو پڑھنے، سمجھنے، اس پر عمل کرنے اور دوسروں تک پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین۔

حصہ:-1

اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا

(معرفتِ الٰہی کا علمی اور روحانی سفر)

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

ہر حمد اُس اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس کی ذات ہر عیب سے پاک، ہر نقص سے منزہ، ہر کمال سے آراستہ، ہر عظمت سے بلند، ہر رحمت سے لبریز اور ہر جلال و جمال کی حقیقی مالک ہے۔ وہی آسمانوں اور زمینوں کا پیدا فرمانے والا، دلوں کو ایمان کا نور عطا کرنے والا، عقلوں کو معرفت کا راستہ دکھانے والا، روحوں کو سکون بخشنے والا، اور اپنے بندوں کو اپنی محبت کے جام پلانے والا ہے۔ اُس کی حمد کا کوئی شمار نہیں، اُس کی نعمتوں کی کوئی حد نہیں، اُس کی رحمت کا کوئی کنارہ نہیں، اور اُس کے کمالات کی کوئی انتہا نہیں۔ ہر تعریف صرف اُسی ربِ کریم کے لیے ہے جس نے اپنے فضل سے ہمیں پیدا فرمایا، اسلام کی دولت عطا فرمائی، اپنے محبوب رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی اُمت میں شامل فرمایا، اور اپنی معرفت کے دروازے ہمارے لیے کھول دیے۔

حافظ صاحب نے نہایت خشوع کے ساتھ اپنی نگاہیں جھکا لیں، چند لمحے خاموش رہے، پھر آسمان کی طرف دیکھا، جیسے دل پر معرفت کا ایک نیا باب کھل گیا ہو، پھر حاضرین کی طرف محبت بھری نگاہ سے متوجہ ہو کر فرمایا:

اے میرے عزیزو! اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا صرف زبان سے ادا کیے جانے والے چند الفاظ کا نام نہیں، بلکہ یہ ایک ایسا نور ہے جو دل میں اتر جائے تو انسان کی پوری زندگی بدل جاتی ہے۔ جب بندہ اپنے رب کو پہچان لیتا ہے تو اُس کی حمد خود بخود اُس کی

زبان پر جاری ہو جاتی ہے، کیونکہ معرفت کے بغیر حمد صرف الفاظ رہ جاتی ہے، لیکن معرفت کے ساتھ حمد بندے کی روح بن جاتی ہے۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

میرے بھائیو! دنیا میں ہر علم کی ایک منزل ہوتی ہے۔ کوئی طب سیکھتا ہے، کوئی تجارت، کوئی انجینئرنگ، کوئی فنون، لیکن سب سے عظیم علم وہ ہے جو انسان کو اپنے خالق سے ملا دے۔ یہی معرفتِ الٰہی ہے۔ جب بندہ یہ جان لیتا ہے کہ میرا رب کون ہے، اُس کی صفات کیا ہیں، اُس کی رحمت کتنی وسیع ہے، اُس کی قدرت کتنی عظیم ہے، اُس کا علم کس قدر محیط ہے اور اُس کا کرم کس قدر بے پایاں ہے، تو اُس کی زبان سے بے اختیار الحمدللہ نکلتا ہے۔ یہی حمد دراصل معرفت کا پہلا پھول ہے۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

اے میرے دوستو! اگر کوئی شخص کسی عظیم محسن کو پہچانے بغیر اُس کی تعریف کرے تو اُس کی تعریف میں وہ حرارت پیدا نہیں ہوتی جو پہچان کے بعد پیدا ہوتی ہے۔ ایک بچہ جب تک اپنے والدین کی قربانیوں کو نہیں جانتا، اُس کا شکر بھی سطحی ہوتا ہے، لیکن جب وہ اُن کے احسانات کو سمجھ لیتا ہے تو اُس کی آنکھیں بھیگ جاتی ہیں۔ اسی طرح جب بندہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں، رحمتوں، قدرتوں اور احسانات میں غور کرتا ہے تو اُس کی حمد صرف زبان پر نہیں رہتی بلکہ اُس کے دل کی دھڑکن بن جاتی ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

قرآنِ کریم بار بار ہمیں غور و فکر کی دعوت دیتا ہے۔ کبھی آسمان کی وسعتوں میں، کبھی زمین کی نشانیوں میں، کبھی اپنی تخلیق میں، کبھی رات اور دن کے بدلنے میں، کبھی بارش کے نزول میں، کبھی مردہ زمین کے زندہ ہونے میں۔ یہ سب اس لیے کہ بندہ اپنے رب کو پہچانے۔ جب معرفت بڑھتی ہے تو محبت بڑھتی ہے، جب محبت بڑھتی ہے تو حمد بڑھتی ہے، اور جب حمد بڑھتی ہے تو بندگی میں لذت پیدا ہو جاتی ہے۔

حافظ صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا:

ایک آسان سی مثال سمجھو۔ اگر کوئی شخص صرف یہ جانتا ہو کہ ایک چراغ جل رہا ہے تو وہ صرف روشنی دیکھتا ہے، لیکن جب وہ یہ جان لیتا ہے کہ اس روشنی کے پیچھے بجلی کا پورا نظام کام کر رہا ہے تو اُس کی سمجھ میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اسی طرح عام انسان صرف نعمت دیکھتا ہے، لیکن عارف نعمت کے پیچھے منعم کو دیکھتا ہے۔ وہ روٹی میں رزاق کو، پانی میں سقا کو، شفا میں شافی کو، علم میں علیم کو، رحمت میں رحمٰن کو اور محبت میں ودود کو دیکھتا ہے۔ یہی معرفتِ الٰہی کا روحانی سفر ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت فکر انگیز انداز میں فرمایا:

اے میرے عزیزو! علم تمہیں اللہ تعالیٰ کی صفات سے متعارف کراتا ہے، مگر روحانی مجاہدہ اُن صفات کی کیفیت کو دل میں اتارتا ہے۔ کتابیں تمہیں بتاتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ رحمٰن ہے، لیکن جب تم کسی مصیبت میں اُس کی رحمت کا مشاہدہ کرتے ہو تو تمہارا دل اس حقیقت کا ذائقہ چکھ لیتا ہے۔ علم راستہ دکھاتا ہے اور عمل منزل تک پہنچاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ معرفتِ الٰہی کا سفر صرف مطالعے سے مکمل نہیں ہوتا بلکہ عبادت، ذکر، دعا، توبہ، اخلاص اور اطاعت سے مکمل ہوتا ہے۔

حافظ صاحب کی آنکھیں نم ہو گئیں اور فرمایا:

میرے بھائیو! رسول اللہ ﷺ سب سے بڑے عارفِ باللہ تھے۔ آپ ﷺ کی ہر دعا، ہر سجدہ، ہر آنسو، ہر تسبیح اور ہر الحمدللہ معرفت کے سمندر سے نکلتا تھا۔ آپ ﷺ جتنا اپنے رب کو پہچانتے تھے، اتنا ہی زیادہ اُس کی حمد کرتے تھے، اتنا ہی زیادہ اُس کے سامنے جھکتے تھے اور اتنا ہی زیادہ اُس سے محبت کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ کی پوری زندگی اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی عملی تفسیر بن گئی۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت سے گفتگو سمیٹتے ہوئے فرمایا:

اے میرے دوستو! اگر تم چاہتے ہو کہ تمہاری حمد اللہ تعالیٰ کو محبوب ہو تو پہلے اپنے

رب کو پہچانو۔ قرآنِ کریم سے تعلق مضبوط کرو، رسول اللہ ﷺ کی سنت کو اپنالو، اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں غور کرو، اپنی زندگی کی نعمتوں پر تدبر کرو، رات کی تنہائی میں اپنے رب سے مناجات کرو، اور ہر سانس کے ساتھ یہ احساس زندہ رکھو کہ میں اُس رب کے سامنے کھڑا ہوں جو میرے ظاہر و باطن کو جانتا ہے۔ جب معرفت دل میں اتر جائے گی تو حمد تمہاری زبان پر خود بخود جاری رہے گی، اور تمہاری پوری زندگی اللہ تعالیٰ کی ثنا کا ایک روشن چراغ بن جائے گی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی صحیح معرفت عطا فرمائے، ہمارے دلوں کو اپنی محبت سے آباد فرمائے، ہماری زبانوں کو اپنی حمد و ثنا سے تر رکھے، ہمارے اعمال کو اپنی رضا کے مطابق بنا دے، ہمیں اپنے محبوب رسول اللہ ﷺ کی کامل اتباع کی توفیق عطا فرمائے، اور ہمیں اُن بندوں میں شامل فرمائے جن کی زندگیاں اُس کی حمد، اُس کی اطاعت اور اُس کی محبت کا آئینہ بن جاتی ہیں۔ آمین۔

اللہ کی حمد

تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے عدم سے وجود عطا فرمایا، جس کی رحمت آسمانوں سے وسیع اور جس کا کرم سمندروں سے گہرا ہے۔ وہی دلوں کو زندگی دیتا ہے، وہی آنکھوں کو بینائی عطا کرتا ہے، وہی گمراہ کو ہدایت اور ٹوٹے ہوئے دل کو سکون عطا فرماتا ہے۔ اس کی ذات ہر عیب سے پاک، ہر کمال سے متصف اور ہر تعریف کی حقیقی مستحق ہے۔

حافظ صاحب نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی، جیسے دل پر معرفت کا ایک نیا دروازہ کھل گیا ہو، پھر حاضرین کی طرف محبت بھری نگاہ سے دیکھا اور فرمایا:

میرے عزیزو! انسان دنیا میں بہت ساری تعریفیں کرتا ہے، مگر کبھی یہ سوچا کہ ہر

تعریف کا اصل حق دار کون ہے؟ اگر کسی باغ میں سینکڑوں پھول کھلے ہوں تو لوگ پھولوں کی تعریف کرتے ہیں، لیکن دانا انسان اس مالی کو بھی یاد رکھتا ہے جس نے اس باغ کی پرورش کی۔ یہی حال اس کائنات کا ہے۔ سورج کی روشنی، چاند کی چاندنی، بارش کی بوندیں، ماں کی محبت اور دل کی دھڑکن، یہ سب اس ربِ کریم کی عطا ہیں، اس لیے ہر تعریف سب سے پہلے اسی کے لیے ہے۔

حافظ صاحب نے ٹھنڈی آہ بھری اور فرمایا:

بیٹا! اگر انسان کو ایک لمحے کے لیے سانس روک دی جائے تو اسے اپنی بے بسی کا اندازہ ہو جائے گا۔ پھر بتاؤ، جس رب نے ہر لمحہ بغیر مانگے سانس، رزق، محبت اور زندگی عطا کی، کیا وہ ہماری حمد و شکر کا سب سے زیادہ حق دار نہیں؟

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی حمد کو صرف زبان تک محدود رکھنے کے بجائے اپنے کردار، اپنے اعمال اور اپنی زندگی میں بھی اس کا اظہار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

ہر تعریف اللہ کے لئے

تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو ازل سے ہے اور ابد تک رہے گا، جس کی ذات ہر نقص سے پاک اور ہر کمال سے آراستہ ہے۔ وہی آسمانوں اور زمین کا خالق، وہی دلوں کا مالک، وہی رحمتوں کا سرچشمہ اور وہی ہر نعمت کا عطا فرمانے والا ہے۔ اس کی حمد کا حق نہ قلم ادا کر سکتا ہے، نہ زبان، نہ عقل اس کی حقیقت کو پا سکتی ہے، کیونکہ وہ ہر تعریف سے بلند اور ہر تعریف کا حقیقی مستحق ہے۔

حافظ صاحب نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی، جیسے رحمتِ الٰہی کی کوئی کرن ان کے دل میں اتر رہی ہو، پھر سامعین کی طرف محبت بھری نگاہ سے دیکھا اور فرمایا:

میرے عزیزو! آج ہم سب تعریف کرنا جانتے ہیں۔ کوئی دولت مند کی تعریف

کرتا ہے، کوئی طاقت ور کی، کوئی حسن کی، کوئی علم کی، مگر کبھی اپنے دل سے یہ سوال بھی کیا کہ ان سب خوبیوں کا اصل مالک کون ہے؟ اگر کسی کے پاس حسن ہے تو وہ اللہ کی عطا ہے، اگر کسی کے پاس علم ہے تو وہ اللہ کا فضل ہے، اگر کسی کے پاس طاقت ہے تو وہ اللہ کی دی ہوئی ہے۔ پھر تعریف بندے کی زیادہ ہونی چاہیے یا عطا کرنے والے رب کی؟

حافظ صاحب نے ٹھنڈی آہ بھری اور فرمایا:

انسان کا عجیب حال ہے۔ جب اسے کسی انسان سے چھوٹا سا فائدہ ملتا ہے تو وہ اس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے نہیں تھکتا، لیکن وہ رب جس نے بغیر مانگے آنکھیں، کان، دل، عقل، سانس، رزق، ماں کی محبت اور ایمان جیسی عظیم نعمتیں عطا فرمائیں، اس کی حمد کے لیے ہمارے پاس اکثر وقت نہیں ہوتا۔ یہ غفلت ہے، اور یہی غفلت انسان کو اپنے رب سے دور کر دیتی ہے۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

ذرا ایک بچے کو دیکھو۔ وہ اپنے والد کے ہاتھ سے ایک کھلونا لیتا ہے تو خوشی سے باپ کے گلے لگ جاتا ہے۔ اگر ایک بچہ اپنے محسن کی محبت کو پہچان سکتا ہے تو کیا ایک عقل مند انسان اپنے رب کے احسانات کو نہیں پہچان سکتا؟ ہر سانس ہمیں یہ آواز دے رہی ہے کہ میرا دینے والا اللہ ہے، ہر دھڑکن گواہی دے رہی ہے کہ میرا چلانے والا اللہ ہے، ہر صبح اعلان کر رہی ہے کہ میرا پیدا کرنے والا اللہ ہے۔

حافظ صاحب نے درد بھرے انداز میں فرمایا:

میرے عزیزو! انسان اس وقت بہت بڑی غلطی کرتا ہے جب وہ نعمت کو دیکھتا ہے مگر منعم کو بھول جاتا ہے۔ وہ رزق کو دیکھتا ہے مگر رازق کو بھول جاتا ہے۔ وہ دوا کو دیکھتا ہے مگر شفا دینے والے کو بھول جاتا ہے۔ وہ اسباب کو دیکھتا ہے مگر مسبب الاسباب کو بھول جاتا ہے۔ یہی بھول دل کی تاریکی کا آغاز ہے۔

حافظ صاحب کی آنکھیں نم ہوگئیں اور فرمایا:

ایک شخص باغ میں گیا۔ اس نے خوبصورت پھول دیکھے، خوشبو محسوس کی، ٹھنڈی ہوا سے لطف اندوز ہوا، مگر باغ کے مالک کا شکریہ ادا کیے بغیر واپس آ گیا۔ لوگ کہیں گے یہ شخص ناشکرا ہے۔ پھر سوچو، ہم روز اللہ کے باغ میں چلتے ہیں۔ سورج، چاند، ستارے، درخت، پھل، پانی، ہوا، اولاد، صحت اور ایمان جیسی بے شمار نعمتوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں، لیکن اگر اللہ کی حمد نہ کریں تو کیا یہ ناشکری نہیں؟

حافظ صاحب نے جذباتی انداز میں فرمایا:

میرے پیارو! حمد صرف یہ نہیں کہ زبان سے الحمدللہ کہہ دیا جائے۔ حقیقی حمد یہ ہے کہ آنکھ اللہ کی نافرمانی نہ دیکھے، زبان جھوٹ نہ بولے، ہاتھ ظلم نہ کریں، قدم گناہ کی طرف نہ بڑھیں، دل میں تکبر نہ ہو، اور پوری زندگی اللہ کی رضا کے لیے وقف ہو جائے۔ جب بندے کا کردار اللہ کی اطاعت میں ڈھل جاتا ہے تو اس کی خاموشی بھی حمد بن جاتی ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت عاجزی سے فرمایا:

قرآنِ کریم کی ابتدا ہی الحمدللہ سے ہوتی ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو سب سے پہلا سبق یہی دیا کہ زندگی کا آغاز بھی حمد سے ہو اور دل کی کیفیت بھی حمد والی ہو۔ جو بندہ ہر حال میں اللہ کی تعریف کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے دل میں ایسا سکون عطا فرماتا ہے جو دنیا کی کوئی دولت نہیں دے سکتی۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے چند لمحوں کے بعد فرمایا:

یاد رکھو! خوشی میں الحمدللہ کہنا آسان ہے، لیکن اصل عاشق وہ ہے جو آزمائش میں بھی الحمدللہ کہے، بیماری میں بھی الحمدللہ کہے، تنگ دستی میں بھی الحمدللہ کہے، کیونکہ اسے یقین ہوتا ہے کہ میرا رب حکمت والا ہے، وہ جو کرتا ہے بہتر کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی حقیقی حمد کرنے والا، اپنے احسانات کو پہچاننے والا، ہر نعمت

پر شکر ادا کرنے والا، ہر حال میں اپنی رضا پر راضی رہنے والا اور اپنی پوری زندگی کو اپنی حمد وثنا کا عملی نمونہ بنانے والا بندہ بنادے۔ آمین۔

تمام بزرگی اللہ کے لئے

تمام بزرگی، عظمت، کبریائی اور کمال صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، وہی ازل سے ہے اور ابد تک رہے گا، وہی ہر نعمت کا عطا کرنے والا، ہر مخلوق کا پالنے والا اور ہر دل کی دھڑکن کا مالک ہے۔ وہی رحمتوں کا سمندر، حکمتوں کا خزانہ اور قدرتوں کا سرچشمہ ہے۔ اس کی شان سب سے بلند، اس کی ذات ہر عیب سے پاک اور ہر تعریف، ہر بزرگی اور ہر عظمت کا حقیقی مستحق صرف وہی ہے۔

حافظ صاحب نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی، جیسے دل پر معرفت کی ایک نئی کرن اتر رہی ہو، پھر حاضرین کی طرف محبت بھری نگاہ سے دیکھا اور فرمایا:

میرے عزیزو! دنیا میں لوگ بڑے بڑے انسانوں کی بزرگی بیان کرتے ہیں، کسی کے علم کی، کسی کے مال کی، کسی کے اقتدار کی، کسی کے حسن کی، لیکن کبھی یہ بھی سوچا کہ یہ سب عظمتیں کس نے عطا کیں؟ اگر کسی چراغ میں روشنی ہے تو اس روشنی کا اصل سرچشمہ سورج نہیں بلکہ اس روشنی کو پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ بندے کی ہر خوبی عطا ہے، اور عطا کرنے والا ہمیشہ عطا پانے والے سے بڑا ہوتا ہے، اس لیے ہر بزرگی صرف اللہ کے لیے ہے۔

حافظ صاحب نے ٹھنڈی آہ بھری اور فرمایا:

ایک بادشاہ اپنے محل پر فخر کرتا تھا، لیکن ایک زلزلے نے چند لمحوں میں اس کے محل کو مٹی کا ڈھیر بنا دیا۔ اس دن اسے معلوم ہوا کہ اصل طاقت نہ تخت کی ہے، نہ تاج کی، بلکہ صرف اس رب کی ہے جو چاہے تو بادشاہ کو فقیر اور فقیر کو بادشاہ بنا دے۔ اس

لیے بزرگی نہ دولت میں ہے، نہ طاقت میں، نہ شہرت میں، بلکہ بزرگی صرف اس اللہ کی ہے جس کے حکم کے بغیر ایک پتہ بھی نہیں ہلتا۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

میرے پیارو! جب بندہ اپنے دل سے یہ مان لیتا ہے کہ ہر عظمت اللہ کی ہے تو پھر اس کے دل سے تکبر نکل جاتا ہے، حسد ختم ہو جاتا ہے اور عاجزی پیدا ہو جاتی ہے۔ جس دل میں اللہ کی بڑائی آجاتی ہے، وہاں اپنی بڑائی کی کوئی جگہ باقی نہیں رہتی۔

حافظ صاحب کی آنکھیں نم ہو گئیں اور فرمایا:

ایک بچہ اپنے والد کا ہاتھ پکڑ کر چل رہا تھا، اسے لگتا تھا کہ وہ خود چل رہا ہے، حالانکہ اگر والد ہاتھ چھوڑ دیتا تو وہ گر جاتا۔ اسی طرح انسان سمجھتا ہے کہ وہ اپنی عقل، اپنی طاقت اور اپنی منصوبہ بندی سے کامیاب ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہر کامیابی کے پیچھے اللہ کا فضل اور اس کی رحمت ہوتی ہے۔ اس لیے ہر بزرگی، ہر عزت، ہر قوت، ہر کامیابی اور ہر کمال صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی عظمت کو پہچاننے، اپنے دلوں سے تکبر کو نکالنے، اپنی ہر نعمت کو اللہ کی عطا سمجھنے اور ہر حال میں اسی کی بڑائی بیان کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

ہر کمال کا مالک اللہ ہے

ہر حمد اُس اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو ہر کمال کا سرچشمہ، ہر عظمت کا مالک، ہر قدرت کا ظہور، ہر رحمت کا خزانہ اور ہر جمال و جلال کا حقیقی وارث ہے۔ وہی اول ہے، وہی آخر ہے، وہی ظاہر ہے، وہی باطن ہے، اور کائنات میں جہاں بھی کوئی خوبی، حسن، نور، علم، حکمت یا بھلائی دکھائی دیتی ہے، وہ سب اسی کی عطا، اسی کے فضل اور

اسی کے کرم کا عکس ہے۔ ہر بزرگی اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، ہر تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، ہر عزت اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، اور ہر کامل صفت صرف اللہ تعالیٰ کی ذاتِ اقدس کے لیے ہے۔

حافظ صاحب نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی، جیسے دل پر معرفت کا ایک نیا دروازہ کھل گیا ہو، پھر محبت بھری نگاہ سے حاضرین کو دیکھا اور فرمایا:

اے میرے عزیزو! آج میں تم سے ایک ایسی حقیقت بیان کرنا چاہتا ہوں جسے اگر انسان اپنے دل میں بسالے تو اس کی زندگی بدل جاتی ہے۔ وہ حقیقت یہ ہے کہ ہر کمال کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ بندے کے پاس جو کچھ بھی ہے، وہ اس کا اپنا نہیں، بلکہ اس کے رب کی عطا ہے۔ اگر یہ بات دل میں اتر جائے تو تکبر ختم ہو جاتا ہے، حسد ختم ہو جاتا ہے، غرور مٹ جاتا ہے اور بندہ عاجزی کے راستے پر چل پڑتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھرے انداز میں فرمایا:

ذرا سوچو! اگر ایک چراغ جل رہا ہو تو کیا وہ اپنی روشنی خود پیدا کرتا ہے؟ نہیں، جب تک اس میں تیل ہے، بتی ہے اور آگ ہے، تب تک وہ روشن رہتا ہے۔ اسی طرح انسان کا علم، عقل، طاقت، دولت، حسن، عزت اور مقام بھی اس کا ذاتی نہیں۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی عطا ہے۔ جب اللہ چاہے دے دے، جب چاہے واپس لے لے۔ اس لیے عقل مند وہ ہے جو نعمت کو دیکھ کر اپنے آپ پر نہیں، بلکہ اپنے رب پر نظر رکھتا ہے۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

میرے بھائیو! قرآنِ کریم ہمیں بار بار یہی سبق دیتا ہے کہ ساری قوت اللہ ہی کے لیے ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا ط

یعنی تمام عزت اللہ ہی کے لیے ہے۔

(سورۃ فاطر، آیت نمبر 10)

جب عزت اللہ کی ہے تو پھر بندہ کس بات پر فخر کرے؟ جب علم اللہ کی عطا ہے تو انسان اپنے علم پر کیوں اترائے؟ جب دولت اللہ کی دی ہوئی ہے تو مالدار اپنے خزانے پر کیوں مغرور ہو؟ اور جب حسن بھی اللہ کی امانت ہے تو خوبصورت انسان اپنی صورت پر کیوں ناز کرے؟

حافظ صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا:

ایک چھوٹی سی مثال سنو۔ اگر کسی بچے کو اس کے والد ایک خوبصورت کپڑا پہنا دیں تو کیا وہ بچہ اس کپڑے کا خالق بن جاتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ وہ صرف پہننے والا ہے۔ اسی طرح انسان بھی اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی نعمتوں کو استعمال کرتا ہے، ان کا مالکِ حقیقی نہیں بنتا۔ جب یہ مثال دل میں بیٹھ جائے تو بندہ ہر نعمت پر الحمدللہ کہنے لگتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

میرے دوستو! شیطان کی پہلی لغزش بھی یہی تھی کہ اس نے اپنے اندر کے ایک وصف کو اپنا ذاتی کمال سمجھ لیا۔ اس نے کہا کہ میں آگ سے پیدا کیا گیا ہوں اور آدم علیہ السلام مٹی سے۔ وہ یہ بھول گیا کہ آگ بھی اللہ کی پیدا کی ہوئی ہے اور مٹی بھی اللہ کی پیدا کی ہوئی ہے۔ اگر وہ یہ سمجھ لیتا کہ ہر کمال اللہ تعالیٰ کی عطا ہے تو کبھی تکبر نہ کرتا اور کبھی مردود نہ بنتا۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے چند لمحوں کے بعد فرمایا:

اپنے دل سے ایک سوال کرو۔ اگر اللہ تعالیٰ ایک لمحے کے لیے تمہاری بینائی لے لے تو تم کیا کر سکتے ہو؟ اگر سماعت چلی جائے تو کون سا علم باقی رہے گا؟ اگر عقل

سلب ہو جائے تو دنیا کی کون سی ڈگری کام آئے گی؟ اگر سانس رک جائے تو کون سی طاقت انسان کو زندہ رکھ سکتی ہے؟ جب ہر چیز اللہ کے اختیار میں ہے تو پھر بندہ اپنے آپ کو بڑا کیوں سمجھے؟

حافظ صاحب کی آنکھیں نم ہو گئیں اور فرمایا:

رسول اللہ ﷺ، جو تمام مخلوق میں سب سے افضل ہیں، وہ بھی ہر نعمت کو اللہ تعالیٰ کی عطا سمجھتے تھے۔ آپ ﷺ راتوں کو قیام فرماتے، سجدوں میں گڑگڑاتے اور فرماتے کہ اے اللہ! میں تیری نعمتوں کا شکر کیسے ادا کروں؟ یہ ہمیں سکھاتا ہے کہ جتنا انسان اللہ کے قریب ہوتا ہے، اتنا ہی اپنی عاجزی کو پہچانتا ہے۔

حافظ صاحب نے فکر انگیز انداز میں فرمایا:

اولیائے کرام کی زندگیوں پر نظر ڈالو۔ انہوں نے کبھی اپنے کشف، اپنے علم، اپنی عبادت یا اپنی روحانی کیفیت کو اپنا کمال نہیں سمجھا۔ وہ ہمیشہ کہتے رہے کہ اگر اللہ کا فضل نہ ہوتا تو ہم کچھ بھی نہ تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو نور سے بھر دیا۔

حافظ صاحب نے نہایت عاجزی سے فرمایا:

اے میرے عزیزو! اگر تمہارے اندر کوئی خوبی ہے، اچھی آواز ہے، اچھا اخلاق ہے، علم ہے، مال ہے، عزت ہے، صحت ہے یا خدمت کی توفیق ہے تو ہر روز اپنے دل سے کہو: یہ سب میرے رب کا فضل ہے۔ جب یہ سوچ پیدا ہو جائے گی تو نہ تم کسی کو حقیر سمجھو گے، نہ کسی سے حسد کرو گے اور نہ اپنے نفس کے دھوکے میں آؤ گے۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

یاد رکھو! درخت پر لگنے والا پھل کبھی اپنی شاخ پر فخر نہیں کرتا، کیونکہ اسے معلوم ہے کہ اگر جڑ کو پانی نہ ملے تو شاخ بھی سوکھ جائے گی۔ اسی طرح بندہ بھی اگر اللہ تعالیٰ کے فضل سے محروم ہو جائے تو اس کے تمام ظاہری کمالات ایک لمحے میں ختم ہو سکتے

ہیں۔

حافظ صاحب نے انتہائی جذباتی انداز میں فرمایا:

میرے بھائیو! دنیا تمہاری تعریف کرے یا نہ کرے، اس سے زیادہ اہم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تم سے راضی ہو۔ لوگوں کی تعریف عارضی ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کی رضا دائمی کامیابی ہے۔ اس لیے ہمیشہ اپنے دل کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رکھو، ہر کامیابی پر الحمد للہ کہو، ہر نعمت کو امانت سمجھو، ہر خوبی کو اللہ تعالیٰ کا فضل جانو اور ہر لمحہ اپنے رب کے سامنے عاجزی اختیار کرو۔

اللہ تعالیٰ ہمیں یہ یقین عطا فرمائے کہ ہر کمال، ہر عظمت، ہر عزت، ہر علم، ہر حکمت، ہر رحمت، ہر جمال، ہر جلال اور ہر تعریف صرف اسی کے لیے ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں کو تکبر، غرور اور خود پسندی سے پاک فرمائے، ہمیں اپنی نعمتوں کا شکر گزار بندہ بنائے، اپنی معرفت، اپنی محبت، اپنے ذکر، اپنے قرب اور اپنی کامل بندگی نصیب فرمائے، ہمارے ظاہر و باطن کی اصلاح فرمائے، اور ہمیں دنیا و آخرت کی حقیقی کامیابیاں عطا فرمائے۔ آمین۔

ہر عظمت صرف اللہ تعالیٰ کی ہے

ہر حمد اُس اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس کی عظمت کے سامنے تمام عظمتیں ہیچ ہیں، جس کی کبریائی کے سامنے ہر بڑائی مٹ جاتی ہے، جس کی قدرت کے سامنے ہر طاقت بے بس ہے، اور جس کی شانِ ربوبیت کے سامنے پوری کائنات عاجز کھڑی ہے۔ ہر کمال اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، ہر بزرگی اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، ہر عزت اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، اور ہر حقیقی عظمت صرف اور صرف اللہ رب العالمین کی ذاتِ اقدس کے لیے ہے۔

حافظ صاحب نے آسمان کی وسعتوں کی طرف دیکھا، پھر نہایت خشوع کے ساتھ اپنی نگاہیں جھکالیں اور فرمایا:

اے میرے عزیزو! آج میں تمہیں ایک ایسی حقیقت سنانا چاہتا ہوں جسے اگر دل قبول کر لے تو انسان کبھی کسی مخلوق سے مرعوب نہیں ہوتا اور کبھی اپنے آپ پر فخر نہیں کرتا۔ وہ حقیقت یہ ہے کہ ہر عظمت صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔ بندے کی عظمت عارضی ہے، اللہ تعالیٰ کی عظمت ازلی اور ابدی ہے۔ بندے کی طاقت محدود ہے، اللہ تعالیٰ کی قدرت لامحدود ہے۔ بندے کا مقام ختم ہو سکتا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کی بادشاہت کو کبھی زوال نہیں۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

میرے دوستو! انسان دنیا میں بڑے بڑے محل بنالیتا ہے، بلند عہدے حاصل کر لیتا ہے، شہرت پالیتا ہے، لوگ اس کے احترام میں کھڑے ہوتے ہیں، لیکن کیا یہ سب ہمیشہ رہتا ہے؟ کتنے بادشاہ آئے، کتنے حکمران گزرے، کتنے نامور لوگ دنیا سے رخصت ہو گئے، آج ان کے محلات خاموش ہیں اور ان کے تخت و تاج مٹی کے نیچے دفن ہو چکے ہیں۔ باقی اگر کوئی عظمت ہے تو وہ صرف اللہ تعالیٰ کی ہے، کیونکہ وہی ہمیشہ زندہ ہے، ہمیشہ قائم ہے، ہمیشہ غالب ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت درد بھرے لہجے میں فرمایا:

قرآنِ کریم ہمیں سکھاتا ہے کہ

تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلٰلِ وَ الْاِكْرَامِ ﴿۷۸﴾

یعنی بڑی ہی بابرکت ہے آپ کے رب کا نام، جو جلال اور بزرگی والا ہے۔

(الرحمٰن:78)

غور کرو! اللہ تعالیٰ نے جلال اور عظمت کو اپنی ذات کے ساتھ خاص فرمایا۔ انسان کو اگر عزت ملے تو وہ اللہ کی عطا ہے، اگر قوت ملے تو وہ اللہ کا فضل ہے، اگر علم ملے تو وہ اللہ کی بخشش ہے، لیکن عظمتِ مطلقہ صرف اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

میرے بھائیو! شیطان کی ہلاکت کا سبب یہی تھا کہ وہ اپنی بڑائی کے دھوکے میں مبتلا ہو گیا۔ اس نے عظمت کو اپنے لیے پسند کیا، حالانکہ عظمت صرف اللہ تعالیٰ کی شان ہے۔ جو بندہ اپنے نفس کو بڑا سمجھنے لگتا ہے، وہ حقیقت میں اپنے رب کی بندگی سے دور ہونے لگتا ہے۔ اور جو اپنے آپ کو اللہ کے سامنے عاجز سمجھتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے لوگوں کے دلوں میں عزت عطا فرما دیتا ہے۔

حافظ صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا:

ایک معمولی سی مثال سنو۔ جب سورج طلوع ہوتا ہے تو چراغ کی روشنی باقی نہیں رہتی۔ چراغ اپنی جگہ موجود ہوتا ہے، لیکن سورج کی روشنی کے سامنے اس کی حیثیت ختم ہو جاتی ہے۔ اسی طرح اگر انسان اپنی عظمت کو دیکھتا رہے تو وہ دھوکے میں رہے گا، لیکن جب اللہ تعالیٰ کی عظمت پر نظر پڑ جائے تو اپنی حیثیت خود بخود سمجھ میں آ جاتی ہے۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے بعد فرمایا:

کبھی رات کے وقت آسمان کی طرف دیکھنا۔ بے شمار ستارے، وسیع آسمان، گردش کرتے ہوئے سیارے، بلند پہاڑ، بے کنار سمندر، ہوا کا نظام، بارش کا نزول، زندگی کا چلنا اور موت کا آنا، یہ سب ایک ہی حقیقت کی گواہی دیتے ہیں کہ عظمت صرف اُس رب کی ہے جس نے یہ سب پیدا فرمایا۔ انسان ان میں سے ایک ذرہ بھی پیدا نہیں کر سکتا، پھر وہ کس بات پر غرور کرے؟

حافظ صاحب کی آنکھیں نم ہوگئیں اور فرمایا:

رسول اللہ ﷺ، جنہیں اللہ تعالیٰ نے سید الاولین والآخرین بنایا، وہ بھی جب اپنے رب کے سامنے کھڑے ہوتے تو عاجزی کی انتہا فرما دیتے۔ آپ ﷺ کا سجدہ ہمیں یہ سبق دیتا ہے کہ جتنا مقام بلند ہوتا ہے، اتنی ہی بندگی بڑھتی ہے۔ یہی انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام کا راستہ ہے۔ انہوں نے اپنی عظمت نہیں دیکھی بلکہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کو دیکھا۔

حافظ صاحب نے نہایت عاجزی سے فرمایا:

اے میرے عزیزو! اگر کبھی تمہیں کوئی کامیابی ملے، لوگ تمہاری تعریف کریں، تمہیں عزت دیں یا تمہارا نام بلند ہو جائے تو اپنے دل میں فوراً یہ کہہ دو: یا اللہ! یہ سب تیرا فضل ہے، عظمت صرف تیری ہے، میں تو تیرا محتاج بندہ ہوں۔ یہی سوچ انسان کو تکبر سے بچاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے قریب لے جاتی ہے۔

حافظ صاحب نے فکر انگیز انداز میں فرمایا:

اپنے دل سے پوچھو، اگر آج اللہ تعالیٰ تمہاری قوت واپس لے لے، تمہاری زبان خاموش ہو جائے، تمہاری آنکھیں دیکھنا چھوڑ دیں یا تمہارا دل دھڑکنا بند کر دے، تو تمہاری عظمت کہاں رہ جائے گی؟ جب ہر چیز اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے تو پھر عقل مند بندہ اپنی بڑائی پر نہیں بلکہ اپنے رب کی بڑائی پر نظر رکھتا ہے۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

ہمیشہ یاد رکھنا کہ جو بندہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کو پہچان لیتا ہے، وہ لوگوں کو حقیر نہیں سمجھتا، وہ کسی پر ظلم نہیں کرتا، وہ اپنی تعریف کا بھوکا نہیں رہتا، کیونکہ اسے معلوم ہوتا ہے کہ اصل عظمت تو صرف میرے رب کی ہے۔ اس کا دل عاجزی سے بھر جاتا ہے، زبان شکر سے تر رہتی ہے اور زندگی بندگی کا نمونہ بن جاتی ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

اے اللہ کے بندو! اپنے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی عظمت کو زندہ کرو۔ جب نماز پڑھو تو محسوس کرو کہ تم عظمت والے رب کے سامنے کھڑے ہو۔ جب دعا کرو تو یقین رکھو کہ تم سب سے بڑے بادشاہ سے مانگ رہے ہو۔ جب سجدہ کرو تو سمجھو کہ تمہاری پیشانی اس ذات کے سامنے جھکی ہے جس کے سامنے آسمان، زمین، فرشتے، پہاڑ اور سمندر سب عاجز ہیں۔ یہی معرفت ایمان کو زندہ کرتی ہے اور یہی بندگی انسان کو کامیاب بناتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی عظمت کی صحیح معرفت عطا فرمائے، ہمارے دلوں سے تکبر، غرور، خود پسندی اور ریا کو دور فرمائے، ہمیں ہمیشہ اپنی کبریائی کے سامنے جھکنے والا، اپنی رحمت کا امیدوار، اپنی رضا کا طالب، اپنے ذکر میں مشغول اور اپنی کامل بندگی کرنے والا بندہ بنائے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ظاہر و باطن کی اصلاح فرمائے، ہمیں دنیا و آخرت کی حقیقی کامیابیاں عطا فرمائے، اور ہمارا خاتمہ ایمان، اخلاص اور اپنی رضا پر فرمائے۔ آمین۔

ہر تعریف اللہ ہی کے لیے کیوں؟

(کیونکہ وہ ہر چیز کا خالق اور مالک ہے)

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

ہر حمد اُس اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو ہر چیز کا خالق، ہر نعمت کا عطا کرنے والا، ہر کمال کا مالک، ہر عظمت کا سزاوار، ہر عزت کا سرچشمہ اور ہر تعریف کا حقیقی مستحق ہے۔ زمین و آسمان کی ہر نشانی اُس کی قدرت کی گواہ ہے، ہر نعمت اُس کے فضل کا مظہر ہے، ہر بھلائی اُس کے کرم کا صدقہ ہے، اور ہر کمال صرف اُسی کی عطا ہے۔ وہی اول ہے،

وہی آخر ہے، وہی ظاہر ہے، وہی باطن ہے، اور اُس کے سوا کوئی نہ خالق ہے، نہ مالک، نہ رازق، نہ مدبر، نہ معبود، اور نہ ہی کوئی ایسا ہے جو تعریف اور حمد کا حقیقی مستحق ہو۔

حافظ صاحب نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی، جیسے دل معرفتِ الٰہی کے نور سے بھر گیا ہو، پھر حاضرین کی طرف محبت بھری نگاہ سے دیکھا اور فرمایا:

اے میرے عزیزو! آج ہم ایک ایسے سوال پر غور کریں گے جس کا جواب اگر دل میں اتر جائے تو انسان کی پوری زندگی بدل جاتی ہے۔ وہ سوال یہ ہے کہ ہر تعریف اللہ ہی کے لیے کیوں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ کیونکہ ہر چیز کا خالق بھی وہی ہے اور ہر چیز کا مالک بھی وہی ہے۔ جس نے پیدا کیا، وہی تعریف کا سب سے زیادہ حق دار ہے۔ جس نے عطا کیا، وہی شکر کا مستحق ہے۔ جس نے سنوارا، وہی حمد کا سزاوار ہے۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

میرے بھائیو! اگر ایک شخص ایک خوبصورت باغ دیکھے، جس میں رنگ برنگے پھول، خوشبودار ہوائیں، شیریں پھل اور خوبصورت درخت ہوں، تو وہ باغ کی تعریف کرنے کے ساتھ ساتھ اس باغ کو بنانے والے مالی کی بھی تعریف کرتا ہے۔ اب ذرا سوچو، جب ایک معمولی باغ اپنے بنانے والے کی طرف رہنمائی کرتا ہے تو یہ عظیم کائنات اپنے خالق کی عظمت کی گواہی کیوں نہ دے؟ یہ آسمان، یہ زمین، یہ سورج، یہ چاند، یہ ستارے، یہ سمندر، یہ پہاڑ، یہ درخت، یہ پرندے، یہ انسان، یہ زندگی اور یہ موت، سب ایک آواز سے اعلان کر رہے ہیں کہ ہر تعریف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے، کیونکہ ہر چیز اسی نے پیدا فرمائی ہے۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

اے میرے دوستو! کبھی اپنے وجود پر غور کرو۔ تمہاری آنکھیں کس نے بنائیں؟ تمہارے کان کس نے عطا کیے؟ تمہارے دل کو دھڑکنے کی قوت کس نے

دی؟ تمہاری زبان کو بولنے کی صلاحیت کس نے عطا کی؟ تمہارے جسم میں خون کس کے حکم سے دوڑ رہا ہے؟ اگر ان سوالوں کا جواب صرف ایک ہے، اور وہ اللہ تعالیٰ ہے، تو پھر تعریف بھی صرف اسی کے لیے ہونی چاہیے۔ بندہ تو خود اپنی ایک سانس کا بھی مالک نہیں۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

قرآنِ مجید کا آغاز ہی ان الفاظ سے ہوتا ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝٢

سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

(الفاتحہ:4)

اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے اپنے بندوں کو یہی تعلیم دی کہ ہر تعریف اللہ کے لیے ہے، کیونکہ وہ تمام جہانوں کا رب ہے۔ وہی پیدا کرتا ہے، وہی پالتا ہے، وہی رزق دیتا ہے، وہی حفاظت فرماتا ہے، وہی بیماری دیتا ہے، وہی شفا عطا فرماتا ہے، وہی آزماتا ہے اور وہی نجات عطا فرماتا ہے۔ جب ربوبیت صرف اسی کی ہے تو حمد بھی صرف اسی کی ہے۔

حافظ صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا:

ایک آسان سی مثال سمجھ لو۔ ایک بچہ اپنے والد سے کتاب، لباس اور کھانا پاتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ یہ سب میرے والد کی محبت کا نتیجہ ہے، اس لیے وہ ان کا شکر ادا کرتا ہے۔ اب ذرا غور کرو، جب انسان اپنی معمولی نعمت دینے والے کا شکریہ ادا کرتا ہے تو اُس رب کی حمد کیوں نہ کرے جس نے اسے وجود دیا، ایمان دیا، عقل دی، صحت دی، زندگی دی اور ہر لمحہ بے شمار نعمتوں سے نواز رہا ہے۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے چند لمحوں کے بعد فرمایا:

یاد رکھو! اگر اللہ تعالیٰ ایک لمحے کے لیے اپنی رحمت روک لے تو نہ سورج طلوع ہو، نہ بارش برسے، نہ زمین سبزہ اگائے، نہ دل دھڑکے، نہ سانس چلے اور نہ زندگی باقی رہے۔ ہماری ہر صبح اُس کے کرم سے ہے، ہماری ہر شام اُس کے فضل سے ہے، ہماری ہر کامیابی اُس کی عطا ہے، اس لیے ہر تعریف بھی صرف اُسی کے لیے ہے۔

حافظ صاحب کی آنکھیں نم ہو گئیں اور فرمایا:

رسول اللہ ﷺ ہر حال میں اپنے رب کی حمد فرمایا کرتے تھے۔ خوشی میں بھی الحمدللہ اور آزمائش میں بھی الحمدللہ۔ اس لیے کہ آپ ﷺ جانتے تھے کہ بندہ ہر حال میں اپنے رب کا محتاج ہے، اور رب ہر حال میں تعریف کے لائق ہے۔ یہی بندگی کا کمال ہے کہ انسان نعمت میں بھی اللہ کی حمد کرے اور آزمائش میں بھی اُس کی حکمت پر راضی رہے۔

حافظ صاحب نے فکر انگیز انداز میں فرمایا:

اے میرے عزیزو! اپنے دل سے پوچھو، اگر تمہاری زندگی کی ہر نعمت اللہ تعالیٰ کی عطا ہے تو پھر تمہاری زبان پر سب سے زیادہ کس کا نام ہونا چاہیے؟ اگر تمہاری ہر کامیابی اُس کے فضل سے ہے تو پھر تمہارا دل سب سے زیادہ کس کی محبت سے بھرنا چاہیے؟ اگر تمہارا وجود بھی اُس کی تخلیق ہے تو پھر تمہاری پیشانی سب سے پہلے کس کے سامنے جھکنی چاہیے؟

حافظ صاحب نے نہایت عاجزی سے فرمایا:

میرے بھائیو! انسان کی سب سے بڑی غلطی یہ ہے کہ وہ نعمت کو دیکھتا ہے مگر منعم کو بھول جاتا ہے۔ وہ رزق کو دیکھتا ہے مگر رازق کو بھول جاتا ہے۔ وہ صحت کو دیکھتا ہے مگر شافی کو بھول جاتا ہے۔ وہ کامیابی کو دیکھتا ہے مگر کامیابی عطا کرنے والے کو بھول جاتا ہے۔ یہی غفلت دل کو سخت کر دیتی ہے، اور یہی غفلت انسان کو اپنے رب سے دور کر دیتی ہے۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

آج سے عہد کرلو کہ جب بھی کوئی نعمت ملے گی، زبان سے فوراً الحمدللہ نکلے گا۔ جب کوئی مشکل دور ہوگی، الحمدللہ کہیں گے۔ جب رزق ملے گا، الحمدللہ کہیں گے۔ جب اولاد کو دیکھیں گے، الحمدللہ کہیں گے۔ جب ایمان کی دولت یاد آئے گی، الحمد للہ کہیں گے۔ کیونکہ ہر نعمت کے پیچھے ایک ہی رب کی عطا ہے، اور ہر عطا کے پیچھے اسی کی رحمت اور محبت ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی نعمتوں کی صحیح پہچان عطا فرمائے، ہمیں اپنی حمد وثنا کرنے والا، اپنا شکر ادا کرنے والا، اپنی معرفت حاصل کرنے والا، اپنی محبت میں جینے والا، اپنے رسول ﷺ کی کامل اتباع کرنے والا، اپنے ذکر سے دلوں کو آباد رکھنے والا، اور اپنی رضا کا طالب بندہ بنا دے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں سے غفلت، غرور اور ناشکری کو دور فرمائے، ہمیں ہر حال میں الحمدللہ کہنے کی توفیق عطا فرمائے، اور دنیا و آخرت کی حقیقی کامیابیاں نصیب فرمائے۔ آمین۔

اللہ تعالیٰ تمام نعمتوں کا سرچشمہ

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

ہر حمد اُس اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو تمام نعمتوں کا سرچشمہ، ہر خیر کا منبع، ہر رحمت کا خزانہ، ہر فضل کا مالک اور ہر احسان کا حقیقی کرنے والا ہے۔ آسمان وزمین میں جو بھی نعمت دکھائی دیتی ہے، وہ اسی کے کرم کا جلوہ ہے، اور بندوں کے پاس جو بھی بھلائی، راحت، آسائش، عزت، علم، صحت، رزق اور سکون ہے، وہ سب اسی کی عطا ہے۔ ہر کمال اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، ہر عظمت اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، ہر تعریف اللہ تعالیٰ کے

لیے ہے، کیونکہ ہر نعمت کا آغاز بھی اسی سے ہے اور ہر نعمت کی بقا بھی اسی کے حکم سے ہے۔

حافظ صاحب نے محبت بھری نگاہ سے حاضرین کو دیکھا اور نہایت عاجزی کے ساتھ فرمایا:

اے میرے عزیزو! آج ہم اُس ربِ کریم کی ایک عظیم صفت پر غور کریں گے جسے اگر انسان دل سے پہچان لے تو اس کی زندگی شکر، محبت اور بندگی سے بھر جاتی ہے۔ وہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام نعمتوں کا سرچشمہ ہے۔ دنیا میں کوئی نعمت ایسی نہیں جو اللہ تعالیٰ کی عطا کے بغیر کسی کو ملی ہو۔ انسان صرف نعمتوں کو استعمال کرتا ہے، مگر نعمتوں کو پیدا کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے۔

حافظ صاحب نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی اور فرمایا:

میرے بھائیو! جب صبح سورج طلوع ہوتا ہے تو اس کی روشنی کس نے پیدا کی؟ جب بادل برستے ہیں تو پانی کس نے نازل فرمایا؟ جب زمین سے اناج اگتا ہے تو اس میں زندگی کس نے رکھی؟ جب درخت پھل دیتے ہیں تو ان کے اندر مٹھاس کس نے پیدا کی؟ جب ماں کے دل میں اولاد کی محبت پیدا ہوتی ہے تو وہ محبت کس نے رکھی؟ ان تمام سوالوں کا صرف ایک جواب ہے، اور وہ یہ کہ ہر نعمت کا سرچشمہ اللہ تعالیٰ ہے۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

اے میرے دوستو! انسان اکثر نعمت کو دیکھ لیتا ہے مگر نعمت عطا کرنے والے کو بھول جاتا ہے۔ وہ دسترخوان کو دیکھتا ہے مگر رزق دینے والے رب کو بھول جاتا ہے۔ وہ پانی پیتا ہے مگر یہ نہیں سوچتا کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو یہی پانی کھارا کر دیتا۔ وہ اپنی آنکھوں سے دنیا دیکھتا ہے مگر یہ نہیں سوچتا کہ بینائی بھی اللہ تعالیٰ کی عطا ہے۔ بندگی کا حسن یہی ہے کہ ہر نعمت کے پیچھے اپنے رب کی رحمت کو دیکھا جائے۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

قرآنِ کریم ہمیں یہ حقیقت سکھاتا ہے کہ

وَ مَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ

ترجمہ: اور تمہارے پاس جو بھی نعمت ہے وہ اللہ ہی کی طرف سے ہے۔

(سورۃ النحل:53)

یہ آیت انسان کے غرور کو توڑ دیتی ہے اور اس کے دل میں شکر کا چراغ روشن کر دیتی ہے۔ جب ہر نعمت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تو پھر شکر بھی اسی کا ہونا چاہیے، محبت بھی اسی سے ہونی چاہیے اور بندگی بھی صرف اسی کی ہونی چاہیے۔

حافظ صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا:

ایک معمولی سی مثال سمجھو۔ اگر کسی نہر سے سینکڑوں کھیت سیراب ہوتے ہوں تو سمجھدار کسان نہر کے کنارے کا نہیں بلکہ پانی کے اصل سرچشمے کا شکر گزار ہوتا ہے۔ اسی طرح دنیا کے اسباب صرف وسیلہ ہیں، اصل عطا فرمانے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ ڈاکٹر علاج کرتا ہے، مگر شفا اللہ تعالیٰ دیتا ہے۔ کسان بیج بوتا ہے، مگر فصل اللہ تعالیٰ اگاتا ہے۔ استاد پڑھاتا ہے، مگر سمجھ اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے۔ والدین پرورش کرتے ہیں، مگر محبت اور زندگی اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت درد بھرے لہجے میں فرمایا:

میرے عزیزو! کبھی یہ نہ سمجھنا کہ تمہارا رزق تمہاری محنت کا نتیجہ ہے۔ محنت کرنا تمہارا فرض ہے، مگر رزق دینا اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ اگر صرف محنت ہی رزق کا سبب ہوتی تو دنیا میں کوئی محنت کرنے والا غریب نہ رہتا۔ حقیقت یہ ہے کہ محنت بھی اللہ تعالیٰ کی عطا ہے، صحت بھی اسی کی عطا ہے، موقع بھی اسی کی عطا ہے اور کامیابی بھی اسی کے فضل سے ملتی ہے۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے بعد فرمایا:

ذرا اپنے جسم پر غور کرو۔ دل بغیر تمہارے حکم کے دھڑک رہا ہے، پھیپھڑے بغیر تمہارے ارادے کے سانس لے رہے ہیں، خون مسلسل دوڑ رہا ہے، دماغ ہر لمحہ کام کر رہا ہے۔ تم ان میں سے کسی ایک نعمت کو بھی اپنے اختیار سے قائم نہیں رکھ سکتے۔ اگر اللہ تعالیٰ ایک لمحے کے لیے اپنا نظام روک دے تو انسان اپنی بے بسی کو فوراً سمجھ لے۔ اس لیے ہر نعمت کا سرچشمہ صرف اللہ تعالیٰ ہے۔

حافظ صاحب کی آنکھیں نم ہو گئیں اور فرمایا:

رسول اللہ ﷺ ہر نعمت پر اپنے رب کا شکر ادا فرماتے تھے۔ آپ ﷺ ہمیں یہ تعلیم دے گئے کہ بندے کی شان یہ نہیں کہ وہ نعمتوں پر فخر کرے، بلکہ اس کی شان یہ ہے کہ وہ ہر نعمت کو اللہ تعالیٰ کی امانت سمجھے اور ہر حال میں الحمد للہ کہے۔ یہی شکر انسان کو مزید نعمتوں کا مستحق بناتا ہے۔

حافظ صاحب نے فکر انگیز انداز میں فرمایا: اے میرے بھائیو! اپنے دل سے ایک سوال کرو۔ اگر اللہ تعالیٰ تم سے ایک دن کے لیے بینائی لے لے، یا ایک دن کے لیے پانی روک دے، یا ایک دن کے لیے ہوا بند کر دے، تو تم دنیا کی کون سی دولت سے ان نعمتوں کو خرید سکتے ہو؟ جب سب کچھ اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہے تو پھر دل کو بھی اسی کے ساتھ وابستہ ہونا چاہیے۔

حافظ صاحب نے نہایت عاجزی سے فرمایا:

دنیا کی نعمتیں ختم ہو سکتی ہیں، مگر اللہ تعالیٰ کے خزانے کبھی ختم نہیں ہوتے۔ بندوں کے دروازے بند ہو سکتے ہیں، مگر اللہ تعالیٰ کی رحمت کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہتا ہے۔ لوگ تھک جاتے ہیں، مگر اللہ تعالیٰ کی عطا کبھی نہیں تھکتی۔ لوگ بھول جاتے ہیں، مگر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو نہیں بھولتا۔ اسی لیے مومن کا دل ہر حال میں اپنے رب کی طرف متوجہ رہتا ہے۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

آج سے یہ عہد کرلو کہ ہر نعمت کو دیکھ کر صرف نعمت پر خوش نہیں ہونا بلکہ نعمت عطا کرنے والے رب کو یاد کرنا ہے۔ پانی پیو تو الحمد للہ کہو، کھانا کھاؤ تو الحمد للہ کہو، صحت ملے تو الحمد للہ کہو، اولاد کو دیکھو تو الحمد للہ کہو، ایمان یاد آئے تو سجدۂ شکر ادا کرو، کیونکہ یہی بندگی کا حسن اور معرفت کا آغاز ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی بے شمار نعمتوں کی صحیح پہچان عطا فرمائے، ہمیں ہر حال میں اپنا شکر گزار بندہ بنائے، ہمارے دلوں کو اپنی محبت، اپنی معرفت اور اپنے ذکر سے آباد فرمائے، ہمیں ناشکری، غفلت اور غرور سے محفوظ رکھے، اپنے فضل و کرم سے ہمارے ظاہر و باطن کی اصلاح فرمائے، اور ہمیں دنیا و آخرت کی وہ نعمتیں عطا فرمائے جو ہمیشہ باقی رہنے والی ہیں۔ آمین۔

اللہ تعالیٰ تمام رحمتوں کا مخزن

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

ہر حمد اُس اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو تمام رحمتوں کا مخزن، تمام مہربانیوں کا سرچشمہ، تمام نعمتوں کا عطا فرمانے والا، تمام بخششوں کا مالک اور تمام فضل و کرم کا حقیقی وارث ہے۔ اُس کی رحمت آسمانوں پر بھی سایہ فگن ہے اور زمین پر بھی، اُس کا کرم نیکوں کو بھی پہنچتا ہے اور گناہگاروں کو بھی، اُس کی عطا فرمانبرداروں کو بھی ملتی ہے اور نافرمانوں کو بھی مہلت دیتی ہے۔ ہر کمال اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، ہر عظمت اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، ہر رحمت اللہ تعالیٰ ہی کی ہے، اور ہر تعریف صرف اُسی ربِ کریم کے لیے ہے جس کی رحمت کی کوئی حد نہیں۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت سے حاضرین کی طرف دیکھا، چند لمحے خاموش رہے، پھر فرمایا:

اے میرے عزیزو! دنیا میں ہر انسان رحمت کا طالب ہے۔ کوئی دل کا سکون چاہتا ہے، کوئی رزق کی فراوانی مانگتا ہے، کوئی صحت کی دعا کرتا ہے، کوئی اولاد کے لیے رو رہا ہے، کوئی گناہوں کی معافی چاہتا ہے، اور کوئی جنت کی امید رکھتا ہے۔ مگر یہ سب رحمتیں کہاں سے آتی ہیں؟ ان سب کا ایک ہی خزانہ ہے، اور وہ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ اقدس ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام رحمتوں کا مخزن ہے۔ جو اُس کے دروازے پر آتا ہے، وہ خالی نہیں لوٹتا، اور جو اُس سے امید باندھتا ہے، وہ کبھی محروم نہیں رہتا۔

حافظ صاحب نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی اور فرمایا:

میرے بھائیو! ذرا غور کرو، سورج ہر روز طلوع ہوتا ہے، بارش برستی ہے، زمین فصلیں اگاتی ہے، درخت پھل دیتے ہیں، پرندے اپنے گھونسلوں میں رزق پاتے ہیں، مائیں اپنے بچوں کو سینے سے لگاتی ہیں، بیماروں کو شفا ملتی ہے اور پریشان دلوں کو سکون نصیب ہوتا ہے۔ یہ سب کسی انسان کی رحمت نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی بے پایاں رحمت کے جلوے ہیں۔ اگر ایک لمحے کے لیے اللہ تعالیٰ اپنی رحمت روک لے تو پوری دنیا ویران ہو جائے۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَ رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ ؕ

ترجمہ: اور میری رحمت ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے۔

(الاعراف:156)

میرے دوستو! غور کرو، اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ میری رحمت صرف نیک

لوگوں کے لیے ہے، بلکہ فرمایا کہ میری رحمت ہر چیز پر محیط ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہوا سب کو ملتی ہے، پانی سب کو ملتا ہے، سورج سب پر چمکتا ہے اور زندگی کی بے شمار نعمتیں سب تک پہنچتی ہیں۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

اے میرے عزیزو! کبھی اپنی زندگی پر نظر ڈالو۔ کتنی بار تم سے غلطیاں ہوئیں، کتنی بار تم بھول گئے، کتنی بار تم نے غفلت کی، لیکن اللہ تعالیٰ نے فوراً تمہیں اپنی گرفت میں نہیں لیا۔ اُس نے تمہیں مہلت دی، توبہ کا موقع دیا، اپنے دروازے بند نہیں کیے۔ یہ اُس کی رحمت نہیں تو اور کیا ہے؟ اگر اللہ تعالیٰ صرف عدل کے مطابق فیصلہ فرماتا تو شاید ہم میں سے کوئی بھی بچ نہ پاتا، مگر اُس کی رحمت اُس کے غضب پر غالب ہے۔

حافظ صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا:

ایک آسان سی مثال سمجھو۔ ایک چھوٹا بچہ کھیلتے کھیلتے گر جاتا ہے۔ ماں فوراً دوڑ کر اُسے اٹھاتی ہے، سینے سے لگاتی ہے اور اس کے آنسو پونچھ دیتی ہے۔ ماں کی یہ محبت بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت کا ایک چھوٹا سا عکس ہے۔ جس رب نے ماں کے دل میں یہ شفقت رکھی، اُس کی اپنی رحمت کتنی عظیم ہوگی، اس کا اندازہ انسان کی عقل بھی نہیں کر سکتی۔

حافظ صاحب نے نہایت درد بھرے لہجے میں فرمایا:

میرے بھائیو! شیطان تمہیں یہ باور کراتا ہے کہ تمہارے گناہ بہت زیادہ ہیں، اب تمہاری بخشش نہیں ہوگی۔ مگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اُس کی رحمت ہر چیز سے وسیع ہے۔ جب بندہ سچے دل سے توبہ کرتا ہے، آنکھوں سے ندامت کے آنسو بہاتا ہے اور اپنے رب کی طرف لوٹ آتا ہے تو رحمتِ الٰہی اُس کا استقبال کرتی ہے۔ اس لیے کبھی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا، کیونکہ مایوسی شیطان کا راستہ ہے اور امید ایمان

والوں کی پہچان ہے۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے بعد فرمایا:

رسول اللہ ﷺ پوری انسانیت کے لیے رحمت بنا کر بھیجے گئے۔ آپ ﷺ کی شفقت، آپ ﷺ کی معافی، آپ ﷺ کی نرم دلی اور آپ ﷺ کی خیر خواہی ہمیں یہی سکھاتی ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کی رحمت کو پہچان لیا، وہ خود بھی لوگوں کے لیے رحمت بن جاتا ہے۔ جو بندہ اپنے رب کی رحمت سے فیض یاب ہوتا ہے، اُس کے دل میں بھی دوسروں کے لیے محبت پیدا ہو جاتی ہے۔

حافظ صاحب کی آنکھیں نم ہو گئیں اور فرمایا:

اے میرے دوستو! اپنے دل سے ایک سوال کرو۔ جب تم پر کوئی مصیبت آتی ہے تو سب سے پہلے کس کو پکارتے ہو؟ جب ڈاکٹر جواب دے دیتا ہے تو امید کس سے رکھتے ہو؟ جب سارے دروازے بند ہو جاتے ہیں تو دل کس کی طرف دوڑتا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ دل جانتا ہے کہ رحمتوں کا اصل خزانہ صرف اللہ تعالیٰ ہے، اسی لیے وہ بے اختیار اپنے رب کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت عاجزی سے فرمایا:

کبھی یہ نہ سمجھنا کہ تم اللہ تعالیٰ کی رحمت کے مستحق اپنے اعمال کی وجہ سے ہو۔ اگر وہ اپنے فضل سے نہ نوازے تو ہمارا کوئی عمل اُس کی نعمتوں کا حق ادا نہیں کر سکتا۔ جنت بھی اُس کی رحمت سے ملے گی، مغفرت بھی اُس کی رحمت سے ہوگی، اور قربِ الٰہی بھی اُس کی رحمت کا نتیجہ ہوگا۔ اس لیے ہمیشہ اپنے اعمال پر نہیں بلکہ اپنے رب کی رحمت پر امید رکھو، اور اعمال کو اُس رحمت کے حصول کا ذریعہ بناؤ۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

آج سے یہ عہد کر لو کہ تم خود بھی لوگوں پر رحم کرو گے، کیونکہ جو بندہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا طالب ہوتا ہے، وہ اللہ کی مخلوق پر بھی مہربان ہوتا ہے۔ والدین کے ساتھ

نرمی، اولاد کے ساتھ شفقت، محتاجوں کی مدد، یتیموں کی دلجوئی، بیماروں کی عیادت اور معاف کر دینے کی عادت، یہ سب اللہ تعالیٰ کی رحمت کو اپنی طرف متوجہ کرنے والے اعمال ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی بے پایاں رحمت کی صحیح معرفت عطا فرمائے، ہمارے دلوں کو اپنی رحمت کی امید سے زندہ رکھے، ہمیں اپنی رحمت سے کبھی محروم نہ فرمائے، ہمارے گناہوں کو اپنے فضل سے معاف فرمائے، ہمارے ظاہر و باطن کی اصلاح فرمائے، ہمیں اپنی محبت، اپنے ذکر، اپنی کامل بندگی اور اپنے مقبول بندوں کی رفاقت نصیب فرمائے، اور دنیا و آخرت میں اپنی رحمت کا سایہ ہمارے سروں پر قائم رکھے۔ آمین۔

اللہ کمالات کا بیکراں سمندر

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

ہر حمد اُس اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو ہر کمال کا مالک، ہر عظمت کا سرچشمہ، ہر جلال و جمال کا مظہر، ہر حکمت کا خزانہ، ہر رحمت کا سمندر اور ہر تعریف کا حقیقی مستحق ہے۔ اُس کی ذات ہر نقص سے پاک، ہر عیب سے منزہ، ہر کمزوری سے بلند اور ہر کامل صفت سے متصف ہے۔ کائنات میں جہاں کہیں حسن، خیر، علم، حکمت، قدرت، رحمت، عدل، فضل اور احسان کی کوئی جھلک نظر آتی ہے، وہ سب اُسی کے بے پایاں کمالات کا ایک معمولی سا عکس ہے۔ ہر کمال اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، ہر بزرگی اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، ہر عظمت اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، اور ہر تعریف صرف اللہ رب العالمین کے لیے ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت خشوع کے ساتھ آسمان کی طرف دیکھا، پھر اپنی نگاہیں جھکا کر فرمایا:

اے میرے عزیزو! آج ہم اُس حقیقت پر گفتگو کریں گے جس کے سامنے انسان کا علم بھی عاجز ہے اور عقل بھی حیران۔ وہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کمالات کا بیکراں سمندر ہے۔ سمندر کی بھی ایک حد ہوتی ہے، اس کا ایک کنارہ ہوتا ہے، مگر اللہ تعالیٰ کے کمالات کی کوئی حد نہیں، کوئی کنارہ نہیں، کوئی انتہا نہیں۔ بندوں کا علم ختم ہو جاتا ہے، مگر اُس کے علم کی کوئی انتہا نہیں۔ بندوں کی طاقت ختم ہو جاتی ہے، مگر اُس کی قدرت کبھی ختم نہیں ہوتی۔ بندوں کی سخاوت محدود ہوتی ہے، مگر اُس کی عطا کا کوئی شمار نہیں۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

میرے بھائیو! جب تم کسی عالم کو دیکھتے ہو تو اس کے علم کی تعریف کرتے ہو، کسی سخی کو دیکھتے ہو تو اس کی سخاوت کی تعریف کرتے ہو، کسی بہادر کو دیکھتے ہو تو اس کی جرأت کی تعریف کرتے ہو، لیکن یہ سب صفات محدود ہیں۔ ایک انسان بہت بڑا عالم ہو سکتا ہے مگر ہر چیز نہیں جانتا۔ ایک شخص بہت طاقت ور ہو سکتا ہے مگر موت کے سامنے بے بس ہو جاتا ہے۔ ایک دولت مند بہت مال رکھتا ہو، مگر ایک بیماری اُس کی بے بسی ظاہر کر دیتی ہے۔ کامل صرف اللہ تعالیٰ ہے، کیونکہ اُس کا ہر کمال لامحدود، بے مثال اور ہمیشہ باقی رہنے والا ہے۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

اے میرے دوستو! اللہ تعالیٰ کا علم ایسا ہے کہ زمین پر گرنے والا ہر پتہ اُس کے علم میں ہے، سمندر کی گہرائی میں تیرنے والی ہر مخلوق اُس کے علم میں ہے، تمہارے دل میں آنے والا ہر خیال اُس کے علم میں ہے، تمہاری زبان سے نکلنے والا ہر لفظ اُس کے علم میں ہے۔ سوچو! جس کا علم اتنا کامل ہو، اُس کے کمالات کا اندازہ کون لگا سکتا

ہے؟

حافظ صاحب نے نہایت عاجزی سے فرمایا:

اللہ تعالیٰ کی قدرت کو دیکھو۔ وہ چاہے تو بے جان زمین کو زندہ کر دے، چاہے تو خشک لکڑی سے پھل اگا دے، چاہے تو سمندر کو راستہ بنا دے، چاہے تو آگ کو ٹھنڈا کر دے، چاہے تو مچھلی کے پیٹ میں اپنے نبی کی حفاظت فرما دے۔ یہ سب ہمیں بتاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کسی قانون کی پابند نہیں، بلکہ تمام قوانین اُس کے حکم کے تابع ہیں۔

حافظ صاحب نے فکر انگیز انداز میں فرمایا:

میرے عزیزو! ذرا اپنے دل سے پوچھو، اگر اللہ تعالیٰ کی رحمت نہ ہوتی تو تم آج کہاں ہوتے؟ اگر اُس کا حلم نہ ہوتا تو ہمارے گناہوں کا کیا انجام ہوتا؟ اگر اُس کی مغفرت نہ ہوتی تو کون نجات پا سکتا تھا؟ اگر اُس کا رزق نہ ہوتا تو کون ایک دن بھی زندہ رہ سکتا تھا؟ حقیقت یہی ہے کہ ہماری زندگی کا ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کے کمالات کی گواہی دے رہا ہے۔

حافظ صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا:

ایک آسان سی مثال سمجھ لو۔ اگر کوئی شخص سمندر کے کنارے جا کر اپنی ہتھیلی میں ایک قطرہ پانی لے لے تو کیا وہ کہہ سکتا ہے کہ میں نے پورا سمندر حاصل کر لیا؟ ہرگز نہیں۔ اسی طرح انسان اگر ساری زندگی علم حاصل کرتا رہے، عبادت کرتا رہے، غور و فکر کرتا رہے، تب بھی وہ اللہ تعالیٰ کے کمالات کا صرف ایک معمولی سا حصہ ہی سمجھ سکتا ہے۔ اُس کی ذات اتنی عظیم ہے کہ عقلیں وہاں پہنچ کر رک جاتی ہیں اور زبانیں خاموش ہو جاتی ہیں۔

حافظ صاحب نے نہایت درد بھرے لہجے میں فرمایا:

قرآنِ کریم میں بار بار اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ کا ذکر آتا ہے۔ وہ الرحمٰن ہے،

الرحیم ہے، الملک ہے، القدوس ہے، السلام ہے، المؤمن ہے، العزیز ہے، الحکیم ہے، العلیم ہے، الغفور ہے، الودود ہے۔ یہ سب نام ہمیں بتاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے کمالات بے شمار ہیں۔ ہر نام ایک سمندر ہے، ہر صفت ایک خزانہ ہے، اور ہر جلوہ بندے کو اپنے رب کی معرفت کی طرف بلاتا ہے۔

حافظ صاحب کی آنکھیں نم ہوگئیں اور فرمایا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے رب کی معرفت میں سب سے بلند تھے، لیکن پھر بھی دعا فرماتے تھے: اے اللہ! میں تیری ایسی تعریف نہیں کرسکتا جیسی تعریف تو نے خود اپنی فرمائی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مخلوق کا علم محدود ہے، مگر اللہ تعالیٰ کے کمالات لا محدود ہیں۔ بندہ جتنا بھی اللہ تعالیٰ کی حمد کرے، اُس کی شان اُس سے کہیں بلند ہے۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے چند لمحوں کے بعد فرمایا:

اے میرے بھائیو! اگر تم اللہ تعالیٰ کے قریب ہونا چاہتے ہو تو اُس کے کمالات میں غور کیا کرو۔ جب رزق دیکھو تو رازق کو یاد کرو۔ جب علم دیکھو تو علیم کو یاد کرو۔ جب رحمت دیکھو تو رحمٰن کو یاد کرو۔ جب معافی ملے تو غفور کو یاد کرو۔ جب محبت محسوس کرو تو ودود کو یاد کرو۔ یہی معرفت ہے، یہی ایمان کی تازگی ہے اور یہی دل کی زندگی ہے۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

دنیا کی ہر خوبی ختم ہوسکتی ہے، مگر اللہ تعالیٰ کا کمال ہمیشہ باقی ہے۔ دنیا کی ہر طاقت ٹوٹ سکتی ہے، مگر اللہ تعالیٰ کی قدرت کبھی کم نہیں ہوتی۔ دنیا کی ہر حکومت ختم ہو سکتی ہے، مگر اللہ تعالیٰ کی بادشاہی ہمیشہ قائم رہے گی۔ اس لیے اپنے دل کو ہمیشہ اُس ذات سے وابستہ رکھو جس کے کمالات کبھی ختم نہیں ہوتے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے بے پایاں کمالات کی صحیح معرفت عطا فرمائے، ہمارے دلوں میں اپنی عظمت، اپنی محبت، اپنی ہیبت اور اپنی بندگی کا نور پیدا فرمائے، ہمیں

ہر حال میں اپنی حمد وثنا کرنے والا، اپنی نعمتوں کا شکر گزار، اپنے احکام کا فرمانبردار اور اپنے محبوب رسول ﷺ کا سچا پیروکار بنائے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ظاہر و باطن کی اصلاح فرمائے، ہمیں اپنے قرب، اپنی رضا اور اپنی دائمی رحمت نصیب فرمائے، اور ہمارا خاتمہ ایمان، اخلاص اور اپنی کامل رضا پر فرمائے۔ آمین۔

ہم اللہ کی حمد کا حق کیسے ادا کریں؟

(زبان، دل، عمل اور اطاعت کے ذریعے حقیقی حمد کا راستہ)

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

ہر حمد اُس اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو ہر حمد کا حقیقی مستحق، ہر نعمت کا عطا فرمانے والا، ہر رحمت کا مالک، ہر کمال کا سرچشمہ، ہر عظمت کا سزاوار اور ہر تعریف کا واحد حق دار ہے۔ اُس کی حمد اُس کے احسانات کی طرح بے شمار ہے، اُس کی رحمت اُس کے فضل کی طرح بے کنار ہے، اُس کی نعمتیں اُس کی قدرت کی طرح لامحدود ہیں۔ ہر کمال اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، ہر عزت اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، ہر بزرگی اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، ہر جلال و جمال اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، اور ہر تعریف ہمیشہ ہمیشہ صرف اُسی ربِ کریم کے لیے ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت خشوع کے ساتھ حاضرین کی طرف دیکھا اور فرمایا:

اے میرے عزیزو! آج ہم ایک ایسے سوال پر غور کریں گے جو ہر مومن کے دل میں پیدا ہونا چاہیے۔ ہم اللہ تعالیٰ کی حمد کا حق کیسے ادا کریں؟ کیا صرف زبان سے الحمدللہ کہہ دینا کافی ہے؟ کیا صرف چند دعائیں پڑھ لینا ہی حمد ہے؟ نہیں میرے بھائیو! حقیقی حمد صرف زبان کے الفاظ کا نام نہیں بلکہ زبان، دل، عمل اور اطاعت کا ایسا

حسین امتزاج ہے جس سے انسان کی پوری زندگی اللہ تعالیٰ کی تعریف بن جاتی ہے۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

سب سے پہلے زبان کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی حمد ادا کرو۔ اپنی زبان کو ہر حال میں الحمدللہ کا عادی بنالو۔ صبح آنکھ کھلے تو الحمدللہ کہو، کھانا ملے تو الحمدللہ کہو، صحت نصیب ہو تو الحمدللہ کہو، رزق میں برکت ہو تو الحمدللہ کہو، مصیبت ٹل جائے تو الحمدللہ کہو، بلکہ آزمائش میں بھی الحمدللہ کہو، کیونکہ مومن جانتا ہے کہ اُس کا رب ہر فیصلہ حکمت کے ساتھ فرماتا ہے۔ جس زبان پر اللہ تعالیٰ کی حمد جاری رہتی ہے، اُس زبان کو اللہ تعالیٰ عزت عطا فرماتا ہے۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

اے میرے دوستو! زبان کی حمد اُس وقت مکمل ہوتی ہے جب دل بھی اللہ تعالیٰ کی عظمت سے بھر جائے۔ اگر زبان ''الحمدللہ'' کہے اور دل دنیا کی محبت میں ڈوبا رہے، تو حمد کا حق ادا نہیں ہوتا۔ دل میں یہ یقین ہونا چاہیے کہ ہر نعمت اللہ تعالیٰ کی عطا ہے، ہر خیر اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہے، ہر کامیابی اللہ تعالیٰ کے کرم سے ہے، اور ہر کمال صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ یہی یقین حقیقی حمد کی بنیاد ہے۔

حافظ صاحب نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی اور فرمایا:

قرآنِ کریم کا آغاز

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝٢

ترجمہ: سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

سے ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں سب سے پہلے یہی سبق دیا کہ حمد صرف اُس کی ہے، کیونکہ وہ تمام جہانوں کا رب ہے۔ جب بندہ اس حقیقت کو دل میں بسا لیتا ہے تو پھر وہ نعمتوں کو اپنی قابلیت کا نتیجہ نہیں بلکہ اپنے رب کی عطا سمجھتا ہے، اور یہی

سوچ اُس کے دل میں اخلاص پیدا کرتی ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

میرے بھائیو! حمد کا تیسرا درجہ عمل ہے۔ اگر زبان اللہ تعالیٰ کی تعریف کرے مگر ہاتھ ظلم کریں، آنکھیں حرام دیکھیں، کان گناہ سنیں اور قدم نافرمانی کی طرف چلیں، تو یہ مکمل حمد نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی حقیقی حمد یہ ہے کہ اُس کی عطا کردہ ہر نعمت کو اُسی کی رضا کے مطابق استعمال کیا جائے۔ آنکھیں قرآن دیکھیں، زبان سچ بولے، کان خیر سنیں، ہاتھ خدمت کریں اور قدم مسجد کی طرف بڑھیں، تب انسان کا ہر عضو اللہ تعالیٰ کی حمد کرنے لگتا ہے۔

حافظ صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا:

ایک آسان سی مثال سمجھ لو۔ اگر کسی بادشاہ نے اپنے ایک خادم کو قیمتی لباس دیا اور وہ خادم اُسی لباس کو پہن کر بادشاہ کی نافرمانی کرنے لگے، تو کیا یہ شکر گزاری ہوگی؟ ہرگز نہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ہمیں جسم، عقل، مال، وقت، صحت اور اولاد جیسی نعمتیں عطا فرمائیں۔ اگر ہم انہی نعمتوں کو گناہ میں استعمال کریں تو یہ ناشکری ہے، اور اگر انہیں اللہ تعالیٰ کی رضا میں استعمال کریں تو یہی حقیقی حمد ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھرے انداز میں فرمایا:

حمد کا چوتھا اور سب سے بلند مقام اطاعت ہے۔ بندہ جتنا اپنے رب کی اطاعت کرتا ہے، اتنا ہی اُس کی حمد کا حق ادا کرنے کے قریب ہوتا جاتا ہے۔ نماز اللہ تعالیٰ کی عملی حمد ہے، روزہ اللہ تعالیٰ کی عملی حمد ہے، زکوٰۃ اللہ تعالیٰ کی عملی حمد ہے، والدین کی خدمت اللہ تعالیٰ کی عملی حمد ہے، حلال روزی کمانا اللہ تعالیٰ کی عملی حمد ہے، اور سنتِ رسول ﷺ پر چلنا اللہ تعالیٰ کی حمد کا سب سے خوبصورت اظہار ہے۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے بعد فرمایا:

اے میرے عزیزو! اپنے دل سے پوچھو، کیا ہماری زبان الحمدللہ کہتی ہے مگر ہمارا

عمل اس کے خلاف تو نہیں؟ کیا ہم نعمتوں پر خوش تو ہوتے ہیں مگر نعمت دینے والے رب کو بھول تو نہیں جاتے؟ کیا ہم سجدہ تو کرتے ہیں مگر دل دنیا کے سامنے جھکا ہوا تو نہیں؟ اگر ایسا ہے تو آج ہی اپنے دل کی اصلاح کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ دلوں کو دیکھتا ہے۔

حافظ صاحب کی آنکھیں نم ہوگئیں اور فرمایا:

رسول اللہ ﷺ کی پوری زندگی اللہ تعالیٰ کی حمد تھی۔ آپ ﷺ کی زبان حمد سے تر رہتی تھی، آپ ﷺ کا دل اپنے رب کی محبت سے لبریز تھا، آپ ﷺ کے اعمال اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق تھے، اور آپ ﷺ کی ہر سانس اطاعتِ الٰہی کا نمونہ تھی۔ اگر ہم حقیقی حمد سیکھنا چاہتے ہیں تو ہمیں اپنے محبوب نبی ﷺ کی مبارک زندگی کو اپنانا ہوگا۔

حافظ صاحب نے فکر انگیز انداز میں فرمایا:

میرے بھائیو! جب تم رزق کھاؤ تو یہ سوچو کہ یہ اللہ تعالیٰ کی عطا ہے۔ جب تم علم حاصل کرو تو یہ سمجھو کہ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ جب تم عزت پاؤ تو اپنے رب کے سامنے عاجزی اختیار کرو۔ جب تمہیں آزمائش آئے تو صبر کرو، کیونکہ صبر بھی اللہ تعالیٰ کی حمد ہے۔ جب تم کسی محتاج کی مدد کرو تو یہ یقین رکھو کہ تم اللہ تعالیٰ کی عطا کو اُس کے بندوں تک پہنچا رہے ہو۔ یہی وہ زندگی ہے جو ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کی حمد بن جاتی ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت عاجزی سے فرمایا:

میرے دوستو! یاد رکھو، اللہ تعالیٰ ہماری حمد کا محتاج نہیں، ہم اُس کی رحمت کے محتاج ہیں۔ وہ ہماری عبادت سے بڑا نہیں ہوتا اور ہماری نافرمانی سے اُس کی بادشاہی کم نہیں ہوتی۔ مگر اُس نے اپنی رحمت سے ہمیں یہ سعادت عطا فرمائی کہ ہم اُس کی حمد کریں، اُس کا ذکر کریں، اُس کی اطاعت کریں اور اُس کے قرب کے مستحق بن جائیں۔ اس سے بڑی سعادت اور کیا ہو سکتی ہے؟

حافظ صاحب نے نہایت محبت اور درد کے ساتھ گفتگو سمیٹتے ہوئے فرمایا:

آج سے اپنی زندگی کو چار ستونوں پر قائم کرلو۔ زبان ہر وقت الحمدللہ کہے، دل ہر وقت اللہ تعالیٰ کی عظمت سے بھرا رہے، اعمال ہر وقت اُس کی رضا کے مطابق ہوں، اور پوری زندگی اُس کی اطاعت میں گزرے۔ جب یہ چاروں چیزیں جمع ہو جائیں گی تو تمہاری ہر سانس، ہر قدم، ہر دعا اور ہر عمل اللہ تعالیٰ کی حمد بن جائے گا، اور یہی حقیقی بندگی کا مقام ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی حمد و ثنا کا صحیح ادب عطا فرمائے، ہماری زبانوں کو اپنی حمد سے تر، ہمارے دلوں کو اپنی محبت سے منور، ہمارے اعمال کو اپنی رضا کے مطابق اور ہماری پوری زندگی کو اپنی اطاعت کا نمونہ بنا دے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہر نعمت کا شکر ادا کرنے، ہر حال میں الحمدللہ کہنے، اپنی دائمی رضا حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اللہ کا شکر ادا کرنے کا اصل طریقہ

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

ہر حمد اُس اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو ہر نعمت کا عطا فرمانے والا، ہر احسان کا مالک، ہر رحمت کا سرچشمہ، ہر خیر کا منبع، ہر کمال کا حقیقی مالک اور ہر تعریف کا واحد مستحق ہے۔ اُس نے ہمیں پیدا فرمایا، ایمان عطا فرمایا، زندگی عطا فرمائی، رزق عطا فرمایا، عقل عطا فرمائی، محبت عطا فرمائی اور اپنی بے شمار نعمتوں سے ہر لمحہ نواز رہا ہے۔ ہر کمال اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، ہر عظمت اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، ہر نعمت اللہ تعالیٰ کی عطا ہے، اور ہر تعریف ہمیشہ ہمیشہ صرف اُسی ربِ کریم کے لیے ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت اور شفقت کے ساتھ حاضرین کی طرف دیکھا

اورفرمایا:

اے میرے عزیزو! آج میں تم سے ایک ایسا سوال پوچھتا ہوں جس کا تعلق ہماری پوری زندگی سے ہے۔ ہم میں سے ہر شخص کہتا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں، لیکن کیا ہم نے کبھی یہ سوچا کہ اللہ تعالیٰ کا اصل شکر کیا ہے؟ کیا صرف الحمد للہ کہہ دینا ہی شکر ہے؟ یا شکر اس سے کہیں زیادہ وسیع حقیقت کا نام ہے؟ میرے بھائیو! زبان سے الحمدللہ کہنا شکر کا آغاز ہے، لیکن شکر کا کمال یہ ہے کہ انسان کی پوری زندگی اپنے رب کی نعمتوں کی گواہی بن جائے۔

حافظ صاحب نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی اور فرمایا:

میرے دوستو! اللہ تعالیٰ نے ہمیں بے شمار نعمتیں عطا فرمائیں، مگر اُن میں سب سے بڑی نعمت ایمان ہے۔ اس کے بعد زندگی، صحت، عقل، اولاد، رزق، امن، ہدایت اور اسلام کی دولت ہے۔ ان نعمتوں کا اصل شکر یہ نہیں کہ صرف ان کا ذکر کیا جائے، بلکہ یہ ہے کہ انہیں اُس مقصد کے لیے استعمال کیا جائے جس مقصد کے لیے اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ

ترجمہ: اگر تم شکر کرو گے تو میں ضرور تمہیں اور زیادہ دوں گا۔

(ابراہیم:7)

میرے عزیزو! غور کرو، اللہ تعالیٰ نے شکر پر نعمتوں میں اضافہ کا وعدہ فرمایا ہے۔ لیکن یہ اضافہ صرف مال میں نہیں ہوتا، بلکہ ایمان میں، سکون میں، برکت میں، محبت میں، صحت میں اور آخرت کی کامیابی میں بھی ہوتا ہے۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

شکر کا پہلا درجہ زبان ہے۔ بندہ ہر نعمت پر الحمدللہ کہے، اپنے رب کی تعریف کرے، اُس کی نعمتوں کا اعتراف کرے اور کبھی ناشکری کے الفاظ اپنی زبان پر نہ لائے۔ جو زبان اللہ تعالیٰ کی حمد سے تر رہتی ہے، اُس زبان میں برکت پیدا ہو جاتی ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت عاجزی سے فرمایا:

شکر کا دوسرا درجہ دل ہے۔ دل ہر وقت یہ یقین رکھے کہ میرے پاس جو کچھ ہے، وہ میری عقل، میری محنت یا میری قابلیت کا نتیجہ نہیں، بلکہ میرے رب کا فضل ہے۔ جب دل میں یہ یقین پیدا ہو جاتا ہے تو تکبر ختم ہو جاتا ہے، حسد ختم ہو جاتا ہے اور انسان عاجزی کا پیکر بن جاتا ہے۔

حافظ صاحب نے فکر انگیز انداز میں فرمایا:

شکر کا تیسرا درجہ عمل ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے تمہیں آنکھیں دی ہیں تو انہیں حرام سے بچاؤ۔ اگر زبان دی ہے تو اسے جھوٹ، غیبت اور بہتان سے محفوظ رکھو۔ اگر مال دیا ہے تو اُس میں سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو۔ اگر علم دیا ہے تو اُس سے لوگوں کو فائدہ پہنچاؤ۔ اگر قوت دی ہے تو کمزوروں کی مدد کرو۔ یہی نعمتوں کا حقیقی شکر ہے۔

حافظ صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا:

ایک آسان سی مثال سنو۔ اگر کوئی شخص تمہیں ایک قیمتی کتاب تحفے میں دے اور تم اُس کتاب کو آگ میں جلا دو، تو کیا یہ اُس احسان کا شکر ہوگا؟ ہرگز نہیں۔ اسی طرح اگر اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنی نعمتیں عطا کیں اور ہم انہی نعمتوں سے اُس کی نافرمانی کریں تو یہ شکر نہیں بلکہ ناشکری ہے۔ لیکن اگر انہی نعمتوں کو اُس کی رضا میں استعمال کریں تو یہی اصل شکر ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت درد بھرے لہجے میں فرمایا:

اے میرے بھائیو! بہت سے لوگ نعمتوں کی کمی کا رونا روتے رہتے ہیں، مگر جو نعمتیں اُن کے پاس موجود ہیں، اُن کا شکر ادا نہیں کرتے۔ وہ بڑی نعمتوں کے انتظار میں چھوٹی نعمتوں کو بھول جاتے ہیں۔ یاد رکھو! جو بندہ موجود نعمتوں کا شکر ادا نہیں کرتا، وہ آنے والی نعمتوں کی قدر بھی نہیں کر سکتا۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے چند لمحوں کے بعد فرمایا:

اپنے دل سے ایک سوال کرو۔ کیا تم نے آج اپنے والدین کی موجودگی پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا؟ کیا تم نے اپنی صحت، اپنی بینائی، اپنی سماعت، اپنی نماز، اپنے ایمان، اپنے گھر، اپنے بچوں اور اپنے رزق پر سجدۂ شکر کیا؟ اگر نہیں، تو آج ہی اپنے رب کے حضور جھک جاؤ، کیونکہ شکر گزار دل اللہ تعالیٰ کو بہت محبوب ہے۔

حافظ صاحب کی آنکھیں نم ہو گئیں اور فرمایا:

رسول اللہ ﷺ راتوں کو اتنا قیام فرماتے کہ مبارک قدموں پر ورم آ جاتا۔ جب عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ نے تو آپ کے اگلے پچھلے سب گناہ معاف فرما دیے ہیں، پھر آپ اتنی عبادت کیوں کرتے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟'' میرے عزیزو! یہی اصل شکر ہے کہ بندہ نعمتوں کے بدلے اپنے رب کی بندگی میں مزید جھک جائے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھرے انداز میں فرمایا: آج سے یہ عہد کر لو کہ تمہاری زبان اللہ تعالیٰ کی حمد کرے گی، تمہارا دل اُس کی نعمتوں کا اعتراف کرے گا، تمہارے اعمال اُس کی رضا کے مطابق ہوں گے، تمہارا مال اُس کی راہ میں خرچ ہوگا، تمہارا وقت اُس کی اطاعت میں گزرے گا اور تمہاری پوری زندگی اُس کے شکر کا آئینہ بن جائے گی۔ یہی وہ شکر ہے جو نعمتوں میں برکت پیدا کرتا ہے، دلوں کو سکون دیتا ہے اور انسان کو اپنے رب کے قریب کر دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی ہر چھوٹی اور بڑی نعمت کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے،

ہماری زبانوں کو اپنی حمد سے تر، ہمارے دلوں کو اپنے شکر سے منور، ہمارے اعمال کو اپنی رضا کے مطابق اور ہماری پوری زندگی کو اپنی اطاعت کا نمونہ بنا دے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ناشکری، غفلت اور تکبر سے محفوظ فرمائے، اپنے فضل و کرم سے ہمیں حقیقی شکر گزار بندوں میں شامل فرمائے، اور دنیا و آخرت کی دائمی کامیابیاں عطا فرمائے۔ آمین۔

اللہ کی نعمتوں کا کامل شکر

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

ہر حمد اُس اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس کی نعمتیں شمار سے باہر، جس کا فضل بے کنار، جس کی رحمت بے پایاں، جس کی عطا بے حساب، جس کی ربوبیت کامل اور جس کا احسان ہر لمحہ بندوں پر جاری ہے۔ وہی پیدا کرنے والا، پالنے والا، رزق دینے والا، ہدایت عطا فرمانے والا، دلوں کو سکون بخشنے والا اور ہر خیر کا حقیقی مالک ہے۔ ہر کمال اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، ہر عظمت اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، ہر نعمت اللہ تعالیٰ کی عطا ہے، اور ہر تعریف ہمیشہ ہمیشہ صرف اُسی ربِ کریم کے لیے ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت اور شفقت سے حاضرین کی طرف دیکھا، پھر آہستہ لہجے میں فرمایا:

اے میرے عزیزو! اللہ تعالیٰ نے ہمیں نعمتیں صرف اس لیے نہیں دیں کہ ہم اُن سے لطف اندوز ہوتے رہیں، بلکہ اس لیے دیں کہ ہم اُن کے ذریعے اپنے رب کو پہچانیں، اُس سے محبت کریں، اُس کا شکر ادا کریں اور اُس کی اطاعت اختیار کریں۔ نعمتوں کا کامل شکر صرف زبان سے الحمدللہ کہہ دینے کا نام نہیں، بلکہ یہ ایک ایسی زندگی

کا نام ہے جس میں بندہ ہر لمحہ اپنے رب کے احسانات کو محسوس کرتا رہے۔

حافظ صاحب نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی اور فرمایا:

میرے بھائیو! صبح کی پہلی کرن، ٹھنڈی ہوا کا ایک جھونکا، پانی کا ایک گھونٹ، روٹی کا ایک لقمہ، ماں کی دعا، باپ کی شفقت، اولاد کی مسکراہٹ، صحت کی طاقت، ایمان کی روشنی اور سجدے کی لذت، یہ سب اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں۔ افسوس! ہم بڑی نعمتوں کی خواہش میں چھوٹی چھوٹی نعمتوں کو معمولی سمجھ لیتے ہیں، حالانکہ انہی نعمتوں کے بغیر زندگی کا ایک دن بھی آسان نہیں رہتا۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

قرآنِ کریم ہمیں یاد دلاتا ہے:

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ

ترجمہ: اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو انہیں گن نہیں سکو گے۔

(ابراہیم :34)

میرے دوستو! جب نعمتیں شمار نہیں ہو سکتیں تو اُن کا شکر بھی ایک دو لفظوں سے مکمل نہیں ہو سکتا۔ کامل شکر یہ ہے کہ انسان کی زبان بھی شکر گزار ہو، اُس کا دل بھی شکر گزار ہو، اُس کے اعمال بھی شکر گزار ہوں اور اُس کی پوری زندگی اپنے رب کی رضا کے مطابق گزرے۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

کامل شکر کا پہلا نشان یہ ہے کہ بندہ ہر نعمت کو اللہ تعالیٰ کی عطا سمجھے۔ وہ کبھی اپنی عقل، اپنی محنت، اپنے منصب یا اپنی دولت پر فخر نہ کرے، بلکہ ہر کامیابی کے بعد عاجزی سے کہے: یہ میرے رب کا فضل ہے۔ جب دل سے غرور نکل جاتا ہے تو شکر کا نور اُس میں اترنا شروع ہو جاتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت عاجزی سے فرمایا:

کامل شکر کا دوسرا نشان یہ ہے کہ نعمت کو گناہ کا ذریعہ نہ بنایا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے آنکھیں دی ہیں تو اُن سے قرآنِ کریم پڑھو، والدین کے چہروں کو محبت سے دیکھو اور حرام سے نظریں بچاؤ۔ زبان دی ہے تو اُس سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو، سچ بولو اور لوگوں کے دل جوڑو۔ مال دیا ہے تو محتاجوں کا حق ادا کرو۔ وقت دیا ہے تو اُسے نیکیوں میں صرف کرو۔ یہی نعمتوں کا عملی شکر ہے۔

حافظ صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا:

ایک آسان سی مثال سمجھ لو۔ اگر کوئی شخص تمہیں ایک قیمتی قلم تحفے میں دے اور تم اُس قلم سے اُس کے خلاف جھوٹ لکھنے لگو، تو کیا یہ اُس کے احسان کا شکر ہوگا؟ ہرگز نہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ہمیں بے شمار نعمتیں عطا فرمائیں، اگر ہم انہی نعمتوں کو اُس کی نافرمانی میں استعمال کریں تو یہ ناشکری ہے، اور اگر اُنہیں اُس کی رضا میں استعمال کریں تو یہی کامل شکر ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت درد بھرے انداز میں فرمایا:

اے میرے بھائیو! کبھی اُن لوگوں کو بھی دیکھ لیا کرو جن کے پاس وہ نعمتیں نہیں جو تمہارے پاس ہیں۔ کوئی بینائی سے محروم ہے، کوئی چلنے کی طاقت سے محروم ہے، کوئی اولاد کی نعمت سے محروم ہے، کوئی ایک وقت کی روٹی کے لیے پریشان ہے، اور کوئی ایمان کی دولت سے محروم ہے۔ جب تم یہ دیکھو گے تو تمہارا دل خود بخود اپنے رب کے حضور جھک جائے گا اور تمہاری زبان سے بے اختیار الحمدللہ نکلے گا۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے چند لمحوں کے بعد فرمایا:

میرے عزیزو! یاد رکھو، نعمتوں کی حفاظت بھی شکر کا حصہ ہے۔ صحت کی حفاظت کرو، وقت کی حفاظت کرو، ایمان کی حفاظت کرو، رشتوں کی حفاظت کرو اور اپنے اخلاق کی حفاظت کرو۔ جو نعمتوں کی حفاظت کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اُس پر اپنی مزید

نعمتوں کے دروازے کھول دیتا ہے۔

حافظ صاحب کی آنکھیں نم ہوگئیں اور فرمایا:

رسول اللہ ﷺ کی مبارک زندگی کامل شکر کا بہترین نمونہ تھی۔ آپ ﷺ کو جتنی نعمتیں عطا ہوئیں، اُن سے بڑھ کر کسی کو نہیں ملیں، مگر آپ ﷺ سب سے زیادہ عاجز، سب سے زیادہ شکر گزار اور سب سے زیادہ عبادت گزار تھے۔ آپ ﷺ نے ہمیں سکھایا کہ نعمت انسان کو متکبر نہیں بلکہ اپنے رب کے سامنے زیادہ جھکنے والا بنا دے، یہی کامل شکر ہے۔

حافظ صاحب نے فکر انگیز انداز میں فرمایا:

اپنے دل سے آج ایک سوال کرو۔ کیا میری نماز اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ہے؟ کیا میری کمائی حلال ہے؟ کیا میری زبان لوگوں کو راحت دیتی ہے؟ کیا میرے ہاتھ کسی مجبور کی مدد کرتے ہیں؟ کیا میری آنکھیں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے محفوظ ہیں؟ اگر ان سوالوں کا جواب ہاں میں ہے تو تم شکر کے راستے پر ہو، اور اگر نہیں تو آج ہی اپنے رب کی طرف رجوع کرو۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھرے انداز میں فرمایا:

میرے دوستو! ہر دن کا آغاز شکر سے کرو، ہر نعمت کو امانت سمجھو، ہر کامیابی کو اللہ تعالیٰ کا فضل سمجھو، ہر آزمائش میں صبر کرو، ہر حال میں الحمد للہ کہو، اور اپنی ہر نعمت کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے استعمال کرو۔ یہی کامل شکر ہے، یہی نعمتوں کی حفاظت ہے، یہی دل کا سکون ہے اور یہی بندگی کا حسن ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی ہر نعمت کی صحیح قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے، ہماری زبانوں کو اپنی حمد و شکر سے تر، ہمارے دلوں کو اپنی محبت اور اپنی معرفت سے منور، ہمارے اعمال کو اپنی رضا کے مطابق اور ہماری پوری زندگی کو اپنی کامل اطاعت کا نمونہ بنا دے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ناشکری، غرور، غفلت اور نافرمانی سے محفوظ فرمائے،

اپنے فضل و کرم سے ہمیں اپنے حقیقی شکر گزار بندوں میں شامل فرمائے، اور دنیا و آخرت کی دائمی کامیابیاں عطا فرمائے۔ آمین۔

اللہ ہر چیز کا خالق اور مالک

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

ہر حمد اُس اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو ہر چیز کا خالق، ہر مخلوق کا مالک، ہر جان کا پروردگار، ہر نعمت کا عطا فرمانے والا، ہر رحمت کا سرچشمہ، ہر کمال کا مالک اور ہر تعریف کا حقیقی مستحق ہے۔ اُسی نے آسمانوں کو بغیر ستونوں کے بلند فرمایا، زمین کو انسان کے لیے بچھونا بنایا، سورج کو روشنی، چاند کو ٹھنڈک، ستاروں کو زینت، ہوا کو زندگی، پانی کو بقا اور دلوں کو ایمان کی روشنی عطا فرمائی۔ اُس کے حکم کے بغیر ایک ذرہ حرکت نہیں کرتا، ایک پتا نہیں گرتا، ایک سانس نہیں چلتی اور ایک دل نہیں دھڑکتا۔ ہر عظمت اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، ہر بادشاہت اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، ہر اختیار اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، اور ہر تعریف ہمیشہ ہمیشہ صرف اُسی ربِ کریم کے لیے ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت وقار کے ساتھ حاضرین کی طرف دیکھا، پھر آسمان کی وسعتوں کی طرف نگاہ اٹھائی اور فرمایا:

اے میرے عزیزو! اگر انسان اپنی پوری زندگی صرف ایک حقیقت کو سمجھ لے تو اس کی سوچ، اس کا کردار اور اس کی عبادت سب بدل جائیں گے۔ وہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق بھی ہے اور ہر چیز کا مالک بھی ہے۔ جس نے پیدا کیا، وہی مالک ہے۔ جس نے وجود بخشا، وہی اختیار رکھتا ہے۔ جس نے عطا کیا، وہی واپس لینے کا حق بھی رکھتا ہے۔ بندہ صرف امانت دار ہے، مالک نہیں۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

میرے بھائیو! انسان دنیا میں کسی مکان، کسی زمین، کسی تجارت یا کسی منصب کا مالک کہلاتا ہے، مگر ذرا غور کرو، کیا وہ ہمیشہ اس کا مالک رہتا ہے؟ ایک دن وہ سب کچھ چھوڑ کر چلا جاتا ہے۔ کبھی موت اسے چھوڑنے پر مجبور کر دیتی ہے، کبھی حالات چھین لیتے ہیں، کبھی وقت بدل جاتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ دنیا کی ہر ملکیت عارضی ہے، حقیقی ملکیت صرف اللہ تعالیٰ کی ہے، کیونکہ وہی ہمیشہ زندہ ہے اور اُس کی بادشاہی کو کبھی زوال نہیں۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

قرآنِ کریم بار بار ہمیں یہ حقیقت یاد دلاتا ہے کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے۔ ہم خود بھی اُس کی مخلوق ہیں، ہمارا جسم بھی اُس کی امانت ہے، ہماری روح بھی اُس کی عطا ہے، ہماری اولاد بھی اُس کی نعمت ہے، ہمارا مال بھی اُس کا فضل ہے اور ہماری زندگی بھی اُس کی دی ہوئی مہلت ہے۔ جب ہر چیز اُسی کی ہے تو پھر انسان کو غرور کس بات کا؟

حافظ صاحب نے نہایت عاجزی سے فرمایا:

اے میرے دوستو! ذرا اپنے وجود پر غور کرو۔ تم نے اپنی آنکھیں خود نہیں بنائیں، اپنے دل کو دھڑکنے کا حکم خود نہیں دیا، اپنے خون کو گردش کرنا خود نہیں سکھایا، اپنے دماغ کو سوچنے کی قوت خود نہیں دی۔ جب اپنے جسم پر بھی تمہارا مکمل اختیار نہیں تو پھر تم حقیقی مالک کیسے ہو سکتے ہو؟ مالک تو وہ ہے جو پیدا کرے، چلائے، سنبھالے اور جب چاہے واپس لے لے، اور یہ شان صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔

حافظ صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا:

ایک آسان سی مثال سمجھ لو۔ اگر کوئی شخص کسی دوست کی گاڑی چند دن کے لیے استعمال کرنے کے لیے لے لے تو وہ خود کو اُس گاڑی کا مالک نہیں کہتا، بلکہ امانت دار

سمجھتا ہے۔ اسی طرح ہمارا جسم، ہمارا مال، ہماری اولاد، ہمارا علم اور ہمارا وقت سب اللہ تعالیٰ کی امانتیں ہیں۔ ان امانتوں کو اُس کی رضا کے مطابق استعمال کرنا ہی بندگی ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت درد بھرے لہجے میں فرمایا:

میرے بھائیو! بہت سے لوگ اپنی دولت پر فخر کرتے ہیں، اپنی طاقت پر گھمنڈ کرتے ہیں، اپنے علم پر تکبر کرتے ہیں، لیکن وہ بھول جاتے ہیں کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کی عطا ہے۔ اگر وہ چاہے تو ایک لمحے میں صحت کو بیماری میں، دولت کو محتاجی میں، عزت کو ذلت میں اور طاقت کو کمزوری میں بدل دے۔ اس لیے عقلمند وہ ہے جو نعمت کو دیکھ کر اپنے رب کو یاد کرے، نہ کہ اپنے نفس کو۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے بعد فرمایا:

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کو یہی حقیقت سمجھائی کہ میرا رب وہ ہے جو پیدا کرتا ہے، رزق دیتا ہے، شفا عطا کرتا ہے، موت دیتا ہے اور دوبارہ زندہ کرے گا۔ یہی خالق کی پہچان ہے۔ جو بندہ اپنے رب کو خالق اور مالک مان لیتا ہے، اُس کا دل غیر اللہ کے خوف سے آزاد ہو جاتا ہے، کیونکہ وہ جان لیتا ہے کہ نفع و نقصان کا حقیقی اختیار صرف اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔

حافظ صاحب کی آنکھیں نم ہو گئیں اور فرمایا:

رسول اللہ ﷺ کی پوری زندگی اسی عقیدے کی عملی تفسیر تھی۔ آپ ﷺ ہر حال میں اپنے رب پر بھروسہ کرتے تھے، کیونکہ آپ ﷺ جانتے تھے کہ خالق بھی وہی ہے، مالک بھی وہی ہے، رازق بھی وہی ہے اور مددگار بھی وہی ہے۔ اسی یقین نے آپ ﷺ کو ہر آزمائش میں ثابت قدم رکھا اور یہی یقین ہر مومن کی اصل قوت ہے۔

حافظ صاحب نے فکر انگیز انداز میں فرمایا:

اے میرے عزیزو! اپنے دل سے آج ایک سوال کرو۔ کیا میں اپنے مال کو اپنی کمائی سمجھتا ہوں یا اللہ تعالیٰ کی امانت؟ کیا میں اپنی اولاد کو اپنی ملکیت سمجھتا ہوں یا اپنے رب کی عطا؟ کیا میں اپنی کامیابی کو اپنی قابلیت سمجھتا ہوں یا اللہ تعالیٰ کا فضل؟ اگر تمہارا جواب اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹتا ہے تو تم صحیح راستے پر ہو، اور اگر نفس کی طرف لوٹتا ہے تو اپنے ایمان کی تجدید کرو۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

جب انسان یہ مان لیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی خالق اور مالک ہے تو اُس کی زندگی میں عجیب سکون آ جاتا ہے۔ نعمت ملے تو شکر کرتا ہے، نعمت چلی جائے تو صبر کرتا ہے، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ مالک نے اپنی امانت میں تصرف کیا ہے۔ وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے کے بجائے اپنے رب کے حضور جھکتا ہے، کیونکہ اُسے یقین ہوتا ہے کہ خزانے بھی اُسی کے ہیں اور عطا بھی اُسی کے ہاتھ میں ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت عاجزی سے فرمایا:

میرے دوستو! اپنی زندگی کو اس عقیدے پر قائم کر لو کہ میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں، میری ہر چیز اللہ تعالیٰ کی امانت ہے، اور ایک دن مجھے اُس کے سامنے حاضر ہو کر ہر نعمت کا حساب دینا ہے۔ جس دن یہ احساس دل میں زندہ ہو جائے گا، اُس دن عبادت میں اخلاص، معاملات میں دیانت، اخلاق میں نرمی اور زندگی میں سکون پیدا ہو جائے گا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی صحیح معرفت عطا فرمائے، ہمیں یہ یقین نصیب فرمائے کہ وہی ہر چیز کا خالق اور حقیقی مالک ہے، ہمارے دلوں سے غرور، تکبر اور دنیا کی محبت کو نکال دے، ہمیں اپنی نعمتوں کا شکر گزار، اپنی امانتوں کا امین، اپنے احکام کا فرمانبردار اور اپنے محبوب رسول اللہ ﷺ کا سچا پیروکار بنا دے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ظاہر و باطن کی اصلاح فرمائے، ہمیں دنیا و آخرت کی حقیقی کامیابیاں عطا فرمائے اور اپنا دائمی قرب

نصیب فرمائے۔آمین۔

کائنات کی ہر شے اللہ کی تخلیق

(کائنات کی ہر شے اللہ تعالیٰ ہی کی ملکیت ہے)

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

ہر حمد اُس اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس نے اپنی قدرتِ کاملہ سے آسمانوں کو بلند فرمایا، زمین کو بچھونا بنایا، پہاڑوں کو میخوں کی مانند گاڑ دیا، دریاؤں کو جاری فرمایا، سمندروں کو موجیں عطا کیں، سورج کو روشنی، چاند کو نور، ستاروں کو زینت، ہوا کو لطافت، پانی کو زندگی اور انسان کو عقل وشعور کی نعمت عطا فرمائی۔ وہی ہر ذرے کا خالق، ہر مخلوق کا مالک، ہر نظام کا چلانے والا، ہر نعمت کا عطا فرمانے والا اور ہر تعریف کا حقیقی مستحق ہے۔ کائنات کی ہر شے اُس کی تخلیق ہے، اور کائنات کی ہر شے اُسی کی ملکیت ہے۔ ہر کمال اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، ہر عظمت اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، ہر بادشاہت اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، اور ہر تعریف ہمیشہ ہمیشہ صرف اُسی ربِ کریم کے لیے ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت خشوع کے ساتھ آسمان کی طرف دیکھا، جیسے دل پر معرفتِ الٰہی کا ایک نیا دروازہ کھل رہا ہو، پھر حاضرین کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا:

اے میرے عزیزو! اگر تم اپنے رب کو پہچاننا چاہتے ہو تو صرف کتابوں میں ہی نہیں، اس پوری کائنات میں بھی اُس کی نشانیاں دیکھو۔ یہ وسیع آسمان، یہ بلند پہاڑ، یہ گہرے سمندر، یہ لہلہاتے کھیت، یہ خوشبودار پھول، یہ چہچہاتے پرندے، یہ بارش کے قطرے، یہ طلوع ہوتا سورج اور یہ چاندنی سے روشن رات، سب ایک ہی حقیقت

کی گواہی دے رہے ہیں کہ ان کا خالق صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ ان میں سے کوئی بھی چیز اپنے آپ وجود میں نہیں آئی، بلکہ ہر چیز اُس ربِ کریم کے حکمِ کُنْ سے وجود میں آئی۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

میرے بھائیو! انسان جب کسی خوبصورت عمارت کو دیکھتا ہے تو فوراً سمجھ جاتا ہے کہ اس کا کوئی معمار ہوگا۔ جب ایک معمولی گھڑی کو دیکھتا ہے تو جان لیتا ہے کہ اسے کسی کاریگر نے بنایا ہوگا۔ پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ اتنی عظیم کائنات، جس کا ہر نظام حیران کر دینے والا ہے، بغیر کسی خالق کے وجود میں آ گئی ہو؟ عقل بھی یہی کہتی ہے، فطرت بھی یہی پکارتی ہے، اور قرآنِ کریم بھی یہی اعلان کرتا ہے کہ ہر چیز کا خالق صرف اللہ تعالیٰ ہے۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

اے میرے دوستو! صرف تخلیق ہی نہیں، ملکیت بھی اللہ تعالیٰ کی ہے۔ انسان جس زمین پر چلتا ہے، وہ بھی اللہ تعالیٰ کی ہے۔ جس ہوا میں سانس لیتا ہے، وہ بھی اللہ تعالیٰ کی ہے۔ جو پانی پیتا ہے، وہ بھی اللہ تعالیٰ کا ہے۔ جس جسم پر اسے فخر ہوتا ہے، وہ بھی اللہ تعالیٰ کی امانت ہے۔ جس مال کو وہ اپنا کہتا ہے، وہ بھی حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی عطا ہے۔ بندہ صرف چند دنوں کا امین ہے، حقیقی مالک کبھی نہیں۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

قرآنِ مجید بار بار اس حقیقت کو بیان کرتا ہے کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے۔ وہ جسے چاہے عطا فرمائے، جس سے چاہے واپس لے لے، جسے چاہے عزت دے، جسے چاہے آزمائے، اور جسے چاہے اپنے فضل سے نواز دے۔ جب ہر چیز اُسی کی ملکیت ہے تو بندے کو تکبر کا کوئی حق نہیں رہتا، بلکہ اُس پر لازم ہے کہ ہر نعمت کو امانت سمجھ کر اُس کے حکم کے مطابق استعمال کرے۔

حافظ صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا:

ایک آسان سی مثال سمجھ لو۔ اگر کوئی شخص تمہیں چند دن کے لیے اپنا باغ سنبھالنے کے لیے دے دے تو تم اُس باغ کے پھل اپنی مرضی سے ضائع نہیں کرو گے، کیونکہ تم جانتے ہو کہ تم مالک نہیں بلکہ امانت دار ہو۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ہمیں دنیا میں بھیجا ہے، ہمیں مال، اولاد، صحت، وقت اور صلاحیتیں عطا کی ہیں۔ یہ سب اُس کی امانتیں ہیں، اور ایک دن وہ ہم سے ان سب کا حساب لے گا۔

حافظ صاحب نے فکر انگیز انداز میں فرمایا:

میرے عزیزو! کبھی رات کے وقت آسمان کی طرف دیکھنا۔ کروڑوں ستارے اپنے مقررہ راستوں پر چل رہے ہیں، چاند اپنی منزل طے کر رہا ہے، سورج اپنے وقت پر طلوع اور غروب ہوتا ہے، موسم بدلتے ہیں، بارش برستی ہے، درخت پھل دیتے ہیں، اور یہ سب ایک ایسے نظم کے ساتھ ہو رہا ہے جس میں آج تک کوئی خلل پیدا نہیں ہوا۔ یہ کامل نظام اس بات کی دلیل ہے کہ اس کائنات کا خالق بھی ایک ہے اور مالک بھی ایک ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت عاجزی سے فرمایا:

میرے بھائیو! جب انسان اس حقیقت کو دل سے قبول کر لیتا ہے کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تخلیق اور ملکیت ہے تو اُس کے اندر سے خود پسندی ختم ہو جاتی ہے۔ وہ اپنے مال پر فخر نہیں کرتا، اپنی طاقت پر غرور نہیں کرتا، اپنے علم کو اپنا کمال نہیں سمجھتا، بلکہ ہر نعمت کو اپنے رب کا فضل سمجھتا ہے۔ یہی سوچ انسان کو اللہ تعالیٰ کے قریب لے جاتی ہے۔

حافظ صاحب کی آنکھیں نم ہو گئیں اور فرمایا:

رسول اللہ ﷺ جب کائنات کی نشانیوں کو دیکھتے تو آپ ﷺ کا دل اللہ تعالیٰ کی عظمت سے بھر جاتا۔ رات کے سناٹے میں آسمان کی طرف دیکھتے، قرآنِ

کریم کی آیات کی تلاوت فرماتے اور اپنے رب کی حمد وثنا میں مشغول ہو جاتے۔ آپ ﷺ نے ہمیں سکھایا کہ کائنات کو صرف دیکھو نہیں، بلکہ اس کے ذریعے اپنے خالق کو پہچانو۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے بعد فرمایا:

اے میرے دوستو! اپنے دل سے ایک سوال کرو۔ اگر یہ سب اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے تو کیا ہم اُس کے بندے بن کر زندگی گزار رہے ہیں؟ کیا ہمارا مال اُس کی رضا کے مطابق خرچ ہو رہا ہے؟ کیا ہماری زبان اُس کے ذکر سے تر ہے؟ کیا ہماری آنکھیں اُس کی نافرمانی سے محفوظ ہیں؟ کیا ہمارا وقت اُس کی عبادت اور اُس کی مخلوق کی خدمت میں صرف ہو رہا ہے؟ اگر نہیں، تو ہمیں اپنے آپ کو بدلنے کی ضرورت ہے۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

آج سے جب بھی کسی نعمت کو دیکھو تو اُس کے پیچھے اپنے رب کی قدرت کو یاد کرو۔ جب پھول دیکھو تو خالق کی صناعی یاد کرو، جب بارش دیکھو تو رحمتِ الٰہی کو یاد کرو، جب پہاڑ دیکھو تو اُس کی عظمت کو یاد کرو، جب سمندر دیکھو تو اُس کی وسعتِ قدرت کو یاد کرو، اور جب اپنے دل کی دھڑکن سنو تو اُس رب کا شکر ادا کرو جس نے تمہیں زندگی عطا فرمائی۔ یہی معرفت ہے، یہی ایمان کی تازگی ہے، اور یہی بندگی کا حسن ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی تخلیق میں غور وفکر کرنے کی توفیق عطا فرمائے، ہمیں یہ یقین عطا فرمائے کہ کائنات کی ہر شے اُسی کی تخلیق اور اُسی کی ملکیت ہے، ہمارے دلوں کو اپنی عظمت، اپنی محبت اور اپنی معرفت سے بھر دے، ہمیں اپنی نعمتوں کا شکر گزار، اپنی امانتوں کا امین، اپنے احکام کا فرمانبردار اور اپنے محبوب رسول اللہ ﷺ کا سچا پیروکار بنا دے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ظاہر و باطن کی اصلاح فرمائے، ہمیں دنیا و آخرت

کی حقیقی کامیابیاں عطا فرمائے اور اپنا دائمی قرب نصیب فرمائے۔ آمین۔

اللہ کی معرفت کا حصول

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

ہر حمد اُس اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو اپنی ذات میں یکتا، اپنی صفات میں کامل، اپنی قدرت میں بے مثال، اپنی رحمت میں بے کنار، اپنی حکمت میں بے خطا اور اپنی ربوبیت میں لاشریک ہے۔ وہی دلوں کو ہدایت کا نور عطا فرمانے والا، عقلوں کو معرفت کا راستہ دکھانے والا، روحوں کو سکون بخشنے والا، گناہگاروں کو معاف کرنے والا، توبہ کرنے والوں کو اپنے قریب کرنے والا اور اپنے بندوں پر بے پایاں فضل فرمانے والا ہے۔ اُس کی معرفت سب سے بڑی دولت، اُس کی محبت سب سے عظیم نعمت، اُس کا قرب سب سے بڑی کامیابی اور اُس کی رضا دونوں جہانوں کی حقیقی فلاح ہے۔ ہر تعریف صرف اُسی ربِ کریم کے لیے ہے جس کی پہچان سے دل زندہ ہوتے ہیں، آنکھیں اشک بار ہوتی ہیں اور روحیں سکون پاتی ہیں۔

حافظ صاحب نے نہایت خشوع کے ساتھ اپنی نگاہیں جھکا لیں، چند لمحے خاموش رہے، پھر آسمان کی طرف دیکھا، جیسے دل پر کوئی نورانی حقیقت اتر رہی ہو، پھر حاضرین کی طرف محبت بھری نگاہ سے متوجہ ہو کر فرمایا:

اے میرے عزیزو! دنیا میں ہر انسان کسی نہ کسی چیز کی تلاش میں ہے۔ کوئی دولت ڈھونڈ رہا ہے، کوئی شہرت، کوئی اقتدار، کوئی علم، کوئی آرام اور کوئی محبت، مگر میں تمہیں آج اُس دولت کی طرف بلاتا ہوں جس کے بعد کوئی دولت باقی نہیں رہتی، اُس نعمت کی طرف بلاتا ہوں جس کے بعد کوئی نعمت بڑی نہیں رہتی، اور وہ ہے اللہ

تعالیٰ کی معرفت۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

میرے بھائیو! اللہ تعالیٰ کی معرفت کا مطلب صرف یہ جان لینا نہیں کہ اللہ موجود ہے، بلکہ اُس کو اُس کی شان کے مطابق پہچاننا، اُس کی صفات پر ایمان لانا، اُس کی قدرت پر یقین رکھنا، اُس کی رحمت پر بھروسہ کرنا، اُس کے عدل سے ڈرنا، اُس کی محبت میں جینا اور اُس کی رضا کو اپنی زندگی کا مقصد بنا لینا ہی حقیقی معرفت ہے۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

اے میرے دوستو! جس دل میں اللہ تعالیٰ کی معرفت داخل ہو جاتی ہے، اُس دل سے دنیا کی بے جا محبت نکل جاتی ہے۔ اُس کے لیے عبادت بوجھ نہیں رہتی بلکہ راحت بن جاتی ہے۔ نماز فرض نہیں بلکہ ملاقات بن جاتی ہے۔ دعا رسم نہیں بلکہ دل کی گفتگو بن جاتی ہے۔ قرآن صرف تلاوت کی کتاب نہیں رہتا بلکہ اپنے رب کا پیغام محسوس ہونے لگتا ہے۔ یہی معرفت کا اثر ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

معرفتِ الٰہی حاصل کرنے کا پہلا راستہ قرآنِ کریم ہے۔ قرآن صرف احکام کی کتاب نہیں بلکہ اپنے رب کی پہچان کی سب سے بڑی کتاب ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت، اپنی رحمت، اپنی حکمت، اپنی بادشاہی، اپنی ربوبیت اور اپنے اسمائے حسنیٰ کا تعارف کرایا ہے۔ جو شخص قرآن کو تدبر کے ساتھ پڑھتا ہے، اُس کے دل میں معرفت کے چراغ روشن ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔

حافظ صاحب نے فکر انگیز انداز میں فرمایا:

دوسرا راستہ کائنات میں غور و فکر کرنا ہے۔ سورج ہر روز وقت پر طلوع ہوتا ہے، چاند اپنی منزلیں طے کرتا ہے، بارش اپنے وقت پر برستی ہے، بیج سے درخت نکلتا ہے،

ایک ننھا سا بچہ ماں کے رحم میں پروان چڑھتا ہے۔ کیا یہ سب اتفاق ہے؟ نہیں، یہ سب اللہ تعالیٰ کی قدرت اور حکمت کی روشن نشانیاں ہیں۔ جو شخص ان نشانیوں میں غور کرتا ہے، اُس کے دل میں اپنے رب کی عظمت بڑھتی چلی جاتی ہے۔

حافظ صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا:

ایک آسان سی مثال سمجھ لو۔ اگر کوئی شخص کسی عظیم مصور کی بنائی ہوئی خوبصورت تصویر دیکھے تو اُس کے فن کی تعریف کرتا ہے، حالانکہ اُس نے مصور کو دیکھا بھی نہیں ہوتا۔ پھر اس کائنات کی بے مثال خوبصورتی کو دیکھ کر اس کے خالق کی عظمت کا یقین کیوں نہ پیدا ہو؟ ہر پھول، ہر پرندہ، ہر دریا، ہر پہاڑ اور ہر ستارہ اپنے رب کی معرفت کا ایک خاموش سبق دے رہا ہے۔

حافظ صاحب کی آنکھیں نم ہو گئیں اور فرمایا:

میرے بھائیو! اللہ تعالیٰ کی معرفت صرف کتابوں سے نہیں ملتی، بلکہ آنسوؤں سے بھی ملتی ہے، سجدوں سے بھی ملتی ہے، تہجد کی خاموشیوں سے بھی ملتی ہے، ذکرِ الٰہی سے بھی ملتی ہے، اور گناہوں سے سچی توبہ کے بعد بھی دل پر معرفت کے دروازے کھلتے ہیں۔ جب بندہ اپنے رب کے سامنے عاجزی اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کے دل کو اپنے نور سے منور فرما دیتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھرے انداز میں فرمایا:

یاد رکھو! جس نے اللہ تعالیٰ کو پہچان لیا، اُس نے سب کچھ پا لیا، اور جس نے اپنے رب کو بھلا دیا، اُس نے دنیا کی ہر چیز پا کر بھی اصل دولت کھو دی۔ اس لیے اپنی زندگی کا سب سے بڑا مقصد اپنے رب کی معرفت بنا لو، کیونکہ معرفت سے محبت پیدا ہوتی ہے، محبت سے اطاعت پیدا ہوتی ہے، اطاعت سے قرب پیدا ہوتا ہے، اور قرب سے دونوں جہانوں کی کامیابی نصیب ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی صحیح معرفت عطا فرمائے، ہمارے دلوں کو اپنے نور سے منور

فرمائے، اپنی محبت سے آباد فرمائے، ہمیں قرآنِ کریم سے حقیقی تعلق نصیب فرمائے، اپنے اسمائے حسنیٰ کی معرفت عطا فرمائے، اپنے محبوب رسول اللہ ﷺ کی کامل اتباع کی توفیق عطا فرمائے، اور ہمیں اُن خوش نصیب بندوں میں شامل فرمائے جن کی زندگیاں اللہ تعالیٰ کی پہچان، محبت، ذکر، اطاعت اور رضا کا حسین نمونہ بن جاتی ہیں۔

حصولِ معرفتِ الٰہی کیسے ممکن؟

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

ہر حمد اُس اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو اپنے بندوں کو اپنی معرفت کی دولت عطا فرمانے والا، ہدایت کے راستے کھولنے والا، دلوں کو ایمان کے نور سے روشن کرنے والا، روحوں کو اپنے ذکر سے زندگی بخشنے والا، عقلوں کو حکمت عطا کرنے والا اور اپنے فضل و کرم سے بندوں کو اپنے قرب کی منزلیں عطا فرمانے والا ہے۔ وہی اول ہے، وہی آخر ہے، وہی ظاہر ہے، وہی باطن ہے، وہی خالق ہے، وہی مالک ہے، وہی رازق ہے، وہی ہادی ہے، اور وہی ہر تعریف، ہر حمد اور ہر تعظیم کا حقیقی مستحق ہے۔ اُس کی معرفت سے دل زندہ ہوتے ہیں، اُس کی محبت سے روحیں مہکتی ہیں، اُس کی اطاعت سے زندگی سنورتی ہے اور اُس کی رضا سے آخرت کامیاب ہوتی ہے۔ ہر کمال اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، ہر عظمت اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور ہر تعریف ہمیشہ ہمیشہ صرف اُسی ربِ کریم کے لیے ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت وقار کے ساتھ اپنی نگاہیں جھکا لیں، پھر چند لمحے خاموش رہنے کے بعد حاضرین کی طرف دیکھا اور فرمایا:

اے میرے عزیزو! دنیا میں ہر انسان کسی نہ کسی چیز کی تلاش میں ہے۔ کوئی مال

چاہتا ہے، کوئی عزت، کوئی اقتدار، کوئی علم، مگر اللہ تعالیٰ کے خاص بندے ایک ہی چیز کے طالب ہوتے ہیں، اور وہ ہے اپنے رب کی معرفت۔ آج میں تمہیں بتانا چاہتا ہوں کہ حصولِ معرفتِ الٰہی کیسے ممکن ہے، کیونکہ یہی وہ خزانہ ہے جس کے مل جانے کے بعد انسان کو دنیا کی ہر نعمت چھوٹی محسوس ہونے لگتی ہے۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

میرے بھائیو! سب سے پہلے یہ سمجھ لو کہ معرفتِ الٰہی صرف کتابیں پڑھ لینے سے حاصل نہیں ہوتی، اور نہ ہی صرف الفاظ یاد کر لینے سے حاصل ہوتی ہے۔ معرفت ایک نور ہے، اور یہ نور اللہ تعالیٰ اُن دلوں میں اتارتا ہے جو اخلاص، عاجزی، تقویٰ اور سچی طلب رکھتے ہیں۔ علم راستہ دکھاتا ہے، لیکن اخلاص اُس راستے پر چلنے کی توفیق دیتا ہے۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

حصولِ معرفت کا پہلا ذریعہ قرآنِ کریم ہے۔ جو شخص قرآن کو صرف ثواب کی نیت سے نہیں بلکہ اپنے رب کو پہچاننے کی نیت سے پڑھتا ہے، اُس پر معرفت کے دروازے کھلنے لگتے ہیں۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت، اپنی رحمت، اپنی حکمت، اپنے عدل، اپنے فضل اور اپنے اسمائے حسنیٰ کا تعارف کرایا ہے۔ جتنا بندہ قرآن میں تدبر کرتا ہے، اتنا ہی اُس کا دل اپنے رب کے قریب ہوتا جاتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت عاجزی سے فرمایا:

دوسرا ذریعہ سنتِ رسول اللہ ﷺ ہے۔ میرے دوستو! رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کے سب سے بڑے عارف تھے۔ آپ ﷺ کی ہر دعا، ہر سجدہ، ہر آنسو، ہر ذکر اور ہر مسکراہٹ ہمیں اپنے رب کی پہچان سکھاتی ہے۔ جو شخص سنتِ نبوی ﷺ کو محبت سے اختیار کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اُس کے دل میں اپنی محبت اور اپنی معرفت کا نور پیدا فرما دیتا ہے۔

حافظ صاحب نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی اور فرمایا:

تیسرا راستہ کائنات میں غور وفکر کرنا ہے۔ سورج کی روشنی، چاند کی چاندنی، بارش کے قطرے، سبز درخت، پرندوں کی آوازیں، پہاڑوں کی مضبوطی، سمندروں کی وسعت اور اپنے جسم کا حیرت انگیز نظام، یہ سب خاموش زبان میں اعلان کر رہے ہیں کہ ان کا خالق ایک ہے، ان کا مالک ایک ہے، اور وہی اللہ تعالیٰ ہے۔ جو شخص ان نشانیوں میں غور کرتا ہے، اُس کے دل میں معرفت کے چراغ روشن ہو جاتے ہیں۔

حافظ صاحب نے فکر انگیز انداز میں فرمایا:

معرفت کا چوتھا ذریعہ ذکرِ الٰہی ہے۔ جس دل پر اللہ تعالیٰ کا ذکر جاری رہتا ہے، اُس دل سے غفلت کی تاریکی دور ہو جاتی ہے۔ جب زبان

سُبْحَانَ اللّٰہِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور اَللّٰہُ اَکْبَر

ترجمہ: اللہ پاک ہے، حمد اللہ کے لیے ہے، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں یا اللہ عظیم ہے۔

سے تر رہتی ہے تو رفتہ رفتہ دل بھی زندہ ہونے لگتا ہے۔ ذکر صرف الفاظ کا نام نہیں بلکہ دل کو اپنے رب کے ساتھ جوڑنے کا نام ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت سے فرمایا:

پانچواں ذریعہ دعا ہے۔ اے میرے عزیزو! معرفت خریدی نہیں جا سکتی، یہ مانگی جاتی ہے۔ رات کی تنہائی میں اپنے رب کے سامنے بیٹھو، آنسو بہاؤ اور عرض کرو: اے اللہ! مجھے اپنی پہچان عطا فرما، مجھے اپنی محبت عطا فرما، میرے دل کو اپنے نور سے روشن فرما۔ اللہ تعالیٰ اپنے مانگنے والوں کو کبھی محروم نہیں فرماتا۔

حافظ صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا:

ایک آسان سی مثال سمجھ لو۔ اگر کوئی شخص کسی بڑے عالم کا شاگرد بننا چاہتا ہے تو وہ صرف اُس کی کتابیں نہیں پڑھتا بلکہ اُس کی صحبت بھی اختیار کرتا ہے، اُس کے اخلاق بھی سیکھتا ہے اور اُس کی ہدایات پر بھی عمل کرتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی معرفت کے لیے قرآن پڑھنا، رسول اللہ ﷺ کی سنت اپنانا، صالحین کی صحبت اختیار کرنا اور اپنے نفس کی اصلاح کرنا ضروری ہے۔

حافظ صاحب کی آنکھیں نم ہوگئیں اور فرمایا:

میرے بھائیو! گناہ معرفت کے راستے میں سب سے بڑی رکاوٹ ہیں۔ جب دل گناہوں سے بھر جاتا ہے تو اُس پر غفلت کی زنگ چڑھ جاتی ہے۔ پھر نہ قرآن کا اثر محسوس ہوتا ہے، نہ ذکر میں لذت رہتی ہے اور نہ دعا میں کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ اس لیے سچی توبہ معرفتِ الٰہی کے دروازے کی کنجی ہے۔ جو بندہ اپنے گناہوں پر نادم ہو کر اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ آتا ہے، اللہ تعالیٰ اُس کے دل کو اپنے نور سے بھر دیتا ہے۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے بعد فرمایا:

اے میرے دوستو! اپنے آپ کو روزانہ محاسبے کا عادی بناؤ۔ ہر رات سوچو کہ آج میں اپنے رب کے کتنا قریب ہوا؟ کیا آج میں نے قرآن پڑھا؟ کیا میں نے اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا؟ کیا میں نے کسی بندے کا دل دکھایا؟ کیا میں نے کسی محتاج کی مدد کی؟ یہی محاسبہ دل کو بیدار کرتا ہے اور معرفت کے سفر کو آسان بناتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھرے انداز میں فرمایا:

یاد رکھو! معرفتِ الٰہی ایک دن میں حاصل نہیں ہوتی، یہ پوری زندگی کا سفر ہے۔ ہر نماز اس سفر کا ایک قدم ہے، ہر سجدہ ایک منزل ہے، ہر آنسو ایک روشنی ہے، ہر توبہ ایک نیا آغاز ہے، ہر ذکر دل کی صفائی ہے، ہر نیکی اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ ہے، اور ہر اخلاص بھرا عمل معرفت کے باغ کا ایک نیا پھول ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی صحیح معرفت عطا فرمائے، ہمارے دلوں کو قرآنِ کریم کے نور

سے روشن فرمائے، ہمیں سنتِ رسول اللہ ﷺ پر استقامت عطا فرمائے، ہمیں اپنے ذکر کی لذت، اپنی محبت کی مٹھاس، اپنی اطاعت کی توفیق اور اپنے قرب کی نعمت نصیب فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے گناہوں کو معاف فرمائے، ہمارے ظاہر و باطن کی اصلاح فرمائے، ہمیں اپنے صالح بندوں میں شامل فرمائے اور ہمارا خاتمہ کامل ایمان، کامل اخلاص اور اپنی کامل رضا پر فرمائے۔ آمین۔

معرفتِ الٰہی کے روحانی ثمرات

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

ہر حمد اُس اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو دلوں کو اپنی معرفت کا نور عطا فرمانے والا، روحوں کو اپنی محبت سے زندہ کرنے والا، بندوں کو اپنی رحمت کے سائے میں جگہ دینے والا، گناہوں کو معاف فرمانے والا، توبہ قبول کرنے والا، ذکر میں لذت پیدا کرنے والا، دعا میں اثر رکھنے والا، اور اپنے خاص بندوں کو اپنے قرب کی دولت عطا فرمانے والا ہے۔ وہی ایسا رب ہے جس کی معرفت سے دل مطمئن ہوتے ہیں، جس کی محبت سے روحیں مہک اٹھتی ہیں، جس کے ذکر سے غفلت کے پردے ہٹ جاتے ہیں اور جس کی اطاعت سے زندگی کا ہر لمحہ عبادت بن جاتا ہے۔ ہر کمال اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، ہر عزت اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، ہر عظمت اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، اور ہر تعریف ہمیشہ ہمیشہ صرف اُسی ربِ کریم کے لیے ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت سکون کے ساتھ اپنی نگاہیں جھکا لیں، پھر حاضرین کی طرف محبت بھری نظروں سے دیکھا اور فرمایا:

اے میرے عزیزو! اللہ تعالیٰ کی معرفت صرف ایک علمی بحث نہیں، نہ ہی صرف

چند اصطلاحات کا نام ہے۔ معرفت ایک ایسا نور ہے جو جب دل میں اترتا ہے تو انسان کی سوچ، اس کا کردار، اس کی عبادت، اس کے تعلقات، اس کی دعائیں، اس کے آنسو، اس کی مسکراہٹ اور اس کی پوری زندگی بدل جاتی ہے۔ جو شخص اپنے رب کو پہچان لیتا ہے، وہ دنیا میں رہتے ہوئے بھی ایک نئی زندگی پالیتا ہے۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

میرے بھائیو! معرفتِ الٰہی کا پہلا روحانی ثمرہ دل کا سکون ہے۔ دنیا کی دولت، شہرت، اقتدار اور آسائشیں انسان کو وقتی خوشی تو دے سکتی ہیں، مگر حقیقی سکون صرف اُس دل کو ملتا ہے جو اپنے رب کو پہچان چکا ہو۔ قرآنِ کریم ہمیں یہی حقیقت بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ جب دل اپنے خالق سے جڑ جاتا ہے تو پھر دنیا کے طوفان بھی اُس کے سکون کو نہیں چھین سکتے۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

دوسرا روحانی ثمرہ اللہ تعالیٰ کی محبت ہے۔ معرفت کے بغیر محبت مکمل نہیں ہوتی۔ جب بندہ اپنے رب کی رحمت، اُس کے احسانات، اُس کے حلم، اُس کے کرم، اُس کی مغفرت اور اُس کی شفقت کو پہچان لیتا ہے تو اُس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت ایسی جگہ بنالیتی ہے کہ دنیا کی ہر محبت اُس کے تابع ہوجاتی ہے۔ پھر وہ ہر کام اپنے رب کی رضا کے لیے کرنے لگتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

تیسرا روحانی ثمرہ عبادت میں لذت ہے۔ میرے عزیزو! بہت سے لوگ نماز پڑھتے ہیں، لیکن ہر نماز میں وہ کیفیت نصیب نہیں ہوتی جو ایک عارف کے دل میں ہوتی ہے۔ معرفت والا بندہ جب تکبیر کہتا ہے تو اُسے محسوس ہوتا ہے کہ وہ اپنے رب کے سامنے کھڑا ہے۔ جب سجدہ کرتا ہے تو اُسے اپنے رب کا قرب محسوس ہوتا ہے۔ جب دعا کرتا ہے تو اُسے یقین ہوتا ہے کہ اُس کا رب سن رہا ہے۔ یہی معرفت کی

مٹھاس ہے۔

حافظ صاحب نے فکر انگیز انداز میں فرمایا:

چوتھا روحانی ثمرہ تقویٰ ہے۔ جو بندہ اللہ تعالیٰ کو پہچان لیتا ہے، وہ لوگوں سے زیادہ اپنے رب سے شرماتا ہے۔ وہ اندھیرے میں بھی گناہ سے بچتا ہے، تنہائی میں بھی اپنے رب کو یاد رکھتا ہے، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ میرا رب ہر حال میں مجھے دیکھ رہا ہے۔ یہی احساس تقویٰ کی بنیاد ہے۔

حافظ صاحب نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی اور فرمایا:

پانچواں روحانی ثمرہ صبر اور رضا ہے۔ جب بندہ اپنے رب کی حکمت کو پہچان لیتا ہے تو مصیبت میں بھی شکوہ نہیں کرتا۔ وہ جانتا ہے کہ میرا رب مجھ سے زیادہ میرے حال کو جانتا ہے، اُس کا ہر فیصلہ میرے حق میں بہتر ہے۔ یہی یقین آزمائشوں کو عبادت میں بدل دیتا ہے۔

حافظ صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا:

ایک آسان سی مثال سمجھ لو۔ ایک چھوٹا بچہ اپنے باپ کا ہاتھ پکڑ کر اندھیرے راستے پر بھی بے خوف چلتا ہے، کیونکہ اُسے اپنے باپ پر اعتماد ہوتا ہے۔ اسی طرح جب بندہ اللہ تعالیٰ کو پہچان لیتا ہے تو زندگی کے اندھیروں، مشکلات اور آزمائشوں میں بھی خوف زدہ نہیں ہوتا، کیونکہ اُس کا ہاتھ اپنے رب کی رحمت پر ہوتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت عاجزی سے فرمایا:

چھٹا روحانی ثمرہ عاجزی ہے۔ معرفت انسان کو متکبر نہیں بناتی بلکہ جھکا دیتی ہے۔ جتنا بندہ اپنے رب کو پہچانتا ہے، اتنا ہی اپنی حقیقت کو پہچانتا ہے۔ اُسے معلوم ہو جاتا ہے کہ میرا علم محدود ہے، میری طاقت محدود ہے، میری زندگی محدود ہے، مگر میرا رب لامحدود ہے۔ یہی احساس بندے کو تکبر سے بچاتا ہے۔

حافظ صاحب کی آنکھیں نم ہو گئیں اور فرمایا:

ساتواں روحانی ثمرہ محبتِ رسول اللہ ﷺ میں اضافہ ہے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرتا ہے، وہ لازماً اُس ہستی سے بھی محبت کرتا ہے جس نے سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو پہچانا، یعنی ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ۔ پھر اُس کی زندگی سنتِ نبوی ﷺ کے رنگ میں رنگنے لگتی ہے، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کے بغیر مکمل نہیں ہوسکتی۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے بعد فرمایا:

اے میرے دوستو! معرفتِ الٰہی کا آٹھواں ثمرہ حسنِ اخلاق ہے۔ جب دل اللہ تعالیٰ کی محبت سے بھر جاتا ہے تو زبان نرم ہو جاتی ہے، رویہ بہتر ہو جاتا ہے، معاف کرنے کی عادت پیدا ہو جاتی ہے، حسد، تکبر اور نفرت ختم ہونے لگتی ہے۔ ایسا انسان لوگوں کے لیے رحمت بن جاتا ہے، کیونکہ اُس کے دل میں اپنے رب کی رحمت کا عکس پیدا ہو چکا ہوتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھرے انداز میں فرمایا:

اپنے دل سے آج ایک سوال کرو۔ کیا میری نماز میں خشوع بڑھ رہا ہے؟ کیا میرا ذکر پہلے سے زیادہ میٹھا محسوس ہوتا ہے؟ کیا گناہوں سے نفرت پیدا ہو رہی ہے؟ کیا لوگوں سے محبت بڑھ رہی ہے؟ کیا آزمائشوں میں صبر آ رہا ہے؟ اگر یہ تبدیلیاں پیدا ہو رہی ہیں تو سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت کے پھول تمہارے دل میں کھلنے لگے ہیں۔

حافظ صاحب نے گفتگو سمیٹتے ہوئے فرمایا:

اے میرے عزیزو! معرفتِ الٰہی کا سب سے بڑا روحانی ثمرہ یہ ہے کہ بندہ دنیا میں رہتے ہوئے بھی اپنے رب کے قرب کا ذائقہ چکھنے لگتا ہے۔ اُس کی زندگی عبادت بن جاتی ہے، اُس کی خاموشی ذکر بن جاتی ہے، اُس کے آنسو دعا بن جاتے ہیں، اُس کا صبر اجر بن جاتا ہے اور اُس کا ہر قدم اللہ تعالیٰ کی رضا کی طرف اٹھنے لگتا ہے۔ یہی وہ زندگی ہے جسے اولیائے کرام نے حقیقی کامیابی قرار دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی صحیح معرفت عطا فرمائے، ہمارے دلوں کو اپنے نور سے روشن فرمائے، ہمیں اپنی محبت، اپنے ذکر، اپنے قرب اور اپنی کامل اطاعت کی دولت نصیب فرمائے، ہمارے دلوں سے غفلت، تکبر، حسد اور دنیا کی بے جا محبت کو دور فرما دے، ہمیں اپنے محبوب رسول اللہ ﷺ کی سچی محبت اور کامل اتباع عطا فرمائے، اور ہمیں اُن خوش نصیب بندوں میں شامل فرمائے جن کے دل معرفتِ الٰہی کے نور سے ہمیشہ منور رہتے ہیں۔ آمین۔

اللہ سے بڑھ کر کوئی وفادار نہیں

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

ہر حمد اُس اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو اپنے وعدوں میں سچا، اپنی رحمت میں بے پایاں، اپنے فضل میں بے حساب، اپنے کرم میں بے مثال، اپنی وفاداری میں بے نظیر اور اپنے بندوں پر ہمیشہ مہربان ہے۔ وہی ایسا رب ہے جو بندے کو اُس وقت بھی رزق دیتا ہے جب بندہ اُسے بھول جاتا ہے، وہی ایسا کریم ہے جو گناہوں کے باوجود توبہ کا دروازہ بند نہیں کرتا، وہی ایسا رحیم ہے جو رات کی تاریکی میں بہنے والے آنسوؤں کو بھی جانتا ہے، دلوں کی دھڑکنوں کو بھی سنتا ہے اور بندوں کی خاموش دعاؤں کو بھی قبول فرماتا ہے۔ ہر کمال اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، ہر وفا اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، ہر رحمت اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، اور ہر تعریف ہمیشہ ہمیشہ صرف اُسی ربِ کریم کے لیے ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھرے انداز میں حاضرین کی طرف دیکھا، پھر آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی، جیسے اپنے رب کی بے پایاں رحمتوں کا مشاہدہ کر رہے

ہوں، پھر نہایت نرم لہجے میں فرمایا:

اے میرے عزیزو! دنیا میں ہر انسان کسی نہ کسی سہارے کی تلاش میں رہتا ہے۔ انسان دوست بناتا ہے، رشتہ داروں پر بھروسہ کرتا ہے، مال پر اعتماد کرتا ہے، اپنی طاقت پر فخر کرتا ہے، لیکن ایک وقت ایسا آتا ہے جب یہ سب ساتھ چھوڑ دیتے ہیں۔ بعض دوست حالات بدلنے پر بدل جاتے ہیں، بعض رشتے مفاد ختم ہونے پر کمزور پڑ جاتے ہیں، مال ایک لمحے میں ختم ہو جاتا ہے، طاقت بیماری کے سامنے بے بس ہو جاتی ہے، مگر ایک ذات ایسی ہے جو کبھی اپنے بندے کا ساتھ نہیں چھوڑتی، اور وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

میرے بھائیو! اللہ تعالیٰ کی وفاداری کو سمجھنے کے لیے اپنی زندگی پر غور کرو۔ کتنی مرتبہ ہم نے گناہ کیے، کتنی مرتبہ ہم اُس کے حکم سے غافل ہوئے، کتنی مرتبہ ہم نے اُس کی نعمتوں کو بھلا دیا، مگر اُس نے ہمارا رزق بند نہیں کیا، ہماری سانسیں نہیں روکیں، سورج کو ہمارے لیے طلوع ہونے سے نہیں روکا، بارش کو ہمارے لیے برسنے سے نہیں روکا، بلکہ ہر روز ہمیں توبہ اور واپسی کا ایک نیا موقع عطا فرمایا۔ اگر یہ اُس کی وفاداری نہیں تو پھر وفا کیا ہے؟

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

قرآنِ کریم ہمیں بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔ بندے وعدے توڑ دیتے ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ کبھی اپنا وعدہ نہیں توڑتا۔ اُس نے فرمایا کہ جو توبہ کرے گا، میں اُسے معاف کروں گا۔ جو مجھے پکارے گا، میں اُس کی دعا سنوں گا۔ جو میری راہ میں چلے گا، میں اُس کے لیے آسانی پیدا کروں گا۔ جو مجھ پر بھروسہ کرے گا، میں اُس کے لیے کافی ہو جاؤں گا۔ یہ وہ وعدے ہیں جن میں کبھی تبدیلی نہیں آتی۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

اے میرے دوستو! اللہ تعالیٰ کی وفاداری صرف نعمتیں دینے میں نہیں بلکہ آزمائشوں میں بھی ظاہر ہوتی ہے۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بندہ کسی مصیبت کو اپنی تباہی سمجھتا ہے، حالانکہ وہی مصیبت اُس کی اصلاح کا ذریعہ بن رہی ہوتی ہے۔ کبھی کوئی دروازہ بند ہوتا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ اُس کے لیے اس سے بہتر دروازہ کھول دے۔ بندہ وقتی تکلیف دیکھتا ہے، مگر اللہ تعالیٰ ہمیشہ انجام کی بھلائی کو دیکھتا ہے۔

حافظ صاحب نے فکر انگیز انداز میں فرمایا:

ایک آسان سی مثال سمجھ لو۔ ایک مہربان معالج مریض کو کڑوی دوا دیتا ہے، مریض کو وہ دوا پسند نہیں آتی، مگر معالج جانتا ہے کہ اسی میں اُس کی شفا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی بعض تقدیریں بظاہر سخت محسوس ہوتی ہیں، مگر اُن کے اندر بھی رحمت، حکمت اور خیر پوشیدہ ہوتی ہے۔ یہی اُس رب کی وفاداری ہے کہ وہ بندے کے لیے وہی فیصلہ کرتا ہے جو اُس کے حق میں بہتر ہو۔

حافظ صاحب نے نہایت عاجزی سے فرمایا:

میرے بھائیو! دنیا کا ہر تعلق کسی نہ کسی شرط کے ساتھ قائم ہوتا ہے، مگر اللہ تعالیٰ کی رحمت کا دروازہ بندے کے لیے اُس وقت بھی کھلا رہتا ہے جب سب دروازے بند ہو جاتے ہیں۔ اگر ساری دنیا تمہیں چھوڑ دے، لیکن تم سچے دل سے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر لو، تو وہ تمہیں کبھی تنہا نہیں چھوڑے گا۔ وہ تمہارے دل کا حال جانتا ہے، تمہارے آنسوؤں کی قیمت جانتا ہے اور تمہاری خاموشیوں کی زبان بھی سمجھتا ہے۔

حافظ صاحب کی آنکھیں نم ہو گئیں اور فرمایا:

رسول اللہ ﷺ کی پوری حیاتِ طیبہ اس حقیقت کی روشن مثال ہے۔ مکہ میں مخالفت ہوئی، طائف میں پتھر مارے گئے، شعبِ ابی طالب میں سختیاں آئیں، مگر

اللہ تعالیٰ نے ہر مرحلے پر اپنے محبوب ﷺ کی مدد فرمائی۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اُسے کبھی تنہا نہیں چھوڑتا۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے بعد فرمایا:

اے میرے عزیزو! اپنے دل سے ایک سوال کرو۔ جب تم خوش تھے تو اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ تھا، جب تم بیمار ہوئے تو وہ تمہارے ساتھ تھا، جب تم پریشان ہوئے تو وہ تمہارے ساتھ تھا، جب تم نے گناہ کے بعد توبہ کی تو اُس نے تمہیں قبول فرمایا۔ پھر کیا تمہیں اُس سے بڑھ کر کوئی وفادار مل سکتا ہے؟

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھرے انداز میں فرمایا:

اگر تم چاہتے ہو کہ تمہارا دل ہمیشہ مطمئن رہے تو اپنی امیدیں لوگوں سے کم اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ وابستہ کرو۔ لوگوں کی تعریف سے زیادہ اپنے رب کی رضا تلاش کرو۔ دنیا کے سہاروں سے زیادہ اپنے رب پر بھروسہ کرو۔ کیونکہ لوگ حالات کے ساتھ بدل جاتے ہیں، مگر اللہ تعالیٰ کی رحمت، اُس کا فضل اور اُس کی وفاداری کبھی نہیں بدلتی۔

حافظ صاحب نے نہایت درد بھرے لہجے میں فرمایا:

یاد رکھو! بندے کی سب سے بڑی کامیابی یہ نہیں کہ لوگ اُس کے وفادار ہوں، بلکہ یہ ہے کہ وہ اپنے رب کا وفادار بندہ بن جائے۔ جب بندہ نماز کی حفاظت کرتا ہے، حلال رزق اختیار کرتا ہے، گناہوں سے بچتا ہے، قرآنِ کریم سے تعلق مضبوط کرتا ہے اور سنتِ رسول اللہ ﷺ پر چلتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اُس کے دل کو اپنے قرب سے بھر دیتا ہے۔ یہی حقیقی وفاداری کا بدلہ ہے۔

حافظ صاحب نے محبت اور دعا کے ساتھ گفتگو ختم کرتے ہوئے فرمایا:

اے میرے دوستو! دنیا کی ہر محبت فانی ہے، ہر رشتہ عارضی ہے، ہر سہارا محدود ہے، مگر اللہ تعالیٰ کی محبت ہمیشہ باقی رہنے والی ہے، اُس کی رحمت ہمیشہ جاری رہنے

والی ہے، اُس کی وفاداری ہمیشہ قائم رہنے والی ہے۔ اس لیے اپنے دل کو ہمیشہ اُس ذات کے ساتھ جوڑ لو جو کبھی بے وفائی نہیں کرتی، کبھی وعدہ نہیں توڑتی اور کبھی اپنے بندے کو تنہا نہیں چھوڑتی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی وفاداری کا سچا بندہ بنائے، ہمارے دلوں میں اپنا کامل یقین، اپنی محبت، اپنا خوف، اپنی امید اور اپنی معرفت پیدا فرمائے، ہمیں ہر حال میں اپنے اوپر بھروسہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے، ہمارے ایمان کو مضبوط فرمائے، ہمیں اپنے محبوب رسول اللہ ﷺ کی کامل اتباع نصیب فرمائے، اور دنیا و آخرت میں اپنی رحمت، اپنے قرب اور اپنی دائمی رضا سے سرفراز فرمائے۔ آمین۔

اللہ کی رحمت کبھی نہیں بدلتی

(بندہ بدل سکتا ہے، حالات بدل سکتے ہیں،
دنیا بدل سکتی ہے مگر اللہ کی رحمت کبھی نہیں بدلتی)

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

ہر حمد اُس اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو رحمٰن بھی ہے، رحیم بھی ہے، غفور بھی ہے، شکور بھی ہے، ودود بھی ہے، کریم بھی ہے، حلیم بھی ہے اور ارحم الراحمین بھی ہے۔ اُس کی رحمت زمانوں کے بدلنے سے نہیں بدلتی، بندوں کی کمزوریوں سے کم نہیں ہوتی، گناہوں کی کثرت سے ختم نہیں ہوتی اور حالات کی سختیوں سے رُکتی نہیں۔ وہی ایسا رب ہے جو مایوس دلوں کو امید دیتا ہے، ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑتا ہے، گناہگاروں کو معاف کرتا ہے، توبہ کرنے والوں کو اپنے سینے سے لگاتا ہے اور اپنے بندوں کو ہر لمحہ اپنے فضل و کرم کے سائے میں رکھتا ہے۔ ہر رحمت اللہ تعالیٰ کی ہے، ہر نعمت اللہ تعالیٰ

کی عطا ہے، ہر بھلائی اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہے، اور ہر تعریف ہمیشہ ہمیشہ صرف اُسی ربِ کریم کے لیے ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت سکون کے ساتھ حاضرین کی طرف دیکھا، پھر اپنی نگاہیں آسمان کی وسعتوں کی طرف اٹھائیں، جیسے رحمتِ الٰہی کی بے پایاں وسعتوں کا مشاہدہ کر رہے ہوں، پھر نہایت محبت بھرے لہجے میں فرمایا:

اے میرے عزیزو! دنیا کی سب سے بڑی خوش خبری یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کبھی نہیں بدلتی۔ بندہ بدل جاتا ہے، اُس کی نیتیں بدل جاتی ہیں، اُس کے حالات بدل جاتے ہیں، اُس کے دوست بدل جاتے ہیں، زمانہ بدل جاتا ہے، مگر اللہ تعالیٰ کی رحمت اپنی شان کے مطابق ہمیشہ قائم رہتی ہے۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

میرے بھائیو! تم نے اپنی زندگی میں بہت تبدیلیاں دیکھی ہوں گی۔ بچپن جوانی میں بدل گیا، جوانی بڑھاپے کی طرف بڑھ رہی ہے، صحت بیماری میں بدل جاتی ہے، خوشی غم میں بدل جاتی ہے، دولت فقر میں بدل سکتی ہے، اقتدار زوال میں بدل سکتا ہے، لیکن ایک حقیقت کبھی تبدیل نہیں ہوتی، اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ہمیشہ مہربان رہتا ہے۔ اُس کی رحمت ہر صبح نئے انداز سے نازل ہوتی ہے اور ہر شام اپنے فضل کے نئے دروازے کھولتی ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے اپنے گناہگار بندوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ میری رحمت سے مایوس نہ ہو، بے شک اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے۔ میرے دوستو! غور کرو، یہ کتنا عظیم اعلان ہے۔ بندہ گناہوں سے بدل گیا، مگر اللہ تعالیٰ کی مغفرت کا دروازہ بند نہیں ہوا۔ بندہ غفلت میں چلا گیا، مگر اللہ تعالیٰ نے توبہ کی دعوت دینا نہیں چھوڑی۔ بندہ دور ہو گیا، مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے قرب کا راستہ

بند نہیں کیا۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

اے میرے عزیزو! کبھی اپنے ماضی کو یاد کرو۔ کتنی ایسی غلطیاں ہوئیں جن پر تمہیں آج شرمندگی ہوتی ہے، کتنی ایسی دعائیں تھیں جو تم نے بھول گئیں، مگر اللہ تعالیٰ نے تمہیں نہیں بھلایا۔ اُس نے تمہیں رزق دیا، صحت دی، ایمان کی روشنی باقی رکھی، سانسیں جاری رکھیں اور واپسی کا موقع عطا فرمایا۔ اگر اُس کی رحمت بدل جاتی تو شاید ہم میں سے کوئی بھی آج اُس کے دروازے تک نہ پہنچ سکتا۔

حافظ صاحب نے فکر انگیز انداز میں فرمایا:

ایک آسان سی مثال سمجھ لو۔ سورج ہر روز طلوع ہوتا ہے۔ وہ یہ نہیں دیکھتا کہ کون نیک ہے اور کون گناہگار۔ اُس کی روشنی سب تک پہنچتی ہے۔ یہ تو صرف اللہ تعالیٰ کی ایک مخلوق ہے، پھر اُس رب کی رحمت کا کیا عالم ہوگا جو سورج کا بھی خالق ہے۔ وہ اپنے فضل سے نیک بندوں کو بھی نوازتا ہے اور گناہگاروں کو بھی مہلت دیتا ہے تاکہ وہ توبہ کر کے اُس کی طرف لوٹ آئیں۔

حافظ صاحب نے نہایت عاجزی سے فرمایا:

میرے بھائیو! بعض اوقات بندہ آزمائش میں یہ سمجھنے لگتا ہے کہ شاید اللہ تعالیٰ مجھ سے ناراض ہو گیا ہے۔ یاد رکھو! ہر آزمائش ناراضی کی علامت نہیں ہوتی۔ کبھی آزمائش دل کو پاک کرنے کے لیے آتی ہے، کبھی درجات بلند کرنے کے لیے آتی ہے، کبھی بندے کو اپنے رب کے زیادہ قریب لانے کے لیے آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت آزمائش کے اندر بھی موجود ہوتی ہے، مگر ہر شخص اسے پہچان نہیں پاتا۔

حافظ صاحب کی آنکھیں نم ہو گئیں اور فرمایا:

رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اللہ تعالیٰ کی رحمت کا ایسا تعارف کرایا کہ امید کے دروازے ہمیشہ کے لیے کھل گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں

پر اُس ماں سے بھی زیادہ رحم فرمانے والا ہے جو اپنے بچے پر شفقت کرتی ہے۔ سوچو! ماں اپنے بچے کو بھول سکتی ہے، مگر اللہ تعالیٰ اپنے سچے بندے کو کبھی نہیں بھولتا۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے بعد فرمایا:

اے میرے دوستو! اگر دنیا تمہیں چھوڑ دے، اگر لوگ تمہیں بھلا دیں، اگر تمہارے حالات تمہارے خلاف ہو جائیں، تب بھی اپنے رب کی رحمت سے مایوس نہ ہونا۔ وہی رب رات کے اندھیروں میں تمہاری دعا سنتا ہے، تمہارے آنسوؤں کو دیکھتا ہے، تمہارے دل کی ٹوٹی ہوئی آواز کو بھی جانتا ہے اور اُس وقت بھی تمہارے لیے خیر کا فیصلہ فرما رہا ہوتا ہے جب تم خود کچھ نہیں سمجھ پاتے۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

ایک مسافر اگر راستہ بھول جائے تو وہ واپس منزل کی طرف لوٹ سکتا ہے۔ اسی طرح اگر بندہ گناہوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے دور ہو جائے تو توبہ اُس کا راستہ دوبارہ کھول دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ نہیں فرماتا کہ تم نے دیر کر دی، بلکہ وہ اپنے بندے کی واپسی پر خوش ہوتا ہے۔ یہی اُس کی بے مثال رحمت ہے، یہی اُس کا لازوال کرم ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت درد بھرے لہجے میں فرمایا:

اے میرے عزیزو! شیطان کی سب سے بڑی چال یہ ہے کہ وہ انسان کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس کر دے۔ وہ کہتا ہے کہ تمہارے گناہ بہت زیادہ ہیں، تمہارے لیے معافی نہیں۔ مگر یاد رکھو! یہ شیطان کا دھوکا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت تمہارے گناہوں سے بڑی ہے، اُس کی مغفرت تمہاری خطاؤں سے وسیع ہے، اور اُس کا فضل تمہاری کمزوریوں سے کہیں زیادہ عظیم ہے۔

حافظ صاحب نے گفتگو سمیٹتے ہوئے فرمایا:

آج سے اپنی زندگی میں یہ یقین پیدا کر لو کہ حالات بدلیں گے، لوگ بدلیں

گے، زمانہ بدلے گا، جسم بدلے گا، عمر بدلے گی، لیکن میرے رب کی رحمت کبھی نہیں بدلے گی۔ اس لیے ہر حال میں اُسی کی طرف رجوع کرو، اُسی سے امید رکھو، اُسی پر بھروسہ کرو، اُسی سے دعا مانگو اور اُسی کی رضا کو اپنی زندگی کا مقصد بنالو۔ یہی ایمان کی مضبوطی ہے، یہی معرفتِ الٰہی کا حسن ہے اور یہی بندگی کی معراج ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی بے پایاں رحمت پر کامل یقین عطا فرمائے، ہمارے دلوں سے مایوسی، بے یقینی اور غفلت کو دور فرمائے، ہمیں ہر حال میں اپنی رحمت کے امیدوار بندوں میں شامل فرمائے، ہماری توبہ قبول فرمائے، ہمارے گناہوں کو معاف فرمائے، ہمیں اپنے محبوب رسول اللہ ﷺ کی کامل اتباع نصیب فرمائے، اور دنیا و آخرت میں اپنی رحمت، مغفرت، قرب اور دائمی رضا سے سرفراز فرمائے۔ آمین۔

اللہ کی شان کلمات سے بالاتر

(زبانی انہیں بیان نہیں کرسکتیں عدد اسے شمار نہیں کر سکتے، عقل اس کا ادراک نہیں کرسکتی، قلمیں ٹوٹ جاتی ہیں، سیاہیاں ختم ہوجاتی ہیں لکھنے والے معدوم ہوجاتے ہیں کیوں کہ ہر روز اس کی شان نرالی ہے)

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

ہر حمد اُس اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس کی ذات ازلی و ابدی ہے، جس کی عظمت کی کوئی حد نہیں، جس کے کمالات کی کوئی انتہا نہیں، جس کی قدرت کو کوئی طاقت گھیر نہیں سکتی، جس کی رحمت کو کوئی وسعت ناپ نہیں سکتی، جس کے علم کا کوئی کنارہ نہیں، اور جس کی شان ہر تصور، ہر مثال اور ہر بیان سے بلند و برتر ہے۔ وہی اول ہے جس سے پہلے کوئی نہیں، وہی آخر ہے جس کے بعد کوئی نہیں، وہی ظاہر ہے جس سے بڑھ کر کوئی

ظاہر نہیں، اور وہی باطن ہے جس سے زیادہ کوئی پوشیدہ نہیں۔ اُس کی کبریائی تمام جہانوں پر محیط ہے، اُس کا جلال تمام عظمتوں سے بلند ہے، اور اُس کی حمد ہر زبان، ہر دل اور ہر مخلوق پر لازم ہے۔ ہر تعریف، ہر تعظیم، ہر حمد اور ہر ثنا ہمیشہ ہمیشہ صرف اُسی ربِ کریم کے لیے ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت خشوع کے ساتھ اپنی نگاہیں جھکا لیں، پھر آہستہ آہستہ آسمان کی طرف دیکھا، جیسے دل پر معرفتِ الٰہی کا ایک نیا نور اتر رہا ہو، پھر نہایت ادب سے فرمایا:

اے میرے عزیزو! آج ہم ایک ایسے موضوع پر گفتگو کر رہے ہیں جس پر جتنا بھی کہا جائے، وہ کم ہے۔ اللہ تعالیٰ کی شان ایسی بلند ہے کہ الفاظ اُس کے دروازے تک بھی نہیں پہنچ سکتے۔ زبانیں بولتے بولتے خاموش ہو جاتی ہیں، عقلیں سوچتے سوچتے عاجز ہو جاتی ہیں، قلم لکھتے لکھتے رک جاتے ہیں، مگر اللہ تعالیٰ کی عظمت کا بیان پھر بھی مکمل نہیں ہو پاتا۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

میرے بھائیو! دنیا میں جب ہم کسی بڑے عالم، کسی عظیم شاعر یا کسی ماہر فن کی تعریف کرتے ہیں تو چند جملوں میں اُس کا تعارف ہو جاتا ہے، کیونکہ ہر مخلوق محدود ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی ذات محدود نہیں، اُس کے کمالات محدود نہیں، اُس کی صفات محدود نہیں، اُس کی رحمت محدود نہیں، اُس کی قدرت محدود نہیں، اس لیے اُس کی مکمل تعریف بھی کسی مخلوق کے بس میں نہیں۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

قرآنِ کریم ہمیں یہ حقیقت سکھاتا ہے کہ اگر زمین کے تمام درخت قلم بن جائیں اور سمندر سیاہی بن جائیں، پھر اُن کے بعد مزید سمندر بھی شامل کر دیے جائیں، تب بھی اللہ تعالیٰ کے کلمات ختم نہیں ہوں گے۔ اے میرے دوستو! ذرا غور

کرو، یہ مثال ہمیں کیا سکھا رہی ہے؟ یہ بتا رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی شان، اُس کے علم، اُس کی حکمت، اُس کی قدرت اور اُس کے کمالات اتنے وسیع ہیں کہ پوری کائنات بھی اُن کے اظہار کے لیے ناکافی ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

عقل اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے، مگر عقل کی بھی ایک حد ہے۔ عقل ہمیں یہ تو بتا سکتی ہے کہ اس کائنات کا ایک خالق ہے، مگر وہ اُس خالق کی حقیقت کا مکمل احاطہ نہیں کر سکتی۔ جیسے ایک ننھا سا پیالہ پورے سمندر کو اپنے اندر نہیں سمو سکتا، اسی طرح محدود عقل لامحدود رب کی حقیقت کا مکمل ادراک نہیں کر سکتی۔

حافظ صاحب نے فکر انگیز انداز میں فرمایا:

اے میرے عزیزو! انسان جب اپنی عقل پر غرور کرتا ہے تو وہ بھول جاتا ہے کہ اُس کی عقل بھی اللہ تعالیٰ کی عطا ہے۔ آج کا سائنس دان کائنات کے کچھ راز جان لیتا ہے تو حیران ہو جاتا ہے، مگر وہ جتنے راز دریافت کرتا ہے، اُس سے کہیں زیادہ راز اُس کے سامنے کھلتے چلے جاتے ہیں۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ خالق کا علم بے کنار ہے اور مخلوق کا علم ہمیشہ محدود رہے گا۔

حافظ صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا:

ایک آسان سی مثال سمجھ لو۔ ایک بچہ سمندر کے کنارے کھڑا ہو کر اپنے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا پیالہ بھر لیتا ہے۔ اگر وہ یہ سمجھ بیٹھے کہ پورا سمندر میرے پیالے میں آ گیا ہے تو سب اُس کی کم فہمی پر مسکرائیں گے۔ اسی طرح اگر کوئی انسان یہ گمان کرے کہ اُس نے اللہ تعالیٰ کی حقیقت کو مکمل سمجھ لیا ہے تو یہ اُس کی اپنی محدودیت ہے، نہ کہ اللہ تعالیٰ کی شان کا احاطہ۔

حافظ صاحب کی آنکھیں نم ہو گئیں اور فرمایا:

میرے بھائیو! اولیائے کرام جتنا اللہ تعالیٰ کو پہچانتے گئے، اتنا ہی اپنی عاجزی

میں بڑھتے گئے۔ اُنہوں نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کی معرفت کا حق ادا کر دیا ہے، بلکہ وہ ہمیشہ یہی کہتے رہے کہ اے اللہ! ہم تیری معرفت کا حق ادا نہ کر سکے، تیری عبادت کا حق ادا نہ کر سکے، تیری حمد کا حق ادا نہ کر سکے۔ یہی عاجزی معرفت کی علامت ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت عاجزی سے فرمایا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام مخلوق میں سب سے بڑے عارفِ باللہ تھے، پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے رب کی بارگاہ میں انتہائی انکساری کے ساتھ جھکتے، طویل سجدے کرتے، کثرت سے حمد و ثنا بیان فرماتے اور دعا کرتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جتنا بندہ اپنے رب کو پہچانتا ہے، اتنا ہی اپنی عاجزی اور بندگی میں اضافہ کرتا ہے۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے بعد فرمایا:

اے میرے دوستو! اللہ تعالیٰ کی ایک شان یہ بھی ہے کہ ہر لمحہ اُس کی نئی تجلی، نئی حکمت، نئی رحمت اور نیا فیصلہ ظاہر ہوتا ہے۔ کوئی بیمار شفا پا رہا ہے، کوئی محتاج رزق پا رہا ہے، کوئی گناہگار معاف ہو رہا ہے، کسی کی دعا قبول ہو رہی ہے، کسی پر رحمت برس رہی ہے، کسی کے درجات بلند ہو رہے ہیں۔ حقیقت یہی ہے کہ ہر روز اُس کی شان نرالی ہے، اور اُس کے کاموں میں نہ تکرار ہے، نہ کمزوری، نہ تھکن اور نہ کسی مددگار کی ضرورت۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

اے میرے عزیزو! جب تم اللہ تعالیٰ کی شان کی وسعت کو سمجھ لو گے تو تمہارے دل سے تکبر نکل جائے گا، زبان پر حمد آ جائے گی، آنکھوں میں خشیت آ جائے گی، سجدوں میں لذت آ جائے گی اور زندگی میں عاجزی پیدا ہو جائے گی۔ پھر تم ہر نعمت کو اُس کا فضل، ہر آزمائش کو اُس کی حکمت، ہر کامیابی کو اُس کا کرم اور ہر سانس کو اُس کی عطا سمجھو گے۔

حافظ صاحب نے نہایت ادب کے ساتھ گفتگو سمیٹتے ہوئے فرمایا:

یاد رکھو! اللہ تعالیٰ کو مکمل طور پر بیان کرنا ممکن نہیں، لیکن اُس کی حمد کرنا ہمارا فرض ہے۔ اُس کی حقیقت کا کامل ادراک ممکن نہیں، لیکن اُس پر کامل ایمان لانا ضروری ہے۔ اُس کے کمالات کا شمار ممکن نہیں، لیکن اُن کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنا بندگی ہے۔ پس اپنی زبان کو اُس کی حمد سے، اپنے دل کو اُس کی محبت سے، اپنی عقل کو اُس کی معرفت سے، اور اپنی زندگی کو اُس کی اطاعت سے آراستہ کرلو، یہی کامیابی کا راستہ ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی عظمت کی صحیح معرفت عطا فرمائے، ہمارے دلوں میں اپنی کبریائی، اپنی ہیبت، اپنی محبت اور اپنی خشیت پیدا فرمائے، ہمیں اپنی حمد وثنا میں اخلاص عطا فرمائے، ہمارے ظاہر و باطن کو اپنی رضا کے مطابق بنا دے، ہمیں اپنے محبوب رسول اللہ ﷺ کی کامل اتباع نصیب فرمائے، اور دنیا و آخرت میں اپنی رحمت، اپنے قرب اور اپنی دائمی رضا سے سرفراز فرمائے۔ آمین۔

اللہ تعالیٰ کی شان ربوبیت

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

ہر حمد اُس اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو رب العالمین ہے، تمام جہانوں کا پروردگار، ہر مخلوق کا پالنے والا، ہر ذرے کو سنبھالنے والا، ہر دل کی دھڑکن کو قائم رکھنے والا، ہر سانس کو جاری رکھنے والا، ہر نعمت کو عطا کرنے والا، ہر محتاج کو دینے والا، ہر بے بس کا سہارا، ہر غم زدہ کا مونس، ہر مسافر کا محافظ اور ہر دعا کو سننے والا ہے۔ اُس کی ربوبیت ازل سے ابد تک جاری ہے، اُس کی پرورش کا سلسلہ کبھی منقطع نہیں ہوتا، اُس کی رحمت

کبھی کم نہیں ہوتی، اُس کا فضل کبھی ختم نہیں ہوتا، اور اُس کی عطا کا دروازہ کبھی بند نہیں ہوتا۔ ہر عزت اُسی کے لیے ہے، ہر بادشاہت اُسی کی ہے، ہر کمال اُسی کا ہے اور ہر تعریف ہمیشہ ہمیشہ صرف اُسی ربِ کریم کے لیے ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت وقار کے ساتھ اپنی نگاہیں آسمان کی طرف اٹھائیں، پھر حاضرین کی طرف متوجہ ہو کر نہایت محبت بھرے لہجے میں فرمایا:

اے میرے عزیزو! اللہ تعالیٰ کے بے شمار اسمائے مبارکہ ہیں، مگر اُن میں ایک ایسا نام ہے جو بندے کے دل کو امید، محبت، اعتماد اور سکون سے بھر دیتا ہے، اور وہ نام ہے رب۔ جب بندہ اللہ تعالیٰ کو صرف خالق نہیں بلکہ اپنا رب مان لیتا ہے تو اُس کی زندگی کا انداز ہی بدل جاتا ہے، کیونکہ خالق پیدا کرتا ہے، مگر رب پیدا کرنے کے بعد ہر لمحہ پرورش بھی فرماتا ہے، حفاظت بھی کرتا ہے، رہنمائی بھی دیتا ہے اور اپنی رحمت سے سنوارتا بھی ہے۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

میرے بھائیو! ذرا اپنی زندگی پر غور کرو۔ جب تم ماں کے رحم میں تھے، اُس وقت تمہاری حفاظت کس نے کی؟ تمہیں غذا کس نے پہنچائی؟ تمہارے ننھے سے وجود کو آہستہ آہستہ مکمل جسم کس نے عطا فرمایا؟ تمہاری آنکھیں کس نے بنائیں؟ تمہارے دل کو دھڑکنا کس نے سکھایا؟ تمہارے جسم میں روح کس نے پھونکی؟ یہ سب اللہ تعالیٰ کی شانِ ربوبیت کے مظاہر ہیں۔ تم اُس وقت کچھ مانگ بھی نہیں سکتے تھے، مگر تمہارا رب تمہاری ہر ضرورت پوری کر رہا تھا۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

اے میرے دوستو! بچہ دنیا میں آتا ہے تو اُسے بولنا نہیں آتا، چلنا نہیں آتا، کھانا نہیں آتا، اپنے آپ کو بچانا نہیں آتا، مگر اُس کا رب اُس کے لیے ماں کے دل میں ایسی محبت پیدا کر دیتا ہے کہ وہ اپنی نیند، اپنا آرام اور اپنی خواہشیں قربان کر دیتی

ہے۔ سوچو! یہ محبت بھی اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا ایک جلوہ ہے۔ دراصل ماں پرورش کرتی ہوئی دکھائی دیتی ہے، مگر حقیقی پرورش کرنے والا رب العالمین ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

میرے عزیزو! صرف انسان ہی نہیں، پوری کائنات اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کے سائے میں زندگی گزار رہی ہے۔ آسمان اپنے مقام پر قائم ہیں، زمین اپنی جگہ ٹھہری ہوئی ہے، سورج وقت پر طلوع ہوتا ہے، چاند اپنی منزلیں طے کرتا ہے، بارش برستی ہے، درخت پھل دیتے ہیں، پرندے اپنے گھونسلوں کو لوٹتے ہیں، مچھلیاں پانی میں تیرتی ہیں، اور ہر مخلوق اپنا رزق پا رہی ہے۔ یہ سب کسی اتفاق کا نتیجہ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی مسلسل ربوبیت کا عظیم مظہر ہے۔

حافظ صاحب نے فکر انگیز انداز میں فرمایا:

قرآنِ کریم کی پہلی سورت ہمیں سب سے پہلے یہی سبق دیتی ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝٢

ترجمہ: تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

(الفاتحہ:2)

غور کرو، اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے اپنی ربوبیت کا تعارف کرایا۔ گویا بندے کو یہ بتایا جا رہا ہے کہ جس کی تم حمد کرتے ہو، وہ صرف تمہارا نہیں بلکہ تمام جہانوں کا رب ہے۔ اُس کی پرورش صرف انسانوں تک محدود نہیں، بلکہ ہر مخلوق اُس کی ربوبیت سے فیض یاب ہو رہی ہے۔

حافظ صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا:

ایک آسان سی مثال سمجھ لو۔ اگر ایک مالی روزانہ اپنے باغ کو پانی دے، اُس کی صفائی کرے، سوکھے پتے ہٹائے، پودوں کی حفاظت کرے اور اُنہیں پھلدار بنائے تو

لوگ اُس مالی کی تعریف کرتے ہیں۔ اب ذرا سوچو! پوری کائنات کے اس عظیم باغ کی ہر شے کی پرورش کون کر رہا ہے؟ کون ہر موسم میں نظام چلا رہا ہے؟ کون ہر روز کروڑوں مخلوقات کو رزق عطا کر رہا ہے؟ یقیناً یہ صرف اللہ تعالیٰ کی شانِ ربوبیت ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت عاجزی سے فرمایا:

میرے بھائیو! اللہ تعالیٰ کی ربوبیت صرف جسموں کی پرورش تک محدود نہیں بلکہ وہ دلوں کی بھی پرورش فرماتا ہے۔ جب بندہ گمراہ ہونے لگتا ہے تو ہدایت کا راستہ دکھاتا ہے، جب وہ غفلت میں پڑ جاتا ہے تو اُسے نصیحت پہنچاتا ہے، جب وہ ٹوٹ جاتا ہے تو اُسے صبر عطا کرتا ہے، جب وہ توبہ کرتا ہے تو اُسے معاف فرما دیتا ہے۔ یہی روحانی ربوبیت ہے، اور یہی بندے پر سب سے بڑا احسان ہے۔

حافظ صاحب کی آنکھیں نم ہو گئیں اور فرمایا:

رسول اللہ ﷺ نے ہر حال میں اپنے رب کی ربوبیت پر کامل بھروسہ کیا۔ مکہ کی سختیاں ہوں یا مدینہ کی ذمہ داریاں، غزوۂ بدر کا میدان ہو یا غارِ ثور کی تنہائی، ہر جگہ آپ ﷺ کا دل اپنے رب پر مطمئن رہا۔ یہی یقین ایک مومن کے دل میں بھی پیدا ہونا چاہیے کہ میرا رب مجھے کبھی تنہا نہیں چھوڑے گا۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے بعد فرمایا:

اے میرے دوستو! بعض اوقات انسان اپنی پریشانیوں میں یہ سمجھنے لگتا ہے کہ شاید میرا رب مجھے بھول گیا ہے، حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہوتی ہے۔ جس رب نے تمہیں پیدا ہونے سے پہلے رزق دیا، بچپن میں سنبھالا، جوانی میں طاقت دی اور ہر قدم پر اپنی نعمتوں سے نوازا، وہ تمہیں مشکل وقت میں کیسے بھول سکتا ہے؟ آزمائش ربوبیت کی نفی نہیں، بلکہ اکثر ربوبیت کی ایک اعلیٰ صورت ہوتی ہے، جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو پاک اور بلند کرتا ہے۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

اے میرے عزیزو! اگر تم اللہ تعالیٰ کی شانِ ربوبیت کو سمجھ لو گے تو شکایتیں کم اور شکر زیادہ ہو جائے گا۔ بے صبری کم اور صبر زیادہ ہو جائے گا۔ لوگوں سے امیدیں کم اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ زیادہ ہو جائے گا۔ پھر تم ہر نعمت میں اپنے رب کا کرم، ہر آزمائش میں اُس کی حکمت، ہر تاخیر میں اُس کی مصلحت اور ہر عطا میں اُس کی رحمت دیکھو گے۔

حافظ صاحب نے نہایت ادب اور محبت کے ساتھ گفتگو ختم کرتے ہوئے فرمایا:

اپنے دل کو ہمیشہ یہ یقین دلاتے رہو کہ میرا رب صرف میرا خالق نہیں، میرا پروردگار بھی ہے۔ وہ میرے ماضی کو جانتا ہے، میرے حال کو سنبھال رہا ہے اور میرے مستقبل کو بھی اپنی حکمت کے مطابق بہتر بنا رہا ہے۔ جب یہ یقین دل میں راسخ ہو جائے تو خوف ختم ہو جاتا ہے، مایوسی مٹ جاتی ہے اور بندہ اپنے رب کے فیصلوں پر راضی رہنے لگتا ہے۔ یہی شانِ ربوبیت کا سب سے حسین اثر ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی شانِ ربوبیت کی صحیح معرفت عطا فرمائے، ہمارے دلوں میں اپنے اوپر کامل بھروسہ پیدا فرمائے، ہمیں اپنی نعمتوں کا شکر گزار، اپنی آزمائشوں پر صابر، اپنی رضا پر راضی اور اپنی اطاعت میں ثابت قدم بنا دے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے محبوب رسول اللہ ﷺ کی کامل اتباع نصیب فرمائے، ہمارے ظاہر و باطن کی اصلاح فرمائے، اور دنیا و آخرت میں اپنی رحمت، اپنی ربوبیت کے سائے، اپنے قرب اور اپنی دائمی رضا سے سرفراز فرمائے۔ آمین۔

اللہ تعالیٰ کی شان رحمت

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان

الفاظ میں بیان کیا:

ہر حمد اُس اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو رحمٰن ہے، رحیم ہے، جس کی رحمت ہر چیز پر محیط ہے، جس کا کرم بندوں کی خطاؤں سے کہیں وسیع ہے، جس کی مغفرت گناہوں سے کہیں بڑی ہے، جس کی شفقت ماں کی محبت سے بھی بڑھ کر ہے، اور جس کی رحمت کا دروازہ کبھی بند نہیں ہوتا۔ وہی ٹوٹے ہوئے دلوں کو سہارا دیتا ہے، مایوسوں کو امید عطا کرتا ہے، بھٹکنے والوں کو راستہ دکھاتا ہے، گناہگاروں کو توبہ کا موقع دیتا ہے، بے سہاروں کا سہارا بنتا ہے اور اپنے فضل سے بندوں کو اپنی رحمت کے سائے میں جگہ عطا فرماتا ہے۔ اُس کی رحمت کا کوئی کنارہ نہیں، اُس کے کرم کی کوئی انتہا نہیں، اُس کے فضل کا کوئی شمار نہیں۔ ہر رحمت اللہ تعالیٰ کی عطا ہے، ہر نعمت اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور ہر تعریف ہمیشہ ہمیشہ صرف اُسی ربِ رحیم و کریم کے لیے ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت خشوع کے ساتھ اپنی نگاہیں جھکا لیں، پھر چند لمحے خاموش رہے، جیسے دل میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سمندر کا مشاہدہ کر رہے ہوں، پھر حاضرین کی طرف محبت بھری نگاہ سے دیکھا اور فرمایا:

اے میرے عزیزو! اگر کوئی صفت انسان کے دل کو سب سے زیادہ امید، محبت اور سکون عطا کرتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت وہ عظیم خزانہ ہے جس سے پوری کائنات فیض پا رہی ہے۔ اگر ایک لمحے کے لیے بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت کا سایہ ہٹ جائے تو کوئی مخلوق باقی نہ رہ سکے۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

میرے بھائیو! ہم صبح آنکھ کھولتے ہیں تو یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے، سانس لیتے ہیں تو یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے، صحت پاتے ہیں تو یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے، ایمان کی دولت رکھتے ہیں تو یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے، قرآن سننے اور سمجھنے کی توفیق ملتی ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔ انسان اگر اپنی زندگی کے ہر لمحے کو دیکھے تو اُسے معلوم ہوگا کہ

وہ ہر طرف سے اللہ تعالیٰ کی رحمتوں میں گھرا ہوا ہے۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

اے میرے دوستو! اللہ تعالیٰ کی رحمت صرف دنیا کی نعمتوں تک محدود نہیں، بلکہ سب سے بڑی رحمت یہ ہے کہ اُس نے ہمیں اپنی پہچان عطا فرمائی، اسلام کی دولت عطا فرمائی، اپنے محبوب رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی اُمت میں شامل فرمایا، گناہوں سے واپسی کا راستہ دکھایا اور آخرت کی کامیابی کے لیے ہدایت کا چراغ عطا فرمایا۔ دنیا کی ہر نعمت ختم ہو سکتی ہے، مگر اللہ تعالیٰ کی ہدایت کی رحمت وہ دولت ہے جو انسان کو ہمیشہ کے لیے کامیاب بنا دیتی ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

قرآنِ کریم ہمیں بار بار اللہ تعالیٰ کی رحمت کا یقین دلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو مایوسی سے نکالتا ہے اور امید کا راستہ دکھاتا ہے۔ اے میرے عزیزو! گناہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو، اللہ تعالیٰ کی رحمت اُس سے بڑی ہے۔ خطائیں کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہوں، اُس کی مغفرت اُن سب کو ڈھانپ سکتی ہے۔ شرط صرف یہ ہے کہ بندہ سچے دل سے اپنے رب کی طرف واپس آ جائے۔

حافظ صاحب نے فکر انگیز انداز میں فرمایا:

شیطان انسان کو سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس کرنا چاہتا ہے۔ وہ انسان کے دل میں یہ خیال ڈالتا ہے کہ تمہارے گناہ بہت زیادہ ہیں، اب تمہارے لیے معافی نہیں۔ لیکن یہ شیطان کا دھوکا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت اُس وقت بھی بندے کو پکار رہی ہوتی ہے جب بندہ گناہوں کی تاریکی میں کھڑا ہوتا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ بندہ لوٹ آئے، توبہ کرے، اپنے رب کے دروازے پر حاضر ہو اور اُس کی رحمت سے فیض حاصل کرے۔

حافظ صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا:

ایک آسان سی مثال سمجھ لو۔ اگر ایک ماں کا بچہ راستہ بھول جائے تو ماں اُس کی واپسی کا انتظار کرتی ہے، اُس کے لیے پریشان ہوتی ہے اور اُسے سینے سے لگانے کے لیے تیار رہتی ہے۔ یہ صرف ایک ماں کی محبت ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے۔ پھر اُس رب کی رحمت کا کیا عالم ہوگا جو خود رحمتوں کا خالق ہے؟ اُس کی رحمت تو بندے کے تصور سے بھی کہیں زیادہ وسیع ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت عاجزی سے فرمایا:

میرے بھائیو! اللہ تعالیٰ کی رحمت کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ وہ بندے کی کمزوریوں کو جانتے ہوئے بھی اُسے مواقع عطا فرماتا ہے۔ انسان بار بار غلطی کرتا ہے، مگر اللہ تعالیٰ بار بار توبہ کا دروازہ کھولتا ہے۔ انسان بھول جاتا ہے، مگر اللہ تعالیٰ بھولتا نہیں۔ انسان کمزور ہے، مگر اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اُسے سنبھالتا ہے۔

حافظ صاحب کی آنکھیں نم ہو گئیں اور فرمایا:

رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اللہ تعالیٰ کی رحمت کا ایسا تعارف دیا کہ مومن کے دل میں کبھی مایوسی نہیں رہ سکتی۔ آپ ﷺ نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بے حد رحم فرمانے والا ہے۔ آپ ﷺ خود پوری زندگی رحمت کا نمونہ بن کر تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے دشمنوں کو معاف کیا، کمزوروں پر شفقت فرمائی، یتیموں، مسکینوں اور محتاجوں سے محبت فرمائی، کیونکہ آپ ﷺ رحمتِ الٰہی کے سب سے بڑے مظہر تھے۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے بعد فرمایا:

اے میرے دوستو! اللہ تعالیٰ کی رحمت کو پانے کے لیے اپنے دل کو صاف کرو، تکبر چھوڑو، گناہوں سے توبہ کرو، مخلوق پر رحم کرو، کیونکہ جو بندوں پر رحم کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اُس پر رحم فرماتا ہے۔ اپنی زبان کو نرم رکھو، اپنے معاملات میں آسانی پیدا کرو، دوسروں کی غلطیوں کو معاف کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے رحم کرنے والے بندوں کو پسند

فرماتا ہے۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

کبھی اپنی زندگی کی مشکلات کو دیکھ کر یہ نہ سمجھنا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں چھوڑ دیا ہے۔ کبھی کبھی رحمت آزمائش کے پردے میں آتی ہے۔ بیماری میں بھی رحمت ہوتی ہے، نقصان میں بھی حکمت ہوتی ہے، تاخیر میں بھی بھلائی ہوتی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے ظاہر ہی کو نہیں بلکہ اُس کے انجام کو بھی جانتا ہے۔ وہ جو فیصلہ فرماتا ہے، اُس میں اپنے بندے کے لیے خیر رکھتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت ادب سے فرمایا:

اے میرے عزیزو! اللہ تعالیٰ کی رحمت کا سب سے بڑا دروازہ یہ ہے کہ بندہ اپنے رب سے تعلق مضبوط کرے۔ نماز کو اپنی زندگی کا حصہ بنائے، قرآن سے محبت کرے، ذکر کو اپنا ساتھی بنائے، دعا کو اپنا سہارا بنائے اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کو اپنی زندگی کا راستہ بنائے۔ پھر وہ محسوس کرے گا کہ اُس کا رب ہر قدم پر اُس کے ساتھ ہے۔

حافظ صاحب نے گفتگو سمیٹتے ہوئے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی رحمت ایک ایسا سمندر ہے جس کا کوئی کنارہ نہیں۔ بندہ جتنا اُس میں داخل ہوتا ہے، اتنا ہی اُس کی وسعت کو محسوس کرتا ہے۔ اس لیے کبھی اپنے رب کی رحمت سے مایوس نہ ہونا، کیونکہ تمہاری کمزوریوں سے بڑی اُس کی رحمت ہے، تمہاری خطاؤں سے بڑا اُس کا کرم ہے، اور تمہاری مشکلات سے بڑی اُس کی مدد ہے۔ اپنے دل کو اُس رحمت والے رب کے ساتھ جوڑ لو، پھر زندگی کے ہر راستے میں سکون اور امید کا نور محسوس کرو گے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی بے پایاں رحمت کی سچی معرفت عطا فرمائے، ہمارے دلوں کو اپنی محبت اور امید سے بھر دے، ہمیں اپنی رحمت کا مستحق بنا دے، ہمارے گناہوں کو معاف فرمائے، ہماری توبہ قبول فرمائے، ہمیں مخلوق پر رحم کرنے والا

بنائے، اپنے محبوب رسول اللہ ﷺ کی کامل محبت اور اتباع نصیب فرمائے، اور دنیا وآخرت میں اپنی رحمت، مغفرت، قرب اور رضا سے سرفراز فرمائے۔ آمین۔

اللہ تعالیٰ کی شانِ قدرت

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

ہر حمد اُس اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس کی قدرت بے مثال، جس کی طاقت بے حد، جس کا اختیار بے انتہا، جس کا حکم نافذ، جس کا فیصلہ حکمت بھرا اور جس کی بادشاہی ہمیشہ قائم رہنے والی ہے۔ وہی ذرّے کو وجود عطا فرماتا ہے، وہی کائنات کے نظام کو قائم رکھتا ہے، وہی ناممکن کو ممکن بنا دیتا ہے، وہی مردہ زمین کو زندہ فرماتا ہے، وہی دلوں کو بدل دیتا ہے، وہی حالات کو پلٹ دیتا ہے اور وہی ہر چیز پر کامل قدرت رکھنے والا ہے۔ اُس کی قدرت کے سامنے کوئی طاقت نہیں ٹھہر سکتی، اُس کے حکم کے سامنے کوئی رکاوٹ حائل نہیں ہو سکتی، اُس کے فیصلے کو کوئی بدل نہیں سکتا۔ ہر عظمت اُس کی قدرت کی گواہی دیتی ہے، ہر مخلوق اُس کے اختیار کا اعلان کرتی ہے، اور ہر تعریف ہمیشہ ہمیشہ صرف اُسی قادرِ مطلق ربِ کریم کے لیے ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت خشوع کے ساتھ اپنی نگاہیں جھکا لیں، پھر آسمان کی وسعتوں کی طرف دیکھا، جیسے قدرتِ الٰہی کے انمول مظاہر کو اپنے دل میں محسوس کر رہے ہوں، پھر حاضرین کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا:

اے میرے عزیزو! اللہ تعالیٰ کی شانِ قدرت وہ عظیم حقیقت ہے جس پر پوری کائنات قائم ہے۔ انسان اپنی محدود طاقت پر فخر کرتا ہے، مگر ذرا غور کرے کہ اُس کی طاقت کہاں سے آئی؟ اُس کے جسم میں قوت کس نے رکھی؟ اُس کے ہاتھوں میں

حرکت کس نے دی؟ اُس کی عقل کو سمجھنے کی صلاحیت کس نے عطا کی؟ حقیقت یہ ہے کہ ہر طاقت کے پیچھے اللہ تعالیٰ کی قدرت کارفرما ہے۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

میرے بھائیو! اللہ تعالیٰ کی قدرت کو سمجھنے کے لیے اپنے وجود سے آغاز کرو۔ ایک چھوٹا سا انسان جو کبھی ماں کے رحم میں ایک معمولی قطرہ تھا، اللہ تعالیٰ نے اُسے مکمل انسان بنا دیا۔ اُسے آنکھیں دیں جن سے وہ دیکھتا ہے، کان دیے جن سے وہ سنتا ہے، زبان دی جس سے وہ بولتا ہے، دل دیا جس سے وہ محسوس کرتا ہے، عقل دی جس سے وہ سوچتا ہے۔ کیا یہ قدرتِ الٰہی کا عظیم نشان نہیں؟

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

اے میرے دوستو! اللہ تعالیٰ کی قدرت صرف بڑی بڑی چیزوں میں نہیں، بلکہ چھوٹی چھوٹی مخلوقات میں بھی ظاہر ہوتی ہے۔ ایک ننھے سے بیج کے اندر ایک مکمل درخت کا نظام رکھ دینا، ایک معمولی سے قطرے سے انسان کا وجود بنانا، ایک پرندے کو ہوا میں اڑنے کا طریقہ سکھانا، ایک چیونٹی کو رزق تلاش کرنے کی صلاحیت دینا، یہ سب اُس قادرِ مطلق کی نشانیاں ہیں جس کے لیے کوئی کام مشکل نہیں۔

حافظ صاحب نے نہایت فکر انگیز انداز میں فرمایا:

قرآنِ کریم ہمیں بار بار اللہ تعالیٰ کی قدرت کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ آسمان و زمین کی تخلیق، رات اور دن کا بدلنا، ہواؤں کا چلنا، بادلوں کا آنا، بارش کا برسنا، مردہ زمین کا زندہ ہونا، یہ سب اُس رب کی قدرت کے مظاہر ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ پوری کائنات کو چلا رہا ہے، کیا وہ اپنے ایک بندے کے حالات نہیں بدل سکتا؟ جو رب مردہ زمین کو زندہ کر دیتا ہے، کیا وہ ٹوٹے ہوئے دلوں کو امید نہیں دے سکتا؟

حافظ صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا:

ایک آسان سی مثال سمجھ لو۔ ایک ماہر کاریگر ایک چھوٹی سی چیز بناتا ہے تو اُس کی

مہارت ظاہر ہوتی ہے، لیکن جب کوئی شخص ایک عظیم محل تعمیر کرتا ہے تو لوگ اُس کی قدرت اور صلاحیت کو زیادہ محسوس کرتے ہیں۔ اب ذرا اس کائنات کے محل کو دیکھو، جس میں کروڑوں کہکشائیں، بے شمار مخلوقات اور حیرت انگیز نظام موجود ہیں۔ اس عظیم تخلیق کا خالق کتنی عظیم قدرت والا ہوگا، اُس کا اندازہ انسانی عقل مکمل طور پر نہیں لگا سکتی۔

حافظ صاحب نے نہایت عاجزی سے فرمایا:

میرے بھائیو! اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ایک عظیم مظہر حالات کا بدلنا بھی ہے۔ کبھی کمزور کو طاقت عطا ہو جاتی ہے، کبھی غم کو خوشی میں بدل دیا جاتا ہے، کبھی بند راستے کھل جاتے ہیں، کبھی ناممکن نظر آنے والے کام آسان ہو جاتے ہیں۔ اس لیے مومن کبھی مایوس نہیں ہوتا، کیونکہ اُس کا یقین اُس ذات پر ہوتا ہے جس کے لیے کوئی چیز مشکل نہیں۔

حافظ صاحب کی آنکھیں نم ہو گئیں اور فرمایا:

رسول اللہ ﷺ کی زندگی بھی قدرتِ الٰہی کی روشن نشانیوں سے بھری ہوئی ہے۔ غارِ ثور کی تنہائی ہو یا بدر کا میدان، مکہ کی مخالفت ہو یا مدینہ کی مشکلات، ہر مقام پر اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا اظہار فرمایا اور اپنے محبوب ﷺ کی مدد فرمائی۔ اس سے ہمیں سبق ملتا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اُس کے لیے اپنی قدرت کے دروازے کھول دیتا ہے۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے بعد فرمایا:

اے میرے عزیزو! انسان کی سب سے بڑی غلطی یہ ہے کہ وہ اپنی طاقت کو اصل طاقت سمجھ لیتا ہے۔ وہ بھول جاتا ہے کہ صحت اللہ کی عطا ہے، مال اللہ کی عطا ہے، عقل اللہ کی عطا ہے، کامیابی اللہ کی عطا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ اپنی مدد ہٹا لے تو انسان اپنی کسی چیز پر قادر نہیں رہتا۔ اسی لیے بندے کی شان یہ ہے کہ وہ اپنی کمزوری کو

پہچانے اور اپنے قادرِ مطلق رب کے سامنے جھک جائے۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

جب تم پر کوئی مشکل آئے تو اللہ تعالیٰ کی قدرت کو یاد کرو۔ جب کوئی راستہ بند ہو تو اُس رب کو یاد کرو جو بند دروازوں کو کھولنے پر قادر ہے۔ جب دل پریشان ہو تو اُس رب کو یاد کرو جو دلوں کو سکون دینے پر قادر ہے۔ جب گناہوں کا بوجھ محسوس ہو تو اُس رب کو یاد کرو جو معاف فرمانے پر قادر ہے۔ اُس کی قدرت کے سامنے کوئی کمی، کوئی رکاوٹ اور کوئی ناممکن باقی نہیں رہتا۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

اے میرے دوستو! قدرتِ الٰہی پر یقین پیدا ہو جائے تو خوف کم ہو جاتا ہے، کیونکہ بندہ جان لیتا ہے کہ میرا رب ہر چیز پر قادر ہے۔ پھر وہ لوگوں سے نہیں ڈرتا، حالات سے نہیں گھبراتا، مستقبل سے پریشان نہیں ہوتا، کیونکہ اُس کا سہارا اُس ذات کے ساتھ ہوتا ہے جس کے قبضے میں پوری کائنات ہے۔

حافظ صاحب نے گفتگو سمیٹتے ہوئے فرمایا:

اپنی آنکھوں کو کائنات میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں دیکھنے کا عادی بناؤ، اپنے دل کو اُس کی قدرت پر یقین سے آباد کرو، اپنی زبان کو اُس کی حمد سے تر رکھو، اور اپنی زندگی کو اُس کی اطاعت میں گزارو۔ یاد رکھو! جس رب نے تمہیں پیدا کیا، وہ تمہاری ہر مشکل کو آسان کرنے پر قادر ہے، جس رب نے تمہیں زندگی دی، وہ تمہیں کامیابی دینے پر بھی قادر ہے، اور جس رب نے تمہیں اپنی پہچان عطا کی، وہ تمہیں اپنا قرب بھی عطا فرما سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی شانِ قدرت کی صحیح معرفت عطا فرمائے، ہمارے دلوں میں اپنی قدرت پر کامل یقین پیدا فرمائے، ہمیں ہر حال میں اپنے اوپر بھروسہ کرنے والا بنائے، ہماری مشکلات آسان فرمائے، ہمارے دلوں کو ایمان کے نور سے روشن

فرمائے، ہمیں اپنے محبوب رسول اللہ ﷺ کی کامل اتباع نصیب فرمائے، اور دنیا و آخرت میں اپنی رحمت، قدرت، قرب اور رضا سے سرفراز فرمائے۔ آمین۔

اللہ تعالیٰ کی شانِ حکمت

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

ہر حمد اُس اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو حکمتوں کا سرچشمہ، علم کا سمندر، فیصلوں میں کامل، تدبیروں میں بے مثال، اپنی تقدیر میں حکیم، اپنی تخلیق میں حکمت والا اور اپنے ہر حکم میں مصلحت رکھنے والا ہے۔ وہی ذات ہے جو ہر چیز کو ایک مقصد کے ساتھ پیدا فرماتی ہے، ہر واقعے کے پیچھے ایک راز رکھتی ہے، ہر آزمائش کے اندر ایک بھلائی چھپا دیتی ہے، ہر تاخیر میں ایک حکمت رکھتی ہے اور ہر فیصلے میں اپنے بندوں کے لیے خیر کا راستہ پیدا فرماتی ہے۔ اُس کی حکمت انسانی عقلوں سے بلند ہے، اُس کے فیصلے زمانوں سے برتر ہیں، اُس کے علم کا کوئی احاطہ نہیں کر سکتا۔ ہر کمال اُس کے لیے ہے، ہر دانائی اُس کی عطا ہے، ہر حکمت اُسی کی طرف سے ہے اور ہر تعریف ہمیشہ ہمیشہ صرف اُسی حکیم و کریم رب کے لیے ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت سکون کے ساتھ حاضرین کی طرف دیکھا، پھر اپنی نگاہیں جھکا لیں، جیسے دل میں اللہ تعالیٰ کی حکمتوں کے ان گنت راز محسوس کر رہے ہوں، پھر محبت بھرے انداز میں فرمایا:

اے میرے عزیزو! اللہ تعالیٰ کی شانِ حکمت کو سمجھنا ایمان کی بہت بڑی نعمت ہے۔ انسان اکثر ظاہری حالات کو دیکھ کر فیصلے کر لیتا ہے، مگر اللہ تعالیٰ ظاہر اور باطن، ماضی اور مستقبل، چھپی ہوئی مصلحتوں اور آنے والے نتائج کو جانتا ہے۔ بندے کا علم

محدود ہے، مگر اللہ تعالیٰ کا علم بے حد ہے۔ اسی لیے مومن اپنے رب کے فیصلوں پر اعتماد کرتا ہے، چاہے وہ فیصلہ اُس کی سمجھ سے باہر ہی کیوں نہ ہو۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

میرے بھائیو! اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کی کوئی چیز بے مقصد پیدا نہیں فرمائی۔ سورج کا طلوع ہونا، چاند کا گردش کرنا، موسموں کا بدلنا، بارش کا برسنا، زمین کا اناج پیدا کرنا، انسان کے جسم کا حیرت انگیز نظام، سب کے اندر حکمتیں پوشیدہ ہیں۔ ایک چھوٹا سا پتا بھی اللہ تعالیٰ کے علم کے بغیر نہیں گرتا، ایک قطرۂ باراں بھی اُس کی حکمت کے بغیر زمین پر نہیں اترتا۔ کائنات کا ہر ذرہ اپنے خالق کی حکمت کی گواہی دے رہا ہے۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

اے میرے دوستو! کبھی غور کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو صرف طاقتور نہیں بنایا بلکہ اُسے عقل، شعور، احساس اور اختیار بھی عطا فرمایا؟ اگر انسان صرف طاقت رکھتا مگر عقل نہ ہوتی تو وہ اپنی طاقت کا صحیح استعمال نہ کر پاتا۔ اگر عقل ہوتی مگر دل نہ ہوتا تو وہ محبت، رحم اور احساس سے محروم رہتا۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق میں جو توازن رکھا، یہ اُس کی عظیم حکمت کی نشانی ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت فکر انگیز انداز میں فرمایا:

اللہ تعالیٰ کی حکمت کا ایک بڑا مظہر یہ ہے کہ وہ ہر چیز اپنے مقررہ وقت پر عطا فرماتا ہے۔ انسان جلدی چاہتا ہے، مگر اللہ تعالیٰ بہتر وقت جانتا ہے۔ بچہ فوراً جوانی نہیں پا سکتا، پھل فوراً درخت پر تیار نہیں ہو سکتا، فصل بیج ڈالنے کے فوراً بعد تیار نہیں ہوتی۔ ہر چیز کے لیے ایک وقت مقرر ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے فیصلوں میں بھی ایک وقت، ایک مصلحت اور ایک حکمت ہوتی ہے۔

حافظ صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا:

ایک آسان سی مثال سمجھ لو۔ ایک ماں اپنے بچے کو ہر چیز فوراً نہیں دیتی۔ کبھی وہ اُس کے ہاتھ سے کوئی خطرناک چیز لے لیتی ہے، کبھی اُسے کسی چیز سے روک دیتی ہے، حالانکہ بچہ سمجھتا ہے کہ شاید میری خواہش پوری نہیں کی جارہی۔ مگر ماں جانتی ہے کہ اس میں بچے کی بھلائی ہے۔ جب ایک کمزور انسان کی محبت میں حکمت ہوسکتی ہے تو اللہ تعالیٰ کی کامل حکمت کا کیا عالم ہوگا، جو اپنے بندوں سے ستر ماؤں سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت عاجزی سے فرمایا:

میرے بھائیو! بعض اوقات بندہ کسی تکلیف کو صرف مصیبت سمجھتا ہے، لیکن وہ نہیں جانتا کہ وہی تکلیف اُس کے لیے رحمت کا سبب بن سکتی ہے۔ بیماری انسان کو اللہ تعالیٰ کے قریب کر دیتی ہے، نقصان انسان کو حقیقت کا شعور دے دیتا ہے، آزمائش انسان کے اندر صبر پیدا کر دیتی ہے، اور مشکلات انسان کو اپنے رب کی طرف لوٹا دیتی ہیں۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی حکمت کے پہلو ہیں جنہیں بندہ وقت گزرنے کے بعد سمجھتا ہے۔

حافظ صاحب کی آنکھیں نم ہوگئیں اور فرمایا:

رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں بھی ہمیں اللہ تعالیٰ کی حکمت کے عظیم مظاہر نظر آتے ہیں۔ ہجرت کا واقعہ بظاہر ایک مشکل سفر تھا، مگر اسی میں اسلام کے پھیلاؤ کی عظیم حکمت پوشیدہ تھی۔ مکہ کی تکلیفیں بظاہر سخت تھیں، مگر انہی کے ذریعے ایمان والوں کے درجات بلند ہوئے۔ بدر کا میدان بظاہر کمزوری کی حالت تھی، مگر اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے عظیم فتح عطا فرمائی۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے بعد فرمایا:

اے میرے عزیزو! جب زندگی میں کوئی ایسا معاملہ پیش آئے جسے تم سمجھ نہ سکو تو فوراً شکایت نہ کرو۔ اپنے دل کو یہ سمجھاؤ کہ میرا رب حکیم ہے، اُس کا کوئی فیصلہ بے

مقصد نہیں۔ ممکن ہے جس چیز کو میں نقصان سمجھ رہا ہوں، اُس میں میرے لیے بھلائی ہو۔ ممکن ہے جس دروازے کے بند ہونے پر میں غمگین ہوں، اللہ تعالیٰ اُس سے بہتر دروازہ کھولنے والا ہو۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

حکمتِ الٰہی پر یقین رکھنے والا انسان حسد سے بچ جاتا ہے، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کو الگ الگ حکمت کے مطابق عطا فرمایا ہے۔ وہ دوسروں کی نعمتوں کو دیکھ کر پریشان نہیں ہوتا بلکہ کہتا ہے کہ میرا رب حکیم ہے، اُس نے جو مجھے دیا ہے وہ بھی میرے حق میں بہتر ہے۔ یہی یقین دل کو سکون دیتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

اے میرے دوستو! اللہ تعالیٰ کی حکمت کو پہچاننے کے لیے عاجزی ضروری ہے۔ تکبر والا انسان ہر چیز کو اپنی عقل کے پیمانے سے ناپتا ہے، مگر عاجز بندہ اپنے رب کے فیصلوں کے سامنے جھک جاتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ میری نظر محدود ہے، مگر میرے رب کا علم ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے۔

حافظ صاحب نے گفتگو سمیٹتے ہوئے فرمایا:

اپنی زندگی میں یہ یقین مضبوط کر لو کہ اللہ تعالیٰ کا ہر فیصلہ حکمت سے بھرپور ہے۔ اُس کی عطا میں حکمت ہے، اُس کی روک میں حکمت ہے، اُس کی آزمائش میں حکمت ہے، اُس کی تاخیر میں حکمت ہے، اُس کی تقدیر میں حکمت ہے۔ جب یہ یقین دل میں پیدا ہو جائے گا تو شکایتیں کم ہو جائیں گی اور شکر بڑھ جائے گا، بے چینی کم ہو جائے گی اور اطمینان بڑھ جائے گا، کیونکہ بندہ اپنے حکیم رب کے فیصلوں پر راضی ہو جائے گا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی شانِ حکمت کی صحیح معرفت عطا فرمائے، ہمارے دلوں میں اپنے فیصلوں پر کامل یقین اور رضا پیدا فرمائے، ہمیں صبر، شکر، عاجزی اور حسنِ ظن کی دولت عطا فرمائے، ہمیں ہر معاملے میں اپنی حکمت کو سمجھنے کی توفیق دے، اپنے محبوب

رسول اللہ ﷺ کی سنت پر چلنے والا بنائے، اور دنیا و آخرت میں اپنی رحمت، حکمت، قرب اور رضا سے نوازے۔ آمین۔

اللہ تعالیٰ کی شانِ علم

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

ہر حمد اُس اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس کا علم ہر چیز کو محیط ہے، جس کے علم کی کوئی ابتدا نہیں، جس کے علم کی کوئی انتہا نہیں، جو ظاہر و باطن کو جاننے والا، دلوں کے بھیدوں سے واقف، ماضی و حال و مستقبل کا مکمل علم رکھنے والا ہے۔ وہی ذات ہے جو اندھیری رات میں چلنے والی چیونٹی کو جانتی ہے، زمین کے اندر چھپے ہوئے بیج کو جانتی ہے، دل میں آنے والے خیال کو جانتی ہے، زبان سے نکلنے والے لفظ کو جانتی ہے اور اُن باتوں کو بھی جانتی ہے جو ابھی وجود میں نہیں آئیں۔ اُس کا علم کسی ذریعے کا محتاج نہیں، اُس کی معرفت کسی تجربے کی محتاج نہیں، اُس کی دانائی کسی سیکھنے کی محتاج نہیں۔ ہر علم اُسی کی عطا ہے، ہر فہم اُسی کا فضل ہے، ہر حکمت اُسی کے علم کا مظہر ہے، اور ہر تعریف ہمیشہ ہمیشہ صرف اُسی علیم و خبیر ربِ کریم کے لیے ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت خشوع کے ساتھ سر جھکا لیا، چند لمحے خاموش رہے، پھر حاضرین کی طرف محبت بھری نگاہ سے دیکھا اور فرمایا:

اے میرے عزیزو! اللہ تعالیٰ کی شانِ علم ایسی عظیم حقیقت ہے جس کے سامنے پوری کائنات کا علم بھی ایک قطرے کی حیثیت رکھتا ہے۔ انسان جتنا علم حاصل کرتا ہے، اُسے اپنی کم علمی کا احساس اتنا ہی زیادہ ہوتا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کا علم ایسا ہے جس میں نہ کوئی کمی ہے، نہ اضافہ، نہ بھول، نہ غلطی اور نہ کسی چیز کا پوشیدہ رہ جانا۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

میرے بھائیو! انسان کا علم محدود ہے۔ وہ کل کیا ہوگا، یہ نہیں جانتا۔ وہ اپنے دل کی تمام کیفیتوں کو بھی مکمل طور پر نہیں جانتا۔ وہ اپنے جسم کے اندر چلنے والے بے شمار نظاموں سے بھی پوری طرح واقف نہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جو ہر ظاہر اور ہر پوشیدہ چیز کو جانتی ہے۔ وہ تمہاری زبان کے الفاظ سے پہلے تمہارے دل کے ارادے کو جانتا ہے، وہ تمہاری آنکھوں کے آنسو گرنے سے پہلے تمہارے غم کو جانتا ہے، وہ تمہاری دعا مانگنے سے پہلے تمہاری حاجت کو جانتا ہے۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

اے میرے دوستو! اللہ تعالیٰ کا علم صرف بڑی بڑی چیزوں کو نہیں جانتا بلکہ کائنات کے ہر چھوٹے سے چھوٹے ذرے کو جانتا ہے۔ ایک پتے کا گرنا، ایک قطرے کا زمین پر اترنا، ایک پرندے کا اپنے گھونسلے سے نکلنا، ایک دل میں پیدا ہونے والا خیال، سب اُس کے علم میں ہے۔ قرآنِ کریم ہمیں بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے زمین و آسمان کی کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔

حافظ صاحب نے فکر انگیز انداز میں فرمایا:

ذرا اپنے وجود پر غور کرو۔ تمہارا جسم ایک عجیب نظام ہے۔ دل مسلسل دھڑک رہا ہے، خون گردش کر رہا ہے، سانس کا عمل جاری ہے، آنکھیں دیکھ رہی ہیں، کان سن رہے ہیں، دماغ سوچ رہا ہے۔ انسان اپنی ہی ذات کے بے شمار رازوں سے ناواقف ہے، مگر جس نے یہ سب بنایا، وہ ہر چیز کے علم کو مکمل طور پر جانتا ہے۔ یہی اللہ تعالیٰ کی شانِ علم ہے۔

حافظ صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا:

ایک آسان سی مثال سمجھ لو۔ ایک مصنف اپنی لکھی ہوئی کتاب کے ہر لفظ کو جانتا ہے، کیونکہ اُس نے خود اُسے لکھا ہے۔ ایک کاریگر اپنی بنائی ہوئی چیز کے ہر حصے سے

واقف ہوتا ہے، کیونکہ اُس نے اُسے بنایا ہے۔ تو پھر اُس رب کے علم کا کیا عالم ہوگا جس نے پوری کائنات کو پیدا فرمایا؟ جو خالق ہے، اُس سے اپنی مخلوق کی کوئی چیز کیسے پوشیدہ رہ سکتی ہے؟

حافظ صاحب نے نہایت عاجزی سے فرمایا:

میرے بھائیو! اللہ تعالیٰ کے علم کی ایک عظیم نشانی یہ ہے کہ وہ ہمارے ماضی کو بھی جانتا ہے، حال کو بھی جانتا ہے اور مستقبل کو بھی جانتا ہے۔ ہم صرف موجودہ لمحے کو دیکھتے ہیں، مگر اللہ تعالیٰ انجام کو جانتا ہے۔ ہم کسی معاملے کے ایک پہلو کو دیکھتے ہیں، مگر اللہ تعالیٰ اُس کے تمام پہلوؤں سے واقف ہے۔ اسی لیے مومن اپنے رب کے فیصلوں پر اعتماد کرتا ہے، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ میرا رب مجھ سے زیادہ میرے حق میں بہتر جانتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

اے میرے عزیزو! کبھی کبھی بندہ تنہائی میں یہ سوچتا ہے کہ میری بات کون سمجھے گا، میرے دل کا درد کون جانے گا، میری خاموشی کو کون محسوس کرے گا؟ یاد رکھو! تمہارا رب تمہاری خاموشی کو بھی سنتا ہے، تمہارے دل کے رازوں کو بھی جانتا ہے، تمہاری چھپی ہوئی پریشانیوں سے بھی واقف ہے۔ تمہیں لوگوں کے سامنے اپنے دل کی ہر بات بیان کرنے کی ضرورت نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ دلوں کے حال جاننے والا ہے۔

حافظ صاحب نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی اور فرمایا:

رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں بھی اللہ تعالیٰ کے علم کی عظمت کا کامل اظہار نظر آتا ہے۔ وحی کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو وہ علوم عطا فرمائے جو کسی انسان کے بس میں نہ تھے۔ آپ ﷺ نے ہمیشہ اپنے رب کے علم پر اعتماد کیا، اُس کی ہدایت کے مطابق زندگی گزاری اور امت کو یہ تعلیم دی کہ حقیقی علم وہ ہے جو انسان کو اللہ تعالیٰ کے قریب کر دے۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے بعد فرمایا:

اے میرے دوستو! علم کا مقصد صرف معلومات جمع کرنا نہیں، بلکہ علم کا مقصد اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنا ہے۔ اگر علم انسان میں عاجزی پیدا نہ کرے، دل میں خشیت پیدا نہ کرے، اخلاق بہتر نہ کرے، تو وہ علم انسان کے لیے فائدہ مند نہیں۔ حقیقی علم وہ ہے جو بندے کو اپنے رب کے سامنے جھکا دے۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

اللہ تعالیٰ کے علم پر یقین رکھنے والا انسان گناہوں سے بچتا ہے، کیونکہ اُسے معلوم ہوتا ہے کہ میرا رب مجھے دیکھ رہا ہے۔ وہ تنہائی میں بھی محتاط رہتا ہے، کیونکہ اُسے یقین ہوتا ہے کہ کوئی انسان نہ دیکھے، مگر اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے۔ یہی احساسِ علمِ الٰہی انسان کے دل میں تقویٰ پیدا کرتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت درد بھرے لہجے میں فرمایا:

اے میرے بھائیو! اپنی کم علمی کو پہچانو، اپنے رب کے علم کے سامنے جھک جاؤ، اور اُس سے علمِ نافع مانگو۔ ایسا علم جو تمہیں تکبر سے بچائے، ایسا علم جو تمہیں عبادت میں بڑھائے، ایسا علم جو تمہارے دل کو پاک کرے، ایسا علم جو تمہیں اللہ تعالیٰ کی محبت اور معرفت تک پہنچا دے۔

حافظ صاحب نے گفتگو سمیٹتے ہوئے فرمایا:

اللہ تعالیٰ کی شانِ علم کا تقاضا یہ ہے کہ بندہ ہر حال میں اپنے رب پر اعتماد رکھے۔ جب خوشی ملے تو سمجھے کہ یہ اُس کے علم و حکمت کا فیصلہ ہے، جب آزمائش آئے تو سمجھے کہ اس میں بھی کوئی مصلحت ہے، جب راستہ مشکل ہو تو یقین رکھے کہ میرا رب میرے حال سے واقف ہے۔ جس رب کا علم ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے، اُس رب کے فیصلے میں کبھی بھلائی سے خالی نہیں ہو سکتے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی شانِ علم کی صحیح معرفت عطا فرمائے، ہمیں علمِ نافع عطا

فرمائے، ہمارے دلوں میں اپنی عظمت، خشیت اور محبت پیدا فرمائے، ہمیں اپنے علم کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے، ہمارے ظاہر و باطن کی اصلاح فرمائے، ہمیں اپنے محبوب رسول اللہ ﷺ کی کامل اتباع نصیب فرمائے، اور دنیا و آخرت میں اپنے فضل، رحمت، علم، قرب اور رضا سے سرفراز فرمائے۔ آمین۔

اللہ تعالیٰ کی شانِ عدل

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

ہر حمد اُس اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو سب سے بڑا عادل، سب سے زیادہ انصاف فرمانے والا، ہر فیصلے میں حکمت رکھنے والا، ہر حق کو جاننے والا، ہر ظلم سے پاک اور ہر کمی و زیادتی سے منزہ ہے۔ وہی ذات ہے جس کے فیصلے حق پر قائم ہیں، جس کی میزان کبھی ٹیڑھی نہیں ہوتی، جس کے سامنے بادشاہ و فقیر برابر ہیں، جس کے علم میں ذرہ برابر بھی کمی نہیں، اور جس کے عدل میں کسی قسم کا شک نہیں۔ وہ کسی پر ظلم نہیں فرماتا، بلکہ بندوں کے اعمال کا پورا پورا حساب فرماتا ہے، نیکی کا بدلہ بڑھا کر دیتا ہے اور خطاؤں پر اپنی رحمت کے دروازے کھول دیتا ہے۔ اُس کا عدل کامل ہے، اُس کا فیصلہ برحق ہے، اُس کی حکمت بے مثال ہے، اور ہر تعریف ہمیشہ ہمیشہ صرف اُسی عادل و حکیم ربِ کریم کے لیے ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت وقار کے ساتھ حاضرین کی طرف دیکھا، چند لمحے خاموش رہے، پھر محبت بھرے انداز میں فرمایا: اے میرے عزیزو! اللہ تعالیٰ کی شانِ عدل کو سمجھنا ایمان کے اہم ترین مقامات میں سے ایک ہے۔ انسان کبھی کبھی اپنے محدود علم کی وجہ سے کسی معاملے کو سمجھ نہیں پاتا اور فوراً فیصلہ کر لیتا ہے کہ شاید

میرے ساتھ انصاف نہیں ہوا، لیکن اللہ تعالیٰ کی ذات ہر نقص سے پاک ہے۔ اُس کا ہر فیصلہ علم، حکمت اور کامل انصاف پر مبنی ہوتا ہے۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

میرے بھائیو! دنیا میں انسانوں کا انصاف محدود ہے۔ کبھی جج کے سامنے مکمل حقیقت نہیں ہوتی، کبھی گواہ غلطی کر جاتے ہیں، کبھی معلومات ادھوری ہوتی ہیں، کبھی جذبات فیصلوں پر اثر انداز ہو جاتے ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ کا عدل ایسا ہے جس میں نہ کوئی بھول ہے، نہ کوئی غلطی، نہ کوئی پوشیدہ بات۔ وہ دلوں کے ارادے جانتا ہے، نیتوں کو جانتا ہے، حالات کو جانتا ہے اور ہر عمل کی حقیقت سے واقف ہے۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

اے میرے دوستو! اللہ تعالیٰ کا عدل یہ ہے کہ وہ کسی انسان کے ساتھ ناانصافی نہیں فرماتا۔ قرآنِ کریم ہمیں بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں پر ذرہ برابر ظلم نہیں کرتا۔ غور کرو! انسان کبھی اپنے فائدے کے لیے دوسرے کا حق مار لیتا ہے، کبھی کمزور پر زیادتی کر دیتا ہے، کبھی طاقت کے نشے میں انصاف بھول جاتا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہر شخص کو اُس کا پورا حق ملے گا۔

حافظ صاحب نے فکر انگیز انداز میں فرمایا:

اللہ تعالیٰ کا عدل صرف آخرت میں نہیں بلکہ دنیا میں بھی ظاہر ہوتا ہے۔ کائنات کا پورا نظام عدل کے ساتھ قائم ہے۔ سورج ایک مقررہ نظام کے مطابق چل رہا ہے، موسم ایک توازن کے ساتھ بدلتے ہیں، زمین اپنے مدار میں قائم ہے، مخلوقات کے درمیان ایک خاص توازن موجود ہے۔ اگر اس نظام میں ذرا سی بھی بے اعتدالی ہو جائے تو پوری کائنات متاثر ہو جائے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے عدل اور حکمت کی نشانی ہے۔

حافظ صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا:

ایک آسان سی مثال سمجھ لو۔ ایک ترازو اُس وقت درست سمجھا جاتا ہے جب

اُس کے دونوں پلڑے برابر ہوں۔ اگر ترازو میں جھکاؤ ہوتو وہ انصاف نہیں کرسکتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی میزان ایسی کامل ہے کہ اُس میں ذرہ برابر بھی کمی یا زیادتی نہیں ہوتی۔ انسانوں کے فیصلوں میں غلطی ہوسکتی ہے، مگر اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہمیشہ حق اور عدل پر قائم ہوتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت عاجزی سے فرمایا:

میرے بھائیو! کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک نیک انسان آزمائش میں مبتلا ہوتا ہے اور ایک ظالم شخص بظاہر کامیاب نظر آتا ہے۔ انسان سوچتا ہے کہ یہ کیسا انصاف ہے؟ لیکن یاد رکھو! دنیا مکمل حساب کی جگہ نہیں، بلکہ امتحان کی جگہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آخرت کو اس لیے رکھا ہے کہ ہر حق دار کو اُس کا پورا حق دیا جائے، ہر مظلوم کی دادرسی ہو، ہر ظالم کا حساب ہو اور ہر نیکی کا کامل بدلہ عطا کیا جائے۔

حافظ صاحب کی آنکھیں نم ہوگئیں اور فرمایا:

رسول اللہ ﷺ نے ہمیں عدل کی عظمت سکھائی۔ آپ ﷺ نے اپنے اور دوسروں کے درمیان بھی انصاف قائم فرمایا۔ دشمنوں کے ساتھ بھی عدل کا حکم دیا، کمزوروں کے حقوق کی حفاظت فرمائی، یتیموں اور مسکینوں کا خیال رکھا۔ کیونکہ اسلام کا پیغام یہی ہے کہ انسان اپنے معاملات میں انصاف کرے تاکہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہو۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے بعد فرمایا:

اے میرے عزیزو! اللہ تعالیٰ کے عدل پر ایمان رکھنے والا انسان خود بھی عادل بن جاتا ہے۔ وہ اپنے گھر میں انصاف کرتا ہے، اپنے معاملات میں سچائی اختیار کرتا ہے، دوسروں کے حقوق کا خیال رکھتا ہے، کیونکہ اُسے یقین ہوتا ہے کہ ایک دن اُسے اپنے ہر عمل کا جواب دینا ہوگا۔ جو بندہ اللہ تعالیٰ کے عدل کو یاد رکھتا ہے، وہ ظلم سے بچ جاتا ہے۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

اگر تمہیں کسی نے نقصان پہنچایا ہے تو اپنے دل کو انتقام کی آگ میں نہ جلاؤ، بلکہ اللہ تعالیٰ کے عدل پر بھروسہ رکھو۔ اگر تمہارا حق دنیا میں ضائع ہو گیا تو یاد رکھو، اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی حق ضائع نہیں ہوتا۔ وہ اُس آنسو کو بھی جانتا ہے جو لوگوں سے چھپا کر بہایا گیا، وہ اُس درد کو بھی جانتا ہے جو دل میں چھپا لیا گیا، وہ ہر مظلوم کی فریاد کو سنتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

اے میرے دوستو! اللہ تعالیٰ کا عدل ہمیں خوف بھی دیتا ہے اور امید بھی۔ خوف اس بات کا کہ ہم کسی پر ظلم نہ کریں، کسی کا حق نہ ماریں، کسی کو تکلیف نہ دیں۔ اور امید اس بات کی کہ اگر ہم پر ظلم ہوا ہے تو ہمارا رب ہمارے ساتھ انصاف فرمائے گا۔ یہی ایمان والے دل کی کیفیت ہے کہ وہ اپنے رب کے عدل پر مطمئن رہتا ہے۔

حافظ صاحب نے دل نشین انداز میں فرمایا:

اپنے دل میں یہ یقین پیدا کر لو کہ اللہ تعالیٰ کا ہر فیصلہ بہترین ہے۔ کبھی اُس کی حکمت ہماری سمجھ سے باہر ہوتی ہے، مگر اُس کے علم میں ہر چیز واضح ہوتی ہے۔ بندہ اگر اپنے رب کے عدل پر یقین رکھے تو اُس کے دل میں حسد، شکایت اور بے سکونی کم ہو جاتی ہے اور رضا، صبر اور اطمینان پیدا ہو جاتا ہے۔

حافظ صاحب نے گفتگو سمیٹتے ہوئے فرمایا:

اللہ تعالیٰ کی شانِ عدل ہمیں یہ سبق دیتی ہے کہ ہم بھی اپنی زندگی میں انصاف کو اختیار کریں۔ اپنے الفاظ میں انصاف، اپنے فیصلوں میں انصاف، اپنے معاملات میں انصاف اور اپنے تعلقات میں انصاف پیدا کریں۔ یاد رکھو! جس رب کا عدل کامل ہے، اُس کے بندوں کو بھی عدل کا راستہ اختیار کرنا چاہیے۔ یہی ایمان کی خوبصورتی ہے، یہی اخلاق کی بلندی ہے اور یہی اللہ تعالیٰ کی رضا کا راستہ ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی شانِ عدل کی صحیح معرفت عطا فرمائے، ہمیں ظلم سے بچائے، عدل وانصاف قائم کرنے والا بنائے، ہمارے دلوں میں تقویٰ اور خوفِ آخرت پیدا فرمائے، ہمیں دوسروں کے حقوق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے، ہمارے اعمال کو اپنی رضا کے مطابق بنا دے، ہمیں اپنے محبوب رسول اللہ ﷺ کی کامل اتباع نصیب فرمائے، اور دنیا و آخرت میں اپنے فضل، رحمت، عدل، قرب اور رضا سے سرفراز فرمائے۔ آمین۔

اللہ تعالیٰ کی شان بخشش ومغفرت

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

ہر حمد اُس اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو غفور ہے، غفار ہے، ستار ہے، عفو فرمانے والا ہے، خطاؤں کو معاف کرنے والا ہے، گناہوں کو ڈھانپنے والا ہے، بندوں کی لغزشوں پر پردہ ڈالنے والا ہے، اور توبہ کرنے والوں کو اپنی رحمت کے سائے میں جگہ دینے والا ہے۔ وہی ذات ہے جو گناہگار بندے کو دھتکارتی نہیں بلکہ اپنی طرف بلاتی ہے، جو خطا کار کو مایوس نہیں کرتی بلکہ واپسی کا راستہ دکھاتی ہے، جو کمزور بندے کو اپنے کرم سے سنبھالتی ہے اور اپنی مغفرت سے اُس کے دامن کو پاک فرماتی ہے۔ اُس کی بخشش بے شمار ہے، اُس کی رحمت بے کنار ہے، اُس کا کرم بے مثال ہے، اور ہر تعریف ہمیشہ ہمیشہ صرف اُسی غفور ورحیم ربِ کریم کے لیے ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز کیفیت میں حاضرین کی طرف دیکھا، چند لمحے خاموش رہے، پھر محبت بھرے انداز میں فرمایا:

اے میرے عزیزو! اللہ تعالیٰ کی شانِ بخشش ومغفرت اُن بندوں کے لیے سب

سے بڑی امید ہے جو اپنی کمزوریوں کو پہچانتے ہیں اور اپنے رب کی طرف لوٹنا چاہتے ہیں۔ انسان خطا کا پتلا ہے، اُس سے غلطیاں ہوتی ہیں، اُس کے قدم پھسلتے ہیں، اُس کی خواہشات اُسے کمزور کر دیتی ہیں، لیکن خوش نصیب وہ ہے جو اپنی خطا پر نادم ہو کر اپنے رب کے دروازے پر حاضر ہو جائے۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

میرے بھائیو! اگر اللہ تعالیٰ صرف ہمارے اعمال کا حساب لے اور اپنی رحمت کو شامل نہ فرمائے تو ہم میں سے کوئی بھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔ ہماری نمازیں، ہماری عبادتیں، ہماری نیکیاں سب اُس کے فضل کی محتاج ہیں۔ ہم اُس کی نعمتوں کا شکر بھی مکمل طور پر ادا نہیں کر سکتے، اُس کی عبادت کا حق بھی پورا نہیں کر سکتے، لیکن اُس کی شان یہ ہے کہ وہ بندے کی تھوڑی سی کوشش کو بھی اپنے فضل سے قبول فرما لیتا ہے۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

اے میرے دوستو! اللہ تعالیٰ کی مغفرت کا دروازہ ہر اُس شخص کے لیے کھلا ہے جو سچے دل سے واپس آنا چاہتا ہے۔ انسان گناہ کر کے سوچتا ہے کہ اب میرے لیے معافی نہیں، لیکن یہ شیطان کا دھوکا ہے۔ شیطان چاہتا ہے کہ انسان گناہ کے بعد مایوس ہو جائے، جبکہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ بندہ توبہ کر کے اُس کے قریب آ جائے۔

حافظ صاحب نے نہایت فکر انگیز انداز میں فرمایا:

قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اپنی رحمت سے مایوس ہونے سے روکتا ہے۔ یہ اعلان اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مغفرت بندے کے گناہوں سے کہیں زیادہ وسیع ہے۔ گناہ خواہ کتنے ہی زیادہ ہوں، اگر بندہ سچے دل سے توبہ کرے، ندامت اختیار کرے اور اپنے رب کی طرف رجوع کرے تو اللہ تعالیٰ اپنی شانِ کریمی کے مطابق معاف فرمانے والا ہے۔

حافظ صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا:

ایک آسان سی مثال سمجھ لو۔ ایک بچہ کھیلتے ہوئے گر جاتا ہے، اُس کے کپڑے مٹی سے بھر جاتے ہیں، وہ روتا ہوا اپنی ماں کے پاس آتا ہے۔ ماں اُسے دھتکارتی نہیں بلکہ اُسے صاف کرتی ہے، گلے لگاتی ہے اور اُس کی تکلیف دور کرتی ہے۔ یہ تو ایک مخلوق کی محبت ہے، پھر اُس رب کی مغفرت کا کیا عالم ہوگا جو تمام محبتوں کا خالق ہے اور جس کی رحمت ہر چیز پر غالب ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت عاجزی سے فرمایا:

میرے بھائیو! اللہ تعالیٰ صرف گناہ معاف نہیں فرماتا بلکہ توبہ کرنے والے بندے کو اپنے قرب سے بھی نوازتا ہے۔ انسان گناہ کے بعد اپنے آپ کو دور سمجھنے لگتا ہے، مگر اللہ تعالیٰ اُس کی واپسی کو پسند فرماتا ہے۔ بندہ ایک قدم اُس کی طرف بڑھاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اُس کے لیے کئی راستے آسان فرما دیتا ہے۔

حافظ صاحب کی آنکھیں نم ہو گئیں اور فرمایا:

رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اللہ تعالیٰ کی مغفرت کا یقین عطا فرمایا۔ آپ ﷺ نے اپنی امت کو توبہ، استغفار اور رجوع الی اللہ کی تعلیم دی۔ آپ ﷺ خود کثرت سے استغفار فرماتے تھے تاکہ امت کو معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکنا، اپنی کمی کو ماننا اور مغفرت طلب کرنا بندگی کی علامت ہے۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے بعد فرمایا:

اے میرے عزیزو! اپنی زندگی میں استغفار کو اپنا ساتھی بنا لو۔ جب خوشی ملے تو اللہ کا شکر ادا کرو، جب لغزش ہو جائے تو استغفار کرو، جب دل پر بوجھ محسوس ہو تو اپنے رب کے سامنے جھک جاؤ۔ انسانوں کے سامنے اپنی کمزوریاں چھپائی جا سکتی ہیں، مگر اللہ تعالیٰ سے کچھ چھپا نہیں۔ وہ چھپے ہوئے گناہوں کو بھی جانتا ہے اور چھپ کر کی گئی توبہ کو بھی قبول فرماتا ہے۔

حافظ صاحب نے درد بھرے انداز میں فرمایا:

بعض لوگ اپنے ماضی کے گناہوں کو یاد کر کے خود کو سزا دیتے رہتے ہیں، مگر مومن کا راستہ یہ ہے کہ وہ ماضی سے سبق لے، حال کو سنوارے اور مستقبل کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق بنائے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے تمہیں توبہ کی توفیق دے دی تو یہ خود اُس کی رحمت کی علامت ہے۔ کیونکہ جس دل کو وہ اپنی طرف بلانا چاہتا ہے، اُس میں ندامت اور رجوع کی کیفیت پیدا کر دیتا ہے۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

اے میرے دوستو! جس طرح اللہ تعالیٰ بخشنے والا ہے، اسی طرح تم بھی مخلوق کے ساتھ درگزر کا معاملہ اختیار کرو۔ دوسروں کی غلطیوں کو معاف کرنا سیکھو، کیونکہ جو بندہ اللہ تعالیٰ کی مغفرت چاہتا ہے، اُسے اپنے اندر بھی معافی اور رحم کی صفات پیدا کرنی چاہئیں۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

یاد رکھو! اللہ تعالیٰ کے دروازے پر آنے والا کبھی خالی نہیں لوٹتا۔ کوئی آنکھ توبہ کے آنسو لے کر آئے، کوئی دل ندامت لے کر آئے، کوئی زبان استغفار لے کر آئے، اللہ تعالیٰ اپنی شانِ کریمی کے مطابق اُسے قبول فرماتا ہے۔ اُس کی رحمت بندے کی امید سے بھی زیادہ وسیع ہے۔

حافظ صاحب نے گفتگو سمیٹتے ہوئے فرمایا:

اے میرے عزیزو! اپنی امیدیں اللہ تعالیٰ کی مغفرت سے وابستہ رکھو۔ اپنے گناہوں کو بڑا نہ سمجھو، بلکہ اپنے رب کی رحمت کو بڑا سمجھو۔ اپنی خطاؤں کو یاد کر کے عاجزی اختیار کرو، مگر اپنے رب کے کرم سے مایوس نہ ہو۔ وہی رب ہے جو گناہگاروں کو بخش کر پاک کر دیتا ہے، ٹوٹے دلوں کو جوڑ دیتا ہے، اور اپنے فضل سے بندوں کو اپنی رضا کے مقام تک پہنچا دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی شانِ بخشش و مغفرت کی صحیح معرفت عطا فرمائے، ہمارے

گناہوں کو معاف فرمائے، ہماری توبہ کو قبول فرمائے، ہمارے دلوں کو ندامت، اخلاص اور تقویٰ سے بھر دے، ہمیں کثرتِ استغفار کی توفیق عطا فرمائے، دوسروں کو معاف کرنے والا بنائے، ہمیں اپنے محبوب رسول اللہ ﷺ کی کامل اتباع نصیب فرمائے، اور دنیا و آخرت میں اپنی مغفرت، رحمت، قرب اور رضا سے سرفراز فرمائے۔ آمین۔

اللہ تعالیٰ کی شان ستّاریت

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

ہر حمد اُس اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو عیبوں پر پردہ ڈالنے والا، خطاؤں کو چھپانے والا، کمزوریوں کو ڈھانپنے والا، بندوں کی عزتوں کی حفاظت فرمانے والا اور اپنی رحمت سے گناہگاروں کو رسوائی سے بچانے والا ہے۔ وہی ذات ہے جو بندے کے ظاہر کو بھی جانتی ہے اور باطن کے رازوں کو بھی، مگر اپنی شانِ کریمی سے بہت سی لغزشوں کو دنیا کے سامنے ظاہر نہیں فرماتی۔ وہ پردہ رکھنے والا ہے، ستر فرمانے والا ہے، عفو فرمانے والا ہے، جو بندے کو موقع دیتا ہے کہ وہ اپنی اصلاح کر لے اور اُس کی طرف پلٹ آئے۔ اُس کی ستاریت رحمت کا عظیم مظہر ہے، اُس کا پردہ ڈالنا بندے پر عظیم احسان ہے، اُس کا کرم بے شمار ہے، اور ہر تعریف ہمیشہ ہمیشہ صرف اُسی ستار العیوب ربِ کریم کے لیے ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھری نگاہ سے حاضرین کو دیکھا، پھر کچھ دیر خاموش رہے، جیسے اللہ تعالیٰ کی ستاری کے بے شمار مظاہر کو دل میں محسوس کر رہے ہوں، پھر نہایت نرم لہجے میں فرمایا:

اے میرے عزیزو! اللہ تعالیٰ کی شانِ ستاریت اُن عظیم نعمتوں میں سے ہے جن کا انسان اکثر احساس نہیں کرتا۔ اگر اللہ تعالیٰ ہمارے عیبوں، ہماری لغزشوں اور ہماری کمزوریوں کو دنیا کے سامنے ظاہر فرما دے تو کوئی انسان ایک دوسرے کے سامنے کھڑا نہ ہو سکے۔ لیکن یہ اُس رب کا کرم ہے کہ وہ بندوں کے عیبوں پر پردہ ڈالتا ہے اور انہیں اصلاح کا موقع عطا فرماتا ہے۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

میرے بھائیو! انسان دوسروں کے عیب جلدی دیکھ لیتا ہے، مگر اپنے عیب بھول جاتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے پوشیدہ اعمال کو ظاہر کر دے تو انسان کو اپنی حقیقت کا اندازہ ہو جائے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی شان دیکھو کہ وہ گناہ دیکھتا بھی ہے، جانتا بھی ہے، قدرت بھی رکھتا ہے، مگر فوراً رسوا نہیں فرماتا۔ وہ مہلت دیتا ہے، توبہ کا موقع دیتا ہے، اصلاح کا دروازہ کھولتا ہے۔ یہی اُس کی ستاریت کا عظیم جلوہ ہے۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

اے میرے دوستو! دنیا میں اگر کسی کے بارے میں کوئی چھوٹی سی غلطی معلوم ہو جائے تو لوگ اُسے پھیلانے لگتے ہیں، مذاق بناتے ہیں، باتیں کرتے ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ بندے کے بڑے بڑے گناہوں پر بھی پردہ ڈال دیتا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ بندہ لوگوں کے سامنے رسوا نہ ہو بلکہ اپنے رب کے سامنے جھک کر اپنی اصلاح کر لے۔

حافظ صاحب نے نہایت فکر انگیز انداز میں فرمایا:

ذرا اپنی زندگی پر غور کرو۔ کتنی ایسی غلطیاں ہیں جو صرف اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ کتنے ایسے لمحات ہیں جن میں بندہ کمزور پڑ گیا، کتنی ایسی باتیں ہیں جن پر اُسے ندامت ہے، کتنے ایسے خیالات ہیں جنہیں وہ کسی کے سامنے بیان نہیں کر سکتا، مگر اللہ تعالیٰ نے اُن سب پر پردہ ڈال رکھا ہے۔ یہ اُس کی شانِ ستاریت نہیں تو اور کیا ہے؟

حافظ صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا:

ایک آسان سی مثال سمجھ لو۔ اگر کسی گھر کی دیوار میں کوئی معمولی دراڑ آ جائے تو ایک سمجھدار مالک فوراً اُس کی مرمت کر دیتا ہے، اُسے لوگوں کے سامنے خراب حالت میں پیش نہیں کرتا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ بندے کی زندگی کی کمزوریوں کو جانتا ہے اور چاہتا ہے کہ بندہ توبہ، ذکر، عبادت اور نیکی کے ذریعے اپنی اصلاح کر لے۔ وہ عیب کو ظاہر کرنے کے بجائے اصلاح کا راستہ دکھاتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت عاجزی سے فرمایا:

میرے بھائیو! اللہ تعالیٰ کی ستاریت کا ایک بڑا تقاضا یہ بھی ہے کہ ہم بھی دوسروں کے عیبوں پر پردہ ڈالیں۔ جو بندہ خود اللہ تعالیٰ سے پردہ پوشی چاہتا ہے، اُسے بھی مخلوق کی پردہ پوشی کرنی چاہیے۔ دوسروں کی کمزوریوں کو تلاش نہ کرو، لوگوں کی عزتوں سے نہ کھیلو، کسی کی لغزش کو اپنی گفتگو کا موضوع نہ بناؤ، کیونکہ اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کو پسند فرماتا ہے جو اپنے بھائیوں کی عزت کی حفاظت کرتے ہیں۔

حافظ صاحب کی آنکھیں نم ہو گئیں اور فرمایا:

رسول اللہ ﷺ نے ہمیں دوسروں کے عیب چھپانے کی تعلیم دی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرتا ہے، اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اُس کی پردہ پوشی فرماتا ہے۔ اے میرے عزیزو! سوچو، یہ کتنی بڑی نعمت ہے کہ بندہ لوگوں کے عیب چھپائے اور اللہ تعالیٰ اُس کے عیبوں پر پردہ ڈال دے۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے بعد فرمایا:

اے میرے دوستو! شیطان انسان کو دو طرح سے نقصان پہنچاتا ہے۔ پہلے اُسے گناہ پر آمادہ کرتا ہے، پھر جب انسان گناہ کر بیٹھتا ہے تو اُسے مایوس کرتا ہے کہ اب تمہاری کوئی قدر نہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی ستاریت بندے کو امید دیتی ہے کہ ابھی واپسی کا راستہ کھلا ہے، ابھی توبہ کا دروازہ موجود ہے، ابھی اللہ تعالیٰ کی رحمت حاصل کی جا سکتی ہے۔

حافظ صاحب نے درد بھرے انداز میں فرمایا:

کبھی اپنی پردہ پوشی کو اللہ تعالیٰ کی بے نیازی نہ سمجھنا۔ یہ اُس کا کرم ہے کہ وہ تمہیں وقت دے رہا ہے۔ یہ اُس کی محبت ہے کہ وہ تمہیں سنبھلنے کا موقع دے رہا ہے۔ اگر وہ چاہے تو ایک لمحے میں حقیقت ظاہر کر دے، مگر اُس کی شانِ رحمت یہ ہے کہ وہ بندے کو اپنی طرف پلٹنے کا موقع عطا فرماتا ہے۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

اے میرے عزیزو! اللہ تعالیٰ کی ستاریت کا شکر یہ ہے کہ بندہ اپنی اصلاح کرے۔ جس رب نے تمہارے عیب چھپائے، تم اُس کے حکموں کی خلاف ورزی سے بچو۔ جس رب نے تمہیں عزت دی، تم اُس کی نافرمانی میں عزت تلاش نہ کرو۔ جس رب نے تمہیں پردہ عطا کیا، تم اُس کے سامنے عاجزی اختیار کرو۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

اپنے دل میں یہ احساس پیدا کرو کہ اللہ تعالیٰ مجھے جانتا ہے، میری کمزوریاں بھی جانتا ہے، لیکن اپنی رحمت سے مجھ پر پردہ ڈال رہا ہے۔ یہ احساس انسان کو تکبر سے بچاتا ہے، دوسروں پر تنقید سے روکتا ہے، اور اُسے اپنے رب کے سامنے عاجز بنا دیتا ہے۔

حافظ صاحب نے گفتگو سمیٹتے ہوئے فرمایا:

اے میرے دوستو! اللہ تعالیٰ کی شانِ ستاریت ہمیں محبت، عاجزی اور اصلاح کا سبق دیتی ہے۔ اپنے رب کے پردے کی قدر کرو، اپنے گناہوں پر نادم رہو، دوسروں کی پردہ پوشی کرو اور ہمیشہ اُس ذات کی طرف رجوع کرو جو عیبوں کو چھپانے والی اور بندوں پر بے حد مہربان ہے۔ دنیا کے پردے ایک دن اٹھ سکتے ہیں، مگر اللہ تعالیٰ کی رحمت کا پردہ وہ نعمت ہے جس کی قدر ہر مومن کو کرنی چاہیے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی شانِ ستاریت کی صحیح معرفت عطا فرمائے، ہمارے عیبوں پر

ہمیشہ پردہ فرمائے، ہمارے ظاہر و باطن کی اصلاح فرمائے، ہمیں دوسروں کی عزتوں کی حفاظت کرنے والا بنائے، ہمیں سچی توبہ، اخلاص اور تقویٰ کی دولت عطا فرمائے، ہمیں اپنے محبوب رسول اللہ ﷺ کی کامل اتباع نصیب فرمائے۔ آمین۔

اللہ تعالیٰ کی شان بے پایاں عطا

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

ہر حمد اُس اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو عطاؤں کا مالک، نعمتوں کا خزانہ، فضل و کرم کا سرچشمہ، بے حساب دینے والا اور اپنے بندوں پر بے انتہا مہربان ہے۔ وہی ذات ہے جو مانگنے سے پہلے عطا فرماتی ہے، سوال سے پہلے ضرورت جانتی ہے، کوشش سے بڑھ کر فضل فرماتی ہے، اور اپنے بندوں کو اُن کی سوچ سے کہیں زیادہ نواز دیتی ہے۔ اُس کے خزانے کبھی ختم نہیں ہوتے، اُس کی رحمتیں کبھی کم نہیں ہوتیں، اُس کا فضل کبھی محدود نہیں ہوتا، اور اُس کی عطائیں کسی حساب کی محتاج نہیں۔ ہر نعمت اُسی کی طرف سے ہے، ہر آسانی اُسی کا کرم ہے، ہر بھلائی اُسی کا فضل ہے، اور ہر تعریف ہمیشہ ہمیشہ صرف اُسی وہّاب و کریم ربِ عظیم کے لیے ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھری نگاہ سے حاضرین کو دیکھا، پھر چند لمحے خاموش رہے، جیسے اللہ تعالیٰ کی بے شمار عطاؤں کو دل میں شمار کر رہے ہوں، پھر نہایت شفقت بھرے لہجے میں فرمایا:

اے میرے عزیزو! انسان اگر اپنی زندگی پر غور کرے تو اُسے معلوم ہوگا کہ وہ ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کی عطاؤں میں گھرا ہوا ہے۔ ہم جو کچھ رکھتے ہیں، وہ ہمارا اپنا کمال نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ ہماری زندگی، ہمارا ایمان، ہماری صحت، ہمارا رزق، ہماری

صلاحیتیں، ہمارے رشتے، ہماری خوشیاں، سب اُس رب کی عطا ہیں جس کے خزانے کبھی ختم نہیں ہوتے۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

میرے بھائیو! اللہ تعالیٰ کی عطا کا انداز انسانی عطا سے بالکل مختلف ہے۔ انسان جب کسی کو دیتا ہے تو اُس کے پاس کمی آ سکتی ہے، اُس کی طاقت محدود ہوتی ہے، اُس کے وسائل کم ہو سکتے ہیں، مگر اللہ تعالیٰ جب عطا فرماتا ہے تو اُس کے خزانے میں کوئی کمی نہیں آتی۔ وہ ایک کو دیتا ہے تو اُس کے خزانے کم نہیں ہوتے، وہ لاکھوں کروڑوں بندوں کو رزق دیتا ہے تو اُس کی بادشاہی میں کوئی فرق نہیں آتا۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

اے میرے دوستو! ذرا اپنی پیدائش کو یاد کرو۔ تم دنیا میں آئے تو تمہارے پاس کچھ نہیں تھا۔ نہ تمہارے پاس مال تھا، نہ طاقت، نہ علم، نہ کوئی اختیار، مگر اللہ تعالیٰ نے تمہیں سب کچھ عطا فرمایا۔ آنکھیں عطا فرمائیں تاکہ تم دیکھ سکو، کان عطا فرمائے تاکہ تم سن سکو، زبان عطا فرمائی تاکہ تم بول سکو، عقل عطا فرمائی تاکہ تم سمجھ سکو، دل عطا فرمایا تاکہ تم محبت اور معرفت حاصل کر سکو۔ یہ سب اُس کی بے پایاں عطاؤں کے نشان ہیں۔

حافظ صاحب نے فکر انگیز انداز میں فرمایا:

قرآنِ کریم ہمیں بتاتا ہے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو شمار نہیں کر سکتے۔ اے میرے عزیزو! غور کرو، انسان چند نعمتوں کا بھی پورا شکر ادا نہیں کر سکتا، پھر اُس رب کی عطاؤں کا کیسے احاطہ کر سکتا ہے جس کی نعمتیں ظاہر بھی ہیں اور پوشیدہ بھی، جسمانی بھی ہیں اور روحانی بھی، دنیاوی بھی ہیں اور اخروی بھی۔

حافظ صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا:

ایک آسان سی مثال سمجھ لو۔ ایک دریا سے ہزاروں لوگ پانی لیتے ہیں، مگر دریا

اپنی جگہ قائم رہتا ہے۔ یہ تو ایک مخلوق کی مثال ہے، پھر اُس رب کی عطاؤں کا کیا عالم ہوگا جس کے خزانے سمندروں سے بھی وسیع ہیں؟ وہ ہر لمحہ عطا فرماتا ہے، مگر اُس کے فضل میں کوئی کمی نہیں آتی۔

حافظ صاحب نے نہایت عاجزی سے فرمایا:

میرے بھائیو! اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی عطا صرف مال و دولت نہیں بلکہ ہدایت اور ایمان ہے۔ کتنے لوگ دنیا کی نعمتیں رکھتے ہیں مگر دل کا سکون نہیں رکھتے، اور کتنے لوگ ظاہری وسائل کم رکھتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کی محبت سے مالا مال ہوتے ہیں۔ جس دل میں ایمان کی روشنی آ جائے، وہ اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی عطا پا لیتا ہے۔

حافظ صاحب کی آنکھیں نم ہو گئیں اور فرمایا:

رسول اللہ ﷺ کی زندگی ہمیں اللہ تعالیٰ کی عطاؤں کی قدر سکھاتی ہے۔ آپ ﷺ سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے شکر گزار بندے تھے۔ آپ ﷺ راتوں کو قیام فرماتے، عبادت کرتے، دعا کرتے اور اپنے رب کی حمد بیان فرماتے۔ جب پوچھا گیا کہ آپ اتنی عبادت کیوں کرتے ہیں حالانکہ آپ کے اگلے پچھلے گناہ معاف فرما دیے گئے، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں؟ یہ ہمیں سکھاتا ہے کہ عطاؤں کی پہچان شکر پیدا کرتی ہے۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے بعد فرمایا:

اے میرے دوستو! کبھی اپنی زندگی میں صرف اُن چیزوں کو نہ دیکھو جو تمہارے پاس نہیں ہیں، بلکہ اُن بے شمار چیزوں کو دیکھو جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں عطا فرمائی ہیں۔ جس کے پاس ایمان ہے، صحت ہے، سانس ہے، خاندان ہے، دعا کا دروازہ ہے، وہ حقیقت میں بہت بڑی نعمتوں کا مالک ہے۔ ناشکری انسان کو محروم کرتی ہے، جبکہ شکر نعمتوں میں اضافہ کرتا ہے۔

حافظ صاحب نے درد بھرے انداز میں فرمایا:

بعض اوقات انسان اللہ تعالیٰ کی عطاؤں کو معمولی سمجھ لیتا ہے۔ وہ صبح کا سورج، صاف ہوا، پانی کا ایک گھونٹ، صحت کا ایک لمحہ، اپنوں کی محبت اور ایمان کی دولت کی قدر نہیں کرتا۔ لیکن جب کوئی نعمت چھننے لگتی ہے تو اُسے اُس کی حقیقت معلوم ہوتی ہے۔ عقلمند وہ ہے جو نعمت موجود ہوتے ہوئے اُس کا شکر ادا کرے۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

اے میرے عزیزو! اللہ تعالیٰ کی بے پایاں عطاؤں کا راستہ شکر، عاجزی اور اطاعت سے کھلتا ہے۔ نعمت ملے تو تکبر نہ کرو، کیونکہ دینے والا اللہ ہے۔ کامیابی ملے تو خود کو بڑا نہ سمجھو، کیونکہ فضل کرنے والا اللہ ہے۔ علم ملے تو غرور نہ کرو، کیونکہ سمجھ عطا کرنے والا اللہ ہے۔ ہر نعمت کو اپنے رب کی طرف منسوب کرو، یہی بندگی کا حسن ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

یاد رکھو! اللہ تعالیٰ کی عطا صرف اُس چیز کا نام نہیں جو ہاتھ میں آ جائے، بلکہ کبھی کسی مصیبت سے بچ جانا بھی عطا ہے، کبھی کسی گناہ سے رک جانا بھی عطا ہے، کبھی دل میں نیکی کا خیال آ جانا بھی عطا ہے، کبھی آنکھ سے توبہ کا آنسو نکل آنا بھی عطا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر لمحہ اپنے بندوں پر فضل کے دروازے کھولتا رہتا ہے۔

حافظ صاحب نے گفتگو سمیٹتے ہوئے فرمایا:

اے میرے دوستو! اپنے دل کو اُس رب کے ساتھ جوڑ لو جس کی عطائیں بے شمار ہیں۔ اُس سے مانگو، اُس پر بھروسہ کرو، اُس کا شکر ادا کرو، کیونکہ اُس کے خزانے کبھی ختم نہیں ہوتے۔ دنیا کی عطائیں محدود ہیں، مگر اللہ تعالیٰ کا فضل بے حد ہے۔ جسے اللہ مل جائے، اُسے سب کچھ مل جاتا ہے، اور جس کا تعلق اللہ سے مضبوط ہو جائے، اُس کے لیے زندگی کا ہر لمحہ رحمت بن جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی بے پایاں عطاؤں کی پہچان عطا فرمائے، ہمیں شکر گزار بندہ بنائے، ہمارے دلوں میں اپنی محبت اور معرفت پیدا فرمائے، ہمیں اپنی نعمتوں کو صحیح استعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے، ہمیں ایمان، تقویٰ، اخلاص اور اطاعت کی دولت سے مالا مال فرمائے، ہمیں اپنے محبوب رسول اللہ ﷺ کی کامل اتباع نصیب فرمائے، اور دنیا و آخرت میں اپنے فضل، کرم، رحمت، قرب اور رضا سے سرفراز فرمائے۔ آمین۔

اللہ تعالیٰ کی شان کرم کے مظاہر

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

ہر حمد اُس اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو سراپا کرم ہے، جس کا فضل بے انتہا ہے، جس کی رحمت ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے، جو بندوں کی کمزوریوں کے باوجود انہیں اپنی نعمتوں سے نوازتا ہے، جو خطا کاروں کو بھی اپنی رحمت سے محروم نہیں کرتا، جو مانگنے والوں کو عطا فرماتا ہے، جو نہ مانگنے والوں پر بھی اپنے احسانات کے دروازے کھول دیتا ہے۔ وہی ذات ہے جس کا کرم بندے کے اعمال سے کہیں زیادہ وسیع ہے، جس کا فضل بندے کی امیدوں سے بھی بلند ہے، جس کی عطائیں اُس کی شانِ کریمی کا اظہار ہیں۔ اُس کے کرم کے خزانے کبھی ختم نہیں ہوتے، اُس کی رحمت کے دروازے کبھی بند نہیں ہوتے، اُس کا احسان ہمیشہ جاری رہتا ہے، اور ہر تعریف ہمیشہ ہمیشہ صرف اُسی کریم و رحیم ربِ عظیم کے لیے ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھری نگاہ سے حاضرین کو دیکھا، پھر اپنی آواز میں شفقت پیدا کرتے ہوئے فرمایا:

اے میرے عزیزو! اللہ تعالیٰ کی شانِ کرم اُن عظیم نعمتوں میں سے ہے جنہیں انسان جتنا پہچانتا ہے، اُتنا ہی اپنے رب کے سامنے جھکتا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا کرم یہ ہے کہ وہ بندے کو اُس کی کمزوریوں کے باوجود سنبھالتا ہے، اُس کی کمیوں کے باوجود نوازتا ہے، اُس کی لغزشوں کے باوجود توبہ کا راستہ کھولتا ہے اور اُس کی تھوڑی سی نیکی کو اپنے فضل سے قبول فرمالیتا ہے۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

میرے بھائیو! اگر اللہ تعالیٰ کا معاملہ صرف عدل کے مطابق ہو اور کرم شامل نہ ہو تو ہم میں سے کوئی بھی اپنے اعمال کی بنیاد پر کامیاب نہ ہو سکے۔ ہم جو سانس لے رہے ہیں، یہ بھی کرم ہے، ہم جو ایمان کی بات سن رہے ہیں، یہ بھی کرم ہے، ہمارے دل میں نیکی کی رغبت پیدا ہونا بھی کرم ہے، ہماری لغزشوں کے بعد توبہ کی توفیق مل جانا بھی کرم ہے۔ بندہ ہر لمحہ اپنے رب کے کرم کے سائے میں زندگی گزار رہا ہے۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

اے میرے دوستو! اللہ تعالیٰ کا کرم یہ نہیں کہ صرف انسان کو اُس کی خواہش کے مطابق عطا کر دے، بلکہ حقیقی کرم یہ ہے کہ وہ بندے کو وہ عطا فرمائے جس میں اُس کی حقیقی بھلائی ہو۔ کبھی اللہ تعالیٰ کسی چیز کو روک کر بھی کرم فرماتا ہے، کبھی کسی مشکل کے ذریعے بندے کو اپنے قریب کر کے کرم فرماتا ہے، کبھی کسی آزمائش کے ذریعے اُس کے درجات بلند کر کے کرم فرماتا ہے۔

حافظ صاحب نے فکر انگیز انداز میں فرمایا:

ذرا اپنی زندگی کے سفر پر غور کرو۔ کتنے مواقع ایسے آئے جب تمہیں لگا کہ راستہ بند ہو گیا، مگر اللہ تعالیٰ نے وہاں سے راستہ نکال دیا۔ کتنی پریشانیاں آئیں جن کے بارے میں تم نے سوچا کہ اب کوئی حل نہیں، مگر اللہ تعالیٰ نے آسانی پیدا فرما دی۔ کتنی دعائیں ایسی تھیں جن کا جواب تم اپنی مرضی کے مطابق چاہتے تھے، مگر اللہ تعالیٰ نے

اپنے علم وحکمت کے مطابق بہتر عطا فرمایا۔ یہی اُس کے کرم کے مظاہر ہیں۔

حافظ صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا:

ایک آسان سی مثال سمجھ لو۔ ایک شفیق باپ اپنے بچے کو ہر چیز نہیں دیتا جس کا بچہ مطالبہ کرے، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ بعض چیزیں بچے کے لیے نقصان دہ ہیں۔ وہ کبھی منع کر کے بھی محبت کرتا ہے، کبھی انتظار کرا کے بھی بھلائی کرتا ہے۔ جب ایک انسان کی محبت میں یہ حکمت ہو سکتی ہے تو اُس رب کے کرم کا کیا عالم ہوگا جو اپنے بندوں کے ہر حال سے واقف ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت عاجزی سے فرمایا:

میرے بھائیو! اللہ تعالیٰ کا کرم سب سے زیادہ اُس وقت ظاہر ہوتا ہے جب بندہ کمزور ہو جاتا ہے۔ جب انسان کے پاس کوئی سہارا نہیں رہتا، جب دنیا کے دروازے بند ہو جاتے ہیں، جب دل غم سے بھر جاتا ہے، تب اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے دروازے کھول دیتا ہے۔ وہ اپنے بندے کو اُس وقت بھی نہیں چھوڑتا جب سب چھوڑ دیتے ہیں۔

حافظ صاحب کی آنکھیں نم ہو گئیں اور فرمایا:

رسول اللہ ﷺ کی پوری زندگی اللہ تعالیٰ کے کرم کے مظاہر سے بھری ہوئی ہے۔ مکہ کی سختیاں، طائف کی تکلیفیں، دشمنوں کی مخالفتیں، ہر مقام پر اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو اپنی مدد، نصرت اور رحمت سے نوازا۔ اسی لیے آپ ﷺ نے ہمیشہ اپنی امت کو اللہ تعالیٰ کے کرم سے امید رکھنے کی تعلیم دی۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے بعد فرمایا:

اے میرے عزیزو! اللہ تعالیٰ کا کرم یہ بھی ہے کہ وہ بندے کو بار بار اپنی طرف بلاتا ہے۔ انسان غفلت میں مبتلا ہو جاتا ہے، مگر اللہ تعالیٰ ذکر کے مواقع عطا فرماتا ہے۔ انسان گناہ کر بیٹھتا ہے، مگر توبہ کا راستہ کھول دیتا ہے۔ انسان بھٹک جاتا ہے، مگر

ہدایت کے دروازے قائم رکھتا ہے۔ یہ اُس رب کا کرم نہیں تو اور کیا ہے؟

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

اے میرے دوستو! جو شخص اللہ تعالیٰ کے کرم کو پہچان لیتا ہے، اُس کے اندر شکر پیدا ہو جاتا ہے۔ وہ اپنی کامیابیوں کو اپنا کمال نہیں سمجھتا بلکہ اللہ تعالیٰ کا فضل سمجھتا ہے۔ وہ اپنی نعمتوں پر اتراتا نہیں بلکہ عاجزی اختیار کرتا ہے۔ وہ لوگوں کے ساتھ نرمی کرتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ میرا رب میرے ساتھ بھی کرم کا معاملہ فرما رہا ہے۔

حافظ صاحب نے درد بھرے انداز میں فرمایا:

انسان کی سب سے بڑی محرومی یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے کرم کو بھول کر صرف اپنی کمیوں کو دیکھتا رہتا ہے۔ وہ اپنی پریشانیوں کو شمار کرتا ہے مگر رحمتوں کو بھول جاتا ہے۔ وہ اپنی مشکلات کو یاد رکھتا ہے مگر اُن بے شمار مواقع کو بھول جاتا ہے جب اللہ تعالیٰ نے اُسے بچایا، سنبھالا اور نوازا۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

اے میرے بھائیو! اللہ تعالیٰ کے کرم کی قدر کرو۔ جب صحت ملے تو اُس کا شکر کرو، جب رزق ملے تو اُس کا شکر کرو، جب ایمان کی دولت ملے تو اُس کا شکر کرو، جب توبہ کا موقع ملے تو اُس کا شکر کرو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی عطا یہ ہے کہ وہ اپنے بندے کو اپنی طرف متوجہ کر دیتا ہے۔

حافظ صاحب نے دل نشین انداز میں فرمایا:

اللہ تعالیٰ کے کرم کے مظاہر کائنات کے ہر گوشے میں نظر آتے ہیں۔ ماں کے دل میں محبت رکھنا، زمین سے رزق اُگانا، بارش برسانا، مخلوق کی ضروریات پوری کرنا، دلوں میں سکون پیدا کرنا، یہ سب اُس کریم رب کے فضل کے آثار ہیں۔ ہر نعمت اُس کے کرم کی نشانی ہے اور ہر آسانی اُس کے فضل کا پیغام ہے۔

حافظ صاحب نے گفتگو سمیٹتے ہوئے فرمایا:

اے میرے عزیزو! اپنے دل کو اللہ تعالیٰ کے کرم سے وابستہ کرلو۔ لوگوں سے امیدیں کم اور اللہ تعالیٰ سے تعلق مضبوط کرو۔ اُس کے دروازے پر جھکو، اُس سے مانگو، اُس کا شکر ادا کرو، کیونکہ اُس کا کرم بندے کے گمان سے بھی وسیع ہے۔ جس پر اللہ تعالیٰ کا کرم ہو جائے، اُس کے لیے اندھیرے بھی روشنی بن جاتے ہیں، مشکلات بھی رحمت بن جاتی ہیں اور زندگی بھی عبادت کا راستہ بن جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی شانِ کرم کی صحیح معرفت عطا فرمائے، ہمیں اپنے فضل و احسان کو پہچاننے والا بنائے، ہمارے دلوں میں شکر، عاجزی اور محبت پیدا فرمائے، ہماری خطاؤں کو معاف فرمائے، ہم پر اپنی رحمت اور کرم کے دروازے کھول دے، ہمیں اپنے محبوب رسول اللہ ﷺ کی کامل اتباع نصیب فرمائے، اور دنیا و آخرت میں اپنے فضل، کرم، رحمت، قرب اور رضا سے سرفراز فرمائے۔ آمین۔

اللہ کا امر ہر چیز پر غالب

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

ہر حمد اُس اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس کا حکم ہر حکم پر غالب ہے، جس کا امر پوری کائنات میں نافذ ہے، جس کے فیصلے کو کوئی روک نہیں سکتا، جس کی مشیت کے بغیر کوئی پتّا حرکت نہیں کرتا، جس کے اذن کے بغیر کوئی واقعہ وجود میں نہیں آتا۔ وہی ذات ہے جو چاہے تو ناممکن کو ممکن بنا دے، چاہے تو حالات کا رخ بدل دے، چاہے تو کمزور کو طاقت عطا کر دے، چاہے تو بند راستوں کو کھول دے۔ اُس کا امر آسمانوں اور زمینوں پر حاکم ہے، اُس کی قدرت ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے، اُس کی بادشاہی ہمیشہ قائم رہنے والی ہے، اور ہر تعریف ہمیشہ ہمیشہ صرف اُسی مالکِ امر و حکم ربِ کریم کے لیے

ہے۔

حافظ صاحب نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی، جیسے اللہ تعالیٰ کے حکم کی عظمت کو کائنات کے نظام میں محسوس کر رہے ہوں، پھر حاضرین کی طرف محبت بھری نگاہ سے دیکھا اور فرمایا: اے میرے عزیزو! اللہ تعالیٰ کا امر وہ عظیم حقیقت ہے جس کے سامنے پوری کائنات عاجز ہے۔ انسان اپنے منصوبے بناتا ہے، اپنی تدبیریں کرتا ہے، اپنی طاقت پر بھروسہ کرتا ہے، مگر آخر کار وہی ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔ بندے کی تدبیر محدود ہے، مگر اللہ تعالیٰ کا حکم کامل اور غالب ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت سکون سے فرمایا:

میرے بھائیو! ذرا کائنات کے نظام پر غور کرو۔ سورج اپنے وقت پر طلوع ہوتا ہے، چاند اپنے مقررہ راستے پر چلتا ہے، ستارے اپنے نظام کے مطابق گردش کرتے ہیں، زمین اپنے مدار میں قائم ہے۔ یہ سب کس کے حکم سے ہے؟ یہ سب اُس رب کے امر سے ہے جس نے پوری کائنات کو ایک نظام کے ساتھ قائم فرمایا۔ اگر اُس کا حکم ایک لمحے کے لیے بھی نہ ہو تو یہ عظیم نظام باقی نہ رہ سکے۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

اے میرے دوستو! اللہ تعالیٰ کا امر صرف کائنات کے بڑے بڑے معاملات میں نہیں بلکہ ہماری زندگی کے ہر لمحے میں جاری ہے۔ ایک سانس کا آنا، ایک دل کا دھڑکنا، ایک قدم کا اٹھنا، ایک خیال کا پیدا ہونا، سب اُس کے حکم کے تحت ہے۔ انسان اپنے آپ کو خود مختار سمجھتا ہے، مگر حقیقت یہ ہے کہ وہ ہر لمحہ اپنے رب کے فضل اور حکم کا محتاج ہے۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

میرے عزیزو! قرآنِ کریم ہمیں یہ حقیقت سکھاتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کام کا فیصلہ فرماتا ہے تو اُس کے لیے صرف یہ ہوتا ہے کہ وہ حکم فرماتا ہے اور وہ کام ہو جاتا

ہے۔ اللہ تعالیٰ کے امر کے سامنے نہ کوئی رکاوٹ ہے، نہ کوئی طاقت، نہ کوئی مشکل۔ وہ جو چاہے کرسکتا ہے اور اُس کا ہر فیصلہ حکمت سے بھرپور ہوتا ہے۔

حافظ صاحب نے فکر انگیز انداز میں فرمایا:

انسان کی زندگی میں بھی اللہ تعالیٰ کے امر کے بے شمار مظاہر نظر آتے ہیں۔ کبھی ایک لمحہ پوری زندگی بدل دیتا ہے، کبھی ایک واقعہ انسان کو نئی راہ دکھا دیتا ہے، کبھی ایک دعا حالات کا رخ بدل دیتی ہے۔ انسان سوچ بھی نہیں سکتا کہ کس طرح اللہ تعالیٰ اپنے حکم سے اسباب کو بدل دیتا ہے اور بندے کے لیے آسانیاں پیدا فرما دیتا ہے۔

حافظ صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا:

ایک آسان سی مثال سمجھ لو۔ ایک کسان زمین میں بیج ڈالتا ہے، پانی دیتا ہے، محنت کرتا ہے، لیکن بیج کے اندر زندگی پیدا کرنا اُس کے اختیار میں نہیں۔ وہ کوشش کر سکتا ہے، مگر اگانے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کا امر شامل ہوتا ہے تو ایک چھوٹا سا بیج ایک بڑا درخت بن جاتا ہے۔ یہی اللہ تعالیٰ کے حکم کی طاقت ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت عاجزی سے فرمایا:

میرے بھائیو! اللہ تعالیٰ کے امر پر یقین رکھنے والا انسان غرور سے بچ جاتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ میری کامیابی میری طاقت سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم اور فضل سے ہے۔ وہ کوشش ضرور کرتا ہے، مگر نتیجہ اپنے رب کے سپرد کر دیتا ہے۔ یہی توکل ہے، یہی ایمان کی خوبصورتی ہے۔

حافظ صاحب کی آنکھیں نم ہوگئیں اور فرمایا:

رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں بھی اللہ تعالیٰ کے امر کی عظمت نمایاں نظر آتی ہے۔ مکہ کے حالات، ہجرت کا سفر، بدر کا میدان، ہر موقع پر بظاہر حالات مشکل تھے، مگر اللہ تعالیٰ کے امر نے کمزوری کو طاقت، خوف کو امن اور مشکل کو آسانی میں بدل دیا۔ جب اللہ تعالیٰ کی مدد آتی ہے تو دنیا کی کوئی طاقت اسے روک نہیں سکتی۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے بعد فرمایا:

اے میرے عزیزو! کبھی مشکلات دیکھ کر مایوس نہ ہونا۔ اگر اللہ تعالیٰ کا امر تمہارے ساتھ ہو تو کوئی رکاوٹ تمہیں روک نہیں سکتی۔ اگر اُس نے آسانی کا فیصلہ کر لیا تو کوئی مشکل باقی نہیں رہ سکتی۔ اگر اُس نے عزت عطا فرمائی تو کوئی ذلت نہیں دے سکتا، اور اگر اُس نے حفاظت فرمائی تو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

حافظ صاحب نے درد بھرے انداز میں فرمایا:

انسان کی کمزوری یہ ہے کہ وہ ظاہری اسباب کو سب کچھ سمجھ لیتا ہے۔ وہ بھول جاتا ہے کہ اسباب بھی اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع ہیں۔ دوا شفا نہیں دیتی جب تک اللہ تعالیٰ کا امر نہ ہو، محنت کامیابی نہیں دیتی جب تک اللہ تعالیٰ کا فضل نہ ہو، منصوبہ مکمل نہیں ہوتا جب تک اللہ تعالیٰ کی مشیت شامل نہ ہو۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

اے میرے دوستو! اپنی زندگی کو اللہ تعالیٰ کے امر کے مطابق بنا لو۔ اپنی خواہشات کو اُس کے حکم کے تابع کر دو، اپنے فیصلوں میں اُس کی رضا تلاش کرو، کیونکہ حقیقی کامیابی یہ نہیں کہ انسان اپنی مرضی حاصل کر لے، بلکہ حقیقی کامیابی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہو جائے۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

جب دل میں یہ یقین پیدا ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا امر غالب ہے تو خوف ختم ہونے لگتا ہے۔ بندہ لوگوں کے دروازوں پر بھٹکنے کے بجائے اپنے رب کے دروازے پر آ جاتا ہے۔ وہ جان لیتا ہے کہ جس ذات کے حکم سے پوری کائنات چل رہی ہے، وہ میری زندگی کو بھی سنوارنے پر قادر ہے۔

حافظ صاحب نے گفتگو سمیٹتے ہوئے فرمایا:

اے میرے عزیزو! اللہ تعالیٰ کے امر کی عظمت کو پہچانو، اُس کے فیصلوں پر

راضی رہو، اُس کے حکم کے سامنے جھک جاؤ، کیونکہ عزت بھی اُس کے امر سے ہے، رزق بھی اُس کے امر سے ہے، زندگی بھی اُس کے امر سے ہے اور کامیابی بھی اُس کے امر سے ہے۔ جس بندے کا تعلق اُس رب کے حکم سے جڑ جائے، اُس کی زندگی اللہ تعالیٰ کی مدد اور رحمت سے بھر جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے امر کی عظمت کی صحیح معرفت عطا فرمائے، ہمیں اپنی رضا کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق دے، ہمارے دلوں میں کامل توکل، یقین اور اطاعت پیدا فرمائے، ہمیں اپنی مشیت پر راضی رہنے والا بنائے، ہمارے معاملات میں آسانیاں پیدا فرمائے، ہمیں اپنے محبوب رسول اللہ ﷺ کی کامل اتباع نصیب فرمائے، اور دنیا و آخرت میں اپنے فضل، رحمت، حکم، قرب اور رضا سے سرفراز فرمائے۔ آمین۔

سب سے بڑی نعمت اللہ کی محبت

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

ہر حمد اُس اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو محبت کا سرچشمہ، دلوں کا مالک، روحوں کا پروردگار، اپنے بندوں پر بے حد مہربان اور اپنی قربت عطا فرمانے والا ہے۔ وہی ذات ہے جو بے جان دلوں میں ایمان کی روشنی پیدا کرتی ہے، غافل دلوں کو اپنے ذکر سے زندہ فرماتی ہے، ٹوٹے ہوئے دلوں کو اپنے قرب کا سکون عطا فرماتی ہے اور اپنے محبوب بندوں کو اپنی محبت کی دولت سے نوازتی ہے۔ اُس کی محبت دنیا کی ہر محبت سے بلند، ہر نعمت سے عظیم، ہر خزانے سے قیمتی اور ہر راحت سے بڑھ کر ہے۔ جس دل کو اللہ تعالیٰ کی محبت مل جائے، اُسے حقیقی زندگی مل جاتی ہے، اور جس دل سے اللہ کی محبت

نکل جائے، وہ ظاہری آسائشوں کے باوجود محروم رہتا ہے۔ ہر تعریف، ہر شکر اور ہر حمد ہمیشہ ہمیشہ صرف اُسی محبوبِ حقیقی ربِ کریم کے لیے ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھری نگاہ سے حاضرین کو دیکھا، پھر کچھ دیر خاموش رہے، جیسے دلوں کے اندر اللہ تعالیٰ کی محبت کا چراغ روشن کرنا چاہتے ہوں، پھر فرمایا:

اے میرے عزیزو! دنیا میں انسان بہت سی نعمتوں کو نعمت سمجھتا ہے، مال کو نعمت سمجھتا ہے، صحت کو نعمت سمجھتا ہے، عزت کو نعمت سمجھتا ہے، لیکن اگر ان سب کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی محبت نہ ہو تو دل خالی رہتا ہے۔ حقیقی نعمت وہ ہے جو انسان کو اپنے رب سے جوڑ دے، اور سب سے بڑی نعمت اللہ تعالیٰ کی محبت ہے۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

میرے بھائیو! جس دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہو جاتی ہے، اُس دل کا رخ بدل جاتا ہے۔ وہ دنیا کو دنیا سمجھتا ہے، مگر اپنا اصل تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ رکھتا ہے۔ وہ نعمتوں سے فائدہ اٹھاتا ہے مگر نعمت دینے والے کو نہیں بھولتا۔ وہ لوگوں سے محبت کرتا ہے مگر دل کا سب سے بلند مقام اپنے رب کے لیے رکھتا ہے۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

اے میرے دوستو! اللہ تعالیٰ کی محبت کوئی صرف زبان کا دعویٰ نہیں، بلکہ یہ دل کی ایک کیفیت ہے جو انسان کے اعمال سے ظاہر ہوتی ہے۔ جس دل میں اللہ کی محبت ہوتی ہے، اُس میں نماز کی لذت پیدا ہوتی ہے، قرآن سے تعلق مضبوط ہوتا ہے، ذکر میں سکون ملتا ہے، گناہوں سے نفرت پیدا ہوتی ہے اور نیکیوں کی طرف رغبت بڑھتی ہے۔

حافظ صاحب نے فکر انگیز انداز میں فرمایا:

انسان جس چیز سے محبت کرتا ہے، اُس کے ساتھ وقت گزارنا پسند کرتا ہے، اُس

کا ذکر پسند کرتا ہے، اُس کی رضا حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اگر کسی دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت ہو تو وہ دل اپنے رب کے ذکر سے کیسے دور رہ سکتا ہے؟ وہ قرآن کی آواز سے کیسے بے نیاز رہ سکتا ہے؟ وہ اُس ذات کی نافرمانی کیسے پسند کر سکتا ہے جس سے اُسے سب سے زیادہ محبت ہے؟

حافظ صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا:

ایک آسان سی مثال سمجھ لو۔ ایک ماں اپنے بچے سے محبت کرتی ہے تو بچے کی ہر چھوٹی ضرورت کا خیال رکھتی ہے، اُس کی خوشی میں خوش ہوتی ہے، اُس کے دکھ میں پریشان ہوتی ہے۔ یہ تو ایک مخلوق کی محبت ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کی محبت اُس سے کہیں بلند ہے۔ وہ اپنے بندے پر اُس وقت بھی رحمت فرماتا ہے جب بندہ کمزور ہوتا ہے، اُسے اُس وقت بھی راستہ دکھاتا ہے جب بندہ بھٹک جاتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت عاجزی سے فرمایا:

میرے بھائیو! اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل کرنے کا راستہ اطاعت، اخلاص اور ذکر سے گزرتا ہے۔ جو بندہ اللہ تعالیٰ کے احکام کو اپنی خواہشات پر ترجیح دیتا ہے، جو رسول اللہ ﷺ کی سنت کو اپنی زندگی کا راستہ بناتا ہے، جو دل کو حسد، تکبر اور نفرت سے پاک کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اُس کے دل کو اپنی محبت کے لیے تیار فرماتا ہے۔

حافظ صاحب کی آنکھیں نم ہو گئیں اور فرمایا:

رسول اللہ ﷺ کی زندگی اللہ تعالیٰ کی محبت کا سب سے روشن نمونہ ہے۔ آپ ﷺ ہر حال میں اپنے رب سے وابستہ رہے، خوشی میں بھی اُس کا شکر ادا کیا، آزمائش میں بھی اُس کی طرف رجوع فرمایا، راتوں کی تنہائی میں بھی اُسی کے سامنے کھڑے ہوئے۔ آپ ﷺ نے امت کو سکھایا کہ حقیقی کامیابی اللہ تعالیٰ کی رضا اور محبت حاصل کرنے میں ہے۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے بعد فرمایا:

اے میرے عزیزو! کبھی اپنے دل کا جائزہ لو کہ اُس میں سب سے زیادہ محبت کس کی ہے؟ کہیں دنیا کی محبت اللہ کی محبت پر غالب تو نہیں ہوگئی؟ کہیں مال، شہرت، مقام اور خواہشات نے دل کا وہ مقام تو نہیں لے لیا جو صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہونا چاہیے؟ کیونکہ دل ایک ہی تخت ہے، اُس پر حقیقی بادشاہت صرف اللہ تعالیٰ کی محبت کی ہونی چاہیے۔

حافظ صاحب نے درد بھرے انداز میں فرمایا:

انسان دنیا کی محبت میں بہت کچھ حاصل کر لیتا ہے، مگر پھر بھی اندر سے خالی رہتا ہے۔ بڑے بڑے گھر، زیادہ مال، اعلیٰ مقام اور ظاہری کامیابیاں بھی اُس دل کو سکون نہیں دے سکتیں جو اپنے رب سے دور ہو۔ دل کا اصل سکون اللہ تعالیٰ کی محبت میں ہے، کیونکہ دل اللہ تعالیٰ نے اپنی یاد اور محبت کے لیے پیدا کیا ہے۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

اے میرے دوستو! اگر اللہ تعالیٰ کی محبت مل جائے تو تنہائی بھی عبادت بن جاتی ہے، مشکلات بھی آسان لگتی ہیں، آزمائشیں بھی قرب کا ذریعہ بن جاتی ہیں۔ پھر بندہ دنیا کے حالات سے ٹوٹتا نہیں، کیونکہ اُس کا تعلق اُس ذات سے ہوتا ہے جو کبھی جدا نہیں ہوتی، کبھی دھوکا نہیں دیتی اور کبھی اپنے بندے کو تنہا نہیں چھوڑتی۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

اللہ تعالیٰ کی محبت کا سب سے بڑا اثر یہ ہے کہ بندہ مخلوق کے لیے رحمت بن جاتا ہے۔ جس دل میں رب کی محبت ہوتی ہے، اُس دل میں رحم پیدا ہوتا ہے، معافی پیدا ہوتی ہے، عاجزی پیدا ہوتی ہے۔ وہ دوسروں کو تکلیف نہیں دیتا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اُس کا محبوب رب بندوں کے ساتھ حسنِ سلوک کو پسند فرماتا ہے۔

حافظ صاحب نے دل نشین انداز میں فرمایا:

اے میرے عزیزو! اللہ تعالیٰ کی محبت کو حاصل کرنے کے لیے اپنے دل کو پاک

کرو، ذکر سے آباد کرو، قرآن سے تعلق مضبوط کرو، نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرو، اور ہر عمل میں اللہ تعالیٰ کی رضا تلاش کرو۔ دنیا کی محبت کم کرو، آخرت کی فکر بڑھاؤ، کیونکہ جو اللہ تعالیٰ کا ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ اُسے اپنا بنا لیتا ہے۔

حافظ صاحب نے گفتگو سمیٹتے ہوئے فرمایا:

یاد رکھو! سب سے بڑی نعمت اللہ تعالیٰ کی محبت ہے۔ مال ختم ہو سکتا ہے، جسمانی طاقت کم ہو سکتی ہے، دنیا کی عزت بدل سکتی ہے، مگر جس دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت آ جائے، اُس کے اندر ایک ایسا خزانہ پیدا ہو جاتا ہے جو دنیا و آخرت دونوں میں کام آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت ہی ایمان کی روح ہے، عبادت کی جان ہے اور زندگی کی اصل کامیابی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی سچی محبت عطا فرمائے، اپنے ذکر کی لذت عطا فرمائے، اپنے قرب کا مقام نصیب فرمائے، ہمارے دلوں کو دنیا کی غلامی سے نکال کر اپنی محبت کا گھر بنا دے، ہمیں اپنے محبوب رسول اللہ ﷺ کی محبت اور کامل اتباع نصیب فرمائے، ہمارے ظاہر و باطن کی اصلاح فرمائے، اور دنیا و آخرت میں اپنی رضا، رحمت، قرب اور محبت سے سرفراز فرمائے۔ آمین۔

اللہ کی رضا ہی اصل کامیابی ہے

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

ہر حمد اُس اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو کامیابیوں کا حقیقی مالک، عزتوں کا عطا فرمانے والا، دلوں کے حال جاننے والا اور اپنے بندوں کی رضا و فلاح چاہنے والا ہے۔ وہی ذات ہے جس کی رضا حاصل ہو جائے تو دنیا و آخرت کی ہر کامیابی حاصل ہو

جاتی ہے، جس کا قرب مل جائے تو ہر محرومی ختم ہو جاتی ہے، جس کی خوشنودی نصیب ہو جائے تو بندہ دونوں جہانوں کا کامیاب ترین انسان بن جاتا ہے۔ اُس کی رضا دنیا کی ہر خواہش سے بلند، ہر مقام سے عظیم، ہر نعمت سے بڑھ کر اور ہر کامیابی کا اصل مقصد ہے۔ ہر تعریف، ہر شکر اور ہر حمد ہمیشہ ہمیشہ صرف اُسی ربِ کریم کے لیے ہے جو اپنے بندوں کو اپنی رضا کے راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرماتا ہے۔

حافظ صاحب نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی، جیسے دل میں اللہ تعالیٰ کی رضا کی عظمت کا نور محسوس کر رہے ہوں، پھر حاضرین کی طرف محبت بھری نگاہ سے دیکھا اور فرمایا:

اے میرے عزیزو! انسان پوری زندگی کامیابی کی تلاش میں رہتا ہے۔ کوئی مال میں کامیابی تلاش کرتا ہے، کوئی شہرت میں، کوئی مقام و مرتبہ میں، کوئی لوگوں کی تعریف میں، لیکن حقیقی کامیابی وہ نہیں جو دنیا دیکھتی ہے، حقیقی کامیابی وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ قبول فرما لے۔ جس بندے کو اللہ کی رضا مل گئی، اُسے سب کچھ مل گیا۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

میرے بھائیو! دنیا کی کامیابیاں عارضی ہیں۔ آج انسان کے پاس مال ہے، کل نہیں۔ آج عزت ہے، کل حالات بدل سکتے ہیں۔ آج لوگ تعریف کرتے ہیں، کل وہی لوگ بھول سکتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی رضا ایسی دولت ہے جو قبر کے اندھیروں میں بھی ساتھ رہتی ہے، آخرت کے سفر میں بھی کام آتی ہے، اور ہمیشہ ہمیشہ کی کامیابی کا ذریعہ بنتی ہے۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

اے میرے دوستو! کامیاب انسان وہ نہیں جس نے دنیا کو حاصل کر لیا، بلکہ کامیاب انسان وہ ہے جس نے اپنے رب کو راضی کر لیا۔ اگر دنیا کی ساری نعمتیں مل جائیں مگر اللہ ناراض ہو تو یہ سب خسارہ ہے، اور اگر دنیا میں کمی ہو مگر اللہ راضی ہو تو یہ

سب سے بڑی کامیابی ہے۔ کیونکہ اصل منزل اللہ تعالیٰ کی رضا ہے، باقی سب راستے کی چیزیں ہیں۔

حافظ صاحب نے فکر انگیز انداز میں فرمایا:

قرآنِ کریم ہمیں اُن لوگوں کی کامیابی کا ذکر فرماتا ہے جن کے لیے اللہ تعالیٰ کی رضا سب سے بڑی نعمت ہے۔ اہلِ ایمان کی سب سے بڑی خوشی یہی ہے کہ اُن کا رب اُن سے راضی ہو جائے۔ دنیا کی کوئی خوشی اُس خوشی کا مقابلہ نہیں کر سکتی کہ بندہ محسوس کرے کہ میرا اللہ مجھ سے خوش ہے۔

حافظ صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا:

ایک آسان سی مثال سمجھ لو۔ ایک بچہ اپنے والدین کی خوشنودی چاہتا ہے۔ وہ بہت سی چیزیں حاصل کر لے، لیکن اگر والدین ناراض ہوں تو اُس کے دل کو سکون نہیں ملتا۔ اور اگر والدین خوش ہوں تو معمولی چیز بھی اُس کے لیے خوشی بن جاتی ہے۔ جب ایک مخلوق کی رضا انسان کے دل کو خوشی دیتی ہے تو خالقِ کائنات کی رضا کتنی بڑی نعمت ہوگی۔

حافظ صاحب نے نہایت عاجزی سے فرمایا:

میرے بھائیو! اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کا راستہ اپنی خواہشات کو اُس کے حکم کے تابع کرنے سے شروع ہوتا ہے۔ بندہ جب اپنی مرضی کو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے سامنے جھکا دیتا ہے، اپنی خواہشات پر شریعت کو مقدم کرتا ہے، اپنے نفس کی مخالفت کر کے اللہ کے حکم کو اختیار کرتا ہے، تو اُس کا تعلق اپنے رب کے ساتھ مضبوط ہو جاتا ہے۔

حافظ صاحب کی آنکھیں نم ہو گئیں اور فرمایا:

رسول اللہ ﷺ کی زندگی اللہ تعالیٰ کی رضا کا سب سے روشن نمونہ ہے۔ آپ ﷺ نے ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی رضا کو مقدم رکھا۔ خوشی میں بھی شکر کیا، آزمائش

میں بھی صبر کیا، فتح میں بھی عاجزی اختیار کی، اور ہر معاملے میں یہی چاہا کہ اللہ تعالیٰ راضی ہوجائے۔ یہی کامل بندگی ہے۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے بعد فرمایا:

اے میرے عزیزو! کبھی اپنے دل سے یہ سوال ضرور کرو کہ میں جو کام کر رہا ہوں، کیا اس میں اللہ تعالیٰ کی رضا ہے؟ میری گفتگو، میرے معاملات، میری کمائی، میرے تعلقات، میری تنہائی، کیا سب اللہ کو پسند ہیں؟ کیونکہ مومن کی زندگی کا مقصد صرف یہ نہیں کہ لوگ اُس سے خوش ہوں، بلکہ یہ ہے کہ اللہ اُس سے خوش ہوجائے۔

حافظ صاحب نے درد بھرے انداز میں فرمایا:

انسان کی سب سے بڑی محرومی یہ ہے کہ وہ لوگوں کو خوش کرنے میں اپنی زندگی گزار دیتا ہے مگر اپنے رب کو بھول جاتا ہے۔ لوگوں کی رضا حاصل کرنے کی کوشش میں کبھی حق چھوڑ دیتا ہے، کبھی سچائی سے دور ہوجاتا ہے، کبھی اللہ کے حکم کو پیچھے کر دیتا ہے۔ یاد رکھو! جو اللہ کو ناراض کر کے لوگوں کو خوش کرے، وہ حقیقت میں نقصان میں ہے۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

اے میرے دوستو! اللہ کی رضا کے لیے کیے گئے چھوٹے چھوٹے اعمال بھی عظیم بن جاتے ہیں۔ کسی کی مدد کرنا، کسی کو معاف کرنا، والدین کی خدمت کرنا، حلال رزق کمانا، دل کو حسد سے پاک رکھنا، یہ سب اللہ تعالیٰ کی رضا کے راستے ہیں۔ نیکی کا اصل حسن یہ ہے کہ وہ اللہ کے لیے ہو۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے بے نیاز ہے، لیکن اُس کا کرم دیکھو کہ وہ چاہتا ہے کہ بندہ اُس کی رضا حاصل کرے۔ وہ ہمیں نماز کا حکم دیتا ہے تاکہ ہم اُس کے قریب ہوں، ذکر کا حکم دیتا ہے تاکہ ہمارے دل زندہ ہوں، توبہ کا راستہ دیتا ہے تاکہ ہم اُس

کی رحمت میں آجائیں۔ یہ سب اُس کی محبت اور شفقت ہے۔

حافظ صاحب نے دل نشین انداز میں فرمایا:

اے میرے عزیزو! جب اللہ تعالیٰ کی رضا مقصد بن جائے تو زندگی بدل جاتی ہے۔ پھر انسان مصیبت میں بھی شکوہ نہیں کرتا، نعمت میں بھی تکبر نہیں کرتا، کامیابی میں بھی خود کو بڑا نہیں سمجھتا، کیونکہ اُسے معلوم ہوتا ہے کہ میرا اصل سرمایہ میرے رب کی خوشنودی ہے۔

حافظ صاحب نے گفتگو سمیٹتے ہوئے فرمایا:

یاد رکھو! دنیا کی سب سے بڑی کامیابی اللہ تعالیٰ کی رضا ہے۔ جس شخص نے اللہ کو راضی کر لیا، اُس نے اپنی زندگی کا مقصد پا لیا۔ اُس کا دل سکون پاتا ہے، اُس کی روح مطمئن ہوتی ہے، اُس کا انجام روشن ہوتا ہے۔ اس لیے اپنی زندگی کے ہر قدم پر یہی کوشش کرو کہ میرا رب مجھ سے راضی ہو جائے، کیونکہ اللہ کی رضا ہی اصل کامیابی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی رضا حاصل کرنے والا بنائے، ہمارے اعمال کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے، ہمارے دلوں کو اخلاص، تقویٰ اور محبتِ الٰہی سے بھر دے، ہمیں دنیا کی فانی خواہشات سے بلند کر کے اپنی رضا کی طلب عطا فرمائے، ہمیں اپنے محبوب رسول اللہ ﷺ کی کامل اتباع نصیب فرمائے، اور دنیا و آخرت میں اپنی رحمت، مغفرت، قرب اور رضا سے سرفراز فرمائے۔ آمین۔

اللہ کے قرب کی حقیقت

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

ہر حمد اُس اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو اپنے بندوں کے قریب ہے، دلوں کے راز جاننے والا، دعاؤں کو سننے والا، ٹوٹے دلوں کو جوڑنے والا اور اپنے ذکر سے دلوں کو سکون عطا فرمانے والا ہے۔ وہ مکان و زمان کی حدود سے پاک ہے، اُس کی قربت جسموں کی قربت نہیں بلکہ رحمت، علم، محبت اور عنایت کی قربت ہے۔ وہی ذات ہے جو بندے کے دل کی پکار سنتی ہے، اُس کے آنسو دیکھتی ہے، اُس کے حالات جانتی ہے اور اپنی رحمت سے اُسے اپنی طرف بلاتی ہے۔ اُس کا قرب سب سے بڑی سعادت ہے، اُس کی معرفت سب سے بڑی دولت ہے، اُس کی محبت سب سے عظیم منزل ہے، اور ہر تعریف ہمیشہ ہمیشہ صرف اُسی قریب ترین ربِ کریم کے لیے ہے۔

حافظ صاحب نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی، جیسے دل کی گہرائیوں میں اللہ تعالیٰ کے قرب کی عظمت کو محسوس کر رہے ہوں، پھر سامعین کی طرف محبت بھری نگاہ سے دیکھا اور فرمایا:

اے میرے عزیزو! اللہ کے قرب کی حقیقت کو سمجھنا انسان کی زندگی کا سب سے بڑا مقصد ہے۔ انسان دنیا میں بہت سی چیزوں کے قریب ہونا چاہتا ہے، مال کے قریب، مقام کے قریب، لوگوں کی محبت کے قریب، لیکن اصل کامیابی یہ ہے کہ انسان اپنے رب کے قریب ہو جائے۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

میرے بھائیو! اللہ تعالیٰ کا قرب کسی فاصلے کو کم کرنے کا نام نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ جگہ، سمت اور مکان کی حدود سے پاک ہے۔ اللہ تعالیٰ کا قرب یہ ہے کہ بندے کے دل میں اُس کی معرفت پیدا ہو، اُس کی محبت پیدا ہو، اُس کا خوف اور اُس کی عظمت پیدا ہو، بندہ ہر حال میں اپنے رب کو یاد کرے اور اپنے معاملات کو اُس کی رضا کے مطابق ڈھال لے۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

اے میرے دوستو! کبھی کبھی انسان لوگوں کے درمیان رہ کر بھی تنہا ہوتا ہے، کیونکہ اُس کا دل سکون سے خالی ہوتا ہے۔ اور کبھی ایک بندہ ظاہری طور پر اکیلا ہوتا ہے، مگر اللہ تعالیٰ کے قرب کی وجہ سے اُس کا دل اطمینان سے بھرا ہوتا ہے۔ اصل تنہائی لوگوں کے نہ ہونے سے نہیں، بلکہ اللہ سے دوری سے پیدا ہوتی ہے، اور اصل راحت اللہ کے قرب سے حاصل ہوتی ہے۔

حافظ صاحب نے فکر انگیز انداز میں فرمایا:

قرآنِ کریم ہمیں بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے قریب ہے اور اُن کی دعاؤں کو سنتا ہے۔ یہ قرب بندے کے لیے امید کا پیغام ہے کہ وہ کبھی اپنے رب سے دور نہیں۔ بندہ رات کی خاموشی میں پکارے، دل کے درد کے ساتھ دعا کرے، آنکھوں میں آنسو لے کر رجوع کرے، اللہ تعالیٰ اُس کی آواز کو سنتا ہے۔

حافظ صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا:

ایک آسان سی مثال سمجھ لو۔ ایک چھوٹا بچہ جب خوفزدہ ہوتا ہے تو اپنی ماں کے قریب آجاتا ہے۔ ماں کے قریب آ کر اُس کے دل کو اطمینان ملتا ہے۔ یہ تو ایک مخلوق کی محبت ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کا قرب اُس سے کہیں بڑھ کر ہے۔ جو بندہ اپنے رب کے قریب ہو جاتا ہے، اُس کے دل سے خوف کم ہو جاتا ہے، کیونکہ اُسے یقین ہو جاتا ہے کہ میرا رب میرے ساتھ ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت عاجزی سے فرمایا:

میرے بھائیو! اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لیے سب سے پہلا قدم دل کی اصلاح ہے۔ جب دل سے تکبر، حسد، بغض اور غفلت کم ہوتی ہے اور اُس میں ذکر، اخلاص، محبت اور تقویٰ پیدا ہوتا ہے تو بندہ اپنے رب کے قرب کے راستے پر چل پڑتا ہے۔

حافظ صاحب کی آنکھیں نم ہو گئیں اور فرمایا:

رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کے قرب کی سب سے اعلیٰ مثال تھے۔ آپ ﷺ کا ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کی یاد، محبت اور رضا سے وابستہ تھا۔ راتوں کی تنہائی میں قیام، دعاؤں میں عاجزی، مخلوق کے ساتھ رحمت اور ہر حال میں اللہ کی طرف رجوع، یہ سب قربِ الٰہی کے آثار تھے۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے بعد فرمایا:

اے میرے عزیزو! اللہ تعالیٰ کا قرب صرف عبادت کی کثرت سے نہیں بلکہ عبادت کی روح سے حاصل ہوتا ہے۔ بہت سے اعمال ظاہری ہوتے ہیں، مگر اللہ تعالیٰ دل کو دیکھتا ہے۔ اخلاص کے ساتھ کیا گیا ایک چھوٹا عمل بھی بندے کو اللہ کے قریب کر سکتا ہے، جبکہ دکھاوے کی بڑی عبادت انسان کو محروم کر سکتی ہے۔

حافظ صاحب نے درد بھرے انداز میں فرمایا:

انسان کی سب سے بڑی محرومی یہ ہے کہ وہ دنیا کے دروازے تو کھٹکھٹاتا ہے مگر اپنے رب کے دروازے سے غافل ہو جاتا ہے۔ وہ لوگوں سے محبت چاہتا ہے مگر اُس ذات کی محبت بھول جاتا ہے جو اُس کے وجود کی اصل مالک ہے۔ یاد رکھو! جس دل میں اللہ کا قرب آ جائے، اُسے دنیا کی کمی پریشان نہیں کرتی۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

اے میرے دوستو! اللہ کے قرب کے لیے ذکر کو اپنا ساتھی بناؤ، قرآن سے تعلق مضبوط کرو، نماز کو دل کی ملاقات سمجھو، دعا کو اپنی روح کی آواز بناؤ، اور ہر معاملے میں اللہ تعالیٰ کی رضا تلاش کرو۔ جب بندہ اپنے رب کو یاد رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس پر اپنی رحمت کے دروازے کھول دیتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

اللہ تعالیٰ کا قرب یہ ہے کہ بندہ گناہ سے بچتے ہوئے اپنے رب کی طرف لوٹے، غلطی ہو تو معافی مانگے، نعمت ملے تو شکر کرے، آزمائش آئے تو صبر کرے، کیونکہ ہر

حال میں اللہ تعالیٰ سے تعلق قائم رکھنا ہی قرب کی علامت ہے۔

حافظ صاحب نے دل نشین انداز میں فرمایا:

اے میرے عزیزو! قربِ الٰہی کا راستہ دل کے اندر سے گزرتا ہے۔ زبان ذکر کرے، دل محبت کرے، آنکھیں عاجزی اختیار کریں، اعمال اطاعت میں ڈھل جائیں، تو انسان اپنے رب کے قرب کی خوشبو محسوس کرنے لگتا ہے۔ پھر زندگی کا ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کی یاد سے روشن ہو جاتا ہے۔

حافظ صاحب نے گفتگو سمیٹتے ہوئے فرمایا:

یاد رکھو! اللہ کے قرب سے بڑی کوئی منزل نہیں۔ دنیا کی قربتیں ختم ہو جاتی ہیں، رشتے بدل جاتے ہیں، حالات تبدیل ہو جاتے ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ کا قرب وہ نعمت ہے جو دنیا میں بھی سکون دیتا ہے اور آخرت میں بھی کامیابی کا ذریعہ بنتا ہے۔ اپنے دل کو اُس رب کے قریب کر لو، جس کے قریب ہونے سے زندگی سنور جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے قرب کی حقیقی معرفت عطا فرمائے، ہمارے دلوں کو اپنی محبت اور ذکر سے زندہ فرمائے، ہمیں اخلاص، تقویٰ اور اطاعت کی راہوں پر چلائے، ہمارے دلوں سے غفلت کے پردے ہٹا دے، ہمیں اپنے محبوب رسول اللہ ﷺ کی کامل اتباع نصیب فرمائے، اور دنیا و آخرت میں اپنے قرب، رحمت، مغفرت اور رضا سے سرفراز فرمائے۔ آمین۔

اللہ کی یاد دلوں کا سکون ہے

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

ہر حمد اُس اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو دلوں کا حال جاننے والا، بے قرار روحوں کو

سکون عطا فرمانے والا، پریشان دلوں کا سہارا، غمزدہ انسانوں کا مداوا اور اپنے ذکر سے مردہ دلوں کو زندگی بخشنے والا ہے۔ وہی ذات ہے جس کی یاد دلوں کے اندھیروں کو نور میں بدل دیتی ہے، جس کا ذکر خوف کو اطمینان میں، غم کو امید میں اور بے چینی کو سکون میں تبدیل کر دیتا ہے۔ اُس کا ذکر دلوں کی غذا، روحوں کی راحت، ایمان کی تازگی اور بندوں کے لیے رحمت کا عظیم ذریعہ ہے۔ ہر تعریف، ہر شکر اور ہر حمد ہمیشہ ہمیشہ صرف اُسی اللہ ربِ کریم کے لیے ہے جس کی یاد سے دلوں کو حقیقی آرام نصیب ہوتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھری نگاہ سے حاضرین کو دیکھا، پھر چند لمحے خاموش رہے، جیسے دلوں کی کیفیت کو محسوس کر رہے ہوں، پھر فرمایا:

اے میرے عزیزو! انسان پوری زندگی سکون کی تلاش میں رہتا ہے۔ کوئی مال میں سکون تلاش کرتا ہے، کوئی شہرت میں، کوئی دنیاوی آسائشوں میں، کوئی لوگوں کی محبت میں، مگر حقیقت یہ ہے کہ دل کا اصل سکون صرف اللہ تعالیٰ کی یاد میں ہے۔ جس دل کا تعلق اپنے رب سے مضبوط ہو جائے، اُس دل کو دنیا کے ہنگامے پریشان نہیں کر سکتے۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

میرے بھائیو! اللہ تعالیٰ نے انسان کے دل کو اپنی یاد کے لیے پیدا فرمایا ہے۔ جس طرح جسم کو غذا کی ضرورت ہوتی ہے، اسی طرح روح کو بھی غذا چاہیے، اور روح کی غذا اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔ جب انسان اللہ کی یاد سے دور ہو جاتا ہے تو ظاہری آسائشوں کے باوجود اندر سے خالی محسوس کرتا ہے، کیونکہ دل اُس ذات کو تلاش کر رہا ہوتا ہے جس سے اُس کا اصل تعلق ہے۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

اے میرے دوستو! قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ سن لو! اللہ کے ذکر ہی

سے دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ یہ صرف ایک جملہ نہیں بلکہ پوری زندگی کا راز ہے۔ دنیا کی ہر چیز انسان کو وقتی خوشی دے سکتی ہے، لیکن دل کا دائمی سکون صرف اللہ تعالیٰ کی یاد سے حاصل ہوتا ہے۔

حافظ صاحب نے فکر انگیز انداز میں فرمایا:

ذرا اپنے دل کا جائزہ لو۔ جب پریشانی آتی ہے تو انسان کس طرف جاتا ہے؟ کبھی لوگوں کے پاس، کبھی دنیاوی سہاروں کے پاس، کبھی اپنی طاقت کے بھروسے پر، مگر حقیقی سکون اُس وقت آتا ہے جب بندہ اپنے ہاتھ اٹھا کر کہتا ہے: اے میرے اللہ! میں تیرا بندہ ہوں، میری مشکل تو جانتا ہے، میری حالت تو جانتا ہے، میری مدد فرما۔ یہی تعلق دل کو سکون دیتا ہے۔

حافظ صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا:

ایک آسان سی مثال سمجھ لو۔ ایک چھوٹا بچہ اگر اندھیرے میں ڈر جائے تو وہ کسی اجنبی کے پاس نہیں بلکہ اپنے والدین کے قریب جا کر سکون محسوس کرتا ہے۔ اسی طرح مومن کا دل جب دنیا کے خوف اور پریشانیوں سے گھبرا جاتا ہے تو وہ اپنے رب کی یاد میں پناہ لیتا ہے، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اصل حفاظت کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت عاجزی سے فرمایا:

میرے بھائیو! اللہ تعالیٰ کی یاد صرف زبان سے الفاظ دہرانے کا نام نہیں، بلکہ دل کا اپنے رب کی طرف متوجہ ہونا بھی ذکر ہے۔ نماز میں اللہ کو یاد کرنا، نعمتوں پر شکر ادا کرنا، گناہ سے بچتے ہوئے اللہ کا خوف رکھنا، مخلوق کے ساتھ بھلائی کرنا، یہ سب اللہ کی یاد کے مظاہر ہیں۔

حافظ صاحب کی آنکھیں نم ہو گئیں اور فرمایا:

رسول اللہ ﷺ کی زندگی اللہ تعالیٰ کے ذکر سے بھری ہوئی تھی۔ آپ ﷺ ہر حال میں اپنے رب کو یاد فرماتے، خوشی میں شکر کرتے، آزمائش میں صبر کرتے، دعا

میں عاجزی فرماتے اور امت کو بھی اللہ تعالیٰ کی یاد سے تعلق مضبوط کرنے کی تعلیم دیتے۔ کیونکہ جو دل اللہ کی یاد سے آباد ہو، وہ کبھی حقیقی طور پر ویران نہیں ہوتا۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے بعد فرمایا:

اے میرے عزیزو! آج انسان کے پاس بہت سی سہولتیں ہیں، لیکن دل کا سکون کم ہوتا جا رہا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ انسان نے دنیا کی چیزوں کو تو اپنا ساتھی بنا لیا، مگر اپنے رب کے ذکر کو بھلا دیا۔ موبائل کی بیٹری ختم ہو جائے تو انسان فوراً اسے چارج کرتا ہے، مگر دل کی توانائی ختم ہو جائے تو اُس کی فکر نہیں کرتا۔ یاد رکھو! دل کی اصل توانائی اللہ کی یاد ہے۔

حافظ صاحب نے درد بھرے انداز میں فرمایا:

غفلت دل کی بیماری ہے اور ذکر اُس کی دوا ہے۔ جب دل میں دنیا کی محبت، حسد، خوف، بے چینی اور پریشانیاں بڑھ جائیں تو اللہ کی یاد اُس دل کو پاک کرتی ہے۔ ذکر انسان کو یاد دلاتا ہے کہ میرا رب میرے ساتھ ہے، وہ مجھے دیکھ رہا ہے، وہ میری مدد پر قادر ہے۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

اے میرے دوستو! اپنے دن کا آغاز اللہ کی یاد سے کرو، اپنے کاموں میں اللہ کو یاد رکھو، اپنی تنہائیوں کو ذکر سے آباد کرو۔ جب زبان اللہ کے ذکر سے تر رہتی ہے تو دل میں نور پیدا ہوتا ہے، سوچ میں پاکیزگی آتی ہے، اعمال میں برکت پیدا ہوتی ہے اور زندگی میں اطمینان آتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

کبھی ایسا نہ سمجھنا کہ اللہ کو تمہارے ذکر کی ضرورت ہے، بلکہ تمہیں اللہ کے ذکر کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے، لیکن بندہ اُس کی یاد کے بغیر محتاج اور کمزور ہے۔ جس طرح جسم پانی کے بغیر کمزور ہو جاتا ہے، اسی طرح روح اللہ کی یاد کے بغیر

کمزور ہوجاتی ہے۔

حافظ صاحب نے دل نشین انداز میں فرمایا:

اللہ کی یاد کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ انسان کا دل اللہ تعالیٰ سے جڑ جاتا ہے۔ پھر وہ نعمت میں بھی اللہ کو یاد کرتا ہے اور آزمائش میں بھی۔ وہ کامیابی کو اللہ کا فضل سمجھتا ہے اور مشکل کو اللہ کی حکمت سمجھ کر صبر کرتا ہے۔ ایسا دل ہر حال میں سکون پاتا ہے۔

حافظ صاحب نے گفتگو سمیٹتے ہوئے فرمایا:

اے میرے عزیزو! اگر دل کا سکون چاہتے ہو تو اللہ کی یاد کو اپنی زندگی کا حصہ بنا لو۔ دنیا کے شور سے نکل کر اپنے رب کے ذکر کی خاموشی میں آؤ، کیونکہ وہاں وہ سکون ہے جو نہ مال دے سکتا ہے، نہ مقام، نہ شہرت۔ اللہ کی یاد ہی وہ خزانہ ہے جو دل کو زندہ کرتا ہے اور زندگی کو روشن بنا دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی یاد کی لذت عطا فرمائے، ہمارے دلوں کو اپنے ذکر سے زندہ فرمائے، ہمیں غفلت سے بچائے، ہمارے سینوں کو ایمان کے نور سے بھر دے، ہمیں قرآن، نماز، دعا اور ذکر کے ساتھ مضبوط تعلق عطا فرمائے، ہمیں اپنے محبوب رسول اللہ ﷺ کی کامل اتباع نصیب فرمائے، اور دنیا و آخرت میں اپنے سکون، رحمت، قرب اور رضا سے سرفراز فرمائے۔ آمین۔

اللہ کی اطاعت میں عزت ہے

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

ہر حمد اُس اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو عزتوں کا مالک، عظمتوں کا سرچشمہ، سربلندی

عطا فرمانے والا اور اپنے فرمانبردار بندوں کو دنیا و آخرت کی عزت سے نوازنے والا ہے۔ وہی ذات ہے جس کے حکم کی پیروی میں انسان کی حقیقی کامیابی ہے، جس کی بندگی میں دلوں کو اطمینان ملتا ہے، جس کی اطاعت میں نفس کی غلامی سے آزادی حاصل ہوتی ہے، اور جس کے در پر جھکنے والا حقیقت میں بلند مقام پاتا ہے۔ وہ جسے چاہے عزت عطا فرمائے، کیونکہ تمام عزت اُسی کے اختیار میں ہے۔ اُس کی رضا میں کامیابی ہے، اُس کی اطاعت میں سربلندی ہے، اُس کی بندگی میں وقار ہے، اور ہر تعریف ہمیشہ ہمیشہ صرف اُسی مالکِ عزت وجلال ربِ کریم کے لیے ہے۔

حافظ صاحب نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی، جیسے اللہ تعالیٰ کی عظمت اور بندگی کے راز کو محسوس کر رہے ہوں، پھر حاضرین کی طرف محبت بھری نگاہ سے دیکھا اور فرمایا:

اے میرے عزیزو! دنیا میں ہر انسان عزت چاہتا ہے۔ کوئی مال کے ذریعے عزت تلاش کرتا ہے، کوئی عہدے کے ذریعے، کوئی شہرت کے ذریعے، کوئی لوگوں کی تعریف کے ذریعے، لیکن حقیقی عزت وہ ہے جو اللہ تعالیٰ عطا فرمائے۔ دنیا کی عزت عارضی ہے، مگر اللہ کی عطا کردہ عزت ہمیشہ رہنے والی ہے۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

میرے بھائیو! اللہ تعالیٰ کی اطاعت انسان کو کمزور نہیں بناتی بلکہ اُسے حقیقی طاقت عطا کرتی ہے۔ جو شخص اپنے رب کے سامنے جھک جاتا ہے، اللہ تعالیٰ اُسے مخلوق کے سامنے محتاج نہیں کرتا۔ جو اپنے نفس کی خواہشات کو اللہ کے حکم کے تابع کر دیتا ہے، اللہ تعالیٰ اُس کے دل کو سکون، وقار اور اطمینان عطا فرماتا ہے۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

اے میرے دوستو! یاد رکھو، انسان جب اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے تو وہ حقیقت میں اپنی عزت کو کمزور کرتا ہے، کیونکہ گناہ انسان کو اپنے نفس، خواہشات اور

دنیا کی غلامی میں لے جاتا ہے۔ لیکن جب بندہ اللہ کی اطاعت اختیار کرتا ہے تو وہ ہر باطل غلامی سے آزاد ہو جاتا ہے اور صرف اپنے خالق کا بندہ بن کر حقیقی عزت حاصل کرتا ہے۔

حافظ صاحب نے فکر انگیز انداز میں فرمایا:

قرآنِ کریم ہمیں بتاتا ہے کہ عزت اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، اُس کے رسول ﷺ کے لیے ہے اور اہلِ ایمان کے لیے ہے۔ یہ عزت ایمان اور اطاعت کے راستے سے ملتی ہے۔ جو دل اللہ کے سامنے جھک جاتا ہے، وہ دنیا کے باطل نظاموں سے بلند ہو جاتا ہے۔

حافظ صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا:

ایک آسان سی مثال سمجھ لو۔ ایک قیمتی ہیرا اگر مٹی میں پڑا ہو تو اُس کی قیمت کم نہیں ہوتی، کیونکہ اُس کی حقیقت اپنی جگہ قائم رہتی ہے۔ اسی طرح ایک مومن اگر دنیا میں آزمائش میں ہو، مگر اللہ کا فرمانبردار ہو، تو وہ اللہ کے نزدیک معزز ہے۔ اصل مقام لوگوں کی نگاہوں سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی نظرِ رحمت سے ملتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت عاجزی سے فرمایا:

میرے بھائیو! اللہ کی اطاعت صرف عبادات تک محدود نہیں، بلکہ زندگی کے ہر معاملے میں اللہ کے حکم کو مقدم کرنا ہے۔ سچ بولنا، حلال رزق کمانا، والدین کی خدمت کرنا، لوگوں کے حقوق ادا کرنا، وعدہ پورا کرنا، زبان کی حفاظت کرنا، یہ سب اللہ کی اطاعت کے راستے ہیں۔

حافظ صاحب کی آنکھیں نم ہو گئیں اور فرمایا:

رسول اللہ ﷺ کی پوری زندگی اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا روشن نمونہ تھی۔ آپ ﷺ نے ہر حکمِ الٰہی کو سب سے زیادہ اہمیت دی۔ سخت حالات آئے، تکلیفیں آئیں، مخالفتیں ہوئیں، مگر اللہ تعالیٰ کی رضا اور اطاعت کو کبھی نہ چھوڑا۔ اسی اطاعت

نے آپ ﷺ کو تمام انسانوں میں سب سے بلند مقام عطا فرمایا۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے بعد فرمایا:

اے میرے عزیزو! کبھی یہ نہ سمجھنا کہ اللہ کی اطاعت انسان کی آزادی چھین لیتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ کی اطاعت انسان کو خواہشات کی غلامی سے آزاد کرتی ہے۔ جو شخص اپنے نفس کے پیچھے چلتا ہے، وہ ہر خواہش کا غلام بن جاتا ہے، لیکن جو اللہ کے حکم پر چلتا ہے، وہ اپنے دل کا بادشاہ بن جاتا ہے۔

حافظ صاحب نے درد بھرے انداز میں فرمایا:

آج بہت سے لوگ عزت کے لیے ایسے راستے اختیار کرتے ہیں جن میں اللہ کی ناراضی ہوتی ہے۔ وہ لوگوں کو خوش کرنے کے لیے حق چھوڑ دیتے ہیں، حرام اختیار کر لیتے ہیں، جھوٹ بولتے ہیں، مگر یاد رکھو! جو عزت اللہ کی ناراضی سے حاصل ہو، وہ حقیقت میں ذلت ہے، اور جو ذلت اللہ کی رضا کے لیے برداشت کی جائے، وہ اللہ کے نزدیک عزت ہے۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

اے میرے دوستو! اپنی اولاد کو بھی یہ سبق دو کہ عزت اچھے لباس، زیادہ مال یا بڑے مقام میں نہیں، بلکہ اللہ کی اطاعت میں ہے۔ اگر دل اللہ سے جڑ جائے، کردار پاک ہو جائے، اخلاق خوبصورت ہو جائیں، تو انسان بغیر دنیاوی ظاہری شان کے بھی معزز ہو جاتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

اللہ تعالیٰ کی اطاعت بندے کو اندر سے مضبوط کرتی ہے۔ پھر وہ حالات سے نہیں ٹوٹتا، لوگوں کی باتوں سے پریشان نہیں ہوتا، کیونکہ اُس کا سہارا اللہ تعالیٰ ہوتا ہے۔ جس کے دل میں یہ یقین آ جائے کہ میرا رب مجھ سے راضی ہے، اُسے دنیا کی کوئی محرومی ذلیل نہیں کر سکتی۔

حافظ صاحب نے دل نشین انداز میں فرمایا:

اے میرے عزیزو! اپنی زندگی کا معیار یہ نہ بناؤ کہ لوگ تمہیں کتنا بڑا سمجھتے ہیں، بلکہ یہ سوچو کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمہاری کیا قدر ہے۔ لوگوں کی تعریف چند لمحوں کی ہے، مگر اللہ کی رضا ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔

حافظ صاحب نے گفتگو سمیٹتے ہوئے فرمایا:

یاد رکھو! اللہ کی اطاعت میں عزت ہے، اللہ کی بندگی میں عظمت ہے، اللہ کے حکم پر چلنے میں کامیابی ہے۔ جو شخص اپنے رب کے سامنے جھک جاتا ہے، اللہ تعالیٰ اُسے بلند کر دیتا ہے۔ جو اللہ کو اپنا مالک مان لیتا ہے، اللہ تعالیٰ اُسے دنیا و آخرت کی عزت عطا فرما دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی اطاعت کی حقیقت سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے، ہمیں اپنے احکام پر چلنے والا بنائے، ہمارے دلوں میں ایمان، تقویٰ اور اخلاص پیدا فرمائے، ہمیں نفس اور شیطان کی غلامی سے محفوظ رکھے، ہمیں اپنے محبوب رسول اللہ ﷺ کی کامل اتباع نصیب فرمائے، اور دنیا و آخرت میں اپنی رضا، عزت، رحمت، قرب اور کامیابی سے سرفراز فرمائے۔ آمین۔

اللہ کی نافرمانی کا انجام

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

ہر حمد اُس اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو ہدایت دینے والا، رحمت فرمانے والا، بندوں کو سیدھا راستہ دکھانے والا اور اپنی نافرمانی سے بچنے کی توفیق عطا فرمانے والا ہے۔ وہی ذات ہے جو اپنے بندوں کو گناہوں سے روکتی ہے تاکہ وہ تباہی سے بچ

جائیں، جو توبہ کا دروازہ کھلا رکھتی ہے تاکہ خطا کار واپس آسکیں، جو اپنی رحمت سے بندوں کو سنبھالتی ہے اور اپنی حکمت سے انہیں زندگی کے راستے دکھاتی ہے۔ اُس کے احکام میں انسان کی بھلائی ہے، اُس کی اطاعت میں کامیابی ہے اور اُس کی نافرمانی میں انسان کے لیے نقصان اور محرومی ہے۔ ہر تعریف، ہر شکر اور ہر حمد ہمیشہ ہمیشہ صرف اُسی ربِ کریم کے لیے ہے جو اپنے بندوں پر بے حد مہربان ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت درد بھرے انداز میں حاضرین کی طرف دیکھا، چند لمحے خاموش رہے، پھر فرمایا:

اے میرے عزیزو! اللہ تعالیٰ نے انسان کو دنیا میں بے مقصد نہیں بھیجا، بلکہ اُسے اپنی معرفت، اپنی عبادت اور اپنی رضا کے لیے پیدا فرمایا۔ جب انسان اللہ تعالیٰ کے احکام پر چلتا ہے تو اُس کی زندگی سنور جاتی ہے، لیکن جب وہ اپنے رب کے حکم سے منہ موڑ لیتا ہے تو اُس کے اندر اور باہر نقصان کے آثار ظاہر ہونے لگتے ہیں۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا: میرے بھائیو! اللہ کی نافرمانی کا سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ انسان اپنے رب سے دور ہو جاتا ہے۔ جس دل کو اللہ کی یاد سے سکون ملنا تھا، وہ غفلت میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ جس روح کو ذکر، عبادت اور اطاعت سے نور ملنا تھا، وہ خواہشات اور گناہوں کے اندھیروں میں بھٹکنے لگتی ہے۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

اے میرے دوستو! گناہ صرف ایک عمل کا نام نہیں، بلکہ یہ دل پر ایک اثر چھوڑتا ہے۔ جب انسان بار بار اللہ کے حکم کی خلاف ورزی کرتا ہے تو دل کی حساسیت کم ہونے لگتی ہے۔ پہلے گناہ پر ندامت ہوتی ہے، پھر عادت بن جاتی ہے، پھر انسان حق اور باطل کے فرق کو محسوس کرنا بھی چھوڑ دیتا ہے۔ یہی نافرمانی کا خطرناک انجام ہے۔

حافظ صاحب نے فکر انگیز انداز میں فرمایا:

قرآنِ کریم ہمیں بار بار متنبہ کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی انسان کو نقصان

پہنچاتی ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ جن قوموں نے اللہ تعالیٰ کے احکام سے بغاوت کی، تکبر اختیار کیا اور ظلم کو اپنا راستہ بنایا، وہ آخر کار زوال کا شکار ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ کی سنت یہ ہے کہ نافرمانی اور سرکشی انسان کو تباہی کی طرف لے جاتی ہے۔

حافظ صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا:

ایک آسان سی مثال سمجھ لو۔ ایک شخص کسی ماہر ڈاکٹر کی ہدایت کو نظر انداز کرے اور اپنی مرضی کے مطابق زندگی گزارے تو بیماری بڑھ سکتی ہے۔ ڈاکٹر کا مشورہ مریض کو تکلیف دینے کے لیے نہیں بلکہ اُس کی بھلائی کے لیے ہوتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے احکام بھی بندے کو محدود کرنے کے لیے نہیں بلکہ اُسے دنیا و آخرت کی کامیابی دینے کے لیے ہیں۔

حافظ صاحب نے نہایت عاجزی سے فرمایا:

میرے بھائیو! اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا ایک نقصان یہ بھی ہے کہ انسان کے دل سے برکت کم ہو جاتی ہے۔ مال ہو سکتا ہے مگر سکون نہیں، گھر ہو سکتا ہے مگر محبت نہیں، علم ہو سکتا ہے مگر عمل کی توفیق نہیں۔ کیونکہ اصل برکت اللہ تعالیٰ کی رضا سے آتی ہے۔

حافظ صاحب کی آنکھیں نم ہو گئیں اور فرمایا:

اے میرے عزیزو! سب سے زیادہ افسوس اُس وقت ہوتا ہے جب بندہ گناہوں میں مبتلا ہو کر بھی اپنے حال کو درست سمجھتا ہے۔ گناہ کا خطرہ یہ نہیں کہ انسان سے غلطی ہو گئی، بلکہ خطرہ یہ ہے کہ انسان غلطی کو غلطی سمجھنا چھوڑ دے۔ مومن کی شان یہ ہے کہ وہ لغزش کے بعد فوراً اپنے رب کی طرف رجوع کرتا ہے۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے بعد فرمایا:

رسول اللہ ﷺ نے ہمیں گناہوں سے بچنے اور توبہ کرنے کی تعلیم دی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہر انسان خطا کار ہے، اور بہترین خطا کار وہ ہیں جو توبہ کرتے ہیں۔ اس میں ہمارے لیے امید کا پیغام ہے کہ اگر کبھی قدم پھسل جائے تو اللہ تعالیٰ کی

رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہیے بلکہ فوراً واپس آ جانا چاہیے۔

حافظ صاحب نے درد بھرے انداز میں فرمایا:

میرے دوستو! نافرمانی انسان کو دنیا میں بھی بے سکونی دیتی ہے اور آخرت کے لیے بھی خطرہ بن جاتی ہے۔ دل کی سختی، عبادت میں بے رغبتی، دعا میں لذت کا ختم ہو جانا، نیکی سے دوری، یہ سب گناہوں کے اثرات ہیں۔ اس لیے اپنے دل کی حفاظت کرو، کیونکہ دل خراب ہو جائے تو زندگی کے راستے بھی خراب ہو جاتے ہیں۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

اے میرے بھائیو! اگر کبھی اللہ کی نافرمانی ہو جائے تو شیطان کے دھوکے میں آ کر مایوس نہ ہونا۔ فوراً وضو کرو، دو نفل پڑھو، اللہ کے سامنے روؤ، معافی مانگو، کیونکہ تمہارا رب سزا دینے سے پہلے تمہاری واپسی کو پسند فرماتا ہے۔ اُس کی رحمت بندے کے لیے ہمیشہ کھلی ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

یاد رکھو! گناہ کا اصل نقصان یہ نہیں کہ دنیا میں کوئی دیکھ لے، بلکہ اصل نقصان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قربت کم ہو جائے۔ ایک مومن کے لیے سب سے بڑی تکلیف یہی ہونی چاہیے کہ وہ اپنے رب سے دور ہو جائے۔ اس لیے اپنی زندگی کو اللہ کی رضا کے مطابق بناؤ۔

حافظ صاحب نے دل نشین انداز میں فرمایا:

اے میرے عزیزو! اللہ کی نافرمانی سے بچنے کے لیے اپنی صحبت، اپنی نگاہ، اپنی زبان اور اپنے خیالات کی حفاظت کرو۔ نیک لوگوں کے ساتھ رہو، قرآن سے تعلق مضبوط کرو، ذکر کو لازم پکڑو، کیونکہ دل جب اللہ کی یاد سے آباد ہوتا ہے تو گناہوں سے بچنا آسان ہو جاتا ہے۔

حافظ صاحب نے گفتگو سمیٹتے ہوئے فرمایا:

اے میرے دوستو! اللہ کی نافرمانی انسان کے لیے اندھیرا ہے اور اللہ کی اطاعت روشنی ہے۔ جو شخص اپنے رب کے حکم سے دور ہوتا ہے، وہ اپنے حقیقی سکون سے دور ہو جاتا ہے۔ لیکن جو بندہ توبہ، اطاعت اور اخلاص کے ساتھ اللہ کی طرف پلٹ آتا ہے، اللہ تعالیٰ اُسے اپنی رحمت کے سائے میں لے لیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی نافرمانی سے محفوظ فرمائے، ہمارے دلوں کو تقویٰ اور خوفِ خدا سے بھر دے، ہمیں گناہوں سے نفرت اور نیکیوں سے محبت عطا فرمائے، ہماری لغزشوں کو معاف فرمائے، ہمیں سچی توبہ کی توفیق عطا فرمائے، ہمیں اپنے محبوب رسول اللہ ﷺ کی کامل اتباع نصیب فرمائے، اور دنیا و آخرت میں اپنی رحمت، مغفرت، قرب اور رضا سے سرفراز فرمائے۔ آمین۔

اللہ کی نعمتوں کی کوئی انتہا نہیں

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

ہر حمد اُس اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو نعمتوں کا عطا فرمانے والا، فضل و کرم کا سرچشمہ، رحمتوں کا خزانہ اور اپنے بندوں پر بے شمار احسانات فرمانے والا ہے۔ وہی ذات ہے جس نے عدم سے وجود عطا فرمایا، زندگی بخشی، ایمان کی روشنی دی، عقل و شعور عطا کیا، زمین و آسمان کو انسان کے لیے مسخر فرمایا اور ہر لمحہ اپنی نعمتوں سے نوازتا رہتا ہے۔ اُس کی نعمتیں گنی نہیں جا سکتیں، اُس کے احسانات شمار نہیں کیے جا سکتے، اُس کے فضل کا احاطہ عقل نہیں کر سکتی، اور اُس کی عطائیں وقت، جگہ اور حساب کی حدود سے بلند ہیں۔ ہر تعریف، ہر شکر اور ہر حمد ہمیشہ ہمیشہ صرف اُسی منعمِ حقیقی، ربِ کریم کے لیے ہے جس کی نعمتوں کی کوئی انتہا نہیں۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھری نگاہ سے حاضرین کو دیکھا، پھر آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی جیسے اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتوں کو یاد کر رہے ہوں، پھر فرمایا:

اے میرے عزیزو! انسان اگر اپنی زندگی کے ایک ایک لمحے پر غور کرے تو اُسے معلوم ہوگا کہ وہ ہر طرف سے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں گھرا ہوا ہے۔ ہم سانس لیتے ہیں، دیکھتے ہیں، سنتے ہیں، چلتے ہیں، سوچتے ہیں، محبت کرتے ہیں، یہ سب اللہ تعالیٰ کی عطائیں ہیں۔ لیکن افسوس یہ ہے کہ انسان اکثر اُن نعمتوں کو محسوس نہیں کرتا جو اُسے ہر وقت حاصل ہیں۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

میرے بھائیو! اللہ تعالیٰ کی نعمتیں صرف وہ نہیں جو ہماری آنکھوں کو نظر آتی ہیں۔ مال، گھر، لباس، کھانا اور صحت بھی نعمتیں ہیں، لیکن ایمان، ہدایت، نیکی کی توفیق، دل کا سکون، قرآن سے تعلق، ذکر کی لذت اور اللہ کی محبت اس سے بھی بڑی نعمتیں ہیں۔ کتنے لوگ دنیا کی دولت رکھتے ہیں مگر دل کا سکون نہیں رکھتے، اور کتنے لوگ کم وسائل کے باوجود اللہ کی یاد سے مالا مال ہوتے ہیں۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

اے میرے دوستو! ذرا اپنے وجود پر غور کرو۔ یہ آنکھیں جن سے تم دنیا کے مناظر دیکھتے ہو، یہ اللہ کی نعمت ہیں۔ یہ زبان جس سے تم اپنے جذبات بیان کرتے ہو، یہ اللہ کی نعمت ہے۔ یہ دل جو محبت، احساس اور ایمان کو قبول کرتا ہے، یہ اللہ کی نعمت ہے۔ اگر انسان صرف اپنے جسم کی نعمتوں کو شمار کرنا شروع کرے تو زندگی بھر بھی مکمل شمار نہ کر سکے۔

حافظ صاحب نے فکر انگیز انداز میں فرمایا:

قرآنِ کریم ہمیں یاد دلاتا ہے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو شمار نہیں کر سکتے۔ یہ آیت ہمیں صرف نعمتوں کی کثرت نہیں بتاتی بلکہ ہماری کمزوری بھی

ظاہر کرتی ہے کہ ہم اپنے رب کے احسانات کا پورا ادراک بھی نہیں کر سکتے۔ انسان کا ہر لمحہ اللہ کے فضل کا محتاج ہے۔

حافظ صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا:

ایک آسان سی مثال سمجھ لو۔ ایک شخص اگر کسی باغ میں جائے جہاں ہر طرف خوبصورت پھول، پھل، سایہ اور خوشبو ہو تو وہ ایک ایک نعمت کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے۔ لیکن اگر وہ صرف ایک کانٹے پر نظر رکھے تو باغ کی ساری خوبصورتی بھول جائے گا۔ اسی طرح انسان اگر صرف اپنی مشکلات دیکھتا رہے تو اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتوں کو بھول جاتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت عاجزی سے فرمایا:

میرے بھائیو! نعمتوں کی پہچان انسان کے اندر شکر پیدا کرتی ہے۔ جو شخص نعمت کو اللہ کی طرف سے سمجھتا ہے، اُس کے دل میں عاجزی پیدا ہوتی ہے۔ وہ تکبر نہیں کرتا، کیونکہ اُسے معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھ میرے پاس ہے وہ میرے رب کا عطیہ ہے۔ میری طاقت، میرا علم، میری کامیابی، سب اُس کے فضل سے ہے۔

حافظ صاحب کی آنکھیں نم ہو گئیں اور فرمایا:

اے میرے عزیزو! سب سے بڑی نعمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایمان عطا فرمایا۔ دنیا کی ہر چیز ختم ہو سکتی ہے، مگر ایمان کی دولت وہ خزانہ ہے جو آخرت میں کامیابی کا ذریعہ بنتا ہے۔ جس دل میں اللہ تعالیٰ کی معرفت اور رسول اللہ ﷺ کی محبت ہو، اُس نے حقیقت میں سب سے بڑی نعمت پا لی۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے بعد فرمایا:

اے میرے دوستو! اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر صرف زبان سے الحمدللہ کہنے کا نام نہیں، بلکہ شکر یہ بھی ہے کہ نعمت کو اُس مقصد کے لیے استعمال کیا جائے جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی۔ آنکھ ملی ہے تو حرام سے بچاؤ، زبان ملی ہے تو ذکر اور اچھی

بات کے لیے استعمال کرو، مال ملا ہے تو خیر کے کاموں میں لگاؤ۔

حافظ صاحب نے درد بھرے انداز میں فرمایا:

انسان کی بڑی غفلت یہ ہے کہ وہ موجود نعمتوں کو بھول کر اُن چیزوں کا غم کرتا ہے جو اُس کے پاس نہیں۔ وہ اپنی کمیوں کو گنتا رہتا ہے، مگر اللہ تعالیٰ کے احسانات کو نہیں دیکھتا۔ اگر انسان صرف ایک دن اپنی نعمتوں پر غور کرے تو اُس کا دل شکر سے بھر جائے۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

اے میرے بھائیو! اللہ تعالیٰ کی نعمتیں صرف آسانیوں میں نہیں بلکہ آزمائشوں میں بھی پوشیدہ ہوتی ہیں۔ کبھی بیماری انسان کو اللہ کے قریب کر دیتی ہے، کبھی مشکل انسان کو دعا سکھا دیتی ہے، کبھی محرومی انسان کو اپنے رب کی طرف متوجہ کر دیتی ہے۔ جو شخص اللہ کی حکمت کو سمجھ لیتا ہے، وہ ہر حال میں اپنے رب کا شکر ادا کرتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

یاد رکھو! اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ وہ بندے کو اپنے قریب کر دیتی ہیں۔ اگر نعمت ملنے کے بعد انسان اللہ کو بھول جائے تو نعمت آزمائش بن سکتی ہے، اور اگر نعمت ملنے کے بعد انسان اللہ کا شکر گزار بن جائے تو وہی نعمت رحمت بن جاتی ہے۔

حافظ صاحب نے دل نشین انداز میں فرمایا:

اے میرے عزیزو! اپنے گھروں میں، اپنی اولاد میں، اپنی صحت میں، اپنے رزق میں، اپنے ایمان میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو پہچانو۔ ہر صبح یہ سوچ کر اٹھو کہ آج بھی اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک نئی زندگی عطا فرمائی ہے۔ ہر رات یہ سوچ کر سوؤ کہ آج بھی میرے رب نے مجھ پر کتنے احسانات فرمائے۔

حافظ صاحب نے گفتگو سمیٹتے ہوئے فرمایا:

اے میرے دوستو! اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی کوئی انتہا نہیں۔ انسان جتنا شکر کرتا ہے، اُتنا ہی اللہ تعالیٰ کے فضل کو محسوس کرتا ہے۔ نعمتوں کا خزانہ باہر نہیں بلکہ شکر گزار دل میں کھلتا ہے۔ جس دل میں شکر آ جائے، اُس کے لیے معمولی چیز بھی عظیم نعمت بن جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی نعمتوں کی صحیح پہچان عطا فرمائے، ہمیں شکر گزار بندہ بنائے، ہماری نعمتوں میں برکت عطا فرمائے، ہمیں ایمان، تقویٰ، محبتِ الٰہی اور اطاعت کی دولت سے مالا مال فرمائے، ہمیں ناشکری سے محفوظ رکھے، ہمیں اپنے محبوب رسول اللہ ﷺ کی کامل اتباع نصیب فرمائے، اور دنیا و آخرت میں اپنی رحمت، فضل، قرب اور رضا سے سرفراز فرمائے۔ آمین۔

اللہ کی قدرت کی نشانیاں

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

ہر حمد اُس اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو قدرتوں کا مالک، کائنات کا خالق، ہر ظاہر و پوشیدہ چیز کو وجود بخشنے والا اور اپنی عظیم حکمت سے ہر نظام کو قائم رکھنے والا ہے۔ وہی ذات ہے جس نے آسمانوں کو بغیر ستونوں کے قائم فرمایا، زمین کو بچھایا، سمندروں کو جاری کیا، پہاڑوں کو مضبوط کیا، انسان کو بہترین انداز میں پیدا فرمایا اور اپنی قدرت کی بے شمار نشانیاں ہر طرف ظاہر فرمائیں۔ اُس کی قدرت کا کوئی مقابل نہیں، اُس کے حکم کو کوئی ٹال نہیں سکتا، اُس کی کاریگری میں کوئی نقص نہیں، اور اُس کی عظمت کے سامنے پوری کائنات عاجز ہے۔ ہر تعریف، ہر شکر اور ہر حمد ہمیشہ ہمیشہ صرف اُسی قادرِ مطلق، مالکِ حقیقی ربِ کریم کے لیے ہے۔

حافظ صاحب نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی، جیسے کائنات کی وسعتوں میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کے جلوے دیکھ رہے ہوں، پھر حاضرین کی طرف محبت بھری نگاہ سے دیکھا اور فرمایا:

اے میرے عزیزو! اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہمارے اردگرد بکھری ہوئی ہیں، لیکن انسان اکثر اُنہیں دیکھ کر بھی غور نہیں کرتا۔ آنکھیں دیکھتی ہیں مگر دل نہیں سوچتا، کان سنتے ہیں مگر روح نہیں جاگتی۔ حالانکہ کائنات کا ہر ذرہ اپنے خالق کی عظمت کی گواہی دے رہا ہے۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

میرے بھائیو! اللہ تعالیٰ کی قدرت کو سمجھنے کے لیے سب سے پہلے اپنے وجود پر غور کرو۔ انسان خود ایک عظیم نشانی ہے۔ ایک چھوٹا سا قطرہ جس سے انسان وجود میں آتا ہے، پھر اُس میں روح پھونکی جاتی ہے، اُسے عقل، شعور، محبت، احساس اور بولنے کی صلاحیت عطا کی جاتی ہے۔ یہ سب کس کی قدرت کا مظہر ہے؟ یہ اُس رب کی قدرت ہے جس کے لیے کوئی کام مشکل نہیں۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

اے میرے دوستو! ذرا آسمان کو دیکھو، سورج کی روشنی، چاند کی چمک، ستاروں کا نظام، بادلوں کا سفر، بارش کا نزول، یہ سب اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔ کوئی انسان پوری کائنات کے اس عظیم نظام کو اپنے اختیار میں نہیں رکھ سکتا۔ ہر چیز اپنے رب کے حکم سے چل رہی ہے۔

حافظ صاحب نے فکر انگیز انداز میں فرمایا:

قرآنِ کریم ہمیں بار بار کائنات میں غور کرنے کی دعوت دیتا ہے تاکہ انسان اپنے رب کو پہچانے۔ اللہ تعالیٰ کی نشانیاں صرف آسمانوں میں نہیں بلکہ زمین، انسان کے نفس اور زندگی کے ہر پہلو میں موجود ہیں۔ جو شخص غور کی نظر پیدا کر لیتا ہے، اُس

کے لیے ہر منظر معرفت کا دروازہ بن جاتا ہے۔

حافظ صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا:

ایک آسان سی مثال سمجھ لو۔ ایک خوبصورت کتاب دیکھ کر انسان فوراً سمجھ لیتا ہے کہ اسے کسی نے لکھا ہے، ایک خوبصورت عمارت دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ اسے کسی ماہر نے بنایا ہے، تو پھر یہ عظیم کائنات، جس میں اتنا کامل نظام ہے، کیا بغیر کسی خالق کے ہوسکتی ہے؟ ہر چیز اپنے بنانے والے کی قدرت اور حکمت کی نشانی ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت عاجزی سے فرمایا:

میرے بھائیو! اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ایک عظیم مظہر وقت کا نظام ہے۔ دن کے بعد رات، رات کے بعد دن، موسموں کا بدلنا، زمین سے سبزہ نکلنا، مردہ زمین کا زندہ ہو جانا، یہ سب ہمیں یاد دلاتا ہے کہ جس رب کے لیے مردہ زمین کو زندہ کرنا آسان ہے، اُس کے لیے انسان کے مردہ دل کو ایمان سے زندہ کرنا بھی آسان ہے۔

حافظ صاحب کی آنکھیں نم ہوگئیں اور فرمایا:

اے میرے عزیزو! کبھی اپنے رب کی قدرت سے مایوس نہ ہونا۔ جس اللہ تعالیٰ نے اندھیری رات میں روشنی پیدا کی، پتھر سے پانی نکالا، بے جان مٹی سے انسان بنایا، وہ تمہاری مشکلات کو بھی آسان کرنے پر قادر ہے۔ بندے کی طاقت محدود ہے، مگر اللہ تعالیٰ کی قدرت بے حد و حساب ہے۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے بعد فرمایا:

رسول اللہ ﷺ جب اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں غور فرماتے تو دل اللہ کی عظمت سے بھر جاتا۔ آپ ﷺ نے امت کو بھی یہ سکھایا کہ کائنات کو صرف دیکھو نہیں بلکہ اس کے ذریعے اپنے رب کو پہچانو۔ کیونکہ مومن کی نگاہ ظاہری چیزوں سے آگے بڑھ کر خالق کی عظمت تک پہنچتی ہے۔

حافظ صاحب نے درد بھرے انداز میں فرمایا:

انسان کی کمزوری یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں کے درمیان رہ کر بھی غافل رہتا ہے۔ وہ طلوعِ آفتاب دیکھتا ہے مگر قدرتِ الٰہی کو نہیں پہچانتا، بارش دیکھتا ہے مگر رحمتِ الٰہی کو نہیں سمجھتا، اپنی صحت دیکھتا ہے مگر عطا کرنے والے کو بھول جاتا ہے۔ غفلت انسان کو نشانیوں سے محروم کر دیتی ہے۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

اے میرے دوستو! اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں دیکھنے کے لیے صرف آنکھوں کی نہیں بلکہ زندہ دل کی ضرورت ہے۔ جس دل میں ایمان اور ذکر ہو، اُس کے لیے ہر چیز اللہ کی یاد بن جاتی ہے۔ پھول دیکھے تو خالق کی خوبصورتی یاد آئے، آسمان دیکھے تو اللہ کی عظمت یاد آئے، بارش دیکھے تو اللہ کی رحمت یاد آئے۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

اللہ تعالیٰ کی قدرت پر یقین انسان کو مضبوط بنا دیتا ہے۔ پھر وہ حالات سے نہیں گھبراتا، کیونکہ اُسے معلوم ہوتا ہے کہ میرا رب ہر چیز پر قادر ہے۔ وہ دعا کرتا ہے، کوشش کرتا ہے، صبر کرتا ہے، کیونکہ اُس کا یقین اپنی طاقت پر نہیں بلکہ اللہ کی قدرت پر ہوتا ہے۔

حافظ صاحب نے دل نشین انداز میں فرمایا:

اے میرے عزیزو! اپنی زندگی میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کے آثار تلاش کرو۔ اپنی پیدائش، اپنی صحت، اپنے رزق، اپنے رشتوں اور اپنے حالات میں اُس کے فضل کو پہچانو۔ جب انسان اللہ کی قدرت کو پہچان لیتا ہے تو اُس کے اندر عاجزی، شکر اور محبت پیدا ہو جاتی ہے۔

حافظ صاحب نے گفتگو سمیٹتے ہوئے فرمایا:

یاد رکھو! اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں پوری کائنات میں پھیلی ہوئی ہیں۔ جو دل اُن نشانیوں سے سبق لیتا ہے، وہ معرفت کی راہوں پر چل پڑتا ہے۔ اللہ کی

قدرت کو پہچاننے والا بندہ کبھی تکبر نہیں کرتا، کیونکہ اُسے معلوم ہوتا ہے کہ اصل طاقت صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی قدرت کی نشانیوں کو پہچاننے والی نگاہ عطا فرمائے، ہمارے دلوں کو معرفت کے نور سے روشن فرمائے، ہمیں کائنات میں غور وفکر کرنے والا بنائے، ہمارے ایمان کو مضبوط فرمائے، ہمیں اپنے محبوب رسول اللہ ﷺ کی کامل اتباع نصیب فرمائے، اور دنیا و آخرت میں اپنی رحمت، قدرت، قرب اور رضا سے سرفراز فرمائے۔ آمین۔

اللہ کی حکمت ہر فیصلے میں پوشیدہ

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

ہر حمد اُس اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو حکمتوں کا خزانہ، رازوں کا جاننے والا، ہر فیصلے میں مصلحت رکھنے والا اور اپنے بندوں کے حق میں سب سے بہتر تدبیر فرمانے والا ہے۔ وہی ذات ہے جو کبھی عطا کے ذریعے آزماتی ہے، کبھی روک کر نوازتی ہے، کبھی تاخیر میں بھلائی رکھتی ہے اور کبھی مشکلات کے پردے میں رحمت چھپا دیتی ہے۔ اُس کا کوئی فیصلہ بے مقصد نہیں، اُس کی کوئی تقدیر حکمت سے خالی نہیں، اُس کا ہر حکم علم، رحمت اور مصلحت پر قائم ہے۔ انسانی عقل محدود ہے مگر اللہ تعالیٰ کی حکمت بے حد وحساب ہے، اور ہر تعریف، ہر شکر اور ہر حمد ہمیشہ ہمیشہ صرف اُسی حکیمِ مطلق، ربِ کریم کے لیے ہے۔

حافظ صاحب نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی، جیسے اللہ تعالیٰ کے فیصلوں میں پوشیدہ حکمتوں کو دل کی آنکھ سے دیکھ رہے ہوں، پھر حاضرین کی طرف محبت بھری نگاہ

سے دیکھا اور فرمایا:

اے میرے عزیزو! انسان اکثر اپنی زندگی کے حالات کو صرف اپنی محدود نظر سے دیکھتا ہے۔ جو چیز اُس کی خواہش کے مطابق ہو اُسے اچھا سمجھتا ہے، اور جو اُس کی مرضی کے خلاف ہو اُسے مشکل سمجھ لیتا ہے، لیکن مومن کا یقین یہ ہے کہ میرے رب کا ہر فیصلہ میرے حق میں بہتر ہے، چاہے میری عقل اُسے فوراً سمجھ نہ سکے۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

میرے بھائیو! اللہ تعالیٰ کی حکمت کا سب سے بڑا راز یہ ہے کہ وہ بندے سے زیادہ بندے کو جانتا ہے۔ انسان اپنے حال کو جانتا ہے، مگر اللہ تعالیٰ اُس کے ماضی، حال اور مستقبل کو جانتا ہے۔ انسان صرف ظاہری منظر دیکھتا ہے، مگر اللہ تعالیٰ انجام کو دیکھتا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہمیشہ علم اور حکمت پر مبنی ہوتا ہے۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

اے میرے دوستو! کبھی ایسا ہوتا ہے کہ انسان کسی چیز کو حاصل کرنا چاہتا ہے مگر وہ اسے نہیں ملتی۔ وہ غمگین ہو جاتا ہے، سوچتا ہے کہ میرے ساتھ ایسا کیوں ہوا؟ لیکن کچھ وقت بعد اُسے معلوم ہوتا ہے کہ جس چیز کو وہ اپنے لیے بہتر سمجھ رہا تھا، اللہ تعالیٰ نے اُسے اُس سے بچا لیا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا علم کامل ہے اور بندے کا علم محدود۔

حافظ صاحب نے فکر انگیز انداز میں فرمایا:

قرآنِ کریم ہمیں یہ سبق دیتا ہے کہ ممکن ہے انسان کسی چیز کو پسند کرے حالانکہ اُس میں اُس کے لیے نقصان ہو، اور ممکن ہے کسی چیز کو ناپسند کرے حالانکہ اُس میں اُس کے لیے بھلائی ہو۔ یہ آیت ہمیں اللہ تعالیٰ کی حکمت پر اعتماد کرنا سکھاتی ہے کہ رب کا فیصلہ بندے کی خواہش سے بلند ہوتا ہے۔

حافظ صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا:

ایک آسان سی مثال سمجھ لو۔ ایک ماں اپنے چھوٹے بچے کو ہر چیز نہیں دیتی جس کا

وہ مطالبہ کرتا ہے۔ کبھی بچہ کسی خطرناک چیز کے لیے ضد کرتا ہے مگر ماں محبت کی وجہ سے اسے روک دیتی ہے۔ بچہ سمجھتا ہے کہ مجھے محروم کیا جا رہا ہے، لیکن حقیقت میں ماں اُس کی حفاظت کر رہی ہوتی ہے۔ جب ایک ماں کی محبت میں حکمت ہو سکتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے فیصلوں میں کتنی عظیم حکمتیں ہوں گی۔

حافظ صاحب نے نہایت عاجزی سے فرمایا:

میرے بھائیو! اللہ تعالیٰ کبھی کسی بندے پر ظلم نہیں فرماتا۔ اگر کوئی چیز روک دی جائے تو اُس میں بھی حکمت ہوتی ہے، اگر کوئی آزمائش آ جائے تو اُس میں بھی تربیت ہوتی ہے، اگر کوئی راستہ بند ہو جائے تو اُس کے پیچھے کوئی بہتر راستہ چھپا ہو سکتا ہے۔ بندے کا کام یہ ہے کہ کوشش کرے، دعا کرے اور اپنے رب کے فیصلے پر بھروسہ رکھے۔

حافظ صاحب کی آنکھیں نم ہو گئیں اور فرمایا:

اے میرے عزیزو! انبیائے کرام علیہم السلام کی زندگیاں ہمیں یہی سبق دیتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے فیصلوں پر یقین رکھا جائے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے حالات دیکھو، کنویں سے قید خانے تک کا سفر بظاہر مشکل تھا، مگر انہی مراحل کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے انہیں عزت اور مقام عطا فرمایا۔ جو واقعہ انسان کو نقصان نظر آتا ہے، اللہ تعالیٰ اُسی میں عظیم خیر پیدا فرما دیتا ہے۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے بعد فرمایا:

اے میرے دوستو! زندگی میں جب مشکلات آئیں تو فوراً یہ نہ سوچو کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے کیوں آزمایا، بلکہ یہ سوچو کہ اللہ تعالیٰ مجھے کیا سکھانا چاہتا ہے۔ کبھی آزمائش انسان کو مضبوط بناتی ہے، کبھی اُس کے گناہوں کو دھوتی ہے، کبھی اُسے اپنے رب کے قریب لے آتی ہے۔

حافظ صاحب نے درد بھرے انداز میں فرمایا:

انسان کی بڑی کمزوری یہ ہے کہ وہ جلدی فیصلہ کرنا چاہتا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ ہر بات اُس کی سمجھ میں فوراً آ جائے، مگر اللہ تعالیٰ کی حکمتیں انسان کے علم سے بہت بلند ہیں۔ جیسے ایک بچہ کتاب کے چند صفحات دیکھ کر پوری کتاب کا مطلب نہیں سمجھ سکتا، اسی طرح انسان زندگی کے چند لمحوں کو دیکھ کر اللہ کے پورے فیصلے کو نہیں سمجھ سکتا۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

اے میرے بھائیو! جب اللہ تعالیٰ کوئی نعمت دے تو شکر کرو، جب کوئی چیز روک دے تو صبر کرو، جب کوئی راستہ بدل دے تو یقین رکھو کہ اُس میں بھلائی ہے۔ کیونکہ مومن کا تعلق صرف نعمت سے نہیں بلکہ نعمت دینے والے رب سے ہوتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

اللہ تعالیٰ کے فیصلوں پر راضی ہونا ایمان کی بڑی علامت ہے۔ جس دل میں اللہ کی حکمت پر یقین پیدا ہو جاتا ہے، اُس دل میں بے چینی کم ہو جاتی ہے۔ پھر انسان ہر حال میں اپنے رب سے جڑا رہتا ہے، کیونکہ اُسے یقین ہوتا ہے کہ میرا رب مجھے مجھ سے زیادہ جانتا ہے۔

حافظ صاحب نے دل نشین انداز میں فرمایا:

اے میرے عزیزو! اپنی دعا میں صرف اپنی خواہش نہ مانگو بلکہ اللہ تعالیٰ کی حکمت پر بھی اعتماد رکھو۔ کبھی یہ بھی کہو: اے اللہ! جو میرے لیے بہتر ہے وہ عطا فرما، جو میرے حق میں نقصان دہ ہے اُس سے بچا لے، کیونکہ تو جانتا ہے اور میں نہیں جانتا۔

حافظ صاحب نے گفتگو سمیٹتے ہوئے فرمایا:

یاد رکھو! اللہ کی حکمت ہر فیصلے میں پوشیدہ ہے۔ کبھی رحمت آسانی کی صورت میں آتی ہے اور کبھی آزمائش کی صورت میں۔ کبھی عطا میں بھلائی ہوتی ہے اور کبھی محرومی میں حفاظت۔ بندہ اگر اپنے رب کی حکمت پر یقین کر لے تو اُس کا دل سکون پا لیتا ہے

اور زندگی کا ہر مرحلہ اللہ کی طرف سفر بن جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے فیصلوں پر کامل یقین اور رضا عطا فرمائے، ہمیں اپنی حکمتوں کو سمجھنے والی بصیرت عطا فرمائے، ہمیں صبر، شکر اور توکل کی دولت سے مالا مال فرمائے، ہمارے دلوں کو بے یقینی اور بے چینی سے محفوظ رکھے، ہمیں اپنے محبوب رسول اللہ ﷺ کی کامل اتباع نصیب فرمائے، اور دنیا و آخرت میں اپنی رحمت، حکمت، قرب اور رضا سے سرفراز فرمائے۔ آمین۔

اللہ کی اپنے بندوں سے محبت

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

ہر حمد اُس اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو اپنے بندوں پر بے حد مہربان، اُن پر رحمت فرمانے والا، اُن کی خطاؤں کو معاف کرنے والا اور اُنہیں اپنی محبت و قرب سے نوازنے والا ہے۔ وہی ذات ہے جو بندہ بھول جائے تو بھی اُسے نہیں بھولتی، بندہ دور ہو جائے تو بھی اُسے اپنی رحمت کی طرف بلاتی ہے، بندہ گر جائے تو اُسے سنبھالنے کے راستے کھول دیتی ہے۔ اُس کی محبت کسی غرض، کسی حاجت اور کسی فائدے کی محتاج نہیں، بلکہ اُس کا کرم محض فضل اور رحمت ہے۔ وہ اپنے بندوں کے لیے ہدایت، مغفرت، سکون اور کامیابی کے دروازے کھولتا ہے، اور ہر تعریف، ہر شکر اور ہر حمد ہمیشہ ہمیشہ صرف اُسی محبت کرنے والے ربِ کریم کے لیے ہے۔

حافظ صاحب نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی، جیسے اللہ تعالیٰ کی بے پایاں رحمتوں اور محبتوں کو دل میں محسوس کر رہے ہوں، پھر حاضرین کی طرف محبت بھری نگاہ سے دیکھا اور فرمایا:

اے میرے عزیزو! دنیا میں انسان محبت تلاش کرتا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ کوئی اُسے سمجھے، کوئی اُس کا خیال رکھے، کوئی اُس کے دکھ درد میں ساتھ دے۔ لیکن یاد رکھو! سب سے بڑی محبت اُس رب کی محبت ہے جس نے ہمیں پیدا کیا، ہمیں نعمتیں دیں، ہماری کمزوریوں کو جانا اور پھر بھی ہمیں اپنی رحمت سے محروم نہیں فرمایا۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

میرے بھائیو! اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں سے محبت ایسی محبت ہے جس کا مقابلہ دنیا کی کوئی محبت نہیں کر سکتی۔ ماں کی محبت، باپ کی شفقت، دوستوں کی وفاداری، یہ سب اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ محبتوں کے مظاہر ہیں، مگر خالق کی محبت مخلوق کی محبت سے کہیں بلند ہے۔ وہ بندے کے ظاہر کو بھی جانتا ہے اور دل کے رازوں کو بھی، پھر بھی اپنی رحمت کے دروازے کھلے رکھتا ہے۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

اے میرے دوستو! اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے محبت فرماتا ہے تو اُنہیں ایمان کی دولت عطا فرماتا ہے، نیکی کی توفیق دیتا ہے، گناہوں سے بچنے کے راستے دکھاتا ہے، توبہ کی توفیق دیتا ہے اور اپنے قرب کی طرف بلاتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کسی بندے پر کرم نہ فرمائے تو وہ ہدایت کی طرف قدم بھی نہیں اٹھا سکتا۔

حافظ صاحب نے فکر انگیز انداز میں فرمایا:

کبھی غور کرو کہ انسان کتنی غلطیاں کرتا ہے، کتنی کوتاہیاں کرتا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ پھر بھی اُسے رزق دیتا ہے، سانسیں دیتا ہے، صحت دیتا ہے، توبہ کا موقع دیتا ہے۔ یہ اُس کی محبت اور رحمت کا عظیم اظہار ہے۔ بندہ ایک قدم اُس کی طرف بڑھاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اُس کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔

حافظ صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا:

ایک آسان سی مثال سمجھ لو۔ ایک باغبان جب کسی پودے کو لگاتا ہے تو اُس کی

حفاظت کرتا ہے، پانی دیتا ہے، دھوپ اور نقصان سے بچاتا ہے، کیونکہ اُسے اُس پودے کے بڑھنے کی امید ہوتی ہے۔ تو سوچو! جس اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنے ہاتھوں سے پیدا فرمایا، اُسے عقل، روح اور ایمان کی صلاحیت عطا فرمائی، وہ اپنے بندے پر کتنی رحمت فرماتا ہوگا۔

حافظ صاحب نے نہایت عاجزی سے فرمایا:

میرے بھائیو! اللہ تعالیٰ کی محبت کا ایک بڑا نشان یہ ہے کہ وہ بندے کو گناہ کے بعد بھی واپسی کا راستہ دیتا ہے۔ انسان اگر غلطی کر بیٹھے، پھر ندامت کے ساتھ اپنے رب کی طرف لوٹ آئے، تو اللہ تعالیٰ اُسے قبول فرماتا ہے۔ یہ اُس رب کی محبت ہے جو بندے کی کمزوری جانتا ہے اور اُسے اپنی رحمت سے جوڑنا چاہتا ہے۔

حافظ صاحب کی آنکھیں نم ہو گئیں اور فرمایا:

اے میرے عزیزو! رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اللہ تعالیٰ کی رحمت اور محبت کی عظمت بتائی۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اُس ماں سے بھی زیادہ رحم فرمانے والا ہے جو اپنے بچے پر شفقت کرتی ہے۔ یہ حقیقت ہمیں امید دیتی ہے کہ ہمارا رب ہمیں سزا دینے کے لیے نہیں بلکہ اپنی رحمت میں لینے کے لیے بلاتا ہے۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے بعد فرمایا:

اے میرے دوستو! اللہ تعالیٰ کی محبت کا تقاضا یہ ہے کہ بندہ بھی اپنے رب سے محبت کرے۔ جب انسان جان لیتا ہے کہ میرا رب مجھ پر کتنا مہربان ہے تو اُس کے دل میں شکر، عاجزی اور اطاعت پیدا ہوتی ہے۔ وہ گناہ سے بچنے کی کوشش کرتا ہے، کیونکہ وہ اپنے محبوب رب کو ناراض نہیں کرنا چاہتا۔

حافظ صاحب نے درد بھرے انداز میں فرمایا:

انسان کی بڑی محرومی یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی محبت کے ہوتے ہوئے بھی دنیا کی محبتوں میں بھٹکتا رہتا ہے۔ وہ لوگوں سے امیدیں باندھتا ہے، مخلوق کے دروازوں پر

سکون تلاش کرتا ہے، لیکن اصل خزانہ اپنے رب کی محبت میں موجود ہے۔ جس دل کو اللہ کی محبت مل جائے، وہ کبھی حقیقی طور پر محروم نہیں رہتا۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

اے میرے بھائیو! اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل کرنے کے لیے اپنے دل کو پاک کرو، ذکر کو اپنا ساتھی بناؤ، قرآن سے تعلق مضبوط کرو، نیکیوں کو اختیار کرو اور مخلوق کے ساتھ حسنِ سلوک کرو۔ کیونکہ جو شخص اللہ کے بندوں سے محبت کرتا ہے اور اللہ کے حکم پر چلتا ہے، اللہ تعالیٰ اُس پر اپنی خاص رحمت فرماتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

اللہ تعالیٰ کی محبت کا سب سے بڑا اثر یہ ہے کہ بندہ اکیلا نہیں رہتا۔ جب دنیا ساتھ چھوڑ دے، جب حالات بدل جائیں، جب لوگ دور ہو جائیں، تب بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت بندے کے ساتھ رہتی ہے۔ وہ اپنے بندے کے دل کی آواز سنتا ہے، اُس کی آنکھوں کے آنسو دیکھتا ہے اور اُس کی دعاؤں کو قبول فرماتا ہے۔

حافظ صاحب نے دل نشین انداز میں فرمایا:

اے میرے عزیزو! اپنے دل میں یہ یقین پیدا کرو کہ اللہ تعالیٰ تم سے محبت فرماتا ہے۔ اپنی کمزوریوں کی وجہ سے مایوس نہ ہو، بلکہ اپنے رب کی رحمت کی طرف لوٹ آؤ۔ شیطان چاہتا ہے کہ بندہ مایوس ہو جائے، مگر اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ بندہ اُس کی رحمت میں داخل ہو جائے۔

حافظ صاحب نے گفتگو سمیٹتے ہوئے فرمایا:

یاد رکھو! اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں سے محبت دنیا کی ہر محبت سے عظیم ہے۔ یہ محبت انسان کو اندھیروں سے نکال کر نور کی طرف لے جاتی ہے، دل کو سکون دیتی ہے، زندگی کو مقصد عطا کرتی ہے اور آخرت میں کامیابی کا ذریعہ بنتی ہے۔ جو بندہ اللہ کی محبت کو پہچان لیتا ہے، اُس کی پوری زندگی بدل جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی سچی محبت عطا فرمائے، ہمیں اپنی رحمتوں کو پہچاننے کی توفیق دے، ہمارے دلوں کو محبتِ الٰہی سے آباد فرمائے، ہمیں اپنی اطاعت اور رضا کے راستے پر چلائے، ہمیں اپنے محبوب رسول اللہ ﷺ کی کامل محبت اور اتباع نصیب فرمائے، اور دنیا و آخرت میں اپنی رحمت، قرب، مغفرت اور محبت سے سرفراز فرمائے۔ آمین۔

اللہ کی رحمت سے کبھی مایوس نہ ہوں

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

ہر حمد اُس اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو رحمتوں کا سمندر، مغفرتوں کا خزانہ، خطا کاروں کو معاف فرمانے والا اور نا اُمید دلوں کو امید عطا فرمانے والا ہے۔ وہی ذات ہے جو گناہگار بندوں کے لیے توبہ کا دروازہ کھولتی ہے، ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑتی ہے، بھٹکے ہوئے انسانوں کو راستہ دکھاتی ہے اور اپنی رحمت سے محروم انسانوں کو پھر سے سنبھلنے کا موقع عطا فرماتی ہے۔ اُس کی رحمت ہماری خطاؤں سے کہیں وسیع ہے، اُس کا کرم ہماری کمزوریوں سے کہیں بڑا ہے، اُس کی بخشش ہمارے گناہوں سے کہیں زیادہ عظیم ہے۔ ہر تعریف، ہر شکر اور ہر حمد ہمیشہ ہمیشہ صرف اُسی رحمٰن و رحیم ربِ کریم کے لیے ہے جس کی رحمت کبھی ختم نہیں ہوتی۔

حافظ صاحب نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی، جیسے اللہ تعالیٰ کی بے پایاں رحمت کے خزانے کو دل کی آنکھ سے دیکھ رہے ہوں، پھر حاضرین کی طرف محبت بھری نگاہ سے دیکھا اور فرمایا:

اے میرے عزیزو! انسان کی زندگی میں کبھی ایسے لمحات آتے ہیں جب

مشکلات گھیر لیتی ہیں، گناہوں کا بوجھ محسوس ہوتا ہے، راستے بند نظر آتے ہیں، اور دل میں یہ خیال آنے لگتا ہے کہ شاید اب میرے لیے کوئی امید باقی نہیں۔ لیکن یاد رکھو! مومن کے لیے سب سے بڑی طاقت اللہ تعالیٰ کی رحمت پر یقین ہے۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

میرے بھائیو! شیطان کی سب سے بڑی کوشش یہ ہوتی ہے کہ وہ انسان کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس کر دے۔ وہ کہتا ہے کہ تم بہت گناہگار ہو، تمہاری معافی ممکن نہیں، تمہاری حالت نہیں بدل سکتی۔ لیکن یہ شیطان کا دھوکا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت بندے کے گناہوں سے کہیں وسیع ہے۔ جب تک سانس باقی ہے، واپسی کا راستہ کھلا ہے۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

اے میرے دوستو! اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو مایوسی نہیں بلکہ امید کا پیغام دیا ہے۔ قرآنِ کریم ہمیں سکھاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے نا اُمید نہ ہونا، کیونکہ وہ گناہوں کو معاف فرمانے والا ہے۔ یہ پیغام صرف نیک لوگوں کے لیے نہیں بلکہ ہر اُس انسان کے لیے ہے جو اپنی غلطیوں کے باوجود اپنے رب کی طرف پلٹنا چاہتا ہے۔

حافظ صاحب نے فکر انگیز انداز میں فرمایا:

انسان کبھی کبھی اپنی غلطیوں کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بڑا سمجھ لیتا ہے۔ وہ بھول جاتا ہے کہ جس اللہ تعالیٰ نے پوری کائنات کو پیدا کیا، وہ ایک بندے کی اصلاح پر بھی قادر ہے۔ جس نے مردہ زمین کو زندہ کیا، وہ مردہ دلوں کو ایمان اور توبہ سے زندہ نہیں کر سکتا؟ ہرگز نہیں، اُس کے لیے سب کچھ ممکن ہے۔

حافظ صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا:

ایک آسان سی مثال سمجھ لو۔ ایک بچہ چلتے ہوئے گر جاتا ہے، اُس کے کپڑے

مٹی سے بھر جاتے ہیں، وہ رونے لگتا ہے، لیکن ماں اُسے دھتکارتی نہیں بلکہ اٹھا کر صاف کرتی ہے۔ یہ ایک مخلوق کی محبت ہے۔ تو سوچو! اللہ تعالیٰ جو سب سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے، جب بندہ سچی توبہ کے ساتھ اُس کی طرف لوٹتا ہے تو وہ اُس پر کتنی رحمت فرماتا ہوگا۔

حافظ صاحب نے نہایت عاجزی سے فرمایا:

میرے بھائیو! اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید رکھنے کا مطلب یہ نہیں کہ انسان گناہوں پر قائم رہے، بلکہ حقیقی امید وہ ہے جو انسان کو توبہ اور اصلاح کی طرف لے جائے۔ جو شخص اللہ کی رحمت کو پہچان لیتا ہے، وہ گناہ پر اصرار نہیں کرتا بلکہ اپنے رب کے سامنے جھک جاتا ہے۔

حافظ صاحب کی آنکھیں نم ہو گئیں اور فرمایا:

اے میرے عزیزو! کتنے لوگ ایسے ہیں جنہوں نے زندگی کے سال غفلت میں گزارے، مگر جب سچے دل سے اللہ کی طرف پلٹے تو اللہ تعالیٰ نے اُن کی زندگی بدل دی۔ تاریخِ اسلام میں بے شمار ایسے لوگ گزرے جن کی ابتدا کمزوری سے ہوئی، مگر اللہ کی رحمت نے انہیں نیکی اور ہدایت کا چراغ بنا دیا۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے بعد فرمایا:

اے میرے دوستو! اگر کبھی دل میں گناہوں کا احساس پیدا ہو تو یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی علامت سمجھو کہ وہ تمہیں اپنی طرف بلا رہا ہے۔ جس دل میں ندامت پیدا ہو جائے، اُس کے لیے توبہ کا راستہ کھل جاتا ہے۔ دل کا درد بھی کبھی کبھی اللہ کی طرف واپسی کا دروازہ بن جاتا ہے۔

حافظ صاحب نے درد بھرے انداز میں فرمایا:

انسان کی بڑی کمزوری یہ ہے کہ وہ اپنی طاقت کو دیکھ کر مایوس ہو جاتا ہے، مگر اللہ تعالیٰ کی قدرت کو نہیں دیکھتا۔ وہ اپنے ماضی کو دیکھتا ہے مگر اللہ کی مغفرت کو نہیں

دیکھتا۔ وہ اپنی غلطیوں کو دیکھتا ہے مگر رب کی رحمت کو بھول جاتا ہے۔ یاد رکھو! اللہ تعالیٰ کا فضل تمہاری کمزوریوں سے کہیں بڑا ہے۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

اے میرے بھائیو! جب پریشانی آئے تو دعا کا دامن پکڑو، جب گناہ ہو جائے تو توبہ کا راستہ اختیار کرو، جب دل ٹوٹ جائے تو اللہ کے ذکر میں سکون تلاش کرو۔ دنیا کے دروازے بند ہو سکتے ہیں، مگر اللہ تعالیٰ کی رحمت کا دروازہ کبھی بند نہیں ہوتا۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو سزا دینے میں جلدی نہیں فرماتا، بلکہ انہیں سنبھلنے کا موقع دیتا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ بندہ اُس کی طرف واپس آئے، اپنے دل کو پاک کرے، اپنی زندگی کو درست کرے اور اُس کی رحمت کے سائے میں آ جائے۔ یہ اُس کے کرم کی عظیم نشانی ہے۔

حافظ صاحب نے دل نشین انداز میں فرمایا:

اے میرے عزیزو! اپنی زندگی میں امید کا چراغ روشن رکھو۔ بیماری ہو، پریشانی ہو، مالی تنگی ہو، گناہوں کا بوجھ ہو، کوئی بھی حالت ہو، اللہ تعالیٰ کی رحمت سے تعلق نہ توڑو۔ کیونکہ جس رب نے تمہیں پیدا کیا ہے، وہ تمہاری اصلاح، تمہاری مدد اور تمہاری بخشش پر بھی قادر ہے۔

حافظ صاحب نے گفتگو سمیٹتے ہوئے فرمایا:

یاد رکھو! اللہ کی رحمت سے کبھی مایوس نہ ہونا۔ مایوسی شیطان کا ہتھیار ہے، جبکہ امید ایمان کی روشنی ہے۔ جو بندہ اللہ کی رحمت پر یقین رکھتا ہے، وہ کبھی مکمل طور پر نہیں ٹوٹتا، کیونکہ اُسے معلوم ہوتا ہے کہ میرا رب میرے حال سے واقف ہے اور اُس کی رحمت ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی رحمت پر کامل یقین عطا فرمائے، ہمیں مایوسی، غفلت اور

گناہوں کے اندھیروں سے محفوظ فرمائے، ہمیں سچی توبہ کی توفیق دے، ہمارے دلوں کو امید، ایمان اور محبت سے بھر دے، ہمیں اپنے محبوب رسول اللہ ﷺ کی کامل اتباع نصیب فرمائے، اور دنیا و آخرت میں اپنی رحمت، مغفرت، قرب اور رضا سے سرفراز فرمائے۔ آمین۔

اللہ کی بارگاہ میں عاجزی کی اہمیت

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

ہر حمد اُس اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو عظمت و کبریائی کا مالک، بڑائی اور بزرگی کا حقیقی مستحق، عاجزی اختیار کرنے والوں کو بلند مقام عطا فرمانے والا اور تکبر کرنے والوں کو پسند نہ فرمانے والا ہے۔ وہی ذات ہے جس کے سامنے جھکنے والا کبھی ذلیل نہیں ہوتا، جس کے در پر آنے والا کبھی محروم نہیں رہتا، جس کے حضور اپنی کمزوری کا اعتراف کرنے والا اُس کے فضل و کرم کا مستحق بن جاتا ہے۔ اُس کی شان بے مثال ہے، اُس کی قدرت بے انتہا ہے، اُس کی بادشاہی لامحدود ہے، اور انسان کی حقیقت اُس کے سامنے صرف بندگی اور عاجزی ہے۔ ہر تعریف، ہر شکر اور ہر حمد ہمیشہ ہمیشہ صرف اُسی ربِ عظیم و کریم کے لیے ہے جو عاجز دلوں کو اپنی رحمت کے قریب کر لیتا ہے۔

حافظ صاحب نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی، جیسے اللہ تعالیٰ کی عظمت کے سامنے اپنی بندگی کا احساس کر رہے ہوں، پھر حاضرین کی طرف محبت بھری نگاہ سے دیکھا اور فرمایا:

اے میرے عزیزو! انسان کی اصل خوبصورتی اُس کے لباس، مال، علم یا مقام

میں نہیں بلکہ اُس عاجزی میں ہے جو اُسے اپنے رب کے قریب کر دے۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے جھک جانا کمزوری نہیں بلکہ ایمان کی قوت ہے۔ جو بندہ اپنے آپ کو اللہ کا محتاج سمجھ لیتا ہے، اللہ تعالیٰ اُسے اپنے فضل سے غنی کر دیتا ہے۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

میرے بھائیو! عاجزی کا مطلب یہ نہیں کہ انسان اپنی عزت کھو دے یا خود کو بے وقعت سمجھے، بلکہ حقیقی عاجزی یہ ہے کہ انسان اپنی حقیقت پہچان لے۔ وہ جان لے کہ میری ہر نعمت اللہ کی عطا ہے، میری ہر صلاحیت اللہ کا فضل ہے، میری ہر کامیابی اللہ کی مدد سے ہے۔ جب یہ احساس دل میں پیدا ہوتا ہے تو تکبر ختم ہو جاتا ہے اور بندگی کی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

اے میرے دوستو! اللہ تعالیٰ کو وہ دل پسند ہیں جو اُس کے سامنے جھکے ہوئے ہوں۔ جو بندہ نماز میں عاجزی اختیار کرتا ہے، دعا میں اپنی کمزوری ظاہر کرتا ہے، گناہوں پر ندامت محسوس کرتا ہے اور ہر حال میں اللہ کے فضل کا محتاج رہتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کے قریب ہو جاتا ہے۔

حافظ صاحب نے فکر انگیز انداز میں فرمایا:

تکبر انسان کو اللہ سے دور کر دیتا ہے، جبکہ عاجزی انسان کو اللہ کے قریب لے جاتی ہے۔ ابلیس کی ہلاکت کا سبب بھی تکبر تھا۔ اُس نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مقابلے میں اپنی بڑائی کو پیش کیا، جس کی وجہ سے وہ رحمتِ الٰہی سے دور ہو گیا۔ اس لیے مومن کی پہچان یہ ہے کہ اُس کا دل عاجزی سے بھرا ہوا ہو۔

حافظ صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا:

ایک آسان سی مثال سمجھ لو۔ ایک درخت جب پھلوں سے بھر جاتا ہے تو اُس کی شاخیں جھک جاتی ہیں۔ خالی شاخیں زیادہ اوپر ہوتی ہیں، لیکن فائدہ نہیں دیتیں۔

اسی طرح جس انسان کے اندر علم، تقویٰ اور نیکی کا پھل پیدا ہوتا ہے، اُس کے اندر عاجزی بڑھ جاتی ہے۔ وہ خود کو بڑا نہیں سمجھتا بلکہ اللہ کا شکر ادا کرتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت عاجزی سے فرمایا:

میرے بھائیو! اللہ کی بارگاہ میں عاجزی کا سب سے بڑا مقام یہ ہے کہ بندہ اپنی حاجت کو پہچانے۔ وہ سمجھے کہ میں ہر لمحہ اپنے رب کا محتاج ہوں۔ میری سانس اُس کے اختیار میں ہے، میرا رزق اُس کے اختیار میں ہے، میری زندگی اور موت اُس کے اختیار میں ہے۔ یہ احساس انسان کو حقیقی بندگی عطا کرتا ہے۔

حافظ صاحب کی آنکھیں نم ہو گئیں اور فرمایا:

رسول اللہ ﷺ عاجزی کے سب سے اعلیٰ نمونہ تھے۔ آپ ﷺ تمام انسانوں میں سب سے بلند مقام رکھنے کے باوجود سب سے زیادہ عاجزی اختیار فرماتے تھے۔ آپ ﷺ کمزوروں کے ساتھ بیٹھتے، مسکینوں کی خبر گیری فرماتے، اللہ تعالیٰ کے سامنے لمبی دعائیں فرماتے اور اپنی امت کے لیے رحمت بن کر تشریف لائے۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے بعد فرمایا:

اے میرے عزیزو! آج انسان کا بڑا مسئلہ یہ ہے کہ وہ اپنی کامیابیوں کو اپنا کمال سمجھنے لگتا ہے۔ وہ بھول جاتا ہے کہ جو کچھ ملا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ اگر اللہ علم نہ دیتا تو انسان جاہل رہتا، اگر اللہ صحت نہ دیتا تو طاقت نہ ہوتی، اگر اللہ توفیق نہ دیتا تو کوئی نیکی ممکن نہ ہوتی۔

حافظ صاحب نے درد بھرے انداز میں فرمایا:

تکبر انسان کو اندھا کر دیتا ہے۔ وہ اپنی خامیاں نہیں دیکھتا، دوسروں کو حقیر سمجھنے لگتا ہے، نصیحت قبول نہیں کرتا اور آہستہ آہستہ اپنے رب سے دور ہو جاتا ہے۔ لیکن عاجز انسان ہمیشہ سیکھتا رہتا ہے، اصلاح قبول کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل کا

امیدوار رہتا ہے۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

اے میرے بھائیو! اپنی دعاؤں میں عاجزی پیدا کرو۔ صرف الفاظ نہ مانگو بلکہ دل کو اللہ کے سامنے جھکا دو۔ اپنی کمزوریوں کا اعتراف کرو، اپنی حاجت بیان کرو، اپنی غلطیوں پر معافی مانگو، کیونکہ اللہ تعالیٰ کو وہ بندہ پسند ہے جو اپنی حقیقت پہچان کر اُس کے در پر آتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

کبھی اپنی عبادت پر فخر نہ کرنا، کبھی اپنی نیکیوں کو اپنا کمال نہ سمجھنا، کیونکہ عبادت کی توفیق بھی اللہ تعالیٰ کی عطا ہے۔ مومن کی شان یہ ہے کہ نیکی کرے اور پھر بھی اللہ سے قبولیت کی دعا کرے۔ وہ اپنے عمل پر نہیں بلکہ اللہ کے فضل پر بھروسہ کرتا ہے۔

حافظ صاحب نے دل نشین انداز میں فرمایا:

اے میرے عزیزو! عاجزی صرف اللہ کے سامنے نہیں بلکہ اللہ کی مخلوق کے ساتھ بھی ہونی چاہیے۔ والدین کے ساتھ، اہلِ خانہ کے ساتھ، غریبوں کے ساتھ، کمزوروں کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا بھی عاجزی کا حصہ ہے۔ جو بندہ اللہ کے لیے جھک جاتا ہے، اللہ تعالیٰ اُسے لوگوں کے دلوں میں عزت عطا فرما دیتا ہے۔

حافظ صاحب نے گفتگو سمیٹتے ہوئے فرمایا:

یاد رکھو! اللہ کی بارگاہ میں عاجزی انسان کو بلند کر دیتی ہے۔ جو شخص اپنے رب کے سامنے جھک جاتا ہے، اللہ تعالیٰ اُسے عزت عطا فرماتا ہے۔ بندگی کا حسن یہی ہے کہ دل میں اللہ کی عظمت ہو، زبان پر شکر ہو، اعمال میں اطاعت ہو اور طبیعت میں عاجزی ہو۔

اللہ تعالیٰ ہمیں حقیقی عاجزی عطا فرمائے، ہمارے دلوں سے تکبر، خود پسندی اور غرور کو دور فرمائے، ہمیں اپنی عظمت کا صحیح شعور عطا فرمائے، ہمیں اخلاص، تقویٰ اور

بندگی کی زندگی نصیب فرمائے، ہمیں اپنے محبوب رسول اللہ ﷺ کی کامل اتباع نصیب فرمائے، اور دنیا و آخرت میں اپنی رحمت، قرب، عزت اور رضا سے سرفراز فرمائے۔ آمین۔

اللہ کے سامنے سجدہ ہی بندگی کا کمال

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

ہر حمد اُس اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو بندوں کا حقیقی مالک، سجدوں کا مستحق، عبادتوں کا قبول فرمانے والا اور اپنے حضور جھکنے والوں کو قرب و رحمت عطا فرمانے والا ہے۔ وہی ذات ہے جس کے سامنے پیشانی جھکانے سے دلوں کا بوجھ ہلکا ہو جاتا ہے، جس کے در پر عاجزی اختیار کرنے سے انسان کو حقیقی عزت ملتی ہے، جس کی عبادت میں روح کو سکون، زندگی کو مقصد اور آخرت کو کامیابی نصیب ہوتی ہے۔ اُس کی عظمت کے سامنے آسمان و زمین کی ہر مخلوق عاجز ہے، اور انسان کی سب سے بڑی سعادت یہی ہے کہ وہ اپنے رب کے حضور بندگی کا اقرار کرے۔ ہر تعریف، ہر شکر اور ہر حمد ہمیشہ ہمیشہ صرف اُسی معبودِ برحق کے لیے ہے جس کے سامنے سجدہ بندگی کا سب سے اعلیٰ اظہار ہے۔

حافظ صاحب نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی، جیسے اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال کے سامنے بندے کی عاجزی کو محسوس کر رہے ہوں، پھر حاضرین کی طرف محبت بھری نگاہ سے دیکھا اور فرمایا:

اے میرے عزیزو! انسان کی زندگی کا سب سے خوبصورت لمحہ وہ ہے جب وہ اپنے رب کے سامنے جھک جاتا ہے۔ دنیا کے سامنے کھڑا ہونے والا انسان کبھی کبھی

تھک جاتا ہے، لیکن اللہ کے سامنے جھکنے والا کبھی شکست نہیں کھاتا۔ کیونکہ سجدہ انسان کو اپنے خالق سے جوڑ دیتا ہے۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

میرے بھائیو! سجدہ صرف جسم کو جھکانے کا نام نہیں بلکہ دل کو بھی اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکانے کا نام ہے۔ پیشانی زمین پر ہو مگر دل تکبر، غرور اور غفلت سے بھرا ہو تو سجدے کی روح حاصل نہیں ہوتی۔ حقیقی سجدہ وہ ہے جس میں بندہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کا محتاج سمجھے اور اپنے رب کی عظمت کو دل سے تسلیم کرے۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

اے میرے دوستو! غور کرو، انسان دنیا میں عزت کے لیے اونچا ہونا چاہتا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکنے میں اُس کی اصل بلندی ہے۔ جو پیشانی اللہ کے سامنے جھک جاتی ہے، اللہ تعالیٰ اُسے مخلوق کے سامنے بلند مقام عطا فرماتا ہے۔ کیونکہ بندگی میں ہی انسان کی حقیقی آزادی ہے۔

حافظ صاحب نے فکر انگیز انداز میں فرمایا:

سجدہ مومن کے لیے صرف ایک عبادت نہیں بلکہ اپنے رب سے ملاقات کا ایک عظیم لمحہ ہے۔ جب بندہ سجدے میں جاتا ہے تو وہ دنیا کی تمام مصروفیات سے الگ ہو کر اپنے رب کے سامنے حاضر ہوتا ہے۔ اُس وقت نہ مال کی اہمیت رہتی ہے، نہ مقام کی، نہ شہرت کی، صرف بندہ اور اُس کا رب باقی رہ جاتے ہیں۔

حافظ صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا:

ایک آسان سی مثال سمجھ لو۔ ایک دریا جب سمندر سے ملتا ہے تو اپنی الگ پہچان چھوڑ کر بڑی وسعت کا حصہ بن جاتا ہے۔ اسی طرح جب بندہ سجدے میں اپنے نفس کو اللہ کے سامنے جھکا دیتا ہے تو وہ اپنی کمزوریوں سے نکل کر اللہ کی رحمت اور مدد سے وابستہ ہو جاتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت عاجزی سے فرمایا:

میرے بھائیو! سجدہ انسان کے اندر سے تکبر کو ختم کرتا ہے۔ جب انسان دن میں کئی مرتبہ اپنی پیشانی اُس زمین پر رکھتا ہے جس سے وہ پیدا ہوا، تو اُسے اپنی حقیقت یاد آتی ہے۔ اُسے معلوم ہوتا ہے کہ میں مٹی سے بنا ہوں، میری طاقت محدود ہے، میرا اختیار محدود ہے، اور میرا اصل سہارا صرف اللہ تعالیٰ ہے۔

حافظ صاحب کی آنکھیں نم ہوگئیں اور فرمایا:

رسول اللہ ﷺ سجدے کی عظمت کو سب سے زیادہ جانتے تھے۔ آپ ﷺ راتوں کو لمبے قیام فرماتے، سجدوں میں عاجزی کے ساتھ دعائیں فرماتے اور اپنی امت کو بھی اللہ تعالیٰ کے قریب ہونے کا راستہ دکھاتے۔ سجدہ آپ ﷺ کے لیے بوجھ نہیں بلکہ محبت، قرب اور راحت کا ذریعہ تھا۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے بعد فرمایا:

اے میرے عزیزو! آج انسان بہت سی جگہوں پر اپنا سر جھکاتا ہے۔ کبھی دنیا کی خواہشات کے سامنے، کبھی لوگوں کی تعریف کے سامنے، کبھی اپنے نفس کے حکم کے سامنے۔ لیکن یاد رکھو! عزت والا جھکنا صرف اللہ تعالیٰ کے سامنے ہے۔ جو سر اللہ کے سامنے جھک جائے، وہ باطل کے سامنے جھکنے سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

حافظ صاحب نے درد بھرے انداز میں فرمایا:

کتنے دل ایسے ہیں جنہیں دنیا کی پریشانیوں نے تھکا دیا ہے، لیکن اگر وہ سچے دل سے اپنے رب کے سامنے سجدہ کر لیں تو اُنہیں سکون مل سکتا ہے۔ کیونکہ سجدہ صرف جسم کا عمل نہیں، یہ دل کے غموں کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنے کا راستہ ہے۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

اے میرے بھائیو! سجدے کو صرف نماز کا ایک رکن نہ سمجھو بلکہ اسے اللہ تعالیٰ سے تعلق کا ذریعہ سمجھو۔ جب سجدہ کرو تو دل میں یہ احساس پیدا کرو کہ میرا رب مجھے

دیکھ رہا ہے، میری بات سن رہا ہے، میری کمزوری جانتا ہے، میری حاجت سے واقف ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

مومن کی سب سے بڑی کامیابی یہ ہے کہ اُس کا دل اللہ کے سامنے جھک جائے۔ جس دل میں عاجزی آ جاتی ہے، اُس میں محبت پیدا ہوتی ہے، اخلاص پیدا ہوتا ہے، رحمت پیدا ہوتی ہے۔ پھر عبادت بوجھ نہیں رہتی بلکہ زندگی کی راحت بن جاتی ہے۔

حافظ صاحب نے دل نشین انداز میں فرمایا:

اے میرے عزیزو! اپنے سجدوں کی حفاظت کرو، کیونکہ یہی وہ لمحات ہیں جہاں بندہ اپنے رب کے سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے۔ اپنے سجدوں میں اپنی پریشانیاں بیان کرو، اپنے گناہوں پر معافی مانگو، اپنے رب کی نعمتوں کا شکر ادا کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے در سے بڑھ کر کوئی دروازہ نہیں۔

حافظ صاحب نے گفتگو سمیٹتے ہوئے فرمایا:

یاد رکھو! اللہ کے سامنے سجدہ ہی بندگی کا کمال ہے۔ سجدہ انسان کو عاجزی سکھاتا ہے، دل کو پاک کرتا ہے، روح کو سکون دیتا ہے اور بندے کو اپنے رب کے قریب کر دیتا ہے۔ جو پیشانی اللہ کے سامنے جھک جاتی ہے، اُس کے لیے رحمت کے دروازے کھل جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں سجدے کی حقیقت سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے، ہماری عبادتوں میں اخلاص پیدا فرمائے، ہمارے دلوں کو اپنی عظمت کے سامنے جھکائے، ہمیں نماز اور سجدے کی لذت نصیب فرمائے، ہمیں اپنے محبوب رسول اللہ ﷺ کی کامل اتباع نصیب فرمائے، اور دنیا و آخرت میں اپنی رحمت، قرب، مغفرت اور رضا سے سرفراز فرمائے۔ آمین۔

اللہ پر کامل بھروسہ کرنا سیکھو

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

ہر حمد اُس اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو تمام مخلوقات کا کارساز، کمزوروں کا سہارا، بے بسوں کا مددگار اور بھروسہ کرنے والوں کے لیے کافی ہے۔ وہی ذات ہے جس کے اختیار میں ہر معاملہ ہے، جس کے حکم کے بغیر کوئی چیز حرکت نہیں کر سکتی، جس کے فضل سے ناممکن ممکن ہو جاتا ہے اور جس کی مدد کے بغیر انسان کی کوئی تدبیر مکمل نہیں ہو سکتی۔ وہی دلوں کو اطمینان عطا فرماتا ہے، پریشانیوں میں راستے کھولتا ہے، بند دروازوں کو رحمت سے کھول دیتا ہے اور اپنے بندوں کو اپنے اوپر بھروسہ کرنے کی توفیق عطا فرماتا ہے۔ ہر تعریف، ہر شکر اور ہر حمد ہمیشہ ہمیشہ صرف اُسی ربِ کریم کے لیے ہے جو اپنے بندوں کے لیے سب سے بڑا سہارا اور سب سے بہترین کارساز ہے۔

حافظ صاحب نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی، جیسے اللہ تعالیٰ کی قدرت و کفالت کو دل میں محسوس کر رہے ہوں، پھر حاضرین کی طرف محبت بھری نگاہ سے دیکھا اور فرمایا:

اے میرے عزیزو! زندگی کا سب سے بڑا سکون یہ ہے کہ انسان اپنے دل کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کرنا سیکھ لے۔ دنیا کے سہارے بدل سکتے ہیں، حالات تبدیل ہو سکتے ہیں، لوگ ساتھ چھوڑ سکتے ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ کی ذات ہمیشہ باقی رہتی ہے۔ جو شخص اللہ پر بھروسہ کر لیتا ہے، اُس کا دل حالات کے طوفانوں میں بھی مضبوط رہتا ہے۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

میرے بھائیو! توکل کا مطلب یہ نہیں کہ انسان کوشش چھوڑ دے اور صرف انتظار کرے، بلکہ حقیقی بھروسہ یہ ہے کہ بندہ اپنی پوری کوشش کرے اور نتیجہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دے۔ ہاتھ کام میں مصروف ہوں اور دل اللہ کے ساتھ جڑا ہو، یہی کامل بھروسہ ہے۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

اے میرے دوستو! مومن کی شان یہ ہے کہ وہ اسباب اختیار کرتا ہے لیکن اعتماد اسباب پر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ پر رکھتا ہے۔ وہ علاج بھی کرتا ہے مگر شفا دینے والا اللہ کو سمجھتا ہے، وہ محنت بھی کرتا ہے مگر رزق دینے والا اللہ کو جانتا ہے، وہ منصوبہ بھی بناتا ہے مگر کامیابی کا مالک اللہ تعالیٰ کو مانتا ہے۔

حافظ صاحب نے فکر انگیز انداز میں فرمایا:

انسان کی پریشانی کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ وہ اللہ کے ہوتے ہوئے مخلوق پر زیادہ اعتماد کرنے لگتا ہے۔ وہ لوگوں کے وعدوں سے امید باندھ لیتا ہے، لیکن بھول جاتا ہے کہ دلوں کو بدلنے والا بھی اللہ ہے اور حالات کو تبدیل کرنے والا بھی اللہ ہے۔ جب بندہ اصل مالک کو پہچان لیتا ہے تو اُس کی امیدیں صحیح مقام سے وابستہ ہو جاتی ہیں۔

حافظ صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا:

ایک آسان سی مثال سمجھ لو۔ ایک پرندہ صبح اپنے گھونسلے سے نکلتا ہے، اُس کے پاس نہ خزانہ ہوتا ہے نہ مستقبل کا حساب، مگر وہ کوشش کرتا ہے، رزق تلاش کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھتا ہے۔ اسی طرح انسان کو بھی کوشش کرنی چاہیے مگر دل میں یقین رکھنا چاہیے کہ میرا رب میرے لیے کافی ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت عاجزی سے فرمایا:

میرے بھائیو! اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے والا انسان مشکلات سے نہیں گھبراتا، کیونکہ اُسے معلوم ہوتا ہے کہ میری مشکل سے بڑا میرا رب ہے۔ میری طاقت محدود ہے مگر اُس کی قدرت بے حد ہے، میری سوچ محدود ہے مگر اُس کا علم ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے۔

حافظ صاحب کی آنکھیں نم ہوگئیں اور فرمایا:

اے میرے عزیزو! انبیائے کرام علیہم السلام کی زندگیاں توکل کی عظیم مثالیں ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا مگر اُن کا یقین اللہ پر قائم رہا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے سمندر تھا اور پیچھے دشمن، مگر اللہ پر بھروسے نے راستہ پیدا کر دیا۔ یہ ایمان کا مقام ہے کہ حالات نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کو دیکھا جائے۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے بعد فرمایا:

اے میرے دوستو! جب دل میں اللہ پر بھروسہ پیدا ہو جاتا ہے تو انسان کے اندر خوف کم ہو جاتا ہے۔ پھر وہ لوگوں سے نہیں ڈرتا، حالات سے نہیں ٹوٹتا، کیونکہ اُسے یقین ہوتا ہے کہ جس رب نے مجھے پیدا کیا ہے، وہ میری حفاظت کرنے پر بھی قادر ہے۔

حافظ صاحب نے درد بھرے انداز میں فرمایا:

کتنے لوگ پریشانیوں میں اس لیے ٹوٹ جاتے ہیں کہ وہ صرف اپنی طاقت کو دیکھتے ہیں۔ وہ اپنی کمزوریوں کو دیکھتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کی مدد کو نہیں دیکھتے۔ یاد رکھو! بندے کی طاقت ختم ہو سکتی ہے، مگر اللہ کی مدد کبھی ختم نہیں ہوتی۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

اے میرے بھائیو! اپنی زندگی میں اللہ پر بھروسہ پیدا کرنے کے لیے ذکرِ الٰہی کو لازم پکڑو، قرآن سے تعلق مضبوط کرو، دعا کو اپنا ہتھیار بناؤ اور دل میں یہ یقین پیدا

کرو کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو تنہا نہیں چھوڑتا۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

کبھی کبھی اللہ تعالیٰ بندے کو ایسے راستوں سے مدد عطا فرماتا ہے جن کا انسان تصور بھی نہیں کر سکتا۔ کبھی ایک دعا حالات بدل دیتی ہے، کبھی ایک آنسو رحمت کا سبب بن جاتا ہے، کبھی ایک سچی امید انسان کی پوری زندگی بدل دیتی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے خزانے محدود نہیں۔

حافظ صاحب نے دل نشین انداز میں فرمایا:

اے میرے عزیزو! اللہ پر بھروسہ کرنے کا مطلب یہ بھی ہے کہ اُس کے فیصلوں پر راضی رہو۔ اگر کوئی چیز مل جائے تو شکر کرو، اگر نہ ملے تو یقین رکھو کہ میرے رب نے کسی حکمت کے تحت روکا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے لیے اُس سے بہتر جانتا ہے جو بندہ اپنے لیے سوچتا ہے۔

حافظ صاحب نے گفتگو سمیٹتے ہوئے فرمایا:

یاد رکھو! جس دل میں اللہ پر کامل بھروسہ پیدا ہو جائے، اُس دل میں سکون آ جاتا ہے۔ پھر انسان دنیا کے سہاروں کا محتاج نہیں رہتا، کیونکہ اُسے معلوم ہو جاتا ہے کہ میرا اصل سہارا، میرا حقیقی مددگار اور میرا سب سے بڑا کارساز صرف اللہ تعالیٰ ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے اوپر کامل بھروسہ عطا فرمائے، ہمارے دلوں کو توکل، یقین اور ایمان کی دولت سے مالا مال فرمائے، ہمیں اسباب اختیار کرنے کے ساتھ اپنے فضل پر اعتماد نصیب فرمائے، ہماری پریشانیوں کو آسان فرمائے، ہمیں اپنے محبوب رسول اللہ ﷺ کی کامل اتباع نصیب فرمائے، اور دنیا و آخرت میں اپنی رحمت، مدد، قرب اور رضا سے سرفراز فرمائے۔ آمین۔

اللہ ہی بہترین کارساز ہے

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

ہر حمد اُس اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا رب، ہر مخلوق کا نگہبان، بے سہاروں کا سہارا اور تمام معاملات کا بہترین کارساز ہے۔ وہی ذات ہے جو کمزور کو طاقت دیتی ہے، بے بس کے لیے راستے پیدا کرتی ہے، اندھیروں میں روشنی عطا کرتی ہے اور اپنے بندوں کے لیے وہاں سے مدد کے دروازے کھول دیتی ہے جہاں انسان کا گمان بھی نہیں ہوتا۔ وہی دلوں کے راز جانتا ہے، حاجتوں کو پورا فرماتا ہے، پریشانیوں کو دور کرتا ہے اور اپنے فضل سے ناممکن کو ممکن بنا دیتا ہے۔ اُس کی تدبیر سب سے کامل، اُس کی مدد سب سے مضبوط اور اُس کی کفالت سب سے عظیم ہے۔ ہر تعریف، ہر شکر اور ہر حمد ہمیشہ ہمیشہ صرف اُسی ربِ کریم کے لیے ہے جو سب سے بہترین کارساز ہے۔

حافظ صاحب نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی، جیسے اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اپنی بندگی کی حقیقت کو محسوس کر رہے ہوں، پھر حاضرین کی طرف محبت بھری نگاہ سے دیکھا اور فرمایا:

اے میرے عزیزو! انسان اس دنیا میں آتا ہے تو کمزور ہوتا ہے، اُسے سہارا چاہیے، اُسے مدد چاہیے، اُسے حفاظت چاہیے۔ بچپن میں والدین کا سہارا ملتا ہے، جوانی میں دوستوں اور وسائل کا سہارا نظر آتا ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہر مرحلے میں اصل سہارا صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

میرے بھائیو! جو شخص اللہ تعالیٰ کو اپنا کارساز بنالیتا ہے، اُس کا دل سکون پالیتا ہے۔ کیونکہ اُسے معلوم ہو جاتا ہے کہ میرا معاملہ اُس ذات کے ہاتھ میں ہے جو مجھ سے زیادہ میرے حالات کو جانتی ہے، جو میری ضرورتوں کو مجھ سے زیادہ سمجھتی ہے اور جو میرے لیے مجھ سے بہتر فیصلہ فرما سکتی ہے۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

اے میرے دوستو! دنیا کے سہارے محدود ہیں۔ انسان کسی وقت ساتھ دے سکتا ہے اور کسی وقت مجبور ہو سکتا ہے، مال کبھی کم ہو سکتا ہے، صحت کبھی بدل سکتی ہے، حالات کبھی تبدیل ہو سکتے ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ کی مدد ہمیشہ قائم رہتی ہے۔ جو اللہ کو اپنا سہارا بنالیتا ہے، وہ کبھی حقیقی معنوں میں تنہا نہیں رہتا۔

حافظ صاحب نے فکر انگیز انداز میں فرمایا:

اللہ تعالیٰ بہترین کارساز اس لیے ہے کہ وہ صرف ظاہری حالات کو نہیں بلکہ دلوں کے رازوں کو بھی جانتا ہے۔ انسان کسی مشکل کا صرف ایک پہلو دیکھتا ہے، مگر اللہ تعالیٰ اُس کے ہر پہلو کو جانتا ہے۔ انسان آج کو دیکھتا ہے، مگر اللہ تعالیٰ آنے والے کل کو بھی جانتا ہے۔ اسی لیے اُس کی تدبیر ہمیشہ کامل ہوتی ہے۔

حافظ صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا:

ایک آسان سی مثال سمجھ لو۔ ایک ماہر طبیب مریض کو ایسی دوا بھی دے سکتا ہے جس کا ذائقہ کڑوا ہو، مگر وہ جانتا ہے کہ یہ دوا مریض کے لیے فائدہ مند ہے۔ مریض کو صرف کڑواہٹ محسوس ہوتی ہے، مگر طبیب کو شفا کا مقصد معلوم ہوتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے بعض فیصلے ہمیں مشکل محسوس ہوتے ہیں، مگر اُن کے پیچھے رحمت اور بھلائی پوشیدہ ہوتی ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت عاجزی سے فرمایا:

میرے بھائیو! اللہ تعالیٰ کو کارساز ماننے کا مطلب یہ ہے کہ بندہ اپنی تدبیریں

کرے لیکن دل اللہ کے ساتھ وابستہ رکھے۔ کوشش کرنا بندگی ہے، مگر کامیابی کو اللہ کی عطا سمجھنا ایمان ہے۔ انسان دروازہ کھٹکھٹاتا ہے، مگر دروازہ کھولنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔

حافظ صاحب کی آنکھیں نم ہوگئیں اور فرمایا:

اے میرے عزیزو! قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو یقین دلایا کہ جو اللہ پر بھروسہ کرے، اللہ اُس کے لیے کافی ہو جاتا ہے۔ یہ صرف ایک جملہ نہیں بلکہ مومن کے دل کا سہارا ہے۔ جب دنیا کے راستے بند ہو جائیں تو اللہ کا راستہ کھلا رہتا ہے۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے بعد فرمایا:

اے میرے دوستو! حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندگی ہمیں یہی سبق دیتی ہے کہ اللہ تعالیٰ بہترین کارساز ہے۔ جب ظاہری اسباب ختم ہو گئے، تب بھی اُن کا یقین کمزور نہ ہوا، کیونکہ اُن کا تعلق اسباب سے نہیں بلکہ اسباب کے خالق سے تھا۔

حافظ صاحب نے درد بھرے انداز میں فرمایا:

انسان کی سب سے بڑی کمزوری یہ ہے کہ وہ مخلوق سے ایسی امیدیں باندھ لیتا ہے جو صرف اللہ تعالیٰ سے وابستہ ہونی چاہئیں۔ پھر جب لوگ ساتھ نہیں دیتے تو دل ٹوٹ جاتا ہے۔ یاد رکھو! دل کو اللہ کے ساتھ جوڑ لو، کیونکہ اصل مدد، اصل رحمت اور اصل حفاظت صرف اُسی کے اختیار میں ہے۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

اے میرے بھائیو! جب پریشانی آئے تو سب سے پہلے اللہ کو پکارو، جب خوشی ملے تو سب سے پہلے اللہ کا شکر ادا کرو، جب فیصلہ کرنا ہو تو اللہ سے رہنمائی مانگو، کیونکہ وہی ہے جو بندے کو صحیح راستہ دکھاتا ہے اور بہترین انجام تک پہنچاتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

کبھی یہ نہ سمجھنا کہ تمہاری دعا دیر سے قبول ہو رہی ہے تو اللہ تم سے دور ہے۔ کبھی یہ نہ سمجھنا کہ راستے بند ہیں تو مدد ختم ہو گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لیے ایسے انتظام فرماتا ہے جنہیں انسان اپنی محدود عقل سے سمجھ نہیں سکتا۔

حافظ صاحب نے دل نشین انداز میں فرمایا:

اے میرے عزیزو! اپنی زندگی کا ہر معاملہ اللہ کے سپرد کرنا سیکھو۔ رزق کے لیے اُس پر بھروسہ کرو، اولاد کے لیے اُس سے مدد مانگو، بیماری میں اُس سے شفا چاہو، مشکلات میں اُس کی طرف رجوع کرو۔ کیونکہ بہترین کارساز وہی ہے جو کبھی اپنے بندے کو بے سہارا نہیں چھوڑتا۔

حافظ صاحب نے گفتگو سمیٹتے ہوئے فرمایا:

یاد رکھو! اللہ ہی بہترین کارساز ہے۔ جو دل اللہ سے جڑ جاتا ہے، وہ خوف سے آزاد ہو جاتا ہے۔ جو اللہ کو اپنا مددگار مان لیتا ہے، اُسے حالات نہیں توڑ سکتے۔ کیونکہ اُس کا سہارا اُس ذات کے ساتھ ہوتا ہے جس کی قدرت کامل، جس کی رحمت وسیع اور جس کی مدد بے مثال ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنا سچا بھروسہ کرنے والا بندہ بنائے، ہمارے دلوں کو اپنی ذات سے وابستہ فرمائے، ہمیں ہر حال میں اپنی مدد اور رحمت پر یقین عطا فرمائے، ہماری مشکلات کو آسان فرمائے، ہمیں اپنے محبوب رسول اللہ ﷺ کی کامل اتباع نصیب فرمائے، اور دنیا و آخرت میں اپنی کفالت، قرب، رحمت اور رضا سے سرفراز فرمائے۔ آمین۔

اللہ کی رضا پر راضی رہنے کا مقام

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان

الفاظ میں بیان کیا:

ہر حمد اُس اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو دلوں کے حال جاننے والا، اپنے بندوں کے لیے بہترین فیصلے فرمانے والا، اپنی رضا کو کامیابی کا راستہ بنانے والا اور اپنے حکم پر راضی رہنے والوں کو سکون عطا فرمانے والا ہے۔ وہی ذات ہے جس کی رضا میں دنیا و آخرت کی بھلائی ہے، جس کے فیصلوں میں حکمت ہے، جس کی تقدیر میں رحمت ہے اور جس کی طرف لوٹنا ہر انسان کا مقدر ہے۔ وہ اپنے بندوں کو آزماتا بھی ہے تو تربیت کے لیے، عطا بھی فرماتا ہے تو فضل سے، اور محروم بھی کرتا ہے تو کسی حکمت کے تحت۔ اُس کی رضا سب سے بڑی دولت، اُس کا قرب سب سے بڑی سعادت اور اُس کی خوشنودی سب سے بڑی کامیابی ہے۔ ہر تعریف، ہر شکر اور ہر حمد ہمیشہ ہمیشہ صرف اُسی ربِ رحیم و حکیم کے لیے ہے جس کی رضا میں حقیقی اطمینان پوشیدہ ہے۔

حافظ صاحب نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی، جیسے اللہ تعالیٰ کے فیصلوں کی حکمتوں کو دل میں محسوس کر رہے ہوں، پھر حاضرین کی طرف محبت بھری نگاہ سے دیکھا اور فرمایا:

اے میرے عزیزو! ایمان کا ایک بلند مقام یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہنا سیکھ لے۔ دنیا میں ہر شخص اپنی خواہش کے مطابق زندگی چاہتا ہے، لیکن مومن وہ ہے جو اپنی خواہش کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے تابع کر دیتا ہے۔ کیونکہ بندہ محدود علم رکھتا ہے، مگر اللہ تعالیٰ کا علم کامل ہے۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

میرے بھائیو! اللہ کی رضا پر راضی رہنے کا مطلب یہ نہیں کہ انسان کوشش چھوڑ دے یا اپنی مشکلات کو محسوس نہ کرے، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ بندہ کوشش کے بعد اپنے رب کے فیصلے پر دل سے مطمئن ہو جائے۔ وہ جان لے کہ میرے رب کا فیصلہ میرے لیے سب سے بہتر ہے، چاہے میری سمجھ اسے فوراً نہ پا سکے۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

اے میرے دوستو! زندگی میں کبھی خوشی آتی ہے، کبھی غم آتا ہے، کبھی آسانی ملتی ہے، کبھی آزمائش کا سامنا ہوتا ہے۔ مومن کی شان یہ ہے کہ ہر حال میں اپنے رب سے جڑا رہتا ہے۔ نعمت ملے تو شکر کرتا ہے، آزمائش آئے تو صبر کرتا ہے، کیونکہ اُس کا مقصد صرف اپنی خواہش پوری کرنا نہیں بلکہ اللہ کی رضا حاصل کرنا ہوتا ہے۔

حافظ صاحب نے فکر انگیز انداز میں فرمایا:

اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہنے والا شخص اندر سے مضبوط ہو جاتا ہے۔ پھر وہ حالات کا غلام نہیں رہتا، کیونکہ اُس کا دل اللہ کے فیصلوں کے ساتھ جڑ جاتا ہے۔ وہ جان لیتا ہے کہ میرا رب جو کرے گا، میرے حق میں بہتر کرے گا۔ یہی یقین انسان کو بے سکونی سے نکال کر اطمینان عطا کرتا ہے۔

حافظ صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا:

ایک آسان سی مثال سمجھ لو۔ ایک بچہ اپنے والدین سے کسی چیز کا مطالبہ کرتا ہے، لیکن والدین جانتے ہیں کہ وہ چیز اُس کے لیے نقصان دہ ہے، اس لیے وہ محبت کے باوجود اُسے روک دیتے ہیں۔ بچہ وقتی طور پر ناراض ہو سکتا ہے، مگر والدین کا فیصلہ اُس کے فائدے کے لیے ہوتا ہے۔ جب مخلوق کی محبت میں حکمت ہو سکتی ہے تو خالق کے فیصلوں میں کتنی عظیم حکمتیں ہوں گی۔

حافظ صاحب نے نہایت عاجزی سے فرمایا:

میرے بھائیو! اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے دل کو اللہ کے سامنے جھکانا پڑتا ہے۔ تکبر والا دل اللہ کے فیصلوں پر اعتراض کرتا ہے، مگر عاجز دل اللہ کے حکم میں بھلائی تلاش کرتا ہے۔ جو بندہ اپنے رب کی حکمت پر یقین رکھتا ہے، اُس کے لیے ہر حال عبادت بن جاتا ہے۔

حافظ صاحب کی آنکھیں نم ہو گئیں اور فرمایا:

اے میرے عزیزو! انبیائے کرام علیہم السلام کی زندگیاں اللہ کی رضا پر راضی رہنے کی روشن مثالیں ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کے حکم کے سامنے سرِ تسلیم خم کیا، حضرت ایوب علیہ السلام نے آزمائشوں میں صبر کیا، اور رسول اللہ ﷺ نے ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی رضا کو مقدم رکھا۔ یہی بندگی کا بلند مقام ہے۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے بعد فرمایا:

اے میرے دوستو! کبھی کبھی انسان کسی نعمت کے نہ ملنے پر غمگین ہو جاتا ہے، مگر اُسے معلوم نہیں ہوتا کہ شاید اللہ تعالیٰ نے اُس کے لیے اس سے بہتر فیصلہ فرمایا ہے۔ اگر بندہ اللہ کی رضا پر راضی ہو جائے تو دل شکایت سے نکل کر شکر کی طرف آ جاتا ہے۔

حافظ صاحب نے درد بھرے انداز میں فرمایا:

انسان کی بڑی آزمائش یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے تو خوش ہوتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کے فیصلوں سے کبھی کبھی ناراض ہو جاتا ہے۔ حالانکہ جس رب نے نعمت دی ہے، اُسی کے فیصلے پر اعتماد بھی ہونا چاہیے۔ بندگی کا حسن یہی ہے کہ خوشی میں بھی اللہ یاد رہے اور مشکل میں بھی اللہ یاد رہے۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

اے میرے بھائیو! اپنے دل کو یہ سبق دو کہ جو اللہ کرے گا، بہتر کرے گا۔ اگر راستہ بدل جائے تو یقین رکھو کہ اللہ کی حکمت ہے، اگر کوئی چیز رک جائے تو سمجھو کہ اللہ کی حفاظت ہے، اگر کوئی آزمائش آ جائے تو جان لو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے قریب کرنا چاہتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

اللہ کی رضا پر راضی رہنے والا شخص دنیا کے غموں سے آزاد ہو جاتا ہے۔ اُس کا سکون حالات کا محتاج نہیں رہتا، کیونکہ اُس کا سکون اللہ کی ذات سے وابستہ ہو جاتا

ہے۔ وہ جانتا ہے کہ میرا رب مجھے دیکھ رہا ہے، میری حالت جانتا ہے اور میرے لیے سب سے بہتر فیصلہ فرمائے گا۔

حافظ صاحب نے دل نشین انداز میں فرمایا:

اے میرے عزیزو! اللہ کی رضا کے راستے پر چلنے کے لیے ذکر، دعا، قرآن سے تعلق، نیک صحبت اور اپنے نفس کی اصلاح ضروری ہے۔ جب دل میں اللہ کی محبت بڑھتی ہے تو اُس کی رضا محبوب بن جاتی ہے۔ پھر بندہ اپنی مرضی سے زیادہ اپنے رب کی مرضی کو اہمیت دیتا ہے۔

حافظ صاحب نے گفتگو سمیٹتے ہوئے فرمایا:

یاد رکھو! اللہ کی رضا پر راضی رہنا بندگی کا بلند مقام ہے۔ جو شخص اللہ کے فیصلوں پر مطمئن ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ اُس کے دل کو سکون عطا فرماتا ہے۔ دنیا بدلتی رہے، حالات بدلتے رہیں، مگر جس کا دل اللہ کی رضا سے وابستہ ہو، وہ ہمیشہ اطمینان میں رہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی رضا پر راضی رہنے والا بندہ بنائے، ہمارے دلوں کو اپنی محبت اور معرفت سے بھر دے، ہمیں ہر حال میں شکر، صبر اور توکل کی توفیق عطا فرمائے، ہمارے دلوں سے بے چینی اور شکایت کو دور فرمائے، ہمیں اپنے محبوب رسول اللہ ﷺ کی کامل اتباع نصیب فرمائے، اور دنیا و آخرت میں اپنی رضا، قرب، رحمت اور مغفرت سے سرفراز فرمائے۔ آمین۔

اللہ کی محبت دنیا کی ہر محبت سے بلند

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

ہر حمد اُس اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو محبتوں کا سرچشمہ، دلوں کا مالک، روحوں کو سکون عطا فرمانے والا اور اپنے بندوں پر بے پایاں رحمت فرمانے والا ہے۔ وہی ذات ہے جس نے دل میں محبت کا جذبہ رکھا، ماں کے دل میں شفقت رکھی، باپ کے دل میں محبت رکھی، رشتوں میں الفت رکھی اور اپنی معرفت کی محبت کو دلوں کی سب سے بڑی دولت بنایا۔ اُس کی محبت دنیا کی ہر محبت سے بلند، ہر تعلق سے پاکیزہ اور ہر نعمت سے زیادہ قیمتی ہے۔ دنیا کی محبتیں محدود ہیں، بدل سکتی ہیں اور ختم ہو سکتی ہیں، مگر اللہ تعالیٰ کی محبت ہمیشہ باقی رہنے والی، دلوں کو زندہ کرنے والی اور آخرت میں کامیابی عطا فرمانے والی ہے۔ ہر تعریف، ہر شکر اور ہر حمد ہمیشہ ہمیشہ صرف اُسی ربِ رحیم و ودود کے لیے ہے جس کی محبت تمام محبتوں کی اصل بنیاد ہے۔

حافظ صاحب نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی، جیسے اللہ تعالیٰ کی محبت کی وسعتوں کو دل کی گہرائیوں سے محسوس کر رہے ہوں، پھر حاضرین کی طرف محبت بھری نگاہ سے دیکھا اور فرمایا:

اے میرے عزیزو! انسان کی فطرت میں محبت رکھی گئی ہے۔ وہ کسی نہ کسی سے محبت کرتا ہے، کسی نہ کسی سے وابستگی رکھتا ہے، کسی نہ کسی کو اپنا سہارا سمجھتا ہے۔ لیکن یاد رکھو! دل کی سب سے بڑی جگہ صرف اللہ تعالیٰ کی محبت کے لیے ہے، کیونکہ جس دل میں اللہ کی محبت آ جائے، اُس دل کو حقیقی سکون نصیب ہو جاتا ہے۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

میرے بھائیو! دنیا کی محبتیں اپنی جگہ اہم ہیں، والدین کی محبت، اولاد کی محبت، دوستوں کی محبت، یہ سب اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتیں ہیں۔ لیکن یہ محبتیں محدود ہیں، جبکہ اللہ تعالیٰ کی محبت بے حد ہے۔ مخلوق کی محبت کبھی کمزور ہو سکتی ہے، کبھی بدل سکتی ہے، کبھی جدائی کا سبب بن سکتی ہے، مگر اللہ تعالیٰ کی محبت ایسی ہے جو بندے کو کبھی تنہا نہیں چھوڑتی۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا: اے میرے دوستو! جس شخص کے دل میں اللہ کی محبت پیدا ہو جاتی ہے، اُس کی زندگی کا مقصد بدل جاتا ہے۔ وہ دنیا کو اللہ کی عطا سمجھ کر استعمال کرتا ہے، لیکن دل کو دنیا کا غلام نہیں بناتا۔ وہ مال رکھتا ہے مگر مال کو دل پر حاکم نہیں بناتا، وہ رشتے نبھاتا ہے مگر سب سے بڑھ کر اپنے رب کے تعلق کو مضبوط رکھتا ہے۔

حافظ صاحب نے فکر انگیز انداز میں فرمایا:

آج انسان سکون تلاش کر رہا ہے۔ کوئی مال میں سکون ڈھونڈتا ہے، کوئی شہرت میں، کوئی لوگوں کی تعریف میں، لیکن حقیقی سکون صرف اُس دل کو ملتا ہے جو اپنے رب سے جڑ جاتا ہے۔ کیونکہ دل کی اصل غذا اللہ کی محبت ہے۔ جس طرح جسم کو کھانے کی ضرورت ہے، اسی طرح روح کو اپنے خالق کی محبت کی ضرورت ہے۔

حافظ صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا:

ایک آسان سی مثال سمجھ لو۔ ایک بچہ اپنی ماں سے محبت کرتا ہے، ماں کی گود میں اُسے سکون ملتا ہے، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ یہاں محبت اور حفاظت ہے۔ لیکن ماں بھی ایک مخلوق ہے۔ تو سوچو! جس رب نے ماں کے دل میں محبت رکھی، اُس رب کی محبت میں کتنا سکون اور کتنی رحمت ہوگی۔

حافظ صاحب نے نہایت عاجزی سے فرمایا:

میرے بھائیو! اللہ کی محبت صرف دعوے کا نام نہیں بلکہ اس کی علامات بھی ہیں۔ جس دل میں اللہ کی محبت ہوتی ہے، اُس میں اُس کا ذکر محبوب بن جاتا ہے، قرآن سے تعلق مضبوط ہوتا ہے، نماز میں لذت آتی ہے، گناہوں سے نفرت پیدا ہوتی ہے اور نیکیوں کی طرف رغبت بڑھتی ہے۔

حافظ صاحب کی آنکھیں نم ہو گئیں اور فرمایا:

اے میرے عزیزو! رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ سے سب سے بڑھ کر محبت

فرمانے والے تھے۔ آپ ﷺ کی پوری زندگی اللہ کی رضا، اللہ کے ذکر اور اللہ کی بندگی سے بھری ہوئی تھی۔ آپ ﷺ نے امت کو بھی یہی سکھایا کہ سب محبتوں کو اللہ کی محبت کے تابع کر دو، کیونکہ یہی محبت انسان کو دنیا و آخرت کی کامیابی عطا کرتی ہے۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے بعد فرمایا:

اے میرے دوستو! کبھی اپنے دل کا جائزہ لیا کرو کہ اس میں سب سے زیادہ جگہ کس کے لیے ہے۔ کیا دنیا کی خواہشات غالب ہیں یا اللہ کی یاد؟ کیا لوگوں کی رضا زیادہ اہم ہے یا اللہ کی رضا؟ مومن کا کمال یہ ہے کہ وہ ہر محبت کو اللہ کی محبت کے تابع کر دیتا ہے۔

حافظ صاحب نے درد بھرے انداز میں فرمایا:

انسان کی بڑی محرومی یہ ہے کہ وہ فانی چیزوں سے ایسی محبت کر لیتا ہے جو اُسے اللہ سے دور کر دیتی ہے۔ وہ دنیا کو حاصل کرنے میں اپنی پوری زندگی لگا دیتا ہے، مگر اُس ذات کو بھول جاتا ہے جس نے دنیا عطا کی۔ یاد رکھو! دنیا ہاتھ میں ہو تو نعمت ہے، دل میں ہو تو غفلت کا سبب بن سکتی ہے۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

اے میرے بھائیو! اللہ کی محبت حاصل کرنے کے لیے اپنے دل کو ذکر سے زندہ کرو، قرآن کے ساتھ تعلق مضبوط کرو، اللہ کی نعمتوں پر غور کرو، اُس کی رحمتوں کو یاد کرو اور اُس کی رضا کے مطابق زندگی گزارنے کی کوشش کرو۔ جب دل اللہ کے قریب ہوتا ہے تو دنیا کی پریشانیاں چھوٹی لگنے لگتی ہیں۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

اللہ کی محبت بندے کو بدل دیتی ہے۔ جس دل میں یہ محبت آ جائے، اُس کی زبان پاک ہو جاتی ہے، اُس کے اعمال سنور جاتے ہیں، اُس کے اخلاق بہتر ہو جاتے

ہیں۔ کیونکہ انسان جس سے محبت کرتا ہے، اُس کی بات مانتا ہے، اُس کے راستے پر چلتا ہے اور اُس کی رضا چاہتا ہے۔

حافظ صاحب نے دل نشین انداز میں فرمایا:

اے میرے عزیزو! اللہ کی محبت وہ خزانہ ہے جو دنیا میں بھی سکون دیتا ہے اور آخرت میں بھی کامیابی عطا کرتا ہے۔ جسے اللہ کی محبت مل جائے، اُسے دنیا کی کمی نقصان نہیں پہنچاتی، کیونکہ اُس کا دل سب سے بڑی دولت سے مالا مال ہو جاتا ہے۔

حافظ صاحب نے گفتگو سمیٹتے ہوئے فرمایا:

یاد رکھو! اللہ کی محبت دنیا کی ہر محبت سے بلند ہے۔ دنیا کی محبتیں ختم ہو سکتی ہیں، مگر اللہ کی محبت ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔ جس دل میں اللہ کی محبت آباد ہو جائے، اُس دل میں نور، سکون، اطمینان اور معرفت کے دروازے کھل جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی سچی محبت عطا فرمائے، ہمارے دلوں کو اپنی یاد سے زندہ فرمائے، ہمیں دنیا کی محبت کو اپنی محبت کے تابع رکھنے کی توفیق دے، ہمارے دلوں میں محبتِ رسول اللہ ﷺ کو مضبوط فرمائے، ہمیں اپنی رضا کے راستے پر چلائے، اور دنیا و آخرت میں اپنی محبت، قرب، رحمت اور مغفرت سے سرفراز فرمائے۔ آمین۔

اللہ کے ذکر میں دلوں کی زندگی

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

ہر حمد اُس اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو مردہ دلوں کو اپنے ذکر سے زندہ فرمانے والا، پریشان روحوں کو سکون عطا فرمانے والا، غافل بندوں کو اپنی یاد کی طرف بلانے والا اور اپنے نام کی برکت سے دلوں کو نور بخشنے والا ہے۔ وہی ذات ہے جس کے ذکر سے

دلوں کو اطمینان ملتا ہے، جس کی یاد سے غم دور ہوتے ہیں، جس کے نام سے روحوں کو تازگی حاصل ہوتی ہے اور جس کی قربت انسان کی سب سے بڑی سعادت ہے۔ دنیا کی ہر نعمت محدود ہے مگر اللہ تعالیٰ کی یاد کی نعمت بے مثال ہے، کیونکہ یہ دل کو اپنے خالق سے جوڑ دیتی ہے۔ ہر تعریف، ہر شکر اور ہر حمد ہمیشہ ہمیشہ صرف اُسی ربِ کریم کے لیے ہے جس کے ذکر میں دلوں کی حقیقی زندگی پوشیدہ ہے۔

حافظ صاحب نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی، جیسے اللہ تعالیٰ کی یاد کی برکتوں کو اپنے دل میں محسوس کر رہے ہوں، پھر حاضرین کی طرف محبت بھری نگاہ سے دیکھا اور فرمایا:

اے میرے عزیزو! جس طرح جسم کو زندہ رہنے کے لیے غذا کی ضرورت ہوتی ہے، اسی طرح روح اور دل کو زندہ رہنے کے لیے اللہ تعالیٰ کے ذکر کی ضرورت ہوتی ہے۔ جسم بغیر غذا کے کمزور ہو جاتا ہے، اور دل بغیر ذکرِ الٰہی کے غفلت، پریشانی اور اندھیروں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

میرے بھائیو! دل کی اصل زندگی یہ نہیں کہ وہ صرف دنیا کی خواہشات کے ساتھ دھڑکتا رہے، بلکہ اصل زندگی یہ ہے کہ اُس میں اللہ کی یاد موجود ہو۔ جس دل میں اللہ کا ذکر آباد ہو، وہاں ایمان کی روشنی، سکون کی کیفیت اور محبتِ الٰہی کی خوشبو پیدا ہو جاتی ہے۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

اے میرے دوستو! اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں دلوں کے سکون کا راستہ ذکرِ الٰہی کو قرار دیا ہے۔ دنیا کی بڑی سے بڑی چیز بھی اُس سکون کو عطا نہیں کر سکتی جو اللہ کی یاد سے حاصل ہوتا ہے۔ مال ہو، عزت ہو، شہرت ہو، اگر دل اللہ سے خالی ہو تو انسان اندر سے بے چین رہتا ہے۔

حافظ صاحب نے فکر انگیز انداز میں فرمایا:

انسان کا دل عجیب چیز ہے، اگر اُسے اللہ کی محبت اور ذکر مل جائے تو وہ چھوٹی سی زندگی میں بھی اطمینان پالیتا ہے، اور اگر اللہ کی یاد سے محروم ہو جائے تو بڑی سے بڑی آسائشوں میں بھی پریشان رہتا ہے۔ کیونکہ دل کا تعلق اُس ذات سے ہے جس نے اُسے پیدا فرمایا ہے۔

حافظ صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا:

ایک آسان سی مثال سمجھ لو۔ ایک چراغ اگر تیل اور روشنی سے جڑا رہے تو اندھیرے میں روشنی دیتا ہے، لیکن اگر اُس کا تعلق اپنے منبع سے ٹوٹ جائے تو بجھ جاتا ہے۔ اسی طرح دل جب اللہ تعالیٰ کے ذکر سے جڑا رہتا ہے تو نور دیتا ہے، اور جب ذکر سے دور ہو جاتا ہے تو غفلت کے اندھیرے میں چلا جاتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت عاجزی سے فرمایا:

میرے بھائیو! ذکرِ الٰہی صرف زبان سے چند الفاظ ادا کرنے کا نام نہیں، بلکہ دل کا اللہ کے ساتھ تعلق قائم کرنے کا نام ہے۔ زبان اللہ کا نام لے، دل اللہ کو یاد کرے، اور اعمال اللہ کی رضا کے مطابق ہوں، یہی کامل ذکر ہے۔

حافظ صاحب کی آنکھیں نم ہو گئیں اور فرمایا:

اے میرے عزیزو! کتنے دل دنیا کی پریشانیوں، غموں اور خوف سے تھک چکے ہیں۔ لوگ سکون کے لیے مختلف راستے تلاش کرتے ہیں، مگر اصل سکون اُس وقت آتا ہے جب بندہ اپنے رب کے سامنے بیٹھ کر اُسے یاد کرتا ہے، اپنی کیفیت بیان کرتا ہے اور اپنے دل کا بوجھ اللہ کے سپرد کر دیتا ہے۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے بعد فرمایا:

اے میرے دوستو! نیک لوگوں کی زندگیوں کو دیکھو، وہ اللہ کے ذکر سے وابستہ رہتے تھے۔ اُن کے حالات کیسے بھی ہوں، اُن کے دل اللہ کی یاد سے روشن رہتے

تھے۔ اسی ذکر نے اُنہیں مشکلات میں ثابت قدم رکھا، تنہائی میں راحت دی اور آزمائشوں میں طاقت عطا کی۔

حافظ صاحب نے درد بھرے انداز میں فرمایا:

انسان کی بڑی محرومی یہ ہے کہ وہ اپنے دل کی پیاس دنیا کی چیزوں سے بجھانا چاہتا ہے۔ وہ مال بڑھاتا ہے، خواہشات پوری کرتا ہے، لیکن دل کا سکون حاصل نہیں ہوتا۔ کیونکہ دل کی پیاس صرف اُس ذات کی یاد سے بجھتی ہے جس نے دل کو پیدا فرمایا ہے۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

اے میرے بھائیو! اپنے دن کا آغاز اللہ کے ذکر سے کرو، اپنے کاموں کے درمیان اللہ کو یاد کرو، پریشانی میں اللہ کو پکارو، خوشی میں اللہ کا شکر ادا کرو۔ جب بندہ ہر حال میں اللہ کو یاد رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کے دل کو اپنی رحمت کے نور سے بھر دیتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

ذکرِ الٰہی دل کے زنگ کو دور کرتا ہے۔ جیسے آئینہ صاف کرنے سے اُس میں حقیقت کا عکس نظر آنے لگتا ہے، اسی طرح ذکر سے دل پاک ہوتا ہے اور اُس میں ایمان، اخلاص اور معرفت کی روشنی ظاہر ہونے لگتی ہے۔

حافظ صاحب نے دل نشین انداز میں فرمایا:

اے میرے عزیزو! اللہ کے ذکر کو صرف مشکل وقت کا سہارا نہ بناؤ بلکہ اسے زندگی کا ساتھی بنا لو۔ جو شخص آسانی میں اللہ کو یاد رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ مشکل وقت میں اُس کی مدد فرماتا ہے۔ ذکر وہ تعلق ہے جو بندے کو ہر حال میں اپنے رب کے ساتھ جوڑے رکھتا ہے۔

حافظ صاحب نے گفتگو سمیٹتے ہوئے فرمایا:

یادرکھو! اللہ کے ذکر میں دلوں کی زندگی ہے۔ جس دل میں اللہ کی یاد بس جائے، وہ دل مردہ نہیں رہتا۔ ذکر انسان کو غفلت سے نکالتا ہے، گناہوں سے بچاتا ہے، روح کو سکون دیتا ہے اور بندے کو اللہ کے قرب کی منزلوں تک پہنچاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں کثرت سے اپنا ذکر کرنے والا بنائے، ہمارے دلوں کو اپنی یاد کے نور سے روشن فرمائے، ہمیں غفلت، بے سکونی اور دنیا کی محبت میں گم ہونے سے محفوظ رکھے، ہمارے دلوں میں محبتِ الٰہی اور محبتِ رسول اللہ ﷺ پیدا فرمائے، ہمیں ذکر، فکر، شکر اور کامل بندگی کی زندگی عطا فرمائے، اور دنیا و آخرت میں اپنی رحمت، قرب اور رضا سے سرفراز فرمائے۔ آمین۔

اللہ کی طرف رجوع ہی نجات کا راستہ

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

ہر حمد اُس اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو بھٹکے ہوؤں کو راستہ دکھانے والا، گناہگاروں کو معاف فرمانے والا، ٹوٹے ہوئے دلوں کو سہارا دینے والا اور اپنی طرف پلٹنے والوں کو اپنی رحمت میں جگہ دینے والا ہے۔ وہی ذات ہے جو بندے کی خطاؤں کے باوجود اُسے اپنی طرف بلاتی ہے، غفلت کے پردوں کو ہٹاتی ہے، توبہ کے دروازے کھولتی ہے اور اپنی رحمت سے محروم انسان کو پھر سے سنبھلنے کا موقع عطا فرماتی ہے۔ اُس کی طرف واپسی میں زندگی کی حقیقت ہے، اُس کے در پر جھکنے میں عزت ہے اور اُس کی رضا میں دنیا و آخرت کی کامیابی ہے۔ ہر تعریف، ہر شکر اور ہر حمد ہمیشہ ہمیشہ صرف اُسی ربِ رحیم کے لیے ہے جو اپنے بندوں کو اپنی طرف رجوع کی دعوت دیتا ہے۔

حافظ صاحب نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی، جیسے اللہ تعالیٰ کی رحمت کے کھلے ہوئے دروازوں کو دل کی آنکھ سے دیکھ رہے ہوں، پھر حاضرین کی طرف محبت بھری نگاہ سے دیکھا اور فرمایا:

اے میرے عزیزو! انسان کی زندگی میں سب سے قیمتی لمحہ وہ ہوتا ہے جب اُس کا دل اپنے رب کی طرف لوٹ آتا ہے۔ دنیا کے راستے کتنے ہی بدل جائیں، انسان کتنی ہی غلطیوں میں مبتلا ہو جائے، اگر وہ سچے دل سے اللہ کی طرف رجوع کر لے تو اُس کی زندگی بدل سکتی ہے۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

میرے بھائیو! رجوع الی اللہ صرف زبان سے توبہ کے چند الفاظ ادا کرنے کا نام نہیں بلکہ دل کے رخ کو اللہ تعالیٰ کی طرف موڑنے کا نام ہے۔ انسان اپنی خواہشات، غفلتوں اور گناہوں سے نکل کر اپنے رب کی طرف متوجہ ہو جائے، یہی حقیقی واپسی ہے۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

اے میرے دوستو! دنیا میں جب کوئی شخص راستہ بھول جاتا ہے تو وہ کسی رہنما کو تلاش کرتا ہے، لیکن جب انسان زندگی کے اصل راستے سے بھٹک جائے تو اُس کا سب سے بڑا رہنما اللہ تعالیٰ کا کلام اور اُس کی رحمت ہوتی ہے۔ اللہ کی طرف رجوع کرنے والا کبھی بے مقصد نہیں رہتا، کیونکہ اُسے اپنے سفر کی منزل معلوم ہو جاتی ہے۔

حافظ صاحب نے فکر انگیز انداز میں فرمایا:

انسان کی سب سے بڑی غلطی یہ ہے کہ وہ اپنی پریشانیوں کا حل دنیا کے دروازوں پر تلاش کرتا ہے، مگر اُس ذات کی طرف نہیں جاتا جو تمام مشکلات کو دور کرنے پر قادر ہے۔ یاد رکھو! جس دل نے اللہ کو چھوڑ دیا، وہ سکون تلاش کرتا رہتا ہے، اور جس دل نے اللہ کو پا لیا، وہ سکون میں آ جاتا ہے۔

حافظ صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا:

ایک آسان سی مثال سمجھ لو۔ اگر کوئی مسافر راستہ بھٹک جائے تو وہ واپس اُس مقام کی طرف آتا ہے جہاں سے صحیح راستہ مل سکتا ہے۔ اسی طرح انسان جب زندگی کے راستے میں بھٹک جائے تو اُسے اپنے رب کی طرف واپس آنا چاہیے، کیونکہ ہدایت کا اصل سرچشمہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت عاجزی سے فرمایا:

میرے بھائیو! اللہ تعالیٰ کو بندے کا واپس آنا پسند ہے۔ ایک بندہ جو اپنی غلطیوں کو تسلیم کر لیتا ہے، اپنے رب کے سامنے جھک جاتا ہے اور معافی مانگتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے قریب ہو جاتا ہے۔ گناہ انسان کو اللہ سے دور کر سکتے ہیں، لیکن سچی توبہ انسان کو پھر سے قریب کر دیتی ہے۔

حافظ صاحب کی آنکھیں نم ہو گئیں اور فرمایا:

اے میرے عزیزو! کبھی یہ نہ سوچنا کہ تمہارے گناہ بہت زیادہ ہیں اور اللہ کی رحمت کم ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت بے حد و حساب ہے۔ کتنے لوگ گمراہی کے راستوں سے پلٹ کر اللہ کے محبوب بندے بن گئے، کیونکہ انہوں نے اپنی کمزوریوں کے باوجود اللہ کی طرف رجوع کر لیا۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے بعد فرمایا:

اے میرے دوستو! رجوع کا ایک راستہ دعا ہے، ایک راستہ ذکر ہے، ایک راستہ قرآن سے تعلق ہے، ایک راستہ نیک اعمال ہیں۔ جب بندہ اپنے رب کی طرف قدم بڑھاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اُس کے لیے آسانیاں پیدا فرما دیتا ہے۔

حافظ صاحب نے درد بھرے انداز میں فرمایا:

انسان کبھی کبھی گناہوں کی وجہ سے دل میں بوجھ محسوس کرتا ہے۔ اُس کا ضمیر اُسے ملامت کرتا ہے، اُس کی روح بے چین ہوتی ہے۔ یہ کیفیت بھی اللہ تعالیٰ کی

طرف سے ایک رحمت ہے، کیونکہ یہی احساس انسان کو توبہ اور اصلاح کی طرف لے جاتا ہے۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

اے میرے بھائیو! اپنی زندگی کا رخ اللہ تعالیٰ کی طرف کر دو۔ اگر دل میں سختی آ گئی ہے تو ذکر سے نرم کرو، اگر اعمال میں کمزوری آ گئی ہے تو توبہ سے درست کرو، اگر راستہ دھندلا گیا ہے تو قرآن کی روشنی اختیار کرو۔ اللہ کی طرف ایک قدم بڑھاؤ، اللہ تعالیٰ کی رحمت تمہاری طرف کئی قدم بڑھے گی۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

اللہ کی طرف رجوع کرنے والا شخص ماضی کے اندھیروں میں قید نہیں رہتا۔ وہ اپنی غلطیوں سے سبق لیتا ہے، اپنی اصلاح کرتا ہے اور اپنے رب کے فضل سے نئی زندگی شروع کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو بندے کا ٹوٹا ہوا دل بھی محبوب ہے، جب وہ دل اُس کے در پر آ جائے۔

حافظ صاحب نے دل نشین انداز میں فرمایا:

اے میرے عزیزو! نجات صرف ظاہری کامیابیوں میں نہیں بلکہ اللہ کے ساتھ تعلق مضبوط کرنے میں ہے۔ جس کے دل میں اللہ کی یاد، زبان پر توبہ، اعمال میں اطاعت اور زندگی میں تقویٰ آ جائے، اُس نے نجات کا راستہ پا لیا۔

حافظ صاحب نے گفتگو سمیٹتے ہوئے فرمایا:

یاد رکھو! اللہ کی طرف رجوع ہی نجات کا راستہ ہے۔ دنیا کے راستے ختم ہو سکتے ہیں، مگر اللہ کی طرف جانے والا راستہ ہمیشہ کھلا ہے۔ جو بندہ اپنے رب کے سامنے جھک جاتا ہے، اللہ تعالیٰ اُسے اپنی رحمت، مغفرت اور قرب عطا فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ہمیشہ اپنی طرف رجوع کرنے والا بنائے، ہمیں سچی توبہ کی توفیق عطا فرمائے، ہمارے گناہوں کو معاف فرمائے، ہمارے دلوں کو اپنی محبت اور معرفت

سے روشن فرمائے، ہمیں قرآن وسنت کے راستے پر چلنے کی توفیق دے، ہمیں اپنے محبوب رسول اللہ ﷺ کی کامل اتباع نصیب فرمائے، اور دنیا وآخرت میں اپنی رحمت، مغفرت، قرب اور رضا سے سرفراز فرمائے۔ آمین۔

انابت اور توبہ کی حقیقت

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

ہر حمد اُس اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو اپنے بندوں کو اپنی طرف بلانے والا، خطاؤں کو معاف فرمانے والا، دلوں کو پاک کرنے والا اور توبہ کرنے والوں پر بے شمار رحمتیں نازل فرمانے والا ہے۔ وہی ذات ہے جو گناہوں کے پردوں کو ہٹا کر ہدایت کا نور عطا فرماتی ہے، جو بھٹکے ہوئے انسان کو اپنی طرف واپسی کا راستہ دکھاتی ہے، جو ٹوٹے ہوئے دلوں کو اپنی محبت سے آباد کرتی ہے اور جو ندامت کے ایک آنسو کو بھی رحمت کا ذریعہ بنا دیتی ہے۔ اُس کی رحمت وسیع ہے، اُس کا کرم بے مثال ہے اور اُس کی طرف پلٹنے والوں کے لیے اُس کے دروازے ہمیشہ کھلے ہیں۔ ہر تعریف، ہر شکر اور ہر حمد ہمیشہ ہمیشہ صرف اُسی ربِ رحیم کے لیے ہے جو بندے کی سچی توبہ کو قبول فرمانے والا ہے۔

حافظ صاحب نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی، جیسے اللہ تعالیٰ کی رحمت اور بندے کی واپسی کے تعلق کو دل میں محسوس کر رہے ہوں، پھر حاضرین کی طرف محبت بھری نگاہ سے دیکھا اور فرمایا:

اے میرے عزیزو! انسان کی عظمت اس بات میں نہیں کہ وہ کبھی غلطی نہ کرے، کیونکہ غلطی انسان کی فطرت میں ہے، بلکہ اصل کمال یہ ہے کہ جب لغزش ہو تو

بندہ اپنے رب کی طرف پلٹ آئے۔ اللہ تعالیٰ کو وہ بندہ محبوب ہے جو اپنی کمزوری کو پہچان کر اُس کے در پر آجاتا ہے۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

میرے بھائیو! انابت کا مطلب ہے بار بار، محبت کے ساتھ اور عاجزی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹنا۔ توبہ کا مطلب صرف گناہ چھوڑ دینا نہیں بلکہ دل کا رخ بدل دینا ہے۔ بندہ دنیا کی غفلتوں سے نکل کر اپنے رب کی رضا کی طرف متوجہ ہو جائے، یہی انابت ہے۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

اے میرے دوستو! توبہ اللہ تعالیٰ کی طرف واپسی کا دروازہ ہے اور انابت اُس راستے پر محبت کے ساتھ چلتے رہنے کا نام ہے۔ بہت سے لوگ گناہ چھوڑ دیتے ہیں، لیکن دل میں اللہ کی محبت اور قرب کی طلب پیدا نہیں ہوتی۔ حقیقی توبہ وہ ہے جو انسان کے اندر تبدیلی پیدا کر دے۔

حافظ صاحب نے فکر انگیز انداز میں فرمایا:

انسان کا دل ایک آئینے کی طرح ہے۔ گناہوں کی گرد اُس کی روشنی کو دھندلا دیتی ہے، لیکن توبہ، استغفار اور اللہ کی طرف رجوع اُس آئینے کو صاف کر دیتے ہیں۔ جب دل پاک ہوتا ہے تو اُس میں ایمان کا نور، ذکر کی لذت اور معرفت کی روشنی ظاہر ہونے لگتی ہے۔

حافظ صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا:

ایک آسان سی مثال سمجھ لو۔ اگر کوئی شخص راستہ بھول جائے اور اُسے احساس ہو جائے کہ وہ غلط سمت میں جا رہا ہے تو اُس کی سمجھ داری یہی ہے کہ فوراً واپس صحیح راستے کی طرف آ جائے۔ اگر وہ یہ کہے کہ میں بہت دور آ گیا ہوں، اب واپسی ممکن نہیں، تو یہ اُس کی غلطی ہوگی۔ اسی طرح گناہوں کی دوری کتنی بھی ہو، اللہ کی طرف واپسی کا

راستہ ہمیشہ موجود ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت عاجزی سے فرمایا:

میرے بھائیو! توبہ کی پہلی منزل ندامت ہے۔ جب دل میں یہ احساس پیدا ہو کہ اے میرے رب! مجھ سے غلطی ہوگئی، میں تیرے حکم سے دور ہوگیا، یہی احساس انسان کو اللہ کے قریب لے جاتا ہے۔ جس دل میں ندامت ختم ہو جائے، وہ دل اصلاح سے محروم ہوجاتا ہے۔

حافظ صاحب کی آنکھیں نم ہوگئیں اور فرمایا:

اے میرے عزیزو! اللہ تعالیٰ بندے کے آنسوؤں کو ضائع نہیں فرماتا۔ کبھی ایک سچی آہ، کبھی ایک تنہائی کی دعا، کبھی ایک شرمندہ دل انسان کی پوری زندگی بدل دیتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ظاہر سے زیادہ دل کی کیفیت کو دیکھتا ہے۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے بعد فرمایا:

اے میرے دوستو! سچی توبہ کے چند آثار ہوتے ہیں۔ بندہ گناہ پر شرمندہ ہوتا ہے، گناہ کو چھوڑنے کا عزم کرتا ہے، اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتا ہے اور اپنی زندگی کو نیکی کے راستے پر لانے کی کوشش کرتا ہے۔ صرف زبان سے توبہ اور عمل میں تبدیلی نہ ہو تو انسان کو اپنے دل کا جائزہ لینا چاہیے۔

حافظ صاحب نے درد بھرے انداز میں فرمایا:

آج انسان کی بڑی آزمائش یہ ہے کہ وہ گناہوں کو معمولی سمجھنے لگا ہے۔ چھوٹی چھوٹی لغزشیں دل پر اثر ڈالتی ہیں اور انسان کو اللہ کی یاد سے دور کر دیتی ہیں۔ لیکن خوش نصیب وہ ہے جو وقت رہتے جاگ جائے اور اپنے رب کی طرف پلٹ آئے۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

اے میرے بھائیو! کبھی اپنے ماضی کی وجہ سے اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا۔ شیطان چاہتا ہے کہ انسان کہے اب میری اصلاح ممکن نہیں، لیکن اللہ تعالیٰ چاہتا ہے

کہ بندہ کہے میرا رب مجھے معاف فرمانے والا ہے۔ مومن ہمیشہ امید اور خوف کے درمیان زندگی گزارتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

انابت کا مقام یہ ہے کہ بندہ صرف مصیبت میں نہیں بلکہ ہر حال میں اللہ کی طرف متوجہ رہے۔ خوشی میں شکر کے ساتھ، غم میں صبر کے ساتھ، نعمت میں عاجزی کے ساتھ اور آزمائش میں یقین کے ساتھ اپنے رب کے قریب رہے۔

حافظ صاحب نے دل نشین انداز میں فرمایا:

اے میرے عزیزو! توبہ زندگی کے اختتام کا عمل نہیں بلکہ زندگی کی ابتدا ہے۔ جو شخص اللہ کی طرف پلٹتا ہے، اُس کے اندر نئی امید پیدا ہوتی ہے، اُس کے اعمال سنورتے ہیں، اُس کا دل نرم ہوتا ہے اور اُس کی زندگی میں اللہ کی رحمت کے آثار ظاہر ہونے لگتے ہیں۔

حافظ صاحب نے فکر انگیز انداز میں فرمایا:

اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والا انسان کبھی خالی ہاتھ نہیں لوٹتا۔ اگر وہ سچے دل سے آ جائے تو اللہ تعالیٰ اُس کی خطاؤں کو معاف فرماتا ہے، اُس کے درجات بلند فرماتا ہے اور اُس کے دل کو اپنی قربت کی لذت عطا فرماتا ہے۔

حافظ صاحب نے گفتگو سمیٹتے ہوئے فرمایا:

یاد رکھو! انابت اور توبہ مومن کی زندگی کا حسن ہیں۔ توبہ گناہوں سے پاک ہونے کا راستہ ہے اور انابت اللہ کی محبت میں بڑھنے کا سفر ہے۔ جو بندہ اپنے رب کی طرف پلٹ آتا ہے، اللہ تعالیٰ اُسے اپنی رحمت، مغفرت اور قرب سے نواز دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں سچی توبہ نصیب فرمائے، ہمارے دلوں میں اپنی طرف رجوع کی کیفیت پیدا فرمائے، ہماری لغزشوں کو معاف فرمائے، ہمیں گناہوں سے بچنے اور نیکیوں پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے، ہمارے دلوں کو اپنی محبت اور معرفت سے

روشن فرمائے، ہمیں اپنے محبوب رسول اللہ ﷺ کی کامل اتباع نصیب فرمائے، اور دنیا و آخرت میں اپنی رحمت، مغفرت، قرب اور رضا سے سرفراز فرمائے۔ آمین۔

اللہ کے لیے اخلاص کی حقیقت

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

ہر حمد اُس اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو دلوں کے راز جاننے والا، نیتوں کی حقیقت سے باخبر، ظاہر و باطن کا مالک اور اپنے لیے خالص عمل کرنے والوں کو اپنی رضا عطا فرمانے والا ہے۔ وہی ذات ہے جو بندے کے چھپے ہوئے آنسوؤں کو بھی جانتی ہے، دل کے ارادوں کو بھی پہچانتی ہے اور معمولی سے عمل کو بھی اپنی رحمت سے عظیم بنا دیتی ہے۔ اُس کے نزدیک ظاہری خوبصورتی سے زیادہ دل کی پاکیزگی اہم ہے، الفاظ سے زیادہ نیت کی سچائی اہم ہے اور عمل کی کثرت سے زیادہ اخلاص کی کیفیت اہم ہے۔ ہر تعریف، ہر شکر اور ہر حمد ہمیشہ ہمیشہ صرف اُسی ربِ کریم کے لیے ہے جو خالص دلوں کو پسند فرماتا ہے۔

حافظ صاحب نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی، جیسے اللہ تعالیٰ کی عظمت کے سامنے اپنی نیتوں کا محاسبہ کر رہے ہوں، پھر حاضرین کی طرف محبت بھری نگاہ سے دیکھا اور فرمایا:

اے میرے عزیزو! بندگی کی روح اخلاص ہے۔ اگر عمل بہت زیادہ ہو لیکن اُس میں اللہ کی رضا نہ ہو تو وہ عمل اپنی اصل روح کھو دیتا ہے، اور اگر عمل چھوٹا ہو مگر دل اللہ کے لیے خالص ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں عظیم مقام حاصل کر لیتا ہے۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

میرے بھائیو! اخلاص کا مطلب یہ ہے کہ بندہ ہر نیکی صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کرے۔ نہ لوگوں کی تعریف کے لیے، نہ شہرت کے لیے، نہ دنیاوی فائدے کے لیے، بلکہ صرف اس لیے کہ میرا رب مجھ سے راضی ہو جائے۔ جب دل کا رخ صرف اللہ کی طرف ہو جاتا ہے تو عمل میں نور پیدا ہو جاتا ہے۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

اے میرے دوستو! انسان کے اعمال کا تعلق صرف ہاتھوں اور زبان سے نہیں بلکہ دل سے بھی ہے۔ ایک شخص صدقہ دیتا ہے، دوسرا نماز پڑھتا ہے، تیسرا علم سکھاتا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کے ہاں اصل قدر اس نیت کی ہوتی ہے جس کے ساتھ یہ اعمال کیے گئے۔ خالص نیت عمل کو قبولیت کے راستے پر لے جاتی ہے۔

حافظ صاحب نے فکر انگیز انداز میں فرمایا:

انسان کی سب سے بڑی آزمائش یہ ہے کہ وہ کبھی کبھی نیکی بھی لوگوں کو دکھانے کے لیے کرنے لگتا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ لوگ اُسے نیک سمجھیں، اُس کی تعریف کریں، اُس کا مقام بلند کریں۔ لیکن یاد رکھو! جس عمل کا مقصد مخلوق کی نظر ہو، وہ انسان کو اللہ کے قرب سے دور کر سکتا ہے۔

حافظ صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا:

ایک آسان سی مثال سمجھ لو۔ ایک خوشبودار پھول اپنی خوشبو پھیلانے کے لیے کسی تعریف کا انتظار نہیں کرتا۔ اُس کی خوشبو اُس کی فطرت ہے۔ اسی طرح مخلص بندہ نیکی اس لیے کرتا ہے کہ اُس کا دل اللہ سے جڑا ہوا ہے، نہ کہ اس لیے کہ لوگ اُسے دیکھیں اور تعریف کریں۔

حافظ صاحب نے نہایت عاجزی سے فرمایا:

میرے بھائیو! اخلاص پیدا کرنے کے لیے اپنے دل کا جائزہ لیتے رہو۔ جب نیکی کرو تو اپنے آپ سے پوچھو کہ کیا میں یہ کام اللہ کی رضا کے لیے کر رہا ہوں؟ کیا اگر

کوئی مجھے نہ دیکھے تو بھی میں یہی عمل کروں گا؟ یہ سوال انسان کو اپنی نیت درست کرنے میں مدد دیتے ہیں۔

حافظ صاحب کی آنکھیں نم ہوگئیں اور فرمایا:

اے میرے عزیزو! اللہ تعالیٰ اُن بندوں کو پسند فرماتا ہے جو تنہائی میں بھی اُس کے ساتھ تعلق قائم رکھتے ہیں۔ جو لوگوں کے سامنے بھی اللہ کو یاد کرتے ہیں اور اکیلے میں بھی اُس کی بندگی کرتے ہیں۔ کیونکہ مخلص بندے کا تعلق لوگوں کی نظروں سے نہیں بلکہ اللہ کی رضا سے ہوتا ہے۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے بعد فرمایا:

اے میرے دوستو! اخلاص انسان کو اندر سے آزاد کر دیتا ہے۔ پھر اُسے لوگوں کی تعریف کی ضرورت نہیں رہتی، کیونکہ اُس کا دل جانتا ہے کہ میرا رب میرے عمل کو دیکھ رہا ہے۔ اگر اللہ راضی ہے تو یہی سب سے بڑی کامیابی ہے۔

حافظ صاحب نے درد بھرے انداز میں فرمایا:

بعض اوقات انسان بڑے بڑے اعمال کرتا ہے مگر دل میں اپنی بڑائی پیدا ہو جاتی ہے۔ وہ اپنی عبادت، اپنے علم یا اپنی نیکیوں کو اپنا کمال سمجھنے لگتا ہے۔ حالانکہ توفیق بھی اللہ کی عطا ہے اور قبولیت بھی اللہ کا فضل ہے۔ مخلص بندہ ہمیشہ اپنے رب کا محتاج رہتا ہے۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

اے میرے بھائیو! اخلاص صرف عبادتوں میں نہیں بلکہ زندگی کے ہر معاملے میں ہونا چاہیے۔ والدین کی خدمت ہو، اہلِ خانہ کے ساتھ حسنِ سلوک ہو، کسی کی مدد ہو، علم کی خدمت ہو، ہر کام میں نیت یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ خوش ہو جائے۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

مخلص بندے کا دل نرم ہوتا ہے، اُس کی زبان پاکیزہ ہوتی ہے، اُس کے اعمال

میں برکت ہوتی ہے۔ کیونکہ جب بندہ اپنے عمل کو اللہ کے لیے خالص کر دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس عمل کو قبولیت کا لباس عطا فرما دیتا ہے۔

حافظ صاحب نے دل نشین انداز میں فرمایا:

اے میرے عزیزو! اخلاص کا ایک مقام یہ بھی ہے کہ بندہ نیکی کرنے کے بعد بھی اپنے عمل پر بھروسہ نہ کرے بلکہ اللہ سے قبولیت مانگے۔ وہ سمجھے کہ اے میرے رب! اگر تو قبول نہ فرمائے تو میرا عمل کچھ بھی نہیں۔ یہی عاجزی اخلاص کو مضبوط کرتی ہے۔

حافظ صاحب نے فکر انگیز انداز میں فرمایا:

جس دل میں اخلاص آ جاتا ہے، اُس میں ریا کاری کے اندھیرے ختم ہونے لگتے ہیں۔ پھر انسان کا مقصد دنیا نہیں رہتا بلکہ اللہ کی رضا بن جاتی ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں عبادت عادت نہیں رہتی بلکہ محبت بن جاتی ہے۔

حافظ صاحب نے گفتگو سمیٹتے ہوئے فرمایا:

یاد رکھو! اللہ کے لیے اخلاص بندگی کا حسن، اعمال کی روح اور قبولیت کی بنیاد ہے۔ عمل چھوٹا ہو یا بڑا، اگر دل اللہ کے لیے خالص ہے تو وہ اللہ کے ہاں قیمتی ہے۔ اپنے دل کو اللہ کے لیے پاک کر لو، کیونکہ اللہ تعالیٰ دلوں کی حقیقت دیکھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں کامل اخلاص عطا فرمائے، ہماری نیتوں کو پاک فرمائے، ہمارے اعمال کو اپنی رضا کے لیے خالص فرمائے، ہمیں ریا، شہرت اور خود پسندی سے محفوظ فرمائے، ہمارے دلوں کو اپنی محبت اور معرفت سے روشن فرمائے، ہمیں اپنے محبوب رسول اللہ ﷺ کی کامل اتباع نصیب فرمائے، اور دنیا و آخرت میں اپنی قبولیت، قرب اور رضا سے سرفراز فرمائے۔ آمین۔

اصل غنا (دولت) احسان الٰہی ہے

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

ہر حمد اُس اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو حقیقی بادشاہ، تمام خزانوں کا مالک، بے نیازوں کو عطا فرمانے والا اور اپنے فضل سے بندوں کو غنی کرنے والا ہے۔ وہی ذات ہے جس کے خزانے کبھی ختم نہیں ہوتے، جس کی عطائیں شمار سے باہر ہیں، جس کے کرم کے دروازے ہر وقت کھلے ہیں اور جس کے احسان سے محتاج دل بے نیازی کی دولت حاصل کرتے ہیں۔ دنیا کی دولت محدود ہے، مگر اللہ تعالیٰ کا فضل بے حد ہے؛ مال کم ہوسکتا ہے مگر اُس کا کرم کبھی کم نہیں ہوتا۔ اصل غنا مال و دولت کی کثرت نہیں بلکہ اُس دل کا نام ہے جو اللہ تعالیٰ کے فضل پر مطمئن ہو جائے۔ ہر تعریف، ہر شکر اور ہر حمد ہمیشہ ہمیشہ صرف اُسی ربِ کریم کے لیے ہے جو اپنے احسان سے بندوں کو حقیقی دولت عطا فرماتا ہے۔

حافظ صاحب نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی، جیسے اللہ تعالیٰ کے بے پایاں خزانوں کو دل میں محسوس کر رہے ہوں، پھر حاضرین کی طرف محبت بھری نگاہ سے دیکھا اور فرمایا:

اے میرے عزیزو! دنیا میں لوگ دولت کو صرف مال، جائیداد اور وسائل کا نام سمجھتے ہیں، لیکن حقیقت میں سب سے بڑا غنی وہ ہے جس کا دل اللہ تعالیٰ کے فضل سے بھر جائے۔ بہت سے لوگ مالدار ہوتے ہیں مگر دل کے فقیر ہوتے ہیں، اور بہت سے لوگ ظاہری طور پر کم رکھتے ہیں مگر دل کے بادشاہ ہوتے ہیں۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

میرے بھائیو! اصل غنا یہ نہیں کہ انسان کے پاس کتنی چیزیں ہیں، بلکہ اصل غنا یہ ہے کہ انسان کو اپنے رب پر کتنا یقین ہے۔ جس شخص کا تعلق اللہ تعالیٰ سے مضبوط ہو جائے، اُس کا دل دنیا کی کمیوں سے پریشان نہیں ہوتا، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ میرا رب میرے لیے کافی ہے۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

اے میرے دوستو! اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ اُس نے ہمیں اپنی معرفت عطا فرمائی، ایمان کی دولت دی، ذکر کی توفیق دی، اپنے سامنے جھکنے کا موقع دیا۔ دنیا کی دولت انسان سے چھن سکتی ہے، مگر ایمان، یقین اور اللہ کی محبت وہ خزانہ ہے جو بندے کو دنیا و آخرت میں کامیاب بنا دیتا ہے۔

حافظ صاحب نے فکر انگیز انداز میں فرمایا:

انسان کبھی کبھی سمجھتا ہے کہ زیادہ مال حاصل ہو جائے تو غنی ہو جائے گا، لیکن حقیقت یہ ہے کہ خواہشات کا پیٹ کبھی نہیں بھرتا۔ ایک شخص کے پاس تھوڑا ہو مگر وہ شکر گزار ہو تو وہ مطمئن رہتا ہے، اور ایک شخص کے پاس بہت کچھ ہو مگر دل میں حرص ہو تو وہ ہمیشہ محتاج رہتا ہے۔

حافظ صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا:

ایک آسان سی مثال سمجھ لو۔ ایک شخص کے پاس بہت سا پانی ہو مگر اُسے پیاس بجھانے کا شعور نہ ہو تو اُس کے لیے وہ پانی فائدہ مند نہیں۔ اسی طرح انسان کے پاس دنیا کی بہت سی نعمتیں ہوں لیکن دل میں شکر اور اطمینان نہ ہو تو وہ حقیقی دولت سے محروم رہتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت عاجزی سے فرمایا:

میرے بھائیو! اللہ تعالیٰ کا احسان یہ ہے کہ وہ بندے کو صرف چیزیں نہیں دیتا بلکہ اُن چیزوں میں برکت بھی عطا فرماتا ہے۔ کبھی تھوڑا رزق انسان کے لیے کافی ہو

جاتا ہے اور کبھی زیادہ رزق بھی دل کا بوجھ بن جاتا ہے۔ برکت اللہ کے اختیار میں ہے اور یہی اصل دولت ہے۔

حافظ صاحب کی آنکھیں نم ہوگئیں اور فرمایا:

اے میرے عزیزو! سوچو کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں بغیر مانگے کتنی نعمتیں عطا فرمائیں۔ زندگی، ایمان، صحت، عقل، سانس، خاندان، رزق، آسمان، زمین اور بے شمار نعمتیں، یہ سب اُس کے احسان ہیں۔ بندہ اگر ساری عمر شکر ادا کرے تب بھی اللہ کی نعمتوں کا حق ادا نہیں کر سکتا۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے بعد فرمایا:

اے میرے دوستو! اللہ تعالیٰ کا احسان پہچاننے والا انسان کبھی تکبر نہیں کرتا، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ میرے پاس جو کچھ ہے، وہ میری طاقت کا نتیجہ نہیں بلکہ میرے رب کا فضل ہے۔ وہ نعمت پر شکر کرتا ہے اور نعمت دینے والے کو نہیں بھولتا۔

حافظ صاحب نے درد بھرے انداز میں فرمایا:

انسان کی بڑی محرومی یہ ہے کہ وہ نعمتوں کو دیکھتا ہے مگر منعم کو بھول جاتا ہے۔ وہ مال کو یاد رکھتا ہے مگر مال دینے والے کو بھول جاتا ہے۔ یاد رکھو! نعمت کا حسن یہ ہے کہ وہ انسان کو اللہ کے قریب کر دے، نہ کہ اللہ سے دور کر دے۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

اے میرے بھائیو! اگر اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہے تو اُس کا شکر کرو، اگر کم دیا ہے تو اُس کے فیصلے پر راضی رہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ کس بندے کے لیے کیا بہتر ہے۔ کبھی کمی بھی اللہ کا احسان ہوتی ہے، کیونکہ وہ بندے کو غفلت سے بچا لیتی ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

اصل غنا اُس دل کا مقام ہے جو اللہ کے ذکر سے آباد ہو، اُس زبان کا مقام ہے جو شکر ادا کرے، اُس روح کا مقام ہے جو اپنے رب کے فیصلوں پر مطمئن رہے۔ ایسا

انسان دنیا میں رہتے ہوئے بھی دنیا کا محتاج نہیں رہتا۔

حافظ صاحب نے دل نشین انداز میں فرمایا:

اے میرے عزیزو! اللہ کے احسانات کو پہچانو، کیونکہ جب انسان اللہ کے فضل کو پہچان لیتا ہے تو اُس کے اندر قناعت پیدا ہوتی ہے۔ پھر وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلاتا بلکہ اپنے رب کے سامنے جھکتا ہے، کیونکہ اُسے یقین ہوتا ہے کہ اصل خزانے اللہ کے پاس ہیں۔

حافظ صاحب نے فکر انگیز انداز میں فرمایا:

مومن کی دولت صرف اُس کا مال نہیں بلکہ اُس کا ایمان، اُس کا اخلاص، اُس کا صبر، اُس کا شکر اور اُس کا اللہ سے تعلق ہے۔ یہی وہ دولت ہے جو قبر میں بھی ساتھ جائے گی اور آخرت میں بھی فائدہ دے گی۔

حافظ صاحب نے گفتگو سمیٹتے ہوئے فرمایا:

یاد رکھو! اصل غنا (دولت) احسانِ الٰہی ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ اپنی محبت، معرفت، شکر اور اطمینان کی دولت عطا فرما دے، وہ دنیا کا سب سے مالدار انسان ہے۔ کیونکہ حقیقی دولت دل کا اللہ سے وابستہ ہو جانا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے احسانات کو پہچاننے کی توفیق عطا فرمائے، ہمیں قناعت، شکر اور رضا کی دولت نصیب فرمائے، ہمارے دلوں کو دنیا کی حرص سے پاک فرمائے، ہمیں اپنی محبت، معرفت اور قرب کی حقیقی دولت عطا فرمائے، ہمیں اپنے محبوب رسول اللہ ﷺ کی کامل اتباع نصیب فرمائے، اور دنیا و آخرت میں اپنی رحمت، فضل اور رضا سے سرفراز فرمائے۔ آمین۔

اللہ ہی آخری سہارا ہے

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

ہر حمد اُس اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو بے سہاروں کا سہارا، بے کسوں کا مددگار، پریشان دلوں کا مونس اور ٹوٹے ہوئے انسانوں کی آخری امید ہے۔ وہی ذات ہے جو اُس وقت بھی ساتھ ہوتی ہے جب دنیا کے تمام سہارے ختم ہو جائیں، جو اندھیروں میں روشنی عطا کرتی ہے، جو بند راستوں میں راستے پیدا کرتی ہے اور جو اپنے بندوں کو اپنی رحمت سے کبھی تنہا نہیں چھوڑتی۔ مخلوق کے سہارے محدود ہیں، وقت کے ساتھ بدل جاتے ہیں، مگر اللہ تعالیٰ کا سہارا ہمیشہ قائم رہتا ہے۔ اُس کی مدد میں قوت ہے، اُس کی رحمت میں وسعت ہے اور اُس کی کفالت میں کامل اطمینان ہے۔ ہر تعریف، ہر شکر اور ہر حمد ہمیشہ ہمیشہ صرف اُسی ربِ کریم کے لیے ہے جو ہر حال میں بندے کا حقیقی سہارا ہے۔

حافظ صاحب نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی، جیسے اللہ تعالیٰ کی بے پایاں رحمت اور اپنے بندوں کی کفالت کو دل میں محسوس کر رہے ہوں، پھر حاضرین کی طرف محبت بھری نگاہ سے دیکھا اور فرمایا:

اے میرے عزیزو! انسان کی زندگی میں ایسے لمحات ضرور آتے ہیں جب اُسے محسوس ہوتا ہے کہ کوئی راستہ باقی نہیں رہا، کوئی مددگار نظر نہیں آ رہا، کوئی ہاتھ تھامنے والا نہیں ہے۔ لیکن یاد رکھو! جب دنیا کے تمام دروازے بند ہوتے ہیں، اُس وقت بھی اللہ تعالیٰ کا دروازہ کھلا رہتا ہے۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

میرے بھائیو! اللہ ہی آخری سہارا ہے، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ ہی پہلا اور آخری سہارا ہے۔ ہم زندگی میں بہت سے وسائل اختیار کرتے ہیں، لوگوں سے مدد لیتے ہیں، اپنے منصوبے بناتے ہیں، لیکن دل کا اعتماد صرف اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہونا چاہیے۔ کیونکہ اصل طاقت، اصل اختیار اور اصل مدد صرف اُسی کے پاس ہے۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

اے میرے دوستو! دنیا کے سہارے اللہ کی عطا ہیں، ان کا احترام کرو، اُن سے فائدہ اٹھاؤ، مگر اپنے دل کو اُن کا غلام نہ بناؤ۔ کیونکہ جو دل مخلوق کے سہاروں سے بندھ جاتا ہے، وہ کبھی نہ کبھی ٹوٹ جاتا ہے، لیکن جو دل اللہ سے جڑ جاتا ہے، وہ ہر حال میں مضبوط رہتا ہے۔

حافظ صاحب نے فکر انگیز انداز میں فرمایا:

انسان کی سب سے بڑی بھول یہ ہے کہ وہ ظاہری اسباب کو سب کچھ سمجھ لیتا ہے۔ وہ بھول جاتا ہے کہ اسباب بھی اللہ کے پیدا کیے ہوئے ہیں۔ دوا شفا نہیں دیتی جب تک اللہ شفا نہ دے، کوشش کامیاب نہیں ہوتی جب تک اللہ آسانی نہ فرمائے، منصوبہ مکمل نہیں ہوتا جب تک اللہ کی مدد شامل نہ ہو۔

حافظ صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا:

ایک آسان سی مثال سمجھ لو۔ ایک چھوٹا بچہ جب خوف محسوس کرتا ہے تو اپنی ماں کے دامن سے لپٹ جاتا ہے، کیونکہ اُسے یقین ہوتا ہے کہ یہاں حفاظت ہے۔ حالانکہ ماں خود بھی کمزور مخلوق ہے۔ تو سوچو! اُس رب کی پناہ اور سہارا کیسا ہوگا جو تمام مخلوقات کا خالق اور محافظ ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت عاجزی سے فرمایا:

میرے بھائیو! اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے والا کبھی مایوس نہیں ہوتا۔ وہ جانتا ہے کہ اگر میرے حالات میرے اختیار سے باہر ہیں تو میرے رب کے اختیار میں

ہیں۔ اگر میرے پاس طاقت کم ہے تو میرے رب کی قدرت کامل ہے۔

حافظ صاحب کی آنکھیں نم ہوگئیں اور فرمایا:

اے میرے عزیزو! کتنے ہی لوگ زندگی کے ایسے مرحلوں سے گزرے جہاں بظاہر کوئی راستہ نہ تھا، مگر اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے راستے کھول دیے۔ کتنی دعائیں قبول ہوئیں، کتنی مشکلات آسان ہوئیں، کتنے ٹوٹے دل اللہ کی رحمت سے دوبارہ سنبھل گئے۔ یہ سب اُس ذات کی مدد ہے جو بندے کو کبھی اکیلا نہیں چھوڑتی۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے بعد فرمایا:

اے میرے دوستو! قرآنِ کریم ہمیں یہی سبق دیتا ہے کہ مومن اللہ پر بھروسہ کرے۔ جب دل اللہ سے وابستہ ہو جاتا ہے تو انسان کے اندر ایک عجیب اطمینان پیدا ہوتا ہے۔ پھر وہ مشکلات کو اللہ کی طرف سے آزمائش سمجھتا ہے اور مدد کو اللہ کا وعدہ سمجھتا ہے۔

حافظ صاحب نے درد بھرے انداز میں فرمایا:

انسان جب تک دنیا کے سہاروں میں الجھا رہتا ہے، اُس کا دل خوف میں رہتا ہے۔ اُسے لوگوں کے بدلنے کا ڈر ہوتا ہے، حالات کے خراب ہونے کا خوف ہوتا ہے، لیکن جس شخص نے اللہ کو اپنا سہارا بنا لیا، اُس کا دل اللہ کی حفاظت میں آ جاتا ہے۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

اے میرے بھائیو! جب کوئی پریشانی آئے تو سب سے پہلے اللہ کو پکارو۔ جب کوئی راستہ مشکل لگے تو اللہ سے مدد مانگو۔ جب دل تھک جائے تو اللہ کے ذکر میں بیٹھ جاؤ۔ کیونکہ جس ذات نے تمہیں پیدا کیا ہے، وہی تمہاری کمزوریوں کو دور کرنے پر قادر ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

کبھی یہ نہ سوچنا کہ اللہ تم سے دور ہے۔ بندہ ایک قدم اللہ کی طرف بڑھاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے دروازے کھول دیتا ہے۔ وہ بندے کی آہ سنتا ہے، اُس کی خاموش دعا کو جانتا ہے اور اُس کے دل کے درد سے واقف ہے۔

حافظ صاحب نے دل نشین انداز میں فرمایا:

اے میرے عزیزو! اللہ کا سہارا اختیار کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ہر حال میں اُس سے تعلق مضبوط رکھا جائے۔ خوشی میں شکر، غم میں صبر، نعمت میں عاجزی اور آزمائش میں یقین اختیار کیا جائے۔ یہی بندگی کا راستہ ہے۔

حافظ صاحب نے فکر انگیز انداز میں فرمایا:

اصل کامیاب انسان وہ نہیں جس کے پاس ہر وقت دنیا کے سہارے موجود ہوں، بلکہ وہ ہے جس کا دل اللہ کے سہارے سے مضبوط ہو۔ کیونکہ دنیا کے سہارے ختم ہو سکتے ہیں، مگر اللہ کی رحمت کبھی ختم نہیں ہوتی۔

حافظ صاحب نے گفتگو سمیٹتے ہوئے فرمایا:

یاد رکھو! اللہ ہی آخری سہارا ہے۔ جب سب ساتھ چھوڑ دیں، اللہ ساتھ ہوتا ہے؛ جب سب راستے بند ہو جائیں، اللہ راستہ نکالتا ہے؛ جب دل ٹوٹ جائے، اللہ اسے جوڑ دیتا ہے۔ اپنے دل کو اُس ذات سے وابستہ کر لو جو کبھی اپنے بندے کو تنہا نہیں چھوڑتی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنا سچا سہارا ماننے والا بنائے، ہمارے دلوں کو کامل توکل عطا فرمائے، ہمیں مخلوق کے محتاج ہونے سے بچائے، اپنی مدد، رحمت اور حفاظت میں رکھے، ہمارے ایمان کو مضبوط فرمائے، ہمیں اپنے محبوب رسول اللہ ﷺ کی کامل اتباع نصیب فرمائے، اور دنیا و آخرت میں اپنی رضا، قرب اور رحمت سے سرفراز فرمائے۔ آمین۔

حصہ:-2

مدارجِ توحیدِ الٰہی

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے عدم سے وجود عطا فرمایا، جس کی ربوبیت ہر ذرّے کو سنبھالے ہوئے ہے، جس کی رحمت گناہگاروں کو امید دیتی ہے، جس کی حکمت کائنات کے ہر نظام میں جلوہ گر ہے، اور جس کا علم ظاہر و باطن، ماضی و مستقبل، آسمان و زمین، دلوں کے راز اور آنکھوں کی نمی تک محیط ہے۔

وہی ایک ایسا معبودِ برحق ہے جس کی قدرت کے سامنے تمام قوتیں ہیچ ہیں، جس کے کرم کے سامنے ہر نعمت چھوٹی ہے، جس کے لطف کے سامنے ہر غم مٹ جاتا ہے، اور جس کے احسانات کو نہ قلم شمار کر سکتا ہے اور نہ زبان ادا کر سکتی ہے۔

ہم اسی کی حمد کرتے ہیں، اسی سے مدد چاہتے ہیں، اسی پر بھروسہ کرتے ہیں، اسی کی طرف رجوع کرتے ہیں، اور اسی کے حضور یہ دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمارے دلوں کو اپنی خالص توحید کے نور سے ہمیشہ کے لیے منور فرما دے۔

حافظ صاحب نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی، جیسے دل پر معرفت کی کوئی تازہ لہر اتر رہی ہو، پھر نہایت محبت سے حاضرین کی طرف دیکھا اور فرمایا:

اے میرے عزیزو! انسان کی سب سے بڑی دولت نہ سونا ہے، نہ چاندی، نہ جاہ و منصب، بلکہ اس کے سینے میں بسنے والی توحید ہے۔ اگر دل میں اللہ کی وحدانیت پوری طرح اتر جائے تو فقیر بھی بادشاہ بن جاتا ہے، اور اگر یہ دولت نہ ہو تو دنیا کے تمام خزانے بھی انسان کو بے سکون رکھتے ہیں۔ تم نے دیکھا ہوگا کہ ایک ننھا سا بچہ اپنے

باپ کی انگلی پکڑ کر ہجوم میں بے خوف چلتا ہے، کیونکہ اسے یقین ہوتا ہے کہ میرا سہارا میرے ساتھ ہے۔ اسی طرح جس بندے نے اللہ کو پہچان لیا، وہ زندگی کے ہجوم، آزمائشوں اور اندھیروں میں کبھی تنہا نہیں رہتا۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

میرے بھائیو! توحید صرف زبان سے لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ پڑھ لینے کا نام نہیں، بلکہ یہ دل کی ایسی کیفیت ہے کہ بندہ ہر امید، ہر خوف، ہر محبت اور ہر اعتماد کو اللہ کے تابع کر دے۔

قرآن کریم فرماتا ہے:

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۚ ①

ترجمہ: یعنی کہہ دیجیے، وہ اللہ ایک ہے۔

(الاخلاص:1)

جب یہ آیت دل میں اترتی ہے تو انسان لوگوں کی تعریف کا محتاج نہیں رہتا، دنیا کی ملامت سے نہیں گھبراتا، کیونکہ اس کا تعلق ایک ایسے رب سے قائم ہو جاتا ہے جو ہمیشہ زندہ، ہمیشہ باقی اور ہمیشہ سننے والا ہے۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

اے اللہ کے بندو! توحید کے بھی مدارج ہیں۔ پہلا درجہ یہ ہے کہ انسان اپنی زبان سے اللہ کی وحدانیت کا اقرار کرے۔ دوسرا درجہ یہ ہے کہ اس کا دل بھی اس اقرار کی گواہی دینے لگے۔ تیسرا درجہ یہ ہے کہ اس کے اعمال بھی اسی توحید کی خوشبو دینے لگیں۔ اور بلند ترین درجہ یہ ہے کہ بندہ ہر حال میں اپنے رب کو اپنے سے قریب محسوس کرے۔

جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ﴿١٦﴾

ترجمہ: ہم اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔

(ق:16)

حافظ صاحب نے خاموشی کے چند لمحوں کے بعد فرمایا:

میرے دوستو! کبھی اپنے دل سے یہ سوال کیا ہے کہ جب تم کسی مصیبت میں گھِر جاتے ہو تو سب سے پہلے کس کو پکارتے ہو؟ اگر دل بے اختیار اللہ کی طرف دوڑتا ہے تو سمجھو توحید کی شمع روشن ہے، اور اگر دل ہر طرف بھٹکتا رہے تو اسے ذکرِ الٰہی سے آباد کرنے کی ضرورت ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت شفقت سے فرمایا:

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پوری دنیا کو بتا دیا کہ توحید صرف عقیدہ نہیں بلکہ زندگی کا فیصلہ ہے۔ آگ سامنے تھی، مگر دل میں صرف اللہ تھا۔ اسی لیے آگ بھی ان کے لیے ٹھنڈی اور سلامتی والی بنا دی گئی۔ جو دل اللہ کے لیے خالص ہو جائے، اللہ اس کے لیے ناممکن راستوں میں بھی آسانی پیدا فرما دیتا ہے۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

اے فرزندانِ اسلام! اپنے گھروں کو ذکرِ الٰہی سے آباد کرو۔ جس گھر میں قرآن کی تلاوت ہوتی ہے، جہاں درود شریف پڑھا جاتا ہے، جہاں شکر ادا کیا جاتا ہے، وہاں شیطان کے وسوسے کمزور پڑ جاتے ہیں اور رحمت کے فرشتے سکون لے کر آتے ہیں۔ یاد رکھو، توحید صرف مسجد کی دیواروں تک محدود نہیں، بلکہ بازار، دفتر، گھر، سفر اور تنہائی ہر جگہ زندہ رہنی چاہیے۔

حافظ صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا:

تم نے کبھی درخت کو دیکھا ہے؟ اس کی جڑ زمین میں مضبوط ہو تو آندھی بھی اسے

آسانی سے نہیں گرا سکتی۔ اسی طرح جس مومن کی جڑ توحید میں مضبوط ہو، دنیا کے فتنے، آزمائشیں، مال کی کمی، بیماری یا لوگوں کی بے قدری اس کے ایمان کو متزلزل نہیں کر سکتی۔ وہ جانتا ہے کہ اس کا رب حکمت والا ہے اور اس کا ہر فیصلہ خیر پر مبنی ہے۔

حقیقتِ توحید

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

تمام حمد اس ذاتِ اقدس کے لیے ہے جو اپنی ذات میں یکتا، اپنی صفات میں کامل، اپنے افعال میں بے مثال اور اپنی بادشاہی میں بے شریک ہے۔ وہی دلوں کا مالک، روحوں کا پروردگار، زمانوں کا پیدا کرنے والا اور ہر ظاہر و پوشیدہ حقیقت کا جاننے والا ہے۔

وہی رحمت کا سرچشمہ، ہدایت کا منبع، حکمت کا خزانہ اور فضل و کرم کا مالک ہے۔ اس کی عطا بے حساب، اس کی مغفرت بے کنار، اس کی قدرت بے مثال اور اس کی شان ہر تصور سے بلند ہے۔ ہر نعمت اسی کی عطا ہے اور ہر خیر اسی کے حکم سے ظاہر ہوتی ہے۔

ہم اسی کی حمد کرتے ہیں، اسی کی کبریائی بیان کرتے ہیں، اسی کے حضور سجدۂ بندگی پیش کرتے ہیں اور اسی سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمارے دلوں کو اپنی خالص معرفت، اپنی کامل محبت اور اپنی سچی توحید کے نور سے ہمیشہ روشن رکھے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھرے انداز میں حاضرین کی طرف دیکھا، پھر آہستہ سے فرمایا:

اے میرے عزیزو! آج ہم اس حقیقت کی بات کریں گے جس پر انسان کی دنیا

بھی قائم ہے اور آخرت بھی، جس کے بغیر عبادت کی روح مکمل نہیں ہوتی اور جس کے بغیر دل کو حقیقی سکون نصیب نہیں ہوتا۔ وہ حقیقت، حقیقتِ توحید ہے۔ بہت سے لوگ سمجھتے ہیں کہ توحید صرف ایک عقیدہ ہے، مگر میں کہتا ہوں کہ توحید ایک زندہ کیفیت ہے۔ یہ دل کی وہ روشنی ہے جو انسان کو ہر اندھیرے میں راستہ دکھاتی ہے، ہر خوف میں اطمینان عطا کرتی ہے اور ہر آزمائش میں اللہ کی طرف متوجہ رکھتی ہے۔

حافظ صاحب نے فکر انگیز انداز میں فرمایا: میرے بھائیو! قرآنِ کریم کی پہلی دعوت ہی توحید ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۶۳﴾

ترجمہ: اور تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ نہایت مہربان، بے حد رحم فرمانے والا ہے۔

(البقرہ:163)

یہ صرف پڑھنے کی آیت نہیں، بلکہ زندگی بدل دینے والا اعلان ہے۔ جب بندہ یہ یقین کر لیتا ہے کہ میرا رب ایک ہے، تو پھر اس کے دل میں کسی غیر کا خوف باقی نہیں رہتا۔ وہ جان لیتا ہے کہ عزت بھی اسی کے ہاتھ میں ہے، رزق بھی اسی کے اختیار میں ہے اور زندگی و موت بھی اسی کے حکم سے ہے۔

حافظ صاحب نے ٹھنڈی آہ بھری اور فرمایا: اے اللہ کے بندو! حقیقتِ توحید یہ نہیں کہ زبان لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللهُ کہہ دے اور دل دنیا کے سہاروں میں کھو جائے۔ حقیقتِ توحید یہ ہے کہ زبان بھی اسی کی گواہی دے، دل بھی اسی پر بھروسہ کرے،

آنکھیں بھی اسی کی نعمتوں کو پہچانیں اور ہاتھ بھی اسی کی رضا کے مطابق عمل کریں۔ جس توحید کا اثر کردار پر نہ آئے، وہ ابھی دل کی گہرائی تک نہیں پہنچی۔

حافظ صاحب نے حاضرین پر محبت بھری نگاہ ڈالی اور فرمایا:

ایک معمولی سی مثال سنو۔ اگر ایک بچہ اندھیری رات میں اپنے والد کے ساتھ چل رہا ہو تو اسے راستے کی تاریکی سے خوف نہیں آتا، کیونکہ اسے اپنے والد پر اعتماد ہوتا ہے۔ اسی طرح جب مومن کا دل اپنے رب پر اعتماد کر لیتا ہے تو حالات کتنے ہی تاریک کیوں نہ ہوں، وہ ناامید نہیں ہوتا۔ وہ جانتا ہے کہ جس نے آج تک سنبھالا ہے، وہ آئندہ بھی سنبھالے گا۔ یہی تو حقیقتِ توحید کا پہلا ذائقہ ہے۔

حافظ صاحب کی آنکھیں نم ہو گئیں اور فرمایا:

میرے دوستو! حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو گرم پتھروں پر لٹایا گیا، جسم زخمی تھا، مگر زبان پر صرف ایک ہی صدا تھی: اَحَد، اَحَد۔ یہ صرف ایک لفظ نہیں تھا، یہ حقیقتِ توحید کا اعلان تھا۔ جسم کمزور تھا لیکن ایمان پہاڑ سے زیادہ مضبوط تھا۔ جو دل اللہ سے جڑ جائے، دنیا کی کوئی طاقت اسے اپنے رب سے جدا نہیں کر سکتی۔

حافظ صاحب نے عاجزی سے سر جھکا کر فرمایا:

میرے عزیز! کبھی تم نے اپنے دل سے یہ سوال کیا ہے کہ تمہاری سب سے بڑی امید کس سے وابستہ ہے؟ اگر تمہارا دل ہر حال میں اللہ کی طرف لوٹتا ہے تو خوش نصیب ہو، اور اگر تمہاری امیدیں مخلوق کے گرد گھومتی ہیں تو اپنے دل کو پھر سے اللہ کی طرف لے آؤ۔ وہ رب کبھی اپنے در پر آنے والے کو خالی نہیں لوٹاتا۔

حافظ صاحب نے نہایت جذب و کیف کے ساتھ فرمایا:

رسول اللہ ﷺ نے تیرہ برس مکہ میں سب سے پہلے لوگوں کے دلوں میں توحید کو راسخ فرمایا، پھر احکام نازل ہوئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جب تک دل اللہ کے لیے خالص نہ ہو، اعمال میں وہ نور پیدا نہیں ہوتا جو بندے کو اللہ کا محبوب بنا

دے۔اسی لیے اپنے دل کی اصلاح کو اپنی زندگی کی سب سے بڑی ذمہ داری سمجھو۔

حافظ صاحب نے محبت سے فرمایا:

توحید انسان کو اخلاص سکھاتی ہے۔ جب بندہ جان لیتا ہے کہ دیکھنے والا صرف اللہ ہے تو پھر وہ دکھاوے کے لیے عبادت نہیں کرتا، لوگوں کی تعریف کے لیے نیکی نہیں کرتا اور کسی کے ڈر سے گناہ نہیں چھوڑتا، بلکہ صرف اپنے رب کی رضا کے لیے جیتا ہے۔ یہی اخلاص عبادت کی جان ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت نرم لہجے میں فرمایا:

میرے بھائیو! ذکرِ الٰہی حقیقتِ توحید کو مضبوط کرتا ہے۔ جو زبان اللہ کے ذکر سے تر رہتی ہے، اس کے دل میں دنیا کی محبت کم اور اللہ کی محبت زیادہ ہوتی جاتی ہے۔ استغفار دل کو صاف کرتا ہے، درود شریف محبتِ رسول ﷺ کو بڑھاتا ہے اور قرآن کی تلاوت دل میں یقین پیدا کرتی ہے۔ پھر انسان صبر میں بھی اللہ کو دیکھتا ہے، شکر میں بھی اللہ کو پہچانتا ہے اور توبہ میں بھی اسی کے در پر گرتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت حکمت سے فرمایا:

والدین کے ساتھ حسنِ سلوک بھی حقیقتِ توحید کا حصہ ہے، کیونکہ اللہ نے اپنی عبادت کے ساتھ والدین کے احسان کا ذکر فرمایا ہے۔ بندوں کے حقوق ادا کرنا، سچ بولنا، امانت کی حفاظت کرنا، کسی کا دل نہ دکھانا، یہ سب اسی توحید کے پھل ہیں جو دل میں زندہ ہو۔ اگر عبادت بہت ہو مگر اخلاق خراب ہوں تو اپنے دل کا محاسبہ کرو کہ کہیں توحید صرف زبان تک محدود تو نہیں رہ گئی۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے بعد نہایت درد سے فرمایا:

موت کو یاد رکھا کرو۔ ایک دن ہم سب نے اسی رب کے سامنے حاضر ہونا ہے جس کی وحدانیت کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اس دن نہ مال ساتھ ہوگا، نہ شہرت، نہ رشتہ دار، بلکہ ایمان، اخلاص اور صالح اعمال ساتھ ہوں گے۔ اس لیے آج ہی اپنے دل کو

صاف کرو، توبہ کرو، لوگوں کے حقوق ادا کرو، اپنے والدین کو راضی کرو، نمازوں کی حفاظت کرو اور سنتِ رسول ﷺ کو اپنی زندگی کا زیور بنالو۔

حافظ صاحب نے دونوں ہاتھ دعا کے لیے اٹھائے اور فرمایا:

اے اللہ! ہمیں اپنی سچی معرفت عطا فرما، اپنے سوا ہر باطل سہارے سے ہمارے دلوں کو آزاد فرما، ہمیں اپنا مخلص بندہ بنا، ہمارے سینوں کو ایمان کے نور سے بھر دے، ہمیں ذکرِ الٰہی کی لذت، محبتِ رسول ﷺ کی مٹھاس، تقویٰ کی زینت، شکر و صبر کی دولت، حسنِ اخلاق کی نعمت اور آخرت کی تیاری کی توفیق عطا فرما۔ ہمارے والدین پر رحم فرما، ہمارے گناہوں کو معاف فرما، ہمارے دلوں کو اپنی طرف پھیر دے اور ہمارا خاتمہ کامل ایمان، کامل توحید اور کامل اخلاص پر فرما۔ آمین۔

معرفتِ توحید

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

سب تعریفیں اس اللہ رب العالمین کے لیے ہیں جو ازل سے ہے اور ابد تک رہے گا، جس کی ذات ہر نقص سے پاک، جس کی صفات ہر کمال سے آراستہ، جس کی رحمت ہر شے پر محیط، جس کی حکمت ہر فیصلے میں نمایاں اور جس کا علم ہر ظاہر و پوشیدہ حقیقت کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔

وہی دلوں کو ہدایت دینے والا، روحوں کو زندگی بخشنے والا، گناہوں کو معاف فرمانے والا، توبہ قبول کرنے والا اور اپنے عاجز بندوں پر بے پایاں لطف و کرم فرمانے والا ہے۔ اس کی قدرت کے سامنے پہاڑ جھکتے ہیں، سمندر اس کے حکم سے موجزن ہوتے ہیں اور آسمان اس کی مشیت سے قائم ہیں۔

ہم اسی کی حمد بیان کرتے ہیں، اسی کی کبریائی کا اقرار کرتے ہیں، اسی کے حضور جھکتے ہیں اور اسی سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمارے دلوں کو اپنی معرفت، اپنی محبت، اپنے ذکر اور اپنی کامل توحید کے نور سے ہمیشہ زندہ رکھے۔

حافظ صاحب نے آسمان کی وسعتوں کی طرف نگاہ اٹھائی، جیسے دل پر معرفت کا ایک نیا در کھل رہا ہو، پھر نہایت محبت سے حاضرین کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا:

اے میرے عزیزو! آج میں تم سے علمِ توحید کی نہیں بلکہ معرفتِ توحید کی بات کرنا چاہتا ہوں۔ علم انسان کو الفاظ دیتا ہے، مگر معرفت دل کو زندگی دیتی ہے۔ علم زبان پر رہ سکتا ہے، مگر معرفت دل کے اندر اتر کر انسان کی پوری زندگی بدل دیتی ہے۔ بہت سے لوگ اللہ کے بارے میں جانتے ہیں، لیکن خوش نصیب وہ ہیں جو اللہ کو پہچانتے بھی ہیں۔ جاننے اور پہچاننے میں وہی فرق ہے جو کسی شخص کا نام سن لینے اور برسوں اس کے ساتھ محبت بھرے تعلق میں رہنے کے درمیان ہوتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت نرمی سے فرمایا:

اے اللہ کے بندو! معرفتِ توحید یہ ہے کہ بندہ ہر نعمت میں منعم کو دیکھے، ہر آزمائش میں حکمت کو پہچانے، ہر عطا میں کرم کو محسوس کرے اور ہر محرومی میں بھی اپنے رب کی مصلحت پر راضی رہے۔ جب دل اس مقام پر پہنچ جاتا ہے تو شکوے ختم ہو جاتے ہیں اور شکر کی زبان کھل جاتی ہے۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا: قرآنِ مجید بار بار انسان کو کائنات میں غور و فکر کی دعوت دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اخْتِلَافِ الَّیْلِ وَ النَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی

الْاَلْبَابِ ﴿۱۹۰﴾

ترجمہ: بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات اور دن کے بدلنے میں عقل والوں کے لیے ضرور نشانیاں ہیں۔

(آل عمران:190)

اے میرے دوستو! یہ آیات صرف پڑھنے کے لیے نہیں بلکہ دیکھنے، سوچنے اور اپنے رب کو پہچاننے کے لیے ہیں۔ جب تم طلوعِ آفتاب دیکھو، بارش کی بوندوں کو زمین پر برستے دیکھو، کسی ننھے بچے کی مسکراہٹ دیکھو یا اپنی سانسوں کی آمد و رفت پر غور کرو تو دل پکار اٹھے کہ یہ سب میرے رب کی قدرت اور رحمت کی نشانیاں ہیں۔

حافظ صاحب نے محبت بھری مسکراہٹ کے ساتھ فرمایا:

ایک مثال سنو۔ اگر کوئی شخص تمہیں روزانہ خاموشی سے تحفے دیتا رہے، تمہاری ضرورتیں پوری کرتا رہے، تمہاری حفاظت کرتا رہے، مگر تم کبھی اس کا شکریہ ادا نہ کرو تو یہ کتنی بڑی بے وفائی ہوگی۔ میرے بھائیو! صبح آنکھ کھلنے سے لے کر رات سونے تک ہم اللہ کی بے شمار نعمتوں میں رہتے ہیں۔ ہوا، پانی، روشنی، صحت، ایمان، اہلِ خانہ، رزق، یہ سب اسی کی عطا ہیں۔ پھر بھی اگر ہمارا دل اس کی یاد سے غافل رہے تو سوچو ہم کتنی بڑی محرومی میں ہیں۔ معرفتِ توحید کا آغاز یہی ہے کہ بندہ ہر نعمت کے پیچھے اپنے رب کو پہچان لے۔

حافظ صاحب نے آہستہ آواز میں فرمایا:

رسول اللہ ﷺ راتوں کو قیام فرماتے، یہاں تک کہ قدم مبارک سوج جاتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! اللہ نے آپ کے اگلے پچھلے سب گناہ معاف فرما دیے ہیں، پھر اتنی مشقت کیوں؟

آپ ﷺ نے فرمایا:

أَفَلَا أَكُونُ عَبْدًا شَكُورًا

یعنی کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں؟

دیکھو! یہ معرفتِ توحید کا مقام ہے کہ بندہ نعمتوں کو پہچان کر اپنے رب کا شکر گزار بن جائے۔

حافظ صاحب کی آنکھوں میں نمی آ گئی اور فرمایا:

اے فرزندانِ اسلام! معرفتِ توحید انسان کو عاجزی سکھاتی ہے۔ جس نے اللہ کی عظمت کو پہچان لیا وہ اپنے علم، دولت، حسن، طاقت یا منصب پر کبھی تکبر نہیں کرتا۔ اسے معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھ میرے پاس ہے، سب میرے رب کی عطا ہے۔ جب عطا دینے والا چاہے گا تو سب واپس بھی لے سکتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت درد بھرے لہجے میں فرمایا:

میرے عزیز! کبھی تم نے اپنے دل سے یہ سوال کیا ہے کہ تم دن میں کتنی مرتبہ اپنے رب کو یاد کرتے ہو؟ کتنی مرتبہ اس کا شکر ادا کرتے ہو؟ کتنی مرتبہ تنہائی میں اس کے سامنے اپنے گناہوں پر آنسو بہاتے ہو؟ اگر یہ سوال تمہارے دل کو بے چین کر دے تو سمجھ لو کہ اللہ تمہیں اپنی طرف بلا رہا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت شفقت سے فرمایا:

توبہ معرفتِ توحید کا روشن دروازہ ہے۔ جب بندہ گناہ کے بعد اللہ ہی کی طرف بھاگتا ہے تو وہ اعلان کرتا ہے کہ میرے لیے پناہ کی کوئی جگہ نہیں سوائے میرے رب کے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَ يُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ ﴿٢٢٢﴾

ترجمہ: بے شک اللہ توبہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے اور اپنے آپ کو پاک کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

(البقرۃ:222)

جو بندہ بار بار اللہ کے دروازے پر آتا ہے، اللہ اسے کبھی محروم نہیں کرتا۔

حافظ صاحب نے فکر انگیز انداز میں فرمایا: اللہ کی معرفت کے بغیر ذکر بھی خشک ہو جاتا ہے، مگر جب دل اپنے رب کو پہچان لیتا ہے تو ایک مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہِ، ایک مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ایک مرتبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور ایک مرتبہ درود شریف بھی دل میں ایسی مٹھاس پیدا کرتا ہے جسے دنیا کی کوئی لذت نہیں پہنچ سکتی۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت سے فرمایا:

اپنے والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرو، اپنے پڑوسیوں کے حقوق ادا کرو، کسی یتیم کے سر پر شفقت کا ہاتھ رکھو، کسی غریب کی خاموشی سے مدد کرو، کسی دکھی دل کو تسلی دو۔ یہ سب اعمال اس بات کی علامت ہیں کہ تمہارے دل میں اللہ کی معرفت زندہ ہے، کیونکہ جو اپنے رب کو پہچان لیتا ہے وہ اس کی مخلوق کے ساتھ بھی محبت اور رحم کا معاملہ کرتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت جذب و کیف کے ساتھ فرمایا:

موت سے غافل نہ رہو۔ ایک دن یہ دنیا پیچھے رہ جائے گی، یہ گھر، یہ بازار، یہ کاروبار، یہ شہرت سب ختم ہو جائے گی، مگر جو دل اللہ کی معرفت سے روشن ہوگا وہ قبر میں بھی تنہا نہیں ہوگا۔ اس کے لیے اللہ کی رحمت، اس کا نور اور اس کا فضل ساتھ ہوگا۔ جنت کی اصل نعمت بھی یہی ہے کہ وہاں اہلِ ایمان اپنے رب کی رضا اور اس کے قرب سے سرفراز ہوں گے۔

حافظ صاحب نے دونوں ہاتھ دعا کے لیے بلند کیے اور فرمایا:

اے اللہ! ہمیں اپنی سچی معرفت عطا فرما، ہمارے دلوں سے غفلت کے

پردے ہٹا دے، ہمیں اپنی محبت میں زندہ رکھ، اپنے ذکر کو ہماری زندگی کی بہار بنا دے، ہمیں اخلاص، تقویٰ، صبر، شکر، حسنِ اخلاق، والدین کی خدمت، بندوں کے حقوق کی ادائیگی اور سنتِ رسول ﷺ پر استقامت نصیب فرما۔ ہمارے گناہوں کو معاف فرما، ہماری توبہ قبول فرما، ہمیں جہنم سے محفوظ رکھ، جنت الفردوس کا وارث بنا اور ہمارا خاتمہ کامل ایمان، کامل معرفت اور کامل توحید پر فرما۔ آمین۔

نورِ توحید

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

تمام تعریفیں اس اللہ جل جلالہ کے لیے ہیں جس نے نور کو پیدا فرمایا، دلوں کو ایمان سے روشن کیا، عقلوں کو ہدایت کی روشنی عطا فرمائی، اور اپنی رحمت سے گمراہوں کے لیے ہدایت کے دروازے کھول دیے۔ وہی نورِ آسمان و زمین ہے، وہی دلوں کا مالک ہے، وہی ہر سانس کو اپنی مشیت سے جاری رکھتا ہے، اور وہی ہر بندے کی پوشیدہ آہوں کو سننے والا ہے۔

وہی ایسا کریم ہے کہ بندہ ایک قدم اس کی طرف بڑھائے تو وہ اپنی رحمت کے دروازے اس پر کھول دیتا ہے، وہی ایسا رحیم ہے کہ توبہ کرنے والے کے گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے، وہی ایسا حکیم ہے کہ ہر فیصلے میں خیر پوشیدہ رکھتا ہے، اور وہی ایسا لطیف ہے کہ ٹوٹے ہوئے دلوں کو اپنی محبت سے جوڑ دیتا ہے۔

ہم اسی کی حمد بیان کرتے ہیں، اسی کی عظمت کا اقرار کرتے ہیں، اسی کے سامنے اپنی عاجزی پیش کرتے ہیں، اور اسی سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمارے سینوں کو نورِ ایمان، نورِ معرفت، نورِ توحید اور نورِ محبتِ رسول ﷺ سے ہمیشہ منور رکھے۔

حافظ صاحب نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی، جیسے دل پر رحمت کی بارش اتر رہی ہو، پھر نہایت محبت سے حاضرین کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا:

اے میرے عزیزو! دنیا میں ہر انسان روشنی تلاش کرتا ہے۔ کوئی سورج کی روشنی چاہتا ہے، کوئی چراغ کی، کوئی علم کی، کوئی دولت کی، مگر میں تمہیں اس روشنی کی طرف بلاتا ہوں جس کے سامنے دنیا کی ہر روشنی ماند پڑ جاتی ہے۔ وہ روشنی نورِ توحید ہے۔ جب اللہ اس نور کو کسی دل میں اتار دیتا ہے تو پھر وہ دل اندھیروں میں بھی راستہ پا لیتا ہے، آزمائشوں میں بھی امید دیکھ لیتا ہے، اور تنہائی میں بھی اپنے رب کی معیت محسوس کرتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھرے انداز میں فرمایا:

اے میرے بھائیو!

قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ

ترجمہ: اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔

(النور:35)

یہ صرف ایک آیت نہیں، بلکہ اہلِ ایمان کے لیے زندگی کا سرمایہ ہے۔ جب بندہ اپنے رب سے تعلق جوڑ لیتا ہے تو اس کے دل میں ایسا نور پیدا ہوتا ہے جو اچھے اور برے، حق اور باطل، اخلاص اور ریا، ہدایت اور گمراہی کے درمیان فرق کرنا سکھا دیتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت درد بھرے لہجے میں فرمایا:

میرے دوستو! نورِ توحید کتابوں کے اوراق سے زیادہ آنسوؤں سے ملتا ہے، دلائل سے زیادہ عاجزی سے ملتا ہے، اور بحث و مباحثے سے زیادہ سجدوں میں نصیب

ہوتا ہے۔ بہت سے لوگ جانتے ہیں کہ اللہ ایک ہے، لیکن ہر جاننے والا اس نور کا حامل نہیں ہوتا۔ جب دل گناہوں کی گرد سے بھر جاتا ہے تو سورج کی روشنی بھی آئینے میں نظر نہیں آتی۔ اسی طرح جب دل حسد، تکبر، ریا اور دنیا کی محبت سے بھر جائے تو نورِ توحید کی چمک مدھم ہونے لگتی ہے۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے چند لمحوں کے بعد فرمایا:

اے اللہ کے بندو! ایک مثال سے سمجھو۔ اگر ایک کمرہ برسوں سے بند ہو اور اس میں اندھیرا ہی اندھیرا ہو، تو اندھیرے کو ڈنڈوں سے نہیں نکالا جا سکتا، صرف ایک چراغ جلانا کافی ہوتا ہے۔ اسی طرح دل میں موجود غفلت، مایوسی، خوف اور گناہوں کے اندھیرے صرف اس وقت ختم ہوتے ہیں جب نورِ توحید اس میں داخل ہوتا ہے۔ اس نور کو حاصل کرنے کا چراغ اللہ کا ذکر، قرآن کی تلاوت، سچی توبہ اور سنتِ رسول ﷺ کی پیروی ہے۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

اے میرے عزیز! کبھی تم نے اپنے دل سے یہ سوال کیا ہے کہ جب تم تنہائی میں ہوتے ہو تو تمہارے دل کو سکون کس چیز سے ملتا ہے؟ اگر تمہارا دل اللہ کے ذکر سے آباد ہو جاتا ہے تو سمجھ لو کہ نورِ توحید کی کرنیں اس میں اتر رہی ہیں، لیکن اگر تنہائی تمہیں اللہ سے دور کر دیتی ہے تو اپنے دل کی اصلاح کی فکر کرو، کیونکہ اللہ اپنے بندے کو اپنے ذکر کے ذریعے زندہ کرتا ہے۔

حافظ صاحب کی آنکھوں سے چند آنسو ڈھلک پڑے اور فرمایا:

رسول اللہ ﷺ کا پورا وجود نورِ ہدایت تھا۔ آپ ﷺ نے لوگوں کو صرف احکام نہیں دیے بلکہ ان کے دلوں میں اللہ کی محبت کا چراغ روشن فرمایا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دل اسی نور سے منور ہوئے، پھر انہوں نے دنیا کو

عدل، اخلاص، قربانی اور تقویٰ کا راستہ دکھایا۔ جب دل میں توحید کا نور اترتا ہے تو کردار خود بخود روشن ہو جاتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت شفقت سے فرمایا:

میرے بھائیو! اپنے والدین کی خدمت کیا کرو۔ والدہ کی دعا اور والد کے چہرے کی خوشی بھی اللہ کے فضل سے دل کے نور میں اضافہ کرتی ہے۔ کسی غریب کی مدد کرنا، کسی یتیم کے سر پر ہاتھ رکھنا، کسی دکھی انسان کے آنسو پونچھ دینا، کسی معاف کرنے کے مستحق کو معاف کر دینا، یہ سب اعمال دل کے چراغ کو مزید روشن کرتے ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے۔

حافظ صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا:

تم نے کبھی صاف شیشے کی کھڑکی دیکھی ہے؟ جب اس پر گرد جم جائے تو سورج کی روشنی اندر نہیں آتی۔ لیکن جیسے ہی اسے صاف کیا جائے تو روشنی خود بخود اندر داخل ہو جاتی ہے۔ دل بھی ایسا ہی ہے۔ استغفار اس کی صفائی ہے، ذکر اس کی خوشبو ہے، قرآن اس کی روشنی ہے، اور اخلاص اس کی زندگی ہے۔ جو بندہ روزانہ اپنے دل کو توبہ سے صاف کرتا رہتا ہے، اس کے اندر نورِ توحید بڑھتا چلا جاتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت جذب و کیف کے ساتھ فرمایا:

دنیا کی چمک دمک عارضی ہے، مگر نورِ توحید ہمیشہ باقی رہنے والی دولت ہے۔ یہ وہ خزانہ ہے جو قبر میں بھی ساتھ جاتا ہے، میدانِ حشر میں بھی روشنی بنتا ہے اور پلِ صراط پر بھی سہارا بنتا ہے۔ اس لیے اپنے دل کو دنیا کی محبت سے زیادہ اللہ کی محبت سے آباد کرو، کیونکہ جس دل میں اللہ کی محبت غالب آ جائے، وہاں شیطان کے وسوسے زیادہ دیر ٹھہر نہیں سکتے۔

حافظ صاحب نے نہایت عاجزی سے سر جھکا کر فرمایا:

اے ایمان والو! اپنے گھروں میں قرآن کی آواز بلند کرو، اپنے بچوں کو اللہ کا

نام سکھاؤ، درودِ پاک کو اپنی زبان کا معمول بناؤ، نماز کو اپنی زندگی کی بنیاد بناؤ، رزقِ حلال پر قناعت کرو، لوگوں کے حقوق ادا کرو، حسنِ اخلاق اختیار کرو، اور ہر رات اپنے نفس کا محاسبہ کرو۔ یہی وہ راستے ہیں جن سے نورِ توحید بڑھتا ہے اور بندہ اپنے رب کے قرب کی منزلوں تک پہنچتا ہے۔

حافظ صاحب نے دونوں ہاتھ دعا کے لیے بلند کیے اور نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

اے اللہ! ہمارے دلوں کو نورِ توحید سے بھر دے، ہماری آنکھوں کو اپنی قدرت کی نشانیاں دیکھنے والی بنا دے، ہماری زبانوں کو اپنے ذکر سے تر رکھ، ہمارے اعمال کو اخلاص سے مزین فرما، ہمیں تقویٰ، صبر، شکر، حسنِ اخلاق، والدین کی خدمت، بندوں کے حقوق کی ادائیگی اور رسولِ اکرم ﷺ کی کامل اتباع نصیب فرما۔ ہمارے سینوں سے غفلت کے اندھیرے دور کر دے، ہمیں اپنی رحمت کے نور میں جگہ عطا فرما، ہماری قبروں کو روشن فرما، قیامت کے دن ہمیں اپنے عرش کے سائے میں جگہ عطا فرما، جنت الفردوس میں اپنے مقرب بندوں کے ساتھ ہمارا حشر فرما، اور ہمارا خاتمہ کامل ایمان، کامل اخلاص اور کامل توحید پر فرما۔ آمین۔

دعوتِ توحید

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

تمام حمد اس ربِ کریم کے لیے ہے جس نے اپنے بندوں کو اپنی پہچان عطا کرنے کے لیے انبیائے کرام علیہم السلام کو مبعوث فرمایا، آسمانی کتابیں نازل فرمائیں، ہدایت کے چراغ روشن کیے اور اپنی بے پایاں رحمت سے بھٹکے ہوئے

دلوں کو اپنے در کی طرف بلایا۔ وہی عزت دینے والا، وہی ہدایت بخشنے والا، وہی دلوں کے حال جاننے والا اور وہی اپنے فضل سے ایمان کی دولت عطا فرمانے والا ہے۔

وہی ایسا مہربان رب ہے جو بندے کے ایک آنسو کو بھی ضائع نہیں کرتا، جو توبہ کرنے والوں کو سینے سے لگا لیتا ہے، جو اخلاص اختیار کرنے والوں پر اپنی رحمتوں کی بارش فرماتا ہے، اور جو اپنے ذکر کرنے والوں کے دلوں کو سکون اور اطمینان سے بھر دیتا ہے۔ اس کی رحمت ہر امید سے وسیع اور اس کا کرم ہر تصور سے بلند ہے۔

ہم اسی کی حمد کرتے ہیں، اسی کی کبریائی کا اقرار کرتے ہیں، اسی کے حضور اپنی عاجزی پیش کرتے ہیں، اور اسی سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اپنی توحید کا سچا داعی، اپنے دین کا مخلص خادم اور اپنے محبوب رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا کامل پیروکار بنا دے۔

حافظ صاحب نے آسمان کی طرف محبت بھری نگاہ اٹھائی، جیسے دل پر رحمت کی کوئی نئی لہر اتر رہی ہو، پھر حاضرین کی طرف نہایت شفقت سے متوجہ ہو کر فرمایا:

اے میرے عزیزو! دنیا میں بہت سی دعوتیں دی جاتی ہیں۔ کوئی انسان کو دولت کی طرف بلاتا ہے، کوئی شہرت کی طرف، کوئی اقتدار کی طرف اور کوئی خواہشات کی طرف، مگر ان تمام دعوتوں سے بلند اور عظیم دعوت وہ ہے جو انسان کو اس کے رب کی طرف بلائے۔ یہی دعوتِ توحید ہے، یہی تمام انبیائے کرام علیہم السلام کی دعوت تھی، یہی رسول اللہ ﷺ کی زندگی کا مقصد تھا، اور یہی ہر سچے مومن کی ذمہ داری ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت فکر انگیز انداز میں فرمایا:

میرے بھائیو! قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَ لَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ اجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ۚ

ترجمہ: اور بے شک ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو۔

(النحل:36)

غور کرو! تمام انبیائے کرام علیہم السلام کی دعوت کا مرکز صرف ایک تھا، اللہ کی وحدانیت۔ نہ انہوں نے لوگوں کو اپنی طرف بلایا، نہ اپنی بڑائی کی طرف، بلکہ ہر ایک نے کہا کہ اپنے رب کی طرف لوٹ آؤ۔

حافظ صاحب نے ٹھنڈی آہ بھری اور فرمایا:

اے اللہ کے بندو! دعوتِ توحید زبان سے پہلے کردار سے دی جاتی ہے۔ اگر تمہاری نماز لوگوں کو اللہ کی یاد نہ دلائے، تمہاری دیانت دوسروں کے دل میں اسلام کی محبت پیدا نہ کرے، تمہارا اخلاق کسی غصے والے کو نرم نہ کرے، تو تمہیں اپنے آپ سے سوال کرنا چاہیے کہ میری دعوت کہاں ہے؟ یاد رکھو! بہت مرتبہ خاموش کردار وہ کام کر دیتا ہے جو لمبی تقریریں بھی نہیں کر سکتیں۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے لہجے میں فرمایا:

ایک چھوٹی سی مثال سنو۔ اگر ایک شخص خوشبودار عطر لگا کر کسی مجلس میں جائے تو وہ کسی سے کچھ کہے بغیر بھی اپنی خوشبو دوسروں تک پہنچا دیتا ہے۔ اسی طرح جس دل میں توحید کی خوشبو بس جائے، اس کی گفتگو، اس کی مسکراہٹ، اس کی امانت، اس کی سچائی، اس کی نرمی اور اس کا حسنِ اخلاق خود بخود لوگوں کو اللہ کی طرف متوجہ کرنے لگتا ہے۔ یہی دعوتِ توحید کا خوبصورت انداز ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

میرے دوستو! رسول اللہ ﷺ نے مکہ کی سخت ترین آزمائشوں میں بھی لوگوں کے لیے بددعا نہیں فرمائی۔ آپ ﷺ نے پتھر کھائے، طائف میں زخمی ہوئے، مگر پھر بھی فرمایا کہ شاید ان کی نسلوں میں ایسے لوگ پیدا ہوں جو اللہ کی عبادت کریں۔ یہ

ہے دعوتِ توحید کا دل۔ اس میں غصہ نہیں، انتقام نہیں، بلکہ رحمت، صبر اور خیر خواہی ہوتی ہے۔

حافظ صاحب کی آنکھیں نم ہوگئیں اور فرمایا:

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو دیکھو۔ مدینہ میں انہوں نے تلوار کے زور سے نہیں، بلکہ قرآن کی تلاوت، نرم گفتگو اور پاکیزہ کردار سے دل جیتے۔ چند ہی دنوں میں وہ گھر جن میں شرک اور جاہلیت کا اندھیرا تھا، توحید کے نور سے روشن ہونے لگے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جب داعی کے دل میں اخلاص ہوتا ہے تو اللہ اس کی زبان میں اثر پیدا فرما دیتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت عاجزی سے سر جھکا کر فرمایا:

اے میرے عزیز! کبھی تم نے اپنے دل سے یہ سوال کیا ہے کہ تمہارے اخلاق کی وجہ سے کتنے لوگ اللہ کے قریب ہوئے اور تمہارے سخت رویے کی وجہ سے کتنے لوگ دین سے دور ہوئے؟ یہ سوال اپنے نفس سے ضرور کرنا، کیونکہ دعوت صرف الفاظ کا نام نہیں، بلکہ ہر قدم، ہر نگاہ اور ہر عمل بھی دعوت بن سکتا ہے۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

دعوتِ توحید دینے والا پہلے اپنے نفس کی اصلاح کرتا ہے۔ اگر دل میں تکبر ہوگا تو دعوت بے اثر ہو جائے گی۔ اگر ریا ہوگی تو اخلاص کی خوشبو ختم ہو جائے گی۔ اگر زبان سخت ہوگی تو دل بند ہو جائیں گے۔ اس لیے پہلے اپنے دل کو ذکرِ الٰہی سے زندہ کرو، استغفار سے پاک کرو، توبہ سے نرم کرو اور محبتِ رسول ﷺ سے منور کرو، پھر تمہاری ہر بات میں تاثیر پیدا ہوگی۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت سے فرمایا:

اپنے گھر سے دعوت کا آغاز کرو۔ اپنے بچوں کو اللہ کا تعارف کراؤ، انہیں یہ نہ سکھاؤ کہ صرف امتحان میں کامیاب ہونا ضروری ہے، بلکہ یہ بھی سکھاؤ کہ اللہ کی رضا

حاصل کرنا سب سے بڑی کامیابی ہے۔ اپنے والدین کی خدمت کروتا کہ اولاد تم سے سیکھے۔ اپنے پڑوسی کا خیال رکھوتا کہ لوگ اسلام کے حسن کو دیکھیں۔ کسی محتاج کی مدد کروتا کہ اللہ کی رحمت تمہارے گھر میں اترے۔ یہی عملی دعوت ہے۔

حافظ صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا:

میرے بھائیو! کبھی کسی پریشان انسان کے پاس بیٹھ کر صرف اتنا کہہ دو: اللہ پر بھروسہ رکھو، وہ تمہیں تنہا نہیں چھوڑے گا۔ یقین جانو، یہ ایک جملہ بھی دعوتِ توحید بن سکتا ہے، اگر وہ اخلاص اور محبت سے کہا جائے۔ بسا اوقات ایک سچا اور نرم جملہ کسی انسان کی پوری زندگی بدل دیتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت جذب و کیف کے ساتھ فرمایا:

آخرت کو ہمیشہ سامنے رکھو۔ ہم سب نے ایک دن اللہ کے حضور حاضر ہونا ہے۔ اس دن ہم سے یہ بھی پوچھا جائے گا کہ تم نے اپنے گھر والوں، اپنی اولاد، اپنے دوستوں اور اپنے معاشرے تک خیر کا پیغام کس قدر پہنچایا؟ اس لیے اپنی زندگی کو اللہ کی طرف بلانے والی زندگی بنالو۔ جہاں نفرت ہو وہاں محبت لے جاؤ، جہاں مایوسی ہو وہاں امید لے جاؤ، جہاں غفلت ہو وہاں ذکرِ الٰہی کی دعوت پہنچاؤ، اور جہاں دل ٹوٹے ہوں وہاں اللہ کی رحمت کا پیغام سناؤ۔

حافظ صاحب نے دونوں ہاتھ دعا کے لیے اٹھائے، آواز میں سوز اور دل میں عاجزی تھی، پھر فرمایا:

اے اللہ! ہمیں اپنی توحید کا سچا داعی بنا، ہمارے دلوں کو اپنی معرفت سے بھر دے، ہماری زبانوں کو سچائی، حکمت اور نرمی عطا فرما، ہمارے اعمال میں اخلاص پیدا فرما، ہمیں رسول اللہ ﷺ کی کامل اتباع نصیب فرما، ہمارے والدین پر اپنی رحمت نازل فرما، ہمیں بندوں کے حقوق ادا کرنے کی توفیق عطا فرما، ہمارے دلوں کو ذکرِ الٰہی سے زندہ رکھ، ہمیں صبر، شکر، تقویٰ اور حسنِ اخلاق کی نعمت عطا فرما، ہماری

دعوت کو قبولیت بخش، بہت سے دلوں کو ہمارے ذریعے اپنی طرف ہدایت عطا فرما، ہمیں جہنم سے محفوظ رکھ، جنت الفردوس میں اپنے مقرب بندوں کا ساتھ عطا فرما، اور ہمارا خاتمہ ایمان، اخلاص، محبت اور کامل توحید پر فرما۔ آمین۔

کلمۂ توحید کا راز

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

تمام تعریفیں اس اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کے لیے ہیں جس نے اپنے فضل سے ایمان کی نعمت عطا فرمائی، اپنے کرم سے کلمۂ طیبہ کی دولت نصیب کی، اپنے لطف سے دلوں کو ہدایت کے نور سے روشن کیا اور اپنے احسان سے ہمیں اپنے محبوب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی امت میں پیدا فرمایا۔ وہی بادشاہِ حقیقی، وہی ربِ ذوالجلال، وہی رحمٰن ورحیم، وہی علم وحکمت کا سرچشمہ اور وہی ہر نعمت کا حقیقی عطا فرمانے والا ہے۔

وہی ایسی ذات ہے جس کے خزانے کبھی ختم نہیں ہوتے، جس کی رحمت گناہوں سے کہیں زیادہ وسیع ہے، جس کا عدل کامل، جس کا فضل بے کنار، جس کا حلم بے مثال اور جس کی محبت اپنے مخلص بندوں کے لیے ہر محبت سے بڑھ کر ہے۔ وہی دلوں کو بدلنے والا، وہی ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑنے والا اور وہی اپنے ذکر سے روحوں کو حیات بخشنے والا ہے۔

ہم اسی کی حمد کرتے ہیں، اسی کے حضور اپنی عاجزی پیش کرتے ہیں، اسی سے مغفرت چاہتے ہیں اور اسی سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمارے دلوں کو کلمۂ توحید کے راز، اس کے نور، اس کی حقیقت اور اس کے تقاضوں سے ہمیشہ زندہ رکھے۔

حافظ صاحب نے نہایت سکون کے ساتھ حاضرین کی طرف دیکھا، جیسے ہر

چہرے میں ایک سوال اور ہر دل میں ایک پیاس دیکھ رہے ہوں، پھر محبت بھرے لہجے میں فرمایا:

اے میرے عزیزو! آج ہم اس کلمے کی بات کریں گے جس نے ریگستان کے چرواہوں کو دنیا کا امام بنا دیا، جس نے غلاموں کو عزت عطا کی، جس نے ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑ دیا، جس نے اندھیروں کو روشنی میں بدل دیا، اور جس نے انسان کو مخلوق کی غلامی سے نکال کر صرف اللہ کی بندگی میں داخل کر دیا۔ وہ کلمہ ہے:

لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ ﷺ

حافظ صاحب نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی اور فرمایا:

میرے بھائیو! بہت سے لوگ کلمہ پڑھتے ہیں، لیکن ہر شخص اس کے راز کو نہیں جانتا۔ کلمہ صرف زبان سے ادا کیے جانے والے چند الفاظ کا نام نہیں، بلکہ یہ زندگی کا ایک مکمل انقلاب ہے۔ اس کا پہلا حصہ لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللهُ انسان کے دل سے ہر باطل سہارا، ہر جھوٹا غرور، ہر غیر اللہ کی بے جا محبت اور ہر جھوٹی امید کو نکال دیتا ہے، اور دوسرا حصہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ ﷺ انسان کو یہ سکھاتا ہے کہ اب زندگی کا ہر قدم رسول اللہ ﷺ کے طریقے کے مطابق ہوگا۔ یہی کلمے کا راز ہے۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

اے اللہ کے بندو! کلمہ پہلے انکار سکھاتا ہے، پھر اقرار سکھاتا ہے۔ پہلے بندہ کہتا ہے لَآ إِلٰهَ یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، کوئی حقیقی کارساز نہیں، کوئی حقیقی مشکل کشا نہیں، کوئی حقیقی نفع و نقصان کا مالک نہیں، پھر وہ کہتا ہے إِلَّا اللهُ یعنی صرف میرا رب، صرف میرا خالق، صرف میرا مالک۔ جب تک دل سے باطل نہیں نکلتا، حق پوری طرح داخل نہیں ہوتا۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت سے فرمایا:

ایک مثال سے سمجھو۔ اگر ایک برتن گندے پانی سے بھرا ہو تو اس میں پاک پانی ڈالنے سے پہلے گندا پانی نکالنا پڑتا ہے۔ اسی طرح دل اگر تکبر، حسد، ریا، دنیا پرستی، گناہوں اور غفلت سے بھرا ہو تو کلمۂ توحید کی برکت مکمل طور پر اس میں ظاہر نہیں ہوتی۔ پہلے دل کو استغفار سے صاف کرو، پھر اس میں اللہ کی محبت، ذکر اور اخلاص کو بساؤ۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے چند لمحوں کے بعد فرمایا:

میرے دوستو! کبھی تم نے اپنے دل سے یہ سوال کیا ہے کہ جب تم لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ پڑھتے ہو تو کیا تمہارا دل بھی اس کی گواہی دیتا ہے، یا صرف تمہاری زبان حرکت کرتی ہے؟ اگر دل بھی ساتھ بولنے لگے تو انسان کی زندگی بدل جاتی ہے۔ اس کے فیصلے بدل جاتے ہیں، اس کی ترجیحات بدل جاتی ہیں، اس کی خواہشات اللہ کی رضا کے تابع ہو جاتی ہیں۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

رسول اللہ ﷺ نے تیرہ برس تک مکہ میں سب سے زیادہ اسی کلمے کی دعوت دی۔ کیوں؟ اس لیے کہ اگر دل میں کلمہ زندہ ہو جائے تو نماز بھی زندہ ہو جاتی ہے، روزہ بھی، زکوٰۃ بھی، حج بھی، اخلاق بھی، معاملات بھی اور پوری زندگی بھی۔ کلمہ جڑ ہے، باقی تمام اعمال اس کے پھل ہیں۔ اگر جڑ مضبوط ہو تو درخت سرسبز رہتا ہے۔

حافظ صاحب کی آنکھوں میں نمی آ گئی اور فرمایا:

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو جب گرم ریت پر لٹایا گیا تو انہوں نے دنیا کے کسی بادشاہ کو نہیں پکارا، بلکہ صرف اَحَد، اَحَد کہتے رہے۔ یہ ایک لفظ نہیں تھا، یہ کلمۂ توحید کا راز تھا۔ جسم زخمی تھا مگر دل اللہ سے جڑا ہوا تھا۔ جس دل میں کلمہ اتر جائے، دنیا کی سختیاں اس کے ایمان کو نہیں توڑ سکتیں۔

حافظ صاحب نے نہایت شفقت سے فرمایا:

میرے عزیزو! کلمہ پڑھنے والا جھوٹ سے نفرت کرتا ہے، خیانت سے بچتا ہے، والدین کا ادب کرتا ہے، یتیم پر رحم کرتا ہے، پڑوسی کا حق ادا کرتا ہے، لوگوں کو معاف کرتا ہے، رزقِ حلال تلاش کرتا ہے، اور ہر حال میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہے۔ اگر یہ صفات ہماری زندگی میں پیدا نہیں ہو رہیں تو ہمیں کلمے کے راز پر دوبارہ غور کرنے کی ضرورت ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت جذب و کیف کے ساتھ فرمایا:

کلمہ صرف دنیا کی کامیابی کے لیے نہیں، بلکہ قبر کی روشنی، میدانِ حشر کی نجات، پلِ صراط کی آسانی اور جنت کے دروازوں کی کنجی بھی ہے۔ لیکن یاد رکھو! کنجی وہی دروازہ کھولتی ہے جس کے دندانے صحیح ہوں۔ کلمے کے دندانے اخلاص، تقویٰ، اتباعِ سنت، توبہ، ذکر، صبر، شکر اور حسنِ اخلاق ہیں۔

حافظ صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا:

ہر صبح جب تم گھر سے نکلو تو اپنے دل میں یہ احساس تازہ کرو کہ میں کلمہ پڑھنے والا ہوں، اس لیے آج میری زبان سے جھوٹ نہیں نکلے گا، میرے ہاتھ سے کسی کو تکلیف نہیں پہنچے گی، میری آنکھ گناہ کی طرف نہیں اٹھے گی، اور میرا دل ہر حال میں اللہ پر بھروسہ کرے گا۔ یہی کلمے کی عملی تفسیر ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت عاجزی سے سر جھکا کر فرمایا:

اپنے گھروں میں کلمے کی فضا پیدا کرو۔ بچوں کو صرف کلمہ یاد نہ کراؤ بلکہ اس کا مطلب بھی سمجھاؤ۔ انہیں بتاؤ کہ اللہ سب سے زیادہ محبت کے لائق ہے اور رسول اللہ ﷺ سب سے زیادہ اتباع کے لائق ہیں۔ جب نئی نسل کلمے کے راز کو سمجھ لے گی تو ایمان مضبوط ہوگا، اخلاق سنوریں گے اور معاشرہ نورِ ہدایت سے بھر جائے گا۔

حافظ صاحب نے دونوں ہاتھ دعا کے لیے بلند کیے اور نہایت درد بھرے لہجے میں فرمایا:

اے اللہ! ہمارے دلوں میں کلمۂ طیبہ کی حقیقت زندہ فرما، ہمیں اس پر سچا ایمان، کامل یقین اور مخلصانہ عمل نصیب فرما۔ ہمارے دلوں کو شرکِ جلی و خفی، ریا، تکبر، حسد اور ہر باطنی بیماری سے پاک فرما۔ ہمیں اپنی محبت، اپنے ذکر، اپنے قرب، اپنے اخلاص، اپنے تقویٰ اور اپنے محبوب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی کامل اتباع کی دولت عطا فرما۔ ہمارے والدین پر اپنی رحمت نازل فرما، ہمیں بندوں کے حقوق ادا کرنے کی توفیق عطا فرما، ہماری توبہ قبول فرما، ہماری قبروں کو نور سے بھر دے، قیامت کے دن ہمیں اپنے عرش کے سائے میں جگہ عطا فرما، جنت الفردوس میں اپنے مقرب بندوں کی رفاقت نصیب فرما، اور ہمارا خاتمہ کلمۂ طیبہ پر، کامل ایمان پر اور اپنی رضا پر فرما۔ آمین۔

توحیدِ ربوبیت

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

تمام تعریفیں اس ربِ کریم کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے، جس نے زمین و آسمان کو اپنے حکم سے قائم فرمایا، جس نے ہر مخلوق کے لیے رزق مقدر کیا، ہر دل کو دھڑکن عطا فرمائی، ہر روح کو زندگی بخشی اور ہر لمحہ اپنی ربوبیت کے جلووں سے کائنات کو سنبھالے ہوئے ہے۔ وہی ابتدا کا مالک ہے، وہی انتہا کا مالک ہے، اور ہر امر اسی کے دستِ قدرت میں ہے۔

وہی رحمت کا سمندر، حکمت کا سرچشمہ، فضل و احسان کا مالک اور بے پایاں کرم فرمانے والا ہے۔ اس کی ربوبیت ہر ذرے کو پالتی ہے، ہر کمزور کو سہارا دیتی ہے، ہر بے بس کی فریاد سنتی ہے اور ہر امید سے بڑھ کر اپنے بندوں پر مہربانی فرماتی ہے۔ نہ

کوئی اس کے حکم کو روک سکتا ہے اور نہ کوئی اس کے فیصلے کو بدل سکتا ہے۔

ہم اسی کی حمد کرتے ہیں، اسی کی ربوبیت کا اقرار کرتے ہیں، اسی کے سامنے اپنی پیشانیاں جھکاتے ہیں اور اسی سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اپنی ربوبیت کی معرفت، اپنی محبت کی لذت اور اپنی کامل بندگی کی توفیق عطا فرمائے۔

حافظ صاحب نے نہایت سکون سے حاضرین کی طرف دیکھا، پھر آسمان کی وسعتوں کی طرف نگاہ اٹھائی، جیسے دل پر ربوبیت کے اسرار اتر رہے ہوں، اور فرمایا:

اے میرے عزیزو! آج میں تمہیں اس حقیقت کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں جسے اگر انسان اپنے دل میں بسا لے تو اس کی بے شمار پریشانیاں ختم ہو جائیں۔ وہ حقیقت یہ ہے کہ ہمارا رب صرف خالق ہی نہیں بلکہ رب بھی ہے۔ خالق پیدا کرتا ہے، مگر رب پیدا کرنے کے بعد سنبھالتا بھی ہے، پالتا بھی ہے، بڑھاتا بھی ہے، راستہ بھی دکھاتا ہے اور اپنی رحمت سے ہر لمحہ بندے کی خبر بھی لیتا ہے۔ جب یہ یقین دل میں اتر جائے تو خوف کی جگہ اطمینان اور بے چینی کی جگہ سکون پیدا ہو جاتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھرے انداز میں فرمایا:

اے میرے بھائیو! قرآنِ مجید کی پہلی سورت میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ سکھایا کہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۲

ترجمہ: تمام تعریفیں اللہ کے لئے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔

(الفاتحہ:2)

غور کرو، اللہ تعالیٰ نے پہلے اپنی ربوبیت کا تعارف کرایا۔ اس نے یہ نہیں فرمایا کہ میں صرف طاقتور ہوں، بلکہ یہ بتایا کہ میں تمام جہانوں کا رب ہوں۔ یعنی ہر لمحہ تمہاری پرورش، حفاظت، رہنمائی اور کفالت میرے ذمہ ہے۔ یہی توحیدِ ربوبیت کا

پہلا سبق ہے کہ بندہ اپنے رب کو ہر حال میں اپنا حقیقی پروردگار مان لے۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

میرے دوستو! جب ایک بچہ پیدا ہوتا ہے تو اسے نہ بولنا آتا ہے، نہ چلنا، نہ اپنی ضرورت بیان کرنا۔ لیکن اس کے آنے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ ماں کے سینے میں دودھ پیدا فرما دیتا ہے۔ ذرا سوچو! جس رب نے تمہارے پیدا ہونے سے پہلے تمہاری غذا کا انتظام کر دیا، کیا وہ تمہاری جوانی، بڑھاپے اور زندگی کے باقی مراحل میں تمہیں بھول جائے گا؟ ہرگز نہیں۔ یہی تو ربوبیت کا راز ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت درد بھرے لہجے میں فرمایا:

ایک روزمرہ کی مثال سے سمجھو۔ اگر ایک مالی اپنے باغ کے ہر پودے کو پانی دیتا ہے، سوکھے پتے کاٹتا ہے اور اسے بڑھنے کے لیے مناسب ماحول فراہم کرتا ہے تو وہ پودا سرسبز ہو جاتا ہے۔ لیکن اے میرے عزیزو! وہ مالی بھی تھک جاتا ہے، بیمار ہو جاتا ہے اور ایک دن دنیا سے چلا جاتا ہے۔ ہمارا رب ایسا رب ہے جو نہ سوتا ہے، نہ تھکتا ہے، نہ غافل ہوتا ہے۔ ہر لمحہ اربوں مخلوقات کی پرورش فرما رہا ہے، پھر بھی اس کی قدرت میں کوئی کمی نہیں آتی۔ کیا اس رب پر بھروسہ نہ کرنا سب سے بڑی محرومی نہیں؟

حافظ صاحب نے خاموشی کے چند لمحوں کے بعد فرمایا:

میرے عزیز! کبھی تم نے اپنے دل سے یہ سوال کیا ہے کہ جب تمہیں رزق کی فکر ستاتی ہے، بیماری ڈرا دیتی ہے یا مستقبل کی بے یقینی پریشان کرتی ہے، تو کیا تم اس رب کو یاد کرتے ہو جس نے آج تک ایک لمحے کے لیے بھی تمہیں اپنی ربوبیت سے محروم نہیں کیا؟ اگر آج تم زندہ ہو، سانس لے رہے ہو، ایمان رکھتے ہو، تو یہ سب اسی رب کی ربوبیت کا فیضان ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کو جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ کے حکم سے بے آب و گیاہ وادی میں چھوڑ کر واپس لوٹے تو انہوں نے صرف ایک سوال کیا: کیا یہ اللہ کا حکم ہے؟ جب جواب ملا: ہاں، تو عرض کیا: پھر اللہ ہمیں ضائع نہیں فرمائے گا۔ یہی توحیدِ ربوبیت ہے۔ پانی ختم ہو گیا، سامان نہ تھا، کوئی انسان ساتھ نہ تھا، مگر رب موجود تھا۔ پھر اسی رب نے زمزم جاری فرمایا، اسی رب نے اس وادی کو آباد فرمایا اور اسی رب نے اسے قیامت تک ایمان والوں کا مرکز بنا دیا۔

حافظ صاحب کی آنکھیں نم ہو گئیں اور فرمایا:

رسول اللہ ﷺ نے ہمیں یہ تعلیم دی کہ اگر تم اللہ پر ایسا بھروسہ کرو جیسا بھروسہ کرنے کا حق ہے تو اللہ تمہیں ایسے رزق عطا فرمائے گا جیسے پرندوں کو عطا فرماتا ہے۔ وہ صبح خالی پیٹ نکلتے ہیں اور شام کو آسودہ ہو کر لوٹتے ہیں۔ دیکھو! پرندے گھونسلے میں بیٹھ کر رزق کا انتظار نہیں کرتے، وہ کوشش بھی کرتے ہیں اور اپنے رب پر بھروسہ بھی رکھتے ہیں۔ یہی توحیدِ ربوبیت کا حسین امتزاج ہے؛ عمل بھی اور توکل بھی۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت سے فرمایا:

اے اللہ کے بندو! اگر تم چاہتے ہو کہ تمہارے دل میں ربوبیت کا یقین مضبوط ہو جائے تو روزانہ اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنے کی کوشش کرو۔ صبح آنکھ کھلنے سے لے کر رات سونے تک کتنی نعمتیں تمہارے ساتھ رہتی ہیں۔ سانس، پانی، صحت، اہلِ خانہ، ایمان، قرآن، مسجد، دعا، توبہ کا دروازہ، یہ سب ربوبیت کے مظاہر ہیں۔ جو بندہ نعمتوں کو پہچان لیتا ہے، اس کا دل شکر سے بھر جاتا ہے اور شکر کرنے والا بندہ اپنے رب کے مزید قریب ہو جاتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت حکمت سے فرمایا:

توحیدِ ربوبیت صرف یہ مان لینے کا نام نہیں کہ اللہ رزق دیتا ہے، بلکہ یہ بھی ہے

کہ ہم اسی کے دیے ہوئے رزق کو حلال طریقے سے حاصل کریں، والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کریں، بندوں کے حقوق ادا کریں، امانت میں خیانت نہ کریں، اور اپنے معاملات میں انصاف اختیار کریں۔ جو رب ہمیں ہر نعمت دیتا ہے، وہی ہم سے یہ بھی چاہتا ہے کہ ہم اس کی نعمتوں کو اس کی اطاعت میں استعمال کریں۔

حافظ صاحب نے نہایت جذب و کیف کے ساتھ فرمایا:

میرے بھائیو! موت سے پہلے اپنے رب کو پہچان لو۔ قبر میں تمہارا مال تمہارا رب نہیں ہوگا، تمہاری شہرت تمہاری رب نہیں ہوگی، تمہارا عہدہ تمہارا رب نہیں ہوگا۔ وہاں صرف وہی رب ساتھ ہوگا جس کی تم نے دنیا میں عبادت کی، جس پر بھروسہ کیا، جس سے محبت کی اور جس کی رضا کے لیے زندگی گزاری۔ اس لیے اپنی امیدیں صرف اسی سے وابستہ کرو، اپنے خوف صرف اسی کے سامنے رکھو اور اپنی دعائیں صرف اسی کے حضور پیش کرو۔

حافظ صاحب نے دونوں ہاتھ دعا کے لیے بلند کیے، آواز میں عاجزی اور دل میں سوز تھا، پھر فرمایا:

اے اللہ! ہمیں اپنی ربوبیت کی سچی معرفت عطا فرما۔ ہمارے دلوں سے غیر پرستی، بے جا خوف اور دنیا کی اندھی محبت کو نکال دے۔ ہمیں اپنا شکر گزار، صابر، متقی، مخلص اور ذاکر بندہ بنا۔ ہمیں اپنے محبوب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی کامل اتباع نصیب فرما۔ ہمارے والدین پر اپنی بے پایاں رحمت نازل فرما، ہمیں بندوں کے حقوق ادا کرنے کی توفیق عطا فرما، ہماری توبہ قبول فرما، ہمارے دلوں کو اپنے ذکر سے آباد رکھ، ہماری قبروں کو اپنے نور سے منور فرما، ہمیں جہنم کے عذاب سے محفوظ رکھ، جنت الفردوس میں اپنے مقرب بندوں کا ساتھ عطا فرما، اور ہمارا خاتمہ کامل ایمان، کامل توحید، کامل اخلاص اور اپنی کامل رضا پر فرما۔ آمین۔

توحیدِ الوہیت

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

تمام تعریفیں اس اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کے لیے ہیں جو عبادت کا واحد مستحق، محبت کا سب سے بڑا حق دار، سجدوں کا حقیقی مالک، دلوں کی امیدوں کا مرکز، دعاؤں کا سننے والا اور بندگی کے ہر رنگ کو قبول فرمانے والا ہے۔ اسی کی عظمت آسمانوں سے بلند، اسی کی رحمت سمندروں سے وسیع، اسی کا کرم بے شمار اور اسی کا احسان ہر لمحہ ہماری زندگیوں پر سایہ فگن ہے۔

وہی ایسا معبودِ برحق ہے جس کے سامنے جھکنا عزت ہے، جس کو یاد کرنا زندگی ہے، جس سے دعا کرنا سکون ہے، جس پر بھروسہ کرنا قوت ہے، اور جس کی رضا حاصل کرنا دنیا و آخرت کی سب سے بڑی کامیابی ہے۔ وہی دلوں کے بھید جاننے والا، آنکھوں کے آنسوؤں کو دیکھنے والا اور ٹوٹے ہوئے دلوں کو اپنے فضل سے جوڑنے والا ہے۔

ہم اسی کی حمد کرتے ہیں، اسی کی عبادت کا اقرار کرتے ہیں، اسی سے مدد چاہتے ہیں، اسی کے حضور اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں اور اسی سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمارے دلوں کو اپنی خالص عبادت، اپنی کامل محبت اور اپنے اخلاص کے نور سے ہمیشہ آباد رکھے۔

حافظ صاحب نے آسمان کی طرف نظر اٹھائی، پھر آہستہ آہستہ حاضرین کے چہروں پر نگاہ ڈالی، جیسے ہر دل کی کیفیت کو پڑھ رہے ہوں، پھر نہایت محبت بھرے لہجے میں فرمایا:

اے میرے عزیزو! آج ہم اس حقیقت کی گفتگو کریں گے جس کے لیے تمام انبیائے کرام علیہم السلام مبعوث ہوئے، جس کے لیے آسمانی کتابیں نازل ہوئیں، اور جس کے بغیر انسان کی کوئی عبادت اللہ کے ہاں قبول نہیں ہوتی۔ وہ حقیقت ہے توحیدِ الوہیت۔ یعنی عبادت صرف اللہ کے لیے، محبت سب سے بڑھ کر اللہ کے لیے، امید صرف اللہ سے، خوف صرف اللہ کا، اور بندگی صرف اسی کی۔

حافظ صاحب نے نہایت شفقت سے فرمایا:

میرے بھائیو! بہت سے لوگ یہ مانتے ہیں کہ اللہ خالق ہے، رازق ہے، مالک ہے، مگر توحیدِ الوہیت اس سے آگے کا مقام ہے۔ یہ دل سے یہ اعلان کرنا ہے کہ میری نماز بھی اللہ کے لیے ہے، میری دعا بھی اللہ کے لیے ہے، میری قربانی بھی اللہ کے لیے ہے، میرا جینا بھی اللہ کے لیے ہے اور میرا مرنا بھی اللہ کے لیے ہے۔ قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُكِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۶۲﴾

ترجمہ: تم فرماؤ: بے شک میری نماز، میری قربانی، میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ ہی کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔

(الانعام:162)

یہی توحیدِ الوہیت کا خلاصہ ہے۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا: اے اللہ کے بندو! عبادت صرف نماز اور روزے کا نام نہیں۔ اگر ایک ماں اپنی اولاد کی تربیت اللہ کی رضا کے لیے کرے تو وہ بھی عبادت ہے۔ اگر ایک تاجر دیانت داری سے تجارت کرے تاکہ اللہ

راضی ہوتو وہ بھی عبادت ہے۔ اگر ایک طالب علم علم اس نیت سے حاصل کرے کہ اللہ کے دین کی خدمت کرے گا تو وہ بھی عبادت ہے۔ توحیدِ الوہیت انسان کی پوری زندگی کو عبادت میں بدل دیتی ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت نرم انداز میں فرمایا:

ایک مثال سے سمجھو۔ اگر ایک ملازم اپنے مالک کی ملازمت میں ہو لیکن ہر دوسرے شخص کے حکم پر بھی اسی طرح چلنے لگے تو اس کی وفاداری مشکوک ہو جائے گی۔ اسی طرح بندے کا دل اگر اللہ کی عبادت کا دعویٰ کرے مگر اس کی سب سے بڑی محبت دنیا، اس کا سب سے بڑا خوف مخلوق، اور اس کی سب سے بڑی خواہش لوگوں کی رضا بن جائے تو اسے اپنے دل کا محاسبہ کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ بندے کے ظاہر کے ساتھ اس کے باطن کو بھی دیکھتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت درد بھرے لہجے میں فرمایا:

رسول اللہ ﷺ نے تیرہ برس مکہ میں لوگوں کو سب سے پہلے یہی سکھایا کہ عبادت صرف اللہ کی ہے۔ اس زمانے میں لوگ اللہ کو مانتے بھی تھے، مگر عبادت میں دوسروں کو شریک کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے ان کے دلوں کو اس آلودگی سے پاک فرمایا اور انہیں خالص بندگی کا راستہ دکھایا۔ یہی وجہ ہے کہ جب صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے دلوں میں توحیدِ الوہیت راسخ ہو گئی تو دنیا کی کوئی طاقت انہیں اپنے رب سے جدا نہ کر سکی۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے چند لمحوں کے بعد فرمایا:

میرے دوست! کبھی تم نے اپنے دل سے یہ سوال کیا ہے کہ تم سب سے زیادہ کس کی رضا چاہتے ہو؟ اگر کسی نیکی کے بعد لوگوں کی تعریف نہ ملے تو کیا تم پھر بھی وہ نیکی اسی خوشی سے کرتے ہو؟ اگر جواب ہاں میں ہے تو اللہ کا شکر ادا کرو، اور اگر دل لوگوں کی تعریف کا انتظار کرتا ہے تو اخلاص کی دولت حاصل کرنے کی دعا کرو، کیونکہ

اخلاص ہی توحیدِ الوہیت کی روح ہے۔

حافظ صاحب کی آنکھیں اشکبار ہوگئیں اور فرمایا:

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ اعمال کی قبولیت کی فکر، عمل سے بھی زیادہ ضروری ہے۔ بندہ ساری رات عبادت کرے، مگر اگر اس میں اخلاص نہ ہو تو وہ عبادت بے جان ہو جاتی ہے۔ لیکن ایک چھوٹا سا عمل، اگر صرف اللہ کی رضا کے لیے ہو، تو وہ اللہ کے ہاں پہاڑوں سے بھی زیادہ وزنی ہو جاتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت سے فرمایا:

اے فرزندانِ اسلام! اپنے گھروں میں عبادت کا ماحول پیدا کرو۔ نماز کو بوجھ نہ سمجھو بلکہ اپنے رب سے ملاقات سمجھو۔ قرآن کی تلاوت کو رسم نہ بناؤ بلکہ اپنے رب کا پیغام سمجھ کر پڑھو۔ درود شریف کو معمول بنالو، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی محبت، اللہ کی محبت تک پہنچنے کا روشن راستہ ہے۔ والدین کی خدمت کرو، پڑوسیوں کا خیال رکھو، غریبوں پر رحم کرو، کیونکہ اللہ ان اعمال کو بھی پسند فرماتا ہے جو اس کی مخلوق کے ساتھ خیر خواہی پر مبنی ہوں۔

حافظ صاحب نے نہایت حکمت سے فرمایا:

دنیا کی محبت دل میں اتنی ہی رکھو جتنی ایک مسافر راستے کی کسی سرائے سے رکھتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ یہ میرا مستقل گھر نہیں۔ اسی طرح مومن جانتا ہے کہ یہ دنیا عارضی ہے، اصل منزل آخرت ہے۔ جب یہ یقین دل میں مضبوط ہو جاتا ہے تو عبادت میں لذت پیدا ہوتی ہے، گناہوں سے نفرت پیدا ہوتی ہے اور اللہ کی رضا سب سے بڑی خواہش بن جاتی ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت جذب و کیف کے ساتھ فرمایا:

توحیدِ الوہیت کا سب سے خوبصورت پھل یہ ہے کہ بندہ ہر حال میں اپنے رب کے قریب رہتا ہے۔ خوشی ملے تو شکر کرتا ہے، آزمائش آئے تو صبر کرتا ہے، گناہ ہو

جائے تو توبہ کرتا ہے، نعمت ملے تو عاجزی اختیار کرتا ہے، اور ہر لمحہ یہی محسوس کرتا ہے کہ میرا رب مجھے دیکھ رہا ہے۔ یہی احساس انسان کو برائی سے روکتا اور نیکی کی طرف لے جاتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں دونوں ہاتھ دعا کے لیے بلند کیے اور فرمایا:

اے اللہ! ہمیں اپنی خالص عبادت کی توفیق عطا فرما۔ ہمارے دلوں سے ریا، تکبر، شہرت کی خواہش اور ہر باطنی بیماری کو دور فرما۔ ہمیں ایسا اخلاص عطا فرما کہ ہمارے ہر عمل کا مقصد صرف تیری رضا ہو۔ ہمیں اپنے ذکر سے زندہ رکھ، اپنے شکر کی توفیق عطا فرما، صبر، تقویٰ، حسنِ اخلاق اور محبتِ رسول ﷺ کی دولت نصیب فرما۔ ہمیں والدین کی خدمت کرنے والا، بندوں کے حقوق ادا کرنے والا، توبہ کرنے والا، قرآن سے محبت کرنے والا اور سنتِ نبوی ﷺ پر چلنے والا بندہ بنا۔ ہماری قبروں کو اپنے نور سے روشن فرما، ہمیں جہنم سے محفوظ رکھ، جنت الفردوس میں اپنے محبوب بندوں کی رفاقت عطا فرما، اور ہمارا خاتمہ کامل ایمان، کامل اخلاص، کامل توحید اور اپنی کامل رضا پر فرما۔ آمین۔

توحیدِ اسماء وصفات

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

تمام تعریفیں اس اللہ ذوالجلال والاکرام کے لیے ہیں جس کے اسمائے حسنیٰ نورِ ہدایت ہیں، جس کی صفاتِ کمالیہ ہر عیب اور ہر نقص سے پاک ہیں، جس کی رحمت ہر شے کو محیط ہے، جس کا علم ہر ذرہ، ہر سانس، ہر خیال اور ہر راز کو گھیرے ہوئے ہے، اور

جس کی قدرت کے سامنے زمین و آسمان عاجز اور سرنگوں ہیں۔

وہی الاول والآخر، الظاہر والباطن، الحی، القیوم، الرحمٰن، الرحیم، الملک، القدوس اور السلام ہے۔ اس کی شان تمام مثالوں سے بلند، اس کی حکمت تمام عقلوں سے برتر، اس کا لطف تمام امیدوں سے وسیع اور اس کا کرم ہر سوال سے پہلے بندوں تک پہنچنے والا ہے۔ ہر خیر اسی کی عطا ہے اور ہر نعمت اسی کے فضل کا عکس ہے۔

ہم اسی کی حمد بیان کرتے ہیں، اسی کے اسمائے مبارکہ کی برکتیں مانگتے ہیں، اسی کی صفاتِ کاملہ پر ایمان رکھتے ہیں اور اسی سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اپنی معرفت، اپنے اسمائے حسنیٰ کی پہچان، اپنی صفات کے ادب اور اپنی کامل محبت کی دولت عطا فرمائے۔

حافظ صاحب نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی، پھر نہایت وقار اور محبت کے ساتھ حاضرین کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا:

اے میرے عزیزو! آج ہم توحید کے اس دروازے پر دستک دیتے ہیں جس سے گزرنے کے بعد بندہ اپنے رب کو پہلے سے کہیں زیادہ قریب محسوس کرتا ہے۔ یہ دروازہ توحیدِ اسماء وصفات کا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو پہچاننے کا سب سے روشن راستہ اس کے مقدس نام اور اس کی کامل صفات ہیں۔ جو بندہ اللہ کے اسماء کو جان لیتا ہے، وہ آہستہ آہستہ اپنے رب کی محبت میں ڈوبنے لگتا ہے، اور جو اس کی صفات پر ایمان کے ساتھ غور کرتا ہے، اس کے دل سے بے اعتمادی، مایوسی اور خوف کے اندھیرے دور ہونے لگتے ہیں۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھرے لہجے میں فرمایا:

میرے بھائیو! اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں فرمایا:

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ۪

ترجمہ: اللہ ہی کے لیے بہترین نام ہیں، پس اسے انہی ناموں کے ساتھ پکارو۔

(الاعراف:180)

غور کرو! یہ صرف ایک حکم نہیں بلکہ ایک محبت بھری دعوت ہے۔ اللہ تعالیٰ خود اپنے بندوں کو سکھا رہا ہے کہ جب تمہیں رحمت چاہیے تو مجھے الرحمٰن کہہ کر پکارو، جب مغفرت چاہیے تو الغفور کہہ کر پکارو، جب رزق چاہیے تو الرزاق کہہ کر پکارو، جب دل میں کمزوری ہو تو القوی اور المتین کو یاد کرو، اور جب تنہائی محسوس ہو تو الولی اور اللطیف کو پکارو۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا: اے اللہ کے بندو! توحیدِ اسماء و صفات کا مطلب یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ان تمام ناموں اور صفات پر ایمان رکھیں جو قرآنِ کریم اور صحیح احادیث میں وارد ہوئے ہیں، ان کی عظمت کا اقرار کریں، انہیں مخلوق کی صفات پر قیاس نہ کریں، اور نہ ہی ان میں کسی قسم کی کمی یا تبدیلی کا تصور کریں۔ وہ سنتا ہے، مگر اس کا سننا ہماری سماعت جیسا نہیں۔ وہ دیکھتا ہے، مگر اس کا دیکھنا ہماری بینائی جیسا نہیں۔ وہ رحمت فرماتا ہے، مگر اس کی رحمت ہماری رحمت سے بے حد بلند اور کامل ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ⑪

ترجمہ: اس جیسی کوئی چیز نہیں، اور وہی خوب سننے والا، خوب دیکھنے والا ہے۔

(الشوریٰ:11)

حافظ صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا:

ایک مثال سے سمجھو۔ اگر تمہارا کوئی قریبی دوست ہو اور تم اس کے بارے میں صرف اس کا نام جانتے ہو، مگر اس کے اخلاق، مزاج، محبت اور وفاداری کو نہ جانتے ہو، تو تمہارا تعلق ادھورا رہے گا۔ اسی طرح اگر بندہ صرف یہ جانتا ہو کہ اللہ موجود ہے، مگر وہ یہ نہ جانے کہ میرا رب الرحیم بھی ہے، الحکیم بھی ہے، الشکور بھی ہے، الودود بھی ہے، تو اس کی معرفت ابھی مکمل نہیں ہوئی۔ اللہ کے اسماء دل میں امید بھی پیدا کرتے ہیں، محبت بھی، خوف بھی اور ادب بھی۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

میرے دوستو! جب تم گناہ کر بیٹھو تو شیطان تمہیں مایوس کرنے کی کوشش کرے گا، لیکن اسی وقت الغفور اور التواب کو یاد کرنا۔ جب رزق کم ہو جائے تو الرزاق کو یاد کرنا۔ جب دل بے چین ہو تو السلام کو پکارنا۔ جب ظلم کا سامنا ہو تو العدل پر یقین رکھنا۔ اور جب کوئی راستہ نظر نہ آئے تو الفتاح کے دروازے پر دستک دینا۔ یہی توحیدِ اسماء وصفات کا عملی اثر ہے۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے چند لمحوں کے بعد فرمایا:

میرے عزیز! کبھی تم نے اپنے دل سے یہ سوال کیا ہے کہ تم اللہ کو کس نام سے سب سے زیادہ پکارتے ہو؟ اور کیا تم نے کبھی اس نام کے معنی پر غور کیا ہے؟ اگر تم روزانہ یَا رَحْمٰنُ کہتے ہو، تو کیا تم دوسروں پر رحم بھی کرتے ہو؟ اگر یَا شَکُوْرُ پڑھتے ہو، تو کیا تم اللہ کی نعمتوں کا شکر بھی ادا کرتے ہو؟ یاد رکھو! اللہ کے اسماء صرف زبان پر پڑھنے کے لیے نہیں، بلکہ اپنے کردار کو سنوارنے کے لیے بھی ہیں۔

حافظ صاحب کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں اور فرمایا:

رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ سے دعا فرمایا کرتے تھے۔ آپ ﷺ کی دعاؤں میں اللہ کی عظمت کا اقرار، اس کی صفات کی تعریف اور پھر اپنی حاجت کا اظہار ہوتا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو بندہ اپنے رب کے اسماء کو پہچان لیتا

ہے، اس کی دعا میں بھی عاجزی، محبت اور یقین پیدا ہو جاتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت سے فرمایا:

اے میرے بھائیو! اپنے بچوں کو صرف یہ نہ سکھاؤ کہ اللہ ایک ہے، بلکہ یہ بھی سکھاؤ کہ اللہ الرحمٰن ہے، اس لیے وہ اپنے بندوں پر مہربان ہے۔ اللہ البصیر ہے، اس لیے ہر عمل کو دیکھ رہا ہے۔ اللہ الخبیر ہے، اس لیے دلوں کے راز بھی جانتا ہے۔ اللہ الودود ہے، اس لیے اپنے نیک بندوں سے محبت کرتا ہے۔ جب بچے چھوٹی عمر سے اپنے رب کے اسماء کو سمجھیں گے تو ان کے دل ایمان کی مٹھاس سے بھر جائیں گے۔

حافظ صاحب نے نہایت حکمت سے فرمایا:

توحیدِ اسماء وصفات کا اثر صرف عبادت تک محدود نہیں رہتا، بلکہ انسان کے اخلاق بدل دیتا ہے۔ جب بندہ جانتا ہے کہ اللہ الحلیم ہے تو وہ جلد غصہ نہیں کرتا۔ جب جانتا ہے کہ اللہ العفو ہے تو وہ لوگوں کو معاف کرنا سیکھتا ہے۔ جب جانتا ہے کہ اللہ الکریم ہے تو وہ سخاوت اختیار کرتا ہے۔ جب جانتا ہے کہ اللہ العدل ہے تو وہ انصاف کو اپنی زندگی کا حصہ بنا لیتا ہے۔ یوں اللہ کی صفات پر ایمان بندے کے کردار میں خیر و بھلائی کے پھول کھلا دیتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت جذب و کیف کے ساتھ فرمایا:

اے اللہ کے بندو! ہر رات سونے سے پہلے اپنے دل کو اللہ کے کسی ایک مبارک نام کے ساتھ جوڑ لیا کرو۔ ایک رات اس کی رحمت پر غور کرو، دوسری رات اس کے علم پر، تیسری رات اس کے کرم پر، چوتھی رات اس کی قدرت پر۔ دیکھنا، آہستہ آہستہ تمہارے دل میں ایسی معرفت پیدا ہوگی کہ دنیا کی بڑی سے بڑی آزمائش بھی تمہیں اپنے رب سے دور نہیں کر سکے گی۔

حافظ صاحب نے دونوں ہاتھ دعا کے لیے بلند کیے، آنکھوں سے عاجزی

جھلک رہی تھی، پھر فرمایا:

اے اللہ! ہمیں اپنے اسمائے حسنیٰ کی صحیح معرفت عطا فرما، اپنی صفاتِ کاملہ پر کامل ایمان نصیب فرما، ہمارے دلوں کو اپنی محبت سے بھر دے، ہماری زبانوں کو اپنے ذکر سے تر رکھ، ہمیں اپنے محبوب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی کامل اتباع عطا فرما، ہمارے والدین پر اپنی رحمت نازل فرما، ہمیں بندوں کے حقوق ادا کرنے کی توفیق عطا فرما، ہمیں اخلاص، تقویٰ، صبر، شکر، حسنِ اخلاق اور توبۂ نصوح کی دولت عطا فرما، ہمارے دلوں سے غفلت کے پردے ہٹا دے، ہماری قبروں کو اپنے نور سے روشن فرما، ہمیں جہنم سے محفوظ رکھ، جنت الفردوس میں اپنے مقرب بندوں کی رفاقت عطا فرما، اور ہمارا خاتمہ کامل ایمان، کامل توحید، کامل معرفت اور اپنی رضا پر فرما۔ آمین۔

یقینِ توحید

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو یقین عطا کرنے والا، ایمان کو مضبوط کرنے والا، دلوں کو ہدایت سے روشن کرنے والا، بندوں کو اپنی رحمت کے سائے میں پناہ دینے والا اور ہر حال میں اپنی ربوبیت، الوہیت، رحمت، حکمت اور قدرت کے جلووں سے کائنات کو سنبھالنے والا ہے۔ وہی زندہ و جاوید، وہی ہر دعا کا سننے والا، وہی ہر ٹوٹے ہوئے دل کو جوڑنے والا اور وہی ہر بے آسرا کا حقیقی سہارا ہے۔

وہی ایسا کریم رب ہے کہ بندہ اسے ایک بار پکارے تو وہ ستر ماؤں سے بڑھ کر اس پر رحم فرماتا ہے، وہی ایسا غفور ہے کہ گناہوں کے پہاڑ بھی اس کی مغفرت کے

سامنے ریزہ ریزہ ہو جاتے ہیں، وہی ایسا حکیم ہے کہ ہر تقدیر میں خیر پوشیدہ رکھتا ہے، اور وہی ایسا ودود ہے کہ اپنے مخلص بندوں کے دلوں کو اپنی محبت سے آباد کر دیتا ہے۔

ہم اسی کی حمد کرتے ہیں، اسی کی کبریائی بیان کرتے ہیں، اسی کے حضور اپنی عاجزی پیش کرتے ہیں اور اسی سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمارے دلوں میں ایسا یقین پیدا فرما دے جو ہر شک کو مٹا دے، ہر خوف کو ختم کر دے اور ہمیں اپنی کامل بندگی کا سچا ذوق عطا فرما دے۔

حافظ صاحب نے نہایت سکون سے حاضرین کی طرف دیکھا، پھر چند لمحے خاموش رہے، جیسے دل کے اندر سے الفاظ چن رہے ہوں، اس کے بعد محبت بھرے لہجے میں فرمایا:

اے میرے عزیزو! ایمان کی عمارت بہت عظیم ہے، مگر اس کی مضبوط بنیاد یقین ہے۔ اگر بنیاد مضبوط ہو تو آندھیاں بھی عمارت کو نہیں گرا تیں، اور اگر بنیاد کمزور ہو تو معمولی جھٹکا بھی دیواروں میں دراڑ ڈال دیتا ہے۔ اسی طرح جس دل میں یقینِ توحید مضبوط ہو جائے، دنیا کے فتنے، مصیبتیں، فقر، بیماری، لوگوں کی مخالفت اور زمانے کی سختیاں بھی اس کے ایمان کو متزلزل نہیں کر سکتیں۔

حافظ صاحب نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی اور فرمایا:

میرے بھائیو! یقین یہ نہیں کہ صرف زبان سے کہہ دو کہ اللہ ایک ہے، بلکہ یقین یہ ہے کہ دل بھی اسی گواہی پر مطمئن ہو، عقل بھی اسی کے سامنے سر جھکا دے، اور عمل بھی اسی یقین کا آئینہ بن جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝۴

ترجمہ: اور آخرت میں انہیں یقین ہے۔

(البقرہ:4)

اہلِ ایمان کی صفت یہ بیان کی گئی کہ وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ یہی یقین انہیں گناہوں سے روکتا، عبادت کی طرف کھینچتا اور اللہ کی رضا کے لیے قربانی پر آمادہ کرتا ہے۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

اے اللہ کے بندو! یقینِ توحید اس وقت پیدا ہوتا ہے جب بندہ اپنے رب کو صرف کتابوں میں نہیں بلکہ اپنی زندگی میں پہچاننے لگتا ہے۔ جب وہ ہر نعمت میں اللہ کا فضل دیکھتا ہے، ہر آزمائش میں اللہ کی حکمت دیکھتا ہے، ہر دعا میں اللہ کی رحمت دیکھتا ہے اور ہر کامیابی میں اللہ کی عطا دیکھتا ہے، تب یقین اس کے دل میں جڑ پکڑنے لگتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت نرمی سے فرمایا:

ایک مثال سنو۔ تم نے دیکھا ہوگا کہ کسان جب بیج زمین میں ڈالتا ہے تو وہ فوراً فصل کا مطالبہ نہیں کرتا۔ اسے یقین ہوتا ہے کہ اگر میں نے بیج صحیح وقت پر بویا، زمین کی حفاظت کی اور پانی دیا تو فصل ضرور آئے گی۔ یہی یقین اسے محنت پر قائم رکھتا ہے۔ اسی طرح مومن نیکی کرتا ہے، دعا کرتا ہے، توبہ کرتا ہے، صدقہ دیتا ہے اور صبر کرتا ہے، کیونکہ اسے اپنے رب کے وعدوں پر یقین ہوتا ہے۔ اگر نتیجہ فوراً نہ بھی ملے تو اس کا اعتماد کم نہیں ہوتا، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اللہ کا وعدہ کبھی خلاف نہیں ہوتا۔

حافظ صاحب نے نہایت درد بھرے لہجے میں فرمایا:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا لقب صدیق کیوں ملا؟ اس لیے کہ ان کا یقین کامل تھا۔ واقعۂ معراج جب لوگوں کے لیے حیرت کا سبب بنا تو انہوں نے ایک لمحے کی تاخیر کے بغیر فرمایا کہ اگر یہ بات رسول اللہ ﷺ نے فرمائی ہے تو یقیناً سچ ہے۔ یہ یقینِ توحید اور یقینِ رسالت کا ایسا مقام تھا جس نے انہیں امت کا سب سے

افضل انسان بنا دیا۔

حافظ صاحب کی آنکھوں میں نمی آ گئی اور فرمایا:

میرے دوستو! یقین صرف خوشحالی میں نہیں پرکھا جاتا، بلکہ آزمائش میں ظاہر ہوتا ہے۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے بیماری میں بھی اپنے رب سے شکوہ نہ کیا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے جدائی کے غم میں بھی امید کا دامن نہ چھوڑا۔ حضرت یونس علیہ السلام نے مچھلی کے پیٹ کے اندھیروں میں بھی اپنے رب کو پکارا۔ ان سب کا سہارا یقین تھا، اور یقین نے ہی انہیں اللہ کی رحمت تک پہنچا دیا۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت سے حاضرین کی طرف دیکھا اور فرمایا:

میرے عزیز! کبھی تم نے اپنے دل سے یہ سوال کیا ہے کہ جب تمہاری دعا قبول ہونے میں دیر ہوتی ہے تو کیا تمہارا یقین پہلے جیسا رہتا ہے یا تمہارا دل مایوسی کی طرف مائل ہونے لگتا ہے؟ اپنے نفس سے یہ سوال ضرور کرنا، کیونکہ دعا کا انتظار بھی یقین کا امتحان ہوتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت شفقت سے فرمایا:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر تم اللہ پر ایسا توکل کرو جیسا توکل کرنے کا حق ہے تو وہ تمہیں اسی طرح رزق دے گا جیسے پرندوں کو دیتا ہے۔ غور کرو، پرندے اپنے گھونسلوں میں بیٹھے نہیں رہتے، وہ پرواز بھی کرتے ہیں اور اپنے رب پر بھروسہ بھی رکھتے ہیں۔ یقینِ توحید انسان کو سستی نہیں سکھاتا بلکہ کوشش کے ساتھ اللہ پر اعتماد کرنا سکھاتا ہے۔

حافظ صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا:

اے فرزندانِ اسلام! اپنے بچوں کے دلوں میں بھی یقین پیدا کرو۔ انہیں صرف یہ نہ کہو کہ محنت کرو، بلکہ یہ بھی سکھاؤ کہ محنت کے ساتھ اللہ سے دعا بھی کرو۔ انہیں بتاؤ کہ امتحان میں کامیابی صرف کتابوں سے نہیں بلکہ اللہ کے فضل سے بھی ملتی ہے۔

انہیں نماز، قرآن، دعا اور والدین کی خدمت کی برکتوں سے آگاہ کرو۔ جب نئی نسل کا یقین مضبوط ہوگا تو وہ دنیا کے فتنوں سے محفوظ رہے گی۔

حافظ صاحب نے نہایت حکمت سے فرمایا:

یقینِ توحید کا اثر انسان کے اخلاق میں بھی ظاہر ہوتا ہے۔ وہ جھوٹ نہیں بولتا، کیونکہ اسے یقین ہے کہ اللہ دیکھ رہا ہے۔ وہ خیانت نہیں کرتا، کیونکہ اسے یقین ہے کہ ایک دن حساب ہوگا۔ وہ والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرتا ہے، کیونکہ اسے یقین ہے کہ اللہ اس سے راضی ہوگا۔ وہ لوگوں کو معاف کرتا ہے، کیونکہ اسے یقین ہے کہ اللہ بھی اس کی مغفرت فرمائے گا۔ یوں یقین صرف دل کی کیفیت نہیں رہتا بلکہ پوری زندگی کا رنگ بن جاتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت جذب و کیف کے ساتھ فرمایا:

اے اللہ کے بندو! ہر روز کچھ وقت اپنے رب کے ساتھ تنہائی میں گزارا کرو۔ قرآن کھولو، چند آیات تدبر سے پڑھو، تسبیح ہاتھ میں لو، استغفار کرو، درود شریف پڑھو، اپنے گناہوں کو یاد کر کے آنسو بہاؤ اور اپنے رب سے دل کی بات کرو۔ یقین جانو، یقینِ توحید کا سب سے بڑا مدرسہ یہی خلوت ہے، جہاں بندہ اپنے رب کے سامنے بے نقاب ہو جاتا ہے۔

حافظ صاحب نے دونوں ہاتھ دعا کے لیے بلند کیے، آواز میں سوز اور دل میں عاجزی تھی، پھر فرمایا:

اے اللہ! ہمارے دلوں میں ایسا یقین پیدا فرما جو کبھی متزلزل نہ ہو۔ ہمیں اپنی معرفت، اپنی محبت، اپنے ذکر، اپنے قرب اور اپنے اخلاص کی دولت عطا فرما۔ ہمیں رسول اللہ ﷺ کی کامل اتباع نصیب فرما۔ ہمارے والدین پر اپنی رحمت نازل فرما، ہمیں بندوں کے حقوق ادا کرنے کی توفیق عطا فرما، ہمیں صبر، شکر، تقویٰ، حسنِ اخلاق، توبۂ نصوح اور استقامت کی نعمت عطا فرما۔ ہمارے دلوں سے ہر شک، ہر

وسوسہ اور ہر بے جا خوف کو دور فرما، ہماری قبروں کو نور سے بھر دے، قیامت کے دن ہمیں اپنے عرش کے سائے میں جگہ عطا فرما، جنت الفردوس میں اپنے مقرب بندوں کی رفاقت نصیب فرما، اور ہمارا خاتمہ کامل ایمان، کامل یقین، کامل توحید اور اپنی کامل رضا پر فرما۔ آمین۔

اخلاصِ توحید

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

تمام تعریفیں اس اللہ جل جلالہ کے لیے ہیں جو دلوں کے پوشیدہ ارادوں کو جاننے والا، نیتوں کی حقیقت سے باخبر، اخلاص کے نور سے اپنے بندوں کو عزت بخشنے والا اور اپنی بے پایاں رحمت سے مخلص بندوں کو اپنے قرب کی دولت عطا فرمانے والا ہے۔ وہی عبادت کا حقیقی مستحق، وہی محبت کا سب سے بڑا حق دار، وہی ہر تعریف کا سزاوار اور وہی ہر نعمت کا عطا کرنے والا ہے۔

وہی ایسا کریم رب ہے کہ جس عمل میں اخلاص ہو، اگرچہ وہ ظاہراً چھوٹا ہو، اسے اپنے فضل سے عظیم بنا دیتا ہے، اور جس عمل میں ریا شامل ہو، اگرچہ وہ لوگوں کی نگاہ میں بہت بڑا ہو، وہ اس کے ہاں کوئی وزن نہیں رکھتا۔ اس کا علم سینوں کے رازوں تک پہنچتا ہے، اس کی رحمت ٹوٹے ہوئے دلوں کو سنبھالتی ہے، اور اس کا فضل مخلص بندوں کو اپنی رضا کا جام عطا کرتا ہے۔

ہم اسی کی حمد کرتے ہیں، اسی کی کبریائی بیان کرتے ہیں، اسی کے حضور اپنی عاجزی پیش کرتے ہیں اور اسی سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمارے ظاہر و باطن کو ایک کر دے، ہماری نیتوں کو پاکیزہ بنا دے، اور ہمارے دلوں کو اپنی خالص توحید اور کامل

اخلاص سے بھر دے۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے چند لمحے گزارے، پھر آہستہ سے اپنی نگاہیں حاضرین پر ڈالیں اور نہایت محبت بھرے لہجے میں فرمایا:

اے میرے عزیزو! آج میں تمہارے سامنے ایک ایسے خزانے کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جو نہ بازاروں میں ملتا ہے، نہ دولت سے خریدا جا سکتا ہے، نہ کسی منصب سے حاصل ہوتا ہے۔ یہ خزانہ اخلاصِ توحید ہے۔ جس بندے کو یہ دولت مل جائے، اس کی تھوڑی عبادت بھی اللہ کے ہاں عظیم بن جاتی ہے، اور جو اس دولت سے محروم ہو، اس کی بڑی بڑی ظاہری عبادتیں بھی روح سے خالی رہ جاتی ہیں۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

اے میرے بھائیو! اخلاص کا مطلب یہ ہے کہ بندہ ہر نیکی صرف اللہ کی رضا کے لیے کرے۔ نہ لوگوں کی تعریف مطلوب ہو، نہ شہرت کی خواہش، نہ دنیاوی فائدے کی تمنا، بلکہ دل میں صرف ایک ہی آرزو ہو کہ میرا رب مجھ سے راضی ہو جائے۔ یہی توحید کا حسن ہے کہ انسان اپنے دل کو ہر غیر اللہ کی خواہش سے خالی کر کے صرف اللہ کی محبت سے آباد کر لے۔

حافظ صاحب نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی اور فرمایا:

قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَ مَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۙ

ترجمہ: اور انہیں یہی حکم دیا گیا تھا کہ خالص اللہ ہی کی عبادت کریں، اسی کے لیے دین کو خالص رکھتے ہوئے۔

(البینۃ:5)

یعنی انہیں صرف یہی حکم دیا گیا کہ وہ خالص اللہ ہی کی عبادت کریں۔

غور کرو! عبادت سے پہلے اخلاص کا ذکر فرمایا گیا، کیونکہ اخلاص کے بغیر عبادت ایسے جسم کی مانند ہے جس میں روح نہ ہو۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

میرے دوستو! اخلاصِ توحید کا مطلب یہ بھی ہے کہ بندہ اپنے ہر عمل میں اللہ کو حاضر و ناظر جانے۔ وہ نماز پڑھے تو یہ احساس ہو کہ میں اپنے رب کے سامنے کھڑا ہوں۔ وہ صدقہ دے تو یہ خیال ہو کہ میرا رب دیکھ رہا ہے۔ وہ کسی محتاج کی مدد کرے تو اس کے دل میں صرف اللہ کی رضا کی طلب ہو۔ جب یہ کیفیت پیدا ہو جائے تو زندگی کا ہر لمحہ عبادت بن جاتا ہے۔

حافظ صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا:

ایک مثال سے سمجھو۔ اگر کوئی شخص ایک خوبصورت باغ میں پھول لگائے، مگر روزانہ ان کی جڑوں میں زہر بھی ڈالتا رہے، تو کیا وہ پھول سلامت رہیں گے؟ ہرگز نہیں۔ اسی طرح عبادت کے پھولوں کو ریا، تکبر، خودنمائی اور لوگوں کی تعریف کی خواہش کا زہر خشک کر دیتا ہے۔ لیکن اگر ان پھولوں کو اخلاص کے پانی سے سیراب کیا جائے تو ان کی خوشبو دنیا سے آسمان تک پہنچتی ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت درد بھرے لہجے میں فرمایا:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور مال کو نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے دلوں اور اعمال کو دیکھتا ہے۔ اس حدیث میں اخلاص کا پورا راز پوشیدہ ہے۔ اللہ کو تمہاری آواز کی بلندی نہیں چاہیے، بلکہ دل کی سچائی چاہیے۔ اللہ کو تمہارے لباس کی خوبصورتی نہیں چاہیے، بلکہ نیت کی پاکیزگی چاہیے۔

حافظ صاحب کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں اور فرمایا:

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ اپنے اعمال کا محاسبہ کرو، اس سے پہلے کہ تمہارا حساب لیا جائے۔ اے میرے عزیزو! ہر رات اپنے دل سے پوچھا کرو کہ آج میں نے جو نیکی کی، وہ کس کے لیے کی؟ اگر جواب اللہ کے لیے ہو تو شکر ادا کرو، اور اگر اس میں دنیا یا لوگوں کی رضا شامل ہو گئی ہو تو فوراً استغفار کرو۔ یہی محاسبۂ نفس اخلاص کو زندہ رکھتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت سے فرمایا:

میرے بھائی! کبھی تم نے اپنے دل سے یہ سوال کیا ہے کہ اگر تمہاری کوئی نیکی ایسی ہو جسے دنیا کا کوئی انسان نہ دیکھے، صرف اللہ دیکھے، تو کیا تم وہ نیکی اسی شوق سے کرو گے؟ اگر جواب ہاں ہے تو یہ اخلاص کی خوشبو ہے، اور اگر دل کمزور پڑ جائے تو اپنے رب سے اخلاص مانگو، کیونکہ اخلاص عطیۂ الٰہی ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت شفقت سے فرمایا:

اخلاصِ توحید صرف عبادت میں نہیں، بلکہ والدین کی خدمت میں بھی چاہیے، اولاد کی تربیت میں بھی، تجارت میں بھی، ملازمت میں بھی، علم حاصل کرنے میں بھی اور دعوتِ دین میں بھی۔ اگر تم اپنے والدین کی خدمت صرف اللہ کی رضا کے لیے کرو گے تو تمہارا ہر قدم عبادت ہوگا۔ اگر تم کسی غریب کی مدد اس نیت سے کرو گے کہ میرا رب خوش ہو جائے، تو وہ عمل تمہارے لیے آخرت کا سرمایہ بن جائے گا۔

حافظ صاحب نے نہایت حکمت سے فرمایا:

شیطان انسان سے کبھی کبھی نیکی چھڑوانے کی کوشش نہیں کرتا، بلکہ وہ نیکی میں ریا شامل کرنے کی کوشش کرتا ہے، تاکہ عمل باقی رہے مگر اجر ضائع ہو جائے۔ اس لیے ہر نیکی سے پہلے اپنی نیت درست کرو، نیکی کے دوران اللہ کو یاد رکھو، اور نیکی کے بعد قبولیت کی دعا کرتے رہو۔ یہی مخلص بندوں کا طریقہ ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت جذب و کیف کے ساتھ فرمایا:

اخلاص کا سب سے بڑا پھل یہ ہے کہ بندہ اللہ کا محبوب بن جاتا ہے۔ پھر اس کی دعاؤں میں تاثیر پیدا ہوتی ہے، اس کے دل کو سکون نصیب ہوتا ہے، اس کے چہرے پر نور آجاتا ہے، اس کے اخلاق میں نرمی آجاتی ہے، اور اس کی زندگی دوسروں کے لیے خیر و برکت کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ ایسا بندہ لوگوں کی تعریف سے مغرور نہیں ہوتا اور ان کی مذمت سے مایوس نہیں ہوتا، کیونکہ اس کا دل صرف اپنے رب کی رضا کا طالب ہوتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت عاجزی سے دونوں ہاتھ دعا کے لیے بلند کیے اور فرمایا:

اے اللہ! ہمارے دلوں کو اخلاصِ توحید سے بھر دے۔ ہماری عبادتوں کو اپنی رضا کے لیے خالص بنا دے۔ ہمارے دلوں سے ریا، تکبر، شہرت کی محبت، خود پسندی اور ہر باطنی بیماری کو دور فرما۔ ہمیں اپنا سچا ذاکر، شاکر، صابر، متقی اور مخلص بندہ بنا۔ ہمیں اپنے محبوب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی کامل اتباع نصیب فرما۔ ہمارے والدین پر اپنی رحمت نازل فرما، ہمیں بندوں کے حقوق ادا کرنے کی توفیق عطا فرما، ہمارے گناہوں کو معاف فرما، ہماری توبہ قبول فرما، ہماری قبروں کو اپنے نور سے روشن فرما، ہمیں جہنم سے محفوظ رکھ، جنت الفردوس میں اپنے مقرب بندوں کی معیت عطا فرما، اور ہمارا خاتمہ کامل ایمان، کامل اخلاص، کامل توحید اور اپنی کامل رضا پر فرما۔ آمین۔

عظمتِ توحید

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو اپنی ذات میں یکتا، اپنی صفات میں کامل، اپنی قدرت میں بے مثال، اپنی رحمت میں بے پایاں، اپنی حکمت میں بے نظیر اور اپنی ربوبیت میں لاشریک ہے۔ وہی آسمانوں کو ستونوں کے بغیر تھامنے والا، زمین کو قرار دینے والا، دلوں کو ایمان عطا کرنے والا اور اپنے فضل سے بندوں کو ہدایت کی دولت بخشنے والا ہے۔ ہر نعمت اسی کی عطا ہے، ہر رحمت اسی کے خزانے سے جاری ہوتی ہے اور ہر عزت اسی کے در سے ملتی ہے۔

وہی ایسا رب ہے جس کے حکم سے رات دن میں بدلتی ہے، موسم تبدیل ہوتے ہیں، مردہ زمین زندہ ہو جاتی ہے، دل غفلت سے بیدار ہوتے ہیں اور گناہگار توبہ کے ذریعے پاکیزگی حاصل کرتے ہیں۔ اس کی عظمت عقلوں کے ادراک سے بلند، اس کا جلال نگاہوں کی پہنچ سے ماورا اور اس کا لطف ہر امید سے زیادہ وسیع ہے۔ وہی ہر تعریف کا مستحق اور ہر سجدے کا حقیقی حق دار ہے۔

ہم اسی کی حمد کرتے ہیں، اسی کی کبریائی کا اقرار کرتے ہیں، اسی کے سامنے اپنی پیشانیاں جھکاتے ہیں اور اسی سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمارے دلوں کو اپنی توحید کی عظمت سے بھر دے، ہماری روحوں کو اپنے ذکر سے زندہ رکھے اور ہمیں اپنی کامل رضا نصیب فرمائے۔

حافظ صاحب نے آسمان کی طرف محبت بھری نگاہ اٹھائی، پھر حاضرین کی طرف اس شفقت سے دیکھا جیسے ایک مہربان باپ اپنی اولاد کو دیکھتا ہے، اور فرمایا:

اے میرے عزیزو! آج میں تم سے اس حقیقت کی گفتگو کرنا چاہتا ہوں جس سے بڑھ کر اس دنیا میں کوئی حقیقت نہیں، جس سے بلند کوئی نعمت نہیں، جس سے قیمتی کوئی خزانہ نہیں اور جس سے عظیم کوئی دولت نہیں۔ وہ دولت توحید ہے۔ اگر اللہ کسی بندے کو دنیا بھر کی نعمتیں دے دے مگر توحید نہ دے تو وہ سب کچھ پا کر بھی محروم ہے، اور اگر کسی کے پاس دنیا کی کوئی دولت نہ ہو مگر توحید کی دولت موجود ہو تو وہ حقیقت میں

سب سے زیادہ مالدار ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت درد بھرے لہجے میں فرمایا:

اے میرے بھائیو! اللہ تعالیٰ نے انسان کو بے شمار نعمتیں عطا فرمائیں، مگر ان سب نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت ایمان اور توحید ہے۔ قرآنِ مجید کی ہر سورت کسی نہ کسی انداز میں انسان کو اپنے رب کی طرف بلاتی ہے۔ اس لیے کہ جب تک بندہ اپنے رب کو ایک نہ مانے، اس کی عبادت خالص نہ کرے، اس سے محبت نہ کرے اور اسی پر بھروسہ نہ کرے، اس وقت تک اس کی زندگی کو حقیقی سکون نصیب نہیں ہوسکتا۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

میرے دوستو! عظمتِ توحید کا اندازہ اس بات سے لگاؤ کہ تمام انبیائے کرام علیہم السلام کی دعوت کا آغاز اسی سے ہوا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا کہ صرف اللہ کی عبادت کرو۔ حضرت ہود علیہ السلام، حضرت صالح علیہ السلام، حضرت شعیب علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آخر میں ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، سب نے سب سے پہلے لوگوں کے دلوں میں توحید کا چراغ روشن کیا۔ اگر توحید کے بغیر بھی نجات ممکن ہوتی تو انبیائے کرام علیہم السلام اپنی ساری زندگی اسی دعوت میں نہ گزارتے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھرے انداز میں فرمایا:

ایک معمولی سی مثال سنو۔ اگر کسی درخت کی جڑ مضبوط ہو تو موسم کی سختیاں، آندھیاں اور بارشیں اسے نقصان نہیں پہنچا سکتیں۔ لیکن اگر جڑ کمزور ہو تو ہلکی سی ہوا بھی اسے گرا دیتی ہے۔ اسی طرح توحید انسان کے ایمان کی جڑ ہے۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، حسنِ اخلاق، صبر، شکر اور تمام نیک اعمال اسی درخت کی شاخیں ہیں۔ جب جڑ مضبوط ہوگی تو شاخیں بھی سرسبز رہیں گی۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے چند لمحوں کے بعد فرمایا:

میرے عزیز! کبھی تم نے اپنے دل سے یہ سوال کیا ہے کہ اگر آج تم سے دنیا کی ہر چیز لے لی جائے، مگر اللہ کی معرفت، ایمان اور توحید باقی رہ جائے، تو کیا تم اپنے آپ کو محروم سمجھو گے یا خوش نصیب؟ اپنے دل کو اس سوال کا جواب دینے دو، کیونکہ اسی جواب سے تمہیں معلوم ہوگا کہ تمہارے دل میں توحید کی عظمت کتنی ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی پوری زندگی توحید کے پیغام کو عام کرنے میں صرف کر دی۔ مکہ کی گلیوں میں مخالفت ہوئی، طائف میں پتھر کھائے، شعبِ ابی طالب میں بھوک برداشت کی، مگر دعوتِ توحید سے ایک لمحے کے لیے بھی پیچھے نہ ہٹے۔ اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جانتے تھے کہ اگر ایک انسان کا دل توحید سے روشن ہو جائے تو اس کی دنیا بھی سنور جائے گی اور آخرت بھی۔

حافظ صاحب کی آنکھیں نم ہو گئیں اور فرمایا:

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی زبان پر اَحد، اَحد کا نعرہ صرف ایک لفظ نہیں تھا، بلکہ عظمتِ توحید کا اعلان تھا۔ جسم زخمی تھا، مگر دل مضبوط تھا۔ دنیا کی ساری تکلیفیں برداشت ہو گئیں مگر توحید کا دامن نہ چھوڑا۔ یہی توحید کی عظمت ہے کہ وہ انسان کو مخلوق کے خوف سے آزاد اور خالق کی محبت میں مضبوط بنا دیتی ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت شفقت سے فرمایا:

اے اللہ کے بندو! توحید کا تقاضا یہ بھی ہے کہ تم اپنے والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرو، کیونکہ جس رب نے اپنی عبادت کا حکم دیا، اسی نے والدین کے ساتھ احسان کا بھی حکم دیا۔ بندوں کے حقوق ادا کرو، سچ بولو، وعدہ پورا کرو، امانت میں خیانت نہ کرو، غریب پر رحم کرو، یتیم کے سر پر شفقت کا ہاتھ رکھو، کیونکہ توحید صرف عقیدہ نہیں بلکہ کردار کا نام بھی ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت حکمت سے فرمایا:

دنیا کی محبت کو اپنے دل میں اتنی جگہ نہ دو کہ وہ اللہ کی محبت پر غالب آ جائے۔ مال رکھو مگر مال کو دل میں نہ بساؤ۔ عزت ملے تو شکر کرو، آزمائش آئے تو صبر کرو، کامیابی ملے تو عاجزی اختیار کرو، ناکامی آئے تو اللہ کی حکمت پر راضی رہو۔ یہی عظمتِ توحید کا عملی اثر ہے کہ بندہ ہر حال میں اپنے رب سے جڑا رہتا ہے۔

حافظ صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا:

تم نے کبھی سورج کو دیکھا ہے؟ جب سورج نکلتا ہے تو چھوٹے چھوٹے چراغوں کی روشنی ماند پڑ جاتی ہے۔ اسی طرح جب دل میں توحید کا سورج طلوع ہو جاتا ہے تو دنیا کی بے جا محبتیں، جھوٹے سہارے، باطل خوف اور نفس کی خواہشات آہستہ آہستہ ختم ہونے لگتی ہیں۔ پھر بندے کی سب سے بڑی خواہش صرف اپنے رب کی رضا رہ جاتی ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت جذب و کیف کے ساتھ فرمایا:

اے میرے عزیزو! موت کو ہمیشہ یاد رکھو۔ ایک دن ہم سب نے اپنے رب کے حضور حاضر ہونا ہے۔ اس دن نہ دولت کام آئے گی، نہ شہرت، نہ خاندان، نہ عہدہ، بلکہ وہی دل کامیاب ہوگا جو توحید، اخلاص، محبتِ رسول ﷺ، تقویٰ، ذکرِ الٰہی، توبہ، صبر، شکر اور حسنِ اخلاق سے آباد ہوگا۔ اس لیے آج ہی اپنے دل کو اللہ کے لیے خالص کر لو، اپنے نفس کا محاسبہ کرو اور اپنی زندگی کو سنتِ نبوی ﷺ کے مطابق ڈھال لو۔

حافظ صاحب نے دونوں ہاتھ دعا کے لیے بلند کیے، آنکھوں میں عاجزی اور آواز میں سوز تھا، پھر فرمایا:

اے اللہ! ہمارے دلوں میں اپنی توحید کی عظمت ہمیشہ زندہ رکھ۔ ہمیں اپنی معرفت عطا فرما، اپنی محبت نصیب فرما، اپنے ذکر کی مٹھاس عطا فرما، اپنے محبوب

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی کامل اتباع نصیب فرما۔ ہمیں اخلاص، تقویٰ، صبر، شکر، حسنِ اخلاق، والدین کی خدمت، بندوں کے حقوق کی ادائیگی اور آخرت کی تیاری کی توفیق عطا فرما۔ ہمارے گناہوں کو معاف فرما، ہماری توبہ قبول فرما، ہماری قبروں کو نور سے بھر دے، ہمیں جہنم سے محفوظ رکھ، جنت الفردوس میں اپنے مقرب بندوں کی رفاقت عطا فرما، اور ہمارا خاتمہ کامل ایمان، کامل توحید، کامل اخلاص اور اپنی رضا پر فرما۔ آمین۔

برکاتِ توحید

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

تمام تعریفیں اس اللہ رب العزت کے لیے ہیں جو اپنی وحدانیت کے نور سے دلوں کو زندہ کرتا ہے، اپنی رحمت سے گناہوں کے بوجھ ہلکے کرتا ہے، اپنے فضل سے محروموں کو نوازتا ہے، اپنی حکمت سے کائنات کا نظام چلاتا ہے اور اپنی بے پایاں ربوبیت سے ہر مخلوق کی پرورش فرماتا ہے۔ وہی آسمانوں کا مالک، زمین کا وارث، دلوں کا معالج، روحوں کا سکون اور ہر امید کا آخری سہارا ہے۔

وہی ایسا کریم رب ہے کہ جس نے ایمان کی دولت کو دنیا کی ہر دولت سے بلند رکھا، توحید کے نور کو ہر اندھیرے سے زیادہ روشن بنایا، اپنے ذکر کو دلوں کی زندگی قرار دیا اور اپنے مخلص بندوں کے لیے اپنی محبت کو سب سے بڑی نعمت بنایا۔ اس کا لطف ہر لمحہ جاری ہے، اس کا احسان ہر سانس کے ساتھ شامل ہے، اس کی رحمت ہر توبہ کرنے والے کے لیے کھلی ہوئی ہے اور اس کا کرم ہر امید سے زیادہ وسیع ہے۔

ہم اسی کی حمد کرتے ہیں، اسی کی کبریائی بیان کرتے ہیں، اسی کے سامنے اپنی

عاجزی کا اظہار کرتے ہیں اور اسی سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمارے دلوں کو توحید کے نور سے منور فرمائے، ہمارے ایمان کو استقامت عطا فرمائے، ہمیں اپنی رضا اور اپنے قرب کی دائمی نعمت نصیب فرمائے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت سے حاضرین کی طرف دیکھا، پھر آہستہ سے فرمایا:

اے میرے عزیزو! انسان ہمیشہ برکت کی تلاش میں رہتا ہے۔ کوئی رزق میں برکت چاہتا ہے، کوئی عمر میں، کوئی اولاد میں، کوئی علم میں، کوئی وقت میں اور کوئی سکون میں۔ مگر میں تمہیں آج اس ایسی دولت کا پتہ دیتا ہوں کہ اگر وہ دل میں اتر جائے تو زندگی کا ہر گوشہ برکت سے بھر جاتا ہے، اور وہ دولت توحید ہے۔ یاد رکھو! برکت مال کی کثرت کا نام نہیں، بلکہ اللہ کی رضا اور اس کے فضل کے ساتھ ملنے والی خیر کا نام ہے، اور اس خیر کا سب سے بڑا دروازہ توحید ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

میرے بھائیو! جب بندہ دل کی گہرائی سے یہ یقین کر لیتا ہے کہ میرا نفع و نقصان، میری عزت و ذلت، میری زندگی و موت، میرا رزق اور میری کامیابی سب اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، تو اس کا دل مخلوق کی غلامی سے آزاد ہو جاتا ہے۔ وہ لوگوں کو خوش کرنے کے لیے گناہ نہیں کرتا، وہ دنیا حاصل کرنے کے لیے دین نہیں بیچتا، کیونکہ اسے معلوم ہوتا ہے کہ اصل عطا کرنے والا صرف میرا رب ہے۔ یہی توحید کی پہلی برکت ہے کہ بندہ آزاد ہو جاتا ہے۔

حافظ صاحب نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی اور فرمایا: اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں ارشاد فرماتا ہے:

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ﴿٢٨﴾

ترجمہ: سن لو! دلوں کا سکون صرف اللہ کے ذکر میں ہے۔

(الرعد:28)

غور کرو، جب دل اللہ کے ذکر سے آباد ہوتا ہے تو اس کی بنیاد توحید پر ہوتی ہے۔ جو دل اللہ کو اپنا واحد معبود، واحد کارساز اور واحد سہارا مان لیتا ہے، اس کے اندر ایسا سکون پیدا ہوتا ہے جو دنیا کی کوئی دولت خرید نہیں سکتی۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

اے اللہ کے بندو! توحید کی ایک عظیم برکت یہ ہے کہ بندے کی دعا میں یقین پیدا ہو جاتا ہے۔ وہ جب ہاتھ اٹھاتا ہے تو اسے معلوم ہوتا ہے کہ میں ایسے رب کو پکار رہا ہوں جو سنتا بھی ہے، جانتا بھی ہے، قادر بھی ہے اور رحم بھی فرماتا ہے۔ اس لیے وہ جلد مایوس نہیں ہوتا، بلکہ بار بار اپنے رب کے دروازے پر دستک دیتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت سے فرمایا:

ایک چھوٹی سی مثال سنو۔ اگر ایک بچہ ہجوم میں اپنے والد کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑے ہوئے ہو تو وہ راستے کی بھیڑ سے نہیں ڈرتا، کیونکہ اسے یقین ہوتا ہے کہ میرا باپ میرے ساتھ ہے۔ اسی طرح جب مومن کا دل توحید کے ساتھ اللہ کو مضبوطی سے تھام لیتا ہے تو دنیا کے فتنے، آزمائشیں اور پریشانیاں اسے خوفزدہ نہیں کرتیں، کیونکہ اسے یقین ہوتا ہے کہ میرا رب میرے ساتھ ہے۔ یہی یقین توحید کی عظیم برکت ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت درد بھرے لہجے میں فرمایا:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب آگ میں ڈالا گیا تو ظاہری اسباب ختم ہو چکے تھے، مگر توحید کا چراغ ان کے دل میں روشن تھا۔ انہوں نے مخلوق سے امید نہیں لگائی بلکہ اپنے رب پر بھروسہ رکھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ﴿٦٩﴾

ترجمہ: اے آگ! ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جا ابراہیم پر

(الانبیاء:69)

آگ بھی اللہ کے حکم کے سامنے ٹھنڈی ہو گئی۔ اے میرے عزیزو! یہ توحید کی برکت تھی کہ ناممکن، ممکن بن گیا۔

حافظ صاحب کی آنکھیں نم ہو گئیں اور فرمایا: رسول اللہ ﷺ کی پوری زندگی توحید کی برکتوں کا عملی نمونہ تھی۔ غارِ ثور میں صرف دو انسان تھے، مگر آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ

ترجمہ: غم نہ کرو، بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

(التوبۃ:40)

جب دل میں توحید کا یقین ہو تو تعداد نہیں دیکھی جاتی، اللہ کی معیت دیکھی جاتی ہے۔ یہی وہ برکت ہے جو کمزور کو مضبوط، غریب کو مطمئن اور تنہا انسان کو بے خوف بنا دیتی ہے۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے بعد نہایت شفقت سے فرمایا:

میرے عزیز! کبھی تم نے اپنے دل سے یہ سوال کیا ہے کہ تمہاری سب سے بڑی امید کس سے وابستہ ہے؟ اگر دنیا کے اسباب ٹوٹ جائیں تو کیا تمہارا دل پھر بھی اللہ کی رحمت پر مطمئن رہتا ہے؟ اگر ہاں، تو یہ توحید کی برکت ہے، اور اگر نہیں، تو اپنے دل کو اللہ کی معرفت سے مزید آباد کرنے کی ضرورت ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت حکمت سے فرمایا:

توحید کی برکت صرف عبادت تک محدود نہیں رہتی بلکہ گھروں میں بھی اترتی ہے۔ جس گھر میں نماز قائم ہو، قرآن کی تلاوت ہو، حلال رزق آئے، والدین کا

احترام ہو، اولاد کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت سکھائی جائے، وہاں رحمت کے فرشتے آتے ہیں، دلوں میں محبت پیدا ہوتی ہے اور اختلافات کم ہونے لگتے ہیں۔ ایسے گھر کی اصل بنیاد اینٹ اور پتھر نہیں بلکہ توحید ہوتی ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھرے انداز میں فرمایا:

میرے بھائیو! اگر تم تجارت کرتے ہو تو توحید کی برکت تمہیں دیانت داری سکھائے گی۔ اگر تم استاد ہو تو انصاف سکھائے گی۔ اگر تم والد ہو تو شفقت سکھائے گی۔ اگر تم اولاد ہو تو والدین کی خدمت سکھائے گی۔ اگر تم صاحبِ اقتدار ہو تو عدل سکھائے گی۔ کیونکہ جو شخص اللہ کو ہر وقت دیکھنے والا مانتا ہے، وہ کسی کے ساتھ ظلم نہیں کرتا۔

حافظ صاحب نے نہایت سوز و گداز کے ساتھ فرمایا:

یاد رکھو! توحید کی سب سے بڑی برکت آخرت میں ظاہر ہوگی۔ جس بندے نے خالص دل کے ساتھ اللہ کی وحدانیت کو مانا، شرک سے بچا، رسول اللہ ﷺ کی سنت پر چلا، اپنے نفس کا تزکیہ کیا، اخلاص اختیار کیا، ذکرِ الٰہی سے دل کو زندہ رکھا، توبہ اور استغفار کو معمول بنایا، بندوں کے حقوق ادا کیے اور والدین کی خدمت کی، وہ اللہ کے فضل سے جنت کی نعمتوں کا مستحق ہوگا۔ دنیا کی ہر برکت ختم ہو سکتی ہے، مگر توحید کی برکت قبر سے لے کر جنت تک بندے کے ساتھ رہتی ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت عاجزی کے ساتھ دونوں ہاتھ دعا کے لیے بلند کیے اور فرمایا:

اے اللہ! ہمارے دلوں کو اپنی توحید کے نور سے ہمیشہ روشن رکھ۔ ہمیں اپنی معرفت عطا فرما، اپنی محبت نصیب فرما، اپنے ذکر کی لذت عطا فرما، اپنے محبوب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی کامل اتباع کی توفیق عطا فرما۔ ہمارے نفس کا تزکیہ فرما، ہمیں اخلاص، تقویٰ، صبر، شکر اور حسنِ اخلاق کی دولت عطا فرما۔ ہمیں والدین کا

فرمانبردار، بندوں کے حقوق ادا کرنے والا، سچی توبہ کرنے والا اور آخرت کی تیاری کرنے والا بندہ بنا۔ ہماری دعاؤں کو قبول فرما، ہماری لغزشوں کو معاف فرما، ہماری قبروں کو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ بنادے، ہمیں جہنم کے عذاب سے محفوظ رکھ، جنت الفردوس میں اپنے مقرب بندوں، انبیائے کرام، صدیقین، شہداء اور صالحین کی رفاقت نصیب فرما، اور ہمارا خاتمہ کامل ایمان، کامل توحید، کامل اخلاص اور اپنی دائمی رضا پر فرما۔ آمین۔

لذتِ توحید

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو دلوں کو اپنی معرفت سے زندہ کرتا ہے، روحوں کو اپنی محبت سے سیراب کرتا ہے، ایمان والوں کے سینوں کو اپنے ذکر سے منور کرتا ہے، اپنے فضل سے بندوں کو ہدایت عطا فرماتا ہے اور اپنی رحمت سے گناہگاروں کے لیے توبہ کے دروازے ہمیشہ کھلے رکھتا ہے۔ وہی معبودِ برحق، وہی ربِ کریم، وہی رحمٰن ورحیم اور وہی ہر نعمت کا حقیقی عطا فرمانے والا ہے۔

وہی ایسا رب ہے جس کی محبت دنیا کی ہر محبت سے بلند، جس کا قرب ہر کامیابی سے عظیم، جس کی رضا ہر خواہش سے قیمتی اور جس کا ذکر ہر لذت سے بڑھ کر لذت بخش ہے۔ اس کے اسمائے حسنیٰ دلوں کو سکون دیتے ہیں، اس کی صفاتِ کاملہ ایمان کو قوت عطا کرتی ہیں اور اس کی رحمت ہر مایوس دل کو امید کی نئی روشنی عطا کرتی ہے۔

ہم اسی کی حمد کرتے ہیں، اسی کی وحدانیت کا اقرار کرتے ہیں، اسی کے حضور سجدہ ریز ہوتے ہیں اور اسی سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمارے دلوں کو اپنی توحید کی مٹھاس،

اپنی محبت کی لذت، اپنے ذکر کی خوشبو اور اپنے قرب کے نور سے ہمیشہ آباد رکھے۔

حافظ صاحب نے خاموشی سے اپنی نظریں جھکا لیں، جیسے دل کے نہاں خانوں میں اتر کر کوئی حقیقت تلاش کر رہے ہوں، پھر نہایت نرم اور محبت بھرے لہجے میں فرمایا:

اے میرے عزیزو! دنیا میں ہر انسان کسی نہ کسی لذت کی تلاش میں ہے۔ کوئی مال کی لذت ڈھونڈ رہا ہے، کوئی شہرت کی، کوئی اقتدار کی، کوئی تعریف کی، کوئی آسائش کی، مگر میں نے اپنی عمر کے سفر میں ایک ایسی لذت دیکھی ہے جس کے سامنے دنیا کی ہر لذت پھیکی معلوم ہوتی ہے، اور وہ ہے لذتِ توحید۔ یہ وہ کیفیت ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے ان بندوں کو عطا فرماتا ہے جن کے دل صرف اسی کے لیے دھڑکتے ہیں۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھرے انداز میں فرمایا:

اے میرے بھائیو! جس دل میں توحید اتر جاتی ہے، اس کے لیے نماز صرف فرض نہیں رہتی بلکہ محبوب سے ملاقات بن جاتی ہے۔ قرآن صرف تلاوت کی کتاب نہیں رہتا بلکہ محبوب کا پیغام بن جاتا ہے۔ دعا صرف مانگنے کا ذریعہ نہیں رہتی بلکہ رب سے راز و نیاز کی محفل بن جاتی ہے۔ ذکر صرف الفاظ کا ورد نہیں رہتا بلکہ دل کی غذا اور روح کی زندگی بن جاتا ہے۔ یہی لذتِ توحید ہے۔

حافظ صاحب نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی اور فرمایا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب نماز کے وقت حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرماتے:

أَرِحْنَا بِهَا يَا بِلَالُ،

یعنی اے بلال! نماز کے ذریعے ہمیں راحت پہنچاؤ،

تو اس میں لذتِ توحید کا ایک عظیم راز پوشیدہ تھا۔ جن دلوں نے اللہ کی محبت کا ذائقہ چکھ لیا ہو، ان کے لیے عبادت بوجھ نہیں رہتی بلکہ راحت بن جاتی ہے۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

میرے دوستو! تم نے کبھی غور کیا کہ دو آدمی ایک ہی صف میں کھڑے ہو کر نماز پڑھتے ہیں۔ ایک نماز ختم ہونے کا انتظار کرتا رہتا ہے اور دوسرے کا دل چاہتا ہے کہ کاش یہ لمحے کبھی ختم نہ ہوں۔ ایک کے لیے سجدہ صرف ایک عمل ہے، دوسرے کے لیے سجدہ محبوب کے قدموں میں سر رکھنے کی کیفیت ہے۔ فرق نماز میں نہیں، فرق دل میں ہے۔ ایک دل میں توحید کی لذت جاگ چکی ہے اور دوسرے دل کو ابھی اس نعمت کی تلاش ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت شفقت سے فرمایا:

ایک مثال سے سمجھو۔ اگر کسی پیاسے کو ٹھنڈے پانی کا ایک گھونٹ مل جائے تو اس کے چہرے پر سکون آ جاتا ہے۔ لیکن اگر وہ شخص پہلے ہی سیراب ہو تو اسے اس گھونٹ کی قدر محسوس نہیں ہوتی۔ اسی طرح جس دل نے دنیا کی بے وفائیوں کا دکھ دیکھا ہو اور پھر اللہ کی محبت کا ذائقہ چکھ لیا ہو، وہ جان لیتا ہے کہ حقیقی سکون صرف اپنے رب کے پاس ہے۔ یہی لذتِ توحید ہے کہ دل کو اس کا اصل ٹھکانہ مل جائے۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا: قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ

ترجمہ: پس تم میرا ذکر کرو، میں تمہیں یاد رکھوں گا۔

(البقرۃ:152)

اے میرے عزیزو! ذرا سوچو، بندہ اللہ کو یاد کرے اور پھر اللہ اپنے بندے کو یاد فرمائے، اس سے بڑی لذت اور کیا ہو سکتی ہے؟ دنیا میں اگر کوئی بڑا انسان تمہیں یاد رکھے تو تم خوش ہو جاتے ہو، پھر وہ بندہ کتنا خوش نصیب ہوگا جسے رب العالمین اپنی

رحمت کے ساتھ یاد فرمائے۔

حافظ صاحب کی آنکھیں نم ہوگئیں اور فرمایا:

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو جب گرم ریت پر لٹایا جاتا تھا اور سینے پر بھاری پتھر رکھے جاتے تھے تو ان کی زبان پر صرف ایک ہی صدا ہوتی تھی: اَحَد، اَحَد۔ لوگوں نے ان کے جسم کو تکلیف دی، مگر ان کے دل سے توحید کی لذت نہ چھین سکے۔ یاد رکھو! جس دل نے اللہ کی محبت کا جام پی لیا، دنیا کی کوئی مصیبت اس سے وہ سرور نہیں چھین سکتی۔

حافظ صاحب نے نہایت سوز بھرے انداز میں فرمایا:

میرے عزیز! کبھی تم نے اپنے دل سے یہ سوال کیا ہے کہ تمہیں سب سے زیادہ خوشی کب ملتی ہے؟ جب لوگ تمہاری تعریف کرتے ہیں یا جب تم تنہائی میں اللہ کے سامنے آنسو بہاتے ہو؟ اگر تمہارا دل دوسرے جواب کی طرف مائل ہونے لگا ہے تو سمجھ لو کہ اللہ تمہیں اپنی محبت کی طرف بلا رہا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت سے فرمایا:

اے اللہ کے بندو! لذتِ توحید اس وقت بڑھتی ہے جب انسان اپنے گناہوں سے سچی توبہ کرتا ہے۔ گناہ دل پر زنگ چڑھا دیتے ہیں، اور ذکرِ الٰہی اس زنگ کو صاف کر دیتا ہے۔ جب دل پاک ہونے لگتا ہے تو قرآن کی آیات پہلے سے زیادہ اثر کرنے لگتی ہیں، دعا میں آنسو آنے لگتے ہیں، درود شریف پڑھتے ہوئے دل نرم ہونے لگتا ہے اور رات کی تنہائی میں رب سے بات کرنے کا ذوق پیدا ہو جاتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت حکمت سے فرمایا:

اگر تم چاہتے ہو کہ تمہارے دل میں توحید کی لذت پیدا ہو تو پانچ چیزوں کو اپنا معمول بنا لو۔ پہلی چیز، نماز کو وقت پر ادا کرو۔ دوسری، روزانہ قرآنِ کریم کو تدبر کے ساتھ پڑھو۔ تیسری، کثرت سے استغفار کرو۔ چوتھی، درود شریف کو اپنا روزانہ کا وظیفہ

بنالو۔ پانچویں، والدین کے ساتھ حسنِ سلوک اور بندوں کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کرو۔ جس دل میں اللہ کی اطاعت جمع ہوجاتی ہے، وہاں لذتِ توحید خود بخود اترنے لگتی ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت جذب وکیف کے ساتھ فرمایا:

اے میرے بھائیو! دنیا کی ہر لذت ختم ہوجاتی ہے۔ بہترین کھانا ختم ہوجاتا ہے، خوبصورت لباس پرانا ہوجاتا ہے، مال ایک دن دوسروں کے ہاتھ میں چلا جاتا ہے، شہرت وقت کے ساتھ مٹ جاتی ہے، مگر اللہ کی محبت کی لذت جتنی بڑھتی ہے، اتنی ہی دل کو مزید اپنے رب کے قریب لے جاتی ہے۔ یہی وہ لذت ہے جو قبر میں بھی مومن کے ساتھ رہے گی اور جنت میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے کامل نعمت کی صورت میں عطا ہوگی۔

حافظ صاحب نے دونوں ہاتھ دعا کے لیے بلند کیے، ان کی آواز میں سوز، دل میں عاجزی اور چہرے پر امید کی روشنی تھی، پھر فرمایا:

اے اللہ! ہمارے دلوں کو اپنی توحید کی مٹھاس نصیب فرما۔ ہمیں اپنی معرفت کی روشنی عطا فرما، اپنی محبت کا جام پلا، اپنے ذکر کی لذت عطا فرما، اپنے محبوب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی کامل محبت اور سنت کی پیروی نصیب فرما۔ ہمارے نفس کا تزکیہ فرما، ہمیں اخلاص، تقویٰ، صبر، شکر، حسنِ اخلاق اور سچی توبہ کی دولت عطا فرما۔ ہمیں والدین کا فرمانبردار، بندوں کے حقوق ادا کرنے والا، قرآن سے محبت کرنے والا اور آخرت کی تیاری کرنے والا بندہ بنا۔ ہماری قبروں کو اپنے نور سے روشن فرما، ہمیں جہنم کے عذاب سے محفوظ رکھ، جنت الفردوس میں اپنے دیدار کی نعمت، اپنے مقرب بندوں کی رفاقت اور اپنی دائمی رضا عطا فرما، اور ہمارا خاتمہ کامل ایمان، کامل توحید اور کامل محبت کے ساتھ فرما۔ آمین۔

ثمراتِ توحید

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

تمام تعریفیں اس اللہ رب العالمین کے لیے ہیں جو ایمان کے باغ کو اپنی رحمت کی بارش سے سرسبز کرتا ہے، توحید کے چراغ سے دلوں کے اندھیرے دور فرماتا ہے، اپنی حکمت سے بندوں کی زندگیوں کو سنوارتا ہے، اپنی ربوبیت سے ہر لمحہ مخلوق کی پرورش کرتا ہے اور اپنے فضل سے گناہگاروں کو توبہ کی توفیق عطا فرماتا ہے۔ وہی ہر نعمت کا سرچشمہ، ہر خیر کا مالک، ہر رحمت کا دروازہ اور ہر امید کا آخری سہارا ہے۔

وہی ایسا کریم ہے کہ بندہ اس کی طرف ایک قدم بڑھاتا ہے تو وہ اپنی رحمت کے بے شمار دروازے کھول دیتا ہے۔ وہی ایسا رحیم ہے کہ ٹوٹے ہوئے دلوں کو سنبھالتا، بھٹکے ہوئے قدموں کو ہدایت دیتا، مایوس انسانوں کو امید بخشتا اور اپنے ذکر سے بے چین دلوں کو سکون عطا فرماتا ہے۔ اس کی کبریائی تمام جہانوں پر غالب اور اس کا لطف ہر لمحہ اپنے بندوں پر سایہ فگن ہے۔

ہم اسی کی حمد بیان کرتے ہیں، اسی کے حضور عاجزی سے سر جھکاتے ہیں، اسی کی وحدانیت کا اقرار کرتے ہیں اور اسی سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمارے دلوں میں اپنی توحید کو اس طرح راسخ فرما دے کہ ہماری پوری زندگی اس کی رضا کا آئینہ بن جائے۔

حافظ صاحب نے نہایت وقار سے حاضرین کی طرف دیکھا، پھر مسکراتے ہوئے فرمایا:

اے میرے عزیزو! آج میں تمہیں اس درخت کی بات سنانا چاہتا ہوں جس کی

جڑیں ایمان میں ہوتی ہیں، جس کا تنا معرفت سے مضبوط ہوتا ہے، جس کی شاخیں اخلاص سے پھیلتی ہیں، جس کے پتے ذکرِ الٰہی سے سرسبز رہتے ہیں اور جس کے پھل دنیا و آخرت کی کامیابی ہوتے ہیں۔ یہ درخت توحید کا درخت ہے، اور آج ہم اس کے ثمرات کی گفتگو کریں گے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھرے لہجے میں فرمایا:

میرے بھائیو! دنیا میں ہر انسان کسی نہ کسی درخت سے پھل حاصل کرتا ہے، مگر یاد رکھو، سب سے میٹھا پھل وہ ہے جو اللہ کی توحید سے ملتا ہے۔ جس دل میں توحید مضبوط ہو جائے، اس کے اندر سب سے پہلے سکون پیدا ہوتا ہے۔ ایسا سکون جو بازاروں میں نہیں ملتا، دولت سے نہیں خریدا جا سکتا، اقتدار سے حاصل نہیں ہوتا اور تعریفوں سے پیدا نہیں ہوتا۔ یہ سکون صرف اللہ تعالیٰ کی پہچان اور اس پر کامل اعتماد سے حاصل ہوتا ہے۔

حافظ صاحب نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی اور فرمایا: اللہ تعالیٰ قرآنِ مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ لَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَ هُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۸۲﴾

ترجمہ: جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان میں ظلم (شرک) کی آمیزش نہ کی، انہی کے لیے امن ہے اور وہی ہدایت یافتہ ہیں۔

(الانعام:82)

غور کرو! امن، ہدایت اور اطمینان، یہ سب توحید کے ثمرات ہیں۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

اے اللہ کے بندو! توحید کا پہلا پھل یہ ہے کہ بندہ اپنے رب کے قریب ہو جاتا ہے۔ جب وہ تنہائی میں ہوتا ہے تو خود کو اکیلا محسوس نہیں کرتا، کیونکہ اسے یقین ہوتا ہے کہ میرا رب میرے ساتھ ہے۔ جب مصیبت آتی ہے تو وہ گھبراتا نہیں، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ میرا رب حکیم ہے۔ جب نعمت ملتی ہے تو وہ تکبر نہیں کرتا، کیونکہ اسے معلوم ہوتا ہے کہ عطا کرنے والا صرف اللہ ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت شفقت سے فرمایا:

ایک مثال سے سمجھو۔ اگر کسی باغبان کی جڑوں تک صاف پانی مسلسل پہنچتا رہے تو درخت ہر موسم میں تازہ رہتا ہے، اس پر پھول بھی آتے ہیں اور پھل بھی۔ لیکن اگر جڑوں تک پانی پہنچنا بند ہو جائے تو آہستہ آہستہ شاخیں سوکھنے لگتی ہیں۔ اسی طرح دل کی جڑ اگر توحید سے سیراب ہوتی رہے تو صبر، شکر، اخلاص، تقویٰ، حسنِ اخلاق، محبتِ رسول ﷺ، والدین کی خدمت اور بندوں کے حقوق کی ادائیگی جیسے خوبصورت پھل اس کی زندگی میں ظاہر ہونے لگتے ہیں۔

حافظ صاحب نے نہایت درد بھرے لہجے میں فرمایا:

میرے عزیزو! توحید کا دوسرا عظیم ثمر یہ ہے کہ انسان گناہوں سے نفرت کرنے لگتا ہے۔ اس لیے نہیں کہ لوگ کیا کہیں گے، بلکہ اس لیے کہ میرا رب ناراض ہو جائے گا۔ یہی کیفیت انسان کو خلوت میں بھی گناہ سے روکتی ہے اور جلوت میں بھی کردار کی حفاظت کرتی ہے۔ یہی اصل تقویٰ ہے۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے چند لمحوں کے بعد فرمایا:

میرے دوست! کبھی تم نے اپنے دل سے یہ سوال کیا ہے کہ اگر تمہارے سامنے گناہ کا موقع ہو، کوئی دیکھنے والا بھی نہ ہو، مگر تم صرف اللہ کے خوف اور محبت کی وجہ سے اس سے رک جاؤ، تو اس لمحے کی قیمت کتنی ہوگی؟ یاد رکھو، یہی توحید کا ایسا پھل ہے

جسے صرف مخلص بندے ہی چکھتے ہیں۔

حافظ صاحب کی آنکھیں نم ہوگئیں اور فرمایا:

حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے گناہ کا دروازہ کھلا تھا، مگر ان کے دل میں توحید زندہ تھی۔ انہوں نے فرمایا کہ میں اپنے رب کی نافرمانی کیسے کروں؟ یہی توحید کا پھل تھا جس نے انہیں فتنے سے محفوظ رکھا اور بعد میں عزت و اقتدار بھی عطا کیا۔ جو اللہ کے لیے اپنے نفس کو روک لیتا ہے، اللہ اس کے لیے ایسے راستے کھول دیتا ہے جن کا وہ تصور بھی نہیں کر سکتا۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت سے فرمایا:

اے میرے بھائیو! توحید کا ایک اور عظیم ثمر یہ ہے کہ انسان کے اخلاق بدل جاتے ہیں۔ وہ معاف کرنا سیکھ لیتا ہے، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ میرا رب بھی معاف کرنے والا ہے۔ وہ غریبوں پر رحم کرتا ہے، کیونکہ اسے اللہ کی رحمت مطلوب ہوتی ہے۔ وہ والدین کے قدموں میں جنت تلاش کرتا ہے، کیونکہ اسے اپنے رب کا حکم عزیز ہوتا ہے۔ وہ لوگوں کے حقوق ادا کرتا ہے، کیونکہ اسے آخرت کے حساب کا یقین ہوتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت حکمت سے فرمایا:

تم نے دیکھا ہوگا کہ شہد کی مکھی ہر پھول سے صرف رس لیتی ہے، کانٹے نہیں اٹھاتی۔ اسی طرح جس دل میں توحید کا نور آ جائے، وہ دوسروں کی اچھائیاں تلاش کرتا ہے، برائیوں کو معاف کرنے کی کوشش کرتا ہے، دلوں کو جوڑتا ہے، نفرتیں نہیں پھیلاتا۔ یہی توحید کا اخلاقی ثمر ہے کہ انسان خود بھی خیر کا پیکر بن جاتا ہے اور دوسروں کے لیے بھی خیر کا ذریعہ بنتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت سوز و گداز کے ساتھ فرمایا:

اے اللہ کے بندو! توحید کا سب سے بڑا ثمر آخرت میں ظاہر ہوگا۔ جب لوگ

میدانِ حشر میں پریشان ہوں گے، جب ہر انسان اپنے انجام کی فکر میں ہوگا، اس وقت خالص توحید کے ساتھ اللہ کے حضور آنے والے بندوں پر اللہ کی خاص رحمت ہوگی۔ ان کے گناہ معاف ہوں گے، ان کے درجات بلند ہوں گے، ان کے چہروں پر نور ہوگا اور وہ اپنے رب کے فضل سے جنت کی نعمتوں میں داخل کیے جائیں گے۔ اس لیے دنیا کی عارضی کامیابیوں کے پیچھے بھاگنے کے بجائے اس کامیابی کی فکر کرو جو ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت عاجزی سے دونوں ہاتھ دعا کے لیے بلند کیے، ان کی آواز میں محبت، آنکھوں میں اشک اور دل میں امت کی خیر خواہی تھی، پھر فرمایا:

اے اللہ! ہمارے دلوں میں اپنی توحید کا ایسا نور پیدا فرما کہ اس کے ثمرات ہماری پوری زندگی میں ظاہر ہوں۔ ہمیں اپنی معرفت عطا فرما، اپنی محبت نصیب فرما، اپنے ذکر کی مٹھاس عطا فرما، اپنے محبوب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی کامل اتباع کی توفیق عطا فرما۔ ہمارے نفس کا تزکیہ فرما، ہمیں اخلاص، تقویٰ، صبر، شکر، حسنِ اخلاق، والدین کی خدمت، بندوں کے حقوق کی ادائیگی اور دعوت و اصلاح کی توفیق عطا فرما۔ ہماری توبہ قبول فرما، ہمارے گناہوں کو معاف فرما، ہماری قبروں کو اپنے نور سے بھر دے، ہمیں جہنم کے عذاب سے محفوظ رکھ، جنت الفردوس میں اپنے انبیاء، صدیقین، شہداء، صالحین اور اپنے محبوب بندوں کی رفاقت عطا فرما، اور ہمارا خاتمہ کامل ایمان، کامل توحید، کامل اخلاص اور اپنی دائمی رضا پر فرما۔ آمین۔

روحِ توحید

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

تمام تعریفیں اس اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کے لیے ہیں جس نے ایمان کے چراغ کو اپنی ہدایت سے روشن فرمایا، دلوں کو اپنی معرفت سے زندگی بخشی، روحوں کو اپنے ذکر سے سکون عطا فرمایا اور اپنی بے پایاں رحمت سے بندوں کو اپنی بندگی کا شرف بخشا۔ وہی ہر دل کی دھڑکن کو سننے والا، ہر آنسو کو دیکھنے والا، ہر آہ کو جاننے والا اور ہر مخلص بندے کو اپنے قرب سے نوازنے والا ہے۔ اس کی رحمت کی کوئی حد نہیں، اس کی قدرت کی کوئی انتہا نہیں اور اس کے فضل کا کوئی شمار نہیں۔

وہی ایسا رب ہے جس کے اسمائے حسنیٰ دلوں کے لیے شفا، جس کی صفاتِ کاملہ ایمان والوں کے لیے روشنی، جس کا کلام ہدایت کا سرچشمہ، جس کے احکام سراپا حکمت اور جس کی رضا ہر نعمت سے بڑھ کر نعمت ہے۔ وہی دلوں کو ہدایت دیتا ہے، وہی گمراہی سے بچاتا ہے، وہی گناہوں کو معاف کرتا ہے اور وہی اپنے فضل سے بندوں کو اپنے خاص قرب کی منزلیں عطا فرماتا ہے۔

ہم اسی کی حمد کرتے ہیں، اسی کی وحدانیت کا اقرار کرتے ہیں، اسی کے سامنے عاجزی سے جھکتے ہیں اور اسی سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمارے دلوں کو اپنی توحید کی روح سے زندہ فرما دے، ہمارے ایمان کو اخلاص سے آراستہ کر دے اور ہمیں اپنی محبت میں فنا اور اپنی رضا میں راضی رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

حافظ صاحب نے نہایت سکون کے ساتھ اپنی نظریں حاضرین پر ڈالیں، پھر آہستہ سے فرمایا:

اے میرے عزیزو! جسم زندہ ہو مگر اس میں روح نہ ہو تو وہ صرف ایک بے جان وجود رہ جاتا ہے۔ اسی طرح اگر عبادت ہو، علم ہو، ذکر ہو، اعمال ہوں، مگر ان سب کے اندر توحید کی روح نہ ہو تو وہ اپنی حقیقی تاثیر کھو دیتے ہیں۔ آج میں تمہیں روحِ توحید کی بات سنانا چاہتا ہوں، کیونکہ یہی وہ حقیقت ہے جو بندے کے ظاہر کو نہیں بلکہ اس کے باطن کو بدل دیتی ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھرے لہجے میں فرمایا:

میرے بھائیو! روحِ توحید یہ ہے کہ بندہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کو اپنے دل کا مرکز بنالے۔ اس کی خوشی اللہ کے لیے ہو، اس کا غم اللہ کے لیے ہو، اس کی امید اللہ سے ہو، اس کا خوف اللہ سے ہو، اس کی محبت اللہ کے لیے ہو اور اس کی زندگی کا ہر لمحہ اللہ کی رضا کے گرد گھومتا ہو۔ جب یہ کیفیت پیدا ہو جاتی ہے تو بندے کا دل دنیا میں رہتے ہوئے بھی اپنے رب کے ساتھ جڑ جاتا ہے۔

حافظ صاحب نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی اور فرمایا: اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں ارشاد فرماتا ہے:

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُكِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۶۲﴾

ترجمہ: تم فرماؤ: بے شک میری نماز، میری قربانی، میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ ہی کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔

(الانعام:162)

اے میرے دوستو! اس آیت میں روحِ توحید سمٹ آئی ہے۔ نماز بھی اللہ کے لیے، قربانی بھی اللہ کے لیے، زندگی بھی اللہ کے لیے اور موت بھی اللہ کے لیے۔ جب بندہ اس مقام پر پہنچ جاتا ہے تو اس کی پوری زندگی عبادت بن جاتی ہے۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

اے اللہ کے بندو! روحِ توحید زبان کے اقرار سے آگے کا مقام ہے۔ بہت سے لوگ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھتے ہیں، مگر روحِ توحید اس وقت پیدا ہوتی ہے جب یہی کلمہ دل کی دھڑکن بن جائے۔ پھر بندہ ہر نعمت میں اللہ کو دیکھتا ہے، ہر آزمائش میں

اللہ کی حکمت کو پہچانتا ہے، ہر کامیابی پر شکر کرتا ہے اور ہر مصیبت میں صبر اختیار کرتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت شفقت سے فرمایا:

ایک مثال سے سمجھو۔تم نے کبھی دیکھا ہوگا کہ اگر چراغ میں تیل موجود ہو مگر بتی نہ ہو تو روشنی پیدا نہیں ہوتی، اور اگر بتی ہو مگر تیل نہ ہو تو بھی چراغ روشن نہیں رہتا۔اسی طرح عبادتیں چراغ کی مانند ہیں اور روحِ توحید اس کا نور ہے۔ جب عبادت اخلاص، محبتِ الٰہی اور کامل یقین کے ساتھ ہوتی ہے تو دل منور ہو جاتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت درد بھرے لہجے میں فرمایا:

رسول اللہ ﷺ راتوں کو اس قدر قیام فرماتے کہ مبارک قدموں پر ورم آ جاتا۔عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے پچھلے سب گناہ معاف فرما دیے ہیں، پھر آپ اتنی مشقت کیوں اٹھاتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟ اے میرے عزیزو! یہی روحِ توحید ہے کہ عبادت صرف فرض ادا کرنے کے لیے نہ ہو بلکہ محبوبِ حقیقی کی محبت میں ہو۔

حافظ صاحب کی آنکھیں نم ہو گئیں اور فرمایا:

حضرت رابعہ بصری رحمہا اللہ کی دعائیں پڑھو، ان کی مناجات سنو، ان کے آنسو دیکھو، وہاں جنت کی خواہش سے زیادہ اللہ کی محبت نظر آتی ہے۔ اولیائے کرام کی زندگیاں ہمیں یہی سکھاتی ہیں کہ جب دل میں روحِ توحید بیدار ہو جائے تو دنیا کی رغبت کم اور اللہ کی محبت بڑھنے لگتی ہے۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے چند لمحوں کے بعد فرمایا:

میرے عزیز! کبھی تم نے اپنے دل سے یہ سوال کیا ہے کہ اگر تمہیں دنیا کی ہر نعمت مل جائے مگر اللہ کی قربت چھن جائے، تو کیا تم واقعی کامیاب ہو؟ اور اگر دنیا کی آسائشیں کم ہوں مگر تمہارا دل اپنے رب کے قریب ہو، تو کیا یہ سب سے بڑی کامیابی

نہیں؟ اپنے دل سے یہ سوال ضرور کرنا، کیونکہ اس کا جواب ہی تمہیں تمہارے ایمان کی کیفیت بتائے گا۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت سے فرمایا:

اے میرے بھائیو! روحِ توحید کا ایک نشان یہ بھی ہے کہ بندہ لوگوں سے حسنِ اخلاق کے ساتھ پیش آتا ہے۔ وہ والدین کے سامنے آواز پست رکھتا ہے، محتاج کے آنسو پونچھتا ہے، یتیم کے سر پر شفقت کا ہاتھ رکھتا ہے، وعدہ پورا کرتا ہے، امانت کی حفاظت کرتا ہے اور کسی کے دل کو دکھانے سے ڈرتا ہے، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ میرا رب میرے ہر عمل کو دیکھ رہا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت حکمت سے فرمایا:

اپنے دل کو ہر روز کچھ وقت اللہ کے لیے خالی کیا کرو۔ فجر کے بعد چند لمحے قرآن کے ساتھ بیٹھو، دن میں استغفار کو معمول بناؤ، درودِ پاک کثرت سے پڑھو، رات کی تنہائی میں اپنے رب سے گفتگو کرو۔ دل کی دنیا آہستہ آہستہ بدلنے لگے گی۔ روحِ توحید کسی شور میں نہیں ملتی، یہ خاموش سجدوں، سچے آنسوؤں اور مخلص دعاؤں میں پروان چڑھتی ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت جذب و کیف کے ساتھ فرمایا:

یاد رکھو! جب روحِ توحید دل میں زندہ ہو جاتی ہے تو بندہ دنیا کے ہجوم میں بھی اپنے رب کو نہیں بھولتا۔ بازار میں ہو تو دیانت دار رہتا ہے، گھر میں ہو تو رحمت بن جاتا ہے، مسجد میں ہو تو خشوع اختیار کرتا ہے، تنہائی میں ہو تو گناہ سے بچتا ہے، اور آزمائش میں ہو تو صبر کا دامن نہیں چھوڑتا۔ یہی وہ کیفیت ہے جو انسان کو صرف نیک نہیں بلکہ اللہ کا محبوب بندہ بنا دیتی ہے۔

حافظ صاحب نے دونوں ہاتھ دعا کے لیے بلند کیے، چہرے پر عاجزی، آنکھوں میں آنسو اور زبان پر دعا تھی، پھر فرمایا:

اے اللہ! ہمارے دلوں میں روحِ توحید کو ہمیشہ زندہ رکھ۔ ہمیں اپنی معرفت، اپنی محبت، اپنے ذکر، اپنے قرب اور اپنی رضا کی دولت عطا فرما۔ ہمیں اپنے محبوب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی کامل اتباع نصیب فرما۔ ہمارے نفس کا تزکیہ فرما، ہمیں اخلاص، تقویٰ، صبر، شکر، حسنِ اخلاق، والدین کی خدمت، بندوں کے حقوق کی ادائیگی، سچی توبہ اور دعوتِ دین کی توفیق عطا فرما۔ ہمارے دلوں سے غفلت کے پردے ہٹا دے، ہماری قبروں کو نور سے بھر دے، ہمیں جہنم کے عذاب سے محفوظ رکھ، جنت الفردوس میں اپنے دیدار کی نعمت، اپنے انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کی رفاقت عطا فرما، اور ہمارا خاتمہ کامل ایمان، کامل توحید، کامل اخلاص اور اپنی دائمی رضا پر فرما۔ آمین۔

حقیقتِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

تمام تعریفیں اس اللہ جلّ جلالہٗ کے لیے ہیں جو ازل سے ہے اور ابد تک رہے گا، جس کی ذات ہر نقص سے پاک، ہر کمال سے آراستہ، ہر عظمت سے بلند اور ہر تعریف سے برتر ہے۔ وہی خالقِ ارض و سما، وہی مالکِ ملک و ملکوت، وہی دلوں کو ایمان کی روشنی عطا کرنے والا اور وہی اپنے فضل و کرم سے بندوں کو اپنی معرفت کے سمندر سے سیراب فرمانے والا ہے۔ اس کی رحمت ہر شے پر محیط، اس کا علم ہر ظاہر و باطن کو محیط اور اس کی حکمت ہر فیصلے میں جلوہ گر ہے۔

وہی ایسا رب ہے جس کے ایک حکم سے عدم وجود میں بدل جاتا ہے، مردہ زمین زندگی پا لیتی ہے، بے نور دل ایمان سے روشن ہو جاتے ہیں اور گناہوں میں ڈوبا ہوا

انسان توبہ کے ذریعے پاکیزگی حاصل کر لیتا ہے۔ اس کا کرم ہر امید سے وسیع، اس کا لطف ہر تصور سے بلند اور اس کی محبت ہر محبت سے بڑھ کر ہے۔ تمام عزتیں اسی کے در سے ملتی ہیں اور تمام سہارے آخر کار اسی کے سامنے جھک جاتے ہیں۔

ہم اسی کی حمد کرتے ہیں، اسی سے مدد چاہتے ہیں، اسی پر بھروسہ کرتے ہیں، اسی کی بارگاہ میں اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہیں اور اسی سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں کلمۂ طیبہ کی حقیقت سمجھنے، اس پر زندہ رہنے اور اسی پر خاتمہ پانے کی توفیق عطا فرمائے۔

حافظ صاحب نے نہایت سکون سے اپنی نگاہیں آسمان کی طرف اٹھائیں، پھر دل میں اتر جانے والی آواز میں فرمایا:

اے میرے عزیزو! آج میں تمہارے سامنے دنیا کے سب سے عظیم جملے کی حقیقت بیان کرنا چاہتا ہوں۔ یہ وہ کلمات ہیں جن کے لیے انبیائے کرام علیہم السلام نے دعوت دی، جن کے لیے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے جانیں قربان کیں، جن کے ذریعے تاریک دل روشن ہوئے، جنہوں نے غلاموں کو عزت بخشی، گمراہوں کو ہدایت دی اور مردہ دلوں میں ایمان کی روح پھونک دی۔ وہ کلمات ہیں: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھرے لہجے میں فرمایا:

اے میرے بھائیو! بہت سے لوگ یہ کلمہ زبان سے پڑھتے ہیں، لیکن اس کی حقیقت کو دل میں اتارنے کی کوشش نہیں کرتے۔ یاد رکھو! لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ صرف چند الفاظ نہیں، بلکہ پوری زندگی کا راستہ ہے۔ یہ انسان کے دل، فکر، کردار، عبادت، محبت، امید، خوف، اعتماد اور مقصدِ حیات کو بدل دینے والا پیغام ہے۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

اس کلمے کا پہلا حصہ لَآ اِلٰهَ ہے، یعنی ہر اس چیز کی نفی جسے اللہ کے سوا معبود بنایا جائے، جس پر اللہ سے بڑھ کر بھروسہ کیا جائے، جس سے اللہ سے زیادہ ڈرا جائے یا

جس کی محبت اللہ کی محبت پر غالب آ جائے۔ پھر اس کے بعد اِلَّا اللہُ آتا ہے، یعنی صرف اللہ ہی عبادت کے لائق، صرف وہی سجدے کا مستحق، صرف وہی امیدوں کا مرکز، صرف وہی دلوں کا سہارا اور صرف وہی کائنات کا حقیقی مالک ہے۔ یہی حقیقتِ توحید ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا: اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں ارشاد فرمایا:

فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

ترجمہ: پس جان لو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔

(محمد:19)

پہلے جان لو فرمایا، پھر کلمہ بیان فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ صرف الفاظ دہرانا کافی نہیں، بلکہ اس حقیقت کو جاننا، سمجھنا اور اس کے مطابق زندگی گزارنا بھی ضروری ہے۔

حافظ صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا:

ایک مثال سے سمجھو۔ اگر کوئی مریض ڈاکٹر سے دوا لے آئے، اسے الماری میں رکھ دے، سب کو دکھاتا پھرے کہ میرے پاس بہترین دوا موجود ہے، لیکن کبھی اسے استعمال نہ کرے، تو کیا وہ صحت یاب ہو جائے گا؟ ہرگز نہیں۔ اسی طرح صرف کلمہ پڑھ لینا کافی نہیں، جب تک اس کا اثر انسان کے اخلاق، عبادت، معاملات، نیت، محبت اور کردار میں ظاہر نہ ہو۔ کلمہ دل میں اترے تو زندگی بدلتی ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت درد بھرے انداز میں فرمایا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تیرہ برس مکہ مکرمہ میں لوگوں کو زیادہ تر یہی سکھایا کہ اپنے دلوں کو صرف اللہ کے لیے خالص کر لو۔ اس لیے کہ جب دل درست ہو جاتا ہے تو

اعمال خود بخود درست ہونے لگتے ہیں۔ کلمۂ طیبہ انسان کو سب سے پہلے باطن کی اصلاح سکھاتا ہے، پھر ظاہر بھی سنور جاتا ہے۔

حافظ صاحب نے آسمان کی طرف دیکھا اور فرمایا:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کلمے کو صرف زبان سے نہیں پڑھا تھا بلکہ اپنی پوری زندگی میں اس کا عملی ثبوت دیا۔ جب تمام لوگ پریشان تھے تو ان کا دل مطمئن تھا، کیونکہ ان کے دل میں یقین تھا کہ اللہ کافی ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی عدالت، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی سخاوت اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی حکمت، سب اسی کلمے کی برکت کے پھول تھے۔

حافظ صاحب کی آنکھیں نم ہوگئیں اور فرمایا: اے اللہ کے بندو! حقیقت لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ یہ بھی ہے کہ بندہ اپنے نفس کو بھی معبود نہ بنائے۔

قرآن میں فرمایا گیا:

اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ

ترجمہ: بھلا تم نے اسے دیکھا جس نے اپنی خواہشِ نفس کو اپنا معبود بنالیا؟

(الجاثیہ:23)

جس نے اپنی خواہشات کو اپنا معبود بنالیا، وہ بھی گمراہی کے راستے پر چل پڑا۔ اس لیے ہر خواہش کو اللہ کے حکم کے تابع کرنا ہی کلمے کی روح ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت سے فرمایا:

میرے عزیز! کبھی تم نے اپنے دل سے یہ سوال کیا ہے کہ جب تم کسی مشکل میں پھنس جاتے ہو تو سب سے پہلے تمہارے دل کی نگاہ کس طرف اٹھتی ہے؟ اللہ کی طرف یا دنیا کے سہاروں کی طرف؟ جب خوشی ملتی ہے تو تم سب سے پہلے کس کا شکر ادا کرتے ہو؟ جب گناہ کا موقع ملتا ہے تو تمہیں لوگوں کا خوف زیادہ ہوتا ہے یا اللہ کا؟

ان سوالوں کے جواب تمہیں بتا دیں گے کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ تمہاری زبان پر زیادہ ہے یا تمہارے دل میں۔

حافظ صاحب نے نہایت حکمت سے فرمایا:

اس کلمے کا اثر صرف مسجد تک محدود نہیں رہتا۔ جو شخص حقیقت لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کو سمجھ لیتا ہے، وہ تجارت میں جھوٹ نہیں بولتا، ملازمت میں خیانت نہیں کرتا، والدین کی خدمت کو سعادت سمجھتا ہے، بیوی بچوں کے ساتھ حسنِ سلوک کرتا ہے، یتیم پر رحم کرتا ہے، غریب کی مدد کرتا ہے، وعدہ پورا کرتا ہے اور بندوں کے حقوق ادا کرتا ہے، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ میرا رب ہر حال میں مجھے دیکھ رہا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت جذب و کیف کے ساتھ فرمایا:

اے میرے عزیزو! اس کلمے کی حقیقت یہ ہے کہ انسان کی محبت کا مرکز اللہ ہو، اس کے رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی سنت اس کی زندگی کا راستہ ہو، ذکرِ الٰہی اس کے دل کی غذا ہو، توبہ اس کا معمول ہو، صبر اس کا لباس ہو، شکر اس کی زبان پر ہو، اخلاص اس کے اعمال میں ہو، تقویٰ اس کی پہچان ہو اور آخرت اس کی سب سے بڑی فکر ہو۔ یہی وہ زندگی ہے جو دنیا میں بھی عزت دیتی ہے اور آخرت میں بھی کامیابی عطا کرتی ہے۔

حافظ صاحب نے دونوں ہاتھ دعا کے لیے بلند کیے، حاضرین پر محبت بھری نگاہ ڈالی اور نہایت عاجزی سے فرمایا:

اے اللہ! ہمیں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کی حقیقت نصیب فرما۔ ہمارے دلوں کو اپنی معرفت سے بھر دے، اپنی محبت میں زندہ رکھ، اپنے ذکر کو ہماری روح کی غذا بنا دے، ہمیں اپنے محبوب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی کامل اتباع عطا فرما۔ ہمارے نفس کا تزکیہ فرما، ہمیں اخلاص، تقویٰ، صبر، شکر، حسنِ اخلاق، والدین کی خدمت، بندوں کے حقوق کی ادائیگی اور سچی توبہ کی توفیق عطا فرما۔ ہماری زندگی کو کلمۂ طیبہ کا

عملی نمونہ بنادے، ہماری قبروں کو اپنے نور سے منور فرما، ہمیں جہنم سے محفوظ رکھ، جنت الفردوس میں اپنے مقرب بندوں کی معیت عطا فرما اور ہمارا خاتمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ پر فرما۔ آمین۔

توحید اور ایمان

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے ایمان کو دلوں کی زندگی، توحید کو روحوں کا نور، اپنے ذکر کو سینوں کا سکون، اپنی رحمت کو گناہگاروں کی امید اور اپنی معرفت کو اہلِ یقین کی سب سے بڑی دولت بنایا۔ وہی آسمانوں اور زمین کا مالک، وہی دلوں کو پلٹنے والا، وہی ہدایت دینے والا اور وہی اپنے فضل سے بندوں کو کفر کی تاریکیوں سے ایمان کے اجالے میں لانے والا ہے۔

وہی ایسا کریم رب ہے جس کے خزانے کبھی ختم نہیں ہوتے، جس کی رحمت کبھی محدود نہیں ہوتی، جس کی حکمت ہر فیصلے میں جلوہ گر ہوتی ہے اور جس کا علم ہر ظاہر و پوشیدہ چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ وہی مایوس دلوں کو امید دیتا ہے، گناہگاروں کو معاف فرماتا ہے، توبہ کرنے والوں کو اپنے قریب کرتا ہے اور اپنے مخلص بندوں کو ایمان کی حلاوت عطا فرماتا ہے۔

ہم اسی کی حمد کرتے ہیں، اسی کی کبریائی بیان کرتے ہیں، اسی کے سامنے اپنے دل جھکاتے ہیں اور اسی سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمارے ایمان کو اپنی توحید کے نور سے مضبوط فرمائے، ہمیں اپنے محبوب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی کامل اتباع نصیب فرمائے اور ہمارے دلوں کو ہمیشہ اپنی رضا کا طالب بنائے۔

حافظ صاحب نے نہایت سکون سے حاضرین کی طرف دیکھا، پھر اپنے مبارک ہاتھ کو سینے پر رکھا اور فرمایا:

اے میرے عزیزو! آج ہم ایک ایسے تعلق کی گفتگو کریں گے جسے سمجھے بغیر نہ ایمان مکمل ہوتا ہے اور نہ زندگی سنورتی ہے۔ وہ تعلق توحید اور ایمان کا ہے۔ یاد رکھو! توحید ایمان کی بنیاد ہے اور ایمان توحید کی خوشبو۔ اگر بنیاد مضبوط نہ ہو تو عمارت زیادہ دیر قائم نہیں رہتی، اور اگر عمارت نہ ہو تو بنیاد کا حسن بھی ظاہر نہیں ہوتا۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھرے لہجے میں فرمایا:

اے میرے بھائیو! بہت سے لوگ ایمان کو صرف زبان کا اقرار سمجھتے ہیں، لیکن ایمان اس سے کہیں بڑھ کر ہے۔ ایمان یہ ہے کہ دل اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایسا یقین رکھے کہ زندگی کا ہر فیصلہ اسی یقین کی روشنی میں ہو۔ جب انسان لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ کو دل کی گہرائی سے قبول کر لیتا ہے تو اس کی سوچ، اس کی نیت، اس کا کردار، اس کی عبادت اور اس کے معاملات سب بدلنے لگتے ہیں۔

حافظ صاحب نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی اور فرمایا: اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں ارشاد فرمایا:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَ جِلَتْ قُلُوْبُهُمْ

ترجمہ: سچے مومن وہ ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل لرز اٹھتے ہیں۔

(الانفال:2)

اے میرے دوستو! یہ لرزنا خوفِ محرومی کا بھی ہے، محبت کا بھی ہے، ادب کا بھی

ہے اور اللہ کی عظمت کے احساس کا بھی۔ یہی تو ایمان کی وہ کیفیت ہے جو توحید کے نور سے پیدا ہوتی ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت درد بھرے انداز میں فرمایا:

ایمان صرف زبان سے میں مسلمان ہوں کہہ دینے کا نام نہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو منافقین بھی کامیاب ہو جاتے، کیونکہ وہ بھی زبان سے ایمان کا دعویٰ کرتے تھے۔ لیکن ایمان وہ ہے جو دل میں اتر جائے، پھر آنکھوں کو گناہ سے بچائے، زبان کو جھوٹ سے روکے، ہاتھوں کو ظلم سے محفوظ رکھے اور قدموں کو اللہ کی اطاعت کی طرف لے جائے۔

حافظ صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا:

ایک مثال سے سمجھو۔ اگر کسی مکان کی بنیاد مضبوط ہو مگر اس کی دیواروں کی حفاظت نہ کی جائے تو وقت کے ساتھ وہ کمزور ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح اگر انسان توحید کا دعویٰ کرے مگر ایمان کی حفاظت نماز، ذکر، قرآن، توبہ اور تقویٰ سے نہ کرے تو دل کمزور ہونے لگتا ہے۔ ایمان کو بھی غذا چاہیے، اور اس کی غذا اللہ کا ذکر، رسول اللہ ﷺ کی سنت اور نیک اعمال ہیں۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

اے اللہ کے بندو! توحید ایمان کو استقامت عطا کرتی ہے۔ جب مشکلات آتی ہیں تو مومن گھبراتا نہیں، کیونکہ اسے یقین ہوتا ہے کہ میرا رب میرے حال سے باخبر ہے۔ جب رزق میں تنگی آتی ہے تو وہ حرام کی طرف ہاتھ نہیں بڑھاتا، کیونکہ اسے یقین ہوتا ہے کہ رزق کا مالک اللہ ہے۔ جب دنیا کی چمک دمک سامنے آتی ہے تو وہ دین کو نہیں بیچتا، کیونکہ اس کے دل میں آخرت کی روشنی زندہ ہوتی ہے۔

حافظ صاحب کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں اور فرمایا:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایمان صرف الفاظ نہیں تھا، بلکہ یقین کا

سمندر تھا۔ جب لوگ واقعۂ معراج پر شک کر رہے تھے تو انہوں نے فرمایا کہ اگر یہ بات رسول اللہ ﷺ نے فرمائی ہے تو یقیناً سچ ہے۔ دیکھو! یہ ایمان تھا، اور اس ایمان کی جڑ توحید میں تھی۔ جس نے اللہ کو پہچان لیا، اس کے لیے اللہ کے رسول ﷺ کی ہر بات پر یقین کرنا آسان ہو گیا۔

حافظ صاحب نے نہایت شفقت سے فرمایا:

میرے عزیز! کبھی تم نے اپنے دل سے یہ سوال کیا ہے کہ اگر آج تمہاری زندگی کا آخری دن ہو اور تم اپنے رب کے سامنے کھڑے ہو جاؤ، تو کیا تمہیں اپنے ایمان کی مضبوطی پر اطمینان ہوگا؟ کیا تمہارا دل گواہی دے گا کہ تم نے اللہ کو سب سے زیادہ چاہا، اس کے رسول ﷺ کی سنت کو اپنی زندگی بنایا، والدین کے حقوق ادا کیے، بندوں کو تکلیف سے بچایا اور اپنے نفس کا محاسبہ کیا؟ اس سوال کا جواب صرف تمہارا دل دے سکتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھرے لہجے میں فرمایا:

اے میرے بھائیو! ایمان اور توحید کا تعلق ایسے ہی ہے جیسے جسم اور روح کا۔ جسم زندہ نظر آ سکتا ہے، مگر روح نکل جائے تو وہ بے جان ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اعمال بہت ہو سکتے ہیں، مگر اگر ان میں توحید، اخلاص اور اللہ کی رضا نہ ہو تو وہ اپنے حقیقی حسن سے محروم رہ جاتے ہیں۔ اس لیے ہر عمل سے پہلے اپنی نیت کو دیکھو، ہر عبادت سے پہلے اپنے دل کو دیکھو اور ہر فیصلے سے پہلے یہ سوچو کہ کیا اس سے میرا رب راضی ہوگا؟

حافظ صاحب نے نہایت حکمت سے فرمایا:

ایمان کی حفاظت کے لیے چند چیزوں کو مضبوطی سے تھام لو۔ قرآنِ کریم سے روزانہ تعلق قائم رکھو، پنج وقتہ نماز کو اپنی زندگی کا ستون بنا لو، کثرت سے لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ اور درود شریف پڑھو، والدین کی خدمت میں کوتاہی نہ کرو، لوگوں کے حقوق ادا

کرو، حلال رزق اختیار کرو، اور ہر رات سونے سے پہلے اپنے اعمال کا محاسبہ کرو۔ یہ معمول دل کو زندہ رکھتے ہیں اور ایمان کو تازگی عطا کرتے ہیں۔

حافظ صاحب نے نہایت سوز و گداز کے ساتھ فرمایا:

یاد رکھو! ایمان ایک چراغ ہے اور توحید اس کا نور۔ اگر چراغ کو مسلسل تیل نہ ملے تو وہ بجھ جاتا ہے۔ اسی طرح اگر دل کو ذکرِ الٰہی، توبہ، استغفار، شکر، صبر، اخلاص اور تقویٰ کی غذا نہ ملے تو ایمان کمزور ہونے لگتا ہے۔ اس لیے اپنے دل کی حفاظت اسی طرح کرو جیسے ایک ماں اپنے ننھے بچے کی حفاظت کرتی ہے۔

حافظ صاحب نے دونوں ہاتھ دعا کے لیے بلند کیے، ان کی آواز میں عاجزی، چہرے پر محبت اور دل میں امت کی خیر خواہی موجزن تھی، پھر فرمایا:

اے اللہ! ہمارے دلوں کو اپنی توحید کے نور اور ایمان کی قوت سے ہمیشہ زندہ رکھ۔ ہمیں اپنی معرفت عطا فرما، اپنی محبت نصیب فرما، اپنے ذکر کی لذت عطا فرما، اپنے محبوب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی کامل اتباع نصیب فرما۔ ہمارے نفس کا تزکیہ فرما، ہمیں اخلاص، تقویٰ، صبر، شکر، حسنِ اخلاق، والدین کی خدمت، بندوں کے حقوق کی ادائیگی، دعوت و اصلاح اور سچی توبہ کی توفیق عطا فرما۔ ہمارے ایمان کو ہر فتنے سے محفوظ رکھ، ہماری قبروں کو اپنے نور سے منور فرما، ہمیں جہنم کے عذاب سے بچا، جنت الفردوس میں اپنے انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کی رفاقت عطا فرما، اور ہمارا خاتمہ کامل ایمان، کامل توحید اور اپنی دائمی رضا پر فرما۔ آمین۔

توحید اور عبادت

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو عبادت کا واحد مستحق، محبت کا حقیقی مرکز، امیدوں کا آخری سہارا، رحمت کا بے کراں سمندر اور تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ وہی دلوں کو ایمان عطا کرنے والا، روحوں کو اپنے ذکر سے زندہ رکھنے والا، بندوں کو اپنی اطاعت کی توفیق دینے والا اور اپنی بے پایاں عنایت سے سجدہ کرنے والوں کو اپنے قرب کی دولت عطا فرمانے والا ہے۔ اس کی ذات ہر عیب سے پاک، اس کی صفات ہر کمال سے مزین، اس کا جلال ہر عظمت سے بلند اور اس کا احسان ہر شمار سے بڑھ کر ہے۔

وہی ایسا کریم رب ہے کہ جو اپنے در پر آنے والے کو کبھی محروم نہیں لوٹاتا، جو ٹوٹے ہوئے دلوں کو سنبھالتا ہے، بھٹکے ہوئے قدموں کو ہدایت دیتا ہے، غفلت میں ڈوبے ہوئے دلوں کو بیدار کرتا ہے اور اپنی رحمت کے سائے میں بندوں کو دنیا و آخرت کی کامیابیاں عطا فرماتا ہے۔ اس کی حکمت بے مثال، اس کا لطف بے مثال اور اس کی مغفرت ہر گناہ سے وسیع تر ہے۔

ہم اسی کی حمد کرتے ہیں، اسی کے حضور سجدہ ریز ہوتے ہیں، اسی کی وحدانیت کا اقرار کرتے ہیں اور اسی سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہماری عبادتوں کو اپنی رضا کے لیے خالص بنا دے، ہمارے دلوں کو اپنی محبت سے آباد رکھے اور ہمیں ہر لمحہ اپنی بندگی کی لذت عطا فرمائے۔

حافظ صاحب نے نہایت وقار کے ساتھ حاضرین کی طرف دیکھا، پھر چند لمحے خاموش رہے، جیسے دل میں اترنے والی کسی حقیقت کو الفاظ کا لباس پہنا رہے ہوں، اس کے بعد فرمایا:

اے میرے عزیزو! آج ہم اس راز کی گفتگو کریں گے جسے سمجھے بغیر نہ عبادت کا حسن ظاہر ہوتا ہے اور نہ بندگی کی مٹھاس نصیب ہوتی ہے۔ وہ راز توحید اور عبادت کا تعلق ہے۔ یاد رکھو! توحید عبادت کی روح ہے، اور عبادت توحید کا عملی اظہار۔ اگر

توحید نہ ہوتو عبادت بے جان ہے، اور اگر عبادت نہ ہوتو توحید کا دعویٰ ادھورا رہ جاتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھرے لہجے میں فرمایا:

اے میرے بھائیو! اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس لیے پیدا نہیں کیا کہ وہ صرف کھائے، سوئے، کمائے اور دنیا کی آسائشوں میں گم ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں فرمایا:

وَ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ﴿۵۶﴾

ترجمہ: اور میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔

(الذاریات:56)

غور کرو! زندگی کا مقصد عبادت ہے، اور عبادت کا مقصد اللہ کی رضا ہے، نہ کہ لوگوں کی تعریف یا دنیا کی کامیابی۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

میرے دوستو! عبادت صرف نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کا نام نہیں۔ عبادت ایک ایسی کیفیت کا نام ہے جس میں بندہ اپنی پوری زندگی اللہ کے حکم کے مطابق گزارنے کی کوشش کرتا ہے۔ اگر تم سچ بولتے ہو کیونکہ اللہ نے سچ بولنے کا حکم دیا ہے، تو یہ عبادت ہے۔ اگر تم والدین کی خدمت اللہ کی رضا کے لیے کرتے ہو، تو یہ عبادت ہے۔ اگر تم حلال رزق کماتے ہو، کسی مظلوم کی مدد کرتے ہو، کسی کے دل کو ٹوٹنے سے بچاتے ہو، تو یہ بھی عبادت ہے، بشرطیکہ نیت اللہ کی رضا ہو۔ یہی توحید کا تقاضا ہے۔

حافظ صاحب نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی اور فرمایا:

رسول اللہ ﷺ کی پوری زندگی عبادت تھی۔ آپ ﷺ صرف مسجد میں عبادت کرنے والے نہیں تھے، بلکہ بازار میں بھی عبادت، گھر میں بھی عبادت، سفر میں بھی عبادت، لوگوں کے ساتھ حسنِ سلوک بھی عبادت، یتیم پر شفقت بھی عبادت، والدین کے حقوق کی تعلیم بھی عبادت، اور امت کی خیر خواہی بھی عبادت تھی۔ اس لیے جو شخص رسول اللہ ﷺ کی سنت کو اپناتا ہے، وہ اپنی پوری زندگی کو عبادت بنا لیتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

اے اللہ کے بندو! عبادت کا حسن اس کے ظاہر میں نہیں بلکہ اس کے باطن میں ہے۔ دو انسان ایک ہی صف میں کھڑے ہوتے ہیں، ایک کی نماز آسمان تک پہنچتی ہے اور دوسرے کی نماز اس کے چہرے پر واپس لوٹا دی جاتی ہے۔ فرق رکوع اور سجدے کا نہیں، فرق دل کا ہے۔ ایک کا دل اللہ کے لیے جھکا ہوا ہے اور دوسرے کا دل دنیا کی طرف متوجہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اخلاص کے بغیر عبادت اپنی روح کھو دیتی ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت سے فرمایا:

ایک مثال سے سمجھو۔ اگر کوئی شخص کسی بادشاہ کے دربار میں حاضر ہو مگر اس کی توجہ ہر طرف ہو، صرف بادشاہ کی طرف نہ ہو، تو کیا اس کی حاضری ادب کہلائے گی؟ ہرگز نہیں۔ اسی طرح جب بندہ نماز میں کھڑا ہو اور دل بازار، کاروبار، لوگوں یا خواہشات میں بھٹکتا رہے تو عبادت کا نور کم ہو جاتا ہے۔ لیکن جب دل صرف اللہ کی طرف متوجہ ہو جائے تو چند لمحوں کی نماز بھی پوری زندگی بدل سکتی ہے۔

حافظ صاحب کی آنکھیں نم ہو گئیں اور فرمایا:

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے بارے میں آتا ہے کہ نماز میں

اس قدر محو ہو جاتے تھے کہ دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو جاتے۔ یہ کیفیت اس لیے پیدا ہوئی کہ ان کے دل میں توحید زندہ تھی۔ جس دل میں اللہ کی عظمت اتر جائے، اس کے لیے عبادت دنیا کا سب سے حسین لمحہ بن جاتی ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت درد بھرے لہجے میں فرمایا:

میرے عزیز! کبھی تم نے اپنے دل سے یہ سوال کیا ہے کہ تم نماز اس لیے پڑھتے ہو کہ فرض ادا ہو جائے، یا اس لیے کہ تمہیں اپنے رب سے ملاقات کا شوق ہے؟ جب تم دعا کے لیے ہاتھ اٹھاتے ہو تو صرف ضرورتیں مانگتے ہو یا اپنے رب کی قربت بھی طلب کرتے ہو؟ جب تم قرآن پڑھتے ہو تو صرف ثواب کے لیے یا اس لیے کہ یہ تمہارے محبوب رب کا کلام ہے؟ ان سوالوں کے جواب تمہیں تمہاری عبادت کی حقیقت بتا دیں گے۔

حافظ صاحب نے نہایت شفقت سے فرمایا:

عبادت کا ایک عظیم اثر یہ بھی ہے کہ وہ انسان کے اخلاق کو سنوار دیتی ہے۔ اگر نماز کے باوجود زبان جھوٹ بولتی رہے، اگر روزے کے باوجود دل میں حسد باقی رہے، اگر حج کے باوجود تکبر ختم نہ ہو، اگر تلاوت کے باوجود والدین کے حقوق ادا نہ ہوں، تو بندے کو اپنی عبادت کا محاسبہ کرنا چاہیے۔ عبادت وہی ہے جو انسان کو بہتر انسان بنا دے، کیونکہ توحید صرف عقیدہ نہیں بلکہ کردار کی تعمیر بھی ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت حکمت سے فرمایا:

اپنے دن کا آغاز اللہ کے ذکر سے کرو، اپنے کام کا آغاز بسم اللہ سے کرو، اپنے فیصلوں میں استخارہ کو جگہ دو، رزق میں حلال کو اختیار کرو، لوگوں کے ساتھ نرمی سے پیش آؤ، ہر رات سونے سے پہلے استغفار کرو، اور ہر نیکی کے بعد اللہ کا شکر ادا کرو۔ آہستہ آہستہ تم محسوس کرو گے کہ تمہاری پوری زندگی عبادت میں تبدیل ہو رہی ہے۔ یہی توحید کا کمال ہے کہ وہ انسان کے ہر جائز عمل کو اللہ کی رضا کے ساتھ جوڑ دیتی

ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت جذب وکیف کے ساتھ فرمایا:

اے میرے بھائیو! دنیا کی سب سے بڑی عبادت وہ ہے جو انسان کو اللہ کے قریب کردے۔ اگر عبادت کے بعد دل میں عاجزی بڑھ جائے، آنکھوں میں آنسو آ جائیں، زبان پر شکر آ جائے، گناہوں سے نفرت پیدا ہو جائے، والدین کی خدمت کا جذبہ بڑھ جائے، بندوں کے حقوق کی فکر پیدا ہو جائے اور رسول اللہ ﷺ کی سنت سے محبت بڑھ جائے، تو سمجھ لو کہ تمہاری عبادت میں توحید کی روح پیدا ہو رہی ہے۔ یہی وہ عبادت ہے جو قبر کو روشن کرتی ہے، پل صراط کو آسان بناتی ہے اور جنت الفردوس کی طرف لے جاتی ہے۔

حافظ صاحب نے دونوں ہاتھ دعا کے لیے بلند کیے، چہرہ خشوع سے جھکا ہوا تھا اور آواز محبت سے لبریز تھی، پھر فرمایا:

اے اللہ! ہماری عبادتوں کو اپنی رضا کے لیے خالص بنا دے۔ ہمارے دلوں کو اپنی توحید کے نور سے روشن فرما، اپنی معرفت کی دولت عطا فرما، اپنے ذکر کی مٹھاس نصیب فرما، اپنے محبوب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی کامل محبت اور سنت کی پیروی عطا فرما۔ ہمارے نفس کا تزکیہ فرما، ہمیں اخلاص، تقویٰ، صبر، شکر، حسنِ اخلاق، والدین کی خدمت، بندوں کے حقوق کی ادائیگی اور سچی توبہ کی توفیق عطا فرما۔ ہماری نمازوں میں خشوع، ہماری دعاؤں میں قبولیت، ہمارے اعمال میں برکت، ہمارے دلوں میں اپنا قرب اور ہماری زندگی میں اپنی رضا عطا فرما۔ ہماری قبروں کو نور سے بھر دے، ہمیں جہنم کے عذاب سے محفوظ رکھ، جنت الفردوس میں اپنے انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کی معیت عطا فرما، اور ہمارا خاتمہ کامل ایمان، کامل توحید، خالص عبادت اور اپنی دائمی رضا پر فرما۔ آمین۔

توحید اور اطاعت الٰہی

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے اپنے بندوں کو اپنی بندگی کا شرف عطا فرمایا، ایمان کے ذریعے دلوں کو زندہ کیا، ہدایت کے راستے واضح فرمائے، اپنی رحمت سے گناہگاروں کو توبہ کی توفیق دی اور اپنے فضل سے اطاعت گزار بندوں کو دنیا و آخرت کی کامیابیاں عطا فرمائیں۔ وہی ربِ کریم، وہی مالکِ حقیقی، وہی حکیمِ مطلق اور وہی ہر نعمت کا سرچشمہ ہے۔ وہی ایسا مہربان رب ہے کہ بندہ اس کی طرف رجوع کرے تو وہ ستر ماؤں سے زیادہ رحم فرماتا ہے، اس کے حکم پر چلنے والوں کے لیے آسانیاں پیدا فرماتا ہے، صبر کرنے والوں کے ساتھ اپنی معیت عطا کرتا ہے اور شکر کرنے والوں پر اپنی نعمتیں بڑھا دیتا ہے۔ اس کا علم ہر دل کی کیفیت جانتا ہے اور اس کی رحمت ہر توبہ کرنے والے کو اپنی آغوش میں لے لیتی ہے۔ ہم اسی کی حمد کرتے ہیں، اسی کی کبریائی کا اقرار کرتے ہیں، اسی کے سامنے عاجزی سے جھکتے ہیں اور اسی سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمارے دلوں کو اپنی توحید کے نور سے روشن اور اپنی اطاعت کی مٹھاس سے آباد فرما دے۔ حا

فظ صاحب نے نہایت محبت سے حاضرین کی طرف دیکھا، پھر آہستہ سے فرمایا:

اے میرے عزیزو! آج ہم ایک ایسی حقیقت کی گفتگو کریں گے جسے سمجھے بغیر نہ توحید مکمل ہوتی ہے اور نہ ایمان کا ذائقہ نصیب ہوتا ہے۔ وہ حقیقت توحید اور اطاعتِ الٰہی کا تعلق ہے۔ بہت سے لوگ سمجھتے ہیں کہ توحید صرف یہ کہہ دینے کا نام ہے کہ اللہ ایک ہے، مگر میں کہتا ہوں کہ توحید کا سچا ثبوت اللہ کے حکم کے آگے سر جھکا

دینا ہے۔ جو دل اللہ کو واحد معبود مانتا ہے مگر اس کے حکم کو اہمیت نہیں دیتا، اس کی توحید ابھی کامل نہیں ہوئی۔ حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا: اے میرے بھائیو!

قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ

ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور جو تم میں سے صاحبان امر ہیں۔

(النساء:59)

غور کرو! ایمان کے بعد سب سے بڑا مطالبہ اطاعت کا ہے۔ کیوں؟ اس لیے کہ محبت کا ثبوت اطاعت ہے، اور توحید کا پھل بھی اطاعت ہے۔ جب بندہ اپنے رب کو پہچان لیتا ہے تو پھر اس کے حکم کے سامنے اپنی خواہش کو قربان کرنا سیکھ لیتا ہے۔ حافظ صاحب نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی اور فرمایا: میرے دوستو! حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھیے۔ بیٹے کی محبت تھی، بڑھاپے کی نعمت تھی، مگر جب اللہ کا حکم آیا تو دل نے یہ نہیں کہا کہ یہ بہت مشکل ہے، بلکہ زبان نے کہا:

قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۳۱﴾

ترجمہ: کہا میں نے اپنے آپ کو تمام جہانوں کے رب کے سپرد کر دیا۔

(البقرۃ:131)

یہی توحید ہے کہ اللہ کا حکم اپنی خواہش سے بڑا ہو جائے۔ حافظ صاحب نے نہایت شفقت سے فرمایا: ایک روزمرہ کی مثال سنو۔ اگر ایک مریض ڈاکٹر پر یقین رکھتا ہو تو وہ کڑوی دوا بھی پی لیتا ہے، پرہیز بھی کرتا ہے اور علاج کی تکلیف بھی

برداشت کرتا ہے، کیونکہ اسے معلوم ہوتا ہے کہ میری صحت اسی میں ہے۔ اسی طرح جس بندے کو اپنے رب کی حکمت پر یقین ہو جاتا ہے، وہ نماز کی پابندی کرتا ہے، گناہوں سے بچتا ہے، حلال رزق اختیار کرتا ہے، کیونکہ اسے معلوم ہوتا ہے کہ میری دنیا اور آخرت کی بھلائی اسی میں ہے۔ حافظ صاحب نے نہایت درد بھرے لہجے میں فرمایا: اے اللہ کے بندو! کبھی کبھی انسان کہتا ہے کہ دل تو صاف ہے، بس نماز میں سستی ہو جاتی ہے، یا حرام سے بچنا مشکل ہے، یا پردے میں دشواری ہے، یا والدین کی خدمت کا وقت نہیں ملتا۔ میرے عزیزو! دل کی صفائی کا سب سے بڑا ثبوت اطاعت ہے۔ اگر دل واقعی اللہ سے محبت کرتا ہو تو وہ اس کے حکم کو نظر انداز نہیں کرتا۔ حافظ صاحب کی آنکھیں نم ہو گئیں اور فرمایا: رسول اللہ ﷺ کی پوری زندگی اطاعتِ الٰہی کا نمونہ تھی۔ راتوں کو قیام، دن میں دعوت، لوگوں کی خدمت، صبر، شکر، جہاد، رحمت، عدل، سب کچھ اللہ کے حکم کے لیے تھا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

ترجمہ: بے شک تمہارے لیے رسول اللہ میں بہترین نمونہ ہے۔

(الاحزاب:21)

اگر تم توحید کو زندہ کرنا چاہتے ہو تو رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کو اپنی زندگی کا راستہ بنا لو۔ حافظ صاحب نے خاموشی کے چند لمحوں کے بعد فرمایا: میرے عزیز! کبھی تم نے اپنے دل سے یہ سوال کیا ہے کہ جب اللہ کا کوئی حکم تمہاری خواہش کے خلاف آتا ہے تو تمہارا دل کس طرف جھکتا ہے؟ اللہ کی رضا کی طرف یا نفس کی خواہش کی طرف؟ یہی سوال تمہارے ایمان اور توحید کی کیفیت بتا دے گا۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت سے فرمایا:

اے میرے بھائیو! اطاعتِ الٰہی صرف مسجد تک محدود نہیں۔ والدین کے ساتھ نرمی سے بات کرنا بھی اطاعت ہے، بیوی بچوں کے حقوق ادا کرنا بھی اطاعت ہے، کاروبار میں سچ بولنا بھی اطاعت ہے، کسی غریب کی مدد کرنا بھی اطاعت ہے، کسی کے عیب کو چھپانا بھی اطاعت ہے، اور اپنے غصے کو اللہ کے لیے روک لینا بھی اطاعت ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت حکمت سے فرمایا:

تم نے کبھی دریا دیکھا ہے؟ جب وہ اپنے راستے میں بہتا ہے تو کھیتوں کو سیراب کرتا ہے، باغات کو ہرا بھرا کرتا ہے اور زندگی کا ذریعہ بنتا ہے۔ لیکن جب وہ اپنی حد سے نکل جائے تو تباہی کا سبب بن جاتا ہے۔ اسی طرح انسان کی خواہشات اگر اللہ کے حکم کے تابع رہیں تو نعمت بن جاتی ہیں، اور اگر حکمِ الٰہی سے آزاد ہو جائیں تو انسان کو گمراہی کی طرف لے جاتی ہیں۔

حافظ صاحب نے نہایت سوز و گداز کے ساتھ فرمایا:

اطاعت کی مٹھاس اس وقت محسوس ہوتی ہے جب بندہ گناہ چھوڑتا ہے۔ شروع میں نفس کو تکلیف ہوتی ہے، مگر پھر دل میں عجیب سکون اترتا ہے۔

جو شخص فجر کی نیند قربان کرتا ہے، حرام رزق چھوڑ دیتا ہے، ناجائز تعلقات سے بچ جاتا ہے، والدین کی خدمت اختیار کرتا ہے، وہ جانتا ہے کہ اللہ کی اطاعت میں ایسی راحت ہے جو نافرمانی میں کبھی نہیں ملتی۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھرے انداز میں فرمایا: اپنے گھروں میں اطاعت کا ماحول پیدا کرو۔ نماز کو اہمیت دو، قرآن کی تلاوت کرو، بچوں کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت سکھاؤ، حلال کھلاؤ، سچ بولنا سکھاؤ، بڑوں کا ادب سکھاؤ۔ یاد رکھو! توحید صرف کتابوں سے نہیں، گھروں کے ماحول سے نسلوں میں منتقل ہوتی ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت جذب وکیف کے ساتھ فرمایا:

اے اللہ کے بندو! ایک دن ہم سب نے اپنے رب کے سامنے حاضر ہونا ہے۔ اس دن صرف یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ تم نے اللہ کو ایک مانا تھا یا نہیں، بلکہ یہ بھی پوچھا جائے گا کہ اس کی وحدانیت کو ماننے کے بعد تم نے اس کے حکم پر کتنا عمل کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کو کتنا اپنایا، والدین کے حقوق کتنے ادا کیے، بندوں کو کتنا فائدہ پہنچایا اور اپنے نفس کا کتنا محاسبہ کیا۔

حافظ صاحب نے دونوں ہاتھ دعا کے لیے بلند کیے، آواز میں عاجزی اور دل میں امت کی خیر خواہی تھی، پھر فرمایا:

اے اللہ! ہمارے دلوں کو اپنی توحید کے نور سے بھر دے اور ہمیں اپنی کامل اطاعت نصیب فرما۔ ہمیں اپنی معرفت عطا فرما، اپنی محبت نصیب فرما، اپنے ذکر کی لذت عطا فرما، اپنے محبوب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کامل اتباع عطا فرما۔ ہمارے نفس کا تزکیہ فرما، ہمیں اخلاص، تقویٰ، صبر، شکر، حسنِ اخلاق، والدین کی خدمت، بندوں کے حقوق کی ادائیگی اور سچی توبہ کی توفیق عطا فرما۔ ہمیں اپنے حکم کے سامنے عاجز اور اپنی رضا کے لیے ثابت قدم بنا۔ ہماری قبروں کو نور سے بھر دے، ہمیں جہنم کے عذاب سے محفوظ رکھ، جنت الفردوس میں اپنے انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کی رفاقت عطا فرما، اور ہمارا خاتمہ کامل ایمان، کامل توحید، کامل اطاعت اور اپنی دائمی رضا پر فرما۔ آمین۔ اگلا عنوان کیا ہے؟

توحید اور بندگی الٰہی

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

تمام حمد وثنا اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس نے اپنی رحمت سے انسان کو پیدا فرمایا، اپنے فضل سے ایمان عطا کیا، اپنی ہدایت سے سیدھا راستہ دکھایا اور اپنی بے پایاں عنایت سے اپنی بندگی کا عظیم شرف عطا فرمایا۔ وہی آسمانوں اور زمین کا حقیقی مالک، دلوں کا حال جاننے والا، رازوں سے باخبر، دعاوں کو سننے والا اور اپنی رحمت سے گناہوں کو معاف فرمانے والا ہے۔ اس کی ذات ہر نقص سے منزہ، اس کی صفات ہر کمال سے مزین، اس کی حکمت ہر فیصلہ میں روشن اور اس کا کرم ہر لمحہ اپنے بندوں پر سایہ فگن ہے۔

وہی ایسا پروردگار ہے جو اپنے ذکر سے غافل دلوں کو بیدار کرتا ہے، اپنے نور سے تاریک سینوں کو روشن کرتا ہے، اپنے قرب سے بے چین روحوں کو سکون دیتا ہے اور اپنے فضل سے بندوں کو بندگی کی مٹھاس عطا فرماتا ہے۔ اسی کی قدرت ہر چیز پر غالب، اسی کی رحمت ہر مایوس کے لیے امید اور اسی کی محبت ہر محبت سے بڑھ کر ہے۔

ہم اسی کی حمد کرتے ہیں، اسی کے سامنے عاجزی سے جھکتے ہیں، اسی کی وحدانیت کا اقرار کرتے ہیں اور اسی سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمارے دلوں کو اپنی خالص بندگی کا مرکز بنا دے، ہماری زندگی کو اپنی رضا کے مطابق ڈھال دے اور ہمیں دنیا و آخرت میں اپنی دائمی قربت نصیب فرمائے۔

حافظ صاحب نے نہایت سکون سے اپنی نگاہیں حاضرین پر ڈالیں، پھر خاموشی کے چند لمحوں کے بعد فرمایا:

اے میرے عزیزو! آج میں تم سے اس راز کی گفتگو کرنا چاہتا ہوں جسے پا لینے والا کبھی حقیقی معنوں میں محروم نہیں رہتا۔ وہ راز توحید اور بندگیِ الٰہی کا ہے۔ یاد رکھو! توحید صرف ایک عقیدہ نہیں، بلکہ بندگی کا آغاز ہے۔ اور بندگی صرف عبادت کا نام نہیں، بلکہ اپنی پوری زندگی کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دینے کا نام ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھرے انداز میں فرمایا:

اے میرے بھائیو! بہت سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ بندگی کا مطلب صرف نماز پڑھ لینا، روزہ رکھ لینا یا چند اذکار پڑھ لینا ہے۔ یہ سب بندگی کے عظیم شعبے ہیں، لیکن بندگی کا اصل مفہوم اس سے کہیں وسیع ہے۔ بندگی یہ ہے کہ تمہارا دل بھی اللہ کا ہو، تمہاری زبان بھی اللہ کے لیے ہو، تمہاری نگاہ بھی اللہ کے حکم کی پابند ہو، تمہاری کمائی بھی اللہ کی رضا کے مطابق ہو اور تمہارا ہر قدم اس راستے پر اٹھے جو اللہ کو پسند ہے۔

حافظ صاحب نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی اور فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝

ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔

(البقرہ:5)

۔اے میرے دوستو! اس ایک آیت میں بندگی کی پوری حقیقت موجود ہے۔ پہلے بندگی، پھر مدد کی درخواست۔ گویا جو بندہ اپنے رب کا ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ بھی اس کا سہارا بن جاتا ہے۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

بندگی کا سب سے پہلا اثر یہ ہوتا ہے کہ انسان اپنے نفس کی غلامی سے آزاد ہو جاتا ہے۔ پھر وہ خواہشات کے پیچھے نہیں چلتا بلکہ اللہ کے حکم کے مطابق چلتا ہے۔ لوگ تعریف کریں یا تنقید، دولت آئے یا چلی جائے، عزت ملے یا آزمائش آئے، اس کا دل اپنے رب سے وابستہ رہتا ہے۔ یہی آزاد انسان ہے، کیونکہ وہ صرف ایک اللہ کا بندہ ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت شفقت سے فرمایا:

ایک مثال سے سمجھو۔ تم نے دیکھا ہوگا کہ ایک اچھا ملازم اپنے مالک کی مرضی کو

سمجھنے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ صرف اس وقت کام نہیں کرتا جب مالک سامنے ہو، بلکہ اس کی غیر موجودگی میں بھی دیانت داری سے اپنا فرض ادا کرتا ہے۔ اگر دنیا کا ایک ملازم اپنے آقا کے لیے اتنا مخلص ہوسکتا ہے تو اللہ کا بندہ اپنے رب کے لیے کتنا مخلص ہونا چاہیے، جو ہر لمحہ اسے دیکھ رہا ہے، اس کی ہر سانس پر نعمتیں نچھاور کر رہا ہے اور ہر دعا کو سن رہا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت درد بھرے لہجے میں فرمایا:

اے اللہ کے بندو! بندگی کی سب سے بڑی علامت عاجزی ہے۔ جس دل میں بندگی آجاتی ہے وہاں تکبر باقی نہیں رہتا۔ وہ دوسروں کو حقیر نہیں سمجھتا، اپنے علم پر فخر نہیں کرتا، اپنی عبادت پر ناز نہیں کرتا، بلکہ ہر وقت یہ سوچتا ہے کہ میرے رب کا مجھ پر کتنا احسان ہے کہ اس نے مجھے اپنا بندہ بنایا۔

حافظ صاحب کی آنکھیں نم ہوگئیں اور فرمایا:

رسول اللہ ﷺ تمام انسانوں سے زیادہ اللہ کے محبوب تھے، لیکن آپ ﷺ نے اپنی سب سے بڑی شان یہ بیان فرمائی کہ میں اللہ کا بندہ ہوں۔ معراج جیسا عظیم مقام بھی بندگی کے وصف کے ساتھ بیان ہوا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کے نزدیک سب سے بڑی عزت بندگی کی عزت ہے، نہ کہ دنیا کی شہرت یا اقتدار۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت سے فرمایا:

میرے عزیز! کبھی تم نے اپنے دل سے یہ سوال کیا ہے کہ تم دن بھر میں کتنی مرتبہ یہ سوچتے ہو کہ میرا رب مجھ سے کیا چاہتا ہے؟ کیا تم ہر فیصلہ کرنے سے پہلے یہ دیکھتے ہو کہ اس میں اللہ کی رضا ہے یا نہیں؟ اگر آج اللہ تعالیٰ تم سے پوچھ لے کہ تم نے اپنی زندگی کس کی مرضی کے مطابق گزاری، تو تمہارا جواب کیا ہوگا؟

حافظ صاحب نے نہایت حکمت سے فرمایا:

بندگی صرف مسجد کے اندر نہیں ہوتی، بلکہ گھر کے اندر بھی ہوتی ہے۔ جب بیٹا

والدین کے سامنے ادب سے بیٹھتا ہے، وہ بندگی ہے۔ جب شوہر اپنی بیوی کے ساتھ حسنِ سلوک کرتا ہے، وہ بندگی ہے۔ جب تاجر ناپ تول میں خیانت نہیں کرتا، وہ بندگی ہے۔ جب استاد دیانت کے ساتھ تعلیم دیتا ہے، وہ بندگی ہے۔ جب کوئی شخص تنہائی میں بھی گناہ سے بچتا ہے، وہ بندگی ہے، کیونکہ وہ صرف اللہ سے ڈرتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت سوز و گداز سے فرمایا:

اے میرے بھائیو! بندگی کا سب سے خوبصورت پھل دل کا سکون ہے۔ دنیا کا مال دل کو وقتی خوشی دے سکتا ہے، مگر دائمی سکون نہیں دے سکتا۔ شہرت چند دن لوگوں کی زبان پر رکھ سکتی ہے، مگر قبر میں ساتھ نہیں جا سکتی۔ لیکن جو دل اللہ کی بندگی میں جھک جاتا ہے، اسے ایسا اطمینان نصیب ہوتا ہے جو کسی بازار میں نہیں ملتا۔ یہی وجہ ہے کہ اولیائے کرام کی زندگیوں میں فقر تھا مگر بے چینی نہ تھی، آزمائشیں تھیں مگر شکایت نہ تھی، کیونکہ ان کے دل بندگیِ الٰہی سے سرشار تھے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھرے لہجے میں فرمایا:

اپنے دن کا آغاز اللہ کے نام سے کرو، ہر نعمت پر شکر ادا کرو، ہر لغزش پر فوراً توبہ کرو، ہر نماز کو آخری نماز سمجھ کر ادا کرو، ہر انسان کے ساتھ حسنِ اخلاق سے پیش آؤ، کسی کا حق نہ مارو، کسی کا دل نہ دکھاؤ اور ہر رات اپنے اعمال کا محاسبہ کرو۔ آہستہ آہستہ تم محسوس کرو گے کہ تمہاری زندگی صرف گزر نہیں رہی بلکہ بندگی کے نور سے سنور رہی ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت جذب و کیف کے ساتھ فرمایا:

یاد رکھو! بندگی کا سفر سجدے سے شروع ہو کر جنت پر ختم ہوتا ہے۔ جو بندہ دنیا میں اللہ کے سامنے جھک جاتا ہے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے عزت عطا فرمائے گا۔ جو اپنے نفس کو اللہ کے حکم کے تابع کر لیتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے رحمت کے دروازے کھول دیتا ہے۔ اور جو اپنے رب کو راضی کرنے کی فکر میں زندگی گزارتا ہے،

اس کی دنیا بھی سنورتی ہے اور آخرت بھی۔

حافظ صاحب نے دونوں ہاتھ دعا کے لیے بلند کیے، ان کی آواز میں عاجزی، دل میں درد اور آنکھوں میں امت کے لیے محبت تھی، پھر فرمایا:

اے اللہ! ہمیں اپنی خالص بندگی نصیب فرما۔ ہمارے دلوں کو اپنی توحید کے نور سے بھر دے، اپنی معرفت کی دولت عطا فرما، اپنی محبت ہمارے دلوں میں ہر محبت سے بڑھ کر کر دے، اپنے ذکر کو ہماری روح کی غذا بنا دے، ہمیں اپنے محبوب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی کامل اتباع نصیب فرما۔ ہمارے نفس کا تزکیہ فرما، ہمیں اخلاص، تقویٰ، صبر، شکر، حسنِ اخلاق، والدین کی خدمت، بندوں کے حقوق کی ادائیگی، سچی توبہ، دعوت و اصلاح اور آخرت کی تیاری کی توفیق عطا فرما۔ ہماری زندگی کو اپنی رضا کا آئینہ بنا دے، ہماری قبروں کو اپنے نور سے منور فرما، ہمیں جہنم کے عذاب سے محفوظ رکھ، جنت الفردوس میں اپنے مقرب بندوں کی معیت عطا فرما، اور ہمارا خاتمہ کامل ایمان، کامل توحید، کامل بندگی اور اپنی دائمی رضا پر فرما۔ آمین۔

توحید کی استقامت

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

تمام تعریفیں اس اللہ ربِ ذوالجلال کے لیے ہیں جس نے اپنے فضل سے دلوں کو ایمان کی روشنی عطا فرمائی، اپنی رحمت سے ہدایت کے دروازے کھولے، اپنی حکمت سے حق و باطل کو نمایاں فرمایا اور اپنے لطفِ بے پایاں سے اپنے بندوں کو استقامت کی دولت بخشی۔ وہی دلوں کو ثابت رکھنے والا، لغزشوں کو معاف فرمانے والا، کمزوروں کو قوت دینے والا اور اپنے ذکر سے بے چین روحوں کو سکون عطا کرنے

والا ہے۔ اس کی قدرت ہر شے پر غالب، اس کی رحمت ہر گناہ سے وسیع اور اس کی عنایت ہر امید سے بڑھ کر ہے۔

وہی ایسا کریم پروردگار ہے کہ جب بندہ اخلاص کے ساتھ اس کی طرف قدم بڑھاتا ہے تو وہ اپنے فضل کے دروازے کھول دیتا ہے، جب بندہ تھک جاتا ہے تو وہ صبر عطا کرتا ہے، جب بندہ گر جاتا ہے تو وہ توبہ کی توفیق دیتا ہے، اور جب بندہ اس کی راہ پر ثابت قدم رہنے کی دعا کرتا ہے تو وہ اس کے دل کو ایمان کے نور سے مضبوط فرما دیتا ہے۔ تمام عزت اسی کے لیے ہے، تمام طاقت اسی کی ہے اور ہر بھلائی اسی کے خزانے سے ملتی ہے۔

ہم اسی کی حمد کرتے ہیں، اسی پر توکل کرتے ہیں، اسی سے مدد چاہتے ہیں اور اسی کے حضور عاجزی سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمارے دلوں کو اپنی توحید پر ہمیشہ ثابت قدم رکھے، ہمیں ہر فتنے سے محفوظ فرمائے اور ہمارے ایمان کو زندگی کے آخری لمحے تک سلامت رکھے۔

حافظ صاحب نے نہایت وقار کے ساتھ حاضرین پر نگاہ ڈالی، پھر خاموشی سے چند لمحے سر جھکائے رکھا، جیسے دل میں کوئی نورانی حقیقت موجزن ہو، پھر فرمایا:

اے میرے عزیزو! ایمان لانا بہت بڑی نعمت ہے، لیکن ایمان پر ثابت قدم رہنا اس سے بھی بڑی نعمت ہے۔ توحید کو قبول کر لینا آسان ہو سکتا ہے، مگر زندگی بھر اس کی حفاظت کرنا، ہر آزمائش میں اسے مضبوط رکھنا اور ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی رضا پر قائم رہنا، یہی توحید کی استقامت ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھرے انداز میں فرمایا:

اے میرے بھائیو! بہت سے لوگ جذبے کے ساتھ دین کی طرف آتے ہیں، مگر وقت گزرنے کے ساتھ ان کا شوق کمزور پڑ جاتا ہے۔ کیوں؟ اس لیے کہ انہوں نے استقامت کی قیمت کو نہیں پہچانا۔ یاد رکھو! اللہ تعالیٰ کو وہ عمل سب سے زیادہ محبوب

ہے جو تھوڑا ہو مگر ہمیشہ جاری رہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کے نزدیک سب سے محبوب عمل وہ ہے جو ہمیشہ کیا جائے، اگرچہ کم ہو۔

حافظ صاحب نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی اور فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں ارشاد فرمایا:

اِنَّ الَّذِیۡنَ قَالُوۡا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسۡتَقَامُوۡا فَلَا خَوۡفٌ عَلَیۡہِمۡ وَ لَا ہُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ ﴿۱۳﴾

ترجمہ: بے شک جن لوگوں نے کہا: ہمارا رب اللہ ہے، پھر اس پر ثابت قدم رہے، تو نہ ان پر کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

(الاحقاف:13)

اے میرے دوستو! غور کرو، پہلے فرمایا: انہوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے، پھر فرمایا: پھر وہ اس پر ثابت قدم رہے۔ صرف اقرار کافی نہیں، بلکہ اس اقرار پر پوری زندگی قائم رہنا ہی کامیابی کا راز ہے۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

استقامت کا مطلب یہ نہیں کہ انسان سے کبھی غلطی نہ ہو۔ استقامت کا مطلب یہ ہے کہ اگر لغزش ہو جائے تو بندہ فوراً اپنے رب کی طرف لوٹ آئے، اگر کمزوری آ جائے تو دوبارہ ہمت جمع کرے، اگر دل میں غفلت آ جائے تو ذکرِ الٰہی سے اسے زندہ کرے۔ شیطان اس بات سے خوش نہیں ہوتا کہ تم کامل بن جاؤ، بلکہ وہ اس بات سے خوش ہوتا ہے کہ تم ہمت ہار دو۔ اس لیے کبھی مایوس نہ ہونا۔

حافظ صاحب نے نہایت شفقت سے فرمایا:

ایک مثال سے سمجھو۔ اگر ایک قطرہ مسلسل پتھر پر گرتا رہے تو وقت کے ساتھ

سخت پتھر میں بھی نشان بنا دیتا ہے۔ لیکن اگر وہ کبھی گرے اور کبھی رک جائے تو وہ اثر پیدا نہیں کر سکتا۔ اسی طرح روزانہ کی چھوٹی چھوٹی نیکیاں، پابندی کے ساتھ ادا کی جانے والی نماز، روزانہ کا قرآن، مستقل استغفار، باقاعدہ درودِ شریف اور مسلسل حسنِ اخلاق، یہ سب مل کر دل کو مضبوط بناتے ہیں۔ استقامت کا راز بڑے کاموں میں نہیں بلکہ مسلسل نیکی میں ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت درد بھرے لہجے میں فرمایا:

اے اللہ کے بندو! کبھی اپنے دل کو دنیا کی تعریفوں کے حوالے نہ کرنا۔ آج لوگ تعریف کریں گے، کل تنقید کریں گے۔ اگر تم لوگوں کی رضا کے لیے چلو گے تو ہر دن تمہارا راستہ بدل جائے گا، لیکن اگر تم اللہ کی رضا کے لیے چلو گے تو دنیا بدل جائے گی مگر تمہارا قدم نہیں ڈگمگائے گا۔ یہی توحید کی استقامت ہے۔

حافظ صاحب کی آنکھیں نم ہو گئیں اور فرمایا:

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو تپتے ہوئے پتھروں پر لٹایا گیا، جسم زخمی تھا، مگر زبان پر صرف ایک صدا تھی: اَحَدٌ ، اَحَدٌ ۔ یہ صرف ایک لفظ نہیں تھا، یہ استقامت کا اعلان تھا۔ جسم کمزور ہو سکتا ہے، مگر جس دل میں توحید زندہ ہو، اسے دنیا کی کوئی طاقت شکست نہیں دے سکتی۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت سے فرمایا:

میرے عزیز! کبھی تم نے اپنے دل سے یہ سوال کیا ہے کہ اگر آج تمہیں دین اور دنیا میں سے ایک کو چننا پڑے، تو تم کس کو ترجیح دو گے؟ اگر تمہارے ایمان کی وجہ سے تمہیں نقصان اٹھانا پڑے تو کیا تم پھر بھی اللہ کے حکم پر قائم رہو گے؟ یہی سوال تمہیں تمہاری استقامت کا آئینہ دکھا دے گا۔

حافظ صاحب نے نہایت حکمت سے فرمایا:

استقامت حاصل کرنے کے لیے اپنے دل کو تین چیزوں سے جوڑ لو۔ پہلی چیز

قرآنِ کریم ہے، کیونکہ یہ دلوں کو زندہ کرتا ہے۔ دوسری چیز رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے، کیونکہ یہی سیدھا راستہ ہے۔ تیسری چیز صالحین کی صحبت ہے، کیونکہ اچھے لوگ انسان کو گرنے نہیں دیتے۔ اگر یہ تین نعمتیں تمہاری زندگی میں آ جائیں تو استقامت آسان ہو جائے گی۔

حافظ صاحب نے نہایت شفقت سے فرمایا:

والدین کی خدمت میں استقامت اختیار کرو، نماز میں استقامت اختیار کرو، سچ بولنے میں استقامت اختیار کرو، حلال رزق پر استقامت اختیار کرو، توبہ پر استقامت اختیار کرو، ذکرِ الٰہی پر استقامت اختیار کرو، اور بندوں کے حقوق ادا کرنے میں استقامت اختیار کرو۔ یاد رکھو! اللہ تعالیٰ کو وہ بندہ بہت محبوب ہوتا ہے جو ہر حال میں اس کے دروازے سے وابستہ رہتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت سوز و گداز کے ساتھ فرمایا:

دنیا کی زندگی موسموں کی طرح بدلتی رہتی ہے۔ کبھی خوشی، کبھی غم، کبھی وسعت، کبھی تنگی، کبھی صحت، کبھی بیماری، کبھی عزت، کبھی آزمائش۔ مگر مومن وہ ہے جس کی توحید موسموں کے ساتھ نہیں بدلتی۔ اس کا سجدہ خوشحالی میں بھی اللہ کے لیے ہوتا ہے اور آزمائش میں بھی اللہ ہی کے لیے ہوتا ہے۔ یہی استقامت ہے، یہی بندگی ہے اور یہی ایمان کی خوبصورتی ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت جذب و کیف کے ساتھ فرمایا:

اے میرے بھائیو! یاد رکھو، شیطان تمہیں ایک ہی دن میں گمراہ نہیں کرتا، بلکہ آہستہ آہستہ استقامت چھیننے کی کوشش کرتا ہے۔ پہلے ذکر کم کرواتا ہے، پھر نماز میں سستی پیدا کرتا ہے، پھر گناہ کو معمولی بنا کر دکھاتا ہے، پھر توبہ میں تاخیر کرواتا ہے۔ اس لیے اپنے دل کی روز نگرانی کرو۔ جس طرح ایک باغبان روز اپنے باغ کی حفاظت کرتا ہے، اسی طرح اپنے ایمان کی حفاظت بھی ہر روز کرو۔

حافظ صاحب نے دونوں ہاتھ دعا کے لیے بلند کیے، چہرہ خشوع سے جھکا ہوا تھا، آواز میں محبت اور آنکھوں میں امت کے لیے درد تھا، پھر فرمایا:

اے اللہ! ہمارے دلوں کو اپنی توحید پر ہمیشہ ثابت قدم رکھ۔ ہمیں اپنی معرفت عطا فرما، اپنی محبت سے ہمارے سینوں کو بھر دے، اپنے ذکر کو ہماری زندگی کی زینت بنا دے، اپنے محبوب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی کامل اتباع نصیب فرما۔ ہمارے نفس کا تزکیہ فرما، ہمیں اخلاص، تقویٰ، صبر، شکر، حسنِ اخلاق، والدین کی خدمت، بندوں کے حقوق کی ادائیگی، دعوتِ دین، سچی توبہ اور استقامت کی عظیم نعمت عطا فرما۔ ہمیں ہر فتنے، ہر گمراہی اور ہر لغزش سے محفوظ رکھ، ہماری قبروں کو اپنے نور سے منور فرما، ہمیں جہنم کے عذاب سے بچا، جنت الفردوس میں اپنے انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کی رفاقت عطا فرما، اور ہمارا خاتمہ کامل ایمان، کامل توحید، کامل استقامت اور اپنی دائمی رضا پر فرما۔ آمین۔

توحید کی تکمیل کی حقیقت

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو یکتا ہے، بے نیاز ہے، ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا، جس کی ذات ہر نقص سے پاک، ہر کمال سے آراستہ، ہر عزت کی مالک اور ہر تعریف کی حقیقی مستحق ہے۔ وہی دلوں کو ایمان عطا کرنے والا، روحوں کو اپنی معرفت سے زندہ رکھنے والا، بندوں کو اپنے ذکر کی مٹھاس چکھانے والا اور اپنے فضل سے اخلاص کی دولت عطا فرمانے والا ہے۔ اس کی ربوبیت تمام جہانوں پر محیط، اس کی رحمت ہر مخلوق کو ڈھانپے ہوئے، اس کی حکمت ہر فیصلے میں نمایاں اور اس

کا کرم ہر لمحہ اپنے بندوں پر جاری ہے۔

وہی ایسا مہربان رب ہے جو اپنے بندے کے دل کی ہر دھڑکن سے واقف ہے، اس کی خاموش دعاؤں کو سنتا ہے، اس کے آنسوؤں کی زبان سمجھتا ہے، اس کی کمزوریوں پر پردہ ڈالتا ہے اور اس کی سچی توبہ کو اپنی رحمت سے قبول فرما لیتا ہے۔ وہی ہر خیر کا سرچشمہ، ہر بھلائی کا عطا کرنے والا، ہر مشکل کا آسان کرنے والا اور ہر امید کا آخری سہارا ہے۔

ہم اسی کی حمد کرتے ہیں، اسی کی کبریائی بیان کرتے ہیں، اسی کے سامنے اپنے دل جھکاتے ہیں اور اسی سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اپنی توحید کی حقیقت، اس کے کمال اور اس کی تکمیل کا صحیح فہم عطا فرمائے، ہمارے ایمان کو کامل کرے اور ہمیں اپنی کامل بندگی نصیب فرمائے۔

حافظ صاحب نے نہایت سکون سے حاضرین کی طرف دیکھا، پھر چند لمحے خاموش رہے، جیسے دل کے سمندر سے موتی چن رہے ہوں، اس کے بعد نہایت محبت بھرے لہجے میں فرمایا:

اے میرے عزیزو! آج ہم ایک ایسے مقام کی گفتگو کریں گے جس تک ہر مسلمان کو پہنچنے کی آرزو رکھنی چاہیے۔ وہ مقام ہے توحید کی تکمیل۔ یاد رکھو! توحید کا آغاز زبان سے ہوتا ہے، اس کا سفر دل سے گزرتا ہے اور اس کی تکمیل کردار میں ظاہر ہوتی ہے۔ اگر زبان پر توحید ہو مگر دل غفلت میں ڈوبا ہو، یا دل میں یقین ہو مگر زندگی اللہ کے حکم سے خالی ہو، تو ابھی توحید اپنی تکمیل کو نہیں پہنچی۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

اے میرے بھائیو! بہت سے لوگ سمجھتے ہیں کہ توحید کی تکمیل صرف عقیدے کی درستی سے ہو جاتی ہے، حالانکہ عقیدہ اس کی بنیاد ہے، عمارت نہیں۔ عمارت اس وقت مکمل ہوتی ہے جب بندہ اللہ تعالیٰ سے ایسی محبت کرے کہ اس کی رضا ہر خواہش سے

بڑھ جائے، اس کا خوف ہر خوف پر غالب آ جائے، اس کی امید ہر امید سے بلند ہو جائے اور اس کی اطاعت زندگی کا سب سے بڑا مقصد بن جائے۔

حافظ صاحب نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی اور فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۶۲﴾

ترجمہ: فرما دیں بے شک میری نماز، میری قربانی، میرا جینا اور میرا مرنا اللہ رب العالمین کے لیے ہے۔

(الانعام:162)

میرے دوستو! یہ آیت توحید کی تکمیل کا اعلان ہے۔ جب نماز بھی اللہ کے لیے ہو، قربانی بھی اللہ کے لیے، زندگی بھی اللہ کے لیے اور موت بھی اللہ کے لیے، تب بندہ توحید کے کمال کی خوشبو محسوس کرنے لگتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

توحید کی تکمیل اس وقت ہوتی ہے جب بندہ گناہ سے صرف اس لیے بچے کہ میرا رب ناراض نہ ہو، نیکی صرف اس لیے کرے کہ میرا رب راضی ہو جائے، لوگوں سے حسنِ اخلاق صرف اس لیے اختیار کرے کہ اللہ تعالیٰ اسے پسند فرماتا ہے، اور رسول اللہ ﷺ کی سنت پر صرف اس لیے چلے کہ یہی اللہ کی محبت حاصل کرنے کا راستہ ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت سے فرمایا:

ایک مثال سے سمجھو۔ اگر کسی درخت کی جڑ مضبوط ہو، اسے وقت پر پانی ملتا

رہے، دھوپ بھی مناسب ملے، اس کی حفاظت بھی کی جائے تو وہ صرف زندہ نہیں رہتا بلکہ پھلوں سے لد جاتا ہے۔ لیکن اگر جڑ تو موجود ہو مگر دیکھ بھال نہ ہو تو وہ اپنی پوری صلاحیت ظاہر نہیں کر پاتا۔ اسی طرح ایمان کی جڑ توحید ہے، مگر اس کی تکمیل عبادت، اخلاص، تقویٰ، ذکر، صبر، شکر، حسنِ اخلاق، والدین کی خدمت اور بندوں کے حقوق کی ادائیگی سے ہوتی ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت درد بھرے لہجے میں فرمایا:

اے اللہ کے بندو! شیطان اس بات سے نہیں ڈرتا کہ تم صرف کلمہ پڑھ لو، وہ اس بات سے ڈرتا ہے کہ تم اس کلمے کو اپنی زندگی بنا لو۔ کیونکہ جب توحید مکمل ہو جاتی ہے تو پھر جھوٹ چھوڑ دیا جاتا ہے، خیانت ختم ہو جاتی ہے، تکبر ٹوٹ جاتا ہے، حسد مر جاتا ہے، ریا ختم ہو جاتی ہے اور دل میں صرف اللہ کی رضا باقی رہ جاتی ہے۔

حافظ صاحب کی آنکھیں نم ہو گئیں اور فرمایا:

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمت اسی میں تھی کہ ان کی توحید صرف زبان تک محدود نہ تھی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یقین، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا عدل، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی سخاوت اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی حکمت، یہ سب توحید کی تکمیل کے روشن ثمرات تھے۔ انہوں نے اللہ کو پہچانا، اس سے محبت کی، اس کی اطاعت کی اور اپنی پوری زندگی اسی کے سپرد کر دی۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے چند لمحوں کے بعد فرمایا:

میرے عزیز! کبھی تم نے اپنے دل سے یہ سوال کیا ہے کہ اگر تم سے تمہاری سب سے محبوب چیز اللہ کی رضا کے لیے چھوڑنے کو کہا جائے تو کیا تم چھوڑ دو گے؟ اگر تمہاری خواہش اور اللہ کے حکم میں مقابلہ ہو جائے تو تم کس کا انتخاب کرو گے؟ یہی سوال بتائے گا کہ تمہاری توحید کس مقام پر کھڑی ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت حکمت سے فرمایا:

توحید کی تکمیل کا ایک نشان یہ بھی ہے کہ بندہ ہر نعمت پر شکر کرتا ہے اور ہر آزمائش میں صبر کرتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ نعمت بھی میرے رب کی طرف سے ہے اور آزمائش بھی میرے رب کی حکمت کا حصہ ہے۔ اس لیے نہ خوشی میں غافل ہوتا ہے اور نہ غم میں ناشکرا بنتا ہے۔ یہی کامل بندگی ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت شفقت سے فرمایا:

اپنے دل کو ہر روز قرآن سے جوڑو، اپنی زبان کو استغفار سے تر رکھو، درودِ پاک کو اپنا معمول بناؤ، نماز کو اپنی زندگی کا مرکز بناؤ، والدین کی دعاؤں کو اپنی دولت سمجھو، کسی کا دل دکھانے سے بچو، حلال رزق پر قناعت کرو، اور ہر رات اپنے نفس کا محاسبہ کرو۔ یہ اعمال آہستہ آہستہ توحید کو کمال کی طرف لے جاتے ہیں۔

حافظ صاحب نے نہایت سوز و گداز کے ساتھ فرمایا:

اے میرے بھائیو! یاد رکھو! توحید کی تکمیل اس وقت ہوتی ہے جب بندہ تنہائی میں بھی وہی ہو جو لوگوں کے سامنے ہوتا ہے۔ جب اس کی عبادت دکھاوے کے لیے نہ ہو، اس کی نیکی شہرت کے لیے نہ ہو، اس کی خدمت تعریف کے لیے نہ ہو، بلکہ ہر عمل صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہو۔ یہی اخلاص ہے، یہی احسان ہے اور یہی توحید کی تکمیل کی حقیقت ہے۔

حافظ صاحب نے دونوں ہاتھ دعا کے لیے بلند کیے، آنکھوں سے آنسو رواں تھے اور آواز عاجزی سے لبریز تھی، پھر فرمایا:

اے اللہ! ہمارے دلوں میں اپنی توحید کو کامل فرما۔ ہمیں اپنی معرفت عطا فرما، اپنی محبت عطا فرما، اپنے ذکر کی لذت عطا فرما، اپنے محبوب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی کامل اتباع نصیب فرما۔ ہمارے نفس کا تزکیہ فرما، ہمیں اخلاص، تقویٰ، صبر، شکر، حسنِ اخلاق، والدین کی خدمت، بندوں کے حقوق کی ادائیگی، دعوتِ دین، سچی توبہ اور استقامت کی توفیق عطا فرما۔ ہمارے اعمال کو صرف اپنی رضا کے لیے خالص بنا

دے، ہماری قبروں کو اپنے نور سے بھر دے، ہمیں جہنم کے عذاب سے محفوظ رکھ، جنت الفردوس میں اپنے انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کی معیت عطا فرما، اور ہمارا خاتمہ کامل ایمان، کامل توحید، کامل اخلاص اور اپنی دائمی رضا پر فرما۔ آمین۔

اللہ کی توحید نجات کا ذریعہ

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

تمام حمد و ثنا اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو اکیلا معبود، بے مثال خالق، بے نیاز مالک اور تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ وہی اپنی رحمت سے بھٹکے ہوئے دلوں کو ہدایت دیتا ہے، اپنی حکمت سے حق کا راستہ روشن کرتا ہے، اپنے فضل سے ایمان کی دولت عطا فرماتا ہے اور اپنی مغفرت سے گناہوں کے بوجھ تلے دبے ہوئے بندوں کو نجات کی خوشخبری سناتا ہے۔ اس کی ذات ہر نقص سے پاک، اس کی صفات ہر کمال سے آراستہ، اس کی رحمت ہر امید سے وسیع اور اس کا احسان ہر شمار سے بلند ہے۔

وہی ایسا کریم رب ہے کہ جو اپنے بندے کے ایک قدم پر اپنی رحمت کے بے شمار دروازے کھول دیتا ہے، جو ٹوٹے ہوئے دلوں کو سنبھالتا ہے، گناہگاروں کو معاف فرماتا ہے، مایوسوں کو امید دیتا ہے اور اپنے دروازے پر جھکنے والوں کو کبھی خالی نہیں لوٹاتا۔ اس کی قدرت ہر چیز پر غالب، اس کا علم ہر راز پر محیط اور اس کا لطف ہر لمحہ اپنے بندوں کے ساتھ ہے۔

ہم اسی کی حمد کرتے ہیں، اسی کے حضور عاجزی سے سر جھکاتے ہیں، اسی کی وحدانیت کا اقرار کرتے ہیں اور اسی سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمارے دلوں کو اپنی توحید کے نور سے بھر دے، ہمیں اسی پر زندہ رکھے، اسی پر موت عطا فرمائے اور اسی

کی توحید کے صدقے ہمیں دنیا و آخرت کی نجات نصیب فرمائے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھرے انداز میں حاضرین کی طرف دیکھا، پھر آہستہ سے فرمایا:

اے میرے عزیزو! آج ہم اس حقیقت کی گفتگو کریں گے جس سے بڑھ کر انسان کے لیے کوئی کامیابی نہیں اور جس سے محرومی سے بڑھ کر کوئی خسارہ نہیں۔ وہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ کی توحید ہی نجات کا حقیقی ذریعہ ہے۔ دنیا کی دولت، شہرت، طاقت، علم اور منصب قبر کے دروازے پر رک جاتے ہیں، مگر توحید وہ سرمایہ ہے جو قبر میں بھی ساتھ رہتا ہے، حشر میں بھی نفع دیتا ہے، میزان میں بھی وزنی بنتا ہے اور پل صراط پر بھی روشنی بن جاتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت وقار سے فرمایا:

اے میرے بھائیو! انسان اس دنیا میں بہت سے سہارے تلاش کرتا ہے۔ کوئی مال پر بھروسہ کرتا ہے، کوئی اپنے رشتوں پر، کوئی اپنی طاقت پر اور کوئی اپنے علم پر۔ لیکن یاد رکھو! جس دن موت کا فرشتہ سامنے آ جائے گا، اس دن یہ سب سہارے خاموش ہو جائیں گے۔ اس وقت صرف وہ دل کامیاب ہوگا جس نے ایک اللہ پر یقین رکھا، اسی پر بھروسہ کیا اور اسی کے لیے زندگی گزاری۔

حافظ صاحب نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی اور فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ

ترجمہ: بے شک اللہ اس بات کو نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے،

اوراس کے سوا جسے چاہے بخش دیتا ہے۔

(النساء:48)

اے میرے دوستو! اس آیت میں نجات کا راستہ بھی ہے اور ہلاکت سے بچنے کی تنبیہ بھی۔ شرک انسان کو اللہ سے دور کر دیتا ہے، جبکہ خالص توحید بندے کو اس کی رحمت کے قریب لے آتی ہے۔ اسی لیے انبیائے کرام علیہم السلام کی دعوت کا سب سے پہلا پیغام توحید تھا۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کا آخری کلام لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ ہو، وہ جنت میں داخل ہوگا۔ میرے عزیزو! یہ صرف زبان سے ادا کیا جانے والا جملہ نہیں، بلکہ پوری زندگی کا عہد ہے۔ جب بندہ اس کلمے کے مطابق جیتا ہے، اسی کے مطابق فیصلے کرتا ہے، اسی کے مطابق محبت کرتا ہے اور اسی کے مطابق نفرت کرتا ہے، تب یہ کلمہ قیامت کے دن اس کی نجات کا سبب بنتا ہے۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

توحید کی سب سے بڑی برکت یہ ہے کہ یہ دل کو ہر جھوٹے سہارے سے آزاد کر دیتی ہے۔ جس دل میں اللہ کی وحدانیت اتر جائے، وہ مخلوق سے نہیں ڈرتا، لوگوں کی تعریف کا محتاج نہیں رہتا، دنیا کے کھو جانے پر ٹوٹتا نہیں اور آزمائشوں میں اپنے رب سے بدگمان نہیں ہوتا۔ اسے یقین ہوتا ہے کہ میرا رب میرے لیے کافی ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت شفقت سے فرمایا:

ایک مثال سے سمجھو۔ اگر ایک بچہ ہجوم میں اپنے مضبوط باپ کا ہاتھ پکڑے ہوئے ہو تو وہ بے خوف چلتا ہے۔ اسے معلوم ہوتا ہے کہ میرا باپ میرے ساتھ ہے۔ لیکن اگر وہ ہاتھ چھوڑ دے تو ہر آواز سے گھبرا جاتا ہے۔ اسی طرح جو بندہ اللہ کی توحید کو مضبوطی سے تھام لیتا ہے، وہ زندگی کے فتنوں سے نہیں گھبراتا، کیونکہ اسے یقین ہوتا

ہے کہ اس کا رب اس کے ساتھ ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت درد بھرے لہجے میں فرمایا:

اے اللہ کے بندو! نجات صرف قیامت کے دن کی نہیں، دنیا میں بھی توحید انسان کو نجات دیتی ہے۔ حسد سے نجات، تکبر سے نجات، ریا سے نجات، لالچ سے نجات، بے سکونی سے نجات، مخلوق کے خوف سے نجات، اور نفس کی غلامی سے نجات۔ جس دل میں اللہ کی عظمت بس جائے، وہاں دنیا کی بے جا عظمت باقی نہیں رہتی۔

حافظ صاحب کی آنکھیں نم ہو گئیں اور فرمایا:

حضرت یوسف علیہ السلام کو کنویں میں ڈالا گیا، غلام بنا کر بیچا گیا، قید میں رکھا گیا، مگر ان کی توحید متزلزل نہ ہوئی۔ اسی توحید نے کنویں سے محل تک کا سفر طے کرایا۔ یہ اللہ کا قانون ہے کہ جو بندہ ہر حال میں اللہ کا ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے کبھی ضائع نہیں کرتا، اگرچہ آزمائش کا راستہ طویل کیوں نہ ہو۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت سے فرمایا:

میرے عزیز! کبھی تم نے اپنے دل سے یہ سوال کیا ہے کہ اگر آج تمہاری زندگی ختم ہو جائے تو تم اپنے رب کے سامنے کس سرمایہ کے ساتھ حاضر ہو گے؟ کیا تمہارا دل خالص توحید سے روشن ہے؟ کیا تم نے اپنی عبادت، اپنی محبت، اپنی امید، اپنا خوف اور اپنا بھروسہ صرف اللہ کے ساتھ وابستہ کیا ہے؟ اپنے نفس سے یہ سوال ضرور کرنا، کیونکہ یہی سوال آخرت کی تیاری کا آغاز ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت حکمت سے فرمایا:

اگر تم چاہتے ہو کہ توحید تمہاری نجات کا ذریعہ بنے تو پانچ چیزوں کو اپنی زندگی کا حصہ بنا لو۔ نماز کو کبھی نہ چھوڑو، قرآن کو روزانہ پڑھو اور سمجھو، استغفار کو اپنی زبان کا معمول بناؤ، والدین کی خدمت کو اپنی سعادت سمجھو، اور کسی بندے پر ظلم نہ کرو۔ جو

شخص اللہ کے حقوق اور بندوں کے حقوق ادا کرتا ہے، اس کی توحید اس کے کردار میں نظر آنے لگتی ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت سوز و گداز کے ساتھ فرمایا:

اے میرے بھائیو! یاد رکھو، قبر میں تم سے تمہارا مال نہیں پوچھا جائے گا، تمہاری شہرت نہیں پوچھی جائے گی، تمہارے محلات نہیں پوچھے جائیں گے۔ سب سے پہلے تم سے تمہارے رب کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ جس نے دنیا میں اپنے رب کو پہچانا، اس سے محبت کی، اس کی اطاعت کی، اس کے رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی سنت کو اپنایا اور اپنے نفس کا تزکیہ کیا، اللہ تعالیٰ اس کے لیے قبر کو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ بنا دے گا۔

حافظ صاحب نے نہایت جذب و کیف کے ساتھ فرمایا:

اے ایمان والو! توحید صرف ایک عقیدہ نہیں، یہ زندگی کا راستہ ہے، دل کا نور ہے، عبادت کی روح ہے، اخلاق کی بنیاد ہے، صبر کی قوت ہے، شکر کی زبان ہے، توبہ کی امید ہے، ذکر کی مٹھاس ہے، اور آخرت کی نجات کا سب سے مضبوط وسیلہ ہے۔ جس نے اسے مضبوطی سے تھام لیا، اس نے کامیابی کی رسی کو تھام لیا۔

حافظ صاحب نے دونوں ہاتھ دعا کے لیے بلند کیے، چہرے پر عاجزی، آواز میں محبت اور دل میں امت کے لیے درد تھا، پھر فرمایا:

اے اللہ! ہمارے دلوں کو اپنی خالص توحید سے منور فرما۔ ہمیں اپنی معرفت عطا فرما، اپنی محبت ہمارے دلوں میں ہر محبت سے زیادہ مضبوط کر دے، اپنے ذکر کو ہماری زندگی کی زینت بنا دے، اپنے محبوب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی کامل اتباع نصیب فرما۔ ہمارے نفس کا تزکیہ فرما، ہمیں اخلاص، تقویٰ، صبر، شکر، حسنِ اخلاق، والدین کے حقوق کی ادائیگی، بندوں کے حقوق کی حفاظت، سچی توبہ، دعوت و اصلاح، موت کی تیاری اور آخرت کی فکر نصیب فرما۔ ہمیں ہر قسم کے شرک، ریا، تکبر، غفلت اور گمراہی

سے محفوظ رکھ۔ ہماری قبروں کو اپنے نور سے بھر دے، میدانِ حشر میں ہمیں اپنی رحمت کے سائے میں جگہ عطا فرما، پلِ صراط پر ہمیں ثابت قدم رکھ، جہنم کے عذاب سے محفوظ فرما، جنت الفردوس میں اپنے انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کی رفاقت عطا فرما، اور ہمارا خاتمہ کامل ایمان، کامل توحید اور اپنی دائمی رضا پر فرما۔ آمین۔

شرک کی حقیقت

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو اپنی ذات میں یکتا، اپنی صفات میں کامل، اپنی ربوبیت میں بے مثال، اپنی الوہیت میں اکیلا اور اپنی بادشاہی میں لاشریک ہے۔ وہی دلوں کو ہدایت دینے والا، گمراہی سے بچانے والا، ایمان کی روشنی عطا کرنے والا، حق کو واضح کرنے والا اور اپنے فضل و کرم سے بندوں کو سیدھے راستے پر قائم رکھنے والا ہے۔ اس کی رحمت ہر مخلوق پر سایہ فگن، اس کی حکمت ہر فیصلے میں ظاہر، اس کا علم ہر ظاہر و باطن کا احاطہ کیے ہوئے اور اس کا لطف ہر لمحہ اپنے بندوں کے شاملِ حال ہے۔

وہی ایسا کریم رب ہے جس نے اپنے بندوں کو توحید کی عظیم نعمت عطا فرمائی، انبیائے کرام علیہم السلام کو ہدایت کا چراغ بنا کر بھیجا، اپنی کتابوں کے ذریعے حق و باطل کو واضح فرمایا اور ہر اس شخص کے لیے نجات کا راستہ کھول دیا جو اخلاص کے ساتھ اس کی طرف رجوع کرے۔ وہی معاف کرنے والا، توبہ قبول کرنے والا، صبر کرنے والوں کا مددگار اور اپنے ذکر کرنے والوں کا قریب ترین رب ہے۔

ہم اسی کی حمد کرتے ہیں، اسی کی وحدانیت کا اقرار کرتے ہیں، اسی کے سامنے

عاجزی سے جھکتے ہیں اور اسی سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمارے دلوں کو ہر قسم کے شرک، ریا، غفلت اور گمراہی سے محفوظ رکھے، ہمیں اپنی خالص توحید پر قائم رکھے اور ہمیں اپنی رضا کی راہوں پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

حافظ صاحب نے نہایت وقار سے حاضرین کی طرف دیکھا، پھر آہستہ سے فرمایا:

اے میرے عزیزو! آج ہم ایک ایسے موضوع پر گفتگو کریں گے جس کے بارے میں جاننا ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے۔ یہ صرف ایک علمی مسئلہ نہیں بلکہ ہمارے ایمان، ہماری عبادت، ہماری نجات اور ہماری آخرت کا معاملہ ہے۔ وہ موضوع ہے شرک کی حقیقت۔ یاد رکھو! جس طرح اندھیرا روشنی کا مخالف ہے، اسی طرح شرک توحید کا مخالف ہے۔ جہاں خالص توحید ہوتی ہے وہاں اللہ کی رضا ہوتی ہے، اور جہاں شرک داخل ہو جائے وہاں ایمان کی روشنی کمزور ہونے لگتی ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھرے لہجے میں فرمایا:

اے میرے بھائیو! شرک کا مطلب صرف بتوں کے سامنے جھکنا نہیں۔ شرک کی اصل حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کسی ایسے حق میں کسی اور کو شریک ٹھہرایا جائے جو صرف اللہ کا حق ہے، جیسے عبادت، دعا، استعانتِ مطلقہ، یا الوہیت و ربوبیت کے وہ اوصاف جو صرف اللہ تعالیٰ کے شایانِ شان ہیں۔ اسی لیے تمام انبیائے کرام علیہم السلام نے سب سے پہلے اپنی قوموں کو توحید کی دعوت دی اور شرک سے بچنے کی تلقین فرمائی۔

حافظ صاحب نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی اور فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں ارشاد فرمایا:

اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ﴿١٣﴾

ترجمہ: بے شک شرک بہت بڑا ظلم ہے۔

(لقمان:13)

اے میرے دوستو! غور کرو، اللہ تعالیٰ نے شرک کو بہت بڑا ظلم فرمایا۔ کیوں؟ اس لیے کہ بندہ اس رب کے حق میں دوسروں کو شریک ٹھہراتا ہے جس نے اسے پیدا کیا، رزق دیا، زندگی دی، صحت دی، ہدایت دی اور ہر لمحہ اپنی نعمتوں سے نوازا۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

شرک کا سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ یہ دل سے اللہ تعالیٰ پر کامل اعتماد کو کمزور کر دیتا ہے۔ جب بندہ ہر امید، ہر خوف، ہر سہارا اور ہر اعتماد صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ وابستہ رکھتا ہے تو اس کا دل مضبوط رہتا ہے۔ لیکن جب وہ اپنے دل کو ایسے سہاروں سے باندھ لیتا ہے جنہیں اللہ نے اس مقام پر نہیں رکھا، تو اس کا یقین کمزور ہونے لگتا ہے۔ اس لیے اپنے دل کی حفاظت کرو، کیونکہ توحید کا سب سے پہلا گھر دل ہی ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت شفقت سے فرمایا:

ایک آسان مثال سے سمجھو۔ اگر ایک بادشاہ نے کسی شخص کو اپنے محل میں آنے کی اجازت دی ہو، لیکن وہ شخص بادشاہ کو چھوڑ کر محل کے ملازموں کو اصل مالک سمجھنے لگے، تو یہ کتنی بڑی ناشکری ہوگی۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ہر نعمت خود عطا فرمائی، لیکن اگر بندہ اس کی الوہیت اور ربوبیت میں کسی اور کو شریک سمجھنے لگے تو یہ سب سے بڑی ناانصافی ہے۔ اس مثال کا مقصد صرف حقیقت کو سمجھانا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہر مثال سے بلند و بالا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت درد بھرے لہجے میں فرمایا:

اے اللہ کے بندو! شیطان ہمیشہ انسان کو اچانک شرک کی طرف نہیں لے جاتا، بلکہ پہلے دل میں غفلت پیدا کرتا ہے، پھر ریا پیدا کرتا ہے، پھر شہرت کی محبت بڑھاتا

ہے، پھر نفس کو بڑا دکھاتا ہے۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے امت کو ریا جیسے چھپے ہوئے خطرات سے بھی خبردار فرمایا، کیونکہ عبادت میں اخلاص توحید کی حفاظت کرتا ہے۔

حافظ صاحب کی آنکھیں نم ہوگئیں اور فرمایا:

حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ؕ

ترجمہ: اے میرے بیٹے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا۔

(لقمان:13)

دیکھو! نصیحت کا آغاز ہی توحید سے ہوا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر بنیاد درست ہو تو عمارت مضبوط رہتی ہے۔ اسی لیے اپنے بچوں کو سب سے پہلے اللہ کی پہچان، اس کی محبت، اس پر بھروسہ، رسول اللہ ﷺ کی محبت اور سنت کی اتباع سکھاؤ۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے چند لمحوں کے بعد فرمایا:

میرے عزیز! کبھی تم نے اپنے دل سے یہ سوال کیا ہے کہ میری امید سب سے زیادہ کس سے وابستہ ہے؟ میرا خوف کس سے زیادہ ہے؟ میری محبت میں سب سے پہلا مقام کس کا ہے؟ اگر ان سوالوں کا جواب اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق ہے تو اپنے رب کا شکر ادا کرو، اور اگر کہیں کمی محسوس ہو تو آج ہی اپنے دل کو اس کی طرف لوٹا دو۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھرے انداز میں فرمایا:

شرک سے حفاظت صرف معلومات سے نہیں ہوتی بلکہ مسلسل اللہ کی طرف رجوع سے ہوتی ہے۔ نماز دل کو زندہ رکھتی ہے، قرآن یقین کو مضبوط کرتا ہے، ذکرِ الٰہی دل کو پاک کرتا ہے، استغفار غفلت کو دھوتا ہے، درودِ پاک رسول اللہ ﷺ کی محبت

بڑھاتا ہے، والدین کی خدمت دل میں عاجزی پیدا کرتی ہے، اور بندوں کے حقوق ادا کرنا ایمان کو حسن عطا کرتا ہے۔ یہی اعمال توحید کو مضبوط اور دل کو محفوظ رکھتے ہیں۔

حافظ صاحب نے نہایت حکمت سے فرمایا:

اپنے نفس کا ہر روز محاسبہ کیا کرو۔ جب کوئی نیکی کرو تو یہ نہ سوچو کہ لوگ کیا کہیں گے، بلکہ یہ سوچو کہ میرا رب مجھ سے راضی ہوگا یا نہیں۔ جب کوئی فیصلہ کرو تو اپنی خواہش سے پہلے اللہ کے حکم کو دیکھو۔ جب کوئی آزمائش آئے تو لوگوں کے دروازوں سے پہلے اللہ کے دروازے پر دستک دو۔ یہی وہ راستہ ہے جو بندے کو خالص توحید پر قائم رکھتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت سوز و گداز کے ساتھ فرمایا:

اے میرے بھائیو! دنیا کی ہر چیز فانی ہے، ہر سہارہ ایک دن ختم ہو جائے گا، ہر طاقت کمزور پڑ جائے گی، ہر دولت یہیں رہ جائے گی، لیکن اللہ تعالیٰ کی ذات ہمیشہ باقی رہے گی۔ اس لیے اپنی محبت، اپنا بھروسہ، اپنی امید، اپنی دعا، اپنی عاجزی اور اپنی بندگی اسی ایک رب کے لیے خالص کر دو۔ یہی توحید ہے، یہی ایمان کی جان ہے، یہی آخرت کی کامیابی ہے اور یہی جہنم سے نجات کا راستہ ہے۔

حافظ صاحب نے دونوں ہاتھ دعا کے لیے بلند کیے، ان کی آواز میں عاجزی، چہرے پر خشوع اور دل میں امت کے لیے بے پناہ محبت تھی، پھر فرمایا:

اے اللہ! ہمارے دلوں کو اپنی خالص توحید سے منور فرما، ہمیں ہر قسم کے شرکِ جلی اور شرکِ خفی سے اپنی پناہ میں رکھ، ہمارے نفس کا تزکیہ فرما، ہمیں اخلاص، تقویٰ، صبر، شکر، حسنِ اخلاق، اپنے ذکر کی لذت، اپنی معرفت کا نور، اپنے محبوب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی کامل محبت اور سنت کی کامل اتباع نصیب فرما۔ ہمیں والدین کے حقوق ادا کرنے والا، بندوں کے ساتھ

خیر خواہی کرنے والا، توبہ کرنے والا، آخرت کی تیاری کرنے والا اور ہر حال

میں اپنی رضا کا طالب بنادے۔ ہماری قبروں کو اپنے نور سے منور فرما، ہمیں جہنم کے عذاب سے محفوظ رکھ، جنت الفردوس میں اپنے مقرب بندوں کی معیت عطا فرما، اور ہمارا خاتمہ کامل ایمان، خالص توحید اور اپنی دائمی رضا پر فرما۔ آمین۔

سب سے بڑی نجاست شرک

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

تمام حمد وثنا اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو ہر عیب، ہر نقص اور ہر کمزوری سے پاک ہے، جس کی ذات ازل سے ابد تک کامل، جس کی صفات بے مثال، جس کی قدرت بے انتہا، جس کی حکمت بے خطا اور جس کی رحمت بے کنار ہے۔ وہی دلوں کو پاکیزگی عطا کرنے والا، ایمان کو نور بخشنے والا، نفس کو سنوارنے والا اور اپنے فضل سے بندوں کو توحید کی نعمت سے سرفراز فرمانے والا ہے۔ اسی کی ذات ہر عبادت کی مستحق، ہر امید کا مرکز اور ہر محبت کی حقیقی منزل ہے۔

وہی ایسا مہربان رب ہے جو اپنے بندوں کے ظاہر ہی نہیں بلکہ باطن کو بھی پاک کرنا چاہتا ہے، جو گناہوں سے آلودہ دلوں کو توبہ کے پانی سے دھوتا ہے، غفلت کے اندھیروں کو اپنے ذکر کے نور سے مٹا دیتا ہے اور اخلاص کے ساتھ اس کی طرف آنے والوں کو اپنی قربت کی دولت عطا فرماتا ہے۔ وہی معاف کرنے والا، ہدایت دینے والا، سننے والا اور اپنے بندوں پر بے حد مہربان ہے۔

ہم اسی کی حمد کرتے ہیں، اسی کی کبریائی بیان کرتے ہیں، اسی کی وحدانیت کا اقرار کرتے ہیں اور اسی سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمارے دلوں، ہمارے عقائد، ہمارے اعمال اور ہماری نیتوں کو ہر قسم کی نجاست سے پاک فرمادے اور ہمیں خالص

توحید پر قائم رکھے۔

حافظ صاحب نے نہایت وقار کے ساتھ حاضرین کی طرف دیکھا، پھر خاموشی سے چند لمحے سر جھکائے رکھا، اس کے بعد نہایت درد بھرے لہجے میں فرمایا:

اے میرے عزیزو! انسان اپنے کپڑوں پر لگنے والے ایک معمولی داغ کو بھی برداشت نہیں کرتا، اپنے گھر کی صفائی کا خیال رکھتا ہے، اپنے جسم کی طہارت کا اہتمام کرتا ہے، لیکن کبھی اپنے دل کی پاکیزگی کے بارے میں بھی سوچتا ہے؟ یاد رکھو! جسم کی نجاست پانی سے دھل جاتی ہے، لیکن دل کی نجاست صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سچی رجوع، خالص توحید اور اخلاص سے دور ہوتی ہے۔ اسی لیے آج ہم اس حقیقت پر گفتگو کریں گے کہ شرک سب سے بڑی نجاست ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھرے انداز میں فرمایا:

اے میرے بھائیو! نجاست صرف وہ نہیں جو کپڑوں یا جسم پر لگ جائے، بلکہ سب سے خطرناک نجاست وہ ہے جو دل پر لگ جائے۔ جب دل اللہ تعالیٰ کی خالص محبت سے خالی ہو جائے، جب اس میں غیر اللہ کی بے جا عظمت داخل ہونے لگے، جب بندہ اپنے رب کی بجائے دوسروں پر ایسا بھروسہ کرنے لگے جو صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے، تو دل کی پاکیزگی متاثر ہونے لگتی ہے۔ اسی لیے قرآنِ کریم نے شرک کو انتہائی سنگین گمراہی قرار دیا اور توحید کو دل کی حقیقی طہارت کا سرچشمہ بنایا۔

حافظ صاحب نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی اور فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ

ترجمہ: بے شک مشرک ناپاک ہیں۔

(التوبۃ:28)

اے میرے دوستو! اس ارشاد کا مقصد یہ سمجھانا ہے کہ شرک انسان کے عقیدے کو آلودہ کر دیتا ہے اور اس کے ایمان کی پاکیزگی کو مجروح کرتا ہے۔ مومن کا دل توحید کے نور سے پاکیزہ ہوتا ہے، جبکہ شرک اس نور کو دھندلا کرنے والا سب سے بڑا خطرہ ہے۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

دل ایک پاکیزہ باغ کی مانند ہے۔ اگر اس باغ میں صرف اللہ تعالیٰ کی محبت کا پھول کھلے گا تو خوشبو بھی پاک ہوگی، سکون بھی ہوگا اور ایمان بھی مضبوط ہوگا۔ لیکن اگر اس باغ میں تکبر، ریا، نفس پرستی، دنیا کی اندھی محبت اور غیر اللہ پر ایسا اعتماد داخل ہونے لگے جو صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے، تو یہ باغ اپنی تازگی کھونے لگتا ہے۔ اس لیے اپنے دل کی حفاظت کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ تمہارے چہروں سے پہلے تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت شفقت سے فرمایا:

ایک مثال سے سمجھو۔ اگر ایک صاف شفاف چشمے میں چند قطرے گندا پانی مسلسل گرتے رہیں تو کچھ عرصے بعد اس کا پانی پینے کے قابل نہیں رہتا۔ اسی طرح اگر انسان اپنے دل میں ہر روز غفلت، ریا، تکبر، حسد اور اللہ تعالیٰ سے بے وفائی کی کیفیت کو جگہ دیتا رہے تو دل کی صفائی متاثر ہونے لگتی ہے۔ لیکن جب وہ قرآن کی تلاوت کرتا ہے، ذکرِ الٰہی کرتا ہے، استغفار کرتا ہے اور اخلاص کے ساتھ اپنے رب کی طرف رجوع کرتا ہے تو یہی دل دوبارہ پاکیزہ ہو جاتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

اے اللہ کے بندو! شیطان کی سب سے بڑی کوشش یہی ہوتی ہے کہ وہ دل کو آہستہ آہستہ آلودہ کرے۔ وہ پہلے چھوٹے گناہ کو معمولی بنا کر پیش کرتا ہے، پھر عبادت میں ریا پیدا کرتا ہے، پھر شہرت کی محبت پیدا کرتا ہے، پھر انسان کو اپنی نیکیوں پر مغرور

کر دیتا ہے۔ اس لیے ہر لمحہ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگو کہ وہ تمہارے دل کو پاک رکھے، کیونکہ پاک دل ہی قیامت کے دن کامیاب ہوگا۔

حافظ صاحب کی آنکھیں نم ہوگئیں اور فرمایا:

قرآنِ کریم ہمیں یہ تعلیم دیتا ہے کہ قیامت کے دن نہ مال فائدہ دے گا اور نہ اولاد، بلکہ کامیاب وہ ہوگا جو قلبِ سلیم لے کر اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوگا۔ قلبِ سلیم وہ دل ہے جو توحید سے روشن، اخلاص سے معمور، رسول اللہ ﷺ کی محبت سے سرشار، ذکرِ الٰہی سے زندہ، توبہ سے پاکیزہ اور بندوں کے لیے خیر خواہی سے بھرپور ہو۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے چند لمحوں کے بعد فرمایا:

میرے عزیز! کبھی تم نے اپنے دل سے یہ سوال کیا ہے کہ میں اپنے جسم کی صفائی پر تو بہت وقت صرف کرتا ہوں، مگر اپنے دل کی صفائی کے لیے روزانہ کتنا وقت نکالتا ہوں؟ کیا میں اپنے گناہوں پر نادم ہوتا ہوں؟ کیا میں اللہ تعالیٰ کے سامنے سچے دل سے توبہ کرتا ہوں؟ کیا میری عبادت صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے؟ اگر ان سوالوں کا جواب کمزور ہے تو آج ہی اپنے رب کی طرف لوٹ آؤ۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھرے لہجے میں فرمایا:

دل کی طہارت حاصل کرنے کے لیے پانچ چیزوں کو کبھی نہ چھوڑنا۔ پہلی، پنج وقتہ نماز کو خشوع کے ساتھ ادا کرنا۔ دوسری، روزانہ قرآنِ کریم کی تلاوت اور اس پر غور کرنا۔ تیسری، کثرت سے لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ اور استغفار پڑھنا۔ چوتھی، والدین کی خدمت اور بندوں کے حقوق کی ادائیگی۔ پانچویں، ہر رات اپنے نفس کا محاسبہ کرنا۔ یہ اعمال دل کو پاک کرتے ہیں اور توحید کو مضبوط کرتے ہیں۔

حافظ صاحب نے نہایت حکمت سے فرمایا:

اخلاص دل کا خوشبو دار عطر ہے، تقویٰ اس کا لباس ہے، ذکرِ الٰہی اس کی غذا

ہے، سنتِ رسول ﷺ اس کا راستہ ہے اور توحید اس کی زندگی ہے۔ جس دل میں یہ پانچ نعمتیں جمع ہو جائیں، وہاں شیطان کے وسوسے زیادہ دیر ٹھہر نہیں سکتے۔

حافظ صاحب نے نہایت سوز و گداز کے ساتھ فرمایا:

اے میرے بھائیو! دنیا کی ظاہری صفائی اچھی بات ہے، لیکن آخرت کی کامیابی دل کی صفائی پر موقوف ہے۔ اس لیے اپنے گھروں کو صاف رکھنے سے پہلے اپنے دلوں کو صاف کرو، اپنے لباس کو پاک رکھنے سے پہلے اپنی نیت کو پاک کرو، اپنے ہاتھ دھونے سے پہلے اپنے دل کو حسد، تکبر، ریا اور ہر اس چیز سے دھو ڈالو جو تمہیں اللہ تعالیٰ سے دور کرتی ہے۔ یہی حقیقی پاکیزگی ہے، یہی توحید کا حسن ہے اور یہی بندگی کا کمال ہے۔

حافظ صاحب نے دونوں ہاتھ دعا کے لیے بلند کیے، ان کی آواز میں عاجزی، آنکھوں میں آنسو اور دل میں امت کے لیے بے پناہ خیر خواہی تھی، پھر فرمایا:

اے اللہ! ہمارے دلوں کو اپنی توحید کے نور سے منور فرما، انہیں ہر قسم کے شرک، ریا، تکبر، حسد، کینہ، نفاق اور غفلت کی نجاست سے پاک فرما۔ ہمیں اپنی معرفت عطا فرما، اپنی محبت عطا فرما، اپنے ذکر کی لذت عطا فرما، اپنے محبوب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی کامل محبت اور سنت کی کامل اتباع نصیب فرما۔ ہمارے نفس کا تزکیہ فرما، ہمیں اخلاص، تقویٰ، صبر، شکر، حسنِ اخلاق، والدین کی خدمت، بندوں کے حقوق کی ادائیگی، سچی توبہ، دعوت و اصلاح، موت کی تیاری اور آخرت کی کامیابی عطا فرما۔ ہماری قبروں کو اپنے نور سے بھر دے، ہمیں جہنم کے عذاب سے محفوظ رکھ، جنت الفردوس میں اپنے انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کی رفاقت عطا فرما، اور ہمارا خاتمہ کامل ایمان، خالص توحید اور اپنی دائمی رضا پر فرما۔ آمین۔

سب سے بڑا ظلم شرک ہے

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

تمام حمد و ثنا اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا رب، ہر نعمت کا عطا فرمانے والا، ہر دل کے رازوں کو جاننے والا، ہر کمزور کا سہارا، ہر محتاج کا کارساز اور ہر مظلوم کا حقیقی مددگار ہے۔ وہی اپنی رحمت سے ایمان کی دولت عطا کرتا ہے، اپنی حکمت سے ہدایت کے دروازے کھولتا ہے، اپنے فضل سے گناہوں کو معاف فرماتا ہے اور اپنے لطف سے بندوں کے دلوں کو اپنی محبت سے آباد کر دیتا ہے۔ اس کی ذات ہر عیب سے منزہ، اس کی صفات ہر کمال سے مزین، اس کی بادشاہی بے مثال اور اس کی کبریائی ہر عظمت سے بلند ہے۔

وہی ایسا کریم پروردگار ہے جس نے انسان کو پیدا فرمایا، اسے عقل عطا کی، حق و باطل کی پہچان دی، اپنے رسولوں کو بھیجا، اپنی کتابیں نازل فرمائیں اور نجات کا راستہ واضح کر دیا۔ وہی اپنے ذکر سے دلوں کو سکون دیتا ہے، اپنی رحمت سے مایوسوں کو امید بخشتا ہے اور اپنے قرب سے بندوں کی روحوں کو زندگی عطا فرماتا ہے۔ ہر تعریف اسی کے لیے ہے، ہر شکر اسی کا حق ہے اور ہر سجدہ صرف اسی کی بارگاہ کے لیے ہے۔

ہم اسی کی حمد کرتے ہیں، اسی کی وحدانیت کا اقرار کرتے ہیں، اسی سے مدد چاہتے ہیں اور اسی کے حضور عاجزی سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمارے دلوں کو خالص توحید پر ثابت قدم رکھے، ہمیں ہر قسم کے ظلم، گمراہی اور شرک سے محفوظ رکھے اور ہمیں اپنی رضا کی راہوں پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

حافظ صاحب نے نہایت سنجیدگی سے حاضرین کی طرف دیکھا، پھر چند لمحے

خاموش رہے، جیسے دل میں کوئی گہری حقیقت موجزن ہو، پھر آہستہ آواز میں فرمایا:

اے میرے عزیزو! دنیا میں ظلم کی بہت سی صورتیں ہیں۔ کوئی کسی کا مال چھین لیتا ہے، کوئی کسی کا حق دبا لیتا ہے، کوئی کسی کو تکلیف دیتا ہے، کوئی کسی پر بہتان باندھ دیتا ہے۔ یہ سب ظلم ہیں اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک سخت ناپسندیدہ ہیں۔ لیکن آج میں تمہیں اس ظلم کے بارے میں بتانا چاہتا ہوں جسے اللہ تعالیٰ نے سب سے بڑا ظلم قرار دیا ہے، اور وہ ہے شرک۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھرے انداز میں فرمایا:

اے میرے بھائیو! ظلم کا مطلب ہے کسی چیز کو اس کے صحیح مقام سے ہٹا دینا، یا کسی کا حق چھین لینا۔ اب ذرا سوچو، اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کس کا حق عظیم ہو سکتا ہے؟ اسی نے ہمیں پیدا کیا، اسی نے رزق دیا، اسی نے زندگی عطا کی، اسی نے عقل دی، اسی نے ایمان کا راستہ دکھایا، اسی نے ہر لمحہ اپنی نعمتوں سے نوازا۔ پھر اگر بندہ اس کی عبادت، محبت، امید یا بھروسہ کسی اور کے لیے اس درجے میں کر دے جو صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے، تو اس سے بڑا ظلم اور کیا ہو سکتا ہے؟

حافظ صاحب نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی اور نہایت خشوع سے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے حضرت لقمان علیہ السلام کی نصیحت کو قرآنِ کریم میں نقل فرمایا:

يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ۭ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ﴿١٣﴾

ترجمہ: اے میرے بیٹے! اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا، بے شک شرک بہت بڑا ظلم ہے۔

(لقمان:13)

اے میرے دوستو! غور کرو، اللہ تعالیٰ نے شرک کو صرف ظلم نہیں فرمایا بلکہ ظلمِ عظیم فرمایا۔ اس لیے کہ اس میں سب سے بڑے حق، یعنی اللہ تعالیٰ کے حق کو پامال کیا جاتا ہے۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

شرک سب سے پہلے بندے کا اپنے نفس پر ظلم ہے۔ کیونکہ اس سے انسان اپنی آخرت کو نقصان پہنچاتا ہے، اپنے دل کے نور کو کمزور کرتا ہے اور اپنے رب کی رحمت سے دور ہونے کا سبب بنتا ہے۔ پھر یہ اللہ تعالیٰ کے حق میں ظلم ہے کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے، حالانکہ وہ یکتا، بے نیاز اور لاشریک ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت شفقت سے فرمایا:

ایک مثال سے سمجھو۔ اگر ایک بچہ اپنی پوری زندگی اپنے والد کی شفقت، محبت، محنت اور قربانیوں سے فائدہ اٹھائے، لیکن پھر لوگوں کے سامنے کسی اور کو اپنا حقیقی محسن قرار دینے لگے، تو ہر شخص کہے گا کہ اس نے بہت بڑی ناانصافی کی۔ حالانکہ یہ صرف ایک انسانی مثال ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں، اس کا احسان اور اس کی ربوبیت اس سے کہیں زیادہ عظیم ہیں، اس لیے اس کے حق میں کسی کو شریک ٹھہرانا سب سے بڑا ظلم ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت درد بھرے لہجے میں فرمایا:

اے اللہ کے بندو! شیطان انسان کو ہمیشہ اسی ظلم کی طرف لے جانا چاہتا ہے۔ کبھی وہ انسان کو تکبر میں مبتلا کرتا ہے، کبھی نفس پرستی میں، کبھی دنیا کی محبت میں، کبھی ریا میں، اور کبھی آہستہ آہستہ اس کے دل سے اللہ تعالیٰ کی عظمت کم کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس لیے اپنے ایمان کی حفاظت کرو، کیونکہ شیطان کا سب سے بڑا ہدف تمہارا عقیدہ ہے۔

حافظ صاحب کی آنکھیں نم ہو گئیں اور فرمایا:

رسول اللہ ﷺ نے پوری زندگی لوگوں کو توحید کی دعوت دی۔ مکہ کی تیرہ سالہ دعوت میں سب سے زیادہ زور اسی بات پر تھا کہ لوگ صرف ایک اللہ کی عبادت کریں۔ کیونکہ جب عقیدہ درست ہو جاتا ہے تو اخلاق بھی درست ہو جاتے ہیں، معاملات بھی سنور جاتے ہیں، عبادت بھی قبول ہونے لگتی ہے اور زندگی بھی نور سے بھر جاتی ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت سے فرمایا:

میرے عزیز! کبھی تم نے اپنے دل سے یہ سوال کیا ہے کہ میری زندگی میں سب سے بڑا مقام کس کا ہے؟ میری امیدیں کس کے ساتھ وابستہ ہیں؟ میں مشکلات میں سب سے پہلے کس کے سامنے جھکتا ہوں؟ اگر تمہارے دل کا جواب یہ ہے کہ میرا رب، تو اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو، اور اگر تمہیں اپنے اندر کوئی کمزوری محسوس ہو تو آج ہی سچی توبہ کے ساتھ اپنے رب کی طرف لوٹ آؤ۔

حافظ صاحب نے نہایت حکمت سے فرمایا:

شرک سے حفاظت صرف زبان کے اقرار سے نہیں ہوتی بلکہ مسلسل ایمان کی آبیاری سے ہوتی ہے۔ قرآنِ کریم کی تلاوت کرو، اس کے معانی پر غور کرو، رسول اللہ ﷺ کی سنت کو اپنی زندگی کا حصہ بناؤ، پانچ وقت کی نماز کو مضبوطی سے قائم رکھو، ذکرِ الٰہی کو اپنا معمول بناؤ، استغفار کی کثرت کرو، والدین کی خدمت کرو، بندوں کے حقوق ادا کرو اور اپنے ہر عمل میں اخلاص پیدا کرو۔ یہی وہ راستہ ہے جو دل کو توحید پر ثابت قدم رکھتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

اے میرے بھائیو! ظلم صرف دوسروں پر ہاتھ اٹھانے کا نام نہیں، بلکہ اپنے ایمان کو کمزور کرنا بھی ظلم ہے، اپنے نفس کو گناہوں میں ڈالنا بھی ظلم ہے، آخرت کو بھلا دینا بھی ظلم ہے اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو فراموش کرنا بھی ظلم ہے۔ لیکن ان سب سے

بڑا ظلم وہ ہے جس سے توحید مجروح ہو جائے۔ اس لیے اپنے دل کی حفاظت کرو، کیونکہ دل ہی ایمان کا گھر ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت سوز و گداز کے ساتھ فرمایا:

یاد رکھو! جو بندہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کو پہچان لیتا ہے، وہ کسی اور کو اس کے مقام پر نہیں رکھتا۔ وہ ہر نعمت پر شکر کرتا ہے، ہر آزمائش میں صبر کرتا ہے، ہر لغزش پر توبہ کرتا ہے، ہر عبادت میں اخلاص پیدا کرتا ہے، ہر معاملے میں رسول اللہ ﷺ کی سنت کو اختیار کرتا ہے اور اپنی پوری زندگی کو اپنے رب کی رضا کے لیے وقف کر دیتا ہے۔ یہی خالص توحید ہے، یہی ظلم سے نجات ہے اور یہی دنیا و آخرت کی حقیقی کامیابی ہے۔

حافظ صاحب نے دونوں ہاتھ دعا کے لیے بلند کیے، ان کی آواز میں عاجزی، آنکھوں میں خشیت اور دل میں امت کے لیے بے پناہ خیر خواہی تھی، پھر فرمایا:

اے اللہ! ہمارے دلوں کو اپنی خالص توحید سے ہمیشہ آباد رکھ۔ ہمیں ہر قسم کے شرکِ جلی، شرکِ خفی، ریا، تکبر، حسد، غفلت اور ہر اس عمل سے محفوظ فرما جو ہمیں تیری رضا سے دور کر دے۔ ہمیں اپنی معرفت عطا فرما، اپنی محبت عطا فرما، اپنے ذکر کی لذت عطا فرما، اپنے محبوب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی کامل محبت اور سنت کی کامل اتباع نصیب فرما۔ ہمارے نفس کا تزکیہ فرما، ہمیں اخلاص، تقویٰ، صبر، شکر، حسنِ اخلاق، والدین کی خدمت، بندوں کے حقوق کی ادائیگی، سچی توبہ، دعوت و اصلاح، موت کی تیاری اور آخرت کی کامیابی عطا فرما۔ ہماری قبروں کو اپنے نور سے منور فرما، ہمیں جہنم کے عذاب سے محفوظ رکھ، جنت الفردوس میں اپنے انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کی رفاقت عطا فرما، اور ہمارا خاتمہ کامل ایمان، کامل توحید اور اپنی دائمی رضا پر فرما۔ آمین۔

شرک سے نجات کا طریقہ

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو اپنی ذات میں یکتا، اپنی صفات میں کامل، اپنی ربوبیت میں بے مثال، اپنی الوہیت میں لاشریک اور اپنی رحمت میں بے کنار ہے۔ وہی گمراہوں کو ہدایت دینے والا، پریشان دلوں کو سکون عطا کرنے والا، اندھیروں میں بھٹکنے والوں کو نورِ ایمان بخشنے والا اور اپنے فضل و کرم سے بندوں کو توحید کے راستے پر استقامت عطا فرمانے والا ہے۔ اس کا علم ہر پوشیدہ راز کا احاطہ کیے ہوئے ہے، اس کی حکمت ہر فیصلے میں نمایاں ہے اور اس کی رحمت ہر سچے توبہ کرنے والے کو اپنے دامن میں سمیٹ لیتی ہے۔

وہی ایسا کریم پروردگار ہے جو بندے کے ایک آنسو کو بھی ضائع نہیں کرتا، جو اپنے در پر جھکنے والوں کو عزت بخشتا ہے، جو دلوں کی اصلاح فرماتا ہے، نفس کو پاکیزگی عطا کرتا ہے اور اپنے ذکر کے ذریعے روحوں کو زندگی بخشتا ہے۔ وہی ہر خیر کا مالک، ہر نعمت کا عطا کرنے والا اور ہر مشکل کا آسان کرنے والا ہے۔

ہم اسی کی حمد کرتے ہیں، اسی کی وحدانیت کا اقرار کرتے ہیں، اسی پر بھروسہ کرتے ہیں اور اسی سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمارے دلوں کو ہر قسم کے شرک، غفلت، ریا اور گمراہی سے محفوظ رکھے، ہمیں اپنی خالص توحید، کامل اخلاص اور سچی بندگی نصیب فرمائے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھرے انداز میں حاضرین کی طرف دیکھا، پھر نرم آواز میں فرمایا:

اے میرے عزیزو! آج ہم ایک ایسے سوال کا جواب تلاش کریں گے جو ہر صاحب ایمان کے دل میں ہونا چاہیے، اور وہ یہ ہے کہ شرک سے نجات کا طریقہ کیا ہے؟ یاد رکھو! اللہ تعالیٰ نے جس مرض کی خبر دی ہے، اس کا علاج بھی عطا فرمایا ہے۔ جس فتنے سے ڈرایا ہے، اس سے حفاظت کا راستہ بھی بتایا ہے۔ اس لیے مایوس ہونے کی ضرورت نہیں، بلکہ اپنے رب کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت ہے۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

اے میرے بھائیو! شرک سے نجات کا پہلا راستہ اللہ تعالیٰ کی صحیح معرفت ہے۔ جس نے اپنے رب کو اس کی عظمت، رحمت، قدرت، حکمت اور بے نیازی کے ساتھ پہچان لیا، اس کا دل خود بخود ہر باطل سہارے سے بے نیاز ہونے لگتا ہے۔ جب دل جان لیتا ہے کہ نفع و نقصان، عزت و ذلت، زندگی و موت اور رزق سب اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہیں، تو پھر وہ غیر اللہ کی طرف دل کا جھکاؤ ختم کرنے لگتا ہے۔

حافظ صاحب نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی اور فرمایا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

ترجمہ: پس جان لو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔

(محمد:19)

غور کرو! اللہ تعالیٰ نے پہلے علم کا حکم دیا، پھر عمل کا راستہ کھولا۔ اس سے معلوم ہوا کہ صحیح علم، خالص توحید کی بنیاد ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت شفقت سے فرمایا:

میرے دوستو! شرک سے بچنے کا دوسرا راستہ رسول اللہ ﷺ کی کامل اتباع ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ نے امت کو ایسا واضح راستہ دکھایا کہ اس کے بعد کوئی اندھیرا باقی نہیں رہا۔ جو شخص سنتِ نبوی ﷺ کو مضبوطی سے تھام لیتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے

گمراہی سے محفوظ رکھتا ہے۔ اس لیے اپنی عبادت، اپنے اخلاق، اپنے معاملات اور اپنی زندگی کو رسول اللہ ﷺ کے طریقے کے مطابق بنانے کی کوشش کرو۔

حافظ صاحب نے نہایت درد بھرے لہجے میں فرمایا:

اے اللہ کے بندو! تیسرا راستہ اپنے دل کا مسلسل محاسبہ کرنا ہے۔ شیطان ہمیشہ باہر سے حملہ نہیں کرتا، وہ پہلے دل میں داخل ہونے کی کوشش کرتا ہے۔ کبھی تکبر پیدا کرتا ہے، کبھی ریا، کبھی شہرت کی خواہش، کبھی لوگوں کی خوشنودی کو اللہ کی رضا پر مقدم کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ اس لیے ہر رات اپنے دل سے پوچھا کرو کہ آج میں نے کون سا کام صرف اللہ کی رضا کے لیے کیا؟

حافظ صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا:

ایک آسان مثال سنو۔ اگر ایک صاف شفاف آئینہ روزانہ صاف کیا جائے تو وہ چمکتا رہتا ہے، لیکن اگر کئی دن تک اس پر گرد جمتی رہے تو انسان اپنی صورت بھی نہیں دیکھ سکتا۔ دل بھی اسی آئینے کی طرح ہے۔ اگر اس پر روزانہ استغفار، ذکر، توبہ اور قرآن کی روشنی پڑتی رہے تو وہ توحید کے نور سے چمکتا رہتا ہے، لیکن اگر غفلت کی گرد جم جائے تو حق کی پہچان کمزور ہونے لگتی ہے۔

حافظ صاحب کی آنکھیں نم ہو گئیں اور فرمایا: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی:

وَّ اجْنُبْنِیْ وَ بَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ﴿۳۵﴾

ترجمہ: اور مجھے اور میری اولاد کو اس بات سے بچا کہ ہم بتوں کی عبادت کریں۔

(ابراہیم:35)

دیکھو! جنہیں اللہ تعالیٰ نے خلیل بنایا، وہ بھی شرک سے حفاظت کی دعا کرتے

تھے۔اس سے معلوم ہوا کہ مومن کبھی اپنے ایمان پر غرور نہیں کرتا بلکہ ہمیشہ اپنے رب سے ثابت قدمی مانگتا رہتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھرے لہجے میں فرمایا:

میرے عزیز! کبھی تم نے اپنے دل سے یہ سوال کیا ہے کہ جب تم پر کوئی مصیبت آتی ہے تو تمہارا دل سب سے پہلے کس کی طرف متوجہ ہوتا ہے؟ جب تمہیں کوئی خوشی ملتی ہے تو سب سے پہلے کس کا شکر ادا کرتے ہو؟ جب تم کسی فیصلے میں پریشان ہوتے ہو تو سب سے پہلے کس سے دعا کرتے ہو؟ یہی سوال تمہارے دل کی کیفیت تم پر واضح کر دیں گے۔

حافظ صاحب نے نہایت حکمت سے فرمایا:

شرک سے حفاظت کے لیے اپنے گھر کو بھی توحید کا مرکز بنا دو۔قرآن کی تلاوت کو معمول بناؤ، بچوں کو اللہ تعالیٰ کی عظمت سکھاؤ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت دلوں میں پیدا کرو، نماز کی پابندی کرو، صبح و شام کے مسنون اذکار پڑھو، حلال رزق اختیار کرو، والدین کی خدمت کو سعادت سمجھو اور کسی بندے پر ظلم نہ کرو۔جب گھر میں اللہ کا ذکر بڑھتا ہے تو شیطان کے وسوسے کمزور ہونے لگتے ہیں۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

اخلاص شرک سے نجات کی مضبوط ڈھال ہے۔جب بندہ ہر عمل صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کرتا ہے تو ریا خود بخود ختم ہونے لگتی ہے۔نماز اللہ کے لیے، صدقہ اللہ کے لیے، علم اللہ کے لیے، خدمت اللہ کے لیے اور محبت بھی اللہ کے لیے ہو جائے تو دل خالص ہوتا چلا جاتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت سے فرمایا:

یاد رکھو! گناہ سے زیادہ خطرناک چیز گناہ کے بعد توبہ نہ کرنا ہے۔اگر کبھی لغزش ہو جائے تو فوراً اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرو۔استغفار کرو، ندامت اختیار کرو، دوبارہ

گناہ نہ کرنے کا عزم کرو اور اپنے رب سے معافی مانگو۔ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے اور ان کے دلوں کو پاکیزہ بنا دیتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت سوز و گداز کے ساتھ فرمایا:

اے میرے بھائیو! شرک سے نجات صرف زبان سے لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ کہہ دینے سے نہیں، بلکہ اس کلمے کے مطابق زندگی گزارنے سے حاصل ہوتی ہے۔ جب تمہارا خوف اللہ کے لیے ہو، محبت اللہ کے لیے ہو، امید اللہ سے ہو، بھروسہ اللہ پر ہو، اطاعت اللہ کے لیے ہو اور رسول اللہ ﷺ کی سنت تمہاری زندگی کا راستہ بن جائے، تب سمجھو کہ تمہارا دل توحید کی حفاظت کر رہا ہے۔

حافظ صاحب نے دونوں ہاتھ دعا کے لیے بلند کیے، ان کی آواز میں عاجزی، آنکھوں میں آنسو اور دل میں امت کے لیے بے پناہ خیر خواہی تھی، پھر فرمایا:

اے اللہ! ہمارے دلوں کو اپنی خالص توحید سے منور فرما۔ ہمیں ہر قسم کے شرکِ جلی اور شرکِ خفی سے محفوظ رکھ۔ ہمیں اپنی معرفت عطا فرما، اپنی محبت عطا فرما، اپنے ذکر کی لذت نصیب فرما، اپنے محبوب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی کامل اتباع عطا فرما۔ ہمارے نفس کا تزکیہ فرما، ہمیں اخلاص، تقویٰ، صبر، شکر، حسنِ اخلاق، والدین کی خدمت، بندوں کے حقوق کی ادائیگی، سچی توبہ، دعوت و اصلاح، موت کی تیاری اور آخرت کی کامیابی عطا فرما۔ ہمارے اعمال کو اپنی رضا کے لیے خالص بنا دے، ہماری قبروں کو نور سے بھر دے، ہمیں پلِ صراط پر ثابت قدم رکھ، جہنم کے عذاب سے محفوظ فرما، جنت الفردوس میں اپنے مقرب بندوں کی رفاقت عطا فرما، اور ہمارا خاتمہ کامل ایمان، کامل توحید، کامل اخلاص اور اپنی دائمی رضا پر فرما۔ آمین۔

شرکِ جلی

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

تمام حمد وثنا اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو اکیلا خالق، اکیلا مالک، اکیلا رازق، اکیلا معبود اور تمام جہانوں کا حقیقی پروردگار ہے۔ وہی اپنے فضل سے ایمان کی نعمت عطا فرماتا ہے، اپنی رحمت سے گمراہ دلوں کو ہدایت بخشتا ہے، اپنی حکمت سے حق و باطل میں فرق واضح کرتا ہے اور اپنے نور سے اہلِ ایمان کے سینوں کو منور فرماتا ہے۔ اس کی ذات ہر نقص سے پاک، اس کی صفات ہر کمال سے مزین، اس کی قدرت ہر شے پر غالب اور اس کی رحمت ہر چیز پر محیط ہے۔

وہی ایسا مہربان رب ہے جس نے انسان کو عدم سے وجود بخشا، اسے سننے، دیکھنے اور سمجھنے کی قوت عطا فرمائی، انبیائے کرام علیہم السلام کو رشد و ہدایت کے لیے مبعوث فرمایا اور اپنی آخری کتاب قرآنِ مجید کے ذریعے ہمیشہ کے لیے حق کا راستہ روشن کر دیا۔ وہی دلوں کو سکون دینے والا، گناہوں کو معاف کرنے والا، توبہ قبول فرمانے والا اور اپنی رضا کی راہ دکھانے والا ہے۔

ہم اسی کی حمد کرتے ہیں، اسی کے حضور عاجزی سے سر جھکاتے ہیں، اسی کی وحدانیت کا اقرار کرتے ہیں اور اسی سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمارے ایمان کی حفاظت فرمائے، ہمارے عقائد کو ہر باطل سے محفوظ رکھے، ہمیں خالص توحید پر زندہ رکھے اور اسی پر ہمارا خاتمہ فرمائے۔

حافظ صاحب نے نہایت سنجیدہ انداز میں حاضرین کی طرف دیکھا، پھر آہستہ آواز میں فرمایا:

اے میرے عزیزو! ایمان کی سب سے قیمتی دولت توحید ہے، اور اس دولت کا سب سے بڑا دشمن شرک ہے۔ آج ہم شرکِ جلی کی حقیقت پر گفتگو کریں گے تاکہ ہمارا ایمان علم، یقین اور احتیاط کے ساتھ مضبوط ہو جائے۔ یاد رکھو! جس طرح ایک قلعے کی حفاظت کے لیے دشمن کو پہچاننا ضروری ہوتا ہے، اسی طرح ایمان کی حفاظت کے لیے شرک کو پہچاننا ضروری ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھرے لہجے میں فرمایا:

اے میرے بھائیو! شرکِ جلی وہ کھلا اور واضح شرک ہے جس میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو عبادت، الوہیت یا ربوبیت میں شریک ٹھہرایا جائے۔ یہ ایسا معاملہ ہے جس سے تمام انبیائے کرام علیہم السلام نے اپنی اپنی قوموں کو سختی سے روکا۔ حضرت نوح علیہ السلام سے لے کر خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک ہر نبی کی پہلی دعوت یہی تھی کہ لوگ صرف ایک اللہ کی عبادت کریں اور ہر قسم کے شرک سے بچیں۔

حافظ صاحب نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی اور فرمایا: اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں ارشاد فرمایا:

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا

ترجمہ: اور اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ۔

(النساء:36)

اے میرے دوستو! اس مختصر حکم میں پوری زندگی کا راستہ موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو۔ یہی انبیائے کرام کی دعوت ہے، یہی قرآن کا پیغام ہے اور یہی دنیا و آخرت کی کامیابی کی بنیاد ہے۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

شرکِ جلی کی سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ یہ انسان کے ایمان کی بنیاد کو نقصان

پہنچاتا ہے۔ جب بندہ اس رب کے ساتھ، جو ہر نعمت کا عطا کرنے والا ہے، کسی اور کو اس درجے میں شریک ٹھہراتا ہے جو صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے، تو وہ اپنے عقیدے پر بہت بڑا ظلم کرتا ہے۔ اسی لیے قرآنِ کریم نے بار بار توحید کی حفاظت کی تعلیم دی ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت شفقت سے فرمایا:

ایک مثال سے سمجھو۔ اگر کسی سلطنت کا صرف ایک ہی بادشاہ ہو اور کوئی شخص اس کی اجازت کے بغیر کسی دوسرے کو بھی اسی سلطنت کا حاکم ماننے لگے تو یہ کھلی بغاوت شمار ہوگی۔ اسی طرح پوری کائنات کا ایک ہی خالق، مالک اور معبود اللہ تعالیٰ ہے، اس لیے اس کے حق میں کسی کو شریک سمجھنا سب سے بڑی گمراہی ہے۔ یہ مثال صرف مفہوم کو قریب کرنے کے لیے ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہر مثال سے بلند و برتر ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت درد بھرے لہجے میں فرمایا:

اے اللہ کے بندو! شرکِ جلی صرف ایک غلط عقیدہ نہیں، بلکہ یہ انسان کو اپنے رب کی رحمت سے دور کر دینے والا بہت بڑا خطرہ ہے۔ اس لیے ہر مومن کو چاہیے کہ وہ قرآن و سنت سے اپنا عقیدہ سیکھے، صحیح علم حاصل کرے اور اپنے ایمان کی حفاظت کرے۔ جہالت بہت سے فتنوں کا دروازہ ہوتی ہے، جبکہ علم اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے جو حق کو واضح کرتا ہے۔

حافظ صاحب کی آنکھیں نم ہو گئیں اور فرمایا:

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی پوری زندگی توحید کی دعوت دی۔ انہوں نے اپنی قوم کو سمجھایا کہ سورج، چاند، ستارے اور بت کسی عبادت کے مستحق نہیں، کیونکہ یہ سب مخلوق ہیں، خالق نہیں۔ آخرکار انہوں نے پوری دنیا کے سامنے اعلان کیا کہ میرا رخ صرف اس اللہ کی طرف ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا۔ یہی کامل

توحید ہے اور یہی ہر مومن کا راستہ ہونا چاہیے۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے چند لمحوں کے بعد فرمایا:

میرے عزیز! کبھی تم نے اپنے دل سے یہ سوال کیا ہے کہ میں اپنے عقیدے کو صحیح رکھنے کے لیے کتنی کوشش کرتا ہوں؟ کیا میں قرآنِ کریم کو سمجھ کر پڑھتا ہوں؟ کیا میں رسول اللہ ﷺ کی سنت سے اپنے ایمان کی حفاظت کرتا ہوں؟ کیا میں اپنی اولاد کو بھی توحید کی تعلیم دیتا ہوں؟ اگر یہ فکر تمہارے دل میں پیدا ہو جائے تو سمجھو اللہ تعالیٰ تم پر بڑا فضل فرما رہا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھرے انداز میں فرمایا:

یاد رکھو! توحید صرف ایک نظریہ نہیں بلکہ زندگی گزارنے کا طریقہ ہے۔ جب بندہ اللہ تعالیٰ کو اکیلا معبود مانتا ہے تو پھر اس کی نماز خالص ہوتی ہے، دعا خالص ہوتی ہے، امید خالص ہوتی ہے، خوف خالص ہوتا ہے، محبت خالص ہوتی ہے اور اخلاص اس کے کردار میں نمایاں ہو جاتا ہے۔ یہی توحید کی خوبصورتی ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت حکمت سے فرمایا:

اپنے گھروں کو ایمان کا مرکز بناؤ۔ بچوں کو سب سے پہلے لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ کا مفہوم سکھاؤ، انہیں رسول اللہ ﷺ کی محبت سکھاؤ، قرآنِ کریم کی تلاوت کا شوق پیدا کرو، نماز کی پابندی کرو، والدین کا احترام سکھاؤ، سچ بولنے کی عادت ڈالو اور ہر کام میں اللہ تعالیٰ کی رضا کو مقدم رکھو۔ یہی وہ ماحول ہے جس میں شرک کی تاریکی داخل نہیں ہو سکتی۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

اے میرے بھائیو! شرکِ جلی سے بچنے کا سب سے مضبوط ذریعہ یہ ہے کہ انسان ہر روز اپنے ایمان کی تجدید کرے، کلمۂ طیبہ کو سمجھ کر پڑھے، اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ پر غور کرے، اپنی دعاؤں میں اخلاص پیدا کرے، اپنے نفس کا محاسبہ

کرے اور ہر حال میں اپنے رب کی طرف رجوع کرتا رہے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ سے جڑ جاتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے گمراہی سے محفوظ فرما دیتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت جذب و کیف کے ساتھ فرمایا:

یاد رکھو! دنیا کی سب سے بڑی دولت صحیح عقیدہ ہے۔ اگر عقیدہ محفوظ ہے تو آزمائش بھی رحمت بن جاتی ہے، تنگی بھی اجر کا ذریعہ بن جاتی ہے، بیماری بھی درجات کی بلندی کا سبب بن جاتی ہے اور موت بھی اپنے رب سے ملاقات کا دروازہ بن جاتی ہے۔ لیکن اگر عقیدہ ہی کمزور ہو جائے تو دنیا کی بڑی سے بڑی کامیابی بھی آخرت میں نفع نہیں دے سکتی۔

حافظ صاحب نے دونوں ہاتھ دعا کے لیے بلند کیے، ان کی آواز میں عاجزی، آنکھوں میں خشوع اور دل میں امت کے لیے بے پناہ خیر خواہی تھی، پھر فرمایا: اے اللہ! ہمارے دلوں کو اپنی خالص توحید سے ہمیشہ روشن رکھ۔ ہمیں ہر قسم کے شرکِ جلی اور شرکِ خفی سے محفوظ فرما۔ ہمیں اپنی معرفت عطا فرما، اپنی محبت عطا فرما، اپنے ذکر کی مٹھاس نصیب فرما، اپنے محبوب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی کامل محبت اور سنت کی کامل اتباع عطا فرما۔ ہمارے نفس کا تزکیہ فرما، ہمیں اخلاص، تقویٰ، صبر، شکر، حسنِ اخلاق، والدین کی خدمت، بندوں کے حقوق کی ادائیگی، سچی توبہ، دعوت و اصلاح، موت کی تیاری اور آخرت کی کامیابی نصیب فرما۔ ہماری قبروں کو اپنے نور سے منور فرما، ہمیں جہنم کے عذاب سے محفوظ رکھ، جنت الفردوس میں اپنے انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کی رفاقت عطا فرما، اور ہمارا خاتمہ کامل ایمان، کامل توحید اور اپنی دائمی رضا پر فرما۔ آمین۔

شرکِ خفی

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

تمام حمد و ثنا اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو دلوں کے بھید جاننے والا، نیتوں سے باخبر، ظاہر و باطن کا مالک، رحمت و مغفرت کا سرچشمہ اور تمام جہانوں کا یکتا پروردگار ہے۔ وہی اپنے فضل سے ایمان عطا کرتا ہے، اپنے نور سے دلوں کو زندہ کرتا ہے، اپنے ذکر سے روحوں کو سکون بخشتا ہے اور اپنے لطف سے بندوں کو اخلاص کی دولت نصیب فرماتا ہے۔ اس کی ذات ہر عیب سے پاک، اس کی صفات ہر کمال سے مزین، اس کی رحمت ہر امید سے وسیع اور اس کی حکمت ہر فیصلے میں کامل ہے۔

وہی ایسا کریم رب ہے جو بندے کی زبان سے پہلے اس کے دل کی کیفیت کو جانتا ہے، آنکھوں کے آنسوؤں سے پہلے دل کی آہوں کو سنتا ہے، گناہگار کے لیے توبہ کا دروازہ کھلا رکھتا ہے اور اخلاص کے ساتھ اس کی طرف آنے والے کو اپنی رحمت کے سائے میں جگہ دیتا ہے۔ وہی پاک ہے، وہی برتر ہے، وہی معبودِ برحق ہے اور اسی کے لیے ہر عبادت، ہر دعا اور ہر سجدہ ہے۔

ہم اسی کی حمد کرتے ہیں، اسی سے مدد چاہتے ہیں، اسی پر توکل کرتے ہیں اور اسی سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمارے دلوں کو ہر قسم کے شرکِ جلی اور شرکِ خفی سے محفوظ رکھے، ہمارے اعمال کو خالص اپنی رضا کے لیے قبول فرمائے اور ہمیں اخلاصِ کامل کی دولت عطا فرمائے۔

حافظ صاحب نے نہایت خاموشی اور وقار کے ساتھ حاضرین کی طرف دیکھا، پھر آہستہ آواز میں فرمایا:

اے میرے عزیزو! کھلا ہوا دشمن آسانی سے پہچان لیا جاتا ہے، لیکن وہ دشمن زیادہ خطرناک ہوتا ہے جو دوست بن کر دل میں جگہ بنالے۔ اسی طرح شرک کی ایک صورت کھلی اور واضح ہے، جسے شرکِ جلی کہتے ہیں، اور ایک صورت نہایت باریک، پوشیدہ اور دل کے اندر پیدا ہونے والی ہے، جسے شرکِ خفی کہا جاتا ہے۔ یہی وہ خطرہ ہے جس سے ہر مومن کو ہر وقت ڈرتے رہنا چاہیے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھرے انداز میں فرمایا:

اے میرے بھائیو! شرکِ خفی وہ ہے جو اکثر انسان کے دل، نیت اور ارادے میں داخل ہوتا ہے۔ کبھی عبادت صرف اللہ تعالیٰ کے لیے نہیں بلکہ لوگوں کی تعریف حاصل کرنے کے لیے ہونے لگتی ہے، کبھی نیکی شہرت کے لیے کی جاتی ہے، کبھی صدقہ اس لیے دیا جاتا ہے کہ لوگ سخی کہیں، کبھی علم اس لیے حاصل کیا جاتا ہے کہ لوگ عالم کہیں۔ یہ وہ بیماریاں ہیں جو بظاہر چھوٹی معلوم ہوتی ہیں مگر دل کے اخلاص کو کھوکھلا کر دیتی ہیں۔

حافظ صاحب نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی اور فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّ لَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ﴿۱۱۰﴾

ترجمہ: تو جو اپنے رب سے ملاقات کی امید رکھتا ہے، اسے چاہیے کہ نیک عمل کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ ٹھہرائے۔

(سورۃ الکہف:110)

اے میرے دوستو! اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صاف فرما دیا کہ جو اپنے رب سے ملاقات کی امید رکھتا ہے، وہ نیک عمل کرے اور اپنی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔ یعنی عبادت صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہو، نہ کہ لوگوں کی تعریف، شہرت یا دنیاوی منفعت کے لیے۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا:

إِنَّ أَخْوَفَ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمُ الشِّرْكُ الْأَصْغَرُ.

صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! شرکِ اصغر کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: **الرِّيَاءُ**۔ مجھے تم پر سب سے زیادہ چھوٹے شرک کا خوف ہے۔

پوچھا گیا: وہ کیا ہے؟ فرمایا: ریا۔

(مسند احمد)

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

اے اللہ کے بندو! ریا صرف نماز میں نہیں ہوتی، بلکہ ہر نیکی میں ہو سکتی ہے۔ اگر دل میں یہ خواہش پیدا ہو جائے کہ لوگ میری عبادت دیکھیں، میری تعریف کریں، مجھے نیک سمجھیں، تو فوراً اپنے دل کا علاج کرو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ تمہارے عمل سے پہلے تمہاری نیت کو دیکھتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت شفقت سے فرمایا:

ایک آسان مثال سے سمجھو۔ اگر کوئی شخص ایک خوبصورت تحفہ اپنے والد کو دینے کے لیے خریدے، لیکن راستے میں کسی اور کو خوش کرنے کے لیے وہ تحفہ اسی کے نام کر دے، تو کیا وہ تحفہ اپنے اصل مقصد پر باقی رہے گا؟ اسی طرح عبادت اللہ تعالیٰ کے

لیے ہوتی ہے، لیکن اگر اس میں لوگوں کی خوشنودی شامل ہو جائے تو اس کا اخلاص متاثر ہونے لگتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت درد بھرے لہجے میں فرمایا:

اے میرے بھائیو! شرکِ خفی کی سب سے بڑی علامت یہ ہے کہ انسان لوگوں کے سامنے عبادت میں زیادہ اہتمام کرے اور تنہائی میں سستی اختیار کرے۔ جب لوگ موجود ہوں تو قرآن خوب پڑھے، دعا لمبی کرے، نیکی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے، لیکن جب کوئی دیکھنے والا نہ ہو تو عبادت کا شوق ختم ہو جائے۔ مومن کو چاہیے کہ وہ اپنی تنہائی کو اپنی مجلس سے بہتر بنائے، کیونکہ تنہائی میں صرف اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہوتا ہے۔

حافظ صاحب کی آنکھیں نم ہو گئیں اور فرمایا:

حضرت یوسف علیہ السلام نے تنہائی میں بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے اپنے آپ کو بچایا، کیونکہ ان کے دل میں اخلاص زندہ تھا۔ اخلاص وہ نور ہے جو بندے کو اس وقت بھی گناہ سے بچاتا ہے جب دنیا کی کوئی آنکھ اسے نہ دیکھ رہی ہو۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے چند لمحوں کے بعد فرمایا:

میرے عزیز! کبھی تم نے اپنے دل سے یہ سوال کیا ہے کہ اگر دنیا میں کوئی بھی میری عبادت کو نہ دیکھے، نہ میری تعریف کرے، نہ مجھے نیک کہے، تو کیا میں پھر بھی اسی محبت اور انہی آنسوؤں کے ساتھ اپنے رب کی عبادت کروں گا؟ اگر جواب ہاں ہے تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو، اور اگر دل میں کمزوری محسوس ہو تو آج ہی اخلاص کی دعا مانگو۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھرے لہجے میں فرمایا:

شرکِ خفی سے بچنے کے لیے ہمیشہ یہ دعا پڑھا کرو جو رسول اللہ ﷺ نے سکھائی:

اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُ بِكَ أَنْ أُشْرِكَ بِكَ وَأَنَا أَعْلَمُ، وَأَسْتَغْفِرُكَ لِمَا لَا أَعْلَمُ

اے اللہ! میں جانتے ہوئے تیرے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانے سے تیری پناہ مانگتا ہوں، اور جو انجانے میں مجھ سے ہو جائے اس پر تجھ سے مغفرت چاہتا ہوں۔

حافظ صاحب نے نہایت حکمت سے فرمایا:

اپنے اعمال کو لوگوں سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کرنے کی فکر کرو۔ نماز ایسی پڑھو جیسے صرف اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے، صدقہ ایسے دو کہ تمہارا بایاں ہاتھ بھی نہ جانے، قرآن ایسے پڑھو جیسے ہر آیت تمہارے دل پر نازل ہو رہی ہو، والدین کی خدمت ایسے کرو جیسے یہی تمہاری جنت کا راستہ ہو، اور بندوں کے حقوق ایسے ادا کرو جیسے کل قیامت میں انہی کا حساب دینا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت جذب و کیف کے ساتھ فرمایا:

اخلاص توحید کی روح ہے، اور شرکِ خفی اس روح کو زخمی کر دیتا ہے۔ اس لیے ہر روز اپنے دل کا محاسبہ کرو، استغفار کی کثرت کرو، ذکرِ الٰہی سے دل کو زندہ رکھو، رسول اللہ ﷺ کی سنت کو مضبوطی سے تھامے رکھو، اور ہر عمل سے پہلے اپنے آپ سے پوچھو: کیا میں یہ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کر رہا ہوں؟

حافظ صاحب نے دونوں ہاتھ دعا کے لیے بلند کیے، ان کی آواز لرز رہی تھی، آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور دل اللہ تعالیٰ کے حضور جھکا ہوا تھا، پھر فرمایا:

اے اللہ! ہمارے دلوں کو ہر قسم کے شرکِ جلی اور شرکِ خفی سے محفوظ فرما۔ ہمارے اعمال کو خالص اپنی رضا کے لیے قبول فرما۔ ہمیں اپنی معرفت، اپنی محبت، اپنے ذکر کی مٹھاس، اخلاصِ کامل، تقویٰ، صبر، شکر، حسنِ اخلاق، والدین کی خدمت،

بندوں کے حقوق کی ادائیگی، سچی توبہ، رسول اللہ ﷺ کی کامل اتباع اور آخرت کی حقیقی تیاری نصیب فرما۔ ہمارے دلوں کو ریا، تکبر، خودنمائی اور نفس کی ہر بیماری سے پاک فرما، ہماری قبروں کو نور سے بھر دے، ہمیں جہنم کے عذاب سے محفوظ رکھ، جنت الفردوس میں اپنے مقرب بندوں کی رفاقت عطا فرما، اور ہمارا خاتمہ کامل ایمان، خالص توحید اور کامل اخلاص پر فرما۔ آمین۔

کامل موحد کی نشانیاں

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو یکتا و یگانہ، بے نیاز، ہمیشہ زندہ رہنے والا، تمام مخلوقات کا خالق، مالک اور حقیقی معبود ہے۔ وہی دلوں کو ایمان کی روشنی عطا فرماتا ہے، وہی بندوں کو اپنی معرفت کی دولت بخشتا ہے، وہی اپنی رحمت سے گناہوں کو معاف کرتا ہے اور وہی اپنے فضل سے بندوں کو اخلاص، تقویٰ اور استقامت کی نعمت عطا فرماتا ہے۔ اس کی ذات ہر عیب سے پاک، اس کی صفات ہر کمال سے مزین، اس کی رحمت ہر شے پر محیط اور اس کا احسان ہر سانس میں نمایاں ہے۔

وہی ایسا کریم پروردگار ہے جس نے اپنے بندوں کو توحید کی عظیم نعمت عطا فرمائی، اپنے محبوب انبیائے کرام علیہم السلام کے ذریعے ہدایت کا راستہ دکھایا، قرآنِ مجید کو نور و ہدایت بنا کر نازل فرمایا اور رسولِ اکرم ﷺ کو رحمت للعالمین بنا کر بھیجا تاکہ انسان تاریکیوں سے نکل کر ایمان کے نور میں داخل ہو جائے۔ وہی دلوں کو زندہ کرنے والا، نفس کو پاک کرنے والا اور اپنی محبت سے روحوں کو سرشار کرنے والا ہے۔

ہم اسی کی حمد کرتے ہیں، اسی کے حضور سجدہ ریز ہوتے ہیں، اسی پر توکل کرتے ہیں اور اسی سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں خالص توحید، کامل ایمان، سچا اخلاص، کامل تقویٰ اور اپنی دائمی رضا نصیب فرمائے۔

حافظ صاحب نے محبت بھری نگاہوں سے حاضرین کی طرف دیکھا، پھر نہایت نرمی سے فرمایا:

اے میرے عزیزو! آج میں تمہیں یہ نہیں بتاؤں گا کہ موحد کون ہوتا ہے، بلکہ یہ بتاؤں گا کہ کامل موحد کی نشانیاں کیا ہوتی ہیں۔ اس لیے کہ ہر شخص زبان سے توحید کا دعویٰ کر سکتا ہے، لیکن کامل موحد وہ ہے جس کی پوری زندگی اس کے کلمۂ توحید کی گواہی بن جائے۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

اے میرے بھائیو! کامل موحد کی پہلی نشانی یہ ہے کہ اس کا دل صرف اللہ تعالیٰ سے وابستہ ہوتا ہے۔ وہ ہر نعمت میں اللہ کو دیکھتا ہے، ہر آزمائش میں اللہ کی حکمت کو پہچانتا ہے، ہر خوشی میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہے اور ہر مصیبت میں اللہ ہی کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَ عَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْۤا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۲۳﴾

(سورۃ المائدۃ:23)

ترجمہ: اور اگر تم ایمان والے ہو تو اللہ ہی پر بھروسہ کرو۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھرے انداز میں فرمایا:

کامل موحد کی دوسری نشانی یہ ہے کہ اس کی سب سے بڑی محبت اللہ تعالیٰ اور

اس کے رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے ہوتی ہے۔ دنیا کی ہر محبت اپنی جگہ، لیکن اس کے دل کا تاج صرف اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت سے آراستہ ہوتا ہے۔ وہ ہر فیصلہ سنت کے مطابق کرنے کی کوشش کرتا ہے، کیونکہ اسے معلوم ہے کہ کامیابی اسی راستے میں ہے۔

حافظ صاحب نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی اور فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ

(سورۃ آل عمران:31)

ترجمہ: اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو رسول اللہ ﷺ کی پیروی کرو، اللہ تم سے محبت فرمائے گا۔

حافظ صاحب نے نہایت حکمت سے فرمایا:

کامل موحد کی تیسری نشانی اخلاص ہے۔ وہ عبادت لوگوں کو دکھانے کے لیے نہیں کرتا بلکہ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کرتا ہے۔ اگر پوری دنیا اس کی نیکی کو نہ دیکھے، تب بھی اس کے عمل میں کمی نہیں آتی، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ میرا رب مجھے دیکھ رہا ہے۔

حافظ صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا:

ایک سادہ سی مثال سنو۔ ایک مخلص ملازم اس وقت بھی پوری دیانت داری سے کام کرتا ہے جب اس کا مالک موجود نہ ہو، کیونکہ اس کے اندر ذمہ داری کا احساس ہوتا ہے۔ اسی طرح کامل موحد اس وقت بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچتا ہے جب وہ

تنہائی میں ہوتا ہے، کیونکہ اسے یقین ہوتا ہے کہ اس کا رب ہر لمحہ اسے دیکھ رہا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

کامل موحد کی چوتھی نشانی یہ ہے کہ اس کا دل ہمیشہ ذکرِ الٰہی سے آباد رہتا ہے۔ اس کی زبان پر استغفار ہوتا ہے، دل میں اللہ کی یاد ہوتی ہے اور زندگی میں قرآن کی روشنی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَىِٕنُّ الْقُلُوْبُ ﴿۲۸﴾

(سورۃ الرعد:28)

ترجمہ: خبردار! اللہ کے ذکر ہی سے دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت درد بھرے لہجے میں فرمایا:

اے اللہ کے بندو! کامل موحد گناہ پر اصرار نہیں کرتا۔ اگر اس سے لغزش ہو جائے تو وہ فوراً اپنے رب کے حضور جھک جاتا ہے، آنکھوں میں ندامت کے آنسو لے آتا ہے، استغفار کرتا ہے اور سچی توبہ کے ساتھ اپنی اصلاح کی کوشش کرتا ہے۔ اس کا اعتماد اپنے عمل پر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت پر ہوتا ہے۔

حافظ صاحب کی آنکھیں نم ہو گئیں اور فرمایا:

کامل موحد کی ایک بڑی نشانی حسنِ اخلاق ہے۔ وہ والدین کے ساتھ ادب سے پیش آتا ہے، رشتہ داروں کے حقوق ادا کرتا ہے، پڑوسی کو تکلیف نہیں دیتا، کسی کا حق نہیں مارتا، زبان سے کسی کو زخمی نہیں کرتا اور ہر انسان کے ساتھ خیر خواہی کا معاملہ کرتا ہے۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ توحید صرف عقیدہ نہیں بلکہ کردار بھی ہے۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے چند لمحوں کے بعد فرمایا:

میرے عزیز! کبھی تم نے اپنے دل سے یہ سوال کیا ہے کہ اگر آج اللہ تعالیٰ مجھے اپنے سامنے کھڑا کر دے تو کیا میری توحید صرف زبان پر ہوگی یا میرے اعمال بھی اس

کی گواہی دیں گے؟ کیا میری نماز، میرا کاروبار، میرے اخلاق، میری زبان اور میرے معاملات بھی یہ اعلان کریں گے کہ میں صرف ایک اللہ کا بندہ ہوں؟

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھرے انداز میں فرمایا:

کامل موحد دنیا سے بے تعلق نہیں ہوتا، لیکن دنیا کو اپنے دل کا معبود بھی نہیں بناتا۔ وہ رزق کماتا ہے مگر رزق پر نہیں بلکہ رازق پر بھروسہ کرتا ہے۔ وہ اسباب اختیار کرتا ہے مگر دل کو اسباب کا غلام نہیں بناتا۔ وہ عزت چاہتا ہے مگر جانتا ہے کہ حقیقی عزت صرف اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت جذب و کیف کے ساتھ فرمایا:

کامل موحد آزمائش میں صبر کرتا ہے، نعمت میں شکر کرتا ہے، گناہ پر توبہ کرتا ہے، عبادت میں اخلاص پیدا کرتا ہے، رسول اللہ ﷺ کی سنت کو مضبوطی سے تھامتا ہے، آخرت کی تیاری کرتا ہے، موت کو یاد رکھتا ہے، جنت کی امید رکھتا ہے اور جہنم سے پناہ مانگتا رہتا ہے۔ اس کا ہر دن اپنے رب کے قریب ہونے کی کوشش میں گزرتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت سوز و گداز کے ساتھ فرمایا:

اے میرے بھائیو! کامل موحد بننا صرف علم حاصل کرنے سے نہیں ہوتا بلکہ اپنے دل کو بدلنے سے ہوتا ہے۔ جب دل اللہ تعالیٰ کی محبت سے بھر جائے، نفس تقویٰ کے تابع ہو جائے، زبان ذکر سے تر رہے، آنکھیں گناہوں سے بچیں، ہاتھ نیکی میں لگیں، قدم سنت پر چلیں اور زندگی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے وقف ہو جائے، تب بندہ کامل توحید کی خوشبو محسوس کرنے لگتا ہے۔

حافظ صاحب نے دونوں ہاتھ دعا کے لیے بلند کیے، ان کی آواز میں خشوع، آنکھوں میں آنسو اور دل میں امت کے لیے بے پناہ محبت تھی، پھر فرمایا:

اے اللہ! ہمیں کامل موحد بنا دے۔ ہمارے دلوں کو اپنی معرفت، اپنی محبت، اپنے ذکر، اپنے خوف اور اپنی امید سے بھر دے۔ ہمیں خالص اخلاص، کامل تقویٰ،

سچی توبہ، حسنِ اخلاق، والدین کی کامل خدمت، بندوں کے حقوق کی ادائیگی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کامل اتباع اور قرآنِ کریم پر عمل کی توفیق عطا فرما۔ ہمیں شرکِ جلی، شرکِ خفی، ریا، تکبر، حسد، نفاق اور ہر باطنی بیماری سے محفوظ فرما۔ ہمارے دلوں کو ایمان کے نور سے منور فرما، ہماری قبروں کو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ بنا دے، ہمیں جہنم کے عذاب سے محفوظ رکھ، جنت الفردوس میں اپنے انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کی رفاقت عطا فرما، اور ہمارا خاتمہ کامل ایمان، کامل توحید اور اپنی دائمی رضا پر فرما۔ آمین۔

حصہ:-3

نفی اثبات کیا ہے؟

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

سب تعریفیں اس ربِ کریم کے لیے ہیں جس نے ہمارے دلوں کو اپنی معرفت کے لیے پیدا فرمایا، ہماری زبانوں کو اپنے ذکر سے عزت بخشی اور ہماری روحوں کو اپنے قرب کی طلب عطا فرمائی۔ وہی ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کی بادشاہی ہے، اسی کا حکم چلتا ہے، اسی کی رحمت ہر چیز پر محیط ہے، اور اسی کی طرف سب کو لوٹ کر جانا ہے۔ ہم اسی کی حمد کرتے ہیں، اسی سے مدد مانگتے ہیں اور اسی کے حضور اپنے دلوں کی محتاجی پیش کرتے ہیں۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے چند لمحوں کے بعد نہایت محبت سے حاضرین کی طرف دیکھا اور فرمایا:

اے میرے عزیزو! تم نے بہت مرتبہ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ پڑھا ہوگا، لیکن کبھی اپنے دل سے یہ سوال کیا کہ اس کلمے کے اندر اللہ تعالیٰ نے کیسا عظیم راز چھپا دیا ہے؟ یہ صرف چند الفاظ نہیں، یہ پوری زندگی کا نقشہ ہے۔ یہ کلمہ انسان کو بتاتا ہے کہ پہلے ہر باطل کو دل سے نکالو، پھر اللہ تعالیٰ کو اس دل کا واحد مالک بنا لو۔ یہی نفی ہے اور یہی اثبات ہے۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

بیٹا! ذرا اپنے گھر کا ایک کمرہ تصور کرو۔ اگر وہ پرانے، ٹوٹے ہوئے اور بے کار سامان سے بھرا ہوا ہو تو کیا تم اس میں کوئی قیمتی چیز رکھ سکتے ہو؟ ہرگز نہیں۔ پہلے وہ

فضول سامان نکالا جاتا ہے، پھر نئی اور قیمتی چیز رکھی جاتی ہے۔ یہی معاملہ دل کا ہے۔ پہلے دل سے تکبر، حسد، ریا، دنیا کی بے جا محبت اور غیر اللہ پر اعتماد نکالو، پھر اس میں اللہ تعالیٰ کی محبت، اس کا ذکر، اس کا خوف اور اس کی امید بساؤ۔ یہی نفی و اثبات کی حقیقت ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے کلمہ بھی اسی ترتیب سے سکھایا ہے۔ پہلے فرمایا: لَا إِلٰهَ یعنی کوئی معبود نہیں، پھر فرمایا: إِلَّا اللّٰهُ یعنی سوائے اللہ کے۔ اگر پہلے ہی اللہ فرمایا جاتا تو دل میں باقی جھوٹے سہارے بھی رہ جاتے، مگر اللہ تعالیٰ نے پہلے ہر باطل کی جڑ کاٹی، پھر اپنی معرفت کا نور عطا فرمایا۔

حافظ صاحب نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی، جیسے دل پر کوئی کیفیت اتر رہی ہو، پھر فرمایا:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَ يُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى

ترجمہ: جو شخص طاغوت کا انکار کرے اور اللہ پر ایمان لے آئے، اس نے مضبوط سہارا تھام لیا۔

(سورۃ البقرۃ:256)

دیکھو! یہاں بھی پہلے انکار ہے، پھر اقرار ہے۔ پہلے نفی ہے، پھر اثبات ہے۔

حافظ صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا:

اے میرے دوستو! نفی صرف پتھر کے بتوں کی نہیں ہوتی۔ آج بہت سے بت

دلوں کے اندر کھڑے ہیں۔ کسی نے دولت کو اپنا سہارا بنالیا، کسی نے اپنے منصب کو، کسی نے اپنی عقل کو، کسی نے لوگوں کی تعریف کو، اور کسی نے اپنی خواہشات کو۔ جب تک یہ بت دل میں موجود ہیں، تب تک إِلَّا اللہُ کی مٹھاس پوری طرح نصیب نہیں ہوتی۔

حافظ صاحب نے نہایت درد بھرے لہجے میں فرمایا:

میرے بھائی! کبھی تنہائی میں اپنے دل سے یہ سوال کرنا کہ اگر اللہ تعالیٰ آج مجھ سے پوچھے کہ تیرے دل میں سب سے بڑی محبت کس کی تھی؟ تو میرا جواب کیا ہوگا؟ اگر اس سوال پر دل کانپ جائے تو سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی طرف بلا رہا ہے۔

حافظ صاحب نے عاجزی سے سر جھکا کر فرمایا:

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی پہلے فرمایا:

إِنَّنِي بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُونَ ﴿٢٦﴾ إِلَّا الَّذِي فَطَرَنِي

میں ان سب سے بیزار ہوں جن کی تم عبادت کرتے ہو، سوائے اس ذات کے جس نے مجھے پیدا کیا۔

(سورۃ الزخرف:26-27)

یہی تو نفی و اثبات کا راستہ ہے۔ پہلے باطل سے براءت، پھر اللہ تعالیٰ سے تعلق۔

حافظ صاحب نے محبت بھری نگاہوں سے حاضرین کو دیکھا اور فرمایا:

یاد رکھو! جس دل میں اللہ کی محبت آ جاتی ہے، وہاں دنیا رہتی تو ہے مگر دل پر حکومت نہیں کرتی۔ مال ہاتھ میں رہتا ہے، دل میں نہیں۔ عزت ملتی ہے مگر تکبر پیدا نہیں ہوتا۔ مصیبت آتی ہے مگر امید ختم نہیں ہوتی، کیونکہ اس دل نے ہر سہارے کی نفی کر کے صرف اللہ کو اپنا سہارا بنالیا ہوتا ہے۔

حافظ صاحب نے گفتگو ختم کرتے ہوئے دعا کی:

اللہ تعالیٰ ہمیں کلمۂ طیبہ کی حقیقی روح عطا فرمائے، ہمارے دلوں سے ہر باطل محبت اور ہر جھوٹے سہارے کو نکال دے، اپنے ذکر، اپنی محبت، اپنے اخلاص اور اپنی کامل بندگی سے ہمارے سینوں کو منور فرما دے، ہمیں سچی توحید نصیب فرمائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کامل اتباع عطا فرمائے، ایمان پر زندگی اور ایمان پر ہی خاتمہ نصیب فرمائے۔ آمین۔

شرک کی نفی-توحید کا اثبات

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

تمام تعریفیں اس اللہ رب العالمین کے لیے ہیں جو یکتا ہے، بے مثال ہے، نہ اس کا کوئی شریک ہے، نہ اس کا کوئی ہمسر۔ وہی دلوں کا مالک، روحوں کا پروردگار، آسمانوں اور زمین کا فرمانروا اور ہر نعمت کا عطا کرنے والا ہے۔ اسی کی رحمت سے ایمان نصیب ہوتا ہے، اسی کی ہدایت سے دل زندہ ہوتے ہیں اور اسی کے فضل سے بندہ شرک کے اندھیروں سے نکل کر توحید کے نور میں داخل ہوتا ہے۔ ہم اسی کی حمد کرتے ہیں، اسی کے حضور سجدہ ریز ہوتے ہیں اور اسی سے دعا کرتے ہیں کہ ہمارے دلوں کو ہمیشہ اپنی توحید پر ثابت قدم رکھے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھرے انداز میں حاضرین کی طرف دیکھا، چند لمحے خاموش رہے، پھر فرمایا:

اے میرے عزیزو! اگر کوئی مجھ سے پوچھے کہ اسلام کا سب سے بڑا پیغام کیا ہے؟ تو میں بلا تردد کہوں گا کہ اسلام کا سب سے بڑا پیغام شرک کی نفی اور توحید کا

اثبات ہے۔ یہی تمام انبیائے کرام علیہم السلام کی دعوت رہی، یہی قرآنِ کریم کا مرکزی مضمون ہے اور یہی انسان کی دنیا و آخرت کی کامیابی کی بنیاد ہے۔

حافظ صاحب نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی اور فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے ہر نبی علیہ السلام کو ایک ہی پیغام دے کر بھیجا:

وَ لَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ اجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ۚ

اور یقیناً ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو۔

(سورۃ النحل:36)

دیکھو! پہلے فرمایا اللہ کی عبادت کرو، پھر ہر باطل سے بچو۔ یہی شرک کی نفی اور توحید کا اثبات ہے۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

میرے دوستو! شرک صرف یہ نہیں کہ کوئی پتھر کے بت کو سجدہ کرے۔ شرک کی ابتدا دل سے ہوتی ہے۔ جب بندہ اللہ سے زیادہ کسی مخلوق پر بھروسہ کرنے لگے، جب اللہ سے بڑھ کر کسی کو خوش کرنے کی فکر ہو، جب لوگوں کی تعریف اللہ کی رضا سے زیادہ محبوب بن جائے، تو دل میں شرک کی گرد بیٹھنے لگتی ہے۔ اس لیے اولیائے کرام فرمایا کرتے تھے کہ اپنے دل کی حفاظت کرو، کیونکہ اللہ کی نظر سب سے پہلے دل پر پڑتی ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت حکیمانہ انداز میں فرمایا:

میں تمہیں ایک آسان مثال دیتا ہوں۔ فرض کرو ایک بادشاہ نے کسی شخص کو اپنے

محل کا نگران بنایا، لیکن وہ نگران بادشاہ کو چھوڑ کر محل کے ملازموں کو اصل مالک سمجھنے لگے، ان کے سامنے جھکنے لگے اور انہی سے ہر امید وابستہ کر لے۔ بتاؤ! کیا یہ بادشاہ کی وفاداری ہوگی؟ ہرگز نہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنی زمین پر پیدا کیا، رزق دیا، سانس دی، عقل دی، ایمان دیا، پھر اگر ہم اپنے دل کا اعتماد غیر اللہ پر رکھ دیں تو یہ بندگی کی روح کے خلاف ہے۔

حافظ صاحب نے درد بھرے لہجے میں فرمایا:

قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ

بے شک اللہ اس بات کو معاف نہیں کرتا کہ اس کے ساتھ شریک ٹھہرایا جائے، اور اس کے علاوہ جسے چاہے معاف فرما دیتا ہے۔

(سورۃ النساء:48)

یہ آیت ہمیں ڈرانے کے لیے نہیں بلکہ جگانے کے لیے ہے، تاکہ ہم اپنے عقیدے، نیت، محبت اور عمل کو ہر قسم کے شرک سے پاک کریں۔

حافظ صاحب نے نہایت شفقت سے فرمایا:

اے اللہ کے بندو! توحید صرف زبان سے اللہ ایک ہے کہنے کا نام نہیں۔ توحید یہ ہے کہ خوشی میں بھی اللہ یاد رہے، غم میں بھی اللہ یاد رہے، تنہائی میں بھی اسی سے دعا ہو، مجمع میں بھی اسی کی رضا مطلوب ہو، رزق ملے تو شکر اسی کا، مصیبت آئے تو صبر اسی کے لیے، اور زندگی کا ہر قدم رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق ہو۔

حافظ صاحب نے محبت سے مسکراتے ہوئے فرمایا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ مَاتَ وَهُوَ يَعْلَمُ أَنَّهُ لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ

جو اس حال میں فوت ہوا کہ وہ جانتا تھا اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ جنت میں داخل ہوگا۔

(صحیح مسلم، حدیث:26)

یہ جاننا صرف معلومات کا نام نہیں، بلکہ ایسی معرفت کا نام ہے جو زندگی بدل دے، کردار بدل دے اور دل کو اللہ کا بنا دے۔

حافظ صاحب نے حاضرین کی طرف محبت بھری نگاہ سے دیکھا اور فرمایا:

میرے بھائی! کبھی رات کی تنہائی میں اپنے آپ سے یہ سوال کرنا کہ اگر آج میرا آخری دن ہو اور اللہ تعالیٰ مجھ سے پوچھے کہ تم نے سب سے زیادہ کس پر بھروسہ کیا؟ سب سے زیادہ کس سے محبت کی؟ سب سے زیادہ کس کی رضا چاہی؟ تو میرا جواب کیا ہوگا؟ اگر اس سوال پر آنکھ نم ہو جائے تو سمجھ لینا کہ دل ابھی زندہ ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

حضرت بلال رضی اللہ عنہ پر ظلم کے پہاڑ توڑے گئے، مگر ان کی زبان پر صرف اُحَدٌ اُحَدٌ تھا۔ انہیں معلوم تھا کہ جسم زخمی ہو سکتا ہے مگر توحید کا چراغ بجھنا نہیں چاہیے۔ یہی توحید کی قوت تھی جس نے ایک غلام کو تاریخ کا روشن ستارہ بنا دیا۔

حافظ صاحب نے فکر انگیز انداز میں فرمایا:

شرک انسان کو مخلوق کا محتاج بناتا ہے، جبکہ توحید انسان کو صرف خالق کا محتاج بناتی ہے۔ شرک دل میں خوف پیدا کرتا ہے، توحید دل میں سکون پیدا کرتی ہے۔ شرک امیدوں کو لوگوں کے دروازوں پر لے جاتا ہے، توحید ہاتھوں کو اللہ کے حضور

اٹھانا سکھاتی ہے۔ شرک عزت کو مخلوق سے مانگتا ہے، توحید یقین دلاتی ہے کہ عزت صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت جذب و کیف کے ساتھ گفتگو سمیٹتے ہوئے فرمایا:

اے میرے عزیزو! اپنے گھروں میں توحید کا چراغ روشن کرو، اپنی اولاد کو اللہ کی پہچان سکھاؤ، اپنے دل کو ہر ایسے تعلق سے پاک کرو جو اللہ سے دور کرتا ہو۔ کلمۂ طیبہ کو صرف زبان کا ورد نہ بناؤ بلکہ اپنی زندگی کا دستور بنا لو۔ جب دل میں صرف اللہ کی محبت، رسول اللہ ﷺ کی اتباع، اخلاص، تقویٰ اور ذکرِ الٰہی جمع ہو جائیں گے تو شرک کی ہر تاریکی خود بخود ختم ہو جائے گی۔

حافظ صاحب نے دونوں ہاتھ دعا کے لیے اٹھائے اور عرض کیا:

اے اللہ! ہمارے دلوں کو ہر قسم کے شرکِ جلی اور شرکِ خفی سے محفوظ فرما۔ ہمیں خالص توحید، کامل اخلاص، سچا توکل، اپنی بے پایاں محبت، اپنے ذکر کی لذت، رسول اللہ ﷺ کی کامل اتباع، والدین کی خدمت، بندوں کے حقوق کی ادائیگی، حسنِ اخلاق اور آخرت کی بھرپور تیاری نصیب فرما۔ ہمارے ایمان کو مضبوط کر، ہماری لغزشوں کو معاف فرما، ہمیں اپنی رضا والی زندگی اور ایمان پر خاتمہ عطا فرما، اور جنت الفردوس میں اپنے محبوب ﷺ کی معیت نصیب فرما۔ آمین۔

باطل کی نفی۔ حق کا اثبات

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

تمام حمد اس اللہ جل جلالہ کے لیے ہے جو سراپا حق ہے، جس کا ہر وعدہ حق، ہر فیصلہ حق، ہر حکم حق اور ہر کلام حق ہے۔ وہی دلوں کو ہدایت دینے والا، باطل کے

اندھیروں کو مٹانے والا، حق کی روشنی سے سینوں کو منور کرنے والا اور اپنے بندوں پر بے پایاں فضل و کرم فرمانے والا ہے۔ اسی کی کبریائی آسمانوں پر چھائی ہوئی ہے، اسی کی رحمت زمین والوں کو ڈھانپے ہوئے ہے، اور اسی کی حکمت کائنات کے ہر ذرّے میں جلوہ گر ہے۔ ہم اسی کی حمد بیان کرتے ہیں، اسی کے سامنے عاجزی اختیار کرتے ہیں اور اسی سے دعا کرتے ہیں کہ ہمارے دلوں کو ہمیشہ حق پر قائم رکھے اور باطل سے محفوظ فرمائے۔

حافظ صاحب نے آسمان کی طرف محبت بھری نگاہ اٹھائی، جیسے دل پر معرفت کی کوئی نئی کیفیت اتر رہی ہو، پھر حاضرین کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا:

اے میرے عزیزو! دنیا میں دو ہی راستے ہیں، ایک حق کا راستہ اور دوسرا باطل کا راستہ۔ ان دونوں کے درمیان کوئی تیسرا راستہ نہیں۔ انسان یا تو اللہ تعالیٰ کے حکم کے ساتھ کھڑا ہوتا ہے یا اپنی خواہشات کے ساتھ۔ یا وہ رسول اللہ ﷺ کی سنت کو اختیار کرتا ہے یا نفس اور شیطان کی پیروی کرتا ہے۔ اسی لیے ایمان کی بنیاد یہ ہے کہ پہلے باطل کو پہچانو، پھر اس سے اپنے دل کو پاک کرو، اور اس کے بعد حق کو مضبوطی سے تھام لو۔ یہی نفی و اثبات کا حقیقی مفہوم ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت درد بھرے لہجے میں فرمایا:

میرے بھائیو! باطل ہمیشہ بڑے شور کے ساتھ آتا ہے، لیکن اس کے قدم کمزور ہوتے ہیں۔ حق خاموش ہوتا ہے، مگر اس کی بنیاد مضبوط ہوتی ہے۔ تم نے کبھی دیکھا ہوگا کہ بارش کے موسم میں ندی کے اوپر جھاگ بہت زیادہ نظر آتا ہے، دیکھنے والا سمجھتا ہے شاید یہی اصل پانی ہے، لیکن تھوڑی دیر بعد جھاگ ختم ہو جاتا ہے اور صاف پانی باقی رہتا ہے۔ اسی طرح باطل کچھ وقت کے لیے غالب دکھائی دیتا ہے، مگر آخرکار مٹ جاتا ہے اور حق باقی رہتا ہے۔

پھر حافظ صاحب نے قرآن کریم کی تلاوت کی اور فرمایا:

وَ قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ﴿۸۱﴾

اور فرما دیجیے! حق آ گیا اور باطل مٹ گیا، بے شک باطل مٹنے ہی والا ہے۔

(سورۃ الاسراء:81)

پھر فرمایا:

دیکھو! اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ شاید باطل مٹ جائے، بلکہ فرمایا کہ باطل تو مٹنے ہی والا ہے۔ کیونکہ جس چیز کی بنیاد جھوٹ پر ہو، وہ زیادہ دیر قائم نہیں رہ سکتی۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

اے اللہ کے بندو! باطل صرف بت پرستی کا نام نہیں۔ ہر وہ بات جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کے خلاف ہو، وہ باطل ہے۔ جھوٹ بولنا باطل ہے، ظلم کرنا باطل ہے، دھوکہ دینا باطل ہے، تکبر باطل ہے، حسد باطل ہے، والدین کی نافرمانی باطل ہے، بندوں کے حقوق پامال کرنا باطل ہے، اور دل کو اللہ کے ذکر سے غافل کر دینا بھی باطل ہے۔ اگر انسان اپنے دل میں ان چیزوں کو جگہ دیتا رہے تو پھر وہ زبان سے حق کی بات بھی کرے، دل اس کا نور قبول نہیں کرتا۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت سے فرمایا:

حق کیا ہے؟ حق یہ ہے کہ اللہ ایک ہے، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے آخری نبی ہیں، قرآن حق ہے، آخرت حق ہے، جنت حق ہے، جہنم حق ہے، موت حق ہے، حساب حق ہے، اور ہر وہ راستہ حق ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں دکھایا۔

پھر آپ نے ارشاد فرمایا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

تَرَكْتُ فِيكُمْ أَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا: كِتَابَ اللهِ وَسُنَّةَ نَبِيِّهِ

میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، جب تک انہیں مضبوطی سے تھامے رکھو گے کبھی گمراہ نہیں ہو گے: اللہ کی کتاب اور اپنے نبی کی سنت۔

(موطا امام مالک، حدیث:1594)

حافظ صاحب نے نہایت شفقت سے حاضرین کی طرف دیکھا اور فرمایا:

میرے دوستو! حق کو اختیار کرنا ہمیشہ آسان نہیں ہوتا، لیکن اس کا انجام ہمیشہ خوبصورت ہوتا ہے۔ کبھی ایسا بھی ہوگا کہ تم سچ بولو گے اور نقصان اٹھاؤ گے، لیکن اللہ کے نزدیک وہی کامیابی ہوگی۔ کبھی حرام چھوڑنے میں وقتی تنگی محسوس ہوگی، مگر اللہ تعالیٰ تمہارے لیے حلال کے ایسے دروازے کھول دے گا جن کا تم نے گمان بھی نہ کیا ہوگا۔

پھر حافظ صاحب نے ایک مثال بیان کی:

فرض کرو ایک مسافر اندھیری رات میں سفر کر رہا ہے۔ اس کے ایک ہاتھ میں چراغ ہے اور دوسرے ہاتھ میں کسی نے ایک خوبصورت مگر بجھا ہوا چراغ دے دیا۔ اگر وہ صرف خوبصورتی دیکھ کر بجھا ہوا چراغ اٹھا لے اور روشن چراغ چھوڑ دے تو کیا وہ منزل تک پہنچ سکے گا؟ ہرگز نہیں۔ منزل تک پہنچانے والی چیز اس کی چمک نہیں بلکہ اس کی روشنی ہے۔ اسی طرح باطل اکثر خوبصورت لباس پہن کر آتا ہے، مگر اس میں ہدایت کی روشنی نہیں ہوتی، جبکہ حق کبھی ظاہری چمک نہ بھی رکھتا ہو، پھر بھی وہ انسان کو اللہ تعالیٰ تک پہنچا دیتا ہے۔

حافظ صاحب کی آنکھیں نم ہو گئیں اور فرمایا:

میرے عزیز! کبھی تم نے اپنے دل سے یہ سوال کیا ہے کہ میں اپنی روزمرہ

زندگی میں حق کے ساتھ زیادہ کھڑا ہوتا ہوں یا اپنی خواہشات کے ساتھ؟ جب میری رائے اور اللہ کا حکم آپس میں ٹکراتے ہیں تو میں کس کو ترجیح دیتا ہوں؟ یہی سوال انسان کی حقیقت کو اس کے سامنے کھول دیتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت عاجزی سے فرمایا:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی پوری زندگی حق کے اثبات کی مثال ہے۔ جب بہت سے لوگ متردد ہوئے تو انہوں نے فوراً فرمایا کہ اگر یہ بات محمد ﷺ نے فرمائی ہے تو یقیناً حق ہے۔ (صحیح البخاری، فضائل أصحاب النبي ﷺ) یہی ایمان ہے کہ بندہ اپنی عقل، خواہش اور دنیاوی فائدے کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کے تابع کر دے۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے لہجے میں فرمایا:

یاد رکھو! حق اختیار کرنے والا کبھی تنہا نہیں ہوتا، کیونکہ اللہ اس کے ساتھ ہوتا ہے۔ باطل اختیار کرنے والا چاہے پوری دنیا کے ساتھ کھڑا ہو، پھر بھی وہ حقیقت میں اکیلا ہے، کیونکہ اس نے اپنے رب کی معیت کھو دی۔

حافظ صاحب نے گفتگو سمیٹتے ہوئے فرمایا:

اے فرزندانِ اسلام! اپنے گھروں میں قرآن کی آواز بلند کرو، اپنے دلوں کو ذکرِ الٰہی سے زندہ رکھو، اپنی زبان کو سچ کا عادی بناؤ، اپنے معاملات کو دیانت سے آراستہ کرو، والدین کے ساتھ حسنِ سلوک اختیار کرو، بندوں کے حقوق ادا کرو، اور ہر قدم پر یہ سوچو کہ اللہ تعالیٰ اس عمل سے راضی ہوگا یا نہیں۔ یہی حق کا راستہ ہے، یہی انبیاء علیہم السلام کا راستہ ہے، یہی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا راستہ ہے، اور یہی وہ راستہ ہے جو جنت تک لے جاتا ہے۔

حافظ صاحب نے دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کی:

اے اللہ! ہمارے دلوں سے ہر باطل خیال، ہر باطل عقیدہ، ہر باطل خواہش

اور ہر باطل عمل کو نکال دے، اور ان میں اپنے حق کا نور، اپنی معرفت، اپنی محبت، اپنے ذکر کی لذت، اپنے رسول ﷺ کی کامل اتباع، اخلاص، تقویٰ، حسنِ اخلاق، صبر، شکر، والدین کی خدمت، بندوں کے حقوق کی ادائیگی اور آخرت کی فکر پیدا فرما۔ ہمیں حق کو حق سمجھ کر اس کی پیروی کرنے اور باطل کو باطل سمجھ کر اس سے مکمل اجتناب کرنے کی توفیق عطا فرما، اور ہمارا خاتمہ ایمان، اخلاص اور اپنی رضا پر فرما۔ آمین۔

نفس کی نفی - رب کا اقرار

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

تمام تعریفیں اس اللہ ذوالجلال کے لیے ہیں جو دلوں کے بھید جاننے والا، نیتوں کو دیکھنے والا، نفس کے ہر وسوسے سے باخبر اور اپنے بندوں پر بے حد مہربان ہے۔ وہی اپنے فضل سے بھٹکے ہوئے کو راہ دکھاتا ہے، گناہگار کو توبہ کی توفیق دیتا ہے، اور سرکش نفس کو اپنی معرفت کے نور سے مطیع بنا دیتا ہے۔ اسی کی ربوبیت ہر لحہ ہمیں سنبھالتی ہے، اسی کی رحمت ہماری لغزشوں کو ڈھانپتی ہے، اور اسی کے کرم سے دلوں میں ایمان، محبت اور اخلاص کی بہار آتی ہے۔ ہم اسی کی حمد کرتے ہیں، اسی پر بھروسہ کرتے ہیں اور اسی سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمارے نفس کو اپنی اطاعت کا تابع بنا دے۔

حافظ صاحب نے خاموشی سے حاضرین پر نگاہ ڈالی، پھر نہایت نرم لہجے میں فرمایا:

اے میرے عزیزو! آج میں تم سے ایک ایسے دشمن کی بات کرنا چاہتا ہوں جو تمہارے ساتھ ہر وقت رہتا ہے، تمہارے اندر رہتا ہے، تمہارے ساتھ سوتا ہے،

تمہارے ساتھ جاگتا ہے، اور اگر تم اس سے غافل ہو جاؤ تو یہ تمہیں آہستہ آہستہ اللہ تعالیٰ سے دور لے جاتا ہے۔ اس دشمن کا نام نفس ہے۔ شیطان باہر سے حملہ کرتا ہے، مگر نفس اندر سے دروازہ کھول دیتا ہے۔ اس لیے جو شخص اپنے نفس کو پہچان لیتا ہے، وہ اپنی اصلاح کی پہلی منزل پر پہنچ جاتا ہے۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

میرے بھائیو! نفس کی نفی کا مطلب یہ نہیں کہ انسان اپنی جان کو تکلیف دے یا اپنی جائز ضروریات کو چھوڑ دے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنے نفس کو اپنا حاکم نہ بنائے۔ جو چیز اللہ تعالیٰ کو پسند نہ ہو، نفس چاہے کتنی ہی خوبصورت بنا کر پیش کرے، بندہ اسے رد کر دے۔ اور رب کا اقرار یہ ہے کہ زندگی کے ہر فیصلے میں یہ کہا جائے: میرے رب کا حکم میری خواہش سے بڑھ کر ہے۔

حافظ صاحب نے قرآن کریم کی یہ آیت تلاوت فرمائی:

وَ اَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَ نَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ﴿۴۰﴾ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ﴿۴۱﴾

ترجمہ: اور جو اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرا اور اپنے نفس کو خواہشات سے روکے رکھا، تو یقیناً جنت ہی اس کا ٹھکانا ہے۔

(سورۃ النازعات: 40-41)

پھر فرمایا:

دیکھو! اللہ تعالیٰ نے جنت کا راستہ دو چیزوں میں بتایا: رب کا خوف اور نفس کی خواہش کو روکنا۔ جو شخص ہر خواہش پوری کرتا چلا جائے، وہ نفس کا غلام بن جاتا ہے،

اور جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اپنی خواہش چھوڑ دیتا ہے، وہ رب کا محبوب بن جاتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت شفقت سے فرمایا:

اے اللہ کے بندو! نفس ہمیشہ آسان راستہ دکھاتا ہے، جبکہ رب سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔ نفس کہتا ہے، غصہ نکال دو۔ رب فرماتا ہے:

وَ الْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَ الْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ؕ

اور وہ لوگ جو غصہ پی جاتے ہیں اور لوگوں کو معاف کر دیتے ہیں۔

(سورۃ آل عمران:134)

نفس کہتا ہے، جو دل چاہے کر لو۔ رب فرماتا ہے:

وَ لَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ

اور خواہشِ نفس کی پیروی نہ کرو، ورنہ وہ تمہیں اللہ کے راستے سے بھٹکا دے گی۔

(سورۃ ص:26)

حافظ صاحب نے ایک عام فہم مثال دیتے ہوئے فرمایا:

فرض کرو ایک بچہ بیمار ہے۔ وہ ضد کرتا ہے کہ مجھے صرف میٹھی چیزیں کھانی ہیں، لیکن اس کی ماں اسے کڑوی دوا دیتی ہے، کیونکہ وہ اس کی صحت چاہتی ہے۔ اگر ماں بچے کی ہر خواہش پوری کر دے تو بچہ بیمار ہوتا جائے گا۔ اسی طرح ہمارا نفس ہر وقت

لذتیں مانگتا ہے، مگر ہمارا رب وہی حکم دیتا ہے جس میں ہماری دنیا و آخرت کی بھلائی ہوتی ہے۔ عقل مند وہ ہے جو نفس کی نہیں، رب کی سنتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت سے فرمایا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اَلْكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهُ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ

عقلمند وہ ہے جو اپنے نفس کا محاسبہ کرے اور موت کے بعد کی زندگی کے لیے عمل کرے۔

(سنن الترمذی، حدیث:2459)

یہی اصل کامیابی ہے۔ دنیا کا ہوشیار وہ نہیں جو صرف تجارت یا دنیا کے معاملات میں کامیاب ہو، بلکہ سچا عقلمند وہ ہے جو اپنے نفس کو اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار بنا لے۔

حافظ صاحب کی آنکھوں میں نمی آ گئی اور فرمایا:

میرے دوست! کبھی رات کے آخری پہر اپنے دل سے یہ سوال کرنا کہ آج میرے فیصلے کس کے حکم پر ہوئے؟ میرے نفس کے یا میرے رب کے؟ جب کسی نے میری بے عزتی کی تو میں نے نفس کی بات مانی یا اللہ کے حکم کے مطابق صبر کیا؟ جب حرام کا موقع ملا تو میں نے خواہش کو اختیار کیا یا اپنے رب کی رضا کو؟ یہ سوال تمہیں تمہاری حقیقت دکھا دے گا۔

حافظ صاحب نے فکر انگیز انداز میں فرمایا:

حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے گناہ کے تمام اسباب موجود تھے، مگر انہوں نے فرمایا:

مَعَاذَ اللّٰہِ

میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔

(سورۃ یوسف:23)

یہی نفس کی نفی اور رب کا اقرار تھا۔ اگر وہ نفس کی سنتے تو شاید وقتی لذت مل جاتی، مگر انہوں نے رب کو چنا، اس لیے اللہ تعالیٰ نے انہیں دنیا و آخرت کی عزت عطا فرمائی۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت سے فرمایا:

میرے عزیزو! نفس کی آواز بلند ہوتی ہے، رب کی پکار نرم ہوتی ہے۔ نفس جلدی چاہتا ہے، رب حکمت سکھاتا ہے۔ نفس دنیا دکھاتا ہے، رب آخرت دکھاتا ہے۔ نفس تعریف کا بھوکا ہے، رب اخلاص چاہتا ہے۔ نفس بدلہ لینا چاہتا ہے، رب معاف کرنا سکھاتا ہے۔ نفس جمع کرنا چاہتا ہے، رب خرچ کرنا سکھاتا ہے۔ اس لیے ہر روز اپنے دل سے پوچھا کرو کہ آج میرے اندر کون بول رہا ہے، نفس یا رب کی ہدایت؟

حافظ صاحب نے محبت بھرے لہجے میں حاضرین کو مخاطب کر کے فرمایا:

اگر تم چاہتے ہو کہ دل میں سکون پیدا ہو، ذکر میں لذت آئے، نماز میں خشوع نصیب ہو، دعا میں آنسو آئیں، قرآن دل میں اترے اور رسول اللہ ﷺ کی سنت محبوب بن جائے، تو اپنے نفس کو اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے جھکا دو۔ جس دن نفس جھک گیا، اسی دن رب کی معرفت کا دروازہ کھل جائے گا۔

حافظ صاحب نے گفتگو کے اختتام پر نہایت عاجزی سے دعا کی:

اے اللہ! ہمارے نفس کو پاکیزگی عطا فرما، کیونکہ تو ہی اسے سب سے بہتر پاک کرنے والا ہے۔ ہمارے دلوں سے تکبر، ریا، حسد، خود پسندی اور خواہشات کی غلامی

کو نکال دے۔ ہمیں اپنی کامل معرفت، اپنی سچی محبت، اپنے ذکر کی مٹھاس، رسول اللہ ﷺ کی کامل اتباع، اخلاص، تقویٰ، صبر، شکر، حسنِ اخلاق، والدین کی خدمت، بندوں کے حقوق کی ادائیگی اور آخرت کی تیاری نصیب فرما۔ ہمارے نفس کو اپنا مطیع اور ہمارے دل کو اپنا گھر بنا دے، اور ہمارا خاتمہ ایمان، توحید اور اپنی رضا پر فرما۔ آمین۔

اخلاص کی بنیاد- ایمان کی روح

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

تمام حمد و ثنا اس اللہ جل جلالہ کے لیے ہے جو ظاہر و باطن کا مالک، دلوں کے رازوں کا جاننے والا، نیتوں کے بھیدوں سے پوری طرح باخبر اور اپنے بندوں پر بے پایاں مہربان ہے۔ وہی اعمال کو قبولیت کا شرف عطا کرتا ہے، وہی اخلاص کے ایک چھوٹے سے قطرے کو اپنی رحمت سے سمندر بنا دیتا ہے، اور وہی اپنے فضل سے ایمان کو دلوں میں زندہ اور روشن رکھتا ہے۔ ہم اسی کی کبریائی بیان کرتے ہیں، اسی کے سامنے عاجزی اختیار کرتے ہیں اور اسی سے دعا کرتے ہیں کہ ہمارے اعمال کو اپنی رضا کے لیے خالص فرما دے اور ہمارے دلوں کو ایمان کے نور سے ہمیشہ منور رکھے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھری نگاہوں سے حاضرین کی طرف دیکھا، پھر آہستہ سے فرمایا:

اے میرے عزیزو! آج میں تمہیں ایک ایسے خزانے کی بات بتانا چاہتا ہوں جو اگر کسی بندے کو مل جائے تو اس کے تھوڑے اعمال بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت قیمتی

ہو جاتے ہیں، اور اگر یہ خزانہ نہ ہو تو بڑے بڑے اعمال بھی کھوکھلے رہ جاتے ہیں۔ اس خزانے کا نام اخلاص ہے۔ اور یاد رکھو، اخلاص صرف عمل کی زینت نہیں بلکہ ایمان کی روح ہے۔ جس طرح جسم روح کے بغیر بے جان ہو جاتا ہے، اسی طرح ایمان اخلاص کے بغیر اپنی اصل مٹھاس اور اثر کھو دیتا ہے۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

میرے بھائیو! اخلاص کا مطلب یہ نہیں کہ لوگ تمہارے اعمال نہ دیکھیں، بلکہ اخلاص کا مطلب یہ ہے کہ تمہارا دل لوگوں کی تعریف کا محتاج نہ رہے۔ تم نماز اس لیے نہ پڑھو کہ لوگ تمہیں نیک کہیں، تم صدقہ اس لیے نہ دو کہ لوگ تمہاری سخاوت کا چرچا کریں، تم قرآن اس لیے نہ پڑھو کہ لوگ تمہاری آواز کی تعریف کریں، بلکہ ہر عمل کے پیچھے صرف ایک ہی مقصد ہو کہ میرا رب مجھ سے راضی ہو جائے۔

حافظ صاحب نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی اور فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں فرمایا:

وَ مَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۙ

ترجمہ: اور انہیں یہی حکم دیا گیا تھا کہ خالص اللہ ہی کی عبادت کریں، اسی کے لیے دین کو خالص رکھتے ہوئے۔

(سورۃ البینۃ: 5)

پھر فرمایا:

دیکھو! اللہ تعالیٰ نے عبادت کا حکم دینے سے پہلے اس کی روح بیان کر دی، اور وہ روح اخلاص ہے۔ عبادت کی کثرت سے پہلے نیت کی پاکیزگی ضروری ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ، وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِءٍ مَا نَوَى

ترجمہ: اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے، اور ہر شخص کو وہی ملے گا جس کی اس نے نیت کی۔

(صحیح البخاری، حدیث: 1، صحیح مسلم، حدیث: 1907)

میرے عزیزو! اس حدیث کو صرف حفظ نہ کرو، اسے اپنی زندگی کا آئینہ بنالو۔ ہر عمل سے پہلے اپنے دل سے پوچھو کہ میں یہ کس کے لیے کر رہا ہوں؟ اگر جواب آئے کہ اللہ کے لیے، تو خوش ہو جاؤ۔ اگر دل میں کسی اور کی خوشنودی کا خیال غالب ہو تو فوراً اپنی نیت کی اصلاح کرو۔

حافظ صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا:

میں تمہیں ایک آسان مثال دیتا ہوں۔ فرض کرو ایک بچہ اپنے والد کے لیے ایک گلاس پانی لاتا ہے۔ پانی عام سا ہے، مگر اس کے پیچھے محبت اور خلوص ہے، اس لیے والد اس پانی کو خوشی سے قبول کرتا ہے۔ دوسری طرف اگر کوئی شخص قیمتی تحفہ دے مگر اس کے دل میں صرف دکھاوا ہو تو وہ تحفہ دل میں وہ جگہ نہیں بناتا۔ بندے کے اعمال بھی ایسے ہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ عمل کے حجم سے پہلے دل کے اخلاص کو دیکھتا ہے۔

حافظ صاحب نے فکر انگیز انداز میں فرمایا:

شیطان کو سب سے زیادہ خوف اس بندے سے ہوتا ہے جس کا دل مخلص ہو، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ مخلص بندہ تعریف سے نہیں بدلتا، تنقید سے نہیں ٹوٹتا، تنہائی میں بھی اللہ کو یاد کرتا ہے اور مجمع میں بھی اللہ سے ڈرتا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے شیطان کا

قول نقل فرمایا:

اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۴۰﴾

ترجمہ: سوائے تیرے ان بندوں کے جو خالص کیے ہوئے ہیں۔

(سورۃ الحجر:40)

حافظ صاحب نے نہایت شفقت سے فرمایا:

میرے دوستو! اخلاص کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ انسان نیکی کرنے کے بعد اسے بھول جائے، مگر گناہ کرنے کے بعد اسے یاد رکھے اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتا رہے۔ منافق اپنے اعمال کو بڑا سمجھتا ہے، جبکہ مومن اپنے عمل کو اللہ کی شان کے مقابلے میں ہمیشہ کم سمجھتا ہے اور قبولیت کی دعا کرتا رہتا ہے۔

حافظ صاحب کی آنکھیں نم ہو گئیں اور فرمایا:

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ عمل سے زیادہ اس کی قبولیت کی فکر کرو۔ کیونکہ کتنے ہی اعمال ہیں جو ظاہراً بڑے ہیں مگر اخلاص نہ ہونے کی وجہ سے آسمان تک نہیں پہنچتے، اور کتنے ہی اعمال ایسے ہیں جو لوگوں کی نظر میں معمولی ہیں مگر اخلاص کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے ہاں پہاڑوں سے زیادہ وزنی بن جاتے ہیں۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت سے حاضرین کو دیکھا اور فرمایا:

میرے عزیز! کبھی تم نے اپنے دل سے یہ سوال کیا ہے کہ اگر آج دنیا میں میری ہر نیکی کو لوگوں سے چھپا دیا جائے، کوئی میری تعریف نہ کرے، کوئی میرا نام نہ لے، کوئی میری عزت نہ بڑھائے، تو کیا میں پھر بھی وہی نیکیاں اسی محبت سے کرتا رہوں گا؟ اگر جواب ہاں ہے تو اخلاص کی خوشبو تمہارے دل میں پیدا ہو رہی ہے، اور اگر جواب بدل جائے تو سمجھ لو کہ ابھی دل کو مزید صفائی کی ضرورت ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت حکمت سے فرمایا:

اخلاص انسان کو اللہ تعالیٰ سے جوڑ دیتا ہے۔ پھر وہ نماز لوگوں کے لیے نہیں بلکہ اپنے رب سے ملاقات کے لیے پڑھتا ہے۔ وہ قرآن اس لیے نہیں پڑھتا کہ لوگ اسے قاری کہیں بلکہ اس لیے پڑھتا ہے کہ اس کا رب اس سے راضی ہو۔ وہ صدقہ اس لیے نہیں دیتا کہ اس کی تصویر بنے بلکہ اس لیے دیتا ہے کہ قیامت کے دن یہی صدقہ اس کے لیے سایہ بن جائے۔

حافظ صاحب نے نہایت سوز و گداز کے ساتھ فرمایا:

یاد رکھو! ایمان کا چراغ اخلاص کے تیل سے جلتا ہے۔ اگر اخلاص خشک ہو جائے تو عبادت کی روشنی مدھم ہونے لگتی ہے۔ پھر نماز بوجھ محسوس ہوتی ہے، ذکر میں لذت ختم ہو جاتی ہے، قرآن دل میں نہیں اترتا اور دعا میں وہ کیفیت باقی نہیں رہتی۔ لیکن جب بندہ اپنے دل کو صرف اللہ کے لیے خالص کر لیتا ہے تو معمولی سا عمل بھی اس کے لیے قربِ الٰہی کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت عاجزی سے گفتگو ختم کرتے ہوئے دعا کی:

اے اللہ! ہمارے دلوں کو ہر قسم کی ریا، شہرت کی خواہش، خودنمائی اور نفس کی آمیزش سے پاک فرما۔ ہمیں ایسا اخلاص عطا فرما کہ ہماری ہر عبادت، ہر دعا، ہر خدمت، ہر قربانی اور ہر سانس صرف تیری رضا کے لیے ہو۔ ہمارے ایمان کو مضبوط، ہمارے ذکر کو زندہ، ہماری توبہ کو سچی، ہمارے اخلاق کو حسین، ہمارے دلوں کو نرم، ہمارے اعمال کو مقبول، اور ہمارے خاتمے کو ایمان و اخلاص پر فرما۔ ہمیں رسول اللہ ﷺ کی کامل اتباع، والدین کی خدمت، بندوں کے حقوق کی ادائیگی اور جنت الفردوس کی ابدی نعمتیں عطا فرما۔ آمین۔

نفیِ خواہش-اثباتِ بندگی

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

تمام تعریفیں اس اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کے لیے ہیں جس نے انسان کو اپنی بندگی کے لیے پیدا فرمایا، دلوں کو اپنی یاد سے سکون عطا کیا، روحوں کو اپنی محبت سے زندگی بخشی اور اپنے فضل سے ہدایت کی راہیں روشن فرمائیں۔ وہی ایسا رب ہے جس کی رحمت گناہوں سے بڑی، جس کا کرم ہماری امیدوں سے وسیع، جس کی حکمت ہماری عقلوں سے بلند اور جس کی محبت ہر محبت سے عظیم ہے۔ ہم اسی کی حمد کرتے ہیں، اسی کے حضور اپنی عاجزی کا اقرار کرتے ہیں اور اسی سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اپنی خالص بندگی کی حقیقت نصیب فرمائے۔

حافظ صاحب نے خاموشی سے حاضرین کی طرف دیکھا، پھر نہایت محبت بھرے لہجے میں فرمایا:

اے میرے عزیزو! آج ہم ایک ایسی جنگ کی بات کریں گے جو میدانوں میں نہیں لڑی جاتی، جس میں نہ تلواریں چلتی ہیں، نہ نیزے اٹھتے ہیں، بلکہ یہ جنگ انسان کے اپنے دل کے اندر جاری رہتی ہے۔ ایک طرف خواہشِ نفس ہوتی ہے اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ کی بندگی۔ جس دن بندہ خواہش پر اپنے رب کو ترجیح دینا سیکھ لیتا ہے، اسی دن اس کی روح آزاد ہونا شروع ہو جاتی ہے۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

میرے بھائیو! انسان کی سب سے بڑی مشکل یہ نہیں کہ اس کے پاس وسائل کم ہیں، بلکہ اس کی سب سے بڑی مشکل یہ ہے کہ اس کی خواہشات کی کوئی حد نہیں۔ نفس

ہمیشہ کہتا ہے: اور چاہیے، اور چاہیے، اور چاہیے۔ لیکن بندگی کہتی ہے: جو میرے رب نے دیا، وہی میرے لیے بہتر ہے۔ جو میرے رب نے روکا، اس میں بھی میری بھلائی ہے۔

پھر حافظ صاحب نے قرآنِ کریم کی یہ آیت تلاوت فرمائی:

وَ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ﴿۵۶﴾

اور میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔

(سورۃ الذاریات:56)

پھر فرمایا:

میرے دوستو! اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ میں نے تمہیں صرف کھانے، کمانے، شہرت حاصل کرنے یا دنیا جمع کرنے کے لیے پیدا کیا ہے، بلکہ فرمایا کہ تمہاری اصل پہچان میری بندگی ہے۔ جب بندہ اپنی تخلیق کا مقصد بھول جاتا ہے تو خواہشات اس پر حکومت کرنے لگتی ہیں۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

خواہش ہمیشہ انسان کو فوری لذت دکھاتی ہے، لیکن بندگی ہمیشہ دائمی کامیابی دیتی ہے۔ خواہش کہتی ہے: نماز بعد میں پڑھ لینا۔ بندگی کہتی ہے: پہلے اپنے رب کی پکار پر لبیک کہو۔ خواہش کہتی ہے: معاف کیوں کرنا؟ بندگی کہتی ہے: اللہ معاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ خواہش کہتی ہے: حرام میں بھی فائدہ ہے۔ بندگی کہتی ہے: رزق دینے والا صرف اللہ ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت فکر انگیز انداز میں فرمایا:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَفَرَءَیۡتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰـهَهٗ هَوٰىهُ

کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنالیا؟

(سورۃ الجاثیۃ:23)

پھر فرمایا:

یہ بہت بڑی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خواہش کی اندھی پیروی کو گویا معبود بنا لینے سے تعبیر فرمایا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب انسان ہر فیصلہ اپنی خواہش کے مطابق کرنے لگے اور اللہ کے حکم کو پیچھے چھوڑ دے تو وہ بندگی کے راستے سے ہٹنے لگتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت سے فرمایا:

میں تمہیں ایک چھوٹی سی مثال دیتا ہوں۔ ایک کسان بیج زمین میں بوتا ہے۔ اگر وہ ہر روز زمین کھود کر دیکھے کہ بیج کیوں نہیں اگا تو فصل کبھی نہیں ہوگی۔ وہ صبر کرتا ہے، پانی دیتا ہے، انتظار کرتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ کی رحمت سے کھیت لہلہا اٹھتا ہے۔ اسی طرح بندگی بھی صبر مانگتی ہے۔ جو شخص ہر خواہش فوراً پوری کرنا چاہتا ہے، وہ اپنے ایمان کی فصل کو خود نقصان پہنچاتا ہے۔

حافظ صاحب نے حاضرین کی طرف محبت بھری نگاہ سے دیکھا اور فرمایا:

اے اللہ کے بندو! بندگی صرف نماز اور روزے کا نام نہیں، بلکہ بندگی یہ ہے کہ تمہاری تجارت بھی اللہ کے لیے ہو، تمہاری گفتگو بھی اللہ کے لیے ہو، تمہاری خاموشی بھی اللہ کے لیے ہو، تمہاری محبت بھی اللہ کے لیے ہو، تمہارا غصہ بھی اللہ کی حدود کے تابع ہو، اور تمہاری خوشی بھی اللہ کی رضا سے وابستہ ہو۔ جب زندگی کا ہر پہلو اللہ کے حکم کے تابع ہو جائے تو یہی حقیقی بندگی ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت سوز و گداز کے ساتھ فرمایا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى يَكُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِّمَا جِئْتُ بِهٖ

تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک کامل ایمان والا نہیں ہوسکتا جب تک اس کی خواہش میری لائی ہوئی شریعت کے تابع نہ ہوجائے۔

(الاربعون النوویۃ، حدیث:41،)

پھر فرمایا:

دیکھو! کامل ایمان کی علامت یہی ہے کہ انسان اپنی خواہش کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کے تابع کردے۔

حافظ صاحب کی آنکھیں نم ہوگئیں اور فرمایا:

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ دعا کیا کرتے تھے کہ اے اللہ! ہمیں حق کو حق سمجھ کر اس کی پیروی کرنے کی توفیق دے اور باطل کو باطل سمجھ کر اس سے بچنے کی توفیق دے۔ یہی بندگی ہے کہ انسان اپنے نفس سے زیادہ اپنے رب پر اعتماد کرے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھرے انداز میں فرمایا:

میرے عزیز! کبھی اپنے دل سے یہ سوال کرنا کہ اگر میری خواہش ایک طرف ہو اور اللہ تعالیٰ کا حکم دوسری طرف، تو میں کس کو اختیار کروں گا؟ اگر اس سوال کا جواب اللہ کی رضا ہے تو سمجھ لو کہ بندگی کا نور تمہارے دل میں اتر رہا ہے۔ لیکن اگر خواہش ہر مرتبہ جیت جاتی ہے تو اپنے رب کے حضور عاجزی سے توبہ کرو، کیونکہ وہ توبہ قبول کرنے والا، نہایت مہربان ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت شفقت سے فرمایا:

یاد رکھو! خواہشات کا پیچھا کرنے والا کبھی مطمئن نہیں ہوتا۔ آج ایک خواہش پوری ہوتی ہے، کل دوسری کھڑی ہو جاتی ہے۔ لیکن جو شخص اللہ تعالیٰ کی بندگی اختیار کر لیتا ہے، اس کے دل میں قناعت آ جاتی ہے، ذکر میں لذت آ جاتی ہے، دعا میں کیفیت پیدا ہو جاتی ہے، قرآن اس کا ساتھی بن جاتا ہے اور رسول اللہ ﷺ کی سنت اس کی زندگی کا حسن بن جاتی ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں انسان دنیا میں رہتے ہوئے بھی اپنے رب کے قرب کی خوشبو محسوس کرتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت عاجزی سے دونوں ہاتھ اٹھائے اور دعا کی:

اے اللہ! ہمارے نفس کی بے لگام خواہشات کو اپنی اطاعت کے تابع فرما دے۔ ہمارے دلوں میں اپنی محبت، اپنی معرفت، اپنے ذکر کی مٹھاس، اپنے خوف اور اپنی امید کو زندہ فرما۔ ہمیں اخلاص، تقویٰ، صبر، شکر، حسنِ اخلاق، والدین کی خدمت، بندوں کے حقوق کی ادائیگی اور رسول اللہ ﷺ کی کامل اتباع نصیب فرما۔ ہمارے دلوں کو ہر اس خواہش سے پاک کر دے جو ہمیں تجھ سے دور کرے، اور ہمیں اپنی ایسی کامل بندگی عطا فرما کہ ہماری زندگی، ہماری موت، ہماری عبادت اور ہمارا ہر عمل صرف تیری رضا کے لیے ہو۔ دنیا میں ہمیں ایمان کی استقامت عطا فرما، آخرت میں اپنا دیدار نصیب فرما اور ہمارا خاتمہ کلمۂ طیبہ پر فرما۔ آمین۔

نفیِ تکبر - اثباتِ عاجزی

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

تمام تعریفیں اس اللہ رب العزت کے لیے ہیں جس کی کبریائی بے مثال ہے،

جس کی عظمت کے سامنے آسمان جھک جاتے ہیں، جس کی قدرت کے سامنے پہاڑ لرز اٹھتے ہیں اور جس کی رحمت سے گناہگاروں کے دلوں میں بھی امید کے چراغ روشن ہو جاتے ہیں۔ وہی عزت دینے والا، وہی ذلت سے بچانے والا، وہی دلوں کو نرم کرنے والا اور وہی اپنے بندوں کو عاجزی کی دولت عطا فرمانے والا ہے۔ ہم اسی کی حمد کرتے ہیں، اسی کے حضور سرِ نیاز خم کرتے ہیں اور اسی سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمارے دلوں کو تکبر کی ہر آلودگی سے پاک فرما کر اپنی بندگی کی مٹھاس عطا فرمائے۔

حافظ صاحب نے نہایت خاموشی کے ساتھ حاضرین کی طرف دیکھا، پھر آہستہ آہستہ فرمایا:

اے میرے عزیزو! آج میں تمہیں ایسے مرض کے بارے میں بتانا چاہتا ہوں جو جسم کو نہیں بلکہ روح کو بیمار کر دیتا ہے، جو انسان کی آنکھوں کو نہیں بلکہ اس کے دل کو اندھا کر دیتا ہے، جو عبادتوں کو بھی کھا جاتا ہے اور نیکیوں کو بھی برباد کر دیتا ہے۔ اس مرض کا نام تکبر ہے۔ اور اس کا علاج صرف ایک ہے، وہ ہے عاجزی۔ جس دل میں عاجزی آ جاتی ہے، وہاں اللہ تعالیٰ کی رحمت اترتی ہے، اور جس دل میں تکبر آ جاتا ہے، وہاں سے اللہ کی قربت دور ہونے لگتی ہے۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

میرے بھائیو! تکبر صرف یہ نہیں کہ انسان اپنے لباس، مال یا منصب پر فخر کرے۔ تکبر یہ بھی ہے کہ آدمی اپنی رائے کو ہمیشہ صحیح سمجھے، دوسروں کو حقیر جانے، نصیحت قبول نہ کرے، اور یہ گمان کرے کہ میں سب سے بہتر ہوں۔ جب دل میں میں بڑا ہو جاتا ہے تو اللہ کی عظمت کا احساس کمزور ہونے لگتا ہے۔ اس لیے سب سے پہلے اپنے نفس کی اس بیماری کو پہچانو۔

پھر حافظ صاحب نے قرآنِ کریم کی یہ آیت تلاوت فرمائی:

اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِیْنَ ﴿۲۳﴾

بے شک اللہ تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔

(سورۃ النحل:23)

پھر فرمایا:

میرے عزیزو! ذرا سوچو، جس بندے کو اللہ تعالیٰ کی محبت نہ ملے، اس کے پاس دنیا کی ہر نعمت بھی ہو تو وہ حقیقت میں محروم ہے۔ اور جسے اللہ تعالیٰ اپنی محبت عطا فرما دے، وہ بظاہر خالی ہاتھ بھی ہو تو سب سے زیادہ مالدار ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت درد بھرے لہجے میں فرمایا:

تم نے ابلیس کا واقعہ تو سنا ہے۔ اس نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی، مگر ایک لمحے کے تکبر نے سب کچھ برباد کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَبٰی وَ اسْتَكْبَرَ ۫ وَ كَانَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۳۴﴾

اس نے انکار کیا، تکبر کیا اور وہ کافروں میں سے ہو گیا۔

(سورۃ البقرۃ:34)

پھر فرمایا:

دیکھو! ابلیس کو جہنم میں علم نے نہیں بھیجا، عبادت کی کمی نے نہیں بھیجا، بلکہ تکبر نے بھیجا۔ اس نے یہ نہیں کہا کہ میں اللہ کو نہیں مانتا، بلکہ اس نے کہا کہ میں آدم علیہ السلام سے بہتر ہوں۔ بس یہی میں اسے ہلاکت تک لے گئی۔

حافظ صاحب نے نہایت شفقت سے فرمایا:

اے اللہ کے بندو! عاجزی کا مطلب خود کو ذلیل سمجھنا نہیں، بلکہ یہ سمجھنا ہے کہ جو کچھ میرے پاس ہے، وہ میرے رب کا عطیہ ہے۔ اگر علم ملا ہے تو اللہ کا فضل ہے،

اگر مال ملا ہے تو اللہ کی عطا ہے، اگر عزت ملی ہے تو اللہ کا کرم ہے، اگر عبادت کی توفیق ملی ہے تو اللہ کی رحمت ہے۔ جب بندہ ہر نعمت کو اپنے رب کی طرف منسوب کرتا ہے تو تکبر خود بخود ختم ہونے لگتا ہے۔

حافظ صاحب نے ایک آسان مثال دیتے ہوئے فرمایا:

پھلوں سے لدا ہوا درخت ہمیشہ جھکا رہتا ہے، جبکہ سوکھی ہوئی شاخیں اکڑی رہتی ہیں۔ اسی طرح جس انسان کے دل میں علم، ایمان، معرفت اور تقویٰ کے پھل آ جاتے ہیں، وہ اتنا ہی زیادہ جھک جاتا ہے۔ اور جس کے پاس حقیقت میں کچھ نہیں ہوتا، وہ اکثر اپنے آپ کو بڑا سمجھنے لگتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت سے فرمایا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ كِبْرٍ

جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی تکبر ہوگا، وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

(صحیح مسلم، حدیث:91)

پھر فرمایا:

میرے دوستو! اس حدیث کا مقصد ہمیں مایوس کرنا نہیں بلکہ بیدار کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ ہم اپنے دلوں کو ہر روز دیکھیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ تکبر کی کوئی باریک سی جڑ ہمارے اندر باقی رہ جائے۔

حافظ صاحب نے حاضرین کی طرف محبت بھری نگاہ سے دیکھا اور فرمایا:

میرے عزیز! کبھی اپنے دل سے یہ سوال کرنا کہ جب کوئی مجھے نصیحت کرتا ہے تو

کیا میں خوشی سے قبول کرتا ہوں یا میرے اندر فوراً یہ خیال آتا ہے کہ اسے مجھے سمجھانے کا کیا حق ہے؟ جب کوئی مجھ سے آگے بڑھ جاتا ہے تو کیا میں اس کے لیے خوش ہوتا ہوں یا میرے دل میں حسد پیدا ہوتا ہے؟ جب کوئی میری تعریف نہ کرے تو کیا میں بے چین ہو جاتا ہوں؟ ان سوالوں کے جواب تمہیں بتا دیں گے کہ تمہارے دل میں عاجزی ہے یا تکبر۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پوری انسانیت کے سردار تھے، مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے کپڑوں میں پیوند لگا لیتے، اپنے جوتے خود درست کر لیتے، گھر کے کاموں میں ازواجِ مطہرات کی مدد فرماتے اور غلاموں، یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا تناول فرماتے۔

(صحیح البخاری، حدیث:6039)

یہ ہے عاجزی کا وہ مقام جسے دیکھ کر انسان حیران رہ جاتا ہے۔ جس کے پاس سب سے زیادہ عظمت تھی، اس کے اندر سب سے زیادہ انکساری تھی۔

حافظ صاحب نے نہایت فکر انگیز انداز میں فرمایا:

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، جن کے نام سے بڑی بڑی سلطنتیں لرزتی تھیں، جب بیت المقدس تشریف لے گئے تو اپنے خادم کے ساتھ ایک ہی اونٹ پر باری باری سوار ہوتے تھے۔ جب شہر کے قریب پہنچے تو خادم اونٹ پر تھا اور عمر رضی اللہ عنہ پیدل تھے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ امیر المؤمنین! آپ سوار ہو جائیں۔ آپ نے فرمایا کہ عزت اونٹ پر بیٹھنے سے نہیں، اللہ کی اطاعت سے ملتی ہے۔ یہی عاجزی ہے، یہی ایمان کی شان ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت سے فرمایا:

میرے بھائیو! عاجزی اختیار کرو۔ سلام کرنے میں پہل کرو، چھوٹوں پر شفقت

کرو، بڑوں کا احترام کرو، والدین کی خدمت کرو، غریبوں کے ساتھ بیٹھو، کسی کو اپنے سے کمتر نہ سمجھو۔ یاد رکھو! جس شخص کو تم معمولی سمجھ رہے ہو، ممکن ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ تم سے کہیں زیادہ محبوب ہو۔

حافظ صاحب نے سوز و گداز کے ساتھ فرمایا:

جب بندہ سجدے میں اپنا ماتھا زمین پر رکھتا ہے تو حقیقت میں وہ اعلان کرتا ہے کہ اے میرے رب! عظمت صرف تیری ہے، میں تیرا عاجز بندہ ہوں۔ اگر سجدے کے بعد بھی دل میں تکبر باقی رہے تو سمجھ لو کہ جسم نے سجدہ کیا، دل نے نہیں کیا۔ حقیقی سجدہ وہ ہے جو انسان کے اندر عاجزی، محبت، شکر اور اللہ کے سامنے ٹوٹ جانے کی کیفیت پیدا کر دے۔

حافظ صاحب نے گفتگو کے اختتام پر دونوں ہاتھ اٹھائے اور دعا کی:

اے اللہ! ہمارے دلوں سے تکبر، خود پسندی، غرور، ریا اور بڑائی کے ہر خیال کو نکال دے۔ ہمیں اپنے محبوب بندوں کی طرح عاجزی، انکساری، اخلاص، تقویٰ، صبر، شکر، حسنِ اخلاق، ذکرِ الٰہی، رسول اللہ ﷺ کی کامل اتباع، والدین کی خدمت، بندوں کے حقوق کی ادائیگی اور آخرت کی بھرپور تیاری نصیب فرما۔ ہمارے دلوں کو اپنی محبت سے بھر دے، ہماری زبانوں کو اپنے ذکر سے تر رکھ، ہمارے اعمال کو اپنی رضا کے لیے خالص بنا دے، اور ہمارا خاتمہ ایمان، عاجزی اور اپنی رضا پر فرما۔ آمین۔

نفیِ ریا - اثباتِ اخلاص

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو دلوں کے چھپے ہوئے رازوں کو جاننے والا، نیتوں کی حقیقت سے آگاہ، اخلاص کے چھوٹے سے ذرے کو بھی اپنی بارگاہ میں عظیم اجر عطا فرمانے والا اور ریا کے اندھیروں سے اپنے مخلص بندوں کو محفوظ رکھنے والا ہے۔ وہی پاک ذات ہے جس کی رضا سب سے بڑی نعمت، جس کا قرب سب سے بڑی دولت، جس کی محبت سب سے بڑی کامیابی اور جس کی بندگی سب سے بلند شرف ہے۔ ہم اسی کی حمد کرتے ہیں، اسی کے سامنے اپنے دلوں کا حال پیش کرتے ہیں اور اسی سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمارے ظاہر و باطن کو ایک جیسا پاکیزہ بنا دے۔

حافظ صاحب نے چند لمحے خاموش رہ کر حاضرین کے چہروں پر نگاہ ڈالی، پھر نہایت نرم اور درد بھرے لہجے میں فرمایا:

اے میرے عزیزو! آج میں تمہیں ایک ایسے دشمن سے آگاہ کرنا چاہتا ہوں جو عبادت کے لباس میں آتا ہے، نیکی کے چہرے کے ساتھ آتا ہے، لیکن دل سے اللہ تعالیٰ کا تعلق کمزور کر دیتا ہے۔ یہ دشمن تلوار لے کر حملہ نہیں کرتا بلکہ تعریف کے چند الفاظ، شہرت کی چند خواہشیں اور لوگوں کی چند نگاہوں کے ذریعے انسان کے دل میں داخل ہوتا ہے۔ اس دشمن کا نام ریا ہے۔ اور اس کا علاج صرف ایک ہے، وہ ہے اخلاص۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

میرے بھائیو! ریا کا مطلب صرف یہ نہیں کہ انسان لوگوں کو دکھانے کے لیے نماز پڑھے۔ ریا کا اصل مطلب یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ مخلوق کی نظر کو اہم سمجھنے لگے۔ وہ نیکی اس لیے کرے کہ لوگ اسے دیندار کہیں، سخی کہیں، عبادت گزار کہیں، عالم کہیں یا بزرگ سمجھیں۔ جب بندے کی نظر اللہ سے ہٹ کر لوگوں کی طرف چلی جاتی ہے تو اخلاص کمزور ہونے لگتا ہے۔

پھر حافظ صاحب نے قرآنِ مجید کی یہ آیت تلاوت فرمائی:

وَ مَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۙ

اور انہیں صرف یہی حکم دیا گیا تھا کہ وہ اللہ کی عبادت کریں، اس کے لیے دین کو خالص رکھتے ہوئے۔

(سورۃ البینۃ:5)

پھر فرمایا:

دیکھو! اللہ تعالیٰ نے عبادت کا ذکر کیا، لیکن فوراً یہ بھی فرما دیا کہ وہ عبادت خالص ہونی چاہیے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کو عمل کی ظاہری خوبصورتی سے پہلے دل کی پاکیزگی مطلوب ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت سوز و گداز کے ساتھ فرمایا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ایسی بات فرمائی جسے سن کر دل کانپ اٹھتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ أَخْوَفَ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمُ الشِّرْكُ الْأَصْغَرُ

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! شرکِ اصغر کیا ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

الرِّيَاءُ

ریا۔

(مسند احمد، حدیث:23630)

پھر حافظ صاحب نے فرمایا:

ذرا غور کرو! رسول اللہ ﷺ نے ریا کو شرکِ اصغر فرمایا۔ کیوں؟ اس لیے کہ ریا میں بندہ عبادت اللہ کے لیے شروع کرتا ہے، مگر اس میں لوگوں کی خوشنودی کو بھی شامل کر لیتا ہے۔ اس لیے ہر مومن کو اپنے دل کی نگرانی کرنی چاہیے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت سے فرمایا:

میں تمہیں ایک عام سی مثال دیتا ہوں۔ فرض کرو ایک بیٹا اپنے والد کے لیے تحفہ خریدتا ہے، لیکن تحفہ دیتے وقت اس کی ساری توجہ اپنے والد پر نہیں بلکہ اس بات پر ہے کہ گھر والے اس کی تعریف کریں۔ بتاؤ! کیا اس تحفے کی محبت پہلے جیسی رہے گی؟ ہرگز نہیں۔ اسی طرح جب عبادت میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے ساتھ لوگوں کی تعریف کی خواہش شامل ہو جائے تو عبادت کی روح متاثر ہو جاتی ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت عاجزی سے سر جھکا کر فرمایا:

اے اللہ کے بندو! اخلاص یہ نہیں کہ تم لوگوں سے بھاگو، بلکہ اخلاص یہ ہے کہ لوگوں کی موجودگی اور تنہائی دونوں میں تمہارا دل ایک ہی رہے۔ تم اکیلے بھی اسی خشوع سے نماز پڑھو جس طرح لوگوں کے سامنے پڑھتے ہو۔ تم چھپ کر بھی صدقہ دو اور خوشی محسوس کرو کہ میرے رب نے دیکھ لیا، اب دنیا دیکھے یا نہ دیکھے، مجھے اس کی پروا نہیں۔

حافظ صاحب نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی اور فرمایا:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قُلِ اللّٰهَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهٗ دِيْنِيْ ﴿۱۴﴾

آپ کہہ دیجیے! میں تو خالص اللہ ہی کی عبادت کرتا ہوں۔

(سورۃ الزمر:14)

پھر فرمایا:

یہ ہر مومن کا اعلان ہونا چاہیے۔ میری نماز بھی اللہ کے لیے، میرا روزہ بھی اللہ کے لیے، میری خدمت بھی اللہ کے لیے، میری دعوت بھی اللہ کے لیے، میرا علم بھی اللہ کے لیے، میری خاموشی بھی اللہ کے لیے اور میری گفتگو بھی اللہ کے لیے۔

حافظ صاحب نے فکر انگیز انداز میں فرمایا:

میرے عزیز! کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان نیکی کرتا ہے، پھر بار بار لوگوں کو بتاتا ہے کہ میں نے فلاں کام کیا، فلاں کی مدد کی، فلاں مسجد بنائی، فلاں خدمت انجام دی۔ آہستہ آہستہ وہ اپنے عمل کا ثواب لوگوں کی تعریف میں تلاش کرنے لگتا ہے۔ مخلص بندہ اپنے عمل کی حفاظت اسی طرح کرتا ہے جیسے کوئی شخص قیمتی موتی کو مضبوط صندوق میں چھپا کر رکھتا ہے۔

حافظ صاحب نے حاضرین کی طرف محبت بھری نگاہ سے دیکھا اور فرمایا:

میرے دوست! کبھی تم نے اپنے دل سے یہ سوال کیا ہے کہ اگر آج دنیا میں کوئی میری عبادت، میری تلاوت، میری خدمت اور میری نیکی کو نہ دیکھے، نہ میری تعریف کرے، نہ میرا نام لے، تو کیا میں پھر بھی اسی شوق سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کروں گا؟ اگر جواب ہاں ہے تو خوش ہو جاؤ، اخلاص کا چراغ روشن ہو رہا ہے۔ اور اگر دل کمزور پڑ جائے تو اللہ تعالیٰ سے اخلاص مانگو، کیونکہ اخلاص بھی اسی کی عطا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ مخلص بندہ اپنی نیکی کو اس طرح چھپاتا ہے جیسے گناہگار اپنے گناہ کو چھپاتا ہے۔ اس لیے کہ اسے معلوم ہوتا ہے کہ میرے عمل کی اصل قدر میرے رب کے ہاں ہے، لوگوں کی نگاہوں میں نہیں۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت سے فرمایا:

رسول اللہ ﷺ راتوں کو اتنا قیام فرماتے کہ آپ ﷺ کے مبارک قدم سوجھ جاتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے پچھلے گناہ معاف فرما دیے ہیں، پھر آپ اتنی مشقت کیوں اٹھاتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

أَفَلَا أَكُونُ عَبْدًا شَكُورًا

کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں؟

(صحیح البخاری، حدیث:4837، صحیح مسلم، حدیث:2819)

دیکھو! یہاں نہ لوگوں کی تعریف تھی، نہ شہرت کی خواہش، صرف اپنے رب کی رضا اور شکر کا جذبہ تھا۔ یہی اخلاص کی بلند ترین منزل ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت سوز و گداز کے ساتھ فرمایا:

میرے بھائیو! اخلاص وہ خوشبو ہے جو عمل کو آسمان تک پہنچاتی ہے۔ ریا وہ دھواں ہے جو عمل کی روشنی کو دھندلا دیتا ہے۔ اخلاص انسان کو اللہ کے قریب کرتا ہے، ریا انسان کو اپنے نفس کے قریب لے جاتی ہے۔ اخلاص میں سکون ہے، ریا میں بے چینی ہے۔ اخلاص میں قبولیت ہے، ریا میں محرومی کا خطرہ ہے۔

حافظ صاحب نے گفتگو کے اختتام پر دونوں ہاتھ اٹھائے اور نہایت عاجزی سے دعا کی:

اے اللہ! ہمارے دلوں کو ہر قسم کی ریا، شہرت کی طلب، خودنمائی اور دکھاوے سے پاک فرما۔ ہمیں ایسا اخلاص عطا فرما کہ ہمارا ہر عمل صرف تیری رضا کے لیے ہو۔ ہمیں اپنی محبت، اپنی معرفت، اپنے ذکر کی لذت، اپنے قرب کی دولت، رسول اللہ ﷺ کی کامل اتباع، تقویٰ، حسنِ اخلاق، والدین کی خدمت، بندوں کے حقوق کی ادائیگی، سچی توبہ، کامل شکر اور استقامت نصیب فرما۔ ہمارے ظاہر و باطن کو ایک جیسا

بنادے، ہمارے اعمال کو اپنی بارگاہ میں قبول فرما، اور ہمارا خاتمہ ایمان، اخلاص اور اپنی رضا پر فرما۔ آمین۔

نفیِ دنیا پرستی - اثباتِ آخرت

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

تمام حمد اس اللہ ربِ کریم کے لیے ہے جس نے دنیا کو امتحان کی جگہ بنایا، آخرت کو ہمیشہ رہنے کا گھر بنایا، اپنے بندوں کو ہدایت کا نور عطا فرمایا اور انہیں اپنی معرفت کے ذریعے فانی زندگی سے ابدی زندگی کی طرف متوجہ کیا۔ وہی ہر نعمت کا عطا کرنے والا، ہر دل کی دھڑکن کو سننے والا، ہر آنکھ کے آنسو کو جاننے والا اور ہر توبہ کرنے والے کو اپنے فضل سے قبول فرمانے والا ہے۔ اسی کی بادشاہی ہمیشہ قائم رہنے والی ہے، اسی کا حکم نافذ ہے، اور اسی کی بارگاہ میں ایک دن سب کو حاضر ہونا ہے۔ ہم اسی کی حمد بیان کرتے ہیں، اسی کے حضور اپنے دلوں کو جھکاتے ہیں اور اسی سے دعا کرتے ہیں کہ وہ دنیا کی محبت سے ہمارے دلوں کو پاک اور آخرت کی محبت سے آباد فرمادے۔

حافظ صاحب نے نہایت سکون سے حاضرین کی طرف دیکھا، پھر ایک گہری سانس لے کر فرمایا:

اے میرے عزیزو! دنیا کو اللہ تعالیٰ نے برا نہیں بنایا، بلکہ دنیا کی محبت میں اس طرح ڈوب جانا برا بنایا ہے کہ انسان اپنے رب کو بھول جائے، اپنی نماز کو بھول جائے، اپنے والدین کے حقوق کو بھول جائے، اپنے اعمال کا حساب بھول جائے اور اپنی آخرت کو فراموش کر بیٹھے۔ دنیا ایک راستہ ہے، منزل نہیں۔ دنیا ایک کھیتی ہے،

فصل نہیں۔ دنیا ایک سایہ ہے، ہمیشہ رہنے والا گھر نہیں۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

میرے بھائیو! ذرا اپنے دل سے پوچھو، صبح اٹھتے ہی سب سے پہلا خیال کس چیز کا آتا ہے؟ اللہ تعالیٰ کی رضا کا یا دنیا کے فائدے کا؟ رات کو سوتے وقت تمہارا دل اپنے رب کی ملاقات کے لیے بے چین ہوتا ہے یا صرف اگلے دن کی دنیاوی منصوبہ بندی میں گم رہتا ہے؟ انسان کی ترجیحات ہی اس کے دل کی حقیقت بیان کر دیتی ہیں۔

پھر حافظ صاحب نے قرآنِ مجید کی یہ آیت تلاوت فرمائی:

بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝١٦ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ۝١٧

بلکہ تم دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو، حالانکہ آخرت بہت بہتر اور ہمیشہ رہنے والی ہے۔

(سورۃ الاعلیٰ: 16-17)

پھر فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے دنیا سے منع نہیں فرمایا، بلکہ دنیا کو آخرت پر ترجیح دینے سے منع فرمایا ہے۔ دنیا ہاتھ میں ہو تو نعمت ہے، لیکن دل میں بیٹھ جائے تو آزمائش بن جاتی ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھرے انداز میں فرمایا:

میں تمہیں ایک آسان مثال دیتا ہوں۔ ایک مسافر کسی شہر میں ایک رات کے لیے قیام کرتا ہے۔ کیا وہ اس ہوٹل کو اپنا مستقل گھر سمجھ کر اس کی دیواریں گرانا اور نئی

تعمیر شروع کر دیتا ہے؟ ہرگز نہیں، کیونکہ اسے معلوم ہے کہ صبح ہوتے ہی اسے روانہ ہو جانا ہے۔ میرے دوستو! دنیا بھی ایک مسافر خانہ ہے۔ یہاں ہم ہمیشہ رہنے کے لیے نہیں آئے۔ اصل گھر تو آخرت ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيبٌ أَوْ عَابِرُ سَبِيلٍ

دنیا میں اس طرح رہو جیسے تم ایک اجنبی یا راستہ چلنے والے مسافر ہو۔

(صحیح البخاری، حدیث:6416)

پھر فرمایا:

دیکھو! مسافر راستے کی خوبصورتی سے لطف تو اٹھاتا ہے، مگر وہ راستے کو اپنی منزل نہیں بناتا۔ اسی طرح مومن دنیا کی نعمتوں سے جائز فائدہ اٹھاتا ہے، لیکن اپنے دل کو ان کا غلام نہیں بناتا۔

حافظ صاحب نے نہایت درد بھرے لہجے میں فرمایا:

اے اللہ کے بندو! دنیا پرستی صرف مال جمع کرنے کا نام نہیں۔ دنیا پرستی یہ بھی ہے کہ انسان اپنی عزت کو اللہ کی رضا سے زیادہ اہم سمجھے، اپنی تجارت کو نماز سے مقدم کر دے، اپنی خواہشات کو شریعت سے اوپر رکھ دے، یا لوگوں کی تعریف کے لیے اپنی آخرت کو بیچ دے۔ یاد رکھو! جب دل میں دنیا بڑی ہو جاتی ہے تو آخرت چھوٹی ہونے لگتی ہے۔

حافظ صاحب نے قرآنِ کریم کی یہ آیت تلاوت فرمائی:

وَ مَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴿۱۸۵﴾

اور دنیا کی زندگی دھوکے کے سامان کے سوا کچھ نہیں۔

(سورۃ آل عمران:185)

پھر فرمایا:

یہ دنیا دھوکا اس لیے نہیں کہ اس میں نعمتیں ہیں، بلکہ اس لیے کہ یہ ہمیشہ رہنے کا گمان پیدا کرتی ہے۔ کتنے لوگ تھے جنہوں نے بڑے بڑے محلات بنائے، آج ان کے نام تک یاد نہیں۔ کتنے لوگ تھے جنہوں نے دولت کے انبار جمع کیے، آج ان کے ہاتھ خالی ہیں۔ مگر جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے لیے ایک آنسو بہایا، ایک سجدہ کیا، ایک بھوکے کو کھانا کھلایا، ایک دل کو جوڑا، ان کا اجر آج بھی اللہ تعالیٰ کے پاس محفوظ ہے۔

حافظ صاحب نے حاضرین کی طرف محبت بھری نگاہ سے دیکھا اور فرمایا:

میرے عزیز! کبھی تم نے اپنے دل سے یہ سوال کیا ہے کہ اگر آج اللہ تعالیٰ مجھے اپنے حضور بلا لے تو میں اپنے ساتھ کیا لے کر جاؤں گا؟ میری جائیداد؟ میرا بینک بیلنس؟ میری شہرت؟ یا میری نماز، میرا اخلاص، میری توبہ، میرے آنسو، میرا ذکر اور میرے نیک اعمال؟ یہی سوال انسان کو دنیا سے آخرت کی طرف موڑ دیتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت شفقت سے فرمایا:

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بے شمار دولت رکھتے تھے، مگر ان کے دل میں دنیا نہیں تھی۔ جب دین کو ضرورت پڑی تو انہوں نے اپنا مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں پیش کر دیا۔ یہی فرق ہے دنیا رکھنے اور دنیا کے دل میں بس جانے کے درمیان۔ اسلام مال سے نہیں، مال کی محبت سے بچنے کی تعلیم دیتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت حکمت سے فرمایا:

یاد رکھو! اگر تم آخرت کو اپنا مقصد بنا لو گے تو دنیا بھی اللہ تعالیٰ تمہارے لیے

آسان کردے گا، لیکن اگر تم صرف دنیا کے پیچھے بھاگو گے تو نہ دنیا پوری ملے گی اور نہ آخرت۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ كَانَتِ الْآخِرَةُ هَمَّهُ جَعَلَ اللهُ غِنَاهُ فِي قَلْبِهِ، وَأَتَتْهُ الدُّنْيَا وَهِيَ رَاغِمَةٌ، وَمَنْ كَانَتِ الدُّنْيَا هَمَّهُ جَعَلَ اللهُ فَقْرَهُ بَيْنَ عَيْنَيْهِ

جس کی فکر آخرت ہو، اللہ اس کے دل کو غنی کر دیتا ہے اور دنیا اس کے پاس خود آجاتی ہے، اور جس کی فکر دنیا ہو، اللہ اس کی محتاجی اس کی آنکھوں کے سامنے رکھ دیتا ہے۔

(سنن الترمذی، حدیث:2465)

حافظ صاحب کی آنکھیں نم ہوگئیں اور فرمایا:

میرے بھائیو! قبر میں تم سے یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ تمہارے پاس کتنی دولت تھی، بلکہ یہ پوچھا جائے گا کہ تمہارا رب کون ہے، تمہارا دین کیا ہے اور تمہارے نبی کون ہیں۔

(سنن ابی داود، حدیث:4753)

اس لیے اپنی زندگی کو اسی سوال کی تیاری بنالو۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھرے انداز میں فرمایا:

دنیا سے محبت کم کرنے کا سب سے آسان طریقہ یہ ہے کہ روزانہ چند لمحے

قبرستان کی یاد کرو، اپنے مرحومین کے لیے دعا کرو، قرآن کی تلاوت کرو، موت کو یاد کرو، اور یہ سوچو کہ ایک دن مجھے بھی اسی راستے سے گزرنا ہے۔ جب یہ احساس دل میں زندہ رہے گا تو دنیا کی چمک خود بخود مدھم ہو جائے گی اور آخرت کی روشنی دل میں اترنے لگے گی۔

حافظ صاحب نے نہایت عاجزی سے دونوں ہاتھ اٹھائے اور دعا کی:

اے اللہ! ہمارے دلوں کو دنیا کی اندھی محبت سے محفوظ فرما، ہمیں دنیا کو تیرے حکم کے مطابق استعمال کرنے کی توفیق عطا فرما اور آخرت کو ہماری سب سے بڑی فکر بنا دے۔ ہمارے سینوں کو اپنی معرفت، اپنی محبت، اپنے ذکر، اپنے خوف اور اپنی امید سے بھر دے۔ ہمیں رسول اللہ ﷺ کی کامل اتباع، اخلاص، تقویٰ، حسنِ اخلاق، والدین کی خدمت، بندوں کے حقوق کی ادائیگی، سچی توبہ، صبر، شکر اور موت کی تیاری نصیب فرما۔ ہمیں دنیا میں بھی اپنی رضا عطا فرما، قبر کو ہمارے لیے جنت کے باغوں میں سے ایک باغ بنا دے، قیامت کے دن اپنے عرش کا سایہ نصیب فرما، اور جنت الفردوس میں اپنے محبوب محمد ﷺ کی رفاقت عطا فرما۔ آمین۔

نفیِ غفلت - اثباتِ ذکر

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

تمام تعریفیں اس اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے لیے ہیں جو زندہ و جاوید ہے، جسے نہ اونگھ آتی ہے نہ نیند، جو ہر سانس کا محافظ، ہر دل کا مالک، ہر روح کا پروردگار اور ہر لمحہ اپنے بندوں پر رحمتیں نازل فرمانے والا ہے۔ وہی دلوں کو اپنے ذکر سے زندگی بخشتا ہے، غفلت کے اندھیروں کو نورِ ہدایت سے دور کرتا ہے، ٹوٹے ہوئے دلوں کو اپنے قرب

سے جوڑ دیتا ہے اور اپنے مخلص بندوں کو اپنی یاد کی مٹھاس عطا فرماتا ہے۔ ہم اسی کی حمد کرتے ہیں، اسی کے سامنے اپنی بے بسی کا اقرار کرتے ہیں اور اسی سے دعا کرتے ہیں کہ ہمارے دلوں کو ہمیشہ اپنے ذکر سے آباد اور اپنی یاد سے روشن رکھے۔

حافظ صاحب نے خاموشی سے آنکھیں بند کیں، چند لمحے جیسے اپنے رب کی یاد میں ڈوبے رہے، پھر نہایت محبت بھرے لہجے میں فرمایا:

اے میرے عزیزو! انسان کی سب سے بڑی غربت مال کی کمی نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے محرومی ہے۔ جس دل میں اللہ کی یاد نہیں، وہ باہر سے کتنا ہی آباد نظر آئے، اندر سے ویران ہوتا ہے۔ اور جس دل میں اللہ کا ذکر زندہ ہو، وہ بظاہر سادہ زندگی گزار رہا ہو، پھر بھی اس کے اندر سکون کے چشمے جاری ہوتے ہیں۔ اس لیے آج ہم غفلت کی نفی اور ذکر کے اثبات کی بات کریں گے، کیونکہ یہی دل کی زندگی اور روح کی غذا ہے۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

میرے بھائیو! غفلت کیا ہے؟ غفلت یہ نہیں کہ انسان کبھی کسی دنیاوی کام میں مشغول ہو جائے، بلکہ غفلت یہ ہے کہ انسان اپنے رب کو بھول جائے۔ وہ رزق تو یاد رکھے مگر رازق کو بھول جائے، نعمتیں تو گنے مگر منعم کو بھول جائے، اپنی منصوبہ بندی تو کرے مگر اپنے انجام کو بھول جائے، اپنی تجارت کو سنبھالے مگر اپنی نماز کو بھلا دے۔ یہی وہ غفلت ہے جو آہستہ آہستہ دل کو سخت کر دیتی ہے۔

پھر حافظ صاحب نے قرآنِ کریم کی یہ آیت تلاوت فرمائی:

وَ لَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ ۝۲۰۵

اور غافلوں میں سے نہ ہو جاؤ۔

(سورۃ الاعراف:205)

پھر فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے ہمیں صرف ذکر کا حکم نہیں دیا بلکہ غفلت سے بچنے کا بھی حکم دیا۔ کیونکہ جب تک غفلت دل سے نہیں نکلے گی، ذکر کی روشنی پوری طرح دل میں نہیں اترے گی۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَىِٕنُّ الْقُلُوْبُ ﴿۲۸﴾

ترجمہ: خبردار! اللہ کے ذکر ہی سے دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے۔

(سورۃ الرعد:28)

پھر فرمایا:

میرے دوستو! آج دنیا سکون تلاش کر رہی ہے۔ کوئی دولت میں سکون ڈھونڈ رہا ہے، کوئی شہرت میں، کوئی عہدے میں، کوئی تعلقات میں، لیکن اللہ تعالیٰ نے دل کا نسخہ ایک ہی بتایا: اپنا ذکر۔ جس دل میں ذکر آ گیا، وہاں سکون بھی آ گیا۔ جس دل سے ذکر چلا گیا، وہاں بے چینی نے جگہ بنالی۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت سے فرمایا:

میں تمہیں ایک عام سی مثال دیتا ہوں۔ تم نے دیکھا ہوگا کہ اگر ایک باغ کو کئی دن پانی نہ ملے تو اس کے پھول مرجھا جاتے ہیں، پتے سوکھنے لگتے ہیں اور زمین سخت ہو جاتی ہے۔ لیکن جیسے ہی پانی پہنچتا ہے، وہی باغ پھر سے سرسبز ہو جاتا ہے۔ میرے عزیزو! تمہارا دل بھی ایک باغ ہے، اور ذکرِ الٰہی اس باغ کا پانی ہے۔ اگر ذکر بند ہو جائے تو دل مرجھا جاتا ہے، اور جب ذکر جاری ہو جائے تو ایمان پھر سے تازہ ہونے لگتا ہے۔

حافظ صاحب نے حاضرین کی طرف محبت بھری نگاہ سے دیکھا اور فرمایا:

اے اللہ کے بندو! ذکر صرف تسبیح کے دانے پھیرنے کا نام نہیں، اگرچہ وہ بھی ایک عظیم عبادت ہے۔ ذکر یہ بھی ہے کہ کاروبار کرتے وقت اللہ سے ڈرو، کسی کا حق ادا کرتے وقت اللہ کو یاد رکھو، والدین سے بات کرتے وقت اللہ کی رضا سامنے رکھو، غصہ آئے تو اللہ کو یاد کر کے اپنے آپ کو روک لو، تنہائی میں گناہ کا موقع ملے تو یہ سوچو کہ میرا رب مجھے دیکھ رہا ہے۔ یہ بھی ذکر ہے، بلکہ یہی ذکر زندگی کو بدل دیتا ہے۔

حافظ صاحب نے قرآنِ مجید کی یہ آیت تلاوت فرمائی:

فَاذْكُرُونِيٓ أَذْكُرْكُمْ

تم میرا ذکر کرو، میں تمہیں یاد کروں گا۔

(سورۃ البقرۃ:152)

پھر فرمایا:

ذرا سوچو! دنیا کی سب سے بڑی سعادت کیا ہو سکتی ہے کہ بندہ اپنے رب کو یاد کرے اور پھر رب العالمین اپنے بندے کو یاد فرمائے۔ اس سے بڑی عزت، اس سے بڑی دولت اور اس سے بڑا انعام اور کیا ہو سکتا ہے؟

حافظ صاحب نے نہایت سوز و گداز کے ساتھ فرمایا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَثَلُ الَّذِيْ يَذْكُرُ رَبَّهُ وَالَّذِيْ لَا يَذْكُرُ رَبَّهُ مَثَلُ الْحَيِّ وَالْمَيِّتِ

جو اپنے رب کا ذکر کرتا ہے اور جو ذکر نہیں کرتا، ان دونوں کی مثال زندہ اور مردہ کی سی ہے۔

(صحیح البخاری، حدیث:6407)

پھر فرمایا:

دیکھو! نبی کریم ﷺ نے ذکر کرنے والے کو زندہ اور غافل کو مردہ فرمایا۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ غافل سانس نہیں لیتا، بلکہ اس کی روح اللہ کی یاد سے محروم ہو جاتی ہے۔

حافظ صاحب کی آنکھیں نم ہو گئیں اور فرمایا:

میرے عزیز! کبھی اپنے دل سے یہ سوال کرنا کہ میری زبان دن میں کتنی مرتبہ اپنے رب کا نام لیتی ہے؟ کیا میری صبح اللہ کے ذکر سے شروع ہوتی ہے؟ کیا میری رات استغفار پر ختم ہوتی ہے؟ کیا میں مصیبت میں بھی الحمدللہ کہتا ہوں اور نعمت میں بھی؟ اگر یہ سوال تمہیں بے چین کر دیں تو سمجھ لینا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی طرف بلا رہا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت شفقت سے فرمایا:

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے دل ذکر سے آباد تھے، اس لیے بازار میں ہوتے تو بھی اللہ کو نہیں بھولتے تھے، جہاد میں ہوتے تو بھی اللہ کو یاد رکھتے تھے، تجارت کرتے تو بھی اللہ کی رضا سامنے ہوتی تھی۔ ان کی زبان ذکر کرتی تھی، مگر اس سے بڑھ کر ان کے اعمال اللہ کی یاد کا آئینہ تھے۔

حافظ صاحب نے نہایت حکمت سے فرمایا:

یاد رکھو! شیطان سب سے پہلے انسان کو ذکر سے غافل کرتا ہے، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ جب دل اللہ کو بھول جائے گا تو گناہ آسان ہو جائیں گے۔ لیکن جس دل میں ذکر زندہ ہو، وہاں شیطان زیادہ دیر ٹھہر نہیں سکتا۔ جس گھر میں قرآن کی تلاوت ہوتی ہے، جہاں

سُبْحَانَ اللّٰهِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، اَللّٰهُ

أَكْبَرُ

اور درودِ پاک کی صدائیں بلند ہوتی ہیں، وہاں رحمت کے فرشتے اترتے ہیں اور سکینت نازل ہوتی ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھرے لہجے میں فرمایا:

اے میرے بھائیو! اپنے دل کو ذکر کا عادی بنا لو۔ چلتے ہوئے ذکر کرو، بیٹھے ہوئے ذکر کرو، کام کرتے ہوئے ذکر کرو، سونے سے پہلے ذکر کرو، جاگتے ہی اپنے رب کا شکر ادا کرو۔ پھر دیکھنا، وہی دل جو پہلے بے چین تھا، اب مطمئن ہو جائے گا؛ وہی آنکھیں جو دنیا کے لیے روتی تھیں، اب اپنے رب کی محبت میں اشکبار ہوں گی؛ اور وہی زندگی جو بوجھ معلوم ہوتی تھی، اللہ کے قرب کا سفر بن جائے گی۔

حافظ صاحب نے نہایت عاجزی سے دونوں ہاتھ اٹھائے اور دعا کی:

اے اللہ! ہمارے دلوں سے غفلت کے پردے ہٹا دے، ہماری زبانوں کو اپنے ذکر سے تر رکھ، ہمارے سینوں کو اپنی معرفت سے منور فرما، ہماری نمازوں میں خشوع، ہماری دعاؤں میں اخلاص، ہماری تلاوت میں تدبر، ہمارے سجدوں میں لذت اور ہمارے اعمال میں اپنی رضا عطا فرما۔ ہمیں رسول اللہ ﷺ کی کامل اتباع، تقویٰ، صبر، شکر، حسنِ اخلاق، والدین کی خدمت، بندوں کے حقوق کی ادائیگی، سچی توبہ اور آخرت کی بھرپور تیاری نصیب فرما۔ ہمارے دلوں کو کبھی اپنی یاد سے غافل نہ ہونے دے، اور ہمارا خاتمہ اپنے ذکر، اپنے نام، اپنے کلمے اور اپنی رضا پر فرما۔ آمین۔

نفیِ مایوسی-اثباتِ امید رحمت

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

تمام حمد اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس کی رحمت ہر چیز کو محیط ہے، جس کا درِ کرم کبھی بند نہیں ہوتا، جس کی بخشش گناہوں سے بڑی، جس کا حلم خطاؤں سے وسیع، اور جس کا فضل بندوں کی امیدوں سے کہیں زیادہ عظیم ہے۔ وہی ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑنے والا، مایوس نگاہوں میں امید کا چراغ جلانے والا، آنسوؤں کو رحمت میں بدلنے والا اور اپنے در سے لوٹنے والے ہر بندے کو سینے سے لگانے والا رب ہے۔ ہم اسی کی حمد کرتے ہیں، اسی کے حضور اپنی عاجزی کا اقرار کرتے ہیں اور اسی سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں کبھی اپنی رحمت سے ناامید نہ ہونے دے۔

حافظ صاحب نے خاموشی سے حاضرین کی طرف دیکھا، پھر نہایت درد بھرے مگر امید سے لبریز لہجے میں فرمایا:

اے میرے عزیزو! آج میں تمہارے دل کے ایک ایسے زخم پر مرہم رکھنا چاہتا ہوں جو بہت سے لوگ اپنے سینے میں چھپائے پھرتے ہیں۔ وہ زخم ہے مایوسی۔ شیطان انسان کو گناہ سے اتنا نقصان نہیں پہنچاتا، جتنا گناہ کے بعد مایوس کر کے پہنچاتا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ بندہ یہ سمجھ لے کہ اب میرے لیے واپسی کا کوئی راستہ نہیں۔ لیکن یاد رکھو! یہ شیطان کی سب سے بڑی چال ہے، اللہ تعالیٰ کا پیغام نہیں۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

میرے بھائیو! اللہ تعالیٰ کا دروازہ اس وقت تک بند نہیں ہوتا جب تک انسان کی سانس چل رہی ہو۔ اگر گناہ آسمانوں تک پہنچ جائیں، لیکن دل میں سچی توبہ پیدا ہو

جائے، تو اللہ تعالیٰ کی رحمت ان سب پر غالب آ جاتی ہے۔ اس لیے مایوسی ایمان کی علامت نہیں، بلکہ اپنے رب کی رحمت سے ناواقف ہونے کی علامت ہے۔

پھر حافظ صاحب نے قرآنِ مجید کی یہ آیت تلاوت فرمائی:

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۵۳﴾

آپ کہہ دیجیے: اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے، اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو، بے شک اللہ تمام گناہ معاف فرما دیتا ہے، یقیناً وہی بہت بخشنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے۔

(سورۃ الزمر:53)

پھر فرمایا:

میرے دوستو! ذرا غور کرو، اللہ تعالیٰ نے یہاں یَا عِبَادِيَ ※ فرمایا، یعنی اے میرے بندو! حالانکہ خطاب ان لوگوں سے ہے جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ گناہ بندے کو اللہ کی رحمت سے باہر نہیں نکالتے، اگر وہ سچے دل سے اپنے رب کی طرف لوٹ آئے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت سے فرمایا:

میں تمہیں ایک مثال دیتا ہوں۔ ایک چھوٹا بچہ کھیلتے کھیلتے گر جاتا ہے، اس کے کپڑے مٹی سے بھر جاتے ہیں، وہ رونے لگتا ہے۔ کیا اس کی ماں یہ کہتی ہے کہ اب تم

میرے نہیں رہے؟ ہرگز نہیں۔ وہ اسے اٹھاتی ہے، صاف کرتی ہے، سینے سے لگاتی ہے۔ میرے عزیزو! یہ تو ایک ماں کی محبت ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ماں سے بھی زیادہ رحم فرمانے والا ہے۔

(صحیح البخاری، حدیث:5999، صحیح مسلم، حدیث:2754)

حافظ صاحب نے رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

کتنے لوگ گناہ کرتے ہیں، پھر سوچتے ہیں کہ اب میری بخشش نہیں ہوگی۔ میں ان سے کہتا ہوں، تم اپنے گناہوں کو دیکھ رہے ہو، اپنے رب کی رحمت کو کیوں نہیں دیکھتے؟ تم اپنی خطاؤں کو شمار کر رہے ہو، اللہ تعالیٰ کے فضل کو کیوں بھول گئے؟ تم اپنی کمزوریوں کو یاد رکھتے ہو، اپنے رب کی مغفرت کو کیوں بھلا دیا؟

حافظ صاحب نے قرآنِ کریم کی یہ آیت تلاوت فرمائی:

وَ رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ ؕ

اور میری رحمت ہر چیز پر چھائی ہوئی ہے۔

(سورۃ الاعراف:156)

پھر فرمایا:

اگر اللہ تعالیٰ خود فرما رہا ہے کہ میری رحمت ہر چیز سے وسیع ہے، تو پھر مومن اپنے رب سے مایوس کیسے ہو سکتا ہے؟

حافظ صاحب نے نہایت حکمت سے فرمایا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ایسے شخص کا واقعہ بیان فرمایا جس نے ننانوے آدمیوں کو قتل کیا، پھر بھی جب اس کے دل میں سچی توبہ پیدا ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے اس کی توبہ قبول فرمالی۔

(صحیح مسلم، حدیث:2766)

پھر فرمایا:

یہ واقعہ ہمیں گناہ کی جرأت نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی وسعت سکھاتا ہے۔ اگر اتنا بڑا مجرم بھی سچے دل سے پلٹ آیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی رحمت سے محروم نہیں فرمایا، پھر وہ بندہ کیوں مایوس ہو جو اپنے گناہوں پر رو رہا ہے؟

حافظ صاحب نے حاضرین کی طرف محبت بھری نگاہ سے دیکھا اور فرمایا:

میرے عزیز! کبھی رات کے سناٹے میں اپنے دل سے یہ سوال کرنا کہ میں اپنے گناہوں کو بڑا سمجھتا ہوں یا اپنے رب کو؟ اگر تمہارا جواب یہ ہو کہ میرا رب سب سے بڑا ہے، تو پھر امید کا دامن کبھی نہ چھوڑنا، کیونکہ جس رب نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا، وہ تمہیں دوبارہ پاکیزہ بھی بنا سکتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت شفقت سے فرمایا:

لیکن یاد رکھو، امید کا مطلب گناہوں پر ڈٹے رہنا نہیں۔ امید وہ ہے جو توبہ کے ساتھ ہو، آنسوؤں کے ساتھ ہو، اصلاح کے ارادے کے ساتھ ہو، نماز کی طرف واپسی کے ساتھ ہو، قرآن کی طرف رجوع کے ساتھ ہو اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کو اختیار کرنے کے ساتھ ہو۔ جو شخص توبہ بھی نہ کرے اور صرف یہ کہے کہ اللہ غفور الرحیم ہے، وہ امید نہیں بلکہ دھوکے میں ہے۔

حافظ صاحب کی آنکھیں نم ہو گئیں اور فرمایا:

میرے بھائیو! جب بھی شیطان تمہارے دل میں یہ خیال ڈالے کہ تم بہت گناہگار ہو، اب تمہاری دعا قبول نہیں ہوگی، تو فوراً وضو کرو، دو رکعت نماز پڑھو، اپنے رب کے سامنے ہاتھ اٹھاؤ اور کہو: اے اللہ! میں تیرے سوا کسی کے در پر نہیں آیا۔ اگر تو مجھے نہ بخشے تو میرا کون ہے؟ یقین جانو، اللہ تعالیٰ اپنے ٹوٹے ہوئے بندوں کو خالی نہیں لوٹاتا۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت سے فرمایا:

امیدِ رحمت کا مطلب یہ بھی ہے کہ زندگی کے ہر حال میں اپنے رب سے حسنِ ظن رکھو۔ بیماری آئے تو امید رکھو کہ اللہ شفا دے گا، رزق میں تنگی آئے تو یقین رکھو کہ رازق وہی ہے، آزمائش آئے تو سمجھو کہ اس کے بعد آسانی بھی اسی کے حکم سے آئے گی، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝٥ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝٦

پس بے شک مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔ یقیناً مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔

(سورۃ الشرح:5-6)

حافظ صاحب نے گفتگو کے اختتام پر نہایت عاجزی سے دونوں ہاتھ اٹھائے اور دعا کی:

اے اللہ! ہمارے دلوں سے مایوسی، ناامیدی اور بدگمانی کو ہمیشہ کے لیے نکال دے۔ ہمارے سینوں کو اپنی رحمت کی امید، اپنی مغفرت کے یقین، اپنی محبت کی روشنی اور اپنے قرب کی لذت سے بھر دے۔ ہمیں سچی توبہ، کامل اخلاص، استقامت، تقویٰ، ذکرِ الٰہی، صبر، شکر، حسنِ اخلاق، والدین کی خدمت، بندوں کے حقوق کی ادائیگی اور رسول اللہ ﷺ کی کامل اتباع نصیب فرما۔ جب ہم گناہ کریں تو ہمیں فوراً اپنی طرف لوٹنے کی توفیق عطا فرما، اور جب ہم کمزور پڑ جائیں تو ہمیں اپنی رحمت سے سہارا دے۔ دنیا میں ہمیں اپنی رضا، قبر میں اپنی رحمت، قیامت میں اپنی مغفرت اور جنت الفردوس میں اپنے محبوب محمد مصطفیٰ ﷺ کی رفاقت عطا فرما۔ آمین۔

نفیِ معصیت-اثباتِ اطاعت

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

تمام تعریفیں اس اللہ جلّ جلالہٗ کے لیے ہیں جس کی اطاعت عزت کا سرچشمہ، جس کی رضا دلوں کا سکون، جس کا حکم سراپا حکمت، جس کی رحمت بے کنار اور جس کا فضل بے حساب ہے۔ وہی اپنے بندوں کو نافرمانی کے اندھیروں سے نکال کر اطاعت کے نور میں داخل فرماتا ہے، گناہوں کی زنجیریں توڑ کر بندگی کی آزادی عطا کرتا ہے، اور اپنی مہربانی سے بھٹکے ہوئے دلوں کو ہدایت کے راستے پر واپس لے آتا ہے۔ ہم اسی کی حمد بیان کرتے ہیں، اسی کے حضور سجدۂ نیاز پیش کرتے ہیں، اور اسی سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اپنی کامل اطاعت اور اپنے محبوب محمد مصطفیٰ ﷺ کی سچی پیروی نصیب فرمائے۔

حافظ صاحب نے نہایت سکون کے ساتھ مجمع کی طرف دیکھا، پھر محبت اور شفقت سے لبریز آواز میں فرمایا:

اے میرے عزیزو! آج ہم ایک ایسے موضوع پر گفتگو کریں گے جس پر انسان کی دنیا بھی قائم ہے اور آخرت بھی۔ وہ موضوع ہے معصیت کی نفی اور اطاعت کا اثبات۔ یاد رکھو! انسان دو راستوں کے درمیان کھڑا ہے۔ ایک راستہ خواہشات کا ہے، جو ابتدا میں آسان اور آخر میں تباہ کن ہے۔ دوسرا راستہ اطاعت کا ہے، جو ابتدا میں نفس پر بھاری محسوس ہوتا ہے، مگر انجام میں جنت، رضا اور قربِ الٰہی عطا کرتا ہے۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

میرے بھائیو! گناہ صرف ایک عمل نہیں ہوتا، بلکہ وہ دل کی روشنی کو کم کرنے والا زہر ہوتا ہے۔ جب بندہ ایک گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ لگ جاتا ہے، اور اگر وہ توبہ نہ کرے تو وہ نقطہ بڑھتے بڑھتے پورے دل کو ڈھانپ لیتا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ بار بار اپنے بندوں کو توبہ اور اطاعت کی طرف بلاتا ہے۔

پھر حافظ صاحب نے قرآنِ کریم کی یہ آیت تلاوت فرمائی:

وَ اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَ الرَّسُوۡلَ لَعَلَّکُمۡ تُرۡحَمُوۡنَ ﴿۱۳۲﴾

اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

(سورۃ آل عمران:132)

پھر فرمایا:

ذرا غور کرو! اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کو اپنی اور اپنے رسول ﷺ کی اطاعت کے ساتھ جوڑ دیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص اطاعت کی راہ اختیار کرتا ہے، وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کی رحمت کے دروازے پر دستک دے رہا ہوتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت درد بھرے لہجے میں فرمایا:

اے اللہ کے بندو! شیطان تمہیں گناہ کو چھوٹا بنا کر دکھائے گا۔ وہ کہے گا، یہ تو معمولی بات ہے، سب ہی کرتے ہیں، بعد میں توبہ کر لینا۔ لیکن یاد رکھو! شیطان کبھی گناہ کے انجام کو سامنے نہیں لاتا۔ وہ صرف اس کی لذت دکھاتا ہے، اس کی سزا نہیں؛ وہ صرف لمحاتی خوشی دکھاتا ہے، آخرت کا حساب نہیں۔

حافظ صاحب نے ایک عام فہم مثال دیتے ہوئے فرمایا:

فرض کرو ایک شخص ڈاکٹر کے پاس جاتا ہے۔ ڈاکٹر اسے کہتا ہے کہ اگر تم یہ

نقصان دہ چیز کھاتے رہے تو بیماری بڑھ جائے گی۔ اب اگر وہ شخص کہے کہ مجھے اس کا ذائقہ بہت پسند ہے، اس لیے میں ڈاکٹر کی بات نہیں مانوں گا، تو نقصان کس کا ہوگا؟ ڈاکٹر کا یا اس مریض کا؟ میرے عزیزو! اللہ تعالیٰ کے احکام بھی ہمارے لیے شفا ہیں۔ جو ان کی نافرمانی کرتا ہے، وہ اپنے ہی دل، ایمان اور آخرت کو نقصان پہنچاتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھرے انداز میں فرمایا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

كُلُّ أُمَّتِي يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ أَبَى

عرض کیا گیا: یارسول اللہ! انکار کرنے والا کون ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ أَطَاعَنِي دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ أَبَى

میری امت کا ہر شخص جنت میں داخل ہوگا سوائے اس کے جو انکار کرے۔ جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی، اسی نے انکار کیا۔

(صحیح البخاری، حدیث:7280)

پھر فرمایا:

میرے دوستو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت دراصل اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔ جو سنت کو اختیار کرتا ہے، وہ اپنے رب کے قریب ہوتا جاتا ہے، اور جو سنت سے دور ہوتا ہے، وہ اپنے آپ کو خسارے میں ڈال دیتا ہے۔

حافظ صاحب نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی اور فرمایا:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ

جس نے رسولؐ کی اطاعت کی، اس نے یقیناً اللہ کی اطاعت کی۔

(سورۃ النساء:80)

پھر فرمایا:

یہ آیت ہمیں بتاتی ہے کہ محبت کا دعویٰ کافی نہیں، محبت کا ثبوت اطاعت ہے۔ جو زبان سے کہتا ہے کہ میں اللہ سے محبت کرتا ہوں، مگر عمل میں اس کے احکام کو چھوڑ دیتا ہے، اسے اپنے دعوے پر غور کرنا چاہیے۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

میرے عزیزو! اطاعت کا آغاز نماز سے ہوتا ہے، مگر وہیں ختم نہیں ہوتا۔ اطاعت یہ بھی ہے کہ زبان جھوٹ سے بچے، آنکھ حرام سے بچے، کان غیبت سے بچے، ہاتھ ظلم سے بچے، دل حسد سے بچے، مال حرام سے بچے، اور زندگی کا ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے تابع ہو جائے۔

حافظ صاحب نے حاضرین کی طرف شفقت سے دیکھا اور فرمایا:

میرے عزیز! کبھی تم نے اپنے دل سے یہ سوال کیا ہے کہ اگر آج میرا رب مجھ سے پوچھے کہ میں نے تمہیں قرآن دیا، رسول ﷺ کی سنت دی، عقل دی، صحت دی، وقت دیا، پھر تم نے میری کتنی اطاعت کی؟ اس سوال کا جواب کیا ہوگا؟ اس سوال کو روز اپنے دل میں زندہ رکھو، یہ تمہیں گناہ سے بچائے گا اور اطاعت کی طرف لے جائے گا۔

حافظ صاحب نے نہایت حکمت سے فرمایا:

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ غزوۂ تبوک میں بلا عذر شریک نہ ہو سکے۔ جب رسول اللہ ﷺ کے سامنے حاضر ہوئے تو جھوٹ بول کر بچنے کے بجائے سچ بول دیا۔ ابتدا میں آزمائش آئی، مگر پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی اور ان کے حق میں قرآن نازل فرمایا۔

(سورۃ التوبۃ:118، صحیح البخاری، حدیث:4418)

دیکھو! اطاعت کبھی کبھی نفس پر بھاری محسوس ہوتی ہے، مگر اس کا انجام ہمیشہ عزت اور اللہ کی رضا ہوتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت سوز و گداز کے ساتھ فرمایا:

معصیت انسان کو ابتدا میں آزادی محسوس کراتی ہے، لیکن آخر کار وہ گناہوں کا قیدی بن جاتا ہے۔ اطاعت ابتدا میں نفس کو پابند کرتی ہے، مگر آخر کار دل کو ایسی آزادی عطا کرتی ہے کہ انسان دنیا کے خوف، لالچ اور خواہشات سے آزاد ہو جاتا ہے۔ یہی حقیقی آزادی ہے، یہی بندگی کی شان ہے۔

حافظ صاحب کی آنکھیں نم ہو گئیں اور فرمایا:

اے اللہ کے بندو! اگر کبھی قدم پھسل جائے تو مایوس نہ ہونا۔ فوراً اپنے رب کی طرف لوٹ آنا، کیونکہ مومن کی شان یہ نہیں کہ اس سے کبھی غلطی نہ ہو، بلکہ اس کی شان یہ ہے کہ غلطی کے بعد وہ اپنے رب کے دروازے پر حاضر ہو جائے۔ توبہ معصیت کا خاتمہ اور اطاعت کا آغاز ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھرے انداز میں فرمایا:

اپنی زندگی میں ایک عہد کر لو کہ ہر دن ایک نئی اطاعت ضرور اختیار کرو۔ اگر آج نماز میں خشوع پیدا ہوا تو اسے سنبھالو، اگر آج کسی کو معاف کیا تو اسے اپنا سرمایہ بناؤ، اگر آج کسی محتاج کی مدد کی تو اللہ کا شکر ادا کرو، اگر آج ایک گناہ چھوڑ دیا تو سمجھو تم نے اپنے رب کی طرف ایک قدم بڑھا دیا۔ یہی چھوٹے چھوٹے قدم ایک دن بندے کو

ولایت، قرب اور رضائے الٰہی کے راستے پر لے جاتے ہیں۔

حافظ صاحب نے نہایت عاجزی سے دونوں ہاتھ اٹھائے اور دعا کی:

اے اللہ! ہمارے دلوں سے معصیت کی محبت نکال دے اور اپنی اطاعت کی لذت عطا فرما۔ ہمیں اپنے احکام پر چلنے، اپنے محبوب رسول اللہ ﷺ کی سنت کو اپنانے، اخلاص، تقویٰ، ذکرِ الٰہی، صبر، شکر، حسنِ اخلاق، والدین کی خدمت، بندوں کے حقوق کی ادائیگی اور سچی توبہ کی توفیق عطا فرما۔ ہمارے قدموں کو گناہوں کی راہوں سے ہٹا کر اپنی رضا کے راستے پر جما دے۔ ہمارے ظاہر و باطن کو پاکیزہ فرما، ہماری زندگی کو اپنی بندگی کے لیے قبول فرما، ہماری موت ایمان پر عطا فرما، اور قیامت کے دن ہمیں اپنے نیک بندوں کے ساتھ جنت الفردوس میں جگہ عطا فرما۔ آمین۔

نفیِ شرک - اثباتِ ایمان

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

تمام حمد اس اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کے لیے ہے جو آسمانوں اور زمین کا اکیلا خالق، ہر نعمت کا عطا کرنے والا، ہر دل کا مالک، ہر دعا کا سننے والا، ہر محتاج کا سہارا اور ہر بے کس کا کارساز ہے۔ وہی اپنی رحمت سے ایمان کی دولت عطا فرماتا ہے، اپنے فضل سے دلوں کو نورِ ہدایت سے منور کرتا ہے، اور اپنے کرم سے بندوں کو شرک کے اندھیروں سے نکال کر توحید کی روشنی میں داخل فرماتا ہے۔ اسی کی کبریائی بے مثال، اسی کی قدرت بے انتہا، اسی کی رحمت بے کنار اور اسی کی بادشاہی ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔ ہم اسی کی حمد کرتے ہیں، اسی کے سامنے سجدہ ریز ہوتے ہیں اور اسی سے دعا کرتے ہیں کہ ہمارے دلوں کو ہمیشہ ایمان کے نور سے روشن اور ہر قسم کے شرک سے

محفوظ رکھے۔

حافظ صاحب نے نہایت سکون سے حاضرین کی طرف دیکھا، پھر آہستہ آہستہ محبت بھرے لہجے میں فرمایا:

اے میرے عزیزو! اگر مجھ سے پوچھا جائے کہ انسان کی سب سے بڑی دولت کیا ہے، تو میں کہوں گا ایمان۔ اور اگر پوچھا جائے کہ انسان کی سب سے بڑی محرومی کیا ہے، تو میں کہوں گا شرک۔ اس لیے کہ ایمان انسان کو اپنے رب سے ملا دیتا ہے، اور شرک انسان کو اپنے رب سے دور کر دیتا ہے۔ ایمان دل کا نور ہے، شرک دل کا اندھیرا ہے۔ ایمان زندگی کی کامیابی ہے، شرک ابدی خسارہ ہے۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

میرے بھائیو! شرک صرف بتوں کے سامنے جھکنے کا نام نہیں۔ شرک کی اصل حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو اس کے حق میں شریک ٹھہرا دیا جائے؛ اس کی الوہیت، ربوبیت، عبادت یا اس کے اسماء وصفات میں کسی کو برابر سمجھ لیا جائے۔ اور ایمان یہ ہے کہ بندہ اپنے دل، زبان اور عمل سے گواہی دے کہ اللہ ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اور محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔

پھر حافظ صاحب نے نہایت خشوع کے ساتھ قرآنِ مجید کی یہ آیت تلاوت فرمائی:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ

بے شک اللہ اس بات کو معاف نہیں کرتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے، اور اس کے علاوہ جس گناہ کو چاہتا ہے معاف فرما دیتا ہے۔

(سورۃ النساء:48)

پھر فرمایا:

میرے دوستو! اس آیت سے معلوم ہوا کہ شرک کتنا بڑا جرم ہے۔ اس لیے مومن کی سب سے پہلی فکر یہ ہونی چاہیے کہ اس کا ایمان سلامت رہے، اس کی توحید خالص رہے اور اس کا دل صرف اللہ تعالیٰ کے لیے جھکا رہے۔

حافظ صاحب نے نہایت درد بھرے لہجے میں فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔ جب بندہ اپنے رب کو چھوڑ کر کسی اور پر ایسا بھروسہ کرنے لگتا ہے جو صرف اللہ کا حق ہے، یا ایسی امید باندھتا ہے جو صرف اللہ سے وابستہ ہونی چاہیے، یا ایسی عبادت کسی اور کے لیے کرتا ہے جو صرف اللہ کا حق ہے، تو وہ اپنے ایمان کو نقصان پہنچاتا ہے۔ اس لیے ایمان کی حفاظت صرف زبان سے کلمہ پڑھنے سے نہیں، بلکہ دل کو ہر قسم کے شرک سے پاک رکھنے سے ہوتی ہے۔

حافظ صاحب نے ایک آسان مثال دیتے ہوئے فرمایا:

فرض کرو ایک بادشاہ اپنے ایک وفادار خادم کو تمام اختیارات دے کر اپنے محل کی نگرانی پر مقرر کرتا ہے۔ پھر وہی خادم بادشاہ کو چھوڑ کر کسی دوسرے شخص کی فرمانبرداری شروع کر دے۔ کیا یہ وفاداری کہلائے گی؟ ہرگز نہیں۔ اسی طرح جب اللہ تعالیٰ نے ہمیں پیدا کیا، رزق دیا، صحت دی، اولاد دی، عقل دی اور ہر نعمت عطا فرمائی، تو عبادت، محبت، امید، خوف اور کامل توکل کا سب سے بڑا حق بھی صرف اسی کا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھرے انداز میں فرمایا:

قرآنِ کریم کا سب سے پہلا پیغام کیا ہے؟

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ

اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو۔

(سورۃ البقرۃ:21)

پھر فرمایا:

دیکھو! اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے اپنی عبادت کی دعوت دی۔ اس لیے کہ جب بنیاد درست ہو جائے تو پوری عمارت مضبوط ہو جاتی ہے۔ ایمان کی بنیاد توحید ہے، اور توحید کی بنیاد خالص عبادت ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

حَقُّ اللهِ عَلَى الْعِبَادِ أَنْ يَّعْبُدُوْهُ وَلَا يُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا

اللہ کا بندوں پر حق یہ ہے کہ وہ صرف اسی کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں۔

(صحیح البخاری، حدیث:2856، صحیح مسلم، حدیث:30)

پھر فرمایا:

میرے عزیزو! ذرا سوچو، جب اللہ تعالیٰ خود اپنا حق بیان فرما رہا ہے تو کیا اس سے بڑھ کر کوئی حق ہو سکتا ہے؟ اس لیے سب سے پہلے اپنے رب کا حق ادا کرو، پھر دنیا کے دوسرے حقوق بھی ادا ہوتے چلے جائیں گے۔

حافظ صاحب نے نہایت فکر انگیز انداز میں فرمایا:

میرے عزیز! کبھی تم نے اپنے دل سے یہ سوال کیا ہے کہ جب میں مصیبت میں ہوتا ہوں تو سب سے پہلے کس کو پکارتا ہوں؟ جب مجھے خوف ہوتا ہے تو میرا سہارا کون ہوتا ہے؟ جب مجھے امید ہوتی ہے تو میرا دل کس پر بھروسہ کرتا ہے؟ اگر ان تمام

سوالوں کا جواب صرف اللہ ہے تو اپنے ایمان پر اللہ کا شکر ادا کرو۔ اور اگر دل کہیں اور جھکنے لگے تو فوراً اپنے رب کی طرف رجوع کرو۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت سے فرمایا:

ایمان صرف عقیدہ نہیں، ایک زندہ کیفیت ہے۔ ایمان انسان کو نماز سے جوڑتا ہے، قرآن سے جوڑتا ہے، ذکر سے جوڑتا ہے، توبہ سے جوڑتا ہے، والدین کی خدمت سے جوڑتا ہے، بندوں کے حقوق ادا کرنے کی توفیق دیتا ہے، حلال روزی کی رغبت پیدا کرتا ہے، حسنِ اخلاق سکھاتا ہے اور آخرت کی تیاری میں لگا دیتا ہے۔ جب ایمان دل میں مضبوط ہوتا ہے تو گناہوں سے نفرت پیدا ہوتی ہے اور نیکیوں سے محبت بڑھتی ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت سوز و گداز کے ساتھ فرمایا:

حضرت ابراہیم علیہ السلام، جنہیں اللہ تعالیٰ نے خلیل اللہ بنایا، وہ بھی دعا کرتے تھے:

وَّ اجْنُبْنِیْ وَ بَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ﴿۳۵﴾

اور مجھے اور میری اولاد کو بتوں کی عبادت سے بچائے رکھ۔

(سورۃ ابراہیم :35)

پھر فرمایا:

جب اللہ کے جلیل القدر نبی بھی اپنے ایمان کی حفاظت کی دعا کرتے تھے تو ہم کیسے بے فکر ہو سکتے ہیں؟ مومن ہمیشہ اپنے ایمان کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا رہتا ہے۔

حافظ صاحب کی آنکھیں نم ہو گئیں اور فرمایا:

میرے بھائیو! ایمان کی حفاظت کے لیے تین چیزوں کو مضبوطی سے تھام لو۔

پہلی، قرآنِ کریم سے مضبوط تعلق۔ دوسری، رسول اللہ ﷺ کی سنت کی پیروی۔ تیسری، اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر۔ یہ تینوں چیزیں دل کو زندہ رکھتی ہیں اور شرک، غفلت اور گمراہی کے دروازے بند کر دیتی ہیں۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھرے انداز میں فرمایا:

دنیا میں بہت سی آوازیں تمہیں اپنی طرف بلائیں گی، بہت سے نظریات تمہارے سامنے آئیں گے، بہت سی خواہشات تمہیں اپنی طرف کھینچیں گی، لیکن یاد رکھنا! جس دل میں لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ سچائی کے ساتھ زندہ ہو، اسے کوئی طاقت گمراہ نہیں کر سکتی، بشرطیکہ وہ اپنے رب سے تعلق مضبوط رکھے اور اپنے ایمان کی حفاظت کرتا رہے۔

حافظ صاحب نے نہایت عاجزی سے دونوں ہاتھ اٹھائے اور دعا کی:

اے اللہ! ہمارے دلوں کو ہر قسم کے شرکِ جلی، شرکِ خفی، ریا، نفاق، شک اور گمراہی سے محفوظ فرما۔ ہمیں خالص توحید، مضبوط ایمان، کامل اخلاص، سچا تقویٰ، دائمی ذکر، خشوع والی نماز، سچی توبہ، حسنِ اخلاق، والدین کی خدمت، بندوں کے حقوق کی ادائیگی اور اپنے محبوب محمد مصطفیٰ ﷺ کی کامل اتباع نصیب فرما۔ ہمارے ایمان کو زندگی بھر سلامت رکھ، ہمارے دلوں کو اپنے نور سے منور فرما، ہمیں دنیا میں اپنی رضا عطا فرما، قبر میں ایمان کی روشنی عطا فرما، قیامت کے دن ہمیں اپنے عرش کا سایہ نصیب فرما، اور ہمارا خاتمہ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللهِ پر فرما۔ آمین۔

نفیِ باطل - اثباتِ حق

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان

الفاظ میں بیان کیا:

تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو حق کا ظاہر فرمانے والا، باطل کو مٹانے والا، اندھیروں کو نور سے بدلنے والا، بھٹکے ہوئے دلوں کو ہدایت دینے والا اور اپنے بندوں کو سچائی کی پہچان عطا فرمانے والا ہے۔ وہی رب ہے جس کا کلام حق، جس کا وعدہ حق، جس کی ذات حق اور جس کا ہر فیصلہ حکمت و عدل پر قائم ہے۔ ہم اسی کی حمد کرتے ہیں جو دلوں کو یقین کی دولت عطا فرماتا ہے، عقلوں کو بصیرت دیتا ہے اور اپنے فضل سے انسان کو باطل کے راستوں سے نکال کر حق کے راستے پر چلاتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت غور و فکر کے ساتھ حاضرین کی طرف دیکھا، پھر محبت بھرے انداز میں فرمایا:

اے میرے عزیزو! آج ہم ایک ایسے اصول کی بات کریں گے جو انسان کی پوری زندگی کو سنوار سکتا ہے۔ وہ اصول ہے باطل کی نفی اور حق کا اثبات۔ یاد رکھو! جب تک انسان اپنے دل سے باطل کو نکال نہیں دیتا، حق کی روشنی اس میں مکمل طور پر داخل نہیں ہوتی۔ جیسے ایک برتن کو پاک کیے بغیر اس میں پاکیزہ چیز نہیں رکھی جاتی، اسی طرح دل کو جھوٹ، فریب، گمراہی اور خواہشاتِ باطلہ سے پاک کیے بغیر اس میں حق کا نور مضبوطی سے قائم نہیں ہوتا۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

میرے بھائیو! باطل ہر زمانے میں مختلف شکلوں میں آتا ہے۔ کبھی غلط عقیدے کی صورت میں، کبھی نفس کی خواہش کی صورت میں، کبھی جھوٹے نظریات کی صورت میں، کبھی ظلم اور ناانصافی کی صورت میں، اور کبھی انسان کے اپنے غرور کی صورت میں۔ لیکن حق ہمیشہ ایک ہی رہتا ہے، کیونکہ حق کا تعلق اللہ تعالیٰ سے ہے، اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔

پھر حافظ صاحب نے قرآنِ کریم کی یہ آیت تلاوت فرمائی:

وَ قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ﴿۸۱﴾

اور کہہ دیجیے کہ حق آ گیا اور باطل مٹ گیا، بے شک باطل مٹنے ہی والا ہے۔

(سورۃ الاسراء:81)

پھر فرمایا:

میرے دوستو! اللہ تعالیٰ نے باطل کے بارے میں فرمایا کہ وہ مٹنے والا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ باطل چاہے کچھ وقت کے لیے طاقتور نظر آئے، اس کے پاس ظاہری چمک دمک ہو، لوگ اس کے پیچھے چلیں، لیکن اس کی بنیاد کمزور ہوتی ہے۔ جبکہ حق اگرچہ کبھی آزمائشوں سے گزرتا ہے، مگر اس کی جڑ اللہ تعالیٰ کی مدد سے مضبوط رہتی ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت سے فرمایا:

میں تمہیں ایک آسان مثال دیتا ہوں۔ رات کتنی ہی تاریک کیوں نہ ہو، جب سورج نکلتا ہے تو اندھیرا خود بخود ختم ہو جاتا ہے۔ سورج اندھیرے سے جنگ نہیں کرتا، صرف اپنی روشنی ظاہر کرتا ہے۔ اسی طرح مومن کا کام یہ ہے کہ وہ حق کو پہچانے، حق پر قائم رہے اور اپنے عمل سے حق کی روشنی پھیلائے۔ باطل کی تاریکی حق کے نور کے سامنے خود ختم ہو جاتی ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت درد بھرے لہجے میں فرمایا:

اے اللہ کے بندو! سب سے بڑا حق یہ ہے کہ انسان اپنے رب کو پہچانے، اسی کی عبادت کرے، اسی پر بھروسہ کرے، اسی سے امید رکھے اور اسی کے حکم کے مطابق زندگی گزارے۔ جب انسان اپنے رب سے دور ہو جاتا ہے تو باطل اس کے

دل میں جگہ بنانا شروع کر دیتا ہے۔ لیکن جب دل اللہ تعالیٰ کے ذکر سے آباد ہو جاتا ہے تو حق کی پہچان آسان ہو جاتی ہے۔

پھر حافظ صاحب نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَ اَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ هُوَ الْبَاطِلُ

یہ اس لیے کہ اللہ ہی حق ہے اور جنہیں وہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں وہ باطل ہیں۔

(سورۃ الحج:62)

پھر فرمایا:

دیکھو! ہر حق کی اصل اللہ تعالیٰ ہے۔ جو چیز اللہ سے دور لے جائے، وہ نقصان کا راستہ ہے۔ جو چیز اللہ کے قریب کرے، وہ خیر کا راستہ ہے۔ اس لیے اپنے دل کا میزان قرآن وسنت کو بنالو، کیونکہ انسان کی عقل محدود ہے مگر اللہ تعالیٰ کا علم کامل ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت شفقت سے فرمایا:

میرے عزیزو! بعض اوقات انسان باطل کو اس لیے قبول کر لیتا ہے کہ وہ دیکھتا ہے بہت سے لوگ اسی راستے پر چل رہے ہیں۔ لیکن یاد رکھو! حق کی پہچان لوگوں کی تعداد سے نہیں ہوتی۔ حق وہ ہے جسے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حق قرار دیا۔ حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ کم لوگ تھے، مگر وہ حق پر تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اکیلے کھڑے تھے، مگر حق ان کے ساتھ تھا۔

حافظ صاحب نے نہایت سوز وگداز کے ساتھ فرمایا:

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا:

اُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ

تف ہے تم پر اور ان چیزوں پر جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو۔

(سورۃ الانبیاء:67)

پھر فرمایا:

یہ باطل کی نفی تھی اور اس کے بعد انہوں نے توحیدِ حق کو واضح فرمایا۔ حق والوں کا طریقہ یہی ہے کہ وہ باطل کو پہچانتے ہیں، اس سے بچتے ہیں اور حکمت و خیر خواہی کے ساتھ لوگوں کو حق کی طرف بلاتے ہیں۔

حافظ صاحب نے حاضرین کی طرف محبت بھری نگاہ سے دیکھا اور فرمایا:

میرے بھائی! کبھی تم نے اپنے دل سے یہ سوال کیا ہے کہ میری زندگی میں کون سی چیزیں ایسی ہیں جو مجھے حق سے دور کر رہی ہیں؟ کیا میری کوئی خواہش ایسی ہے جو اللہ کے حکم پر غالب آجاتی ہے؟ کیا میری کوئی عادت ایسی ہے جسے میں جانتا ہوں کہ یہ درست نہیں مگر پھر بھی چھوڑ نہیں پاتا؟ اپنے دل کا یہ محاسبہ کرو، کیونکہ حق کی طرف سفر ہمیشہ اپنے اندر کے باطل کو پہچاننے سے شروع ہوتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت حکمت کے ساتھ فرمایا:

باطل صرف باہر نہیں ہوتا، کبھی کبھی انسان کے اندر بھی چھپا ہوتا ہے۔ تکبر، حسد، جھوٹ، بغض، حرص، کینہ اور خود پسندی بھی دل کے باطل بت ہیں۔ جب بندہ ان کو توڑتا ہے تو اس کے اندر ایمان کی حقیقت مضبوط ہوتی ہے۔ اسی لیے بزرگانِ دین نے ہمیشہ نفس کی اصلاح پر زور دیا، کیونکہ جس نے اپنے نفس کے باطل کو شکست دے دی، اس نے بہت بڑی فتح حاصل کر لی۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھرے انداز میں فرمایا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

عَلَيْكُمْ بِالصِّدْقِ فَإِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِيْ إِلَى الْبِرِّ

تم سچائی کو لازم پکڑو، کیونکہ سچائی نیکی کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔
(صحیح البخاری، حدیث:6094، صحیح مسلم، حدیث:2607)

پھر فرمایا:

دیکھو! حق کی بنیاد سچائی ہے۔ جس کی زبان سچی، دل پاک اور عمل درست ہو، وہ حق کے قریب ہوتا ہے۔ اور جو جھوٹ، دھوکے اور فریب کو اختیار کرتا ہے، وہ آہستہ آہستہ باطل کے راستے پر چل پڑتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

میرے عزیزو! حق کا راستہ کبھی کبھی مشکل محسوس ہوتا ہے، کیونکہ نفس آسانی چاہتا ہے۔ لیکن یاد رکھو! جو آج حق کے لیے کچھ قربان کر دیتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے کل ایسی عزت عطا فرماتا ہے جس کا دنیا تصور بھی نہیں کر سکتی۔ حق کے راستے پر چلنے والا کبھی تنہا نہیں ہوتا، کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ہوتا ہے۔

حافظ صاحب نے عاجزی سے سر جھکا کر فرمایا:

اپنی زندگی میں یہ عہد کر لو کہ ہم باطل نظریات، باطل خواہشات اور باطل اعمال سے بچیں گے، اور قرآن، سنت، سچائی، عدل، اخلاص اور اللہ تعالیٰ کی رضا کو اپنا راستہ بنائیں گے۔ کیونکہ کامیابی اسی میں ہے کہ انسان حق کو پہچانے، حق کو قبول کرے اور حق پر ثابت قدم رہے۔

حافظ صاحب نے نہایت عاجزی سے دونوں ہاتھ اٹھائے اور دعا کی:

اے اللہ! ہمارے دلوں سے ہر قسم کے باطل خیالات، باطل خواہشات، باطل

محبتوں اور گمراہ کن راستوں کو نکال دے۔ ہمیں حق کو حق سمجھنے، اسے قبول کرنے اور اس پر ثابت قدم رہنے کی توفیق عطا فرما۔ ہمارے دلوں کو قرآن کے نور، سنتِ رسول ﷺ کی محبت، ایمان کی مضبوطی، اخلاص، تقویٰ، ذکر، توبہ، صبر، شکر اور حسنِ اخلاق سے آراستہ فرما۔ ہمیں اپنے والدین کے حقوق ادا کرنے، بندوں کے حقوق نبھانے، اپنی آخرت سنوارنے اور اپنی رضا کے مطابق زندگی گزارنے والا بنا۔ اے اللہ! ہمیں دنیا میں حق کا ساتھی بنا، قبر میں ایمان کی روشنی عطا فرما اور آخرت میں اپنے مقبول بندوں کے ساتھ جگہ عطا فرما۔ آمین۔

نفیِ خودی - اثباتِ عبدیت

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو حقیقی بادشاہ، حقیقی مالک، حقیقی خالق اور حقیقی معبود ہے۔ وہی کمزور بندوں کو قوت عطا فرماتا ہے، بے سہاروں کو سہارا دیتا ہے، بھٹکے دلوں کو راستہ دکھاتا ہے اور اپنے فضل سے انسان کو اپنی پہچان اور اپنی بندگی کی دولت عطا فرماتا ہے۔ وہی ذات ہے جس کے سامنے ہر عظمت چھوٹی، ہر طاقت محدود اور ہر مخلوق محتاج ہے۔ ہم اسی کی حمد کرتے ہیں، اسی کا شکر ادا کرتے ہیں، اسی کے سامنے اپنی عاجزی پیش کرتے ہیں اور اسی سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمارے دلوں سے نفس کی بڑائی نکال کر اپنی خالص عبدیت کی حقیقت عطا فرمائے۔

حافظ صاحب نے نہایت سکون سے حاضرین کی طرف دیکھا، پھر محبت بھرے انداز میں فرمایا:

اے میرے عزیزو! انسان کی سب سے بڑی رکاوٹ باہر نہیں، اس کے اپنے

اندر ہوتی ہے۔ وہ رکاوٹ جسے ہم میں کہتے ہیں۔ یہی میں کبھی تکبر بن جاتی ہے، کبھی خود پسندی، کبھی اپنی رائے پر اصرار، کبھی اپنی طاقت پر غرور اور کبھی اپنی خواہشات کی غلامی۔ جب تک یہ خودی اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکتی نہیں، عبدیت کا دروازہ پوری طرح نہیں کھلتا۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

میرے بھائیو! یہاں خودی سے مراد یہ نہیں کہ انسان اپنی عزتِ نفس ختم کر دے یا اپنی ذمہ داریوں سے بھاگ جائے۔ بلکہ خودی کی نفی کا مطلب یہ ہے کہ بندہ اپنے وجود کو مستقل نہ سمجھے، اپنی طاقت کو اپنی ذات کا کمال نہ سمجھے، اپنی کامیابیوں کو اپنا ہنر نہ سمجھے، بلکہ ہر چیز کو اللہ تعالیٰ کا فضل اور عطیہ سمجھے۔

پھر حافظ صاحب نے قرآنِ کریم کی یہ آیت تلاوت فرمائی:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَ اللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿۱۵﴾

اے لوگو! تم سب اللہ کے محتاج ہو اور اللہ ہی بے نیاز، تمام خوبیوں والا ہے۔

(سورۃ فاطر:15)

پھر فرمایا:

میرے دوستو! یہ آیت انسان کو اس کی حقیقت بتاتی ہے۔ ہم محتاج ہیں، وہ بے نیاز ہے۔ ہم کمزور ہیں، وہ قادر ہے۔ ہم فانی ہیں، وہ باقی ہے۔ ہم بندے ہیں، وہ رب ہے۔ جب انسان اپنی حقیقت پہچان لیتا ہے تو اس کے دل میں عبدیت کا نور پیدا ہوتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت درد بھرے لہجے میں فرمایا:

بعض اوقات انسان اپنی معمولی کامیابیوں کو دیکھ کر بھول جاتا ہے کہ یہ سب کس کا عطیہ ہے۔ وہ کہتا ہے: میں نے کیا، میں نے بنایا، میں نے حاصل کیا۔ لیکن مومن کہتا ہے: میرے رب نے توفیق دی، میرے رب نے راستہ کھولا، میرے رب نے آسانی فرمائی۔ یہی فرق خودی اور عبدیت کے درمیان ہے۔

حافظ صاحب نے ایک آسان مثال دیتے ہوئے فرمایا:

ایک بچہ جب چلنا سیکھتا ہے تو وہ اپنے قدموں پر فخر نہیں کرتا، کیونکہ اسے معلوم ہے کہ کسی نے اسے سہارا دیا، کسی نے ہاتھ پکڑا، کسی نے گرنے سے بچایا۔ اسی طرح انسان کی پوری زندگی اللہ تعالیٰ کے سہارے پر قائم ہے۔ سانس بھی اسی کی عطا ہے، عقل بھی اسی کا فضل ہے، صحت بھی اسی کی نعمت ہے اور ہدایت بھی اسی کی رحمت ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت سے فرمایا:

اے اللہ کے بندو! عبدیت انسان کی سب سے بڑی شان ہے۔ دنیا میں لوگ بادشاہ بننے کی خواہش رکھتے ہیں، مگر اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے اپنے آپ کو بندہ کہلانے میں عزت محسوس کرتے ہیں۔ ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے لیے سب سے بڑا شرف یہی تھا کہ قرآن نے آپ ﷺ کو عبد فرمایا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا

پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گئی۔

(سورۃ الاسراء:1)

پھر حافظ صاحب نے فرمایا:

دیکھو! اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو رسول، نبی اور دیگر عظیم صفات کے ساتھ یاد فرمایا، لیکن معراج کے عظیم واقعے میں سب سے پہلے عبد فرمایا۔ اس سے

معلوم ہوا کہ بندگی سے بڑھ کر کوئی مقام نہیں۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

میرے عزیزو! انسان جب اپنی خودی کو بڑا سمجھتا ہے تو وہ اللہ کے سامنے جھکنے میں تکلیف محسوس کرتا ہے، لیکن جب وہ اپنی حقیقت جان لیتا ہے تو سجدہ اس کے لیے بوجھ نہیں رہتا بلکہ راحت بن جاتا ہے۔ پھر نماز صرف ایک فرض نہیں رہتی بلکہ ملاقات بن جاتی ہے، دعا صرف الفاظ نہیں رہتی بلکہ دل کی پکار بن جاتی ہے، اور ذکر صرف زبان کی حرکت نہیں رہتا بلکہ روح کی غذا بن جاتا ہے۔

حافظ صاحب نے حاضرین کی طرف محبت بھری نگاہ سے دیکھا اور فرمایا:

میرے بھائی! کبھی تم نے اپنے دل سے یہ سوال کیا ہے کہ میری زندگی میں سب سے بڑا مقام کس کا ہے؟ میری خواہش کا، میری ذات کا، میری تعریف کا یا میرے رب کی رضا کا؟ اگر میری ذات ہر چیز پر مقدم ہے تو مجھے اپنے دل کی اصلاح کی ضرورت ہے، اور اگر اللہ تعالیٰ کی رضا سب سے مقدم ہے تو سمجھو عبدیت کا سفر شروع ہو چکا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت حکمت سے فرمایا:

عبدیت یہ ہے کہ بندہ اپنے رب کے سامنے جھک جائے، مگر مخلوق کے سامنے حق کے ساتھ کھڑا رہے۔ عبدیت یہ ہے کہ بندہ اپنی خواہشات کو اللہ کے حکم کے تابع کرے۔ عبدیت یہ ہے کہ نعمت ملے تو شکر کرے، آزمائش آئے تو صبر کرے، گناہ ہو جائے تو توبہ کرے، کامیابی ملے تو عاجزی اختیار کرے اور تعریف ملے تو کہے: یہ میرے رب کا فضل ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت سوز و گداز کے ساتھ فرمایا:

حضرت سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے عظیم بادشاہت عطا فرمائی، ہوا، جنات اور بے شمار نعمتیں عطا فرمائیں، لیکن جب انہوں نے چیونٹی کی بات سنی تو فرمایا:

رَبِّ اَوْزِعْنِیْٓ اَنْ اَشْکُرَ نِعْمَتَكَ

اے میرے رب! مجھے توفیق دے کہ میں تیری نعمت کا شکر ادا کروں۔

(سورۃ النمل:19)

پھر فرمایا:

دیکھو! اصل کمال نعمتوں کا ملنا نہیں، بلکہ نعمتوں کے باوجود اپنے رب کے سامنے جھک جانا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھرے انداز میں فرمایا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ کَانَ فِیْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِّنْ کِبْرٍ

جس کے دل میں ذرہ برابر تکبر ہوگا، وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

(صحیح مسلم، حدیث:91)

پھر فرمایا:

تکبر خودی کا پھل ہے اور عاجزی عبدیت کا پھل ہے۔ جس دل میں اللہ کی عظمت بڑھ جاتی ہے، وہاں اپنی بڑائی خود بخود کم ہو جاتی ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت شفقت سے فرمایا:

میرے عزیزو! اپنی ذات کو مٹانے کا مطلب یہ نہیں کہ انسان بے مقصد ہو جائے، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنی ذات کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے تابع کر دے۔ پھر انسان کی خواہش بھی عبادت بن جاتی ہے، اس کا کام بھی عبادت بن جاتا ہے، اس کی خاموشی بھی عبادت بن جاتی ہے، کیونکہ اس کا مقصد صرف اپنے رب کو راضی کرنا

ہوتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت عاجزی سے سر جھکا کر فرمایا:

عبدیت کی حقیقت یہ ہے کہ بندہ ہر حال میں اپنے رب سے جڑا رہے۔ خوشی میں اسے نہ بھولے، غم میں اس سے دور نہ ہو، نعمت میں سرکش نہ ہو، آزمائش میں شکوہ نہ کرے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کو اپنا مالک مان لیتا ہے، وہ اپنی زندگی کا بوجھ اللہ کے حوالے کر دیتا ہے، پھر دل کو سکون نصیب ہوتا ہے۔

حافظ صاحب نے دونوں ہاتھ اٹھائے اور دعا کی:

اے اللہ! ہمارے دلوں سے خود پسندی، غرور، تکبر اور نفس کی بڑائی کو نکال دے۔ ہمیں اپنی حقیقت پہچاننے، اپنی محتاجی کا اقرار کرنے اور اپنی کامل عبدیت اختیار کرنے کی توفیق عطا فرما۔ ہمارے دلوں کو اپنی معرفت، اپنی محبت، اپنے ذکر، اپنے قرب اور اپنی رضا سے آباد فرما۔ ہمیں رسول اللہ ﷺ کی سچی اتباع، اخلاص، تقویٰ، صبر، شکر، حسنِ اخلاق، والدین کی خدمت، بندوں کے حقوق کی ادائیگی اور آخرت کی تیاری نصیب فرما۔ اے اللہ! ہمیں ایسا بندہ بنا دے جس پر تجھے فخر ہو، جس کے دل میں صرف تیری عظمت ہو، جس کی زندگی تیری اطاعت میں گزرے اور جس کا خاتمہ اپنی رضا پر فرما۔ آمین۔

نفیِ غیر اللہ - اثباتِ اللہ

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو اکیلا معبود، یکتا رب، بے مثال خالق اور ہر موجود کا حقیقی مالک ہے۔ وہی دلوں کا راز جاننے والا، حاجتوں کو پورا فرمانے

والا، ٹوٹے دلوں کا سہارا، بے قرار روحوں کا سکون اور ہر خوف زدہ انسان کے لیے امن کا سرچشمہ ہے۔ وہ ذات پاک ہے جس کے سوا کوئی حقیقی اختیار رکھنے والا نہیں، جس کے سوا کوئی حقیقی مددگار نہیں اور جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ ہم اسی کی حمد کرتے ہیں، اسی پر بھروسہ کرتے ہیں، اسی سے مدد مانگتے ہیں اور اسی سے دعا کرتے ہیں کہ ہمارے دلوں کو غیر اللہ کی وابستگیوں سے پاک کر کے اپنی محبت اور معرفت سے بھر دے۔

حافظ صاحب نے آہستگی سے آنکھیں بند کیں، پھر حاضرین کی طرف محبت بھری نگاہ سے دیکھا اور فرمایا:

اے میرے عزیزو! آج ہم ایمان کے ایک نہایت عظیم راز پر گفتگو کریں گے، اور وہ ہے نفیِ غیر اللہ اور اثباتِ اللہ۔ یہی دراصل کلمۂ طیبہ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ کی روح ہے۔ اس کلمے میں پہلے نفی ہے، پھر اثبات ہے۔ پہلے انسان ہر اس تعلق کو دل سے نکالتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے مقابل آ جائے، پھر اپنے دل کے تخت پر صرف اللہ تعالیٰ کو بٹھاتا ہے۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

میرے بھائیو! غیر اللہ کی نفی کا مطلب یہ نہیں کہ انسان دنیا کے تعلقات چھوڑ دے، والدین، اولاد، اہل وعیال، رزق اور زندگی کی ذمہ داریوں سے منہ موڑ لے۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ دل کا سب سے بڑا مقام صرف اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہو۔ دنیا ہاتھ میں ہو تو اچھی بات ہے، لیکن دل میں نہ ہو۔ مال پاس ہو تو نعمت ہے، مگر دل کا مالک نہ بن جائے۔ انسانوں سے محبت ہو، مگر اللہ کی محبت پر غالب نہ آئے۔

حافظ صاحب نے قرآنِ کریم کی یہ آیت تلاوت فرمائی:

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ

مَمَاتِیۡ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۙ﴿۱۶۲﴾

آپ کہہ دیجیے: بے شک میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور میری موت اللہ ہی کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔

(سورۃ الانعام:162)

پھر فرمایا:

میرے دوستو! یہی توحید کی حقیقت ہے کہ بندے کا ہر معاملہ اللہ کے لیے ہو جائے۔ اس کی عبادت اللہ کے لیے، اس کی محبت اللہ کے لیے، اس کی امید اللہ سے، اس کا خوف اللہ سے، اس کا بھروسہ اللہ پر اور اس کی زندگی اللہ کی رضا کے مطابق ہو۔

حافظ صاحب نے نہایت درد بھرے لہجے میں فرمایا:

انسان کا سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ وہ اللہ کو مانتا تو ہے، مگر دل کے اندر بہت سے چھوٹے چھوٹے سہارے بنا لیتا ہے۔ کبھی مال پر بھروسہ بڑھ جاتا ہے، کبھی عہدے پر، کبھی لوگوں کی تعریف پر، کبھی اپنی صلاحیتوں پر۔ پھر جب یہ سہارے ٹوٹتے ہیں تو دل بھی ٹوٹ جاتا ہے۔ لیکن جس کا سہارا اللہ ہو، وہ حالات بدلنے سے نہیں ٹوٹتا، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ میرا رب ہر حال میں میرے ساتھ ہے۔

حافظ صاحب نے ایک عام فہم مثال دیتے ہوئے فرمایا:

ایک پرندہ جب آسمان میں اڑتا ہے تو اس کے پر اسے بلند کرتے ہیں، لیکن وہ جانتا ہے کہ اصل طاقت اللہ تعالیٰ نے دی ہے۔ اگر وہ اپنے پروں کو اپنا کمال سمجھ کر خالق کو بھول جائے تو یہ اس کی نادانی ہوگی۔ اسی طرح انسان کے پاس علم، دولت، صحت اور طاقت سب نعمتیں ہیں، مگر اصل عطا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ عقل مند وہ ہے جو نعمت کو دیکھ کر منعم کو پہچان لے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت سے فرمایا:

اے اللہ کے بندو! دل کی پاکیزگی یہ ہے کہ وہاں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو حاکم نہ بنایا جائے۔ اگر کسی سے محبت کرو تو اللہ کی خاطر کرو، اگر کسی سے تعلق رکھو تو اللہ کی رضا کے لیے رکھو، اگر کسی نعمت پر خوش ہو تو اللہ کا شکر ادا کرو، اگر کسی نقصان پر غم ہو تو اللہ کی طرف رجوع کرو۔

حافظ صاحب نے قرآنِ کریم کی یہ آیت تلاوت فرمائی:

وَ مَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ؕ

اور جو اللہ پر بھروسہ کرے تو وہ اس کے لیے کافی ہے۔

(سورۃ الطلاق:3)

پھر فرمایا:

میرے عزیزو! جس کے لیے اللہ کافی ہو جائے، اسے کسی اور سہارے کی محتاجی نہیں رہتی۔ دنیا کے دروازے بند ہو جائیں تو بھی اللہ کا دروازہ کھلا رہتا ہے۔ لوگ چھوڑ دیں تو بھی اللہ ساتھ رہتا ہے۔ حالات بدل جائیں تو بھی اللہ کی رحمت باقی رہتی ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو نصیحت فرمائی:

وَاعْلَمْ أَنَّ الْأُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلٰى أَنْ يَّنْفَعُوكَ بِشَيْءٍ يَّوْمَ يَنْفَعُوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ لَكَ

جان لو! اگر پوری امت جمع ہو جائے کہ تمہیں کوئی فائدہ پہنچائے تو وہ تمہیں اتنا

ہی فائدہ پہنچا سکتی ہے جتنا اللہ نے تمہارے لیے لکھ دیا ہے۔

(جامع الترمذی، حدیث:2511)

پھر فرمایا:

یہ حدیث ہمیں سکھاتی ہے کہ اصل اختیار اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ بندے سبب بن سکتے ہیں، مگر فیصلہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اس لیے دل کو سبب کے ساتھ نہیں، سبب پیدا کرنے والے کے ساتھ جوڑو۔

حافظ صاحب نے نہایت فکر انگیز انداز میں فرمایا:

میرے عزیز! کبھی تم نے اپنے دل سے یہ سوال کیا ہے کہ اگر دنیا کی ہر چیز مجھ سے لے لی جائے تو کیا میرا دل پھر بھی اللہ کے ساتھ مطمئن رہے گا؟ اگر تعریف ختم ہو جائے، مال کم ہو جائے، لوگ ساتھ چھوڑ دیں، تو کیا میری امید پھر بھی اللہ سے قائم رہے گی؟ یہی سوال انسان کو اپنے ایمان کی حقیقت دکھاتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھرے انداز میں فرمایا:

نفیِ غیر اللہ کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ بندہ اپنے نفس کی بڑائی، اپنی خواہشات کی غلامی اور دنیا کی محبت کو اللہ کی محبت کے تابع کر دے۔ جب دل میں اللہ سب سے بڑا ہو جاتا ہے تو باقی چیزیں اپنی جگہ پر آ جاتی ہیں۔ پھر انسان دنیا میں رہتا ہے مگر دنیا اس کے دل میں نہیں رہتی۔

حافظ صاحب نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی اور فرمایا:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ دیکھو۔ انہوں نے اپنی قوم کے باطل معبودوں کو رد کیا اور اعلان کیا:

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ حَنِیْفًا

بے شک میں نے اپنا رخ اس ذات کی طرف کر لیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا، اس حال میں کہ میں یکسو ہوں۔

(سورۃ الانعام:79)

پھر فرمایا:

یہی مومن کی شان ہے کہ وہ اپنا رخ ہر طرف سے ہٹا کر اپنے رب کی طرف کر دیتا ہے۔ پھر اس کا دل منتشر نہیں رہتا، کیونکہ جس دل کا تعلق ایک اللہ سے جڑ جائے، وہ بے شمار تعلقات کے بوجھ سے آزاد ہو جاتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت شفقت سے فرمایا:

میرے بھائیو! ذکرِ الٰہی کو اپنا ساتھی بناؤ، قرآن کو اپنا رہنما بناؤ، سنتِ رسول ﷺ کو اپنا راستہ بناؤ، کیونکہ یہی چیزیں دل کو غیر اللہ کی غلامی سے نکال کر اللہ کی بندگی میں لے جاتی ہیں۔ جو دل اللہ کا ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے آسانیاں پیدا فرما دیتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت عاجزی سے سر جھکا کر فرمایا:

اپنے دل میں یہ یقین پیدا کرو کہ عزت اللہ دیتا ہے، رزق اللہ دیتا ہے، حفاظت اللہ کرتا ہے، ہدایت اللہ دیتا ہے، شفا اللہ دیتا ہے، کامیابی اللہ دیتا ہے۔ بندے دروازے ہو سکتے ہیں، مگر دینے والا صرف اللہ ہے۔

حافظ صاحب نے دونوں ہاتھ اٹھائے اور دعا کی:

اے اللہ! ہمارے دلوں کو غیر اللہ کی غلامی، غیر اللہ کی محبت، غیر اللہ کے خوف اور غیر اللہ کی محتاجی سے پاک فرما۔ ہمارے دلوں میں اپنی عظمت، اپنی محبت، اپنی معرفت اور اپنے قرب کو بھر دے۔ ہمیں خالص توحید، مضبوط ایمان، کامل اخلاص، سچا توکل، دائمی ذکر، سنتِ رسول ﷺ کی محبت، تقویٰ، توبہ، شکر، صبر اور حسنِ اخلاق نصیب فرما۔ اے اللہ! ہماری زندگی، ہماری موت، ہماری عبادت، ہماری محبت اور

ہماری ہر کوشش کو اپنی رضا کے لیے قبول فرما۔ ہمارے دل کو ہمیشہ اپنے ساتھ وابستہ رکھ، ہمیں دنیا میں اپنی بندگی کی لذت عطا فرما اور آخرت میں اپنے محبوب ﷺ کی شفاعت اور جنت الفردوس نصیب فرما۔ آمین۔

حصہ:-4

حقیقی مالک اور مملوک

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا حقیقی مالک، ہر چیز کا خالق، ہر نعمت کا عطا فرمانے والا اور ہر مخلوق کا پروردگار ہے۔ وہی ذات ہے جس کی بادشاہی ہمیشہ باقی رہنے والی، جس کا اختیار کامل، جس کا حکم نافذ اور جس کی حکمت بے مثال ہے۔ وہی بندوں کو زندگی عطا کرتا ہے، رزق دیتا ہے، عزت دیتا ہے، آزماتا ہے اور پھر اپنی رحمت سے سنوارتا ہے۔ ہم اسی کی حمد کرتے ہیں، اسی کے سامنے اپنی محتاجی کا اقرار کرتے ہیں اور اسی سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اپنی حقیقی بندگی اور اپنی کامل معرفت عطا فرمائے۔

حافظ صاحب نے نہایت سکون کے ساتھ حاضرین کی طرف دیکھا، پھر محبت بھرے انداز میں فرمایا:

اے میرے عزیزو! انسان کی سب سے بڑی بھول یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو مالک سمجھنے لگتا ہے، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ خود بھی کسی کا مملوک ہے۔ جس سانس پر اسے اختیار نہیں، جس دل کی دھڑکن کو وہ خود نہیں چلاتا، جس زندگی کے ایک لمحے کا اسے یقین نہیں، وہ کیسے مالک ہو سکتا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ ”مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے اور ہم سب اس کے مملوک اور بندے ہیں۔“

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

میرے بھائیو! اگر انسان اس حقیقت کو سمجھ لے کہ میں مالک نہیں بلکہ مملوک

ہوں، تو اس کی پوری زندگی بدل جاتی ہے۔ پھر غرور ختم ہو جاتا ہے، تکبر ختم ہو جاتا ہے، شکوے کم ہو جاتے ہیں، اور دل میں عاجزی، شکر اور اللہ کی محبت پیدا ہو جاتی ہے۔ کیونکہ مملوک کا کام اپنے مالک کے حکم پر چلنا ہوتا ہے، اپنی مرضی کو مالک کی رضا کے تابع کرنا ہوتا ہے۔

حافظ صاحب نے قرآنِ کریم کی یہ آیت تلاوت فرمائی:

لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا فِيْهِنَّ ؕ

اور آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے سب کی بادشاہی اللہ ہی کے لیے ہے۔

(سورۃ المائدۃ:120)

پھر فرمایا:

میرے دوستو! اللہ تعالیٰ نے واضح فرما دیا کہ پوری کائنات کی ملکیت اسی کے پاس ہے۔ ہم جس چیز کو اپنا کہتے ہیں، وہ حقیقت میں اللہ کی عطا ہے۔ ہمارا جسم اللہ کی امانت ہے، مال اللہ کی عطا ہے، اولاد اللہ کی نعمت ہے، علم اللہ کا فضل ہے، وقت اللہ کی دی ہوئی مہلت ہے۔ انسان کو اختیار دیا گیا ہے، مگر وہ مستقل مالک نہیں بنایا گیا۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت سے فرمایا:

میں تمہیں ایک آسان مثال دیتا ہوں۔ ایک شخص کسی کے باغ کی نگرانی پر مقرر ہو۔ باغ میں پھل بھی ہوں، درخت بھی ہوں، پانی بھی ہو، خوبصورتی بھی ہو۔ اگر وہ نگہبان یہ سمجھنے لگے کہ یہ سب میرا ہے اور میں جو چاہوں کروں گا، تو کیا وہ صحیح سمجھے گا؟ نہیں، کیونکہ وہ مالک نہیں، صرف نگہبان ہے۔ اسی طرح یہ دنیا، یہ جسم، یہ مال اور یہ صلاحیتیں اللہ تعالیٰ کی امانتیں ہیں، ہم صرف ان کے امین ہیں۔

حافظ صاحب نے نہایت درد بھرے لہجے میں فرمایا:

اے اللہ کے بندو! جب انسان مملوک ہونے کی حقیقت بھول جاتا ہے تو وہ نافرمانی کرتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ میری زندگی میری مرضی کے لیے ہے، میرا مال میری مرضی کے لیے ہے، میری طاقت میری ذات کے لیے ہے۔ لیکن جب دل میں یہ یقین پیدا ہو جائے کہ میں اپنے رب کا بندہ ہوں، تو پھر ہر عمل میں اللہ کی رضا تلاش کرتا ہے۔

حافظ صاحب نے قرآنِ کریم کی یہ آیت تلاوت فرمائی:

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴿۱۵۶﴾

بے شک ہم اللہ ہی کے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔

(سورۃ البقرۃ:156)

پھر فرمایا:

یہ صرف مصیبت کے وقت پڑھنے کے الفاظ نہیں، بلکہ پوری زندگی کی حقیقت ہیں۔ ہم اللہ کے ہیں، اسی کے حکم سے آئے ہیں، اسی کے حکم سے زندہ ہیں، اسی کے حکم سے واپس جائیں گے۔ جس نے یہ حقیقت سمجھ لی، اس نے زندگی کا مقصد سمجھ لیا۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

میرے عزیزو! دنیا میں انسان اپنے مال، عہدے، علم اور طاقت پر فخر کرتا ہے، لیکن موت آتی ہے تو سب کچھ پیچھے رہ جاتا ہے۔ بادشاہ بھی خالی ہاتھ جاتا ہے اور غریب بھی خالی ہاتھ جاتا ہے۔ قبر میں نہ عہدہ ساتھ جاتا ہے، نہ دولت، نہ شہرت، صرف ایمان، اعمال اور اللہ کی رحمت ساتھ جاتی ہے۔

حافظ صاحب نے حاضرین کی طرف محبت بھری نگاہ سے دیکھا اور فرمایا:

میرے عزیز! کبھی تم نے اپنے دل سے یہ سوال کیا ہے کہ اگر آج اللہ تعالیٰ مجھ سے پوچھے کہ جو جسم میں نے تمہیں دیا تھا، تم نے اسے کہاں استعمال کیا؟ جو مال میں

نے دیا تھا، تم نے اسے کیسے خرچ کیا؟ جو وقت میں نے دیا تھا، تم نے اسے کیسے گزارا؟ تو میرے پاس کیا جواب ہوگا؟ یہ سوال انسان کو مملوک ہونے کا احساس دلاتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت حکمت سے فرمایا:

مملوک کی پہچان یہ ہے کہ وہ اپنے مالک کے حکم کو اپنی خواہش پر مقدم رکھتا ہے۔ اگر اللہ نماز کا حکم دیتا ہے تو بندہ نماز قائم کرتا ہے، اگر حلال وحرام کی حدود بتاتا ہے تو ان کی حفاظت کرتا ہے، اگر والدین کے حقوق کا حکم دیتا ہے تو خدمت کرتا ہے، اگر بندوں کے ساتھ حسنِ اخلاق کا حکم دیتا ہے تو محبت اور نرمی اختیار کرتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھرے انداز میں فرمایا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيبٌ أَوْ عَابِرُ سَبِيلٍ

دنیا میں ایسے رہو جیسے تم اجنبی ہو یا راستہ چلنے والے مسافر ہو۔

(صحیح البخاری، حدیث:6416)

پھر فرمایا:

مسافر راستے کی چیزوں کو اپنا مستقل گھر نہیں سمجھتا۔ وہ جانتا ہے کہ مجھے آگے جانا ہے۔ اسی طرح مومن دنیا میں رہتا ہے مگر دنیا کو اپنا اصل وطن نہیں سمجھتا، بلکہ آخرت کی تیاری کرتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت سوز وگداز کے ساتھ فرمایا:

میرے بھائیو! حقیقی عزت یہ نہیں کہ لوگ تمہیں بڑا کہیں، حقیقی عزت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اپنا بندہ قبول فرمالے۔ دنیا کا بادشاہ ہونا کوئی بڑی بات نہیں، اصل

کمال یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار بندہ بن جائے۔ کیونکہ بندگی میں وہ مقام ہے جو دنیا کی بادشاہت میں بھی نہیں۔

حافظ صاحب نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی اور فرمایا:

ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو معراج کی عظیم شان عطا ہوئی، مگر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو سب سے پہلے عبد فرمایا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑا مقام بندگی کا مقام ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت شفقت سے فرمایا:

اپنے دل میں یہ بات مضبوط کر لو کہ میں اللہ کا ہوں، میری زندگی اللہ کے لیے ہے، میری صلاحیتیں اللہ کی عطا ہیں، میری کامیابی اللہ کا فضل ہے اور میری واپسی بھی اللہ ہی کی طرف ہے۔ پھر دیکھو! دل سے بہت سے بوجھ اتر جائیں گے، کیونکہ انسان اپنی ذمہ داری ادا کرتا ہے اور نتیجہ اپنے مالک کے حوالے کر دیتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت عاجزی سے سر جھکا کر فرمایا:

اے اللہ کے بندو! اپنے آپ کو مالک سمجھنے کی بیماری سے بچو۔ نعمت ملے تو شکر کرو، اختیار ملے تو عدل کرو، علم ملے تو عاجزی اختیار کرو، دولت ملے تو سخاوت کرو، اور ہر حال میں اپنے رب کی بندگی کو مقدم رکھو۔ یہی مملوک کی شان ہے، یہی ایمان کی خوبصورتی ہے۔

حافظ صاحب نے دونوں ہاتھ اٹھائے اور دعا کی:

اے اللہ! ہمیں اپنی ملکیت کا حقیقی شعور عطا فرما۔ ہمارے دلوں سے غرور، تکبر اور خود پسندی نکال دے۔ ہمیں اپنا مخلص بندہ، اپنا فرمانبردار مملوک اور اپنی رضا کا طالب بنا دے۔ ہمارے جسم، مال، وقت، علم اور صلاحیتوں کو اپنی اطاعت میں استعمال کرنے کی توفیق عطا فرما۔ ہمیں رسول اللہ ﷺ کی کامل اتباع، اخلاص، تقویٰ، ذکرِ الٰہی، سچی توبہ، صبر، شکر، حسنِ اخلاق، والدین کی خدمت، بندوں کے

حقوق کی ادائیگی اور آخرت کی تیاری نصیب فرما۔ اے اللہ! دنیا میں ہمیں اپنی بندگی کی عزت عطا فرما، قبر میں اپنی رحمت عطا فرما، قیامت میں اپنی مغفرت عطا فرما اور جنت الفردوس میں اپنے نیک بندوں کے ساتھ جگہ عطا فرما۔ آمین۔

سب کچھ اللہ کی ملکیت

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو تمام موجودات کا حقیقی مالک، زمین و آسمان کا وارث، ہر ظاہر و پوشیدہ چیز کا خالق اور ہر نعمت کا اصل عطا فرمانے والا ہے۔ وہی ذات ہے جس کے قبضۂ قدرت میں زندگی اور موت، عزت اور ذلت، فراخی اور تنگی، راحت اور آزمائش سب کچھ ہے۔ وہ اپنے بندوں کو نعمتیں عطا کر کے آزماتا ہے، محرومیوں میں حکمت رکھتا ہے اور ہر حال میں اپنے فضل و کرم کے دروازے کھلے رکھتا ہے۔ ہم اسی کی حمد کرتے ہیں، اسی کے سامنے اپنی محتاجی کا اقرار کرتے ہیں اور اسی سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمارے دلوں میں اپنی ملکیت کی معرفت اور اپنی بندگی کی حقیقت پیدا فرمائے۔

حافظ صاحب نے نہایت سکون سے مجلس کی طرف دیکھا، پھر محبت بھرے انداز میں فرمایا:

اے میرے عزیزو! انسان کی سب سے بڑی حقیقت یہ ہے کہ وہ خود بھی اللہ کی ملکیت ہے اور جو کچھ اس کے پاس ہے وہ بھی اللہ ہی کی ملکیت ہے۔ لیکن انسان کی غفلت یہ ہے کہ وہ امانت کو اپنی ملکیت سمجھ لیتا ہے۔ وہ کہتا ہے: میرا مال، میری زمین، میری اولاد، میری طاقت، میری صلاحیت، میری زندگی۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے

کہ جس چیز پر انسان ''میرا'' کہتا ہے، وہ بھی اللہ کی عطا ہے اور جس زبان سے وہ میرا کہتا ہے، وہ زبان بھی اللہ کی عطا ہے۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

میرے بھائیو! اگر یہ حقیقت دل میں اتر جائے کہ سب کچھ اللہ کا ہے تو انسان کا اندازِ زندگی بدل جاتا ہے۔ پھر نعمت ملے تو غرور نہیں کرتا بلکہ شکر کرتا ہے، مال ملے تو تکبر نہیں کرتا بلکہ اسے اللہ کی امانت سمجھ کر خرچ کرتا ہے، اولاد ملے تو اسے اپنی ملکیت نہیں بلکہ اللہ کی ذمہ داری سمجھتا ہے، اور مصیبت آئے تو ٹوٹتا نہیں کیونکہ جانتا ہے کہ مالک جس طرح چاہے اپنی مملوک کے ساتھ معاملہ فرماتا ہے۔

حافظ صاحب نے قرآنِ کریم کی یہ آیت تلاوت فرمائی:

لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا فِيْهِنَّ ؕ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۲۰﴾

آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے سب کی بادشاہی اللہ ہی کے لیے ہے، اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

(سورۃ المائدۃ:120)

پھر فرمایا:

میرے دوستو! اللہ تعالیٰ نے اپنی ملکیت صرف آسمانوں تک محدود نہیں فرمائی بلکہ فرمایا کہ جو کچھ ان میں ہے سب اسی کا ہے۔ اس میں ہماری جانیں بھی شامل ہیں، ہمارے گھر بھی شامل ہیں، ہماری اولاد بھی شامل ہے، ہمارے اعمال بھی اسی کے علم میں ہیں، ہماری خوشیاں بھی اسی کے اختیار میں ہیں اور ہماری آزمائشیں بھی اسی کی حکمت سے آتی ہیں۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت سے فرمایا:

میں تمہیں ایک عام سی مثال دیتا ہوں۔ ایک شخص کسی قیمتی چیز کو کسی دوسرے کے پاس امانت رکھوا دے۔ اب جس کے پاس وہ چیز ہے، اگر وہ اسے اپنا سمجھ کر ضائع کر دے تو وہ امانت میں خیانت کرے گا۔ اسی طرح ہمارا جسم، ہماری آنکھیں، ہمارے کان، ہمارا وقت اور ہماری صلاحیتیں اللہ تعالیٰ کی امانت ہیں۔ اگر ہم انہیں گناہوں میں استعمال کریں تو ہم اپنے مالک کی امانت کے ساتھ ناانصافی کرتے ہیں۔

حافظ صاحب نے نہایت درد بھرے لہجے میں فرمایا:

اے اللہ کے بندو! ذرا غور کرو، جس دل کو اللہ نے ایمان کے لیے بنایا، کیا اسے حسد، بغض اور کینہ سے بھرنا مناسب ہے؟ جس زبان کو اللہ نے ذکر اور حق بات کے لیے دیا، کیا اسے جھوٹ، غیبت اور تکلیف دینے والی باتوں میں استعمال کرنا درست ہے؟ جس مال کو اللہ نے عطا کیا، کیا اسے حرام راستوں میں خرچ کرنا صحیح ہے؟ جب سب کچھ اللہ کا ہے تو استعمال بھی اسی کے حکم کے مطابق ہونا چاہیے۔

حافظ صاحب نے قرآنِ کریم کی یہ آیت تلاوت فرمائی:

وَّاٰتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اٰتٰىكُمْ ؕ

اور انہیں اللہ کے اس مال میں سے دو جو اس نے تمہیں عطا کیا ہے۔

(سورۃ النور:33)

پھر فرمایا:

دیکھو! قرآن نے مال کو بھی اللہ کا مال فرمایا جو تمہیں عطا کیا گیا ہے۔ یہ انداز ہمیں سکھاتا ہے کہ بندہ مالک نہیں، امین ہے۔ جو امانت کا حق ادا کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی امانت میں برکت عطا فرماتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

میرے عزیزو! دنیا میں انسان بہت کچھ جمع کرتا ہے، مگر آخر کار سب کچھ یہیں رہ جاتا ہے۔ بڑے بڑے محل، وسیع زمینیں، قیمتی سامان، عزت وشہرت، سب پیچھے رہ جاتے ہیں۔ قبر میں انسان اکیلا جاتا ہے، وہاں نہ مال ساتھ ہوتا ہے نہ دنیا کی تعریف، صرف اللہ کی رحمت اور اپنے اعمال ساتھ ہوتے ہیں۔

حافظ صاحب نے حاضرین کی طرف محبت بھری نگاہ سے دیکھا اور فرمایا:

میرے عزیز! کبھی تم نے اپنے دل سے یہ سوال کیا ہے کہ جس چیز کو میں اپنا سمجھ کر اس کے لیے پریشان رہتا ہوں، اگر اللہ تعالیٰ اسے واپس لے لے تو کیا میں اس کے فیصلے پر راضی رہوں گا؟ کیا میں سمجھتا ہوں کہ دینے والا بھی وہی ہے اور لینے والا بھی وہی؟ یہی سوچ انسان کے دل میں رضا بالقضا پیدا کرتی ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت حکمت سے فرمایا:

حضرت سلیمان علیہ السلام کو عظیم سلطنت عطا ہوئی، لیکن وہ جانتے تھے کہ یہ سب اللہ کا فضل ہے۔ اسی لیے انہوں نے دعا کی:

رَبِّ اَوْزِعْنِیْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ

اے میرے رب! مجھے توفیق دے کہ میں تیری نعمت کا شکر ادا کروں۔

(سورۃ النمل:19)

پھر فرمایا:

یہی مومن کی پہچان ہے کہ نعمت اسے اللہ سے دور نہیں کرتی بلکہ اللہ کے قریب لے جاتی ہے۔ وہ چیزوں کو دیکھ کر چیزوں کے مالک کو پہچانتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھرے انداز میں فرمایا:

اے میرے بھائیو! سب کچھ اللہ کی ملکیت سمجھنے والا شخص کبھی تکبر نہیں کرتا۔ وہ

جانتا ہے کہ میرا حسن اللہ کی عطا ہے، میرا علم اللہ کا فضل ہے، میری کامیابی اللہ کی مدد ہے، میری صحت اللہ کی رحمت ہے۔ پھر اس کے دل میں عاجزی پیدا ہوتی ہے، اور عاجزی اللہ تعالیٰ کو بہت محبوب ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت سوز و گداز کے ساتھ فرمایا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اَللّٰهُمَّ لَا عَيْشَ إِلَّا عَيْشُ الْاٰخِرَةِ

اے اللہ! حقیقی زندگی تو صرف آخرت کی زندگی ہے۔

(صحیح البخاری، حدیث:6413، صحیح مسلم، حدیث:1805)

پھر فرمایا:

میرے عزیزو! دنیا کی ہر چیز عارضی ہے، اصل کامیابی یہ ہے کہ انسان اس دنیا کی نعمتوں کو اللہ کی رضا کے لیے استعمال کرے تاکہ آخرت میں ہمیشہ رہنے والی نعمتیں حاصل ہوں۔

حافظ صاحب نے نہایت شفقت سے فرمایا:

اپنے دل میں یہ یقین مضبوط کر لو کہ میرا رب ہی میرا مالک ہے۔ وہ میرے حالات کو مجھ سے بہتر جانتا ہے، وہ میرے فائدے کو مجھ سے زیادہ جانتا ہے، وہ میرے لیے جو فیصلہ کرتا ہے اس میں حکمت ہوتی ہے۔ پھر دل میں سکون آتا ہے، کیونکہ انسان اپنی تدبیر کرتا ہے اور فیصلہ اپنے مالک کے حوالے کر دیتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت عاجزی سے سر جھکا کر فرمایا:

اے اللہ کے بندو! اپنے مال کو اللہ کی رضا کے لیے استعمال کرو، اپنی طاقت کو نیکی کے لیے استعمال کرو، اپنے وقت کو ذکر اور خدمت کے لیے استعمال کرو، اپنی زندگی کو اطاعت کے لیے وقف کرو۔ کیونکہ جو چیز اللہ کی ہے، اسے اللہ کے راستے میں

لگانا ہی اس کا اصل حق ہے۔

حافظ صاحب نے دونوں ہاتھ اٹھائے اور دعا کی:

اے اللہ! ہمارے دلوں میں یہ یقین پیدا فرما کہ سب کچھ تیرا ہے اور ہم بھی تیرے ہیں۔ ہمیں اپنی نعمتوں کا شکر گزار، اپنی امانتوں کا محافظ اور اپنی رضا کا طالب بنا۔ ہمارے دلوں سے دنیا کی بے جا محبت نکال دے اور اپنی محبت عطا فرما۔ ہمیں اخلاص، تقویٰ، ذکرِ الٰہی، سچی توبہ، صبر، شکر، حسنِ اخلاق، والدین کی خدمت، بندوں کے حقوق کی ادائیگی اور آخرت کی تیاری کی توفیق عطا فرما۔ اے اللہ! ہماری زندگی، ہمارا مال، ہماری اولاد، ہماری صلاحیتیں اور ہماری ہر کوشش اپنی رضا کے لیے قبول فرما۔ ہمیں دنیا میں اپنی بندگی کی عزت عطا فرما اور آخرت میں اپنی رحمت، مغفرت اور جنت الفردوس نصیب فرما۔ آمین۔

اللہ کی ربوبیت کا حق

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

تمام حمد و ثنا اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا رب، ہر مخلوق کا پروردگار، ہر سانس کا نگہبان اور ہر دل کی کیفیت سے باخبر ہے۔ وہی پیدا کرنے والا، پالنے والا، سنوارنے والا، راستہ دکھانے والا اور اپنے بندوں پر بے شمار نعمتیں نازل فرمانے والا ہے۔ اس کی ربوبیت ہر لمحہ کائنات پر سایہ فگن ہے، اس کا لطف ہر مخلوق کو گھیرے ہوئے ہے اور اس کی رحمت ہر محتاج کو سہارا دیتی ہے۔ ہم اسی ربِ کریم کی حمد کرتے ہیں، اسی کے سامنے اپنی محتاجی پیش کرتے ہیں اور اسی سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اپنی ربوبیت کو پہچاننے اور اس کا حق ادا کرنے والا بنا دے۔

حافظ صاحب نے نہایت سکون سے مجلس کی طرف دیکھا، پھر محبت بھری آواز میں فرمایا:

اے میرے عزیزو! انسان کی سب سے پہلی پہچان یہ ہے کہ وہ اپنے رب کو پہچانے۔ جب بندہ یہ جان لیتا ہے کہ میرا رب کون ہے، میری پرورش کون کر رہا ہے، میری حفاظت کون فرما رہا ہے، میرے معاملات کون چلا رہا ہے، تو اس کے دل میں یقین پیدا ہوتا ہے اور زندگی کا رخ بدل جاتا ہے۔ آج ہم اللہ کی ربوبیت کے حق کی بات کریں گے، کیونکہ جس رب نے ہمیں پیدا کیا، پالا، سنبھالا اور ہر لمحہ اپنی رحمت سے نوازا، اس کا حق بھی سب سے بڑھ کر ہے۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

میرے بھائیو! ربوبیت کا مطلب صرف یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ خالق ہے، بلکہ یہ ہے کہ وہی مالک، مدبر، پرورش کرنے والا، حاجتیں پوری کرنے والا، زندگی دینے والا اور ہر معاملے کو حکمت کے ساتھ چلانے والا ہے۔ زمین کا ایک ذرہ بھی اس کی ربوبیت سے باہر نہیں، آسمان کا ایک ستارہ بھی اس کے حکم کے بغیر حرکت نہیں کرتا، اور انسان کی ایک سانس بھی اس کی اجازت کے بغیر نہیں آتی۔

حافظ صاحب نے قرآنِ کریم کی یہ آیت تلاوت فرمائی:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝٢

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔

(سورۃ الفاتحہ:2)

پھر فرمایا:

میرے دوستو! قرآن کی ابتدا ہی اللہ کی ربوبیت کے اقرار سے ہوتی ہے۔ بندہ سب سے پہلے یہ مانتا ہے کہ میرا رب صرف اللہ ہے۔ جب یہ یقین دل میں مضبوط ہو

جاتا ہے تو پھر انسان کسی اور کے سامنے حقیقی محتاجی محسوس نہیں کرتا، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ میرا رب میرے لیے کافی ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت سے فرمایا:

ذرا غور کرو! ایک بچہ ماں کے پیٹ سے نکلتا ہے، اسے کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ رزق کیا ہے، زندگی کیسے گزارنی ہے، کون اس کی حفاظت کرے گا۔ لیکن اللہ تعالیٰ اس کے لیے ماں کے دل میں محبت رکھ دیتا ہے، رزق کے راستے کھول دیتا ہے، آہستہ آہستہ اسے چلنا، بولنا، سمجھنا سکھاتا ہے۔ یہ ربوبیت کی نشانیاں ہیں کہ اللہ بندے کو صرف پیدا نہیں کرتا بلکہ قدم قدم پر سنوارتا بھی ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت درد بھرے لہجے میں فرمایا:

اے اللہ کے بندو! جس رب نے بچپن میں تمہیں سہارا دیا، جوانی میں طاقت دی، کمزوری میں مدد دی، بیماری میں شفا دی، غم میں سکون دیا، کیا اس کا حق نہیں کہ تم اسے یاد کرو؟ کیا اس کا حق نہیں کہ تم اس کے حکم کے سامنے جھک جاؤ؟ کیا اس کا حق نہیں کہ تم اپنی زندگی اس کی رضا کے مطابق گزارو؟

حافظ صاحب نے قرآنِ کریم کی یہ آیت تلاوت فرمائی:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۙ﴿۲۱﴾

اے لوگو! اپنے اس رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا۔ شاید تم پرہیزگار بن جاؤ۔

(سورۃ البقرۃ:21)

پھر فرمایا:

دیکھو! اللہ تعالیٰ نے اپنی ربوبیت بیان فرمائی کہ میں نے تمہیں پیدا کیا، پھر اس کے بعد عبادت کا حکم دیا۔ کیونکہ جس نے پیدا کیا، پالنے والا وہی ہے، تو عبادت کا حق بھی اسی کا ہے۔

حافظ صاحب نے ایک آسان مثال دیتے ہوئے فرمایا:

ایک شخص کسی پودے کو لگاتا ہے، اسے پانی دیتا ہے، دھوپ سے بچاتا ہے، اس کی حفاظت کرتا ہے، یہاں تک کہ وہ درخت بن جاتا ہے۔ اب اگر وہ درخت اپنی نشوونما کے بعد اسی شخص کو بھول جائے جس نے اسے پروان چڑھایا تو یہ کتنی ناشکری ہوگی۔ میرے عزیزو! ہم بھی اللہ کی ربوبیت کے سایے میں پلنے والے بندے ہیں۔ ہماری زندگی کا ہر لمحہ اس کے احسانات سے بھرا ہوا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

لیکن افسوس یہ ہے کہ انسان نعمتوں کو دیکھتا ہے مگر نعمت دینے والے کو بھول جاتا ہے۔ رزق کو دیکھتا ہے مگر رازق کو بھول جاتا ہے، شفا کو دیکھتا ہے مگر شافی کو بھول جاتا ہے، کامیابی کو دیکھتا ہے مگر کامیابی دینے والے کو بھول جاتا ہے۔ یہی غفلت انسان کو ربوبیت کے حق سے دور کر دیتی ہے۔

حافظ صاحب نے حاضرین کی طرف محبت بھری نگاہ سے دیکھا اور فرمایا:

میرے عزیز! کبھی تم نے اپنے دل سے یہ سوال کیا ہے کہ جس رب نے میری زندگی کے ہر مرحلے کو سنبھالا، کیا میں نے اس کے لیے اپنے دل میں وہ محبت پیدا کی جو ہونی چاہیے؟ کیا میں نے اپنی پریشانیوں میں اسی کو پکارا؟ کیا میں نے اپنی خوشیوں میں اسی کا شکر ادا کیا؟ یہی سوال بندے کو اپنے رب سے جوڑ دیتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت حکمت سے فرمایا:

اللہ کی ربوبیت کا حق یہ ہے کہ بندہ اپنے رب کو پہچانے، اس پر بھروسہ کرے،

اس سے محبت کرے، اس کے فیصلوں پر راضی رہے، اس کی نعمتوں پر شکر کرے، اس کی آزمائشوں پر صبر کرے اور ہر حال میں اسی کی طرف رجوع کرے۔ ربوبیت کا اقرار صرف زبان سے نہیں، بلکہ زندگی کے ہر معاملے میں اللہ کو اپنا رب ماننے سے ہوتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھرے انداز میں فرمایا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

احْفَظِ اللّٰهَ يَحْفَظْكَ، احْفَظِ اللّٰهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ

اللہ کے احکام کی حفاظت کرو، اللہ تمہاری حفاظت فرمائے گا۔ اللہ کو یاد رکھو، تم اسے اپنے سامنے پاؤ گے۔

(جامع الترمذی، حدیث:2516)

پھر فرمایا:

یہی ربوبیت کا حسن ہے کہ بندہ اپنے رب کی طرف ایک قدم بڑھاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اس کی طرف کئی قدم بڑھاتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت سوز و گداز کے ساتھ فرمایا:

حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھو، کنویں میں بھی ربوبیتِ الٰہی ساتھ تھی، غلامی میں بھی اللہ کی مدد ساتھ تھی، قید خانے میں بھی اللہ کی رحمت ساتھ تھی اور تختِ حکومت پر بھی وہی رب ساتھ تھا۔ حالات بدلتے رہے مگر رب نہ بدلا۔

حافظ صاحب نے نہایت شفقت سے فرمایا:

میرے بھائیو! ربوبیت کا حق ادا کرنے والا بندہ کبھی اکیلا نہیں ہوتا۔ اگر دنیا کے دروازے بند ہو جائیں تو اسے معلوم ہوتا ہے کہ رب کا دروازہ کھلا ہے۔ اگر لوگ

چھوڑ جائیں تو اسے یقین ہوتا ہے کہ اللہ ساتھ ہے۔ اگر راستے مشکل ہو جائیں تو اسے امید ہوتی ہے کہ رب راستہ نکالنے والا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت عاجزی سے سر جھکا کر فرمایا:

اپنے دل میں یہ یقین مضبوط کر لو کہ میرا رب مجھے مجھ سے زیادہ جانتا ہے، میری ضرورتوں کو مجھ سے زیادہ سمجھتا ہے، میرے لیے بہتر فیصلے کرتا ہے۔ پھر بندہ شکایتوں سے نکل کر شکر کی زندگی میں داخل ہو جاتا ہے۔

حافظ صاحب نے دونوں ہاتھ اٹھائے اور دعا کی:

اے اللہ! ہمیں اپنی ربوبیت کی صحیح معرفت عطا فرما۔ ہمارے دلوں کو اپنے احسانات کی پہچان دے، ہمیں اپنا شکر گزار بندہ بنا، اپنی نعمتوں کی قدر کرنے والا بنا، اپنے فیصلوں پر راضی رہنے والا بنا۔ ہمیں اپنی محبت، اپنے ذکر، اپنے قرب، اپنے اخلاص اور اپنی کامل بندگی نصیب فرما۔ ہمیں رسول اللہ ﷺ کی سچی اتباع، تقویٰ، توبہ، صبر، شکر، حسنِ اخلاق، والدین کے حقوق کی ادائیگی، بندوں کے حقوق کا خیال اور آخرت کی تیاری کی توفیق عطا فرما۔ اے اللہ! ہمیں دنیا میں اپنی ربوبیت کے سائے میں رکھ، قبر میں اپنی رحمت عطا فرما اور آخرت میں اپنی رضا اور جنت الفردوس نصیب فرما۔ آمین۔

عہدِ ربوبیت اور اقرارِ عبودیت

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو ازل سے ہمارا رب ہے، جس نے اپنی رحمت سے ہمیں وجود بخشا، اپنی حکمت سے ہماری رہنمائی فرمائی اور اپنے فضل

سے ہمیں ایمان کی دولت عطا فرمائی۔ وہی ذات ہے جس نے روحوں سے اپنا تعلق قائم فرمایا، بندوں کو اپنی پہچان دی، فطرت میں اپنی معرفت رکھی اور زندگی کے ہر لمحے میں اپنی ربوبیت کی نشانیاں ظاہر فرمائیں۔ وہی ہمارا مالک، ہمارا پالنے والا، ہمارا مددگار اور ہماری امیدوں کا آخری مرکز ہے۔ ہم اسی کی حمد کرتے ہیں، اسی کے سامنے جھکتے ہیں اور اسی سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اپنے عہدِ ربوبیت کو یاد رکھنے اور اپنی عبودیت کا حق ادا کرنے والا بنا دے۔

حافظ صاحب نے نہایت سکون اور وقار کے ساتھ مجلس کی طرف دیکھا، پھر محبت بھرے انداز میں فرمایا:

اے میرے عزیزو! انسان کی اصل پہچان دنیا کے نام، خاندان، مال یا عہدے سے نہیں ہوتی بلکہ اس حقیقت سے ہوتی ہے کہ وہ اپنے رب کو پہچانتا ہے یا نہیں۔ انسان اس دنیا میں آنے سے پہلے بھی اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا، اللہ کی قدرت میں تھا، اللہ کی ربوبیت کے تحت تھا، اور دنیا میں آنے کے بعد بھی ایک لمحے کے لیے اللہ کی نگرانی اور رحمت سے باہر نہیں ہوتا۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

میرے بھائیو! عہدِ ربوبیت اور اقرارِ عبودیت دراصل بندے اور رب کے درمیان اس تعلق کا نام ہے جس میں بندہ اپنے رب کی پہچان کرتا ہے اور اپنی بندگی کا اقرار کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت میں اپنی معرفت رکھی، تاکہ وہ دنیا کی ظاہری چمک دمک میں اپنے اصل مقصد کو نہ بھول جائے۔

حافظ صاحب نے قرآنِ کریم کی یہ آیت تلاوت فرمائی:

وَ اِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِیْۤ اٰدَمَ مِنْ

ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَ اَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰى ۛۚ شَهِدْنَا ۛۚ

اور جب آپ کے رب نے بنی آدم کی پشتوں سے ان کی اولاد کو نکالا اور انہیں خود ان پر گواہ بنایا، کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ سب نے کہا: کیوں نہیں، ہم گواہ ہیں۔

(سورۃ الاعراف:172)

پھر فرمایا:

میرے دوستو! یہ آیت ہمیں یاد دلاتی ہے کہ بندے اور اللہ کے درمیان تعلق کوئی نیا تعلق نہیں، بلکہ یہ ربوبیت کا وہ عہد ہے جو انسان کی فطرت میں رکھا گیا ہے۔ اسی لیے جب انسان حق کی تلاش کرتا ہے تو دراصل وہ اپنے اسی اصل تعلق کی طرف واپس آتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت سے فرمایا:

اے اللہ کے بندو! انسان دنیا میں آ کر بہت سے وعدے کرتا ہے، بہت سے تعلق بناتا ہے، بہت سی چیزوں کو اہم سمجھنے لگتا ہے، لیکن سب سے بڑا وعدہ وہ ہے جو اس نے اپنے رب کی ربوبیت کا اقرار کر کے کیا۔ اگر انسان دنیا بھر کو پا لے مگر اپنے رب کو بھول جائے تو اس نے سب کچھ کھو دیا، اور اگر اللہ کو پا لیا تو اس نے حقیقت میں سب کچھ پا لیا۔

حافظ صاحب نے ایک آسان مثال دیتے ہوئے فرمایا:

ایک بچہ جب اپنے والدین کے ساتھ رہتا ہے تو وہ جانتا ہے کہ میری حفاظت،

میری ضروریات اور میری تربیت کا ذمہ کسی اور کا ہے۔ وہ اپنے آپ کو خود کفیل نہیں سمجھتا۔ اسی طرح بندہ بھی اللہ تعالیٰ کے سامنے ایک محتاج بچہ کی طرح ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ والدین بھی اللہ کے محتاج ہیں، جبکہ اللہ تعالیٰ کسی کا محتاج نہیں۔

حافظ صاحب نے نہایت درد بھرے لہجے میں فرمایا:

میرے عزیزو! عبودیت کا اقرار صرف زبان سے میں اللہ کا بندہ ہوں کہنے کا نام نہیں، بلکہ اپنی پوری زندگی کو اللہ کے حکم کے تابع کرنے کا نام ہے۔ بندہ وہ ہے جو اپنی خواہش پر اللہ کی رضا کو مقدم کرے، اپنی سوچ پر اللہ کے حکم کو ترجیح دے، اپنی تدبیر کے ساتھ اللہ پر بھروسہ رکھے اور اپنی ہر نعمت کو اللہ کا فضل سمجھے۔

حافظ صاحب نے قرآنِ کریم کی یہ آیت تلاوت فرمائی:

وَ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ﴿۵۶﴾

اور میں نے جنات اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔

(سورۃ الذاریات:56)

پھر فرمایا:

دیکھو! ہماری تخلیق کا مقصد ہی عبودیت ہے۔ ہم صرف کھانے، کمانے، جمع کرنے اور دنیا بنانے کے لیے نہیں آئے، بلکہ اپنے رب کو پہچاننے، اس کی محبت حاصل کرنے اور اس کی رضا کے مطابق زندگی گزارنے کے لیے آئے ہیں۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

بعض لوگ دنیا کے مالک بننے کی کوشش کرتے ہیں، مگر اپنے نفس کے غلام بن جاتے ہیں۔ وہ مال جمع کر لیتے ہیں مگر دل کا سکون کھو دیتے ہیں، لوگوں سے عزت

چاہتے ہیں مگر اللہ کی رضا بھول جاتے ہیں۔ یاد رکھو! حقیقی آزادی یہ ہے کہ انسان اللہ کا بندہ بن جائے، کیونکہ جو اللہ کا بندہ بن جاتا ہے وہ دنیا کی غلامی سے آزاد ہو جاتا ہے۔

حافظ صاحب نے حاضرین کی طرف محبت بھری نگاہ سے دیکھا اور فرمایا:

میرے عزیز! کبھی تم نے اپنے دل سے یہ سوال کیا ہے کہ جس رب نے مجھے پیدا کیا، کیا میری زندگی واقعی اسی کے لیے ہے؟ کیا میری خوشی، میری پریشانی، میری محنت، میری محبت اور میری خواہشات اللہ کی رضا کے تابع ہیں؟ اگر جواب کمزور ہے تو دل کی اصلاح کا وقت ابھی باقی ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت حکمت سے فرمایا:

اقرارِ عبودیت کا پہلا قدم عاجزی ہے۔ بندہ جب اپنی کمزوری کو مان لیتا ہے تو اللہ کی قدرت کو پہچان لیتا ہے۔ جب اپنی محتاجی کا اقرار کرتا ہے تو اللہ کی بے نیازی ظاہر ہوتی ہے۔ جب اپنی خطاؤں کو دیکھتا ہے تو اللہ کی مغفرت کی طرف دوڑتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھرے انداز میں فرمایا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّمَا أَنَا عَبْدٌ، فَقُولُوا عَبْدُ اللهِ وَرَسُولُهُ

میں تو صرف ایک بندہ ہوں، پس مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہو۔

(صحیح البخاری، حدیث: 3445)

پھر فرمایا:

میرے عزیزو! ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے سب سے بڑا اشرف عبدیت تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا کو سکھایا کہ اللہ کے سامنے جھک جانا ہی اصل بلندی ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت جذب و کیف کے ساتھ فرمایا:

جو بندہ اپنے رب کے عہد کو یاد رکھتا ہے، اس کے اندر وفاداری پیدا ہوتی ہے۔ وہ نماز میں اپنے رب کے سامنے کھڑا ہوتا ہے تو اسے ملاقات کا احساس ہوتا ہے، دعا کرتا ہے تو اسے یقین ہوتا ہے کہ میرا رب سن رہا ہے، گناہ ہو جائے تو مایوس نہیں ہوتا بلکہ توبہ کے دروازے پر آ جاتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت شفقت سے فرمایا:

اے میرے بھائیو! اپنے رب کے عہد کو تازہ کرو۔ اپنے دل سے کہو کہ میرا رب اللہ ہے، میری زندگی اللہ کے لیے ہے، میری عبادت اللہ کے لیے ہے، میری محبت اللہ کے لیے ہے، میری واپسی اللہ ہی کی طرف ہے۔ یہی ایمان کی تازگی ہے، یہی روح کی زندگی ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت عاجزی سے سر جھکا کر فرمایا:

بندہ جب اپنی عبودیت کو قبول کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے عزت عطا فرماتا ہے۔ کیونکہ اللہ کے دربار میں سب سے بلند وہی ہے جو سب سے زیادہ جھکنے والا ہے۔

حافظ صاحب نے دونوں ہاتھ اٹھائے اور دعا کی:

اے اللہ! ہمیں اپنے عہدِ ربوبیت کو یاد رکھنے والا بنا۔ ہمارے دلوں میں اپنی معرفت، اپنی محبت اور اپنی عظمت پیدا فرما۔ ہمیں سچا عبد، مخلص بندہ، فرمانبردار انسان اور اپنی رضا کا طالب بنا۔ ہماری خواہشات کو اپنی رضا کے تابع فرما، ہماری زندگی کو اپنی عبادت سے روشن فرما، ہمیں رسول اللہ ﷺ کی کامل اتباع، اخلاص، تقویٰ، ذکر، توبہ، صبر، شکر، حسنِ اخلاق، والدین کی خدمت، بندوں کے حقوق کی ادائیگی اور آخرت کی تیاری کی توفیق عطا فرما۔ اے اللہ! ہمیں دنیا میں اپنی بندگی کی لذت عطا فرما، قبر میں اپنی رحمت عطا فرما اور آخرت میں اپنے مقبول بندوں کے ساتھ جگہ نصیب فرما۔ آمین۔

امانت الٰہی کی حفاظت کا حق

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو امانتوں کا حقیقی مالک، دلوں کے رازوں سے باخبر، ظاہر و باطن کی حقیقتوں کو جاننے والا اور اپنے بندوں کو ذمہ داری کا شعور عطا فرمانے والا ہے۔ وہی ذات ہے جس نے انسان کو جسم، عقل، روح، وقت، صلاحیتیں اور بے شمار نعمتیں عطا فرمائیں، پھر اسے ان نعمتوں کی حفاظت اور درست استعمال کا راستہ دکھایا۔ وہی رب ہے جو بندوں کی کوتاہیوں کو اپنی رحمت سے معاف فرماتا ہے اور سچے دل سے رجوع کرنے والوں کو اپنی قربت عطا فرماتا ہے۔ ہم اسی کی حمد کرتے ہیں، اسی کا شکر ادا کرتے ہیں اور اسی سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اپنی امانتوں کا حق ادا کرنے والا بندہ بنا دے۔

حافظ صاحب نے نہایت سکون کے ساتھ حاضرین کی طرف دیکھا، پھر محبت بھرے انداز میں فرمایا:

اے میرے عزیزو! یہ دنیا ایک امانت ہے، ہماری زندگی ایک امانت ہے، ہمارا جسم ایک امانت ہے، ہماری عقل ایک امانت ہے، ہماری زبان ایک امانت ہے، ہماری آنکھیں ایک امانت ہیں، ہمارا وقت ایک امانت ہے اور ہمارے پاس موجود ہر نعمت اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ امانت ہے۔ انسان کی کامیابی اس میں نہیں کہ اسے کتنی چیزیں ملیں، بلکہ اصل کامیابی یہ ہے کہ اس نے اللہ کی دی ہوئی امانتوں کا حق کتنا ادا کیا۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

میرے بھائیو! امانت کا مطلب صرف کسی کی رکھی ہوئی چیز واپس کرنا نہیں، بلکہ ہر وہ چیز جس کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے ہمیں دی ہے، اس کی حفاظت کرنا بھی امانت ہے۔ اگر اللہ نے ہمیں ایمان دیا ہے تو ایمان کی حفاظت امانت ہے، اگر قرآن دیا ہے تو اس پر عمل کرنا امانت ہے، اگر جسم دیا ہے تو اسے گناہوں سے بچانا امانت ہے، اگر مال دیا ہے تو اسے حلال راستے میں استعمال کرنا امانت ہے۔

حافظ صاحب نے قرآنِ کریم کی یہ آیت تلاوت فرمائی:

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا ۙ

بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے حق داروں کے سپرد کرو۔

(سورۃ النساء:58)

پھر فرمایا:

میرے دوستو! اللہ تعالیٰ کا یہ حکم صرف مال کی امانت تک محدود نہیں، بلکہ زندگی کی ہر ذمہ داری اس میں شامل ہے۔ انسان کو سوچنا چاہیے کہ جو کچھ میرے پاس ہے، کیا میں اسے اللہ کی رضا کے مطابق استعمال کر رہا ہوں؟

حافظ صاحب نے نہایت محبت سے فرمایا:

میں تمہیں ایک آسان مثال دیتا ہوں۔ ایک شخص کسی قیمتی کتاب کو تمہارے پاس امانت رکھ دے اور کہے کہ اس کی حفاظت کرنا۔ اگر تم اسے غفلت سے خراب کر دو تو یہ خیانت ہوگی۔ اب سوچو! اللہ تعالیٰ نے ہمیں قرآن کی روشنی، ایمان کی دولت، صحت، جوانی اور وقت جیسی کتنی بڑی امانتیں دی ہیں، اگر ہم انہیں غفلت میں ضائع کر دیں تو یہ کتنی بڑی محرومی ہوگی۔

حافظ صاحب نے نہایت درد بھرے لہجے میں فرمایا:

اے اللہ کے بندو! سب سے بڑی امانت ایمان ہے۔ دنیا کی ہر چیز دوبارہ مل سکتی ہے، لیکن اگر انسان ایمان کی دولت کھو دے تو یہ سب سے بڑا نقصان ہے۔ اس لیے اپنے ایمان کی حفاظت کرو، اپنے عقیدے کی حفاظت کرو، اپنے دل کی حفاظت کرو، کیونکہ دل وہ مقام ہے جہاں اللہ تعالیٰ کی محبت کا نور اترتا ہے۔

حافظ صاحب نے قرآنِ کریم کی یہ آیت تلاوت فرمائی:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ نَارًا

اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ۔

(سورۃ التحریم:6)

پھر فرمایا:

میرے عزیزو! اپنے نفس کی حفاظت بھی امانت ہے۔ اپنے دل کو حسد، تکبر، بغض، ریا اور غفلت سے بچانا بھی امانت ہے۔ اپنی زبان کو جھوٹ، غیبت اور دل آزاری سے بچانا بھی امانت ہے۔ کیونکہ قیامت کے دن انسان سے صرف مال کے بارے میں نہیں بلکہ ہر نعمت اور ہر اختیار کے بارے میں سوال ہوگا۔

حافظ صاحب نے حاضرین کی طرف محبت بھری نگاہ سے دیکھا اور فرمایا:

میرے عزیز! کبھی تم نے اپنے دل سے یہ سوال کیا ہے کہ اگر آج اللہ تعالیٰ مجھ سے پوچھ لے کہ میں نے تمہیں جو وقت دیا تھا، تم نے اسے کہاں خرچ کیا؟ جو آنکھیں دی تھیں، تم نے انہیں کہاں استعمال کیا؟ جو زبان دی تھی، تم نے اس سے کیا کہا؟ تو کیا میرے پاس اپنے رب کے سامنے پیش کرنے کے لیے اطمینان بخش جواب ہوگا؟

حافظ صاحب نے نہایت حکمت سے فرمایا:

انسان کی سب سے بڑی غفلت یہ ہے کہ وہ دنیا کی چیزوں کی حفاظت تو کرتا ہے مگر اپنی روح کی حفاظت بھول جاتا ہے۔ وہ اپنے گھر کی صفائی کرتا ہے مگر اپنے دل کو غفلت کی گرد سے صاف نہیں کرتا۔ وہ اپنے مال کو سنبھالتا ہے مگر اپنے اعمال کو نہیں سنبھالتا۔ حالانکہ اصل خزانہ انسان کا ایمان اور اس کا کردار ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھرے انداز میں فرمایا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ

تم میں سے ہر شخص نگہبان ہے اور ہر شخص سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔

(صحیح البخاری، حدیث:7138، صحیح مسلم، حدیث:1829)

پھر فرمایا:

یہ حدیث ہمیں ذمہ داری کا احساس دلاتی ہے۔ ہر انسان کسی نہ کسی اعتبار سے ذمہ دار ہے۔ والد اپنی اولاد کا، ماں اپنے گھر کا، استاد اپنے علم کا، تاجر اپنے کاروبار کا اور ہر شخص اپنے نفس کا نگہبان ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت سوز و گداز کے ساتھ فرمایا:

میرے بھائیو! امانت کی حفاظت محبت کے بغیر ممکن نہیں۔ جس چیز سے محبت ہو، انسان اس کی حفاظت کرتا ہے۔ اگر دل میں اللہ کی محبت پیدا ہو جائے تو بندہ اپنے ایمان کی حفاظت کرنے لگتا ہے، اپنی نماز کی حفاظت کرنے لگتا ہے، اپنی نگاہ کی حفاظت کرنے لگتا ہے، کیونکہ اسے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب میرے رب کی عطا کردہ امانتیں ہیں۔

حافظ صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا:

ایک کسان جب بیج زمین میں ڈالتا ہے تو وہ اس کی حفاظت کرتا ہے، پانی دیتا ہے، وقت پر دیکھ بھال کرتا ہے، کیونکہ اسے امید ہوتی ہے کہ یہی بیج ایک دن فصل بنے گا۔ اسی طرح مومن اپنے اعمال کی حفاظت کرتا ہے کیونکہ اسے یقین ہوتا ہے کہ یہی اعمال آخرت میں کامیابی کا ذریعہ بنیں گے۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

اے میرے دوستو! اپنے جسم کو اللہ کی نافرمانی میں نہ لگاؤ، اپنی جوانی کو غفلت میں نہ کھوؤ، اپنے وقت کو بے مقصد نہ گزارو، کیونکہ یہ سب اللہ کی امانتیں ہیں۔ جو امانت کی قدر کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے مزید نعمتوں سے نوازتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت شفقت سے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل دی تاکہ وہ حق و باطل میں فرق کرے، دل دیا تاکہ اللہ کو پہچانے، زبان دی تاکہ ذکر کرے، ہاتھ دیے تاکہ خیر کرے اور قدم دیے تاکہ نیکی کے راستے پر چل سکے۔ اگر انسان ان نعمتوں کو اسی مقصد کے لیے استعمال کرے تو وہ امانت کا حق ادا کرتا ہے۔

حافظ صاحب نے عاجزی سے سر جھکا کر فرمایا:

میرے عزیزو! یاد رکھو، قیامت کے دن انسان یہ نہیں کہہ سکے گا کہ مجھے کچھ معلوم نہ تھا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے عقل دی، ہدایت دی، انبیاء بھیجے، کتابیں نازل فرمائیں اور راستہ واضح کر دیا۔ اب کامیابی اسی میں ہے کہ ہم اپنی امانتوں کو پہچانیں اور ان کی حفاظت کریں۔

حافظ صاحب نے دونوں ہاتھ اٹھائے اور دعا کی:

اے اللہ! ہمیں اپنی دی ہوئی امانتوں کی حفاظت کرنے والا بنا۔ ہمارے ایمان، ہمارے دل، ہماری زبان، ہماری نگاہ، ہمارے وقت، ہماری صلاحیتوں اور

ہماری زندگی کو اپنی رضا کے مطابق استعمال کرنے کی توفیق عطا فرما۔ ہمارے دلوں کو اخلاص، تقویٰ، ذکر، توبہ، شکر اور محبتِ رسول ﷺ سے آباد فرما۔ ہمیں والدین کے حقوق ادا کرنے، بندوں کے حقوق کی حفاظت کرنے، حسنِ اخلاق اختیار کرنے اور آخرت کی تیاری کرنے والا بنا۔ اے اللہ! ہمیں امانت دار بندوں میں شامل فرما، دنیا میں اپنی رضا عطا فرما اور آخرت میں اپنی رحمت، مغفرت اور جنت الفردوس نصیب فرما۔ آمین۔

اللہ کی نعمتوں کا حق

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو بے حساب نعمتیں عطا فرمانے والا، ہر سانس کو اپنی رحمت سے جاری رکھنے والا، ہر دل کو اپنے لطف سے زندہ رکھنے والا اور ہر محتاج کو اپنے خزانۂ کرم سے نوازنے والا ہے۔ وہی ذات ہے جس کے احسانات کو کوئی شمار نہیں کر سکتا، جس کی عطاؤں کی کوئی انتہا نہیں، جس کی رحمت ہر لمحہ اپنے بندوں کو ڈھانپے ہوئے ہے اور جس کی نعمتیں انسان کے ظاہر و باطن کو سنوارتی ہیں۔ ہم اسی ربِ کریم کی حمد کرتے ہیں، اسی کا شکر ادا کرتے ہیں، اسی کے حضور عاجزی سے جھکتے ہیں اور اسی سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اپنی نعمتوں کی قدر، ان کا شکر اور ان کا حق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھرے انداز میں حاضرین کی طرف دیکھا، پھر نرم لہجے میں فرمایا:

اے میرے عزیزو! انسان اس دنیا میں جس لمحے آنکھ کھولتا ہے، اسی لمحے سے

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے سمندر میں ڈوبا ہوا ہوتا ہے۔ وہ سانس لیتا ہے تو نعمت، پانی پیتا ہے تو نعمت، روشنی دیکھتا ہے تو نعمت، ماں کی محبت پاتا ہے تو نعمت، ایمان ملتا ہے تو سب سے بڑی نعمت۔ لیکن افسوس! انسان نعمتوں سے فائدہ تو اٹھاتا ہے، مگر نعمت دینے والے کو اکثر بھول جاتا ہے۔ یاد رکھو! نعمت کا سب سے بڑا حق یہ ہے کہ وہ انسان کو اپنے منعم، یعنی اللہ تعالیٰ کے قریب لے جائے، اس سے دور نہ کرے۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

میرے بھائیو! اللہ تعالیٰ نے ہمیں صرف نعمتیں نہیں دیں بلکہ ہر نعمت کے ساتھ ایک ذمہ داری بھی دی ہے۔ آنکھیں دیں تو انہیں پاکیزہ چیزوں کے لیے استعمال کرنے کا حق بھی رکھا، زبان دی تو اسے سچ، ذکر اور خیر کی باتوں میں استعمال کرنے کا حکم بھی دیا، مال دیا تو اس میں محتاجوں کا حق بھی رکھا، علم دیا تو اس پر عمل کرنے اور دوسروں تک پہنچانے کی ذمہ داری بھی عطا فرمائی۔ جو نعمت صرف اپنے نفس کے لیے استعمال ہو، وہ انسان کو غفلت میں ڈال سکتی ہے، لیکن جو نعمت اللہ کی رضا کے لیے استعمال ہو، وہ عبادت بن جاتی ہے۔

پھر حافظ صاحب نے قرآنِ کریم کی یہ آیت تلاوت فرمائی:

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ

اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو انہیں شمار نہیں کر سکتے۔

(سورۃ النحل:18)

پھر فرمایا:

میرے دوستو! ذرا سوچو، اگر انسان صرف اپنی ایک دن کی نعمتوں کا حساب لگانا چاہے تو نہیں لگا سکتا۔ دل کتنی مرتبہ دھڑکا؟ سانس کتنی بار آئی؟ آنکھ نے کتنے مناظر دیکھے؟ دماغ نے کتنے فیصلے کیے؟ ان میں سے ایک بھی نعمت ہماری اپنی بنائی

ہوئی نہیں۔ جب نعمتیں ہماری بنائی ہوئی نہیں تو ان پر غرور کیسا؟ اور جب سب اللہ کی عطا ہیں تو شکر کیوں نہ ہو؟

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

ایک لمحے کے لیے تصور کرو کہ اگر اللہ تعالیٰ تمہاری بینائی لے لے، پھر دنیا کی ساری دولت تمہارے سامنے رکھ دی جائے، کیا تم اپنی آنکھ خرید سکتے ہو؟ اگر ایک سانس رک جائے تو کیا دنیا کا کوئی بادشاہ اسے واپس لا سکتا ہے؟ اس لیے مومن نعمت کی قیمت اس وقت نہیں پہچانتا جب وہ چھن جائے، بلکہ نعمت موجود ہو تو اس پر اپنے رب کا شکر ادا کرتا ہے۔

حافظ صاحب نے ایک عام فہم مثال دیتے ہوئے فرمایا:

فرض کرو ایک باپ اپنے بیٹے کو ایک خوبصورت باغ دے اور کہے کہ اس کی حفاظت کرنا، اس سے فائدہ اٹھانا، مگر اسے برباد نہ کرنا۔ اگر بیٹا باغ کی نعمتوں سے لطف تو اٹھائے مگر کبھی اپنے باپ کا شکریہ نہ ادا کرے اور اس کی ہدایت کے خلاف باغ کو اجاڑ دے، تو کیا وہ وفادار بیٹا کہلائے گا؟ میرے عزیزو! یہ پوری دنیا اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ باغ ہے اور ہم اس کے امین ہیں۔ ہمیں اس کی نعمتوں سے فائدہ بھی اٹھانا ہے اور ان کا حق بھی ادا کرنا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت درد بھرے لہجے میں فرمایا:

اے اللہ کے بندو! سب سے بڑی نعمت ایمان ہے۔ صحت، دولت، عزت، اولاد اور آسائشیں اپنی جگہ نعمتیں ہیں، مگر اگر ایمان نہ رہے تو باقی سب نعمتیں انسان کو آخرت میں فائدہ نہیں دیں گی۔ اسی لیے اپنے ایمان کی حفاظت کرو، اپنی نماز کی حفاظت کرو، اپنے ذکر کی حفاظت کرو اور اپنے دل کو اللہ تعالیٰ کی محبت سے آباد رکھو۔

پھر حافظ صاحب نے قرآنِ کریم کی یہ آیت تلاوت فرمائی:

ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ۝٨

پھر اس دن تم سے نعمتوں کے بارے میں ضرور سوال کیا جائے گا۔

(سورۃ التکاثر:8)

پھر فرمایا:

میرے بھائیو! قیامت کے دن اللہ تعالیٰ صرف یہ نہیں پوچھے گا کہ تمہارے پاس کیا تھا، بلکہ یہ بھی پوچھے گا کہ جو کچھ دیا تھا اسے کہاں استعمال کیا؟ علم کس کام آیا؟ وقت کہاں گزرا؟ مال کہاں خرچ ہوا؟ جوانی کس راہ میں صرف ہوئی؟ اس لیے ہر نعمت کے ساتھ جواب دہی کا احساس بھی رکھو۔

حافظ صاحب نے حاضرین کی طرف نہایت شفقت سے دیکھا اور فرمایا:

میرے عزیز! کبھی تم نے اپنے دل سے یہ سوال کیا ہے کہ آج اللہ تعالیٰ نے مجھے جو چوبیس گھنٹے عطا کیے، ان میں سے کتنے لمحے میں نے اپنے رب کے لیے گزارے؟ کتنی مرتبہ میں نے شکر ادا کیا؟ کتنی بار میں نے کسی ضرورت مند کی مدد کی؟ اگر آج حساب لیا جائے تو کیا میں اپنے رب کے سامنے شرمندہ نہیں ہوں گا؟

حافظ صاحب نے نہایت حکمت بھرے انداز میں فرمایا:

شکر صرف زبان سے الحمدللہ کہنے کا نام نہیں، اگرچہ یہ بھی عظیم عبادت ہے۔ شکر یہ ہے کہ نعمت کو اللہ کی رضا کے مطابق استعمال کیا جائے۔ مال کا شکر یہ ہے کہ اس میں زکوٰۃ اور صدقہ ادا کیا جائے۔ علم کا شکر یہ ہے کہ اس پر عمل کیا جائے۔ صحت کا شکر یہ ہے کہ اسے عبادت اور خدمتِ خلق میں لگایا جائے۔ وقت کا شکر یہ ہے کہ اسے غفلت اور گناہوں میں ضائع نہ کیا جائے۔

حافظ صاحب نے محبت سے مسکراتے ہوئے فرمایا:

رسول اللہ ﷺ راتوں کو اتنا قیام فرماتے کہ آپ ﷺ کے مبارک قدم

سوجھ جاتے۔ جب عرض کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے تو آپ کے اگلے پچھلے گناہ معاف فرما دیے ہیں، پھر اتنی مشقت کیوں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

أَفَلَا أَكُوْنُ عَبْدًا شَكُوْرًا

کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں؟

(صحیح البخاری، حدیث:4837، صحیح مسلم، حدیث:2819)

پھر فرمایا:

دیکھو! یہ ہے شکر کی حقیقت۔ شکر صرف نعمت ملنے پر خوش ہونے کا نام نہیں، بلکہ نعمت دینے والے کی محبت میں اس کی اطاعت کرنے کا نام ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت سوز و گداز کے ساتھ فرمایا:

میرے عزیزو! کبھی کسی بیمار کے پاس بیٹھو، تمہیں صحت کی قدر معلوم ہوگی۔ کسی یتیم کے سر پر ہاتھ رکھو، تمہیں والدین کی نعمت یاد آئے گی۔ کسی بھوکے کو کھانا کھلاؤ، تمہیں اپنے دسترخوان کی قدر ہوگی۔ کسی تنہا انسان سے ملو، تمہیں اپنے اہل و عیال کی نعمت محسوس ہوگی۔ جو دوسروں کی محرومی دیکھ کر اپنے رب کا شکر ادا کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے دل میں قناعت اور سکون پیدا فرما دیتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت شفقت سے فرمایا:

نعمتوں کا حق یہ بھی ہے کہ انہیں دوسروں تک پہنچایا جائے۔ اگر اللہ نے تمہیں علم دیا ہے تو جہالت دور کرو۔ اگر مال دیا ہے تو محتاجوں کا سہارا بنو۔ اگر عزت دی ہے تو مظلوم کا ساتھ دو۔ اگر وقت دیا ہے تو کسی غم زدہ کے دل کو تسلی دو۔ اللہ تعالیٰ کو وہ بندہ محبوب ہے جو اس کی عطا کو اس کی مخلوق کی بھلائی کے لیے استعمال کرتا ہے۔

حافظ صاحب نے عاجزی سے سر جھکا کر فرمایا:

اے میرے بھائیو! دنیا کی نعمتیں ہمیشہ رہنے والی نہیں، مگر ان نعمتوں پر کیا گیا

شکر ہمیشہ رہنے والے اجر کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ اس لیے نعمتوں کو مقصد نہ بناؤ، بلکہ انہیں اللہ تعالیٰ کی رضا تک پہنچنے کا وسیلہ بنالو۔ یہی مومن کی بصیرت ہے، یہی معرفت کا راستہ ہے اور یہی عبدیت کا حسن ہے۔

حافظ صاحب نے دونوں ہاتھ اٹھائے اور دعا کی:

اے اللہ! ہمیں اپنی نعمتوں کی صحیح پہچان عطا فرما، ہمیں ناشکری، غفلت اور غرور سے محفوظ فرما۔ ہمارے دلوں کو اپنا شکر گزار، اپنی یاد سے آباد، اپنی محبت سے منور اور اپنی اطاعت میں ثابت قدم بنا۔ ہمیں اپنی ہر نعمت کو تیری رضا کے مطابق استعمال کرنے کی توفیق عطا فرما۔ ہمارے ایمان کو مضبوط، ہمارے اخلاق کو بلند، ہمارے والدین پر رحم، ہمارے دلوں میں بندوں کی خیر خواہی، ہماری زبان پر سچائی، ہماری نگاہوں میں حیا اور ہمارے اعمال میں اخلاص عطا فرما۔ اے اللہ! دنیا میں اپنی نعمتوں کو ہمارے لیے قربِ الٰہی کا ذریعہ بنا، قبر میں اپنی رحمت عطا فرما اور قیامت کے دن ہمیں شکر گزار بندوں میں اٹھا کر جنت الفردوس نصیب فرما۔ آمین۔

حصہ:-5

تعارف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

تمام تعریفیں اُس اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو ازل سے ہے، ابد تک رہے گا، جس کی رحمت ہر شے پر محیط ہے، جس کا علم دلوں کے پوشیدہ رازوں تک پہنچتا ہے اور جس کی قدرت کے سامنے کائنات کی ہر قوت ہیچ ہے۔

وہی اپنے بندوں پر بے شمار احسان فرمانے والا، گناہوں کو معاف کرنے والا، دلوں کو ہدایت کے نور سے روشن کرنے والا اور بھٹکنے والوں کو راہِ راست عطا فرمانے والا ہے۔

اسی کے فضل سے ایمان نصیب ہوتا ہے، اسی کے کرم سے محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عطا ہوتی ہے، اسی کی توفیق سے بندہ ذکر، شکر، صبر اور اخلاص کی راہوں پر چلتا ہے۔ پاک ہے وہ رب جو ہر کمال کا مالک اور ہر تعریف کا حقیقی مستحق ہے۔

حافظ صاحب نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی، جیسے دل پر معرفت کی کوئی تازہ لہر اتر رہی ہو، پھر نہایت محبت بھری نظر سے حاضرین کو دیکھا اور فرمایا: اے میرے عزیزو! اگر کوئی مجھ سے پوچھے کہ اس دنیا کی سب سے بڑی نعمت کیا ہے تو میں کہوں گا کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت کے بعد سب سے عظیم نعمت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معرفت ہے۔ جس نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہچان لیا، اس نے ہدایت کے دروازے کو پہچان لیا، اور جس نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کر لی، اس نے اپنے رب کی محبت تک پہنچنے کا راستہ پا لیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

(سورۃ الاحزاب:21)

یعنی تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ کی زندگی بہترین نمونہ ہے۔

میرے بھائیو! سوچو، جب ربِ کریم خود اپنے محبوب ﷺ کی زندگی کو ہمارے لیے نمونہ قرار دے رہا ہے تو ہماری کامیابی کس میں ہوگی؟ یقیناً اسی میں کہ ہم اپنے ہر قدم کو سنتِ نبوی ﷺ کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کریں۔

حافظ صاحب نے نہایت شفقت بھرے لہجے میں فرمایا: اے اللہ کے بندو! رسول اللہ ﷺ صرف ایک عظیم شخصیت نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی رحمت ہیں۔ قرآنِ کریم نے فرمایا:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝۱۰۷

(سورۃ الانبیاء:107)

ذرا غور کرو، سورج صرف دن میں روشنی دیتا ہے، بارش صرف زمین کو سیراب کرتی ہے، لیکن محمد رسول اللہ ﷺ کی رحمت دنیا اور آخرت دونوں کی کامیابی کا ذریعہ ہے۔ آپ ﷺ نے بھٹکے ہوئے انسانوں کو اللہ کی پہچان دی، دلوں کو ایمان کی زندگی عطا کی، اخلاق کو سنوارا، گھروں کو آباد کیا، معاشروں کو عدل دیا اور انسان کو اس کے رب سے ملا دیا۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا: میرے دوستو! کبھی تم نے اپنے دل سے یہ سوال کیا کہ اگر آج رسول اللہ ﷺ تمہارے اعمال کو دیکھیں تو کیا تمہاری زندگی دیکھ کر خوش ہوں گے؟ کیا ہماری زبانیں سچ بولتی ہیں؟ کیا ہمارے دلوں میں

اخلاص ہے؟ کیا ہم والدین کے حقوق ادا کرتے ہیں؟ کیا ہم دوسروں کو معاف کرنا جانتے ہیں؟ یہ سوال کسی کو شرمندہ کرنے کے لیے نہیں بلکہ اپنے نفس کا محاسبہ کرنے کے لیے ہے، کیونکہ محاسبہ کرنے والا دل ہی اصلاح کی طرف بڑھتا ہے۔

حافظ صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا: ایک چھوٹے بچے کو دیکھو، جب وہ اپنے والد کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑ لیتا ہے تو ہجوم میں بھی بے خوف چلتا ہے، کیونکہ اسے یقین ہوتا ہے کہ میرا سہارا میرے ساتھ ہے۔ اسی طرح جو بندہ رسول اللہ ﷺ کی سنت کو مضبوطی سے تھام لیتا ہے، وہ گمراہی کے ہجوم میں بھی محفوظ رہتا ہے۔ دنیا کے فتنے اسے ہلا نہیں سکتے، کیونکہ اس کا رہنما وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے تمام جہانوں کے لیے ہدایت بنا کر بھیجا۔

حافظ صاحب نے فکر انگیز انداز میں فرمایا: رسول اللہ ﷺ کی زندگی صرف عبادت کا درس نہیں دیتی بلکہ حسنِ اخلاق، صبر، شکر، عفو، عدل، امانت، دیانت اور رحم کا بھی کامل نمونہ ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جب آپ ﷺ کے اخلاق کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا:

كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْاٰنَ

(صحیح مسلم:746)

یعنی آپ ﷺ کا اخلاق قرآن تھا۔

میرے عزیزو! قرآن کو صرف پڑھنے کی نہیں بلکہ اپنے اخلاق میں اتارنے کی ضرورت ہے، اور یہ ہمیں رسول اللہ ﷺ کی سیرت سے سیکھنے کو ملتا ہے۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے چند لمحوں کے بعد فرمایا: صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی کامیابی کا راز ان کی دولت، طاقت یا علم کی کثرت نہیں تھی بلکہ رسول اللہ ﷺ سے سچی محبت اور کامل اطاعت تھی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ہر موقع پر

وفاداری دکھائی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عدل کو زندہ کیا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سخاوت کی مثال قائم کی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے علم و شجاعت کو امت تک پہنچایا۔ یہ سب اس لیے عظیم بنے کہ انہوں نے اپنے نبی ﷺ کے قدموں کے نشانوں پر چلنا اپنا شرف سمجھا۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا: اے ایمان والو! محبتِ رسول ﷺ صرف زبان سے درود پڑھ لینے کا نام نہیں بلکہ اپنے معاملات، عبادات، اخلاق، تجارت، گھر، اولاد، رشتوں اور معاشرت میں آپ ﷺ کی تعلیمات کو زندہ کرنے کا نام ہے۔ جب بندہ سچ بولتا ہے، وعدہ پورا کرتا ہے، پڑوسی کا خیال رکھتا ہے، یتیم پر رحم کرتا ہے، والدین کی خدمت کرتا ہے اور دل میں تکبر کو جگہ نہیں دیتا تو وہ دراصل سنتِ رسول ﷺ کو زندہ کر رہا ہوتا ہے۔

حافظ صاحب نے عاجزی سے سر جھکا کر فرمایا: ذکرِ الٰہی دلوں کو زندہ کرتا ہے، لیکن ذکر کی مٹھاس اسی دل میں اترتی ہے جو رسول اللہ ﷺ کی محبت سے آباد ہو۔ توبہ بندے کو پاک کرتی ہے، شکر نعمتوں میں اضافہ کرتا ہے، صبر آزمائشوں کو آسان بنا دیتا ہے اور اخلاص معمولی عمل کو بھی اللہ کے نزدیک عظیم بنا دیتا ہے۔ یہی وہ راستہ ہے جو بندے کو روحانی ترقی عطا کرتا ہے اور دنیا کی بے ثباتی سے نکال کر آخرت کی تیاری کی طرف لے جاتا ہے۔

حافظ صاحب کی آنکھیں نم ہو گئیں اور فرمایا: میرے بھائیو! موت ہم سب کے دروازے پر آنے والی ہے۔ نہ مال ساتھ جائے گا، نہ شہرت، نہ منصب، نہ تعریفیں۔ قبر میں وہی سرمایہ کام آئے گا جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت میں جمع کیا گیا ہوگا۔ جنت کی امید اسی کو زیب دیتی ہے جو دنیا میں اپنے رب کی رضا کو مقدم رکھتا ہے، اور جہنم سے وہی بچ سکے گا جو گناہوں سے توبہ کرے، حقوق العباد ادا کرے اور اپنی زندگی کو سنتِ نبوی ﷺ کے نور سے روشن کرے۔

حافظ صاحب نے نہایت جذب و کیف کے ساتھ فرمایا: اے حق کے متلاشیو! دعوت و اصلاح کا آغاز اپنے گھر سے کرو۔ اپنے بچوں کو رسول اللہ ﷺ کا نام محبت سے سکھاؤ، ان کی سیرت سناؤ، درود شریف کی عادت ڈالو، نماز کی رغبت پیدا کرو، والدین کی خدمت کا ذوق پیدا کرو اور دلوں میں اللہ تعالیٰ کی عظمت بٹھاؤ۔ جب گھر سنت سے آباد ہوگا تو معاشرہ بھی نور سے بھر جائے گا۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں گفتگو سمیٹتے ہوئے فرمایا: میرے عزیزو! اپنی زندگی کا ہر دن اس نیت سے گزارو کہ آج میں اپنے محبوب نبی محمد رسول اللہ ﷺ کی ایک سنت ضرور اپناؤں گا۔ اگر ہر دن ایک سنت بھی ہماری زندگی میں آ جائے تو چند ہی برسوں میں ہماری شخصیت بدل جائے گی، ہمارے دل نرم ہو جائیں گے، ہمارے گھر سکون کا گہوارہ بن جائیں گے، ہمارے تعلقات سنور جائیں گے اور ہمارا سفر آخرت کی طرف امید اور نور کے ساتھ جاری ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی معرفت، اپنی محبت، اپنے ذکر، اپنے قرب، اپنے اخلاص اور اپنی کامل بندگی نصیب فرمائے۔ ہمارے دلوں کو ایمان کے نور سے بھر دے، ہمیں رسول اللہ ﷺ کی سچی محبت اور کامل اتباع عطا فرمائے، ہمارے والدین، اساتذہ، اہلِ خانہ اور تمام اہلِ ایمان پر اپنی رحمت نازل فرمائے، ہمیں حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کرنے کی توفیق دے، ہماری توبہ قبول فرمائے، ہمیں جنت الفردوس نصیب فرمائے، جہنم کے عذاب سے محفوظ رکھے اور ہمارا خاتمہ ایمان، سنت اور محبتِ رسول ﷺ پر فرمائے۔ آمین۔

نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

تمام حمد اُس ربِّ کریم کے لیے ہے جس نے اپنے علمِ کامل سے کائنات کے ذرّے ذرّے کو پیدا فرمایا، اپنی رحمت سے بندوں کے لیے ہدایت کے دروازے کھولے، اپنی ربوبیت سے ہر مخلوق کی پرورش فرمائی اور اپنے لطف و کرم سے گناہگاروں کو بھی امید کا دامن عطا فرمایا۔

وہی اللہ ہر نور کا خالق، ہر خیر کا سرچشمہ، ہر نعمت کا عطا کرنے والا، ہر دل کی دھڑکن سے باخبر اور ہر آن اپنے بندوں پر احسان فرمانے والا ہے۔ اس کی عظمت آسمانوں سے بلند، اس کی حکمت ہر فیصلے میں کامل اور اس کی رحمت ہر امید سے وسیع تر ہے۔

اسی کی ذات سب تعریفوں کی مستحق ہے، اسی کے قبضۂ قدرت میں زمین و آسمان ہیں، اسی کے حکم سے دل زندہ ہوتے ہیں، اسی کے فضل سے ایمان نصیب ہوتا ہے اور اسی کے کرم سے بندہ اپنے رب کی معرفت اور اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کی دولت حاصل کرتا ہے۔

حافظ صاحب نے آسمان کی وسعتوں کی طرف نگاہ اٹھائی، جیسے دل پر انوارِ معرفت کی بارش ہو رہی ہو، پھر نہایت سکون بھرے لہجے میں فرمایا: اے میرے عزیزو! آج ہم جس موضوع پر گفتگو کر رہے ہیں، وہ محبت کا بھی ہے، ادب کا بھی ہے اور ایمان کی لطافت کا بھی۔ یہ نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تذکرہ ہے۔ لیکن سب سے پہلے اپنے دل میں یہ بات مضبوط کر لو کہ نور کا حقیقی خالق صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی

وہ ذات ہے جس نے ہر نور کو پیدا فرمایا، اور اپنے محبوب محمد مصطفیٰ ﷺ کو ایسی ہدایت، ایسی رحمت اور ایسے نور کا مظہر بنایا جس کے ذریعے انسانیت کو تاریکیوں سے نکال کر ایمان کی روشنی عطا کی گئی۔ قرآنِ کریم نے فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا ﴿۴۵﴾ وَّ دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِيْرًا ﴿۴۶﴾

(سورۃ الاحزاب:45-46)

یعنی اے نبی ہم نے آپ کو گواہی دینے والا اور بشارت دینے والا اور ڈرانے والا اور خدا کی طرف بلانے والا اس کے حکم سے اور چراغ بنا کر بھیجا ہے۔

روشن خیال

یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو روشن چراغ بنا کر بھیجا۔ غور کرو، چراغ خود روشنی پھیلاتا ہے، مگر اس کا پیدا کرنے والا کوئی اور ہوتا ہے۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ اللہ کے عطا کردہ نورِ ہدایت کے کامل مظہر ہیں۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت سے حاضرین کی طرف دیکھا اور فرمایا: میرے بھائیو! بعض لوگ نورِ محمدی ﷺ کا ذکر سنتے ہی بحث و مناظرہ شروع کر دیتے ہیں، حالانکہ اہلِ ایمان کا پہلا کام محبت، ادب اور احتیاط ہے۔ جو بات قرآن و سنت سے ثابت ہے، اسے ایمان کے ساتھ قبول کرنا چاہیے، اور جن امور میں اہلِ علم کے درمیان مختلف آراء ہوں، وہاں احترام، سکون اور حسنِ ظن کو اختیار کرنا چاہیے۔ ہمارا مقصد جھگڑا نہیں بلکہ اپنے دل کو رسول اللہ ﷺ کی محبت سے آباد کرنا ہے۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵﴾

(سورۃ المائدۃ:15)

تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور اور روشن کتاب آ چکی ہے۔

مفسرین نے اس آیت میں نور کی تفسیر رسول اللہ ﷺ سے بھی کی ہے، کیونکہ آپ ﷺ اللہ کی عطا کردہ ایسی ہدایت بن کر آئے جس نے جہالت، شرک، ظلم اور گمراہی کی تاریکیوں کو ختم کر دیا۔ میرے عزیزو! اگر رات کے اندھیرے میں ایک چراغ جل جائے تو راستہ دکھائی دینے لگتا ہے، لیکن اگر دل کے اندھیرے میں محمد رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کا نور نہ ہو تو انسان روشن دن میں بھی بھٹکتا رہتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت درد بھرے لہجے میں فرمایا: میرے دوستو! کبھی تم نے اپنے دل سے یہ سوال کیا کہ کیا میرے دل میں واقعی نورِ محمدی ﷺ کی روشنی موجود ہے؟ اس کی پہچان کیا ہے؟ اس کی پہچان یہ نہیں کہ زبان پر صرف دعویٰ ہو، بلکہ یہ ہے کہ کیا میری نماز میں خشوع ہے؟ کیا میری زبان جھوٹ سے بچتی ہے؟ کیا میری نگاہ پاک ہے؟ کیا میرے دل میں والدین کا احترام ہے؟ کیا میں کسی کا حق کھانے سے ڈرتا ہوں؟ اگر یہ اوصاف پیدا ہو رہے ہیں تو سمجھو کہ دل میں نورِ نبوت کی کرنیں اتر رہی ہیں۔

حافظ صاحب نے مسکراتے ہوئے ایک مثال دی اور فرمایا: فرض کرو ایک صاف شفاف آئینہ ہے۔ جب سورج کی روشنی اس پر پڑتی ہے تو وہ خود بھی چمکنے لگتا ہے اور دوسروں کو بھی روشنی منعکس کرتا ہے۔ لیکن اگر اسی آئینے پر گرد جم جائے تو سورج کی روشنی ہونے کے باوجود چمک باقی نہیں رہتی۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ

کی تعلیمات کا نور ہمیشہ موجود ہے، مگر ہمارے دلوں پر گناہوں، غفلت، حسد، تکبر اور دنیا کی محبت کی گرد جم جائے تو وہ نور ظاہر نہیں ہو پاتا۔ اس لیے دل کی صفائی ضروری ہے، اور دل کی صفائی ذکرِ الٰہی، توبہ، اخلاص اور اتباعِ سنت سے حاصل ہوتی ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت عاجزی کے ساتھ فرمایا: صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیاں دیکھو۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے چہرۂ انور کو دیکھتے تھے تو ان کے دل بدل جاتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں بیٹھنا ہی ایمان کو تازہ کر دیتا تھا۔ ان پاکیزہ نفوس نے نورِ نبوت کو صرف آنکھوں سے نہیں دیکھا بلکہ اپنے کردار میں اتار لیا۔ اسی لیے ان کے اخلاق، عبادات، معاملات اور تعلقات سب نور سے بھر گئے۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے چند لمحوں کے بعد فرمایا: اے اللہ کے بندو! محبتِ رسول ﷺ صرف جذبات کا نام نہیں، بلکہ اطاعت کا نام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ

(سورۃ آل عمران:31)

یعنی اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا۔

دیکھو! اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت تک پہنچنے کا راستہ بھی اپنے محبوب ﷺ کی اتباع کو بنایا ہے۔ اس سے بڑی سعادت اور کیا ہوگی؟

حافظ صاحب نے رقت بھرے لہجے میں فرمایا: میرے عزیزو! نورِ محمدی ﷺ کا اثر اس وقت دل میں اترتا ہے جب بندہ رات کی تنہائی میں اپنے رب کو یاد

کرتا ہے، گناہ پر نادم ہوتا ہے، کسی یتیم کے سر پر شفقت سے ہاتھ رکھتا ہے، کسی غریب کی مدد کرتا ہے، اپنے والدین کے سامنے ادب سے بیٹھتا ہے اور کسی مسلمان کے دل کو دکھانے سے بچتا ہے۔ یہ سب وہ خوشبوئیں ہیں جو سنتِ نبوی ﷺ کے گلستان سے آتی ہیں۔

حافظ صاحب نے نہایت فکر انگیز انداز میں فرمایا: دنیا کی روشنی چند گھنٹوں میں ختم ہو جاتی ہے۔ سورج غروب ہوتا ہے، چراغ بجھ جاتا ہے، بجلی چلی جاتی ہے، لیکن محمد رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی ہدایت کا نور قیامت تک باقی رہنے والا ہے۔ جس دل نے اس نور کو قبول کر لیا، وہ قبر میں بھی اطمینان پائے گا، حشر میں بھی امید رکھے گا اور ان شاء اللہ پل صراط پر بھی اللہ کی رحمت کا امیدوار ہوگا۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے لہجے میں فرمایا: میرے بھائیو! اپنے گھروں میں نورِ محمدی ﷺ کو زندہ کرو۔ قرآن کی تلاوت کرو، درودِ پاک کی کثرت کرو، سنت کے مطابق سلام کو عام کرو، بچوں کو سچ بولنا سکھاؤ، کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھو، والدین کے ہاتھ چومنے کی عادت ڈالو، غریبوں کا خیال رکھو، دلوں میں کینہ نہ رکھو۔ جب گھر میں سنتیں زندہ ہوں گی تو سکون خود چل کر آئے گا، کیونکہ جہاں رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کا احترام ہوتا ہے وہاں رحمتوں کے دروازے کھلتے ہیں۔

حافظ صاحب کی آنکھیں نم ہو گئیں اور فرمایا: اے ایمان والو! یہ دنیا چند دن کی ہے۔ چہرے بدل جائیں گے، گھر بدل جائیں گے، زمانے بدل جائیں گے، مگر رسول اللہ ﷺ کی محبت وہ دولت ہے جو قبر میں بھی ساتھ جائے گی۔ صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ

(صحیح البخاری:6169، صحیح مسلم:2640)

یعنی انسان قیامت کے دن اسی کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہے۔ اس حدیث کو سن کر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم بے حد خوش ہوئے، کیونکہ ان کی سب سے بڑی محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔ تم بھی اپنے دل سے پوچھو کہ تمہاری سب سے بڑی محبت کون ہے؟ اگر اس سوال کا جواب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں تو پھر اپنی زندگی کو بھی اسی محبت کے مطابق بنالو۔

حافظ صاحب نے نہایت جذب و کیف کے ساتھ گفتگو کا اختتام فرمایا: اے دل کے مسافرو! نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حقیقی فیض اسی کو ملتا ہے جو اپنے نفس کو پاک کرے، اپنے رب سے تعلق مضبوط کرے، اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کو زندگی کا سرمایہ بنائے، ہر حال میں اللہ کا شکر ادا کرے، آزمائش میں صبر کرے، خلوت میں توبہ کرے، جلوت میں حسنِ اخلاق اختیار کرے، بندوں کے حقوق ادا کرے اور ہر روز یہ دعا کرے کہ یا اللہ! میرے دل کو اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سچی محبت سے ہمیشہ روشن رکھ۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی معرفت، اپنی محبت، اپنے ذکر، اپنے قرب، اپنے اخلاص اور اپنی کامل بندگی نصیب فرمائے۔ ہمارے دلوں کو نورِ ایمان اور نورِ محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہمیشہ منور رکھے۔ آمین۔

رحمۃٌ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

تمام تعریفیں اُس اللہ رب العزت کے لیے ہیں جس کی رحمت آسمانوں کی وسعتوں سے بھی زیادہ وسیع، جس کا کرم سمندروں سے بھی زیادہ گہرا، جس کا لطف ہر سانس کے ساتھ بندوں پر سایہ فگن اور جس کی ربوبیت ہر مخلوق کو اپنے دامنِ رحمت

میں لیے ہوئے ہے۔

وہی اپنے بندوں کو پیدا کرنے والا، انہیں رزق دینے والا، ان کی لغزشوں پر پردہ ڈالنے والا، توبہ قبول فرمانے والا، دلوں کو سکون بخشنے والا اور اپنی بے پایاں رحمت سے مایوس دلوں کو نئی زندگی عطا کرنے والا ہے۔

اسی کی حمد ہے جس نے اپنے محبوب محمد مصطفیٰ ﷺ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا، تاکہ بھٹکے ہوئے راستہ پائیں، ٹوٹے ہوئے دل جڑ جائیں، اندھیروں میں بھٹکنے والے نورِ ہدایت حاصل کریں اور انسان اپنے رب کی معرفت و محبت سے سرشار ہو جائے۔

حافظ صاحب نے آسمان کی طرف محبت بھری نگاہ اٹھائی، جیسے دل پر رحمتِ الٰہی کی ٹھنڈی پھوار اتر رہی ہو، پھر نہایت نرم لہجے میں فرمایا: اے میرے عزیزو! اللہ تعالیٰ کی سب سے عظیم نعمتوں میں سے ایک نعمت محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت ہے۔ اگر دنیا میں رسول اللہ ﷺ تشریف نہ لاتے تو انسان علم کے باوجود جاہل، طاقت کے باوجود کمزور، دولت کے باوجود فقیر اور زندگی کے باوجود مردہ رہتا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کی شان بیان کرتے ہوئے فرمایا:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۷﴾

(سورۃ الانبیاء:107)

یعنی اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

میرے بھائیو! غور کرو، اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ آپ ﷺ صرف مسلمانوں کے لیے رحمت ہیں، بلکہ فرمایا کہ تمام جہانوں کے لیے رحمت ہیں۔ یہ رحمت انسانوں کے لیے بھی ہے، جانوروں کے لیے بھی، کمزوروں کے لیے بھی، یتیموں کے لیے بھی، غریبوں کے لیے بھی اور حتیٰ کہ دشمنوں کے لیے بھی۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھرے انداز میں فرمایا: اے اللہ کے بندو! ذرا سوچو، دنیا میں کتنے لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اپنے ساتھ ظلم کرنے والوں کو بھی معاف کر دیتے ہیں؟ لیکن محمد رسول اللہ ﷺ کی زندگی تو سراپا رحمت تھی۔ طائف والوں نے پتھر مارے، جسمِ اطہر لہولہان ہو گیا، جوتے خون سے بھر گئے، مگر جب فرشتے نے عرض کیا کہ اگر حکم ہو تو ان پہاڑوں کو ان پر الٹ دوں، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''نہیں، مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی نسلوں میں ایسے لوگ پیدا فرمائے گا جو صرف ایک اللہ کی عبادت کریں گے۔''

(صحیح البخاری: 3231، صحیح مسلم: 1795)

میرے دوستو! یہ بدلہ نہیں، یہ رحمت ہے۔ یہ غصہ نہیں، یہ محبت ہے۔ یہ انتقام نہیں، بلکہ ہدایت کی آرزو ہے۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا: میرے عزیز! کبھی تم نے اپنے دل سے یہ سوال کیا کہ اگر کوئی شخص تمہارے ساتھ سختی کرے تو تمہارا رویہ کیا ہوتا ہے؟ کیا تم فوراً بدلہ لینے کی فکر کرتے ہو یا رسول اللہ ﷺ کی رحمت کو یاد کرتے ہو؟ اگر ہم واقعی اپنے نبی ﷺ سے محبت کرتے ہیں تو ہمیں ان کی رحمت کا کچھ حصہ اپنے اخلاق میں بھی پیدا کرنا ہوگا۔ محبت صرف دعوے سے ثابت نہیں ہوتی، بلکہ کردار سے ظاہر ہوتی ہے۔

حافظ صاحب نے فکر انگیز انداز میں فرمایا: ایک چھوٹا سا باغبان اپنے باغ میں روزانہ پانی دیتا ہے۔ کبھی کوئی پودا سوکھنے لگتا ہے، کبھی کسی شاخ پر کیڑا لگ جاتا ہے، مگر وہ اسے اکھاڑ کر نہیں پھینکتا بلکہ مزید توجہ دیتا ہے تاکہ وہ پھر سے سرسبز ہو جائے۔ میرے بھائیو! رسول اللہ ﷺ بھی امت کے ایسے ہی خیر خواہ تھے۔ گناہگار کو دھتکارا نہیں، بلکہ سنبھالا۔ بھٹکے ہوئے کو چھوڑا نہیں، بلکہ ہاتھ پکڑ کر ہدایت کی راہ دکھائی۔ ہمیں بھی اپنے گھروں، اپنے بچوں، اپنے عزیزوں اور اپنے معاشرے کے

ساتھ یہی رحمت والا رویہ اختیار کرنا چاہیے۔

حافظ صاحب نے نہایت درد بھرے لہجے میں فرمایا: اللہ تعالیٰ کی معرفت دل میں اس وقت اترتی ہے جب بندہ اللہ کی رحمت کو پہچانتا ہے۔ اور اللہ کی رحمت کا سب سے روشن مظہر رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ اقدس ہے۔ آپ ﷺ راتوں کو کھڑے ہو کر اپنی امت کے لیے دعا کرتے تھے، آنسو بہاتے تھے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ

(سورۃ الکہف:6)

یعنی اے نبی! شاید آپ ان کے ایمان نہ لانے کے غم میں اپنی جان ہی کھو بیٹھیں۔

ذرا سوچو، جو نبی اپنی امت کی ہدایت کے لیے اتنا غم کرے، اس سے بڑھ کر رحمت اور کون ہو سکتی ہے؟

حافظ صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا: میرے دوستو! کبھی گھر میں چھوٹا بچہ چلنا سیکھتا ہے۔ وہ بار بار گرتا ہے، لیکن اس کی ماں ہر بار اسے اٹھا لیتی ہے۔ وہ یہ نہیں کہتی کہ اب میں تمہیں نہیں اٹھاؤں گی، بلکہ محبت سے سہارا دیتی ہے۔ یہی حال رسول اللہ ﷺ کی تربیت کا تھا۔ کوئی صحابی غلطی کرتا تو آپ ﷺ اصلاح فرماتے، لیکن اس کی عزت کو مجروح نہ کرتے۔ یہی اسوۂ حسنہ ہے۔ اگر ہم بھی اپنے بچوں، شاگردوں اور ماتحت لوگوں کے ساتھ رحمت اور حکمت کا رویہ اختیار کریں تو ہمارے گھر جنت کا نمونہ بن جائیں۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے چند لمحوں کے بعد فرمایا: اے ایمان والو! رسول اللہ ﷺ کی رحمت صرف انسانوں تک محدود نہ تھی۔ ایک پیاسی بلی، ایک بھوکا

اونٹ، ایک پرندہ، حتیٰ کہ ایک درخت بھی آپ ﷺ کی شفقت سے محروم نہ تھا۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

اَلرَّاحِمُوْنَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمٰنُ، اِرْحَمُوْا مَنْ فِي الْأَرْضِ يَرْحَمْكُمْ مَنْ فِي السَّمَآءِ

(جامع الترمذی:1924)

یعنی رحم کرنے والوں پر رحمٰن رحم فرماتا ہے، زمین والوں پر رحم کرو، آسمان والا تم پر رحم فرمائے گا۔

میرے بھائیو! جو دل اللہ کی مخلوق پر رحم نہیں کرتا، وہ اللہ کی خاص رحمتوں سے بھی محروم رہ جاتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا: دل کو نرم کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ ذکرِ الٰہی ہے۔ جب زبان

سُبْحَانَ اللهِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اور لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللهُ

سے تر رہتی ہے تو دل میں سختی کم ہونے لگتی ہے۔ پھر بندہ دوسروں کے عیب ڈھونڈنے کے بجائے اپنی اصلاح کی فکر کرتا ہے۔ وہ والدین کی خدمت میں خوشی محسوس کرتا ہے، پڑوسی کے حقوق ادا کرتا ہے، مسکینوں کی مدد کرتا ہے، اور کسی کے دکھ کو اپنا دکھ سمجھنے لگتا ہے۔ یہی تو رسول اللہ ﷺ کی رحمت کا اثر ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت جذب کے ساتھ فرمایا:

میرے عزیزو! دنیا میں ہر شخص کسی نہ کسی آزمائش سے گزر رہا ہے۔ کسی کے پاس مال ہے مگر سکون نہیں، کسی کے پاس صحت ہے مگر ایمان کمزور ہے، کسی کے پاس علم ہے مگر اخلاص نہیں۔ ایسے وقت میں رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات انسان کو توازن

عطا کرتی ہیں۔صبر سکھاتی ہیں،شکر سکھاتی ہیں،توبہ کی طرف بلاتی ہیں،اللہ کی یاد سے دل کو زندہ کرتی ہیں اور آخرت کی تیاری کا شعور پیدا کرتی ہیں۔جو شخص اپنی زندگی کو سنت کے سانچے میں ڈھال لیتا ہے،اس کے دل میں امید کبھی ختم نہیں ہوتی۔

حافظ صاحب کی آنکھوں میں نمی اتر آئی اور فرمایا:

اے میرے بھائیو! موت ہم سب کے قریب آ رہی ہے۔ایک دن ہم سب نے اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہونا ہے۔اس دن نہ حسب ونسب کام آئے گا،نہ مال و دولت،نہ دنیا کی تعریفیں۔اس دن وہی کامیاب ہوگا جس کا دل ایمان سے روشن، زبان ذکر سے تر،ہاتھ خدمتِ خلق میں مصروف،آنکھیں اللہ کے خوف سے اشکبار اور زندگی رسول اللہ ﷺ کی سنت سے مزین ہوگی۔جنت انہی لوگوں کے لیے ہے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کو اپنی سب سے بڑی کامیابی سمجھتے ہیں،اور جہنم سے وہی بچے گا جو دنیا میں اپنے نفس کا محاسبہ کرتا رہے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت اور خیر خواہی کے ساتھ گفتگو سمیٹتے ہوئے فرمایا:

اے فرزندانِ اسلام!اپنے گھروں میں رحمت لے آؤ۔سلام کو عام کرو،معاف کرنا سیکھو،والدین کے قدموں میں جنت تلاش کرو،رشتہ داروں سے تعلق جوڑو، غریبوں کی مدد کرو،یتیموں کے سروں پر شفقت کا ہاتھ رکھو،دلوں میں کینہ نہ رکھو،ہر روز درودِ پاک پڑھو اور ہر معاملے میں یہ سوچو کہ اگر رسول اللہ ﷺ اس وقت میرے سامنے ہوتے تو کیا میرے اس عمل سے خوش ہوتے؟اگر یہ سوال ہر روز اپنے آپ سے کرو گے تو ان شاء اللہ تمہاری زندگی بدل جائے گی،تمہارا دل بدل جائے گا اور تمہارا گھر رحمت کا گہوارہ بن جائے گا۔اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی معرفت،اپنی محبت،اپنے ذکر،اپنے قرب،اپنے اخلاص اور اپنی کامل بندگی نصیب فرمائے۔ہمیں اپنے محبوب محمد رسول اللہ ﷺ کی سچی محبت،کامل اتباع اور ان کے رحمت بھرے اخلاق عطا فرمائے۔ہمارے دلوں سے نفرت،حسد،تکبر اور کینہ نکال دے دنیا و آخرت میں اپنی

رحمت کے سائے میں رکھے اور ہمارا خاتمہ ایمان، محبتِ رسول ﷺ اور اپنی رضا پر فرمائے۔ آمین۔

سیدُ المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

تمام تعریفیں اُس اللہ جلّ جلالہٗ کے لیے ہیں جس نے اپنی حکمتِ کاملہ سے کائنات کا نظام قائم فرمایا، اپنی قدرتِ بے پایاں سے آسمانوں کو بغیر ستون کے بلند کیا، اپنی رحمتِ عامہ سے ہر جاندار کو رزق عطا فرمایا اور اپنی ربوبیتِ کاملہ سے ہر لمحہ اپنی مخلوق کی پرورش فرما رہا ہے۔

وہی اوّل ہے، وہی آخر ہے، وہی ظاہر ہے، وہی باطن ہے، وہی عزت دینے والا، وہی بلندی عطا کرنے والا، وہی دلوں کو ایمان سے روشن کرنے والا اور وہی اپنے بندوں کو اپنی معرفت اور اپنی محبت کی دولت عطا فرمانے والا ہے۔

اسی کی حمد و ثنا ہے کہ اس نے انسانیت کو تاریکیوں میں بے سہارا نہیں چھوڑا بلکہ اپنے محبوب ترین بندے، سیدُ المرسلین محمد مصطفیٰ ﷺ کو آخری رسول بنا کر بھیجا تا کہ قیامت تک آنے والی نسلیں ہدایت، رحمت اور نجات کا راستہ پا سکیں۔

حافظ صاحب نے آسمان کی وسعتوں کی طرف نگاہ اٹھائی، جیسے دل میں شکر کے چشمے پھوٹ رہے ہوں، پھر حاضرین کی طرف نہایت محبت سے متوجہ ہو کر فرمایا:

اے میرے عزیزو! آج ہم اُس ہستی کا تذکرہ کر رہے ہیں جس کا نام لیتے ہی ایمان تازہ ہو جاتا ہے، دل میں محبت جاگ اٹھتی ہے اور روح کو سکون نصیب ہوتا ہے۔ محمد رسول اللہ ﷺ صرف ایک نبی نہیں بلکہ تمام انبیائے کرام علیہم السلام کے

سردار، سیدُ المرسلین اور اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں۔ یہ مقام کسی انسان نے اپنی عبادت یا مجاہدے سے حاصل نہیں کیا بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ عظیم شرف ہے۔اس لیے جو دل اپنے نبی ﷺ کی عظمت پہچان لیتا ہے، وہ کبھی گمراہی کی راہوں میں نہیں بھٹکتا۔

حافظ صاحب نے نہایت ادب بھرے لہجے میں فرمایا: میرے بھائیو! اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کی ختمِ نبوت کو قرآنِ کریم میں ہمیشہ کے لیے واضح فرما دیا۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ

(سورۃ الاحزاب:40)

یعنی محمد (ﷺ) تمہارے مردوں میں سے کسی کے والد نہیں، بلکہ وہ اللہ کے برحق رسول اور تمام انبیائے کرام کے خاتم (آخری نبی) ہیں، اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا کامل علم رکھنے والا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اعلان فرما دیا کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول اور تمام نبیوں کے خاتم ہیں۔اب قیامت تک کوئی نیا نبی نہیں آئے گا۔ ہدایت کا دروازہ بند نہیں ہوا، بلکہ نبوت کا سلسلہ مکمل ہو گیا، اور اب قیامت تک قرآن اور سنت ہی انسانیت کی رہنمائی کا سرچشمہ ہیں۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

اے اللہ کے بندو! کبھی تم نے اپنے دل سے یہ سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں کس قدر عظیم نعمت عطا فرمائی کہ ہم آخری نبی ﷺ کی امت میں پیدا ہوئے؟ اگر

ہمیں اختیار دیا جاتا کہ دنیا کے کسی بھی زمانے میں پیدا ہو جاؤ، تو اس سے بڑی سعادت اور کیا ہوتی کہ ہم اس امت میں پیدا ہوئے جس کے نبی سیدُ المرسلین ﷺ ہیں؟ اس نعمت پر جتنا شکر ادا کیا جائے کم ہے۔ لیکن شکر صرف زبان سے الحمدللہ کہنے کا نام نہیں، بلکہ نبی کریم ﷺ کی سنت کو زندگی میں اختیار کرنا بھی شکر ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت سے ایک مثال بیان کرتے ہوئے فرمایا:

فرض کرو ایک استاد برسوں تک اپنے شاگردوں کو تعلیم دیتا رہا، پھر آخر میں ایک ایسی جامع کتاب مرتب کر دی جس میں تمام ضروری ہدایات جمع کر دیں اور اعلان کر دیا کہ اب اسی کتاب کے مطابق عمل کرنا۔ سمجھدار شاگرد نئی باتیں گھڑنے کے بجائے اسی کتاب کو مضبوطی سے تھام لیتے ہیں۔ میرے عزیزو! اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے آخری رسول ﷺ پر قرآنِ مجید نازل فرمایا، دین کو مکمل فرما دیا اور قیامت تک اسی کو ہدایت کا معیار بنا دیا۔ اس لیے جو شخص قرآن وسنت کو چھوڑ کر اپنی خواہشات کے پیچھے چلتا ہے، وہ خود اپنے آپ کو محروم کرتا ہے۔

حافظ صاحب نے فکر انگیز انداز میں فرمایا:

رسول اللہ ﷺ کی سیادت صرف اس معنی میں نہیں کہ آپ تمام انبیاء کے بعد تشریف لائے، بلکہ آپ اخلاق میں بھی سب سے اعلیٰ، عبادت میں بھی سب سے کامل، رحمت میں بھی سب سے بڑھ کر، صبر میں بھی سب سے عظیم، توکل میں بھی سب سے کامل اور اللہ تعالیٰ کی معرفت میں بھی سب سے بلند تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

أَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا فَخْرَ

(صحیح مسلم:2278)

یعنی قیامت کے دن میں اولادِ آدم کا سردار ہوں، اور یہ فخر کے طور پر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمت کے بیان کے طور پر فرمایا۔

حافظ صاحب نے نہایت عاجزی سے سر جھکا کر فرمایا:

میرے دوستو! سیدُ المرسلین ﷺ کی امت ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ ہمارا دل اللہ کے ذکر سے آباد ہو، ہماری زبان سچ بولے، ہمارے ہاتھ کسی پر ظلم نہ کریں، ہماری نگاہیں حیا والی ہوں، ہمارے قدم خیر کی طرف اٹھیں اور ہمارا ہر عمل سنت کے تابع ہو۔ اگر محبت کا دعویٰ ہو مگر سنت سے بے رغبتی ہو تو محبت ادھوری رہ جاتی ہے۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے چند لمحوں کے بعد فرمایا:

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیاں دیکھو۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ہر حکم کو اپنے لیے زندگی سمجھا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر رسول اللہ ﷺ کا کوئی حکم ہو تو میں اس سے ذرہ برابر بھی پیچھے نہیں ہٹ سکتا۔ یہی اطاعت انہیں صدیقِ اکبر بنا گئی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عدل کو اس لیے اپنایا کہ ان کے محبوب نبی ﷺ عدل کے پیکر تھے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی سخاوت اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا علم بھی اسی چشمۂ نبوت سے فیض یافتہ تھا۔

حافظ صاحب نے نہایت درد بھرے لہجے میں فرمایا:

اے ایمان والو! آج امت کی کمزوری کا ایک بڑا سبب یہ ہے کہ ہم نے اپنے نبی ﷺ کو صرف تاریخ کی ایک عظیم شخصیت سمجھ لیا، حالانکہ وہ ہماری عملی زندگی کے رہنما ہیں۔ تجارت کرنی ہو تو ان کی سنت، گھر بسانا ہو تو ان کی سنت، بچوں کی تربیت کرنی ہو تو ان کی سنت، اختلاف ہو تو ان کی سنت، عبادت ہو تو ان کی سنت۔ جب تک سنت زندگی کے ہر گوشے میں داخل نہیں ہوگی، دلوں کا سکون مکمل نہیں ہوگا۔

حافظ صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا:

ایک مسافر جب کسی دشوار راستے پر چلتا ہے تو وہ نقشۂ راہ کو بار بار دیکھتا ہے تاکہ بھٹک نہ جائے۔ اگر وہ کہے کہ مجھے نقشے کی ضرورت نہیں، میں اپنی مرضی سے چلوں گا، تو منزل سے دور ہو جائے گا۔ میرے بھائیو! رسول اللہ ﷺ کی سنت ہماری

زندگی کا نقشۂ راہ ہے۔ جو اسے مضبوطی سے تھام لیتا ہے، وہ دنیا میں بھی محفوظ رہتا ہے اور آخرت میں بھی کامیاب ہوتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

اپنے نفس کا تزکیہ کرو۔ تکبر کو دل سے نکالو، حسد کو چھوڑ دو، لوگوں کو معاف کرنا سیکھو، والدین کی خدمت کو سعادت سمجھو، غریبوں کی مدد کو عبادت سمجھو، ہر روز کچھ وقت قرآنِ کریم کی تلاوت میں گزارو، کثرت سے درود شریف پڑھو، ذکرِ الٰہی کو اپنی سانسوں کی زینت بنالو۔ یہی وہ اعمال ہیں جو سیدُ المرسلین ﷺ کی تعلیمات کا عملی عکس ہیں اور یہی اعمال دل کو اللہ تعالیٰ کے قریب کرتے ہیں۔

حافظ صاحب کی آنکھوں میں شفقت جھلکنے لگی اور فرمایا:

اے میرے عزیزو! موت کا سفر قریب ہے۔ ایک دن قبر میں ہم سے پوچھا جائے گا کہ تمہارا نبی کون ہے؟ اس سوال کا جواب صرف زبان سے یاد ہونا کافی نہیں ہوگا، بلکہ زندگی نے بھی گواہی دینی ہوگی کہ واقعی محمد رسول اللہ ﷺ ہمارے رہبر، ہمارے محبوب اور ہمارے مقتدا تھے۔ جنت کی امید اسی دل کو زیب دیتی ہے جو رسول اللہ ﷺ کی محبت میں زندہ ہو، اور جہنم سے وہی بچ سکے گا جو اللہ تعالیٰ کے حضور اخلاص، توبہ اور اتباعِ سنت کے ساتھ حاضر ہوگا۔

حافظ صاحب نے نہایت جذب و کیف کے ساتھ گفتگو کا اختتام فرمایا:

اے دل کے مسافرو! اپنی زندگی کا سب سے قیمتی سرمایہ اپنے نبی ﷺ کی محبت کو بناؤ، مگر اس محبت کو عمل سے زندہ رکھو۔ ہر صبح یہ عہد کرو کہ آج میں کسی ایک سنت پر ضرور عمل کروں گا، کسی ایک دل کو خوش کروں گا، کسی ایک ضرورت مند کی مدد کروں گا، کسی ایک گناہ سے توبہ کروں گا اور ہر رات اپنے اعمال کا محاسبہ کروں گا۔ یہی وہ راستہ ہے جو بندے کو اللہ تعالیٰ کی رضا، رسول اللہ ﷺ کی شفاعت اور جنت الفردوس کی نعمتوں تک پہنچاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی معرفت، اپنی محبت، اپنے ذکر، اپنے قرب، اپنے اخلاص اور اپنی کامل بندگی نصیب فرمائے۔ ہمارے دلوں کو سیدُ المرسلین، خاتمُ النبیین محمد مصطفیٰ ﷺ کی سچی محبت، کامل اتباع اور ادب سے بھر دے، ہمیں قرآن وسنت پر استقامت عطا فرمائے۔ آمین۔

محبوبِ رب العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

تمام تعریفیں اُس اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو اپنی ذات میں یکتا، اپنی صفات میں بے مثال، اپنی قدرت میں غالب، اپنی حکمت میں کامل اور اپنی رحمت میں بے کنار ہے۔ وہی دلوں کو ایمان کی روشنی عطا کرنے والا، روحوں کو سکون بخشنے والا اور بندوں کو اپنی محبت کے جام پلانے والا ہے۔

وہی رب ہے جس نے اپنی مشیت سے زمانوں کو پیدا کیا، اپنی قدرت سے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا، اپنی رحمت سے ہدایت کے چراغ روشن فرمائے اور اپنے فضل سے اپنے محبوب بندوں کو عزت ورفعت عطا فرمائی۔ اس کی ہر نعمت بے شمار، ہر فیصلہ حکمت سے بھرپور اور ہر عطا بندوں پر احسان ہے۔

اسی کے لیے تمام حمد ہے جس نے اپنے محبوب محمد مصطفیٰ ﷺ کو ایسا مقام عطا فرمایا جس تک کسی فرشتے، کسی نبی، کسی ولی اور کسی مخلوق کی رسائی نہیں۔ وہی رب اپنے محبوب پر رحمتیں نازل فرماتا ہے اور ہمیں بھی ان پر درود وسلام بھیجنے کا حکم دیتا ہے۔

حافظ صاحب نے چند لمحے خاموش رہ کر اپنی نگاہیں آسمان کی طرف اٹھائیں،

جیسے دل میں محبتِ الٰہی کا ایک نیا دروازہ کھل رہا ہو، پھر نہایت شفقت سے فرمایا:

اے میرے عزیزو! آج ہم اُس ہستی کا ذکر کر رہے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے اپنا محبوب بنایا۔ یہ سوچ کر ہی دل جھوم اٹھتا ہے کہ جس ذات سے محبت کرنا ایمان کا تقاضا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے بھی محبوب ہیں۔ بندہ جب کسی نیک انسان سے محبت کرتا ہے تو اس کے دل میں اس کی عزت بڑھ جاتی ہے، لیکن ذرا سوچو! جب خود رب العالمین کسی بندے کو اپنا محبوب بنائے تو اس بندے کی شان کیا ہوگی؟ وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، جن پر اللہ تعالیٰ کی خاص رحمتیں، برکتیں اور عنایتیں ہمیشہ نازل ہوتی رہیں۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھرے انداز میں فرمایا:

میرے بھائیو! قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ادب اور عظمت کو جس انداز سے بیان فرمایا ہے، وہ کسی اور انسان کے لیے نہیں فرمایا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْا
تَسْلِيْمًا ۝٥٦

(سورۃ الاحزاب:56)

ذرا غور کرو! اللہ تعالیٰ خود اپنے محبوب پر رحمتیں بھیج رہا ہے، تمام فرشتے درود پیش کر رہے ہیں اور پھر اہلِ ایمان کو بھی حکم دیا جا رہا ہے کہ تم بھی درود و سلام بھیجو۔ اس سے بڑھ کر محبوبیت کی دلیل اور کیا ہو سکتی ہے؟

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

میرے دوستو! کبھی تم نے اپنے دل سے یہ سوال کیا کہ میں اپنے محبوب نبی

ﷺ سے محبت کا ثبوت کیسے دیتا ہوں؟ کیا صرف میلاد کی محفل میں شرکت، یا صرف درود شریف پڑھ لینا کافی ہے؟ نہیں، محبت کا اصل ثبوت یہ ہے کہ جب سنت اور خواہشِ نفس آمنے سامنے آئیں تو بندہ اپنی خواہش چھوڑ کر رسول اللہ ﷺ کی سنت کو اختیار کرے۔ یہی سچی محبت ہے، یہی اخلاص ہے اور یہی وہ راستہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی محبت تک پہنچاتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت بھرے لہجے میں فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو اس قدر امت نواز بنایا کہ آپ ﷺ اپنی ذات کے لیے کم اور امت کے لیے زیادہ فکرمند رہتے تھے۔ قرآنِ کریم میں ارشاد ہے:

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿١٢٨﴾

(سورۃ التوبۃ:128)

یعنی تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک رسول آئے، تمہاری تکلیف ان پر شاق گزرتی ہے، وہ تمہاری بھلائی کے حریص اور اہلِ ایمان پر نہایت مہربان اور رحم فرمانے والے ہیں۔

میرے عزیزو! دنیا میں کون ایسا ہے جو اپنی پوری زندگی دوسروں کی ہدایت کے لیے وقف کر دے؟ یہی محبوبِ رب العالمین ﷺ کی شان ہے۔

حافظ صاحب نے مسکراتے ہوئے ایک مثال بیان کی اور فرمایا:

فرض کرو ایک چرواہا اپنی بھیڑوں کو چرا رہا ہے۔ شام کے وقت وہ ایک ایک

بھیڑ کو گن کر باڑے میں لاتا ہے۔ اگر ایک بھی بھیڑ گم ہو جائے تو وہ آرام نہیں کرتا، بلکہ اسے تلاش کرنے نکل پڑتا ہے۔ میرے بھائیو! رسول اللہ ﷺ کی شفقت اس سے کہیں بڑھ کر تھی۔ آپ ﷺ چاہتے تھے کہ امت کا ایک بھی فرد جہنم کی طرف نہ جائے، ہر انسان اللہ کی رحمت پالے، ہر دل ایمان سے روشن ہو جائے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ راتوں کو امت کے لیے دعا کرتے تھے اور آنسو بہاتے تھے۔

حافظ صاحب نے نہایت فکر انگیز انداز میں فرمایا:

محبوبِ رب العالمین ﷺ کی محبت صرف جذباتی کیفیت نہیں بلکہ زندگی کا مکمل نظام ہے۔ اگر تم اپنے والدین سے حسنِ سلوک کرتے ہو تو یہ محبوب ﷺ کی تعلیم ہے۔ اگر تم سچ بولتے ہو تو یہ محبوب ﷺ کی تعلیم ہے۔ اگر تم غریب کی مدد کرتے ہو، یتیم کے سر پر ہاتھ رکھتے ہو، پڑوسی کا خیال رکھتے ہو، دلوں کو جوڑتے ہو، معاف کرنا سیکھتے ہو اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہو تو درحقیقت تم اپنے محبوب نبی ﷺ کی محبت کا عملی اظہار کر رہے ہو۔

حافظ صاحب نے نہایت عاجزی سے سر جھکا کر فرمایا: میرے عزیزو! اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل کرنے کا راستہ بھی اپنے محبوب ﷺ کی پیروی میں ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ

(سورۃ آل عمران:31)

ترجمہ: آپ فرما دیجیے: اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کتنی بڑی بشارت دی ہے کہ اگر تم رسول اللہ ﷺ کی پیروی کرو گے تو اللہ تم سے محبت فرمائے گا اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا۔ اس سے بڑھ کر کوئی کامیابی نہیں کہ بندہ اپنے رب کا محبوب بن جائے۔

حافظ صاحب نے حاضرین کی طرف محبت بھری نگاہ سے دیکھا اور فرمایا:

اے اللہ کے بندو! اپنے گھروں میں رسول اللہ ﷺ کی محبت کو زندہ کرو۔ بچوں کو سیرتِ طیبہ سناؤ، انہیں درود شریف کی عادت ڈالو، کھانے پینے، سونے جاگنے، سلام کرنے اور بات کرنے کی سنتیں سکھاؤ۔ یاد رکھو! جس گھر میں سنت زندہ ہوتی ہے وہاں رحمت اترتی ہے، جھگڑے کم ہوتے ہیں، دل قریب آتے ہیں اور شیطان کے لیے جگہ تنگ ہو جاتی ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت درد بھرے لہجے میں فرمایا:

دنیا کی محبت دھوکہ دے سکتی ہے، انسانوں کی محبت بدل سکتی ہے، رشتے کمزور پڑ سکتے ہیں، لیکن رسول اللہ ﷺ کی محبت ایسی دولت ہے جو قبر میں بھی ساتھ رہے گی۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ

(صحیح البخاری:15، صحیح مسلم:44)

یعنی تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک کامل ایمان والا نہیں ہو سکتا جب تک میں اسے اس کے والد، اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

میرے بھائیو! یہ محبت زبان سے نہیں، عمل سے ثابت ہوتی ہے۔

حافظ صاحب کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں اور فرمایا: موت ہر دروازے پر آنے والی ہے۔ ایک دن ہماری زبان خاموش ہو جائے گی، ہاتھ رک جائیں گے، آنکھیں

بند ہو جائیں گی، مگر اگر دل میں محبوبِ رب العالمین ﷺ کی سچی محبت ہوگی تو یہی محبت قبر کی تنہائی میں سکون بن جائے گی۔ یہی محبت حوضِ کوثر تک پہنچنے کی امید بنے گی، یہی محبت شفاعتِ نبوی ﷺ کی آرزو کو زندہ رکھے گی اور یہی محبت بندے کو جنت الفردوس کی طرف لے جائے گی۔

حافظ صاحب نے نہایت جذب و کیف کے ساتھ گفتگو کا اختتام فرمایا:

اے میرے دل کے مسافرو! اپنی زندگی کی سب سے بڑی خواہش یہ بنا لو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے محبوب ﷺ کی سچی محبت عطا فرما دے۔ جب یہ محبت دل میں اتر جائے گی تو نماز بوجھ نہیں رہے گی، قرآن اجنبی نہیں لگے گا، ذکر میں لذت آئے گی، گناہ سے نفرت پیدا ہوگی، نیکی محبوب ہو جائے گی اور دنیا کی ہر آزمائش آسان محسوس ہونے لگے گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی معرفت، اپنی محبت، اپنے ذکر، اپنے قرب، اپنے اخلاص اور اپنی کامل بندگی نصیب فرمائے۔ ہمیں محبوبِ رب العالمین محمد مصطفیٰ ﷺ کی سچی محبت، کامل اتباع، حسنِ اخلاق، پاکیزہ کردار اور سنتِ نبوی ﷺ پر استقامت عطا فرمائے۔ ہمارے دلوں کو ایمان کے نور سے منور کرے آمین۔

شافعِ محشر ﷺ

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

تمام حمد اُس اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو مالکِ یومِ جزا، ربِّ عرشِ عظیم، بخشنے والا، مہربان، حلم والا، عدل فرمانے والا اور اپنے بندوں پر بے پایاں احسان کرنے والا ہے۔ وہی دلوں کو ایمان کی زندگی عطا کرتا ہے، گناہوں پر پردہ ڈالتا ہے، توبہ کرنے والوں کو سینے سے لگاتا ہے اور اپنی رحمت سے ناامید دلوں میں امید کے چراغ روشن

فرماتا ہے۔

وہی اللہ ہے جس نے آسمانوں کو اپنی قدرت سے قائم فرمایا، زمین کو اپنے حکم سے بچھایا، انسان کو اپنی حکمت سے پیدا کیا اور اس کی ہدایت کے لیے انبیائے کرام علیہم السلام کو مبعوث فرمایا۔ ہر نعمت اسی کی عطا، ہر خیر اسی کے فضل اور ہر بھلائی اسی کے کرم کا مظہر ہے۔

اسی کی حمد ہے جس نے اپنے محبوب محمد مصطفیٰ ﷺ کو ایسا بلند مقام عطا فرمایا کہ قیامت کے دن تمام مخلوق ان کی طرف امید بھری نگاہوں سے دیکھے گی، اور وہ اپنے رب کے حضور امت کے لیے شفاعت فرمائیں گے۔ پاک ہے وہ رب جس کی رحمت اس کے غضب پر سبقت لے گئی۔

حافظ صاحب نے آسمان کی طرف نہایت غور سے دیکھا، جیسے آخرت کے مناظر ان کے دل پر نقش ہو رہے ہوں، پھر نہایت رقت آمیز آواز میں فرمایا: اے میرے عزیزو! دنیا کی زندگی چند سانسوں کا سفر ہے۔ آج جو جوان ہے وہ کل بوڑھا ہوگا، جو طاقتور ہے وہ کمزور ہوگا، جو آباد ہے وہ ایک دن قبر میں ہوگا۔ لیکن ایک دن ایسا بھی آئے گا جب نہ دنیا ہوگی، نہ بازار ہوں گے، نہ گھر ہوں گے، نہ منصب ہوں گے، نہ دولت ہوگی۔ صرف اللہ تعالیٰ کی عدالت ہوگی اور بندے کے اعمال ہوں گے۔ اس دن ہر نبی علیہم السلام اپنی ذمہ داری ادا کر چکے ہوں گے، مگر ایک ہستی ایسی ہوگی جس کے لبوں پر اپنی امت کا غم ہوگا، جس کی زبان پر اُمَّتِي، اُمَّتِي ہوگا، اور وہ محمد رسول اللہ ﷺ ہوں گے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھرے لہجے میں فرمایا: اے اللہ کے بندو! یہ شفاعت کسی ذاتی اختیار سے نہیں ہوگی بلکہ اللہ تعالیٰ کی اجازت سے ہوگی۔ قرآنِ کریم نے فرمایا:

مَنۡ ذَا الَّذِیۡ یَشۡفَعُ عِنۡدَہٗۤ اِلَّا بِاِذۡنِہٖ ؕ

(سورۃ البقرۃ:255)

اس لیے ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ شفاعت کا اصل مالک اللہ تعالیٰ ہے، اور وہ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وہ عظیم مقام عطا فرمائے گا جسے مقامِ محمود کہا جاتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

عَسٰۤی اَنۡ یَّبۡعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحۡمُوۡدًا ﴿۷۹﴾

(سورۃ الاسراء:79)

میرے بھائیو! یہ وہ مقام ہے جس پر اولین و آخرین رشک کریں گے۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا: میرے دوستو! کبھی تم نے اپنے دل سے یہ سوال کیا کہ اگر آج میرا نامۂ اعمال میرے ہاتھ میں دے دیا جائے تو کیا میں خوش ہوں گا؟ کیا میری نمازیں، میری توبہ، میرے والدین کی خدمت، میرے اخلاق، میرے معاملات اور میرے دل کی کیفیت اس قابل ہے کہ میں شفاعتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا امیدوار بن سکوں؟ اپنے نفس سے یہ سوال ضرور کیا کرو، کیونکہ جو شخص دنیا میں اپنا محاسبہ کرتا ہے، آخرت میں اس کا حساب آسان ہو جاتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت درد بھرے انداز میں فرمایا: قیامت کا دن ایسا ہوگا کہ ہر انسان اپنی فکر میں ہوگا۔ قرآنِ کریم فرماتا ہے:

یَوۡمَ یَفِرُّ الۡمَرۡءُ مِنۡ اَخِیۡہِ ﴿۳۴﴾ۙ وَ اُمِّہٖ وَ

اَبِيْهِ ﴿۳۵﴾ وَ صَاحِبَتِهٖ وَ بَنِيْهِ ﴿۳۶﴾ لِكُلِّ امْرِئٍ
مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ ﴿۳۷﴾

(سورۃ عبس: 34-37)

ترجمہ: جس دن آدمی اپنے بھائی سے بھاگے گا، اور اپنی ماں اور اپنے باپ سے، اور اپنی بیوی اور اپنی اولاد سے۔ اس دن ان میں سے ہر شخص ایسی فکر میں مبتلا ہوگا جو اسے دوسروں سے بے نیاز کر دے گی۔

اس دن بھائی بھائی سے، ماں اپنے بیٹے سے، باپ اپنی اولاد سے اور شوہر اپنی بیوی سے بے نیاز ہوگا۔ لیکن محمد رسول اللہ ﷺ اپنی امت کو نہیں بھولیں گے۔

صحیح حدیث میں ہے کہ

فَأَخِرُّ سَاجِدًا لِرَبِّيْ، فَيَدَعُنِي مَا شَآءَ اللهُ
أَنْ يَدَعَنِيْ، ثُمَّ يُقَالُ: يَا مُحَمَّدُ، ارْفَعْ
رَأْسَكَ، قُلْ يُسْمَعْ لَكَ، سَلْ تُعْطَهْ،
وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ.

(صحیح البخاری: 7510، صحیح مسلم: 193)

پس میں اپنے رب کے حضور سجدہ میں گر جاؤں گا، اور اللہ مجھے اتنی دیر سجدے میں رہنے دے گا جتنی وہ چاہے گا۔ پھر فرمایا جائے گا: اے محمد! اپنا سر اٹھائیے، کہیے آپ کی بات سنی جائے گی، مانگیے آپ کو عطا کیا جائے گا، اور شفاعت کیجیے، آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔

حافظ صاحب نے مسکراتے ہوئے ایک مثال بیان کی اور فرمایا:

فرض کرو ایک چھوٹا بچہ ہجوم میں اپنے والد سے بچھڑ جائے۔ وہ ہر طرف خوف زدہ ہو کر دیکھتا ہے، لیکن جیسے ہی اسے اپنے باپ کا چہرہ نظر آتا ہے، اس کے دل سے سارا خوف ختم ہو جاتا ہے۔ میرے عزیزو! قیامت کے دن کی ہولناکی اس مثال سے کہیں زیادہ ہوگی، لیکن اہلِ ایمان کے دل میں یہ امید ہوگی کہ ہمارے نبی ﷺ اللہ تعالیٰ کے حضور ہماری شفاعت فرمائیں گے۔ یہ امید انسان کو گناہ پر دلیر نہیں بناتی بلکہ نیکی پر ثابت قدم کرتی ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت فکر انگیز انداز میں فرمایا:

یاد رکھو! شفاعت کا امیدوار وہی ہو سکتا ہے جو دنیا میں اپنے نبی ﷺ کی محبت کو عمل کے ذریعے ثابت کرے۔ زبان پر درود ہو مگر معاملات میں خیانت ہو، نماز میں غفلت ہو، والدین کو تکلیف دی جائے، بندوں کے حقوق پامال کیے جائیں، دل میں تکبر اور حسد ہو، پھر صرف شفاعت کی امید باندھ لینا درست نہیں۔ محبت کے ساتھ اطاعت بھی ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ

(سورۃ آل عمران:31)

حافظ صاحب نے نہایت عاجزی سے سر جھکا کر فرمایا:

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو شفاعتِ رسول ﷺ کی امید تھی، مگر وہ امید کے ساتھ عمل بھی کرتے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ راتوں کو روتے تھے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے نفس کا سخت محاسبہ کرتے تھے، حضرت عثمان غنی

رضی اللہ عنہ قرآن کی تلاوت میں مشغول رہتے تھے، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ عبادت اور عدل میں اپنی مثال آپ تھے۔ انہیں شفاعت کی امید تھی، لیکن انہوں نے کبھی عمل میں سستی نہیں کی۔

حافظ صاحب نے حاضرین کی طرف نہایت محبت سے دیکھا اور فرمایا:

اے ایمان والو! اگر تم چاہتے ہو کہ قیامت کے دن رسول اللہ ﷺ کی شفاعت نصیب ہو تو اپنے دل کو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے آباد کرو۔ ہر روز قرآنِ کریم کی تلاوت کرو، درودِ پاک کی کثرت کرو، سچی توبہ کرو، والدین کے قدموں میں جنت تلاش کرو، غریبوں کی مدد کرو، کسی کا دل نہ دکھاؤ، کسی پر ظلم نہ کرو، اپنے رزق کو حلال رکھو، اپنی نگاہوں کی حفاظت کرو، اپنی زبان کو جھوٹ، غیبت اور بہتان سے بچاؤ۔ یہی وہ اعمال ہیں جو بندے کو اللہ تعالیٰ کی رحمت کے قریب کرتے ہیں۔

حافظ صاحب نے نہایت سوز بھرے لہجے میں فرمایا:

میرے بھائیو! ایک بات ہمیشہ یاد رکھنا، دنیا میں جس قدر تم رسول اللہ ﷺ پر درود بھیجو گے، اللہ تعالیٰ تم پر اتنی ہی رحمتیں نازل فرمائے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ صَلَاۃً صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ بِھَا عَشْرًا

(صحیح مسلم:408)

یعنی جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے، اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔

درود شریف صرف زبان کا وظیفہ نہیں بلکہ دل کو رسول اللہ ﷺ کی محبت سے آباد کرنے کا ذریعہ ہے۔

حافظ صاحب کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور فرمایا:

اے میرے عزیزو! جب قبر کی مٹی ہمارے جسموں پر ڈال دی جائے گی، جب دنیا والے ہمیں بھول جائیں گے، جب ہمارے اعمال ہی ہمارا سرمایہ ہوں گے، تب کوئی مال ساتھ نہ ہوگا، کوئی دوست ساتھ نہ ہوگا، کوئی منصب ساتھ نہ ہوگا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ کی رحمت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت ہی امید کا سہارا ہوگی۔ اس لیے آج ہی اپنے دلوں کو پاک کرلو، آج ہی توبہ کرلو، آج ہی کسی کا حق واپس کردو، آج ہی والدین کو راضی کرلو، آج ہی اپنے رب سے معافی مانگ لو، کیونکہ معلوم نہیں اگلی سانس نصیب ہوگی یا نہیں۔

حافظ صاحب نے نہایت جذب و کیف کے ساتھ گفتگو کا اختتام فرمایا:

اے دل کے مسافرو! اپنی زندگی کو اس انداز سے گزارو کہ جب تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے حاضر ہو تو شرمندگی کے بجائے محبت اور امید کے ساتھ سر اٹھا سکو۔ اپنی نمازوں کی حفاظت کرو، اپنے اخلاق کو سنوارو، اپنے نفس کا تزکیہ کرو، اللہ تعالیٰ کا ذکر اپنا معمول بناؤ، صبر کو اپنا لباس، شکر کو اپنی زینت، اخلاص کو اپنا سرمایہ اور سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی زندگی کا دستور بنالو۔ یہی وہ راستہ ہے جو شفاعتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امید کو مضبوط کرتا ہے اور بندے کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے قریب لے جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی معرفت، اپنی محبت، اپنے ذکر، اپنے قرب، اپنے اخلاص اور اپنی کامل بندگی نصیب فرمائے۔ ہمیں اپنے محبوب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سچی محبت، کامل اتباع اور قیامت کے دن ان کی شفاعت نصیب فرمائے۔ آمین۔

محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان

الفاظ میں بیان کیا:

تمام تعریفیں اُس اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کے لیے ہیں جس نے محبت کو دلوں کی زندگی، ایمان کو روحوں کی روشنی، ذکر کو قلوب کا سکون، اخلاص کو اعمال کی جان اور اپنی اطاعت کو بندے کی حقیقی کامیابی بنایا۔ وہی رحمت فرمانے والا، کرم کرنے والا، دلوں کے حال جاننے والا اور اپنی بے پایاں نعمتوں سے بندوں کو نوازنے والا ہے۔

وہی رب ہے جس نے اپنی حکمت سے زمانے پیدا فرمائے، اپنی قدرت سے مخلوقات کو وجود بخشا، اپنی رحمت سے ہدایت کے چراغ روشن کیے اور اپنے فضل سے اپنے برگزیدہ بندوں کو بلند درجات عطا فرمائے۔ ہر عزت اسی کی عطا، ہر کمال اسی کا فضل اور ہر خیر اسی کے حکم سے ہے۔

اسی کی حمد و ثنا ہے کہ اس نے اپنے آخری رسول، حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو ایسا محبوب بنایا کہ ان کی محبت کو ایمان کا حصہ قرار دیا، ان کی اطاعت کو اپنی اطاعت بنایا اور ان کی سنت کو قیامت تک آنے والے انسانوں کے لیے نجات کا راستہ بنا دیا۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت سے حاضرین کی طرف دیکھا، پھر چند لمحے خاموش رہ کر فرمایا:

اے میرے عزیزو! دنیا میں ہر انسان کسی نہ کسی سے محبت کرتا ہے۔ کوئی اپنے مال سے محبت کرتا ہے، کوئی اپنی اولاد سے، کوئی اپنے گھر سے، کوئی اپنی شہرت سے، لیکن ایک محبت ایسی ہے جو دنیا بھی سنوار دیتی ہے اور آخرت بھی۔ وہ محبت محمد رسول اللہ ﷺ کی محبت ہے۔ یہ محبت صرف ایک جذبہ نہیں، بلکہ ایمان کی روح ہے، بندگی کی جان ہے اور اللہ تعالیٰ کے قرب تک پہنچنے کا سب سے حسین راستہ ہے۔

حافظ صاحب نے آہستہ آہستہ گفتگو کو آگے بڑھاتے ہوئے فرمایا:

میرے بھائیو! محبت کا دعویٰ کرنا آسان ہے، لیکن محبت کی قیمت ادا کرنا آسان نہیں۔ محبت ہمیشہ قربانی مانگتی ہے۔ جو شخص اپنے محبوب کی رضا کو اپنی خواہش پر مقدم

رکھے، وہی سچا محب ہوتا ہے۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ

(صحیح البخاری:15، صحیح مسلم:44)

یعنی تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک کامل ایمان والا نہیں ہوسکتا جب تک میں اسے اس کے والد، اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

میرے دوستو! اس حدیث کو صرف پڑھ لینا کافی نہیں، بلکہ ہر روز اپنے دل سے پوچھنا چاہیے کہ کیا واقعی میری زندگی اس حدیث کی گواہی دیتی ہے؟

حافظ صاحب نے نہایت نرمی سے فرمایا:

میرے عزیز! کبھی تم نے اپنے دل سے یہ سوال کیا کہ اگر آج رسول اللہ ﷺ میرے گھر تشریف لے آئیں تو کیا میری گفتگو، میری کمائی، میری نگاہ، میری زبان، میرے معاملات اور میرے اخلاق دیکھ کر خوش ہوں گے؟ کیا میرے موبائل میں وہ چیزیں ہیں جنہیں میں اپنے نبی ﷺ کے سامنے کھول سکوں؟ کیا میری مجلس ایسی ہے جس میں ان کی سنت کی خوشبو ہو؟ یہ سوال کسی کو مایوس کرنے کے لیے نہیں بلکہ دل کو جگانے کے لیے ہے، کیونکہ بیدار دل ہی محبت کا حق ادا کرتا ہے۔

حافظ صاحب نے مسکراتے ہوئے ایک مثال بیان کی اور فرمایا:

فرض کرو ایک بیٹا اپنے والد سے بہت محبت کا دعویٰ کرتا ہے، لیکن والد کی کسی بات پر عمل نہیں کرتا، اس کی نصیحت کو نظر انداز کرتا ہے اور اس کے حکم کے خلاف چلتا ہے۔ کیا اس کی محبت سچی کہلائے گی؟ ہرگز نہیں۔ اسی طرح اگر ہم زبان سے کہتے رہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ سے محبت کرتے ہیں، لیکن ہماری زندگی سنت سے خالی

ہوتو ہمیں اپنے دعوے پر غور کرنا چاہیے۔ محبت کی پہچان عمل سے ہوتی ہے، الفاظ سے نہیں۔

حافظ صاحب نے نہایت درد بھرے لہجے میں فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے محبتِ رسول ﷺ کو اپنی محبت کا ذریعہ بنایا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ

(سورۃ آل عمران:31)

ترجمہ: آپ فرما دیجیے: اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔

غور کرو! اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ صرف محبت کا دعویٰ کرو، بلکہ فرمایا کہ میرے محبوب ﷺ کی پیروی کرو، پھر میں تم سے محبت کروں گا۔ دنیا میں اس سے بڑی سعادت اور کیا ہوگی کہ بندہ اپنے رب کا محبوب بن جائے؟

حافظ صاحب نے نہایت فکر انگیز انداز میں فرمایا:

اے اللہ کے بندو! محبتِ رسول ﷺ صرف میلاد کی محفلوں، نعتوں اور درود کی مجالس تک محدود نہیں۔ یہ تو زندگی کے ہر لمحے میں نظر آنی چاہیے۔ جب تم سچ بولو تو محبتِ رسول ﷺ، جب تم امانت ادا کرو تو محبتِ رسول ﷺ، جب تم والدین کے قدم دباؤ تو محبتِ رسول ﷺ، جب تم کسی یتیم کو کھانا کھلاؤ تو محبتِ رسول ﷺ، جب تم کسی غریب کی عزت بچاؤ تو محبتِ رسول ﷺ، جب تم اپنے غصے کو اللہ کی رضا کے لیے روک لو تو محبتِ رسول ﷺ۔ محبت اگر کردار میں نہ اترے تو وہ

صرف ایک احساس رہ جاتی ہے، زندگی نہیں بنتی۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

میرے بھائیو! محبتِ رسول ﷺ دل کو نرم کرتی ہے، آنکھوں کو اشکبار کرتی ہے، زبان کو درود سے آباد کرتی ہے، نفس کو گناہوں سے روکتی ہے، بندے کو ذکرِ الٰہی کی طرف لے جاتی ہے، توبہ کی توفیق دیتی ہے، شکر کا ذوق پیدا کرتی ہے، صبر کو آسان بناتی ہے اور انسان کو آخرت کی تیاری کی فکر عطا کرتی ہے۔ جس دل میں رسول اللہ ﷺ کی محبت زندہ ہو، وہاں تکبر زیادہ دیر نہیں رہ سکتا، حسد ٹھہر نہیں سکتا اور نفرت اپنا گھر نہیں بنا سکتی۔

حافظ صاحب نے نہایت سوز و گداز کے ساتھ فرمایا:

اے میرے دوستو! اپنے گھروں کو محبتِ رسول ﷺ کا گلستان بنا دو۔ صبح بچوں کو سلام سکھاؤ، انہیں درود شریف پڑھاؤ، کھانے سے پہلے بسم اللہ سکھاؤ، سچ بولنے کی عادت ڈالو، بڑوں کا ادب اور چھوٹوں پر شفقت سکھاؤ۔ یاد رکھو! جو گھر سنت سے آباد ہو جاتا ہے، وہاں شیطان کے وسوسے کمزور پڑ جاتے ہیں، دلوں میں سکون اترتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سایہ فگن ہو جاتی ہے۔

حافظ صاحب نے اپنی نگاہیں جھکا کر نہایت عاجزی سے فرمایا:

میرے عزیزو! موت ہم سب کے قریب ہے۔ ایک دن ہماری زبان خاموش ہو جائے گی، ہمارے ہاتھ رک جائیں گے، ہماری آنکھیں بند ہو جائیں گی، لیکن اگر دل میں محبتِ رسول ﷺ کا چراغ روشن ہوگا تو قبر کی تاریکی بھی روشن ہو جائے گی۔ قیامت کے دن جب ہر شخص پریشان ہوگا، تب یہی محبت امید کا سہارا بنے گی۔ اس لیے دنیا کی فانی محبتوں کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت پر غالب نہ آنے دو۔ اپنے نفس کا تزکیہ کرو، حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کرو، والدین کی خدمت کو سعادت سمجھو، ہر روز کچھ وقت قرآنِ کریم کے ساتھ گزارو، کثرت سے درود شریف پڑھو اور

اپنے ہر عمل سے پہلے یہ سوچو کہ کیا یہ میرے محبوب نبی ﷺ کو پسند ہوگا؟

حافظ صاحب نے نہایت جذب و کیف کے ساتھ گفتگو کا اختتام فرمایا:

اے دل کے مسافرو! اگر تم چاہتے ہو کہ تمہارا دل کبھی ویران نہ ہو، تمہاری روح کبھی بے سکون نہ ہو، تمہارا ایمان کبھی کمزور نہ ہو اور تمہاری آخرت روشن ہو جائے تو محبتِ رسول ﷺ کو اپنی زندگی کا سب سے قیمتی سرمایہ بنا لو۔ اس محبت کو دعوے سے نہیں، عمل سے زندہ رکھو۔ سنت کو اپنے لباس میں، اپنے اخلاق میں، اپنے معاملات میں، اپنی عبادت میں اور اپنی خلوت و جلوت میں جگہ دو۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی معرفت، اپنی محبت، اپنے ذکر، اپنے قرب، اپنے اخلاص اور اپنی کامل بندگی نصیب فرمائے۔ ہمارے دلوں کو محبتِ محمد رسول اللہ ﷺ سے ہمیشہ منور رکھے۔ آمین۔

اقوال رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

تمام تعریفیں اُس اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو علم کا سرچشمہ، حکمت کا خزانہ، ہدایت کا مالک، رحمت کا سمندر اور نورِ ایمان کا عطا فرمانے والا ہے۔ وہی دلوں کو اپنی یاد سے زندہ کرتا ہے، روحوں کو اپنے قرب سے سکون دیتا ہے، گناہوں کو معاف فرماتا ہے اور اپنے فضل سے بندوں کو حق و باطل میں فرق کرنے کی بصیرت عطا کرتا ہے۔

وہی ربِ کریم ہے جس نے انسان کو عقل عطا فرمائی، زبان کو بیان کا ہنر دیا، دل کو محبت کی صلاحیت بخشی اور اپنے انبیائے کرام علیہم السلام کے ذریعے انسانیت کو زندگی گزارنے کا بہترین راستہ سکھایا۔ اس کی ہر نعمت رحمت، ہر حکم عدل اور ہر فیصلہ

حکمت سے بھرپور ہے۔

اسی کی حمد ہے کہ اس نے اپنے محبوب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو ایسا جامع الکمالات رسول بنایا کہ آپ ﷺ کے ہر قول میں ہدایت، ہر فرمان میں حکمت، ہر نصیحت میں رحمت اور ہر تعلیم میں دنیا و آخرت کی کامیابی کو جمع فرما دیا۔

حافظ صاحب نے نہایت وقار کے ساتھ حاضرین کی طرف دیکھا، پھر دھیمے لہجے میں فرمایا:

اے میرے عزیزو! اگر تم مجھ سے پوچھو کہ اس دنیا میں سب سے قیمتی الفاظ کس کے ہیں، تو میں بلا تردد کہوں گا کہ اللہ تعالیٰ کے کلام کے بعد سب سے قیمتی، سب سے سچے، سب سے پاکیزہ اور سب سے مبارک الفاظ محمد رسول اللہ ﷺ کے اقوال ہیں۔ انسان کے الفاظ وقت کے ساتھ پرانے ہو جاتے ہیں، بادشاہوں کے قوانین بدل جاتے ہیں، فلسفیوں کے نظریات تبدیل ہو جاتے ہیں، لیکن رسول اللہ ﷺ کے فرامین قیامت تک تازہ رہیں گے، کیونکہ وہ وحی کی روشنی میں فرمائے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَ مَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝۳ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰى ۝۴

(سورۃ النجم:3-4)

ترجمہ: اور وہ اپنی خواہشِ نفس سے کچھ نہیں فرماتے۔ یہ تو صرف وہی (کلام) ہے جو ان کی طرف وحی کیا جاتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھرے انداز میں فرمایا:

میرے بھائیو! رسول اللہ ﷺ کا ہر قول صرف پڑھنے کے لیے نہیں بلکہ جینے

کے لیے ہے۔ جب آپ ﷺ فرماتے ہیں:

إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ

(صحیح البخاری:1، صحیح مسلم:1907)

ترجمہ: اعمال کا دارومدار صرف نیتوں پر ہے۔

تو گویا آپ ہمیں سکھا رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اعمال کی ظاہری صورت سے پہلے دل کی نیت کو دیکھتا ہے۔ اس لیے اگر دل میں اخلاص نہیں تو بڑے بڑے اعمال بھی بے روح ہو جاتے ہیں، اور اگر دل میں اخلاص ہو تو معمولی سا عمل بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں عظیم بن جاتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت شفقت سے فرمایا:

میرے دوستو! کبھی تم نے اپنے دل سے یہ سوال کیا کہ آج میں نے رسول اللہ ﷺ کا کون سا فرمان اپنی زندگی میں نافذ کیا؟ کیا میں نے کسی غریب کے ساتھ نرمی کی؟ کیا میں نے کسی کو معاف کیا؟ کیا میں نے اپنے والدین سے ادب سے بات کی؟ کیا میں نے جھوٹ سے اپنی زبان بچائی؟ اگر ہر رات سونے سے پہلے انسان اپنے آپ سے یہ سوال کر لے تو اس کی زندگی بدل سکتی ہے۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

الدِّينُ النَّصِيحَةُ

(صحیح مسلم:55)

یعنی دین سراسر خیر خواہی کا نام ہے۔

میرے عزیزو! یہ ایک مختصر جملہ ہے مگر پوری زندگی کا دستور ہے۔ جو شخص دوسروں کے لیے خیر چاہتا ہے، اللہ تعالیٰ بھی اس کے لیے خیر کے دروازے کھول دیتا ہے۔ اگر تم اپنے بھائی کی کامیابی پر خوش ہوتے ہو، کسی کی عزت بچاتے ہو، کسی کو گناہ

سے بچانے کی کوشش کرتے ہو، تو تم اس حدیث پر عمل کر رہے ہو۔

حافظ صاحب نے مسکراتے ہوئے ایک مثال بیان کی اور فرمایا:

فرض کرو ایک ڈاکٹر اپنے مریض کو دوا دیتا ہے۔ اگر مریض دوا کو صرف ہاتھ میں پکڑے رکھے اور کبھی استعمال نہ کرے تو بیماری ختم نہیں ہوگی۔ اسی طرح اگر ہم احادیث کی کتابیں گھر میں رکھیں، ان کی خوبصورت جلدوں کی تعریف کریں، مگر ان پر عمل نہ کریں، تو ہمارے دلوں کی بیماریاں کیسے دور ہوں گی؟ رسول اللہ ﷺ کے اقوال دلوں کی دوا ہیں، لیکن دوا تب فائدہ دیتی ہے جب اسے استعمال کیا جائے۔

حافظ صاحب نے نہایت فکر انگیز انداز میں فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَيَدِهٖ

(صحیح البخاری:10، صحیح مسلم:40)

یعنی مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

میرے بھائیو! اگر ہم اس ایک حدیث پر بھی عمل کر لیں تو کتنے جھگڑے ختم ہو جائیں، کتنے گھر آباد ہو جائیں، کتنے دل جڑ جائیں اور کتنی نفرتیں محبت میں بدل جائیں۔

حافظ صاحب نے نہایت درد بھرے لہجے میں فرمایا:

اے اللہ کے بندو! رسول اللہ ﷺ کے اقوال صرف عبادات تک محدود نہیں بلکہ زندگی کے ہر شعبے کی رہنمائی کرتے ہیں۔ تجارت میں سچائی، معاملات میں دیانت، والدین کی خدمت، پڑوسی کے حقوق، یتیموں پر شفقت، غریبوں کی مدد، وعدے کی پابندی، حسنِ اخلاق، صبر، شکر، توبہ، ذکرِ الٰہی اور آخرت کی تیاری، ہر

میدان میں آپ ﷺ کی تعلیمات انسان کو کامل انسان بناتی ہیں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

(سورۃ الاحزاب:21)

ترجمہ: یقیناً تمہارے لیے اللہ کے رسول ﷺ کی زندگی میں بہترین نمونہ موجود ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت عاجزی سے سر جھکا کر فرمایا:

میرے عزیزو! صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا حال یہ تھا کہ جب رسول اللہ ﷺ کا کوئی فرمان سنتے تو فوراً اس پر عمل کرتے۔ وہ یہ نہیں کہتے تھے کہ کل سے عمل کریں گے، بلکہ اسی لمحے اپنی زندگی بدل لیتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ چند سالوں میں وہ دنیا کے بہترین انسان بن گئے۔ ان کی قوت ان کی تلوار میں نہیں تھی، بلکہ رسول اللہ ﷺ کے اقوال پر عمل کرنے میں تھی۔

حافظ صاحب نے حاضرین کی طرف محبت سے دیکھا اور فرمایا:

آج ہماری کمزوری کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے اقوال سنتے تو ہیں، مگر انہیں اپنی روزمرہ زندگی کا حصہ نہیں بناتے۔ اگر ہم صبح گھر سے نکلتے وقت یہ نیت کریں کہ آج میں کسی سے جھوٹ نہیں بولوں گا، کسی کا دل نہیں دکھاؤں گا، کسی پر ظلم نہیں کروں گا، ہر کام اخلاص سے کروں گا اور ہر حال میں اللہ تعالیٰ کو یاد رکھوں گا، تو یہ رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات پر چلنے کی ابتدا ہوگی۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

میرے بھائیو! اپنے گھروں کو حدیثِ رسول ﷺ کی خوشبو سے آباد کرو۔ روزانہ ایک حدیث پڑھو، اپنے بچوں کو سناؤ، اس کا مطلب سمجھاؤ اور پھر سب مل کر اس پر عمل کرنے کی کوشش کرو۔ دیکھنا، تمہارے گھروں میں برکت آئے گی، دلوں میں محبت بڑھے گی، اولاد نیک بنے گی اور گھریلو زندگی میں سکون اترے گا۔ حدیث صرف مسجد کی چیز نہیں، بلکہ گھر، بازار، دفتر، سفر، تجارت اور ہر لمحے کی رہنما ہے۔

حافظ صاحب کی آنکھیں نم ہو گئیں اور فرمایا:

اے میرے دوستو! یاد رکھو، ایک دن ہم سب نے اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہونا ہے۔ اس دن ہم سے یہ بھی پوچھا جائے گا کہ میرے محبوب ﷺ کے اقوال تم تک پہنچے تھے، تم نے ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ کیا انہیں صرف سنا، یا ان پر عمل بھی کیا؟ اس لیے آج ہی اپنے دل کو زندہ کرو، توبہ کرو، ذکرِ الٰہی کو لازم پکڑو، والدین کی خدمت کو سعادت سمجھو، بندوں کے حقوق ادا کرو، دنیا کو آخرت کی کھیتی سمجھو اور رسول اللہ ﷺ کے ہر فرمان کو اپنی زندگی کا دستور بنا لو۔

حافظ صاحب نے نہایت جذب و کیف کے ساتھ گفتگو کا اختتام فرمایا:

اے دل کے مسافرو! رسول اللہ ﷺ کے اقوال نور ہیں، شفا ہیں، رحمت ہیں، حکمت ہیں اور نجات کا راستہ ہیں۔ ان سے اپنا رشتہ مضبوط کرو، انہیں پڑھو، سمجھو، اپنے دل میں اتارو، اپنے گھر والوں کو سکھاؤ اور اپنے کردار میں نمایاں کرو۔ جب حدیث تمہاری زبان سے نکل کر تمہارے عمل میں آ جائے گی تو تمہارا دل بدل جائے گا، تمہارا گھر بدل جائے گا، تمہارا معاشرہ بدل جائے گا اور ان شاء اللہ تمہاری آخرت بھی سنور جائے گی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی معرفت، اپنی محبت، اپنے ذکر، اپنے قرب، اپنے اخلاص اور اپنی کامل بندگی نصیب فرمائے۔ ہمیں اپنے محبوب محمد مصطفیٰ ﷺ کے ہر قول کا ادب، اس پر کامل یقین اور اس کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین۔

تعظیم و ادبِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

تمام تعریفیں اُس اللہ ربّ کریم کے لیے ہیں جس کی کبریائی بے انتہا، جس کی عظمت لامحدود، جس کی رحمت بے کنار، جس کی حکمت ہر شے پر غالب اور جس کا علم ظاہر و باطن، ماضی و مستقبل اور دلوں کے پوشیدہ رازوں کو محیط ہے۔ وہی اپنے فضل سے ایمان عطا کرتا ہے، اپنے کرم سے دلوں کو نور بخشتا ہے اور اپنے لطف سے بندوں کو اپنی رضا کے راستے پر چلاتا ہے۔

وہی اللہ تعالیٰ عزت دینے والا، رفعت عطا فرمانے والا، دلوں کو جوڑنے والا، لغزشوں کو معاف کرنے والا اور اپنے مقرب بندوں کو اپنی خاص رحمتوں سے نوازنے والا ہے۔ ہر نعمت اسی کی عطا، ہر بھلائی اسی کا احسان اور ہر کامیابی اسی کے فضل کا نتیجہ ہے۔

اسی کی حمد و ثنا ہے کہ اس نے اپنے محبوب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسا بلند مقام عطا فرمایا کہ ان کی تعظیم کو اپنی تعظیم، ان کی اطاعت کو اپنی اطاعت اور ان کے ادب کو ایمان کی علامت قرار دیا۔ پاک ہے وہ رب جس کی ہر عطا حکمت اور ہر فیصلہ عدل و رحمت پر مبنی ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت وقار کے ساتھ سر جھکا لیا، جیسے دل ادبِ رسالت کے سمندر میں ڈوب گیا ہو، پھر آہستہ آہستہ سر اٹھایا اور محبت بھری نگاہ سے حاضرین کو دیکھتے ہوئے فرمایا:

اے میرے عزیزو! انسان کی پہچان اس کے ادب سے ہوتی ہے۔ جس کے دل میں ادب نہیں، اس کے علم میں برکت نہیں، اس کی عبادت میں مٹھاس نہیں اور اس کے اخلاق میں نور نہیں۔ اور یاد رکھو! تمام ادبوں سے بلند ادب، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ادب ہے۔ یہی ادب ایمان کی زینت، محبت کی علامت اور قربِ الٰہی کا راستہ ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت نرمی سے فرمایا: میرے بھائیو! اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ادب ہمیں خود سکھایا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ①

(سورۃ الحجرات:1)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آگے نہ بڑھو، اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ بے شک اللہ خوب سننے والا، خوب جاننے والا ہے۔

پھر فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ

(سورۃ الحجرات:2)

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبیِ کریم ﷺ کی آواز سے بلند نہ کرو۔

غور کرو! اللہ تعالیٰ نے صرف یہ نہیں فرمایا کہ رسول کی بات مانو، بلکہ یہ بھی سکھایا کہ ان کے سامنے آواز بلند نہ کرنا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ادب صرف عمل میں نہیں بلکہ لہجے، انداز، الفاظ اور دل کی کیفیت میں بھی ہونا چاہیے۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

اے میرے دوستو! کبھی تم نے اپنے دل سے یہ سوال کیا کہ جب میرے سامنے رسول اللہ ﷺ کا نام لیا جاتا ہے تو میرے دل کی کیفیت کیا ہوتی ہے؟ کیا میری زبان بے اختیار درودِ پاک پڑھتی ہے؟ کیا میرے دل میں محبت اور تعظیم کی لہر دوڑ جاتی ہے؟ یا میرا دل غفلت میں رہتا ہے؟ اپنے دل کا یہ امتحان ضرور لیا کرو، کیونکہ جس دل میں ادبِ رسول ﷺ بیدار ہو جائے، اس دل میں اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت اترتی ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت سے ایک مثال بیان کرتے ہوئے فرمایا:

ایک بچہ اپنے والد کے قلم کو بھی بڑی احتیاط سے سنبھالتا ہے، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ یہ میرے والد کی نشانی ہے۔ اگر ایک دنیاوی محبت انسان کو یہ ادب سکھا سکتی ہے تو ذرا سوچو، جس ہستی نے ہمیں ایمان دیا، قرآن پہنچایا، جنت کا راستہ بتایا، اس کے نام، اس کی سنت، اس کی حدیث اور اس کی تعلیمات کا ادب ہمارے دل میں کتنا عظیم ہونا چاہیے۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے دل ادبِ رسول ﷺ سے بھرے ہوئے تھے۔ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ جب سورۂ حجرات کی یہ آیت سنی کہ نبی ﷺ کی آواز سے اپنی آواز بلند نہ کرو، تو انہیں خوف ہوا کہ کہیں ان

سے کوئی بے ادبی نہ ہوگئی ہو۔ وہ اپنے گھر میں بیٹھ کر رونے لگے، یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں خوشخبری دی کہ وہ اہلِ جنت میں سے ہیں۔
(صحیح البخاری:4846)

میرے عزیزو! یہ تھا ادب کا مقام کہ جس چیز سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا، اس کے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا دل فوراً کانپ اٹھتا تھا۔

حافظ صاحب نے نہایت فکر انگیز انداز میں فرمایا:

ادبِ رسول ﷺ صرف زبان سے ﷺ پڑھنے کا نام نہیں، اگرچہ یہ بھی عظیم سعادت ہے۔ اصل ادب یہ ہے کہ جب سنت سامنے آجائے تو اپنی رائے کو پیچھے کردو، جب حدیث سامنے آجائے تو اپنی خواہش کو چھوڑ دو، جب شریعت کا حکم آجائے تو دنیا کے فائدے کو قربان کردو۔ یہی وہ ادب ہے جو اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت درد بھرے لہجے میں فرمایا:

اے اللہ کے بندو! بعض لوگ محبت کا دعویٰ تو کرتے ہیں، لیکن سنت کو معمولی سمجھتے ہیں۔ یاد رکھو! جو شخص رسول اللہ ﷺ کی سنت کو حقیر سمجھے، وہ ادب کے مقام سے محروم ہوجاتا ہے۔ محبت اور ادب ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوسکتے۔ جہاں سچی محبت ہوگی، وہاں ادب ضرور ہوگا، اور جہاں ادب ہوگا، وہاں اطاعت بھی ہوگی۔

حافظ صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا:

فرض کرو ایک شاگرد اپنے استاد سے بے حد محبت کرتا ہے۔ وہ استاد کی ہر بات غور سے سنتا ہے، اس کے لکھے ہوئے ہر لفظ کی حفاظت کرتا ہے اور اس کی نصیحت پر عمل کرتا ہے، اسی لیے وہ کامیاب ہوجاتا ہے۔ میرے بھائیو! ہم محمد رسول اللہ ﷺ کے امتی ہیں۔ اگر ہم ان کی احادیث کو محبت سے پڑھیں، ان کی سنت کو زندگی میں اختیار کریں اور ان کی تعلیمات پر عمل کریں تو دنیا و آخرت دونوں سنور جائیں گی۔

حافظ صاحب نے نہایت عاجزی سے سر جھکا کر فرمایا:

ادبِ رسول ﷺ کا ایک اہم تقاضا درودِ پاک کی کثرت بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خود ہمیں حکم دیا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝۵۶

(سورۃ الاحزاب:56)

ترجمہ: بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبیِ کریم ﷺ پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود بھیجو اور خوب سلام پیش کرو۔

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اَلْبَخِيْلُ مَنْ ذُكِرْتُ عِنْدَهٗ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ

(جامع الترمذی:3546)

یعنی بخیل وہ ہے جس کے سامنے میرا ذکر ہوا اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔

میرے عزیزو! اپنے دل کو درود شریف سے آباد کر لو، کیونکہ درود محبت کی زبان بھی ہے اور ادب کی خوشبو بھی۔

حافظ صاحب نے حاضرین کی طرف نہایت شفقت سے دیکھا اور فرمایا:

اپنے گھروں میں ادبِ رسول ﷺ کو زندہ کرو۔ بچوں کو سکھاؤ کہ جب رسول

اللہ ﷺ کا نام آئے تو ادب سے درود پڑھیں، حدیث سنیں تو توجہ سے سنیں، سیرتِ طیبہ پڑھیں تو محبت سے پڑھیں، سنت پر عمل کریں تو خوشی سے کریں۔ جب نئی نسل کے دلوں میں ادبِ رسول ﷺ بیدار ہوگا تو ایمان مضبوط ہوگا، اخلاق سنوریں گے، گھروں میں رحمت اترے گی اور معاشرہ امن کا گہوارہ بن جائے گا۔

حافظ صاحب کی آنکھیں اشکبار ہوگئیں اور فرمایا:

اے میرے بھائیو! قبر میں دولت ساتھ نہیں جائے گی، شہرت ساتھ نہیں جائے گی، مگر رسول اللہ ﷺ کی محبت، ان کی سنت کی پیروی، ان کا ادب اور ان پر بھیجا ہوا درود ضرور ساتھ جائے گا۔ قیامت کے دن انسان انہی اعمال پر خوش ہوگا جنہیں آج شاید معمولی سمجھ رہا ہے۔ اس لیے اپنی زبان کو درود سے تر رکھو، اپنے دل کو محبت سے روشن رکھو، اپنے نفس کو توبہ سے پاک رکھو، اپنے والدین کی خدمت کرو، بندوں کے حقوق ادا کرو، صبر اور شکر کو اپنا شعار بناؤ اور ہر قدم پر یہ سوچو کہ کیا میرا یہ عمل میرے نبی ﷺ کے ادب کے مطابق ہے؟

حافظ صاحب نے نہایت جذب و کیف کے ساتھ گفتگو کا اختتام فرمایا:

اے دل کے مسافرو! ادبِ رسول ﷺ کو اپنی زندگی کا سب سے قیمتی زیور بنا لو۔ یہی ادب تمہیں اللہ تعالیٰ کی محبت تک لے جائے گا، یہی ادب تمہارے اعمال میں اخلاص پیدا کرے گا، یہی ادب تمہارے دل کو ذکرِ الٰہی سے آباد کرے گا، یہی ادب تمہیں گناہوں سے بچائے گا اور یہی ادب تمہاری آخرت کو روشن کرے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی معرفت، اپنی محبت، اپنے ذکر، اپنے قرب، اپنے اخلاص اور اپنی کامل بندگی نصیب فرمائے۔ ہمارے دلوں کو محمد رسول اللہ ﷺ کی محبت، تعظیم اور ادب سے ہمیشہ منور رکھے، ہمیں سنتِ نبوی ﷺ پر ثابت قدم رکھے آمین۔

عبادتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

تمام تعریفیں اُس اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو آسمانوں اور زمین کا خالق، تمام جہانوں کا رب، ہر دل کی دھڑکن کا جاننے والا، ہر سانس کا مالک، ہر نعمت کا عطا کرنے والا اور ہر عبادت کا حقیقی مستحق ہے۔ اسی کی کبریائی بلند، اسی کی سلطنت ابدی، اسی کی رحمت بے کنار اور اسی کا احسان ہر لمحہ بندوں پر سایہ فگن ہے۔

وہی اللہ ہے جس نے اپنے فضل سے ایمان عطا فرمایا، اپنے کرم سے قرآن نازل فرمایا، اپنے لطف سے دلوں کو ذکر کی مٹھاس دی اور اپنے محبوب بندوں کو اپنی معرفت کے اعلیٰ مقامات عطا فرمائے۔ وہی سجدوں کو قبول کرنے والا، آنسوؤں کو جاننے والا، دعاؤں کو سننے والا اور ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑنے والا ہے۔

اسی کی حمد و ثنا ہے کہ اس نے اپنے محبوب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عبادت کا ایسا کامل نمونہ بنایا کہ قیامت تک آنے والے ہر مومن کے لیے ان کی بندگی، خشوع، اخلاص، تضرع اور تقویٰ روشنی کا مینار بن گئے۔

حافظ صاحب نے نہایت سکون سے اپنی نگاہیں جھکا لیں، پھر ایسا محسوس ہوا جیسے دل سجدۂ شکر میں ڈوب گیا ہو، چند لمحوں کے بعد محبت بھرے لہجے میں فرمایا:

اے میرے عزیزو! اگر تم اللہ تعالیٰ کے کسی ایسے بندے کو دیکھنا چاہتے ہو جس نے بندگی کا حق ادا کیا، تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کو دیکھو۔ اگر تم جاننا چاہتے ہو کہ عاجزی کیا ہوتی ہے، آنسوؤں والی دعا کیا ہوتی ہے، سجدے کی لذت کیا ہوتی ہے، رات کی تنہائی میں رب سے سرگوشی کیسے کی جاتی ہے، تو اپنے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کی عبادت کو دیکھو۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں سب سے بلند مقام عطا فرمایا، ان کے اگلے پچھلے گناہوں کی مغفرت کا اعلان فرمایا، پھر بھی ان کی عبادت ایسی تھی کہ دیکھنے والوں کے دل پگھل جاتے تھے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھرے انداز میں فرمایا:

میرے بھائیو! رسول اللہ ﷺ راتوں کو اس قدر طویل قیام فرماتے کہ آپ کے قدم مبارک سوجھ جاتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے تو آپ کے اگلے پچھلے سب قصور معاف فرما دیے ہیں، پھر آپ اتنی مشقت کیوں اٹھاتے ہیں؟

آپ ﷺ نے فرمایا:

أَفَلَا أَكُوْنُ عَبْدًا شَكُوْرًا

(صحیح البخاری:4837، صحیح مسلم:2819)

یعنی کیا میں اپنے رب کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟

میرے دوستو! ذرا غور کرو، جس ہستی کی مغفرت کا اعلان ہو چکا، وہ بھی شکر کے جذبے سے اتنی عبادت کرے، تو ہم گناہگاروں کو کتنی زیادہ عبادت اور کتنی زیادہ توبہ کی ضرورت ہے۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

اے میرے عزیز! کبھی تم نے اپنے دل سے یہ سوال کیا کہ میری نماز صرف جسم کی حرکت ہے یا میرے دل کی حاضری بھی اس میں شامل ہے؟ جب میں سجدے میں جاتا ہوں تو کیا واقعی مجھے محسوس ہوتا ہے کہ میں اپنے رب کے سامنے ہوں؟ اگر عبادت میں دل حاضر نہ ہو تو انسان نماز پڑھ لیتا ہے، مگر نماز اس کے دل کو نہیں پڑھاتی۔ رسول اللہ ﷺ کی عبادت کا راز یہی تھا کہ ان کا جسم بھی اللہ کے سامنے تھا

اور دل بھی اللہ کے سامنے تھا۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو عبادت کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

وَ اعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ﴿۹۹﴾

(سورۃ الحجر:99)

یعنی اپنے رب کی عبادت کرتے رہو یہاں تک کہ تمہیں موت آجائے۔

میرے بھائیو! اس آیت میں ہم سب کے لیے سبق ہے کہ بندگی کی کوئی ریٹائرمنٹ نہیں۔ جوانی میں بھی عبادت، بڑھاپے میں بھی عبادت، صحت میں بھی عبادت، بیماری میں بھی عبادت، خوشی میں بھی عبادت اور آزمائش میں بھی عبادت۔

حافظ صاحب نے نہایت فکر انگیز انداز میں فرمایا:

آج بہت سے لوگ عبادت کو صرف نماز تک محدود سمجھتے ہیں، حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے پوری زندگی کو عبادت بنا دیا تھا۔ سچ بولنا عبادت، والدین کی خدمت عبادت، حلال روزی کمانا عبادت، یتیم پر شفقت عبادت، بیوی بچوں کے ساتھ حسنِ سلوک عبادت، راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹا دینا عبادت، بیمار کی عیادت عبادت اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے مسکرانا بھی عبادت ہے۔ عبادت صرف مسجد کی چار دیواری میں نہیں، بلکہ مومن کی پوری زندگی میں پھیل جاتی ہے۔

حافظ صاحب نے مسکراتے ہوئے ایک مثال دی اور فرمایا:

فرض کرو ایک مالی روزانہ اپنے باغ کو پانی دیتا ہے۔ اگر وہ کئی دن پانی نہ دے تو سبز درخت بھی سوکھنے لگتے ہیں۔ میرے عزیزو! دل بھی ایک باغ ہے۔ اس باغ کا پانی عبادت ہے۔ اگر نماز، ذکر، قرآن، دعا اور استغفار کا پانی نہ ملے تو دل سخت ہونے لگتا ہے، پھر گناہ آسان لگنے لگتے ہیں اور نیکی بوجھ محسوس ہونے لگتی ہے۔ رسول اللہ

ﷺ کی عبادت ہمیں سکھاتی ہے کہ دل کو روزانہ اللہ تعالیٰ سے جوڑو۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت سے فرمایا:

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عبادت کا ذوق رسول اللہ ﷺ سے سیکھا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نماز میں قرآن پڑھتے تو رونے لگتے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی سسکیاں صفوں کے پیچھے تک سنائی دیتیں، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ راتوں کو قرآن کی تلاوت میں مشغول رہتے اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ عبادت میں اس قدر محو ہو جاتے کہ دنیا کی خبر نہ رہتی۔ یہ سب اس مدرسۂ نبوت کے شاگرد تھے جہاں عبادت رسم نہیں بلکہ عشق تھی۔

حافظ صاحب نے نہایت درد بھرے لہجے میں فرمایا:

اے اللہ کے بندو! اگر تم اللہ تعالیٰ کا قرب چاہتے ہو تو عبادت میں اخلاص پیدا کرو۔ ریاکاری سے بچو، لوگوں کو دکھانے کے لیے عبادت نہ کرو، بلکہ اپنے رب کی رضا کے لیے کرو۔ قرآنِ کریم میں ارشاد ہے:

وَ مَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۙ

(سورۃ البینۃ:5)

ترجمہ: حالانکہ انہیں صرف یہی حکم دیا گیا تھا کہ وہ خالص اللہ ہی کی عبادت کریں، اسی کے لیے دین کو خالص رکھتے ہوئے۔

عبادت کی جان اخلاص ہے، اور اخلاص وہ دولت ہے جو دل کو اللہ تعالیٰ کے قریب کر دیتی ہے۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے چند لمحوں کے بعد فرمایا:

میرے بھائیو! رسول اللہ ﷺ کی عبادت میں توازن بھی تھا۔ آپ ﷺ عبادت کرتے، اہلِ خانہ کے حقوق بھی ادا کرتے، صحابہ کی تربیت بھی فرماتے، بیماروں کی عیادت بھی کرتے، یتیموں پر شفقت بھی کرتے اور امت کی رہنمائی بھی فرماتے۔ اس لیے دین یہ نہیں کہ انسان صرف نوافل میں مشغول ہو کر والدین، اہلِ خانہ اور بندوں کے حقوق بھول جائے۔ کامل عبادت وہ ہے جس میں حقوق اللہ بھی ادا ہوں اور حقوق العباد بھی۔

حافظ صاحب کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں اور فرمایا:

اے میرے دوستو! رات کی تنہائی میں دو رکعت نماز پڑھ کر اپنے رب سے بات کرنے کی عادت ڈال لو۔ جب دنیا سو رہی ہو، تم اپنے رب کے سامنے کھڑے ہو جاؤ۔ اپنے گناہوں کا اعتراف کرو، اپنے والدین کے لیے دعا کرو، اپنی اولاد کے لیے دعا کرو، پوری امتِ مسلمہ کے لیے دعا کرو۔ یقین کرو، تنہائی کے وہ آنسو قیامت کے دن تمہارے لیے رحمت بن جائیں گے۔ رسول اللہ ﷺ کا دل بھی راتوں کی عبادت میں اپنے رب کے سامنے جھکتا تھا، اور یہی ان کی امت کے لیے بہترین نمونہ ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت جذب و کیف کے ساتھ گفتگو کا اختتام فرمایا:

اے دل کے مسافرو! عبادت کو بوجھ نہ سمجھو، اسے اپنے رب سے ملاقات سمجھو۔ نماز کو فرض نہیں بلکہ سعادت سمجھو، قرآن کو کتاب نہیں بلکہ اپنے رب کا پیغام سمجھو، ذکر کو وظیفہ نہیں بلکہ دل کی زندگی سمجھو، توبہ کو شرمندگی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا دروازہ سمجھو، اور رسول اللہ ﷺ کی عبادت کو اپنی زندگی کا معیار بنا لو۔ جب تمہارا دل عبادت سے آباد ہوگا تو تمہارے اخلاق سنور جائیں گے، تمہاری زبان پاک ہو جائے گی، تمہارا رزق بابرکت ہوگا، تمہارا گھر سکون کا گہوارہ بن جائے گا اور تمہاری آخرت روشن ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی معرفت، اپنی محبت، اپنے ذکر،

اپنے قرب، اپنے اخلاص اور اپنی کامل بندگی نصیب فرمائے۔ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عبادت، خشوع، تقویٰ، شکر، صبر اور اخلاص کا سچا وارث بنائے، ہمارے دلوں کو نماز کی لذت عطا فرمائے۔ آمین۔

تواضعِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

تمام حمد اُس اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو عظمت و کبریائی کا واحد مالک، عزت عطا فرمانے والا، دلوں کو اپنی معرفت سے منور کرنے والا، بندوں کو اپنی رحمت سے نوازنے والا اور ہر کمال کا سرچشمہ ہے۔ وہی اپنے فضل سے بلند کرتا ہے، اپنے عدل سے فیصلے فرماتا ہے، اپنے حلم سے درگزر کرتا ہے اور اپنے کرم سے عاجز بندوں کو اپنے قرب کی دولت عطا فرماتا ہے۔

وہی اللہ ہے جس نے انسان کو مٹی سے پیدا فرمایا، پھر اسے عزت بخشی، عقل عطا کی، ایمان کی نعمت دی اور اپنی بندگی کے لیے منتخب فرمایا۔ ہر نعمت اسی کی عطا، ہر سانس اسی کی امانت، ہر کامیابی اسی کا فضل اور ہر بھلائی اسی کی رحمت کا مظہر ہے۔

اسی کی حمد و ثنا ہے کہ اس نے اپنے محبوب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام جہانوں کے لیے نمونۂ کامل بنایا، اور انہیں ایسی تواضع، ایسی انکساری اور ایسی عاجزی عطا فرمائی کہ قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کردار فروتنی کا روشن مینار بن گیا۔

حافظ صاحب نے نہایت عاجزی سے اپنا سر جھکا لیا، پھر چند لمحے خاموش رہے، جیسے دل میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک سیرت کے نقوش تازہ ہو رہے ہوں، اس

کے بعد نہایت محبت بھرے لہجے میں فرمایا:

اے میرے عزیزو! اللہ تعالیٰ جس بندے کو جتنا بلند مقام عطا فرماتا ہے، اگر وہ بندہ اتنا ہی زیادہ عاجز ہو جائے تو سمجھ لو کہ وہ اللہ تعالیٰ کا محبوب ہے۔ اور اگر کوئی معمولی سی کامیابی پا کر تکبر کرنے لگے تو وہ اپنے نفس کے دھوکے میں ہے۔ دنیا میں سب سے بلند مقام کس کا ہے؟ محمد رسول اللہ ﷺ کا۔ اور دنیا میں سب سے زیادہ عاجز کون تھے؟ محمد رسول اللہ ﷺ۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت سے فرمایا:

میرے بھائیو! رسول اللہ ﷺ کے پاس نبوت تھی، رسالت تھی، قرآن تھا، فرشتوں کی آمد تھی، معراج جیسا عظیم شرف تھا، لاکھوں دلوں کی محبت تھی، مگر ان سب کے باوجود آپ ﷺ نے کبھی اپنی ذات پر فخر نہیں فرمایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّمَا أَنَا عَبْدٌ، فَقُولُوا عَبْدُ اللهِ وَرَسُولُهُ

(صحیح البخاری:3445)

یعنی میں تو اللہ کا بندہ ہوں، لہٰذا مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہو۔

میرے عزیزو! یہ وہ زبان ہے جو اللہ کے محبوب کی زبان ہے، جس میں عظمت کے باوجود بندگی کا اظہار ہے۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا: میرے دوستو! کبھی تم نے اپنے دل سے یہ سوال کیا کہ جب کوئی تمہاری تعریف کرتا ہے تو تمہارا دل کیا محسوس کرتا ہے؟ کیا تم اپنے آپ کو دوسروں سے بہتر سمجھنے لگتے ہو؟ یا تمہارا دل فوراً اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے اور اپنے عیب یاد کرتا ہے؟ یاد رکھو! جس دل میں تواضع آ جاتی ہے، وہاں تکبر کے لیے جگہ باقی نہیں رہتی، اور جہاں تکبر آ جائے، وہاں معرفت کا نور مدھم ہونے لگتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت فکر انگیز انداز میں فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں اپنے محبوب ﷺ کو حکم دیا:

وَ اخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۝۸۸

(سورۃ الحجر:88)

ترجمہ: اور ایمان والوں کے لیے اپنا بازوِ شفقت جھکائے رکھیے۔

غور کرو! جس ہستی کے سامنے بادشاہ جھکتے تھے، اسے اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کے سامنے عاجزی اختیار کرنے کا حکم دے رہا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ عزت تکبر سے نہیں، تواضع سے ملتی ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت شفقت سے ایک مثال بیان کرتے ہوئے فرمایا:

فرض کرو ایک پھل دار درخت ہے۔ جتنا اس پر پھل زیادہ آتا ہے، اس کی شاخیں اتنی ہی جھک جاتی ہیں۔ لیکن جو درخت خالی ہو، وہ سیدھا کھڑا رہتا ہے۔ میرے بھائیو! علم، تقویٰ اور معرفت بھی پھل ہیں۔ جس کے پاس یہ دولت ہوگی، وہ اتنا ہی زیادہ جھکے گا۔ اور جو تکبر سے سینہ تان کر چلتا ہے، اسے اپنے دل کا جائزہ لینا چاہیے کہ کہیں وہ روحانی اعتبار سے خالی تو نہیں۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

رسول اللہ ﷺ اپنے گھر کے کاموں میں بھی شریک ہوتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ آپ ﷺ گھر میں کیا کرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا:

كَانَ يَكُوْنُ فِيْ مِهْنَةِ أَهْلِهِ

(صحیح البخاری:676)

یعنی آپ ﷺ اپنے گھر والوں کے کام میں ہاتھ بٹاتے تھے۔

میرے عزیزو! ذرا سوچو، پوری امت کے رہبر، اللہ کے آخری رسول، لیکن گھر میں تشریف لاتے تو اہلِ خانہ کے کاموں میں مدد کرتے۔ یہ ہے تواضع، یہ ہے حسنِ اخلاق، یہ ہے عظمت۔

حافظ صاحب نے نہایت درد بھرے لہجے میں فرمایا:

آج انسان کو اگر معمولی سا عہدہ مل جائے، کچھ دولت آ جائے، چند لوگ اس کی تعریف کر دیں یا تھوڑا سا علم حاصل ہو جائے تو وہ دوسروں کو حقیر سمجھنے لگتا ہے۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِّنْ كِبْرٍ

(صحیح مسلم:91)

یعنی جس کے دل میں ذرہ برابر بھی تکبر ہوگا، وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

یعنی ابتداء اس اعزاز کا مستحق نہیں ہوگا جب تک اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے پاک نہ فرما دے۔ میرے بھائیو! تکبر شیطان کی پہچان ہے، جبکہ عاجزی انبیاء اور اولیاء کی شان ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت سے فرمایا:

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی یہی سبق اپنے نبی ﷺ سے سیکھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اتنے بڑے خلیفہ تھے، لیکن اپنے کندھے پر آٹے کی بوری اٹھا کر بیواؤں کے گھروں تک پہنچاتے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلافت کے بعد بھی ضرورت مندوں کی خدمت کرتے رہے۔ انہیں معلوم تھا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑائی خدمت میں ہے، غرور میں نہیں۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے چند لمحوں کے بعد فرمایا:

اے اللہ کے بندو! تواضع صرف ظاہری انداز کا نام نہیں، بلکہ دل کی کیفیت کا نام ہے۔ بعض لوگ لباس میں سادگی اختیار کرتے ہیں، لیکن دل میں غرور ہوتا ہے۔ بعض لوگ خاموش رہتے ہیں، مگر اپنے آپ کو دوسروں سے بہتر سمجھتے ہیں۔ یاد رکھو! اللہ تعالیٰ دلوں کو دیکھتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ اللهَ لَا يَنْظُرُ إِلٰى صُوَرِكُمْ وَلَا إِلٰى أَجْسَادِكُمْ وَلٰكِنْ يَنْظُرُ إِلٰى قُلُوبِكُمْ وَأَعْمَالِكُمْ

(صحیح مسلم:2564)

ترجمہ: بے شک اللہ تمہاری صورتوں اور تمہارے جسموں کو نہیں دیکھتا، بلکہ وہ تمہارے دلوں اور تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت سوز و گداز کے ساتھ فرمایا:

اپنے والدین کے سامنے عاجزی اختیار کرو، اساتذہ کا احترام کرو، غریبوں کے ساتھ محبت سے پیش آؤ، بچوں پر شفقت کرو، اپنے ماتحت لوگوں کو حقیر نہ سمجھو، کسی کی غربت کا مذاق نہ اڑاؤ، کسی کے لباس یا شکل پر نہ ہنسو، کیونکہ ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ شخص تم سے زیادہ محبوب ہو۔ تواضع دلوں کو جوڑتی ہے، جبکہ تکبر دلوں کو توڑ دیتا ہے۔

حافظ صاحب کی آنکھیں نم ہوگئیں اور فرمایا:

میرے دوستو! موت سب کے غرور کو مٹی میں ملا دیتی ہے۔ قبر میں نہ عہدہ ساتھ جاتا ہے، نہ دولت، نہ شہرت، نہ تعریفیں۔ وہاں صرف ایمان، اخلاص، عبادت، حسنِ

اخلاق اور اللہ تعالیٰ کے لیے اختیار کی گئی عاجزی کام آئے گی۔ اس لیے آج ہی اپنے دل سے تکبر کا ایک ایک کانٹا نکال دو۔ اگر کسی سے زیادتی ہوئی ہے تو معافی مانگو، اگر کسی کا دل دکھایا ہے تو اسے راضی کرو، اگر والدین ناراض ہیں تو ان کے قدموں میں بیٹھ جاؤ، اگر دل میں کسی کے لیے نفرت ہے تو اسے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے نکال دو۔ یہی تزکیۂ نفس ہے اور یہی تواضع کا راستہ ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت جذب و کیف کے ساتھ گفتگو کا اختتام فرمایا:

اے دل کے مسافرو! محمد رسول اللہ ﷺ کی تواضع کو اپنی زندگی کا آئینہ بنا لو۔ جتنا اللہ تعالیٰ تمہیں عزت دے، اتنا ہی زیادہ عاجزی اختیار کرو۔ جتنا علم ملے، اتنی ہی زیادہ انکساری پیدا کرو۔ جتنی نعمتیں بڑھیں، اتنا ہی زیادہ شکر ادا کرو۔ اپنے رب کو ہر حال میں یاد رکھو، اس کے محبوب ﷺ کی سنت کو مضبوطی سے تھام لو، بندوں کے حقوق ادا کرو، حسنِ اخلاق کو اپنا شعار بناؤ، توبہ و استغفار کو اپنا معمول بناؤ اور آخرت کی تیاری میں مصروف رہو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی معرفت، اپنی محبت، اپنے ذکر، اپنے قرب، اپنے اخلاص اور اپنی کامل بندگی نصیب فرمائے۔ ہمارے دلوں کو تکبر، ریا، حسد اور خود پسندی سے پاک فرمائے، ہمیں شفاعتِ مصطفیٰ ﷺ نصیب فرمائے، جنت الفردوس میں اپنے محبوب ﷺ کی رفاقت عطا فرمائے اور ہمارا خاتمہ ایمان، اخلاص، تقویٰ اور سنتِ نبوی ﷺ پر فرمائے۔ آمین۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم درود و سلام بھیجنے کا حکم

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

تمام تعریفیں اُس اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو رحمتوں کا خزانہ، فضل و کرم کا مالک،

عزت وعظمت کا سرچشمہ، ہدایت کا عطا فرمانے والا، دلوں کو ایمان سے منور کرنے والا اور اپنی بے پایاں شفقت سے بندوں پر مسلسل احسان فرمانے والا ہے۔ وہی رب ہے جس کے قبضۂ قدرت میں زمین وآسمان ہیں، جس کے حکم کے بغیر ایک ذرہ بھی حرکت نہیں کرتا، اور جس کی رحمت ہر چیز کو اپنے دامن میں لیے ہوئے ہے۔

وہی اللہ ہے جس نے اپنے بندوں کو اپنی معرفت عطا کرنے کے لیے قرآنِ مجید نازل فرمایا، ان کی رہنمائی کے لیے انبیائے کرام علیہم السلام کو مبعوث فرمایا اور تمام رسولوں کے سردار، حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو خاتم النبیین بنا کر قیامت تک کے لیے ہدایت کا کامل چراغ روشن فرما دیا۔ ہر نعمت اسی کی عطا، ہر بھلائی اسی کا فضل اور ہر کامیابی اسی کی توفیق سے ہے۔

اسی کی حمد وثنا ہے کہ اس نے اپنے محبوب ﷺ پر خود درود بھیجا، اپنے فرشتوں کو بھی درود کا شرف عطا فرمایا اور اہلِ ایمان کو بھی حکم دیا کہ وہ ادب، محبت، عقیدت اور کامل تسلیم کے ساتھ اپنے نبیِ کریم ﷺ پر درود وسلام بھیجتے رہیں۔ یہ اس کے محبوب ﷺ کی ایسی عظمت ہے جس کی نظیر پوری کائنات میں نہیں ملتی۔

حافظ صاحب نے نہایت ادب کے ساتھ اپنا سر جھکا لیا، پھر لبوں پر درودِ پاک جاری ہوا، اس کے بعد نہایت محبت بھرے انداز میں فرمایا:

اے میرے عزیزو! اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں بہت سے احکام دیے ہیں، لیکن ایک حکم ایسا ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے پہلے اپنا عمل بیان فرمایا، پھر فرشتوں کا عمل ذکر فرمایا، اور اس کے بعد اہلِ ایمان کو اسی عمل کا حکم دیا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْا

تَسۡلِيۡمًا ﴿۵۶﴾

(سورۃ الاحزاب:56)

ترجمہ: بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبیِ کریم ﷺ پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود بھیجو اور خوب سلام پیش کرو۔

میرے بھائیو! ذرا اس آیت پر غور کرو۔ جب ربِّ کائنات خود اپنے محبوب ﷺ پر رحمتیں نازل فرما رہا ہے، جب آسمانوں کے فرشتے مسلسل درود پیش کر رہے ہیں، تو ہم گناہگار امتی کس قدر محتاج ہیں کہ اپنے نبی ﷺ پر کثرت سے درود بھیجیں۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

اے میرے دوستو! درودِ پاک صرف زبان کے چند الفاظ نہیں، بلکہ محبت کا اظہار، وفاداری کا اعلان، ایمان کی خوشبو اور روح کی غذا ہے۔ جس دل میں رسول اللہ ﷺ کی محبت زندہ ہوتی ہے، اس کی زبان پر درود خود بخود جاری رہتا ہے۔ جس طرح کسی ماں کو اپنے بچے کی یاد بار بار آتی ہے، اسی طرح عاشقِ رسول ﷺ کو اپنے محبوب پر درود بھیجنے میں راحت محسوس ہوتی ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

میرے عزیز! کبھی تم نے اپنے دل سے یہ سوال کیا کہ ایک دن میں تمہاری زبان سے کتنی مرتبہ درودِ پاک نکلتا ہے؟ ہم دنیا کی کتنی باتیں کرتے ہیں، کتنے لوگوں کو یاد کرتے ہیں، لیکن کیا ہم نے اپنے محسنِ اعظم، اپنے نجات دہندہ، اپنے محبوب نبی ﷺ کو اتنا یاد کیا جتنا ان کا حق تھا؟ یہ سوال اپنے دل سے ضرور کرنا، کیونکہ یہی سوال انسان کے اندر محبت کو بیدار کرتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت سے ایک مثال بیان کرتے ہوئے فرمایا:

فرض کرو ایک شخص نے تمہاری جان بچائی، تمہیں مصیبت سے نکالا، تمہیں عزت دلائی اور تمہاری زندگی سنوار دی۔ کیا تم کبھی اسے بھول سکتے ہو؟ ہرگز نہیں۔ تم بار بار اس کا شکریہ ادا کرو گے۔ میرے بھائیو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں ایمان کا راستہ دکھایا، اللہ تعالیٰ کی معرفت سکھائی، قرآن پہنچایا، جنت کا راستہ بتایا اور جہنم سے بچنے کی تعلیم دی۔ اگر ہم ہر وقت ان پر درود بھیجتے رہیں تو بھی ان کا حق ادا نہیں کر سکتے۔

حافظ صاحب نے نہایت فکر انگیز انداز میں فرمایا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے درودِ پاک کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ صَلَاۃً صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ بِھَا عَشْرًا

(صحیح مسلم:408)

یعنی جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے، اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔

میرے عزیزو! ذرا اللہ تعالیٰ کی شانِ کرم دیکھو، تم ایک مرتبہ درود بھیجو، اور بدلے میں تم پر دس رحمتیں نازل ہوں۔ اس سے بڑھ کر کون سا سودا نفع والا ہو سکتا ہے؟

حافظ صاحب نے نہایت سوز بھرے لہجے میں فرمایا: ایک اور حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

أَوْلَى النَّاسِ بِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَكْثَرُهُمْ عَلَيَّ صَلَاةً

(جامع الترمذی:484)

یعنی قیامت کے دن میرے سب سے زیادہ قریب وہ لوگ ہوں گے جو مجھ پر سب سے زیادہ درود بھیجتے ہوں گے۔

میرے بھائیو! اگر تم قیامت کے دن رسول اللہ ﷺ کی قربت چاہتے ہو تو آج اپنی زبان کو درودِ پاک سے آباد کرلو۔ یہ وہ عمل ہے جو دنیا میں بھی سکون دیتا ہے اور آخرت میں بھی عزت عطا کرے گا۔

حافظ صاحب نے حاضرین کی طرف نہایت شفقت سے دیکھا اور فرمایا:

+صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم جب رسول اللہ ﷺ کا نام سنتے تو ادب سے درود پڑھتے، ان کے دل محبت سے بھر جاتے اور ان کی آنکھیں عقیدت سے جھک جاتیں۔ یہی وجہ تھی کہ ان کے دلوں میں ایمان کی ایسی روشنی تھی جس نے دنیا کو بدل کر رکھ دیا۔ محبتِ رسول ﷺ کا ایک عظیم مظہر یہی تھا کہ ان کی زبانیں درود سے تر رہتی تھیں اور ان کی زندگیاں سنت سے روشن تھیں۔

حافظ صاحب نے نہایت درد بھرے لہجے میں فرمایا:

اے اللہ کے بندو! صرف درود پڑھ لینا کافی نہیں، بلکہ درود کا تقاضا یہ بھی ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی سنتوں سے محبت کریں، ان کے اقوال پر عمل کریں، ان کے اخلاق اپنائیں، والدین کے حقوق ادا کریں، بندوں کے ساتھ حسنِ سلوک کریں، سچائی، امانت، صبر، شکر، اخلاص، تقویٰ اور ذکرِ الٰہی کو اپنی زندگی کا حصہ بنائیں۔ درود محبت کی زبان ہے، اور سنت محبت کا عملی ثبوت ہے۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے چند لمحوں کے بعد فرمایا:

اپنے گھروں کو درودِ پاک کی خوشبو سے معطر کرو۔ صبح گھر سے نکلتے وقت درود پڑھو، کام شروع کرنے سے پہلے درود پڑھو، دعا سے پہلے اور دعا کے بعد درود پڑھو، رات سونے سے پہلے درود پڑھو، بچوں کو درود سکھاؤ، انہیں بتاؤ کہ یہ صرف ایک وظیفہ

نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ سے محبت کا اظہار ہے۔ جس گھر میں درود کی آواز گونجتی ہے، وہاں دلوں میں محبت، گھروں میں برکت اور زندگی میں سکون پیدا ہوتا ہے۔

حافظ صاحب کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں اور فرمایا:

میرے عزیزو! ایک دن ہماری زبان خاموش ہو جائے گی، ہماری سانسیں رک جائیں گی، ہمارا جسم مٹی کے سپرد کر دیا جائے گا، لیکن اگر ہماری زندگی درودِ پاک سے آباد رہی ہوگی تو یہی درود ہماری قبر کو منور کرے گا، یہی محبت قیامت کے دن ہمارے لیے امید بنے گی، یہی تعلق شفاعتِ مصطفیٰ ﷺ کے دروازے تک پہنچنے کا ذریعہ بنے گا۔ اس لیے اپنے دلوں کو غفلت سے نکالو، اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرو، سچی توبہ کرو، قرآن کو اپنا ساتھی بناؤ، ذکرِ الٰہی کو اپنا سرمایہ بناؤ اور رسول اللہ ﷺ پر درود و سلام کو اپنی روزانہ کی زندگی کا لازمی حصہ بنالو۔

حافظ صاحب نے نہایت جذب و کیف کے ساتھ گفتگو کا اختتام فرمایا:

اے دل کے مسافرو! اپنی زبان کو درود سے، اپنے دل کو محبتِ رسول ﷺ سے، اپنی زندگی کو سنتِ نبوی ﷺ سے، اپنے کردار کو حسنِ اخلاق سے، اپنی روح کو ذکرِ الٰہی سے اور اپنے اعمال کو اخلاص سے آراستہ کر لو۔ یہی راستہ اللہ تعالیٰ کی رضا، رسول اللہ ﷺ کی محبت، روحانی ترقی، دنیا کی برکت اور آخرت کی کامیابی کا راستہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی معرفت، اپنی محبت، اپنے ذکر، اپنے قرب، اپنے اخلاص اور اپنی کامل بندگی نصیب فرمائے۔ ہمارے دلوں کو محبتِ محمد رسول اللہ ﷺ سے ہمیشہ زندہ رکھے، ہماری زبانوں کو درود و سلام سے تر رکھے، ہمیں سنتِ نبوی ﷺ پر ثابت قدم رکھے۔ آمین۔

حوضِ کوثر

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

تمام تعریفیں اُس اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو رحمت کا مالک، فضل و احسان کا سرچشمہ، عزت و عظمت کا حقیقی مستحق، جنت کا پیدا کرنے والا، اپنے نیک بندوں کے لیے بے شمار نعمتیں تیار فرمانے والا اور اپنے محبوبوں کو ایسے انعامات عطا کرنے والا ہے جن کی نہ کوئی حد ہے اور نہ کوئی انتہا۔ وہی دلوں کو ایمان سے زندہ کرتا ہے، روحوں کو اپنے ذکر سے سکون دیتا ہے اور بندوں کو اپنی رحمت کی آغوش میں جگہ عطا فرماتا ہے۔

وہی اللہ ہے جس کی قدرت کے سامنے تمام کائنات سرنگوں ہے، جس کے حکم سے چشمے بہتے ہیں، دریا رواں ہوتے ہیں، بارشیں برستی ہیں، اور جنت میں نعمتوں کے سمندر موجزن ہیں۔ وہی اپنے فضل سے بندوں کو دنیا میں ہدایت دیتا ہے اور آخرت میں اپنی رضا اور قرب کی نعمت عطا فرماتا ہے۔

اسی کی حمد و ثنا ہے کہ اس نے اپنے محبوب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو بے شمار فضائل عطا فرمائے، ان میں سے ایک عظیم نعمت حوضِ کوثر بھی ہے، جہاں قیامت کے دن آپ ﷺ اپنی امت کے پیاسے افراد کو اپنے دستِ مبارک سے سیراب فرمائیں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی اپنے محبوب ﷺ پر خاص عنایت اور امتِ محمدیہ پر عظیم رحمت ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت سکون سے اپنی نظریں جھکا لیں، پھر آہستہ آہستہ حاضرین کی طرف دیکھا اور فرمایا:

اے میرے عزیزو! دنیا کی پیاس چند گھونٹ پانی سے بجھ جاتی ہے، لیکن ایک

پیاس ایسی ہے جو قیامت کے دن انسان کے دل و جان پر طاری ہوگی۔ سورج قریب ہوگا، میدانِ محشر کی گرمی نا قابلِ برداشت ہوگی، لوگ اپنے اعمال کی فکر میں ہوں گے، ہر طرف اضطراب ہوگا، لیکن اسی میدان میں اللہ تعالیٰ اپنے محبوب محمد رسول اللہ ﷺ کو ایک ایسا حوض عطا فرمائے گا جہاں پہنچنے والا کبھی پیاسا نہیں رہے گا۔ یہی حوضِ کوثر ہے، جو اہلِ ایمان کے لیے امید کا ایک روشن چراغ ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھرے انداز میں فرمایا:

میرے بھائیو! اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

اِنَّآ اَعۡطَيۡنٰكَ الۡكَوۡثَرَ ۝١

(سورۃ الکوثر: 1)

ترجمہ: بے شک ہم نے آپ کو کوثر عطا فرمایا ہے۔

مفسرین نے فرمایا ہے کہ کوثر سے مراد خیرِ کثیر بھی ہے اور جنت کی ایک عظیم نہر بھی، جس سے حوضِ کوثر کو پانی ملے گا۔ یہ عطیہ کسی عام انسان کو نہیں، بلکہ محبوبِ رب العالمین ﷺ کو عطا فرمایا گیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کی عزت کو کس قدر بلند فرمایا ہے۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

میرے دوستو! کبھی تم نے اپنے دل سے یہ سوال کیا کہ اگر قیامت کے دن رسول اللہ ﷺ حوضِ کوثر پر تشریف فرما ہوں، اور میں ان کے سامنے حاضر ہوں، تو کیا میری زندگی ایسی ہوگی کہ میں ان کے دستِ مبارک سے پانی پینے کے لائق بن سکوں؟ یہ سوال ہر روز اپنے دل سے کرنا، کیونکہ یہی سوال انسان کو غفلت سے جگاتا ہے اور آخرت کی تیاری کی طرف لے جاتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حوضِ کوثر کی شان بیان کرتے ہوئے فرمایا:

مَاؤُهُ أَشَدُّ بَيَاضًا مِّنَ اللَّبَنِ، وَأَحْلٰى مِنَ الْعَسَلِ

ترجمہ: اس (حوضِ کوثر) کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے۔

(صحیح البخاری:6579، صحیح مسلم:2292)

ایک اور روایت میں ہے کہ جو شخص اس سے ایک مرتبہ پی لے گا، وہ کبھی پیاسا نہیں ہوگا۔

(صحیح البخاری:6579، صحیح مسلم:2292)

میرے عزیزو! دنیا میں کوئی پانی ایسا نہیں جو ہمیشہ کی پیاس بجھا دے، لیکن حوضِ کوثر کا ایک گھونٹ ہمیشہ کی راحت عطا کر دے گا۔

حافظ صاحب نے نہایت فکر انگیز انداز میں فرمایا:

حوضِ کوثر صرف امید کا پیغام نہیں بلکہ ذمہ داری کا احساس بھی دلاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی کہ کچھ لوگ ایسے بھی ہوں گے جنہیں حوض سے دور کر دیا جائے گا، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمائیں گے: یہ تو میری امت کے لوگ ہیں۔ تب کہا جائے گا کہ آپ نہیں جانتے، انہوں نے آپ کے بعد دین میں کیا تبدیلیاں پیدا کیں۔

(صحیح البخاری:6582، صحیح مسلم:2297)

میرے بھائیو! یہ حدیث سن کر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے دل کانپ اٹھتے تھے۔ ہمیں بھی اپنے اعمال کا جائزہ لینا چاہیے کہ کہیں ہم سنت سے دور تو نہیں ہو رہے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت سے ایک مثال بیان کرتے ہوئے فرمایا: فرض

کروایک باپ نے اپنے بچوں کے لیے ایک شاندار دسترخوان سجایا، لیکن شرط یہ رکھی کہ جو بچے اس کی ہدایات پر عمل کریں گے، وہی اس دسترخوان پر بیٹھ سکیں گے۔ جو اس کی بات نہ مانیں، وہ خود اپنے آپ کو محروم کرلیں گے۔ میرے بھائیو! حوضِ کوثر بھی اسی حقیقت کی یاد دلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کے ذریعے ہمیں ہدایت کا راستہ دکھایا ہے۔ جو اس راستے پر چلے گا، وہ اس عظیم نعمت کا مستحق ہوگا۔

حافظ صاحب نے نہایت سوز بھرے لہجے میں فرمایا:

اے اللہ کے بندو! اگر تم حوضِ کوثر تک پہنچنا چاہتے ہو تو اپنی زندگی کو سنتِ نبوی ﷺ کے مطابق بنالو۔ نمازوں کی حفاظت کرو، قرآنِ کریم سے اپنا تعلق مضبوط کرو، ذکرِ الٰہی کو معمول بناؤ، توبہ کو کبھی نہ چھوڑو، والدین کی خدمت کو سعادت سمجھو، غریبوں، یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ حسنِ سلوک کرو، کسی کا حق نہ مارو، کسی کے دل کو تکلیف نہ دو، کیونکہ بندوں کے حقوق بھی اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت عظیم ہیں۔

حافظ صاحب نے نہایت عاجزی سے سر جھکا کر فرمایا:

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو حوضِ کوثر کی خوشخبری سنائی گئی، مگر انہوں نے کبھی اس بشارت پر غرور نہیں کیا۔ وہ ہر روز اپنے اعمال کا محاسبہ کرتے، زیادہ عبادت کرتے، زیادہ توبہ کرتے، زیادہ درود پڑھتے اور زیادہ اخلاص اختیار کرتے تھے۔ انہیں معلوم تھا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے ساتھ بندے کی سچی کوشش بھی ضروری ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت سے حاضرین کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

اے ایمان والو! اپنے گھروں کو سنت سے آباد کرو، اپنے بچوں کو رسول اللہ ﷺ کی محبت سکھاؤ، انہیں حوضِ کوثر کی بشارت سناؤ، تاکہ ان کے دلوں میں آخرت کی تیاری کا جذبہ پیدا ہو۔ جب نئی نسل کو یہ معلوم ہوگا کہ ہمارے نبی ﷺ قیامت کے دن اپنی امت کا انتظار کریں گے، تو ان کے دلوں میں محبت بھی بڑھے گی، ادب بھی پیدا ہوگا اور عمل کی رغبت بھی پیدا ہوگی۔

حافظ صاحب کی آنکھیں نم ہوگئیں اور فرمایا:

میرے عزیزو! دنیا کے کنویں، چشمے اور دریا ایک دن ختم ہوجائیں گے، مگر حوضِ کوثر کی نعمت ہمیشہ باقی رہے گی۔ دنیا کی پیاس چند لمحوں کی ہے، مگر آخرت کی پیاس ابدی ہوسکتی ہے۔ اس لیے آج ہی اپنے دل کو اللہ تعالیٰ کی محبت سے سیراب کرو، اپنی زبان کو درودِ پاک سے معطر کرو، اپنے نفس کو توبہ سے پاک کرو، اپنے کردار کو حسنِ اخلاق سے مزین کرو اور اپنی زندگی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کے سانچے میں ڈھال لو۔ یہی وہ راستہ ہے جو انسان کو حوضِ کوثر تک پہنچاتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت جذب و کیف کے ساتھ گفتگو کا اختتام فرمایا:

اے دل کے مسافرو! ہمیشہ یہ دعا مانگا کرو کہ اے اللہ! ہمیں ان خوش نصیبوں میں شامل فرما جنہیں قیامت کے دن اپنے محبوب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دستِ مبارک سے حوضِ کوثر کا پانی نصیب ہو۔ ہمارے دلوں کو اپنی معرفت سے روشن فرما، اپنی محبت سے آباد فرما، اپنے ذکر کی مٹھاس عطا فرما۔ آمین۔

مقامِ محمود صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

تمام تعریفیں اُس اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو عزت و رفعت کا حقیقی مالک، کبریائی و جلال کا تنہا مستحق، رحمت و مغفرت کا سرچشمہ، حکمت و قدرت کا مظہر اور تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ وہی اپنے فضل سے دلوں کو ایمان کی روشنی عطا فرماتا ہے، اپنی رحمت سے گناہوں کو معاف کرتا ہے، اپنے کرم سے بندوں کو اپنی قربت نصیب فرماتا ہے اور اپنی مشیت سے جسے چاہے عزت و عظمت کے بلند ترین درجات عطا فرما دیتا

ہے۔

وہی اللہ تعالیٰ ہے جس نے زمین و آسمان کو اپنی قدرت سے پیدا فرمایا، زمانے کو اپنے حکم سے چلایا، فرشتوں کو اپنی اطاعت میں رکھا، انبیائے کرام علیہم السلام کو ہدایت کا چراغ بنایا اور اپنے آخری رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا۔ ہر نعمت اسی کی عطا، ہر رحمت اسی کا فضل اور ہر سعادت اسی کی بخشش ہے۔

اسی کی حمد و ثنا ہے کہ اس نے اپنے محبوب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وہ عظیم مقام عطا فرمایا جسے قرآنِ کریم نے ''مقامِ محمود'' کے نام سے یاد کیا، ایسا مقام جس پر اولین و آخرین رشک کریں گے، فرشتے تعظیم سے جھک جائیں گے، انبیائے کرام علیہم السلام عزت کی نگاہ سے دیکھیں گے اور پوری مخلوق اس مبارک مقام کی تعریف کرے گی۔

حافظ صاحب نے نہایت خشوع کے ساتھ اپنی نگاہیں جھکا لیں، پھر آہستہ آہستہ سر اٹھایا، جیسے دل پر آخرت کے مناظر اتر رہے ہوں، اور نہایت محبت بھرے لہجے میں فرمایا:

اے میرے عزیزو! اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کو عزت دیتا ہے تو دنیا حیران رہ جاتی ہے، لیکن جب وہ اپنے محبوب کو عزت دیتا ہے تو آسمان بھی جھوم اٹھتے ہیں۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں بھی عزت دی، قبر میں بھی عزت دی، اور آخرت میں بھی ایسی عزت عطا فرمائے گا جس کی مثال پوری کائنات میں نہیں ملے گی۔ اسی عظیم عزت کا ایک نام ''مقامِ محمود'' ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت وقار سے فرمایا:

میرے بھائیو! قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رات کی عبادت کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا:

وَ مِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۖ
عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا
مَّحْمُوْدًا ﴿۷۹﴾

(سورۃ الاسراء:79)

ترجمہ: اور رات کے کچھ حصے میں قرآن کے ساتھ تہجد ادا کیجیے، یہ آپ کے لیے اضافی عبادت ہے۔ امید ہے کہ آپ کا رب آپ کو مقامِ محمود پر فائز فرمائے گا۔

اس آیت میں مقامِ محمود کا وعدہ فرمایا گیا۔ مفسرین نے بیان فرمایا ہے کہ اس سے مراد وہ عظیم مقام ہے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شفاعتِ کبریٰ عطا ہوگی، جب پوری مخلوق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف کرے گی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کے سبب میدانِ محشر کی سختیوں سے نجات کی ابتدا ہوگی۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

میرے دوستو! کبھی تم نے اپنے دل سے یہ سوال کیا کہ اگر آج مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کھڑا کر دیا جائے تو کیا میں ان کی امت ہونے کا حق ادا کر سکا ہوں؟ کیا میری نمازیں، میری سچائی، میرے معاملات، میرے والدین کے ساتھ میرا برتاؤ، میرے اخلاق اور میری سنت سے محبت اس قابل ہے کہ میں ان کی نظرِ رحمت کا مستحق بن سکوں؟ یہ سوال انسان کو مایوس کرنے کے لیے نہیں، بلکہ اس کے دل کو بیدار کرنے کے لیے ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

قیامت کا دن ایسا ہوگا کہ سورج سروں کے قریب ہوگا، پسینہ لوگوں کو ان کے

اعمال کے مطابق ڈھانپ لے گا، ہر طرف بے چینی ہوگی، ہر شخص یہی کہے گا: نفسی، نفسی یعنی میری جان، میری جان۔ لوگ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے، پھر حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے، مگر ہر نبی اپنی عاجزی کا اظہار کرے گا۔ آخر کار سب محمد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں گے، اور آپ ﷺ فرمائیں گے:

أَنَا لَهَا، أَنَا لَهَا

یعنی یہ مقام میرے لیے ہے، یہ ذمہ داری میں ادا کروں گا۔

پھر آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ فرمائیں گے، اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو ایسی حمد سکھائے گا جو پہلے کسی کو نہیں سکھائی گئی، پھر شفاعت کی اجازت عطا فرمائے گا۔

(صحیح البخاری:7510، صحیح مسلم:193)

حافظ صاحب نے نہایت محبت سے ایک مثال بیان کرتے ہوئے فرمایا:

فرض کرو ایک بہت بڑا مجمع ہے، ہر شخص پریشان ہے، ہر طرف بے بسی ہے، اور اچانک ایک ایسی شخصیت سامنے آجائے جس کی ایک سفارش سے سب کے دلوں میں امید پیدا ہو جائے۔ میرے عزیزو! دنیا کی یہ مثال بھی مقامِ محمود کی حقیقت کو پوری طرح بیان نہیں کر سکتی، کیونکہ وہاں سفارش کسی انسان کے اختیار سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی اجازت اور اس کی رضا سے ہوگی، اور اس شرف سے صرف محمد رسول اللہ ﷺ کو نوازا جائے گا۔

حافظ صاحب نے نہایت فکر انگیز انداز میں فرمایا:

مقامِ محمود ہمیں صرف رسول اللہ ﷺ کی عظمت نہیں بتاتا، بلکہ ہمیں اپنی ذمہ

داری بھی یاد دلاتا ہے۔ اگر ہم ان کے امتی ہیں تو ہماری زندگی میں ان کی سنت کا رنگ کیوں نہ ہو؟ ہماری زبان سچ سے کیوں خالی ہو؟ ہمارے دل ذکرِ الٰہی سے کیوں غافل ہوں؟ ہمارے گھروں میں قرآن کی آواز کیوں کم ہو؟ ہمارے اخلاق میں نرمی، معافی، رحم، صبر اور شکر کیوں نہ ہو؟ محبوب کی عزت کا تقاضا یہ ہے کہ اس کی تعلیمات کو اپنی زندگی کی عزت بنالیا جائے۔

حافظ صاحب نے نہایت عاجزی سے سر جھکا کر فرمایا:

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم جب رسول اللہ ﷺ کی فضیلت سنتے تھے تو ان کے دلوں میں محبت اور ادب اور بھی بڑھ جاتا تھا۔ وہ صرف فضائل سن کر خوش نہیں ہوتے تھے بلکہ اپنی زندگی کو رسول اللہ ﷺ کے نقشِ قدم پر ڈھالنے کی کوشش کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سفر میں بھی ان راستوں پر چلتے جہاں رسول اللہ ﷺ تشریف لے گئے تھے۔ یہ صرف ظاہری اتباع نہیں تھی بلکہ محبت اور ادب کا عملی اظہار تھا۔

حافظ صاحب نے نہایت درد بھرے لہجے میں فرمایا:

اے اللہ کے بندو! مقامِ محمود کی خوشخبری سن کر صرف خوش ہونا کافی نہیں، بلکہ اس مقام والے نبی ﷺ کی اطاعت بھی ضروری ہے۔

قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

(سورۃ الاحزاب:21)

اگر تم ان کے اخلاق اپناؤ گے، ان کی عبادت سے محبت کرو گے، ان کی سنت پر

چلو گے، درودِ پاک کی کثرت کرو گے، والدین کی خدمت کرو گے، بندوں کے حقوق ادا کرو گے، اخلاص، تقویٰ، توبہ اور حسنِ اخلاق کو اپنی زندگی بناؤ گے، تو ان شاء اللہ تمہارے دل میں بھی رسول اللہ ﷺ کی محبت کا نور بڑھتا جائے گا۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت سے ایک اور نصیحت فرمائی:

اپنے بچوں کو صرف دنیا کے بڑے لوگوں کے قصے نہ سناؤ، بلکہ انہیں مقامِ محمود والے نبی ﷺ کی عظمت سناؤ۔ انہیں بتاؤ کہ دنیا کی سب سے بڑی شخصیت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں، جنہیں اللہ تعالیٰ نے وہ مقام عطا فرمایا جس تک کسی اور کی رسائی نہیں۔ جب بچوں کے دلوں میں رسول اللہ ﷺ کی عظمت بیٹھ جائے گی تو ان کے کردار میں بھی نور آ جائے گا۔

حافظ صاحب کی آنکھیں نم ہو گئیں اور فرمایا:

میرے عزیزو! ایک دن ہم سب میدانِ محشر میں کھڑے ہوں گے۔ نہ وہاں مال کام آئے گا، نہ اولاد، نہ عہدہ، نہ شہرت۔ اس دن صرف اللہ تعالیٰ کی رحمت، ایمان، صالح اعمال اور رسول اللہ ﷺ کی شفاعت امید کا سہارا ہوں گے۔ اس لیے آج ہی اپنے دل کو اللہ تعالیٰ کی محبت سے آباد کرو، اپنی زبان کو درودِ پاک سے معطر کرو، اپنے نفس کو توبہ سے پاک کرو، اپنے گھر کو سنتِ نبوی ﷺ کا گہوارہ بناؤ، اپنے والدین کو راضی کرو، بندوں کے حقوق ادا کرو، ہر روز اپنے اعمال کا محاسبہ کرو اور آخرت کو اپنی منزل سمجھ کر زندگی گزارو۔

حافظ صاحب نے نہایت جذب و کیف کے ساتھ گفتگو کا اختتام فرمایا:

اے دل کے مسافرو! ہمیشہ یہ دعا مانگا کرو کہ اے اللہ! ہمیں اس امت میں زندہ رکھ جس کے نبی محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں، ہمیں اسی ایمان پر موت عطا فرما، قیامت کے دن مقامِ محمود والے نبی ﷺ کے جھنڈے تلے جمع فرما، ان کی شفاعت نصیب فرما، حوضِ کوثر سے ان کے دستِ مبارک سے پانی نصیب فرما آمین۔

محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی علامت

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو محبت کا حقیقی سرچشمہ، رحمت کا ابدی خزانہ، فضل و کرم کا بے پایاں مالک اور عزت و عظمت کا تنہا مستحق ہے۔ وہی دلوں کو اپنی معرفت سے زندہ کرتا ہے، ایمان کو نور عطا فرماتا ہے، محبت کو اخلاص سے آراستہ کرتا ہے اور اپنے بندوں کو اپنے محبوبوں کی محبت نصیب فرما کر دنیا و آخرت کی سعادت عطا کرتا ہے۔

وہی اللہ ہے جس نے اپنی بے پایاں رحمت سے انسان کو ایمان کی نعمت عطا فرمائی، قرآنِ کریم نازل فرمایا، اپنے محبوب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہدایت کا کامل چراغ بنا کر بھیجا اور ان کی محبت کو ایمان کی روح قرار دیا۔ ہر نعمت اسی کی عطا، ہر خیر اسی کا فضل، ہر ہدایت اسی کی توفیق اور ہر کامیابی اسی کے کرم کا نتیجہ ہے۔

اسی کی حمد و ثنا ہے کہ اس نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسا مقام عطا فرمایا کہ ان کی محبت کو اپنی محبت کا راستہ بنا دیا، ان کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا اور ان کی اتباع میں دنیا و آخرت کی تمام کامیابیاں رکھ دیں۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھرے انداز میں حاضرین کی طرف دیکھا، پھر آہستہ سے فرمایا:

اے میرے عزیزو! محبت صرف زبان سے کیے جانے والے دعوے کا نام نہیں، محبت وہ آگ ہے جو دل میں جلتی ہے، محبت وہ روشنی ہے جو کردار میں نظر آتی ہے، محبت وہ خوشبو ہے جو اخلاق سے محسوس ہوتی ہے، اور محبت وہ کیفیت ہے جو

انسان کو محبوب کی رضا کے مطابق زندگی گزارنے پر مجبور کر دیتی ہے۔ اگر کوئی شخص کہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرتا ہوں، لیکن اس کی زندگی میں سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رنگ نہ ہو، تو اسے اپنے دعوے پر غور کرنا چاہیے۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

میرے بھائیو! اللہ تعالیٰ نے محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معیار خود قرآنِ کریم میں بیان فرما دیا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ط

(سورۃ آل عمران:31)

یعنی اے محبوب! فرما دیجیے، اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف فرما دے گا۔

میرے عزیزو! اس آیت نے واضح کر دیا کہ محبت کا سب سے بڑا ثبوت اتباعِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

میرے دوستو! کبھی تم نے اپنے دل سے یہ سوال کیا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آج میرے گھر تشریف لے آئیں تو کیا میری زندگی انہیں پسند آئے گی؟ میری گفتگو، میرا لباس، میری نماز، میرا کاروبار، میرے معاملات، میرے اخلاق، والدین کے ساتھ میرا برتاؤ اور بندوں کے حقوق کی ادائیگی کیا ان کی سنت کے مطابق ہوگی؟ اگر اس سوال سے دل بے چین ہو جائے تو سمجھ لو کہ ایمان ابھی زندہ ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت سے ایک مثال بیان کرتے ہوئے فرمایا:

فرض کرو ایک بیٹا اپنے والد سے بے حد محبت کا دعویٰ کرتا ہے، لیکن والد کی کسی نصیحت پر عمل نہیں کرتا، ان کی خواہشات کی پروا نہیں کرتا اور ان کے طریقے کو چھوڑ دیتا ہے۔ کیا اس کی محبت سچی کہلائے گی؟ ہرگز نہیں۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت صرف نعت پڑھنے یا جذباتی اظہار کا نام نہیں، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کو اپنی خواہش پر مقدم کرنے کا نام ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت فکر انگیز انداز میں فرمایا:

محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پہلی علامت یہ ہے کہ انسان کی زبان درودِ پاک سے تر رہے۔ جب محبوب کا ذکر آئے تو دل جھک جائے، آنکھوں میں عقیدت پیدا ہو جائے اور زبان بے اختیار کہے:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ

ترجمہ: اے اللہ! حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر رحمتیں نازل فرما۔

کیونکہ جس دل میں محبت ہوتی ہے، اس کی زبان محبوب کے ذکر سے کبھی غافل نہیں رہتی۔

حافظ صاحب نے نہایت درد بھرے لہجے میں فرمایا: محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دوسری علامت یہ ہے کہ انسان سنت کو اپنی زندگی کا زیور بنا لے۔ نماز میں، معاملات میں، گفتگو میں، اخلاق میں، تجارت میں، گھر والوں کے ساتھ حسنِ سلوک میں، پڑوسیوں کے حقوق میں اور والدین کی خدمت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقے کو اختیار کرے۔ محبت وہی ہے جو انسان کو محبوب کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق دے۔

صاحب قرآنِ الکریم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

تمام تعریفیں اُس اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو کلام کا خالق، ہدایت کا مالک، نور کا سرچشمہ، علم و حکمت کا خزانہ، رحمت و مغفرت کا دروازہ اور تمام جہانوں کا رب ہے۔ وہی دلوں کو ایمان سے زندہ کرتا ہے، عقلوں کو قرآن کے نور سے منور فرماتا ہے، گمراہوں کو ہدایت عطا کرتا ہے اور اپنے فضل سے بندوں کو اپنی معرفت کی دولت نصیب فرماتا ہے۔

وہی اللہ تعالیٰ ہے جس نے اپنی بے پایاں رحمت سے قرآنِ مجید نازل فرمایا، اسے قیامت تک محفوظ رکھنے کا وعدہ فرمایا، اس کے ہر حرف میں نور، ہر آیت میں حکمت، ہر سورت میں رحمت اور ہر حکم میں بندوں کی دنیا و آخرت کی کامیابی رکھ دی۔ ہر نعمت اسی کی عطا، ہر علم اسی کا فضل اور ہر خیر اسی کے کرم کا نتیجہ ہے۔

اسی کی حمد و ثنا ہے کہ اس نے اپنے محبوب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صاحبِ قرآن بنایا، ان کے قلبِ اطہر پر اپنا مقدس کلام نازل فرمایا، انہیں قرآن کا سب سے پہلا مخاطب، سب سے بڑا معلم، سب سے کامل مفسر اور سب سے عظیم عامل بنایا، تاکہ قیامت تک آنے والی امت ان کی پیروی کر کے ہدایت پاتی رہے۔

حافظ صاحب نے نہایت ادب کے ساتھ قرآنِ مجید کی طرف نگاہ اٹھائی، پھر محبت سے حاضرین کو دیکھا اور فرمایا:

اے میرے عزیزو! جب قرآن کا ذکر آتا ہے تو میرے دل میں سب سے پہلے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تصور آتا ہے، کیونکہ قرآن اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک دوسرے سے

جدا نہیں کیا جا سکتا۔ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور محمد ﷺ اس کلام کے سب سے پہلے امین، سب سے پہلے مخاطب، سب سے پہلے قاری، سب سے پہلے معلم اور سب سے پہلے عامل ہیں۔ اگر کوئی قرآن کو سمجھنا چاہتا ہے تو اسے محمد ﷺ کی زندگی کو پڑھنا ہوگا، کیونکہ آپ ﷺ چلتا پھرتا قرآن تھے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھرے لہجے میں فرمایا:

میرے بھائیو! اللہ تعالیٰ نے قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل نہیں فرمایا، کسی فرشتے کو اس کا مبلغ نہیں بنایا، بلکہ اپنے محبوب محمد ﷺ کے قلبِ مبارک کو اس عظیم امانت کے لیے منتخب فرمایا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْاَمِيْنُ ﴿۱۹۳﴾ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ﴿۱۹۴﴾

(سورۃ الشعراء: 193-194)

ترجمہ: اسے روح الامین (جبرائیل علیہ السلام) آپ کے قلبِ مبارک پر لے کر نازل ہوئے، تاکہ آپ ڈرانے والوں میں سے ہوں۔

غور کرو! اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ روح الامین حضرت جبرائیل علیہ السلام اس قرآن کو آپ ﷺ کے دل پر لے کر اترے۔ اس سے معلوم ہوا کہ سب سے پاکیزہ کلام کے لیے سب سے پاکیزہ دل کا انتخاب فرمایا گیا۔

حافظ صاحب نے نہایت درد بھرے لہجے میں فرمایا:

اے میرے دوستو! کبھی تم نے اپنے دل سے یہ سوال کیا کہ میرے گھر میں قرآن تو موجود ہے، مگر کیا قرآن میرے دل میں بھی موجود ہے؟ کیا میں صرف اس کی تلاوت کرتا ہوں یا اس کی تعلیمات پر بھی عمل کرتا ہوں؟ اور کیا میری زندگی میں محمد

رسول اللہ ﷺ کی وہ محبت ہے جو مجھے قرآن کے مطابق جینے پر آمادہ کر دے؟ یہ سوال ہر مومن کو اپنے نفس سے ضرور کرنا چاہیے۔

حافظ صاحب نے نہایت شفقت سے ایک مثال بیان کرتے ہوئے فرمایا:

فرض کرو ایک مریض کے پاس دنیا کی بہترین دوا موجود ہو، مگر وہ اسے کبھی استعمال نہ کرے، تو کیا صرف دوا کا گھر میں ہونا اسے صحت مند بنا دے گا؟ ہرگز نہیں۔ اسی طرح صرف قرآن کو گھر میں رکھ لینا کافی نہیں، جب تک اسے سمجھا نہ جائے، اس پر عمل نہ کیا جائے اور اسے محمد رسول اللہ ﷺ کے طریقے کے مطابق نہ پڑھا جائے، اس وقت تک زندگی میں اس کا نور مکمل طور پر ظاہر نہیں ہوتا۔

حافظ صاحب نے نہایت فکر انگیز انداز میں فرمایا:

رسول اللہ ﷺ کا قرآن سے تعلق صرف تلاوت کا نہ تھا، بلکہ آپ ﷺ کی پوری زندگی قرآن کی عملی تفسیر تھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جب آپ ﷺ کے اخلاق کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا:

كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْاٰنَ

(صحیح مسلم:746)

یعنی آپ ﷺ کا اخلاق قرآن تھا۔ میرے عزیزو! یہ الفاظ کتنے عظیم ہیں۔ گویا اگر کسی نے محمد ﷺ کو دیکھ لیا تو اس نے قرآن کی عملی تصویر دیکھ لی۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت سے فرمایا:

اے اللہ کے بندو! اگر تم صاحبِ قرآن محمد ﷺ سے محبت کرتے ہو تو قرآن سے بھی محبت کرو۔ روزانہ اس کی تلاوت کرو، اس کے معانی سمجھنے کی کوشش کرو، اپنے بچوں کو اس کی تعلیم دو، اپنے گھروں کو اس کی آواز سے آباد کرو، اپنے فیصلے اس کے مطابق کرو، اپنے اخلاق کو اس کے مطابق سنوارو، اپنے دل کو ذکرِ الٰہی سے زندہ رکھو،

والدین کے حقوق ادا کرو، بندوں کے ساتھ حسنِ سلوک اختیار کرو، اخلاص، تقویٰ، صبر، شکر اور توبہ کو اپنی زندگی کا سرمایہ بنالو، کیونکہ یہی قرآن کا پیغام اور محمد رسول اللہ ﷺ کی تعلیم ہے۔

حافظ صاحب کی آنکھیں نم ہوگئیں اور فرمایا:

میرے عزیزو! قیامت کے دن قرآن بھی شفاعت کرے گا اور صاحبِ قرآن محمد ﷺ بھی شفاعت فرمائیں گے۔ اس لیے آج ہی اپنے دل کو قرآن سے جوڑ لو، اپنی زبان کو درودِ پاک سے معطر کرو، اپنے کردار کو سنتِ نبوی ﷺ سے مزین کرو اور اپنی زندگی کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے وقف کردو۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی معرفت، اپنی محبت، اپنے ذکر، اپنے قرب، اپنے اخلاص اور اپنی کامل بندگی نصیب فرمائے۔ ہمارے دلوں میں قرآنِ کریم کی محبت، اس پر عمل کی توفیق اور صاحبِ قرآن محمد مصطفیٰ ﷺ کی کامل اتباع عطا فرمائے۔ آمین۔

قرآن اور محمد رسول ﷺ

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو نور کا منبع، ہدایت کا سرچشمہ، حکمت کا خزانہ، علمِ کامل کا مالک، رحمتِ بے پایاں کا عطا فرمانے والا اور تمام جہانوں کا رب ہے۔ وہی دلوں کو ایمان سے روشن کرتا ہے، عقلوں کو قرآن کے نور سے منور فرماتا ہے، بندوں کو اپنی معرفت عطا کرتا ہے اور اپنی رحمت سے گمراہی کے اندھیروں کو ہدایت کی روشنی میں بدل دیتا ہے۔

وہی اللہ تعالیٰ ہے جس نے اپنے فضل وکرم سے قرآنِ کریم کو نازل فرمایا، اس کی حفاظت کا ذمہ خود لیا، اسے قیامت تک کے لیے ہدایت کا سرچشمہ بنایا اور اپنے محبوب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو اس عظیم کتاب کا حامل، مبلغ، معلم، مفسر اور عملی نمونہ بنا کر مبعوث فرمایا۔ ہر نعمت اسی کی عطا، ہر علم اسی کا فضل، ہر ہدایت اسی کی رحمت اور ہر کامیابی اسی کی توفیق ہے۔

اسی کی حمد وثنا ہے کہ اس نے قرآن اور محمد رسول ﷺ کے درمیان ایسا اٹوٹ تعلق قائم فرمایا کہ قیامت تک قرآن کو محمد ﷺ کے بغیر اور محمد ﷺ کو قرآن کے بغیر مکمل طور پر سمجھنا ممکن نہیں۔ یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے دو ایسے نور ہیں جن کے ذریعے انسان دنیا و آخرت کی کامیابی حاصل کرتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت سے قرآنِ مجید کو اپنے قریب رکھا، پھر حاضرین کی طرف شفقت بھری نگاہ ڈالی اور فرمایا:

اے میرے عزیزو! اگر تم مجھ سے پوچھو کہ اس دنیا کی سب سے عظیم رفاقت کون سی ہے، تو میں کہوں گا: ''قرآن اور محمد رسول ﷺ کی رفاقت۔'' اللہ تعالیٰ نے اپنا مقدس کلام نازل فرمایا، مگر اس کے ساتھ ایک ایسے معلم کو بھی بھیجا جس نے اس کلام کو صرف پڑھ کر نہیں سنایا بلکہ اپنی پوری زندگی سے اس کی تفسیر کر دی۔ اگر قرآن چراغ ہے تو محمد رسول ﷺ اس چراغ کی روشن کرن ہیں، اگر قرآن ہدایت ہے تو محمد رسول ﷺ اس ہدایت کی عملی تصویر ہیں۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت بھرے لہجے میں فرمایا:

میرے بھائیو! قرآنِ کریم کی پہلی وحی کس پر نازل ہوئی؟ محمد رسول ﷺ پر۔ سب سے پہلے اس پر ایمان کس نے لایا؟ محمد رسول ﷺ نے۔ سب سے پہلے اس پر عمل کس نے کیا؟ محمد رسول ﷺ نے۔ سب سے پہلے اسے امت تک کس نے پہنچایا؟ محمد رسول ﷺ نے۔ اس لیے قرآن اور رسول اللہ ﷺ کا تعلق

صرف نازل ہونے والے کلام اور سنانے والے رسول کا نہیں، بلکہ یہ رب اور بندوں کے درمیان ہدایت کے کامل نظام کا تعلق ہے۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۴۴﴾

(سورۃ النحل:44)

ترجمہ: اور ہم نے آپ کی طرف یہ ذکر (قرآن) نازل فرمایا تاکہ آپ لوگوں کے لیے اس چیز کو کھول کر بیان کریں جو ان کی طرف نازل کی گئی ہے، اور تاکہ وہ غور و فکر کریں۔

میرے عزیزو! اس آیت نے ہمیشہ کے لیے یہ حقیقت واضح کر دی کہ قرآن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت اور تشریح کے بغیر مکمل طور پر سمجھنا ممکن نہیں۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت سے فرمایا:

میرے دوستو! کبھی تم نے اپنے دل سے یہ سوال کیا کہ کیا میں قرآن کو صرف ثواب کی کتاب سمجھتا ہوں یا زندگی کی کتاب بھی مانتا ہوں؟ اور کیا میں قرآن کو محمد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم کے مطابق سمجھنے کی کوشش کرتا ہوں یا اپنی خواہش کے مطابق؟ یاد رکھو! یہ سوال تمہارے ایمان کو بیدار کر دے گا اگر تم سچے دل سے اس کا جواب تلاش کرو گے۔

حافظ صاحب نے نہایت شفقت سے ایک مثال بیان کرتے ہوئے فرمایا:

فرض کرو ایک بادشاہ کسی شخص کے ہاتھ میں ایک مفصل ہدایت نامہ بھیج دے،

اور ساتھ ایک قابل اعتماد نمائندہ بھی بھیجے جو اس کی ہر بات سمجھائے، ہر مشکل حل کرے اور خود اس ہدایت نامے کے مطابق زندگی گزار کر دکھائے۔ اگر کوئی شخص نمائندے کو چھوڑ کر صرف کتاب پڑھنا چاہے تو وہ بہت سی باتوں میں غلطی کرے گا۔ میرے بھائیو! قرآن اللہ تعالیٰ کا ہدایت نامہ ہے اور محمد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے سب سے کامل معلم ہیں۔

حافظ صاحب نے نہایت سوز و گداز کے ساتھ فرمایا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف قرآن کی تلاوت نہیں فرمائی بلکہ اس کی ہر آیت کو اپنی زندگی میں نافذ فرمایا۔ جب قرآن نے صبر کا حکم دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبر کا پہاڑ بن گئے، جب عفو و درگزر کا حکم آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ کے دشمنوں کو معاف کر دیا، جب یتیموں سے حسنِ سلوک کی تعلیم آئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یتیموں کے سروں پر شفقت کا ہاتھ رکھا، جب والدین کے احترام کا حکم آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت کو والدین کے حقوق کی عظمت سکھائی، جب اخلاص، تقویٰ، ذکرِ الٰہی، شکر اور توبہ کا درس آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود اس کا کامل نمونہ بن گئے۔

حافظ صاحب نے نہایت وقار سے فرمایا:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق کیسے تھے؟ انہوں نے فرمایا:

كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْاٰنَ

(صحیح مسلم:746)

یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اخلاق سراپا قرآن تھا۔

میرے عزیزو! اس ایک جملے میں پوری سیرتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سمٹ آئی۔ اگر کوئی قرآن کو چلتا پھرتا دیکھنا چاہتا تو محمد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ لیتا۔

حافظ صاحب نے نہایت درد بھرے لہجے میں فرمایا:

آج ایک بڑی آزمائش یہ ہے کہ بعض لوگ قرآن پڑھتے ہیں مگر سنت کو چھوڑ دیتے ہیں، اور بعض سنت کا دعویٰ کرتے ہیں مگر قرآن سے دور رہتے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے دونوں کو ایک دوسرے کا ساتھی بنایا ہے۔ جو قرآن سے محبت کرے گا، وہ رسول اللہ ﷺ سے بھی محبت کرے گا، اور جو سچا عاشقِ رسول ﷺ ہوگا، وہ قرآن کو اپنی زندگی کا دستور ضرور بنائے گا۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے چند لمحوں کے بعد فرمایا:

اے اللہ کے بندو! اپنے گھروں میں قرآن کی تلاوت کا معمول بناؤ، لیکن اس کے ساتھ اپنے بچوں کو رسول اللہ ﷺ کی سیرت بھی پڑھاؤ۔ انہیں بتاؤ کہ یہ وہی نبی ہیں جن کے دل پر قرآن نازل ہوا، جنہوں نے ہر آیت کو اپنی زندگی میں نافذ فرمایا اور جنہوں نے ہمیں سکھایا کہ قرآن کو کیسے پڑھنا، سمجھنا اور اس پر عمل کرنا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت سے فرمایا:

جب تم قرآن پڑھو تو یہ تصور کرو کہ یہ میرے رب کا کلام ہے، اور جب تم سنت پر عمل کرو تو یہ احساس رکھو کہ یہ میرے محبوب محمد رسول ﷺ کا طریقہ ہے۔ اس طرح تمہارا دل اللہ تعالیٰ کی محبت سے بھی بھر جائے گا اور رسول اللہ ﷺ کی محبت سے بھی۔ یہی ایمان کی کامل مٹھاس ہے، یہی روحانی ترقی کا راستہ ہے اور یہی دنیا و آخرت کی حقیقی کامیابی ہے۔

حافظ صاحب کی آنکھیں نم ہو گئیں اور فرمایا:

میرے عزیزو! ایک دن ہم سب اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوں گے۔ اس دن ہم سے یہ بھی پوچھا جائے گا کہ قرآن کے ساتھ ہمارا تعلق کیسا تھا، اور یہ بھی کہ محمد رسول ﷺ کی سنت سے ہمارا رشتہ کتنا مضبوط تھا۔ اس لیے آج ہی اپنے دل کا محاسبہ کرو، اپنے نفس کی اصلاح کرو، سچی توبہ کرو، نمازوں کی حفاظت کرو، ذکرِ الٰہی کو اپنا معمول

بناؤ، والدین کی خدمت کو سعادت سمجھو، بندوں کے حقوق ادا کرو، حسنِ اخلاق کو اپنی پہچان بناؤ اور قرآن وسنت کو اپنی زندگی کا سرمایہ بنالو۔

حافظ صاحب نے نہایت جذب وکیف کے ساتھ گفتگو کا اختتام فرمایا:

اے دل کے مسافرو! قرآن اور محمد رسول ﷺ کو کبھی ایک دوسرے سے جدا نہ کرنا۔ قرآن تمہیں راستہ دکھائے گا اور محمد رسول ﷺ اس راستے پر چلنا سکھائیں گے۔ قرآن تمہیں اللہ تعالیٰ کی معرفت عطا کرے گا اور رسول اللہ ﷺ تمہیں اس معرفت کی عملی زندگی عطا کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں قرآنِ کریم سے سچی محبت، اس کی صحیح سمجھ، اس پر کامل عمل، محمد رسول ﷺ کی کامل اتباع، اخلاص، تقویٰ، ذکرِ الٰہی، توبہ، صبر، شکر، والدین کی خدمت، بندوں کے حقوق کی ادائیگی، حسنِ اخلاق اور دنیا و آخرت کی حقیقی کامیابی عطا فرمائے۔ ہمیں قیامت کے دن قرآن کی شفاعت، اپنے محبوب محمد مصطفیٰ ﷺ کی شفاعت، حوضِ کوثر سے سیرابی اور جنت الفردوس میں اپنے محبوب ﷺ کی دائمی رفاقت نصیب فرمائے۔ آمین۔

حصہ:-6

حضرت انسان اور انسانیت

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

تمام تعریفیں اُس اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو انسان کا خالق، روحوں کا پروردگار، دلوں کا مالک، رحمتوں کا سرچشمہ، حکمتوں کا عطا فرمانے والا اور عزت و کرامت کا حقیقی مالک ہے۔ وہی اپنے فضل سے انسان کو وجود عطا فرماتا ہے، اپنی رحمت سے ایمان کی دولت بخشتا ہے، اپنی ہدایت سے گمراہی کے اندھیروں کو نور میں بدل دیتا ہے اور اپنی معرفت سے دلوں کو زندہ فرماتا ہے۔

وہی اللہ تعالیٰ ہے جس نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنے حکم سے پیدا فرمایا، ان میں روح پھونکی، فرشتوں کو ان کے سامنے سجدۂ تعظیمی کا حکم دیا، انہیں علم کی دولت عطا فرمائی اور پوری نسلِ انسانی کو عزت و شرف کا تاج پہنایا۔ ہر نعمت اسی کی عطا، ہر عزت اسی کا کرم، ہر بھلائی اسی کا فضل اور ہر کامیابی اسی کی توفیق سے ہے۔

اسی کی حمد و ثنا ہے کہ اس نے اپنے محبوب محمد مصطفیٰ ﷺ کو تمام انسانیت کے لیے رحمت، ہدایت، شفقت اور نجات کا ذریعہ بنا کر بھیجا، تاکہ انسان اپنی حقیقت کو پہچانے، اپنے رب کی معرفت حاصل کرے، اپنے نفس کا تزکیہ کرے اور دنیا و آخرت کی کامیابی حاصل کرے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھرے انداز میں حاضرین کی طرف دیکھا، پھر چند لمحے خاموش رہے، جیسے دل میں انسان کی حقیقت کے اسرار تازہ ہو رہے ہوں، اس کے بعد فرمایا:

اے میرے عزیزو! اس دنیا میں اگر کوئی مخلوق سب سے زیادہ قابلِ توجہ ہے تو وہ انسان ہے۔ پہاڑ اپنی جگہ قائم ہیں، سمندر اپنی وسعت میں ہیں، ستارے اپنے مدار میں گردش کر رہے ہیں، مگر اللہ تعالیٰ نے ان سب کے درمیان انسان کو اشرف المخلوقات بنایا۔ افسوس یہ ہے کہ بہت سے لوگ دنیا کو تو جان لیتے ہیں، مگر خود اپنے آپ کو نہیں جانتے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت سے فرمایا:

میرے بھائیو! انسان صرف گوشت، ہڈی اور خون کا نام نہیں۔ انسان ایک جسم بھی ہے، ایک عقل بھی ہے، ایک دل بھی ہے، ایک روح بھی ہے اور ایک امانت بھی ہے۔ اگر جسم زندہ ہو مگر دل مردہ ہو، اگر عقل تیز ہو مگر روح غافل ہو، تو ایسا انسان اپنی اصل حقیقت سے دور ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں صرف جینے کے لیے پیدا نہیں فرمایا بلکہ اپنی بندگی، اپنی معرفت اور اپنی رضا کے لیے پیدا فرمایا۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيٓ اٰدَمَ

(سورۃ الاسراء:70)

یعنی بے شک ہم نے اولادِ آدم کو عزت بخشی۔

میرے عزیزو! اس آیت پر غور کرو۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو عزت دی ہے، اس لیے کسی انسان کی بے عزتی کرنا، اس کا دل توڑنا، اس کے حقوق پامال کرنا یا اسے حقیر سمجھنا اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ عزت کی ناقدری ہے۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

میرے دوستو! کبھی تم نے اپنے دل سے یہ سوال کیا کہ کیا میری وجہ سے کسی انسان کو سکون ملا یا تکلیف؟ کیا میرے اخلاق سے کسی کا دل خوش ہوا یا کسی کی آنکھ نم

ہوئی ؟ یاد رکھو! قیامت کے دن صرف نمازوں اور روزوں ہی کا حساب نہیں ہوگا، بلکہ بندوں کے حقوق کا بھی حساب ہوگا۔

حافظ صاحب نے نہایت شفقت سے ایک مثال بیان کرتے ہوئے فرمایا:

فرض کرو ایک خوبصورت آئینہ ہے۔ اگر اس پر گرد جم جائے تو وہ چہرہ دکھانا چھوڑ دیتا ہے، حالانکہ آئینہ خراب نہیں ہوتا بلکہ اس پر میل آجاتا ہے۔ میرے عزیزو! انسان کا دل بھی ایسا ہی آئینہ ہے۔ گناہ، تکبر، حسد، نفرت، جھوٹ اور ظلم اس پر گرد بن کر بیٹھ جاتے ہیں۔ جب دل کو توبہ، ذکرِ الٰہی، قرآن، درودِ پاک اور نیک اعمال سے صاف کیا جاتا ہے تو پھر اس میں اللہ تعالیٰ کی معرفت کا نور جھلکنے لگتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت فکر انگیز انداز میں فرمایا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انسان کو صرف عبادت گزار نہیں بنایا بلکہ بہترین انسان بننے کی تعلیم دی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

خَيْرُ النَّاسِ أَنْفَعُهُمْ لِلنَّاسِ

(المعجم الاوسط للطبرانی:5937)

یعنی بہترین انسان وہ ہے جو لوگوں کو سب سے زیادہ نفع پہنچائے۔

میرے بھائیو! اگر تمہاری نماز تمہیں نرم دل نہ بنائے، اگر تمہارا روزہ تمہیں صبر نہ سکھائے، اگر تمہارا ذکر تمہارے اخلاق کو بہتر نہ کرے، تو اپنی عبادت کا جائزہ ضرور لو۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھرے لہجے میں فرمایا:

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں انسانیت کا سب سے بلند سبق دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یتیم کے سر پر شفقت کا ہاتھ رکھا، بیواؤں کی مدد فرمائی، غلاموں کو عزت دی، بچوں

سے محبت کی، بڑوں کا احترام کیا، پڑوسیوں کے حقوق ادا کیے، دشمنوں کو معاف کیا اور جانوروں تک پر رحم کرنے کی تعلیم دی۔ یہی حقیقی انسانیت ہے، اور یہی اسلام کی خوبصورتی ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت درد بھرے لہجے میں فرمایا:

اے اللہ کے بندو! آج دنیا میں انسان بہت ترقی کر گیا ہے، لیکن اگر اس کے دل سے رحم، شفقت، دیانت، سچائی اور اخلاص نکل جائے تو وہ ترقی یافتہ ہو کر بھی حقیقی انسان نہیں رہتا۔ انسانیت صرف شکل سے نہیں بلکہ کردار سے پہچانی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک عزت مال سے نہیں، تقویٰ سے ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ

(سورۃ الحجرات:13)

ترجمہ: بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ متقی ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت عاجزی سے سر جھکا کر فرمایا:

اپنے والدین کی خدمت کرو، کیونکہ یہی انسانیت کا پہلا امتحان ہے۔ اپنے پڑوسی کا خیال رکھو، کیونکہ یہی حسنِ اخلاق کی علامت ہے۔ یتیم کو محبت دو، مسکین کی مدد کرو، کسی کا مذاق نہ اڑاؤ، کسی کی عزت پر حملہ نہ کرو، کسی کے راز کو ظاہر نہ کرو، کسی کی مجبوری سے فائدہ نہ اٹھاؤ، کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر دل کی آہ سنتا ہے۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے چند لمحوں کے بعد فرمایا:

میرے عزیزو! انسانیت کا سب سے بڑا حسن یہ ہے کہ انسان اپنے رب کو نہ بھولے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی محبت دل میں ہوگی تو بندوں کے ساتھ محبت بھی ہوگی۔ اگر ذکرِ الٰہی زبان پر ہوگا تو غیبت اور جھوٹ ختم ہو جائے گا۔ اگر رسول اللہ ﷺ کی

سنت زندگی میں ہوگی تو ظلم کی جگہ عدل، نفرت کی جگہ محبت اور سختی کی جگہ رحمت پیدا ہوگی۔

حافظ صاحب کی آنکھیں نم ہوگئیں اور فرمایا:

یاد رکھو! ایک دن ہم سب اپنے رب کے سامنے کھڑے ہوں گے۔ نہ وہاں رنگ پوچھا جائے گا، نہ قوم، نہ زبان، نہ دولت اور نہ عہدہ۔ وہاں صرف ایمان، اخلاص، تقویٰ، اعمال، بندوں کے حقوق، والدین کی خدمت، حسنِ اخلاق اور رسول اللہ ﷺ کی اتباع کام آئے گی۔ اس لیے آج ہی اپنے دل کو صاف کرو، اپنے نفس کی اصلاح کرو، سچی توبہ کرو، قرآن کو اپنا ساتھی بناؤ، ذکرِ الٰہی کو اپنا سرمایہ بناؤ اور ہر انسان کے ساتھ وہی سلوک کرو جو تم اپنے لیے پسند کرتے ہو۔

حافظ صاحب نے نہایت جذب و کیف کے ساتھ گفتگو کا اختتام فرمایا:

اے دل کے مسافرو! ہمیشہ یاد رکھو کہ تم صرف انسان نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم امانت ہو۔ اپنے رب کو پہچانو، اپنے نبی محمد مصطفیٰ ﷺ سے محبت کرو، قرآن کو اپنی زندگی کا دستور بناؤ، اپنے والدین کو راضی رکھو، بندوں کے حقوق ادا کرو، اخلاص، تقویٰ، صبر، شکر، توبہ، حسنِ اخلاق اور ذکرِ الٰہی کو اپنی زندگی کا حصہ بنا لو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی معرفت، اپنی محبت، اپنی کامل بندگی، رسول اللہ ﷺ کی سچی اتباع، انسانیت کی حقیقی خدمت، دلوں کی نرمی، اخلاق کی پاکیزگی، والدین کی رضا، بندوں کے حقوق کی ادائیگی، دنیا و آخرت کی کامیابی، حوضِ کوثر سے سیرابی، شفاعتِ مصطفیٰ ﷺ اور جنت الفردوس میں اپنے محبوب ﷺ کی دائمی رفاقت عطا فرمائے۔ آمین۔

حقیقی انسان کی پہچان

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

تمام تعریفیں اُس اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو انسان کو عدم سے وجود میں لانے والا، دلوں کو ایمان کی روشنی سے منور کرنے والا، روحوں کو اپنی معرفت سے زندہ کرنے والا، عقلوں کو حکمت عطا فرمانے والا، گناہوں کو معاف کرنے والا اور اپنے فضل و کرم سے بندوں کو عزت و شرف عطا فرمانے والا ہے۔ وہی رحمان ہے، وہی رحیم ہے، وہی مالکِ یومِ دین ہے، اسی کے قبضۂ قدرت میں زندگی اور موت ہے، اور اسی کی رحمت ہر شے پر محیط ہے۔

وہی اللہ تعالیٰ ہے جس نے انسان کو بہترین صورت میں پیدا فرمایا، اسے علم عطا کیا، خیر و شر کی تمیز بخشی، انبیائے کرام علیہم السلام کو اس کی ہدایت کے لیے بھیجا اور اپنے آخری رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو ایسا کامل نمونہ بنایا کہ جو ان کی پیروی کرے وہ حقیقی انسان بن جائے۔ ہر نعمت اسی کی عطا، ہر بھلائی اسی کا فضل، ہر کامیابی اسی کی توفیق اور ہر عزت اسی کے کرم کا نتیجہ ہے۔

اسی کی حمد و ثنا ہے کہ اس نے ایمان، تقویٰ، اخلاص، حسنِ اخلاق، صبر، شکر، توبہ، ذکر اور محبتِ رسول ﷺ کو انسان کی حقیقی زینت بنایا۔ ظاہری حسن چند دن کا ہے، مگر باطنی حسن وہ سرمایہ ہے جو دنیا میں عزت اور آخرت میں نجات عطا کرتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھرے انداز میں حاضرین کی طرف دیکھا، پھر دھیرے سے فرمایا:

اے میرے عزیزو! دنیا میں انسانوں کی تعداد بہت ہے، مگر حقیقی انسان کم

ہیں۔ ہر وہ شخص جو دو ہاتھ، دو پاؤں، دو آنکھیں اور ایک زبان رکھتا ہے، ضروری نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی کامل انسان ہو۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک انسان کی قدر اس کے لباس، مال، خاندان یا شہرت سے نہیں بلکہ اس کے ایمان، اس کے تقویٰ، اس کے اخلاق اور اس کے دل کی پاکیزگی سے ہوتی ہے۔ اسی لیے میں تم سے کہتا ہوں کہ اپنے چہرے کو آئینے میں دیکھنے سے پہلے اپنے دل کو ایمان کے آئینے میں ضرور دیکھا کرو۔

حافظ صاحب نے نہایت شفقت سے فرمایا:

میرے بھائیو! حقیقی انسان وہ نہیں جو صرف دنیا کمانا جانتا ہو، بلکہ حقیقی انسان وہ ہے جو اپنے رب کو پہچانتا ہو، اپنے نبی محمد رسول اللہ ﷺ سے سچی محبت رکھتا ہو، اپنے والدین کی خدمت کو سعادت سمجھتا ہو، لوگوں کے حقوق ادا کرتا ہو اور ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی رضا کو اپنی خواہش پر مقدم رکھتا ہو۔ اگر یہ صفات کسی میں نہیں تو اس نے ابھی انسانیت کا اصل ذوق نہیں چکھا۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

میرے دوستو! کبھی تم نے اپنے دل سے یہ سوال کیا کہ اگر آج میری زندگی ختم ہو جائے تو لوگ مجھے کس نام سے یاد کریں گے؟ ایک نیک انسان؟ ایک سچا مسلمان؟ ایک خدمت گزار بندہ؟ یا ایک ایسا شخص جس نے صرف اپنے لیے زندگی گزاری؟ یہ سوال تمہیں ڈرانے کے لیے نہیں، جگانے کے لیے ہے، تاکہ تم آج ہی اپنی زندگی کا رخ اللہ تعالیٰ کی طرف موڑ دو۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں ارشاد فرمایا:

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ۝۹ وَ قَدْ خَابَ مَنْ

دَسّٰىهَا ﴿۱۰﴾

(سورۃ الشّمس:9-10)

ترجمہ: یقیناً وہ شخص کامیاب ہوگیا جس نے اپنے نفس کو پاک کرلیا، اور یقیناً وہ شخص نامراد ہوگیا جس نے اسے گناہوں میں دبا دیا۔

میرے عزیزو! حقیقی انسان وہ ہے جو ہر روز اپنے نفس کا محاسبہ کرے، اپنے گناہوں پر نادم ہو، توبہ کرے، ذکرِ الٰہی سے اپنے دل کو زندہ رکھے اور اپنی اصلاح میں لگا رہے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت سے ایک مثال بیان کرتے ہوئے فرمایا:

فرض کرو دو گھڑے ہیں۔ ایک سونے سے بنا ہوا ہے مگر اس کے اندر زہر بھرا ہوا ہے، دوسرا مٹی کا ہے مگر اس میں ٹھنڈا اور میٹھا پانی موجود ہے۔ تم پیاس کی حالت میں کس کو اختیار کرو گے؟ یقیناً مٹی کے گھڑے کو، کیونکہ اصل قیمت برتن کی نہیں بلکہ اس کے اندر موجود چیز کی ہوتی ہے۔ میرے عزیزو! انسان بھی ایسا ہی ہے۔ چہرے کی خوبصورتی، لباس کی نفاست اور مال کی کثرت انسان کو بڑا نہیں بناتی، بلکہ اس کے دل کا ایمان، اس کے کردار کی پاکیزگی اور اس کے اخلاق کی خوشبو اسے اللہ تعالیٰ کے نزدیک بلند مقام عطا کرتی ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت فکر انگیز انداز میں فرمایا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ إِلٰى صُوَرِكُمْ وَلَا إِلٰى أَمْوَالِكُمْ وَلٰكِنْ يَنْظُرُ إِلٰى قُلُوبِكُمْ

وَأَعْمَالِكُمْ

(صحیح مسلم:2564)

ترجمہ: بے شک اللہ تمہاری صورتوں اور تمہارے مالوں کو نہیں دیکھتا، بلکہ وہ تمہارے دلوں اور تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے۔

میرے بھائیو! اس حدیث کے بعد بھی اگر انسان اپنے ظاہر کو سنوارنے میں ساری زندگی لگا دے اور دل کو ویران چھوڑ دے تو اس سے بڑی محرومی کیا ہوگی؟

حافظ صاحب نے نہایت درد بھرے لہجے میں فرمایا:

حقیقی انسان کی ایک بڑی پہچان یہ بھی ہے کہ وہ دوسروں کے لیے آسانی پیدا کرتا ہے، تنگی نہیں۔ اس کی زبان سے خیر نکلتی ہے، اس کے ہاتھ سے کسی کو تکلیف نہیں پہنچتی، اس کے دل میں حسد، کینہ، تکبر اور نفرت کی جگہ محبت، معافی اور خیر خواہی ہوتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ

(صحیح البخاری:10، صحیح مسلم:40)

ترجمہ: مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

یہی حقیقی انسانیت کا معیار ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت سے فرمایا:

میرے عزیزو! اگر تم اپنے گھر میں حقیقی انسان بننا چاہتے ہو تو سب سے پہلے

والدین کے سامنے عاجزی اختیار کرو۔ ان کی دعائیں لو، ان کی خدمت کرو، ان کی دل آزاری سے بچو۔ پھر اپنی اولاد کے ساتھ شفقت، اپنی بیوی کے ساتھ حسنِ معاشرت، اپنے پڑوسی کے ساتھ خیر خواہی اور اپنے محتاج بھائی کے ساتھ سخاوت کا برتاؤ کرو۔ جو انسان اپنے قریب والوں کے لیے رحمت نہیں بنتا، وہ دور والوں کے لیے بھی خیر کا ذریعہ نہیں بن سکتا۔

حافظ صاحب نے نہایت وقار سے فرمایا:

حقیقی انسان کبھی اپنے اعمال پر غرور نہیں کرتا۔ وہ نماز پڑھ کر بھی اللہ تعالیٰ سے قبولیت مانگتا ہے، روزہ رکھ کر بھی اپنی کوتاہی پر استغفار کرتا ہے، صدقہ دے کر بھی احسان نہیں جتاتا، علم حاصل کر کے بھی عاجزی اختیار کرتا ہے، کیونکہ اسے معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھ ہے، سب اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے چند لمحوں کے بعد فرمایا:

اے اللہ کے بندو! اس دنیا میں تمہاری اصل کامیابی یہ نہیں کہ لوگ تمہیں بڑا کہیں، بلکہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اپنا محبوب بندہ فرما دے۔ اور اللہ تعالیٰ کا محبوب وہی بنتا ہے جو قرآن کو اپنا رہنما، محمد رسول اللہ ﷺ کو اپنا نمونہ، ذکرِ الٰہی کو اپنی غذا، توبہ کو اپنا سرمایہ، اخلاص کو اپنی روح، تقویٰ کو اپنا لباس اور حسنِ اخلاق کو اپنی پہچان بنا لیتا ہے۔

حافظ صاحب کی آنکھیں نم ہو گئیں اور فرمایا:

یاد رکھو! ایک دن یہ جسم مٹی میں چلا جائے گا، مگر تمہارے اعمال تمہارے ساتھ رہیں گے۔ نہ مال ساتھ جائے گا، نہ شہرت، نہ تعریفیں، بلکہ صرف ایمان، صالح اعمال، والدین کی دعائیں، بندوں کے ادا کیے ہوئے حقوق، سچی توبہ، اخلاص، محبتِ رسول ﷺ اور اللہ تعالیٰ کی رحمت تمہارا سہارا بنیں گے۔ اس لیے ہر شام اپنے دل کا حساب لیا کرو، ہر صبح اپنے رب سے نیا عہد کیا کرو کہ آج کسی کا دل نہیں دکھاؤں گا،

کسی پر ظلم نہیں کروں گا، کسی سے جھوٹ نہیں بولوں گا، کسی کا حق نہیں ماروں گا اور ہر حال میں اپنے رب کی رضا تلاش کروں گا۔

حافظ صاحب نے نہایت جذب و کیف کے ساتھ گفتگو کا اختتام فرمایا:

اے دل کے مسافرو! حقیقی انسان بننے کی کوشش کرو، صرف کامیاب انسان بننے کی نہیں۔ اپنے دل کو ایمان سے آباد کرو، اپنی زبان کو ذکرِ الٰہی اور درودِ پاک سے معطر رکھو، اپنے کردار کو سنتِ نبوی ﷺ سے روشن کرو، اپنے نفس کو توبہ سے پاک کرو، اپنے والدین کی خدمت کو جنت کا راستہ سمجھو، بندوں کے حقوق ادا کرو، صبر، شکر، تقویٰ، اخلاص اور حسنِ اخلاق کو اپنی زندگی کا سرمایہ بنا لو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی معرفت، اپنی محبت، اپنے ذکر، اپنے قرب، اپنی کامل بندگی، رسول اللہ ﷺ کی سچی اتباع، قرآنِ کریم پر کامل عمل، پاکیزہ اخلاق، نرم دل، سچی توبہ، والدین کی رضا، بندوں کے حقوق کی ادائیگی اور دنیا و آخرت کی حقیقی کامیابی عطا فرمائے۔ ہمیں حوضِ کوثر سے اپنے محبوب محمد مصطفیٰ ﷺ کے دستِ مبارک سے پانی نصیب فرمائے، شفاعتِ کبریٰ سے سرفراز فرمائے، جنت الفردوس میں اپنے محبوب ﷺ کی دائمی رفاقت عطا فرمائے اور ہمارا خاتمہ ایمانِ کامل پر فرمائے۔ آمین۔

انسان اشرف المخلوقات کیوں؟

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

تمام تعریفیں اُس اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو خالقِ کائنات، مالکِ ارض و سما، ربّ مشرقین و مغربین، رحمٰن و رحیم، علیم و حکیم اور صاحبِ عزت و کبریائی ہے۔ وہی اپنے فضل سے عدم کو وجود بخشتا ہے، مٹی کو زندگی عطا فرماتا ہے، دلوں کو ایمان سے روشن کرتا

ہے، روحوں کو اپنی معرفت کی خوشبو عطا کرتا ہے اور اپنے بندوں کو اپنی رحمت کے سائے میں جگہ دیتا ہے۔ ہر نعمت اسی کی عطا ہے، ہر رحمت اسی کا کرم ہے، ہر بھلائی اسی کی توفیق ہے اور ہر تعریف صرف اسی کے لیے ہے۔

وہی اللہ تعالیٰ ہے جس نے آسمانوں کو بغیر ستون کے بلند فرمایا، زمین کو انسان کے لیے بچھونا بنایا، سورج کو روشنی، چاند کو سکون، ہوا کو زندگی، پانی کو رحمت اور پوری کائنات کو اپنی قدرت کی نشانی بنایا۔ اس نے انسان کو صرف پیدا نہیں فرمایا بلکہ علم، عقل، شعور، اختیار اور ایمان کی دولت سے بھی نوازا، تاکہ وہ اپنے رب کو پہچانے، اس کی بندگی کرے اور اس کی رضا حاصل کرے۔

اسی کی حمد و ثنا ہے کہ اس نے اپنے محبوب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو انسانیت کا کامل رہنما بنا کر بھیجا، جنہوں نے انسان کو اس کی اصل عظمت، اس کی ذمہ داری، اس کی حقیقت اور اس کے رب تک پہنچنے کا راستہ سکھایا۔ اللہ تعالیٰ کا بے پایاں احسان ہے کہ اس نے ہمیں امتِ محمد یہ ﷺ میں پیدا فرمایا۔

حافظ صاحب نے آسمان کی طرف محبت بھری نگاہ اٹھائی، جیسے دل پر معرفت کی کوئی نئی کیفیت اتر رہی ہو، پھر نہایت نرمی سے حاضرین کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

اے میرے عزیزو! آج میں تم سے ایک ایسا سوال پوچھتا ہوں جس کا جواب ہر انسان کو اپنی پوری زندگی میں تلاش کرنا چاہیے۔ آخر اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرفُ المخلوقات کیوں بنایا؟ کیا صرف اس لیے کہ وہ سیدھا چلتا ہے؟ کیا صرف اس لیے کہ وہ بول سکتا ہے؟ یا اس لیے کہ وہ بڑے بڑے شہر بنا لیتا ہے؟ نہیں میرے بھائیو! اگر یہی معیار ہوتا تو بہت سی مخلوقات انسان سے زیادہ طاقتور، زیادہ تیز رفتار اور بعض پہلوؤں میں زیادہ منظم ہیں۔ انسان کی عظمت کسی ظاہری قوت میں نہیں بلکہ اس امانت میں ہے جو اللہ تعالیٰ نے اسے عطا فرمائی۔

انسانی زندگی کا مقصد

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

تمام تعریفیں اُس اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو زندگی عطا فرمانے والا، موت کا مالک، ہدایت کا سرچشمہ، رحمت کا خزانہ، علم و حکمت کا منبع اور تمام جہانوں کا حقیقی پروردگار ہے۔ وہی انسان کو عدم سے وجود میں لایا، اسے عقل و شعور عطا فرمایا، دل کو ایمان کی روشنی بخشی، روح کو اپنی معرفت کی طلب دی اور اپنی رحمت سے بندگی کا راستہ دکھایا۔ ہر سانس اسی کی عطا، ہر نعمت اسی کا فضل، ہر کامیابی اسی کی توفیق اور ہر عزت اسی کے کرم کا نتیجہ ہے۔

وہی اللہ تعالیٰ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو حکمت کے ساتھ پیدا فرمایا، دن اور رات کو اپنی قدرت کی نشانیاں بنایا، رزق کے دروازے کھولے، توبہ کا راستہ آسان فرمایا اور اپنے انبیائے کرام علیہم السلام کے ذریعے انسان کو اس کی حقیقت، اس کے مقصد اور اس کی آخرت سے آگاہ فرمایا۔ وہی رب ہے جو بندوں کو پکارتا ہے، معاف کرتا ہے، سنبھالتا ہے اور اپنی رحمت کے سائے میں جگہ دیتا ہے۔

اسی کی حمد و ثنا ہے کہ اس نے اپنے محبوب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو انسانیت کا کامل رہبر، بہترین معلم، سب سے عظیم مصلح اور بندگیِ الٰہی کا کامل نمونہ بنا کر بھیجا، تاکہ انسان اپنی زندگی کے اصل مقصد کو پہچانے، اپنے رب کی معرفت حاصل کرے اور دنیا و آخرت کی حقیقی کامیابی سے ہم کنار ہو۔

حافظ صاحب نے نہایت سکون کے ساتھ حاضرین کی طرف دیکھا، پھر دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

اے میرے عزیزو! انسان اس دنیا میں روزی کمانے کے لیے آیا ہے یا اپنے رب کو پانے کے لیے؟ کیا زندگی صرف کھانے، پینے، سونے، گھر بنانے، دولت جمع کرنے اور نام پیدا کرنے کا نام ہے؟ اگر یہی زندگی کا مقصد ہوتا تو جانور بھی کھاتے ہیں، پیتے ہیں، اپنی نسل بڑھاتے ہیں اور اپنی ضرورت پوری کر لیتے ہیں۔ پھر انسان کو اشرف المخلوقات کیوں بنایا گیا؟ اس لیے کہ اس کا مقصد صرف زندہ رہنا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کو پہچان کر اس کی بندگی کرنا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھرے لہجے میں فرمایا:

میرے بھائیو! اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق کا مقصد خود بیان فرما دیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ﴿۵۶﴾

(سورۃ الذاریات:56)

ترجمہ: اور میں نے جنّوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔

یاد رکھو! عبادت صرف نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کا نام نہیں، بلکہ پوری زندگی کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق گزارنے کا نام عبادت ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت فکر انگیز انداز میں فرمایا:

میرے دوستو! کبھی تم نے اپنے دل سے یہ سوال کیا کہ اگر اللہ تعالیٰ آج مجھ سے پوچھ لے کہ میں نے تمہیں کیوں پیدا کیا تھا اور تم نے اپنی زندگی کس کام میں گزار دی، تو میرا جواب کیا ہوگا؟ کیا میری زندگی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے گزری یا صرف دنیا

کی خواہشات کے پیچھے؟ یہ سوال ہر روز اپنے دل سے کیا کرو، کیونکہ یہی سوال انسان کو غفلت سے بیداری کی طرف لے جاتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت شفقت سے ایک مثال بیان کرتے ہوئے فرمایا:

فرض کرو ایک شخص نے ایک خوبصورت باغ لگایا، بہترین پودے لگائے، پانی دیا، حفاظت کی، مگر چند سال بعد دیکھا کہ درخت پھل ہی نہیں دے رہے۔ کیا وہ ان درختوں سے خوش ہوگا؟ ہرگز نہیں۔ میرے عزیزو! اللہ تعالیٰ نے ہمیں بھی بے مقصد پیدا نہیں فرمایا۔ جس طرح درخت کا مقصد پھل دینا ہے، اسی طرح انسان کا مقصد اللہ تعالیٰ کی معرفت، اس کی بندگی، اس کے ذکر، اس کی محبت اور اس کی مخلوق کی خدمت ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

رسول اللہ ﷺ کی پوری زندگی ہمیں یہی سبق دیتی ہے کہ انسان اپنے رب کے لیے جیے۔ آپ ﷺ نے عبادت کی، مگر صرف اپنی نجات کے لیے نہیں؛ لوگوں کو بھی اللہ تعالیٰ سے جوڑا۔ آپ ﷺ نے محبت کی، مگر صرف اپنے گھر والوں سے نہیں؛ پوری انسانیت پر رحم فرمایا۔ آپ ﷺ نے دعا کی، مگر صرف اپنے لیے نہیں؛ پوری امت کے لیے آنسو بہائے۔ یہی حقیقی زندگی کا مقصد ہے کہ انسان اپنے رب سے تعلق مضبوط کرے اور بندوں کے لیے خیر کا ذریعہ بن جائے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت سے فرمایا:

اے اللہ کے بندو! اگر تم زندگی کا مقصد پالو گے تو دنیا کی مصیبتیں بھی تمہیں اللہ تعالیٰ کے قریب لے جائیں گی، نعمتیں بھی شکر پیدا کریں گی، آزمائشیں بھی صبر سکھائیں گی، خوشحالی بھی تکبر پیدا نہیں کرے گی اور تنگی بھی ایمان کو کمزور نہیں کرے گی، کیونکہ جسے منزل معلوم ہو، وہ راستے کی تکلیف سے مایوس نہیں ہوتا۔

حافظ صاحب نے نہایت عاجزی سے سر جھکا کر فرمایا:

اپنی زندگی کا ہر دن اس نیت سے شروع کرو کہ آج اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا ہے۔ نماز کو وقت پر ادا کرو، قرآنِ کریم کی تلاوت کرو، درودِ پاک کا ورد کرو، والدین کے قدموں میں جنت تلاش کرو، بندوں کے حقوق ادا کرو، کسی کا دل نہ دکھاؤ، سچی توبہ کرتے رہو، اخلاص کے ساتھ نیکی کرو اور ہر کام سے پہلے اپنے دل سے پوچھو کہ کیا میرا رب اس عمل سے راضی ہوگا؟

حافظ صاحب نے خاموشی کے چند لمحوں کے بعد فرمایا:

یاد رکھو! دنیا ایک مسافر خانہ ہے، منزل نہیں۔ یہاں ہر شخص چند دن کا مہمان ہے۔ مال، شہرت، اقتدار، حسن اور طاقت سب یہیں رہ جائیں گے، مگر اللہ تعالیٰ کے لیے کیا گیا ہر عمل، ہر آنسو، ہر سجدہ، ہر ذکر، ہر نیکی اور ہر خدمت آخرت میں تمہارے لیے نور بن جائے گی۔

حافظ صاحب کی آنکھیں نم ہو گئیں اور فرمایا:

اے میرے عزیزو! اپنی زندگی کو ضائع نہ کرو۔ اپنے دل کو اللہ تعالیٰ کی محبت سے آباد کرو، رسول اللہ ﷺ کی سنت کو اپنی زندگی کا راستہ بناؤ، ذکرِ الٰہی کو اپنا سکون، توبہ کو اپنا سہارا، اخلاص کو اپنی روح، تقویٰ کو اپنا لباس، حسنِ اخلاق کو اپنی پہچان اور آخرت کی تیاری کو اپنی سب سے بڑی فکر بنا لو۔ یہی انسانی زندگی کا اصل مقصد ہے، یہی بندگی کا حسن ہے اور یہی کامیابی کا راستہ ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت جذب و کیف کے ساتھ گفتگو کا اختتام فرمایا:

اے دل کے مسافرو! اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی تخلیق کے مقصد کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے، اپنی معرفت نصیب فرمائے، اپنی محبت سے ہمارے دلوں کو منور فرمائے، رسول اللہ ﷺ کی کامل اتباع عطا فرمائے، قرآنِ کریم کو ہماری زندگی کا دستور بنائے، اخلاص، تقویٰ، صبر، شکر، توبہ، ذکرِ الٰہی، حسنِ اخلاق، والدین کی خدمت، بندوں کے حقوق کی ادائیگی اور دنیا و آخرت کی حقیقی کامیابی عطا فرمائے۔ ہمیں غفلت

کی زندگی سے بچائے، خاتمہ ایمان پر فرمائے، حوضِ کوثر سے اپنے محبوب محمد مصطفیٰ ﷺ کے دستِ مبارک سے سیراب فرمائے اور جنت الفردوس میں اپنی رضا اور اپنے محبوب ﷺ کی دائمی رفاقت نصیب فرمائے۔ آمین۔

انسانی کردار اور تعمیر معاشرت

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

تمام تعریفیں اُس اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو دلوں کا مالک، اخلاق کا سنوارنے والا، ایمان کا عطا فرمانے والا، رحمتوں کا دروازہ کھولنے والا، حکمت کا سرچشمہ، عدل و احسان کا پروردگار اور تمام جہانوں کا حقیقی رب ہے۔ وہی بندوں کے ظاہر و باطن کو جاننے والا، نیتوں سے آگاہ، توبہ قبول فرمانے والا، گناہوں کو معاف کرنے والا اور اپنی بے پایاں رحمت سے دلوں کو نورِ ایمان سے منور کرنے والا ہے۔ ہر خوبی اسی کی عطا، ہر کامیابی اسی کا فضل اور ہر عزت اسی کے کرم کا نتیجہ ہے۔

وہی اللہ تعالیٰ ہے جس نے انسان کو بہترین ساخت عطا فرمائی، اسے عقل، شعور، زبان، احساس، محبت اور ذمہ داری کی نعمتوں سے نوازا، اسے خیر و شر کی تمیز عطا کی اور انبیائے کرام علیہم السلام کے ذریعے ایسا راستہ دکھایا جس پر چل کر انسان اپنے کردار کو سنوار سکتا ہے اور ایک پاکیزہ معاشرہ قائم کر سکتا ہے۔

اسی کی حمد و ثنا ہے کہ اس نے اپنے محبوب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو اخلاقِ حسنہ کا کامل نمونہ، انسانیت کا بہترین معلم، رحمت کا پیکر، عدل کا علمبردار اور معاشرے کی حقیقی اصلاح کا سب سے عظیم رہنما بنا کر بھیجا، تاکہ انسان اپنے کردار کو سنوار کر دنیا و آخرت کی کامیابی حاصل کرے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھرے انداز میں حاضرین کی طرف دیکھا، پھر مسکراتے ہوئے فرمایا:

اے میرے عزیزو! بڑے گھر، بلند عمارتیں، وسیع سڑکیں اور ترقی یافتہ شہر کسی قوم کو عظیم نہیں بناتے، بلکہ عظیم قومیں عظیم کردار سے بنتی ہیں۔ اگر کردار ٹوٹ جائے تو معاشرہ بھی بکھر جاتا ہے، اور اگر کردار مضبوط ہو جائے تو مٹی کے گھروں میں بھی جنت جیسا سکون پیدا ہو جاتا ہے۔ یاد رکھو! معاشرے کی تعمیر اینٹوں سے نہیں بلکہ انسانوں کے اخلاق سے ہوتی ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت فکر انگیز انداز میں فرمایا:

میرے بھائیو! ایک اچھا معاشرہ حکومت کے قوانین سے ضرور محفوظ رہتا ہے، مگر اس کی اصل بنیاد اللہ تعالیٰ کا خوف، رسول اللہ ﷺ کی محبت، سچائی، دیانت، امانت، حیا، رحم، انصاف اور حسنِ اخلاق پر قائم ہوتی ہے۔ جب دل اللہ تعالیٰ سے جڑ جاتے ہیں تو ہاتھ ظلم سے رک جاتے ہیں، زبان جھوٹ سے محفوظ ہو جاتی ہے اور آنکھیں گناہوں سے جھک جاتی ہیں۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

میرے دوستو! کبھی تم نے اپنے دل سے یہ سوال کیا کہ میرے گھر، میری گلی، میرے دفتر، میرے کاروبار یا میرے دوستوں کے درمیان میری پہچان کیا ہے؟ کیا لوگ مجھے ایک سچا، امانت دار، نرم دل، با اخلاق اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا انسان سمجھتے ہیں، یا صرف ایک دنیا دار شخص؟ یہ سوال ہر انسان کو ہر رات سونے سے پہلے اپنے آپ سے ضرور کرنا چاہیے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت سے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ

(سورۃ النحل:90)

یعنی بے شک اللہ تعالیٰ انصاف اور احسان کا حکم دیتا ہے۔

میرے عزیزو! ایک صالح معاشرے کی بنیاد دو ستونوں پر قائم ہوتی ہے؛ عدل اور احسان۔ عدل یہ ہے کہ کسی کا حق نہ مارا جائے، اور احسان یہ ہے کہ اپنے حق سے بڑھ کر دوسروں کے ساتھ بھلائی کی جائے۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّمَا بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ

(موطأ امام مالک:1614)

یعنی مجھے بہترین اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہے۔

میرے بھائیو! غور کرو، اگر اخلاق کی اصلاح نہ ہوتی تو عبادات کا حسن بھی مکمل نہ ہوتا، کیونکہ اچھا کردار ہی ایمان کی خوشبو ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت شفقت سے ایک مثال بیان کرتے ہوئے فرمایا:

فرض کرو ایک خوبصورت باغ ہے، اس میں ہر قسم کے پھول کھلے ہوئے ہیں، مگر اگر مالی روزانہ اس کی دیکھ بھال نہ کرے تو آہستہ آہستہ گھاس اور کانٹے پورے باغ کو ڈھانپ لیتے ہیں۔ اسی طرح انسان کا کردار بھی ایک باغ ہے۔ اگر اس کی حفاظت ذکرِ الٰہی، قرآنِ کریم، سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، توبہ، محاسبۂ نفس اور نیک صحبت سے نہ کی جائے تو تکبر، حسد، جھوٹ، غیبت، غصہ اور لالچ اس باغ کو ویران کر دیتے ہیں۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت سے فرمایا:

اے اللہ کے بندو! اگر تم معاشرے کی اصلاح چاہتے ہو تو اپنے گھر سے آغاز کرو۔ والدین کا احترام کرو، بچوں کی صحیح تربیت کرو، بیوی کے ساتھ حسنِ معاشرت اختیار کرو، پڑوسی کے حقوق ادا کرو، رشتہ داروں سے تعلق جوڑو، یتیموں پر شفقت کرو، محتاجوں کی مدد کرو، سچ بولو، وعدہ پورا کرو اور امانت میں خیانت نہ کرو۔ یہی وہ اعمال ہیں جو ایک صالح معاشرہ تعمیر کرتے ہیں۔

حافظ صاحب نے نہایت درد بھرے لہجے میں فرمایا:

آج بہت سے لوگ معاشرے کی خرابی کا شکوہ کرتے ہیں، مگر اپنے کردار کو بدلنے کی کوشش نہیں کرتے۔ یاد رکھو! جب ہر فرد اپنے آپ کو بدل لے گا تو معاشرہ خود بخود بدل جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ؕ

(سورۃ الرعد: 11)

ترجمہ: بے شک اللہ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت نہ بدلیں۔

اس آیت میں پورے معاشرے کی اصلاح کا راز بیان کر دیا گیا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت عاجزی سے سر جھکا کر فرمایا: اپنے نفس کی اصلاح کرو، کیونکہ صالح معاشرے کی ابتدا صالح انسان سے ہوتی ہے۔ نماز کو زندگی کا نور بناؤ، قرآن کو اپنا رہنما بناؤ، ذکرِ الٰہی سے دل کو زندہ رکھو، درودِ پاک کو اپنی زبان کی زینت بناؤ، اخلاص کو اپنی نیت کا سرمایہ بناؤ، صبر کو مصیبت میں ساتھی بناؤ، شکر کو نعمت

میں اختیار کرو اور ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی رضا کو مقدم رکھو۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے چند لمحوں کے بعد فرمایا:

میرے عزیزو! رسول اللہ ﷺ کے دور کا معاشرہ اس لیے مثالی تھا کہ وہاں کردار دولت سے بڑا تھا، امانت شہرت سے بڑی تھی، تقویٰ حسب و نسب سے بڑا تھا، اور اللہ تعالیٰ کا خوف ہر قانون سے زیادہ مؤثر تھا۔ اگر ہم بھی اپنے گھروں، بازاروں، مدرسوں، مسجدوں اور دفاتر میں یہی اوصاف پیدا کر لیں تو ہمارا معاشرہ بھی امن، محبت، انصاف اور برکت کا گہوارہ بن سکتا ہے۔

حافظ صاحب کی آنکھیں نم ہو گئیں اور فرمایا:

یاد رکھو! قیامت کے دن تم سے صرف یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ تم نے کتنی دولت کمائی، بلکہ یہ بھی پوچھا جائے گا کہ تمہاری وجہ سے کتنے دل محفوظ رہے، کتنے لوگوں کو تمہارے اخلاق سے سکون ملا، کتنے والدین تم سے راضی ہوئے، کتنے مظلوموں کی تم نے مدد کی، کتنے وعدے پورے کیے اور کتنی امانتیں صحیح سلامت واپس کیں۔ یہی حقیقی کردار ہے اور یہی وہ سرمایہ ہے جو قبر میں بھی ساتھ جائے گا۔

حافظ صاحب نے نہایت جذب و کیف کے ساتھ گفتگو کا اختتام فرمایا:

اے دل کے مسافرو! اپنے کردار کو قرآنِ کریم کے نور سے روشن کرو، اپنے اخلاق کو محمد رسول اللہ ﷺ کی سنت سے مزین کرو، اپنے دل کو اللہ تعالیٰ کی محبت سے آباد کرو، اپنی زبان کو ذکرِ الٰہی اور درودِ پاک سے معطر رکھو، والدین کی خدمت کو سعادت سمجھو، بندوں کے حقوق ادا کرو، اخلاص، تقویٰ، صبر، شکر، توبہ اور حسنِ اخلاق کو اپنی زندگی کا سرمایہ بنا لو۔ اور ہمیں اپنے محبوب محمد مصطفیٰ ﷺ کی کامل اتباع نصیب فرمائے، دنیا و آخرت میں عزت عطا فرمائے، حوضِ کوثر سے سیراب فرمائے اور جنت الفردوس میں اپنے محبوب ﷺ کی دائمی رفاقت نصیب فرمائے۔ آمین۔

انسان اور حسنِ سلوک

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

تمام تعریفیں اُس اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو رحمت کا سرچشمہ، لطف و کرم کا مالک، محبت و شفقت کا عطا فرمانے والا، دلوں کے حال جاننے والا، بندوں کی دعائیں سننے والا، گناہوں کو معاف کرنے والا اور اپنی بے پایاں رحمت سے مخلوق کو رزق، امن اور سکون عطا فرمانے والا ہے۔ وہی اپنے فضل سے دلوں میں محبت پیدا کرتا ہے، نفرتوں کو ختم کرتا ہے، ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑتا ہے اور اپنے نیک بندوں کے اخلاق کو اپنی رحمت کا آئینہ بنا دیتا ہے۔

وہی اللہ تعالیٰ ہے جس نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا، اسے عقل و شعور، زبان و بیان، محبت و رحم اور خیر و شر کی تمیز عطا فرمائی، پھر انبیائے کرام علیہم السلام کو بھیج کر اسے حسنِ اخلاق، عدل، احسان، عفو و درگزر اور حسنِ سلوک کی تعلیم دی۔ ہر بھلائی اسی کی عطا، ہر نعمت اسی کا فضل، ہر ہدایت اسی کی رحمت اور ہر کامیابی اسی کی توفیق سے ہے۔

اسی کی حمد و ثنا ہے کہ اس نے اپنے محبوب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو سراپا رحمت، سراپا محبت، سراپا حلم اور سراپا حسنِ اخلاق بنا کر بھیجا، تاکہ انسان انسان کے ساتھ ایسا برتاؤ کرے جس سے اللہ تعالیٰ بھی راضی ہو اور اس کی مخلوق بھی سکون پائے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھری نگاہ سے حاضرین کو دیکھا، پھر نرم لہجے میں فرمایا:

اے میرے عزیزو! اس دنیا میں اچھا لباس پہن لینا آسان ہے، خوبصورت

گھر بنالینا آسان ہے، مال و دولت جمع کر لینا بھی آسان ہے، مگر ہر انسان کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا آسان نہیں۔ یہی وہ امتحان ہے جس میں انسان کی اصل شخصیت ظاہر ہوتی ہے۔ جو شخص لوگوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتا ہے، وہ درحقیقت اپنے رب کی رحمت کا مظہر بن جاتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت شفقت سے فرمایا:

میرے بھائیو! حسنِ سلوک صرف اپنے دوستوں کے ساتھ اچھا رہنے کا نام نہیں، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ والدین کے ساتھ ادب، اولاد کے ساتھ محبت، شریکِ حیات کے ساتھ نرمی، پڑوسی کے ساتھ خیر خواہی، رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی، محتاجوں کے ساتھ سخاوت، یتیموں کے ساتھ شفقت اور حتیٰ کہ مخالف کے ساتھ بھی انصاف اور حلم اختیار کیا جائے۔ یہی محمد رسول اللہ ﷺ کی تعلیم ہے۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

میرے دوستو! کبھی تم نے اپنے دل سے یہ سوال کیا کہ میری زبان سے کتنے دل زخمی ہوئے اور کتنے دلوں کو سکون ملا؟ کیا میرے رویے سے میرے گھر والوں کے چہروں پر مسکراہٹ آتی ہے یا خوف اور پریشانی؟ یاد رکھو! حسنِ سلوک کا آغاز گھر سے ہوتا ہے، پھر پورے معاشرے تک پھیلتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا

:اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَ قُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا

(سورۃ البقرۃ:83)

یعنی لوگوں سے اچھی بات کہا کرو۔ غور کرو!

اللہ تعالیٰ نے صرف نیک لوگوں سے نہیں بلکہ لوگوں سے حسنِ گفتگو کا حکم دیا۔

اس میں مسلمان بھی شامل ہیں اور غیر مسلم بھی، اپنا بھی شامل ہے اور اجنبی بھی۔ ایک مومن کی زبان رحمت کا ذریعہ ہوتی ہے، زحمت کا نہیں۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت سے ایک مثال بیان کرتے ہوئے فرمایا:

فرض کرو سخت گرمی میں ایک مسافر بہت پیاسا ہے۔ کوئی شخص اسے صرف ایک گلاس ٹھنڈا پانی دے دیتا ہے۔ پانی تو چند لمحوں میں ختم ہو جاتا ہے، مگر اس حسنِ سلوک کی ٹھنڈک مسافر کے دل میں مدتوں باقی رہتی ہے۔ اسی طرح ایک مسکراہٹ، ایک نرم جملہ، ایک معافی، ایک ہمدردی اور ایک خیر خواہی کا جذبہ کبھی کبھی ایسے زخم بھر دیتا ہے جو سالوں سے بھر نہیں پاتے۔

حافظ صاحب نے نہایت وقار سے فرمایا:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ، وَأَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِي

(جامع الترمذی:3895)

ترجمہ: تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لیے بہتر ہے، اور میں اپنے گھر والوں کے لیے تم سب سے بہتر ہوں۔

میرے عزیزو! اگر کوئی شخص باہر تو بہت خوش اخلاق ہو مگر گھر میں سخت مزاج ہو، تو اسے اپنے کردار پر دوبارہ غور کرنا چاہیے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے حسنِ سلوک کا پہلا معیار گھر والوں کے ساتھ حسنِ معاشرت کو قرار دیا۔

حافظ صاحب نے نہایت درد بھرے لہجے میں فرمایا:

آج بہت سے تعلقات اس لیے ٹوٹ رہے ہیں کہ لوگ دوسروں کی غلطیاں یاد رکھتے ہیں مگر ان کی اچھائیاں بھول جاتے ہیں۔ معاف کرنا بھول گئے، درگزر کرنا

چھوڑ دیا، نرمی کی جگہ سختی، برداشت کی جگہ غصہ اور محبت کی جگہ انا آ گئی۔ یاد رکھو! جس دل میں تکبر داخل ہو جائے، وہاں حسنِ سلوک زیادہ دیر نہیں ٹھہر سکتا۔

حافظ صاحب نے نہایت فکر انگیز انداز میں فرمایا:

حسنِ سلوک صرف ایک اخلاقی خوبی نہیں بلکہ عبادت بھی ہے۔ جب تم کسی غمزدہ کو تسلی دیتے ہو، کسی محتاج کی مدد کرتے ہو، کسی بیمار کی عیادت کرتے ہو، کسی ناراض شخص کو منا لیتے ہو یا کسی کو معاف کر دیتے ہو تو تم صرف ایک سماجی کام نہیں کرتے بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرتے ہو۔ یہی وہ اعمال ہیں جو قیامت کے دن میزان میں بھاری ہوں گے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت سے فرمایا:

اے اللہ کے بندو! اپنے بچوں کو صرف پڑھانا کافی نہیں، انہیں حسنِ سلوک بھی سکھاؤ۔ انہیں بتاؤ کہ بڑوں کا احترام کیسے کیا جاتا ہے، چھوٹوں پر شفقت کیسے کی جاتی ہے، مہمان کی عزت کیسے کی جاتی ہے، پڑوسی کا حق کیسے ادا کیا جاتا ہے اور اختلاف کے باوجود ادب کیسے باقی رکھا جاتا ہے۔ یہی تعلیم ایک صالح معاشرہ پیدا کرتی ہے۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے چند لمحوں کے بعد فرمایا:

اگر تم چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ نرمی فرمائے تو تم بھی اس کی مخلوق کے ساتھ نرمی اختیار کرو۔ اگر چاہتے ہو کہ تمہاری خطائیں معاف ہوں تو دوسروں کی خطائیں معاف کرنا سیکھو۔ اگر چاہتے ہو کہ تمہارے دل کو سکون ملے تو دوسروں کے دلوں کو سکون پہنچانے والے بن جاؤ۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کے بندوں پر رحم کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس پر اپنی رحمت کے دروازے کھول دیتا ہے۔

حافظ صاحب کی آنکھیں نم ہو گئیں اور فرمایا:

میرے عزیزو! ایک دن ہم سب اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوں گے۔ اس دن شاید ایک نرم جملہ، ایک معاف کیا ہوا انسان، ایک خوش کیا ہوا دل، ایک یتیم کے سر پر

رکھا ہوا ہاتھ، ایک محتاج کی مدد، ایک بیمار کی عیادت اور ایک والدہ کی دعا ہمارے لیے نجات کا ذریعہ بن جائے۔ اس لیے اپنی زندگی کو حسنِ سلوک کی خوشبو سے معطر کرلو، کیونکہ یہی محمد رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے اور یہی اللہ تعالیٰ کی رضا کا راستہ ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت جذب و کیف کے ساتھ گفتگو کا اختتام فرمایا:

اے دل کے مسافرو! اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں کو اپنی محبت سے بھر دے، ہماری زبانوں کو سچائی، نرمی اور خیر خواہی عطا فرمائے، ہمیں اپنے محبوب محمد مصطفیٰ ﷺ کے اخلاقِ کریمانہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، والدین کے ساتھ حسنِ سلوک، رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی، پڑوسیوں کے ساتھ خیر خواہی، محتاجوں پر شفقت، بندوں کے حقوق کی ادائیگی، اخلاص، تقویٰ، صبر، شکر، ذکرِ الٰہی اور حسنِ اخلاق کی دولت نصیب فرمائے۔ ہمارے دلوں سے تکبر، حسد، بغض اور نفرت کو دور فرمائے، ہمیں دنیا و آخرت کی حقیقی کامیابی عطا فرمائے، حوضِ کوثر سے اپنے محبوب محمد مصطفیٰ ﷺ کے دستِ مبارک سے سیراب فرمائے اور جنت الفردوس میں اپنے محبوب ﷺ کی دائمی رفاقت نصیب فرمائے۔ آمین۔

انسانیت کی خدمت

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

تمام تعریفیں اُس اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا رب، ہر محتاج کا کارساز، ہر بے بس کا سہارا، ہر غم زدہ کا دل جوڑنے والا، ہر ٹوٹے ہوئے دل کو سکون عطا کرنے والا، رحمت و مغفرت کا مالک، فضل و کرم کا سرچشمہ اور بے حساب نعمتیں عطا فرمانے والا ہے۔ وہی اپنے بندوں پر ہر لمحہ مہربان ہے، ان کی ضرورتوں کو جانتا ہے،

ان کی دعائیں سنتا ہے، ان کی لغزشوں کو معاف کرتا ہے اور اپنی بے پایاں رحمت سے انہیں اپنی طرف بلاتا ہے۔

وہی اللہ تعالیٰ ہے جس نے انسان کو اشرفُ المخلوقات بنایا، اس کے دل میں محبت، رحم، ہمدردی اور ایثار کے جذبات رکھے، پھر اپنے انبیائے کرام علیہم السلام کو بھیجا تا کہ انسان صرف اپنی ذات تک محدود نہ رہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اس کی مخلوق کی خدمت بھی کرے۔ ہر بھلائی اسی کی توفیق، ہر نیکی اسی کی عطا، ہر خیر اسی کا فضل اور ہر کامیابی اسی کی رحمت کا نتیجہ ہے۔

اسی کی حمد و ثنا ہے کہ اس نے اپنے محبوب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا، جنہوں نے انسانیت کی خدمت کو عبادت، مخلوق سے محبت کو اللہ تعالیٰ کی رضا کا ذریعہ اور بندوں کے حقوق کی ادائیگی کو ایمان کی علامت قرار دیا۔ ان کی مبارک زندگی انسانیت کی خدمت کا روشن ترین نمونہ ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھرے انداز میں حاضرین کی طرف دیکھا، پھر نرم لہجے میں فرمایا:

اے میرے عزیزو! اگر تم یہ جاننا چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے کون ہیں تو ان لوگوں کو دیکھو جن کے دل دوسروں کے دکھ سے دکھتے ہیں، جن کی آنکھیں کسی یتیم کے آنسو دیکھ کر نم ہو جاتی ہیں، جن کے ہاتھ محتاج کی مدد کے لیے بڑھتے ہیں، جن کی زبان کسی غم زدہ کو تسلی دیتی ہے اور جن کی زندگی دوسروں کے لیے آسانی پیدا کرنے میں گزرتی ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو زمین پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کے مظہر بن جاتے ہیں۔

حافظ صاحب نے نہایت درد بھرے لہجے میں فرمایا:

میرے بھائیو! انسانیت کی خدمت صرف مال خرچ کرنے کا نام نہیں۔ ایک اچھا مشورہ بھی خدمت ہے، ایک مسکراہٹ بھی خدمت ہے، کسی پریشان شخص کی بات

غور سے سن لینا بھی خدمت ہے، راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹا دینا بھی خدمت ہے، کسی کے لیے دعا کرنا بھی خدمت ہے اور کسی گناہ گار کو محبت سے توبہ کی دعوت دینا بھی خدمت ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے ہر عمل کو جانتا ہے اور اس کا بہترین اجر عطا فرماتا ہے۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

میرے دوستو! کبھی تم نے اپنے دل سے یہ سوال کیا کہ میری زندگی سے کتنے لوگوں کو فائدہ پہنچا؟ اگر آج میں دنیا سے چلا جاؤں تو کتنے لوگ یہ کہیں گے کہ اس شخص نے ہمارے دکھ بانٹے، ہماری ضرورت پوری کی، ہمارے لیے دعا کی، ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا اور ہمارے دلوں میں امید پیدا کی؟ یہی سوال انسان کو خودغرضی سے نکال کر خدمت کے راستے پر لے آتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَ اَحْسِنُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۹۵﴾

(سورۃ البقرۃ:195)

ترجمہ: احسان کرو، بے شک اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے۔

میرے عزیزو! غور کرو، اللہ تعالیٰ نے صرف عبادت کرنے والوں کی محبت کا ذکر نہیں فرمایا بلکہ احسان کرنے والوں کو اپنی محبت کی خوشخبری سنائی۔ اس سے معلوم ہوا کہ مخلوق کے ساتھ خیر خواہی ایمان کی خوبصورت علامت ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت سے ایک مثال بیان کرتے ہوئے فرمایا:

فرض کرو ایک چراغ ایک اندھیرے کمرے میں روشن کیا جائے۔ وہ یہ نہیں دیکھتا کہ سامنے امیر بیٹھا ہے یا غریب، اپنا ہے یا اجنبی، بلکہ وہ ہر ایک کو یکساں روشنی دیتا ہے۔ میرے عزیزو! مومن کا دل بھی ایسا ہی ہونا چاہیے۔ اس کی محبت، اس کی خیر خواہی، اس کی دعا اور اس کی خدمت صرف اپنے لوگوں تک محدود نہ ہو بلکہ ہر ضرورت مند تک پہنچے، کیونکہ اللہ تعالیٰ بھی اپنے سورج کی روشنی سب پر یکساں نازل فرماتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت سے فرمایا:

رسول اللہ ﷺ کی زندگی انسانیت کی خدمت کا ایسا روشن باب ہے جس کی مثال دنیا پیش نہیں کر سکتی۔ آپ ﷺ نے یتیموں کو سہارا دیا، بیواؤں کی مدد فرمائی، بھوکوں کو کھانا کھلایا، بیماروں کی عیادت کی، غلاموں کو عزت دی، پڑوسیوں کے حقوق ادا کیے، بچوں پر شفقت فرمائی اور حتیٰ کہ جانوروں کے ساتھ بھی رحم کا معاملہ کیا۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

خَيْرُ النَّاسِ أَنْفَعُهُمْ لِلنَّاسِ

(المعجم الاوسط للطبرانی:5937)

یعنی لوگوں میں سب سے بہتر وہ ہے جو لوگوں کو سب سے زیادہ نفع پہنچائے۔

حافظ صاحب نے نہایت فکر انگیز انداز میں فرمایا:

میرے بھائیو! اگر تم دن بھر نفلی عبادتیں کرتے رہو لیکن تمہارا پڑوسی بھوکا سو جائے، تمہارے والدین تم سے ناراض رہیں، تمہارے رشتہ دار تمہارے ظلم سے پریشان ہوں اور تمہارا ملازم تمہاری سختی سے روتا رہے تو اپنے اعمال پر دوبارہ غور کرو۔ اسلام نے عبادت اور خدمت کو ایک دوسرے سے جدا نہیں کیا۔ جو اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا ہے، وہ اس کی مخلوق سے بھی محبت کرتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت شفقت سے فرمایا:

اپنے گھروں میں خدمت کا ماحول پیدا کرو۔ بچوں کو سکھاؤ کہ بیمار کی عیادت کرنا کیوں ضروری ہے، بوڑھے کا ہاتھ پکڑ کر چلانا کیوں باعثِ اجر ہے، مہمان کی عزت کیوں ایمان کا حصہ ہے، صفائی کیوں عبادت ہے، سچ بولنا کیوں خدمت ہے اور کسی کا دل نہ دکھانا کیوں سب سے بڑی نیکیوں میں سے ہے۔ یہی تعلیم آئندہ نسلوں میں انسانیت کی خوشبو پھیلائے گی۔

حافظ صاحب نے نہایت عاجزی سے سر جھکا کر فرمایا:

یاد رکھو! خدمت کا سب سے بڑا دشمن تکبر ہے۔ جو شخص اپنے آپ کو دوسروں سے بڑا سمجھتا ہے، وہ کبھی دل سے خدمت نہیں کر سکتا۔ خدمت کرنے والا ہمیشہ یہ سمجھتا ہے کہ اصل احسان وہ نہیں کر رہا بلکہ اللہ تعالیٰ اسے اپنی مخلوق کی خدمت کا موقع دے کر اس پر احسان فرما رہا ہے۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے چند لمحوں کے بعد فرمایا:

اے اللہ کے بندو! اپنے دل کو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے زندہ رکھو، کیونکہ ذکر والا دل نرم ہوتا ہے۔ نرم دل انسان دوسروں کے درد کو محسوس کرتا ہے۔ جب دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت آ جاتی ہے تو ہاتھ سخاوت کرنے لگتے ہیں، زبان خیر کی باتیں کرنے لگتی ہے، آنکھیں مظلوم کے لیے اشک بہانے لگتی ہیں اور قدم نیکی کی طرف بڑھنے لگتے ہیں۔ یہی روحانی ترقی ہے، یہی اخلاص ہے اور یہی انسانیت کی حقیقی خدمت ہے۔

حافظ صاحب کی آنکھیں نم ہو گئیں اور فرمایا:

ایک دن ایسا آئے گا جب نہ دولت ساتھ ہوگی، نہ شہرت، نہ عہدہ اور نہ طاقت۔ اس دن شاید کسی یتیم کی دعا، کسی مسکین کی مسکراہٹ، کسی مجبور کی مدد، کسی غم زدہ کی دلجوئی، کسی والدہ کی رضا، کسی باپ کی خوشی اور کسی ٹوٹے ہوئے دل کو دیا گیا حوصلہ ہماری نجات کا سبب بن جائے۔ اس لیے اپنی زندگی کو خدمت، محبت، رحم، اخلاص اور

خیر خواہی سے بھر دو، کیونکہ یہی وہ سرمایہ ہے جو قبر تک ساتھ جائے گا۔

حافظ صاحب نے نہایت جذب و کیف کے ساتھ گفتگو کا اختتام فرمایا:

اے دل کے مسافرو! اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی مخلوق کی سچی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے، ہمارے دلوں کو اپنی محبت، اپنے ذکر، اپنے نور اور اپنی معرفت سے آباد فرمائے، ہمیں اپنے محبوب محمد مصطفیٰ ﷺ کے اخلاق و کردار پر چلنے کی سعادت عطا فرمائے، والدین کی خدمت، یتیموں کی کفالت، مسکینوں کی مدد، پڑوسیوں کے حقوق کی ادائیگی، بندوں کے ساتھ حسنِ سلوک، اخلاص، تقویٰ، صبر، شکر، توبہ اور حسنِ اخلاق کی دولت نصیب فرمائے۔ ہمیں ایسا بندہ بنا دے جس کی زندگی دوسروں کے لیے رحمت بن جائے، ہمارا خاتمہ ایمان پر فرمائے، حوضِ کوثر سے سیراب فرمائے اور جنت الفردوس میں اپنے محبوب محمد مصطفیٰ ﷺ کی دائمی رفاقت عطا فرمائے۔ آمین۔

انسانِ کامل

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

تمام تعریفیں اُس اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو خالقِ ارض و سما، مالکِ مُلک و ملکوت، دلوں کو ہدایت بخشنے والا، روحوں کو اپنی معرفت سے زندہ کرنے والا، ایمان کو دلوں کی زینت بنانے والا، تقویٰ کو عزت کا معیار قرار دینے والا اور اپنے فضل و کرم سے بندوں کو اپنی بندگی کی توفیق عطا فرمانے والا ہے۔ وہی رحمٰن ہے، وہی رحیم ہے، وہی علیم و حکیم ہے، اسی کے قبضۂ قدرت میں زندگی اور موت ہے، اسی کے حکم سے دل بدلتے ہیں، اور اسی کی رحمت سے گناہ گار بھی اولیاء کے راستے پر چلنے کی سعادت

پاتے ہیں۔

وہی اللہ تعالیٰ ہے جس نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا، انہیں علم عطا کیا، اپنی روح میں سے روح پھونکی، فرشتوں کو ان کے سامنے سجدۂ تعظیمی کا حکم دیا اور پوری نسلِ انسانی کو عزت و کرامت سے نوازا۔ پھر اپنے برگزیدہ انبیائے کرام علیہم السلام کے ذریعے انسان کو اس کی حقیقت، اس کے مقصد اور اس کی منزل سے آگاہ فرمایا۔ ہر نعمت اسی کی عطا، ہر ہدایت اسی کا فضل، ہر کامیابی اسی کی توفیق اور ہر خیر اسی کی رحمت ہے۔

اسی کی حمد و ثنا ہے کہ اس نے اپنے محبوب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو انسانِ کامل، سیدُ المرسلین، خاتمُ النبیین، رحمۃٌ للعالمین اور تمام مخلوق کے لیے کامل نمونہ بنا کر بھیجا، تاکہ انسان ان کی پیروی کرتے ہوئے اپنے رب کی رضا اور اپنی روح کی تکمیل حاصل کرے۔

حافظ صاحب نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی، جیسے دل پر معرفت کی کوئی لطیف کیفیت اتر رہی ہو، پھر نہایت محبت سے حاضرین کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا:

اے میرے عزیزو! دنیا میں ہر شخص انسان بن کر پیدا ہوتا ہے، مگر ہر شخص انسانِ کامل نہیں بنتا۔ انسان بننا پیدائش کا معاملہ ہے، لیکن انسانِ کامل بننا مجاہدۂ نفس، اطاعتِ الٰہی، محبتِ رسول ﷺ، اخلاص، تقویٰ اور حسنِ اخلاق کا نتیجہ ہے۔ بہت سے لوگ عمر گزار دیتے ہیں، مگر اپنے نفس پر کبھی کام نہیں کرتے، اس لیے ان کی عمر بڑھتی ہے، شخصیت نہیں بڑھتی، سال گزرتے ہیں، مگر روحانی سفر شروع نہیں ہوتا۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھرے انداز میں فرمایا:

میرے بھائیو! کامل انسان وہ نہیں جس کے پاس دنیا کی سب سے زیادہ دولت ہو، نہ وہ جس کے پاس سب سے زیادہ شہرت ہو، نہ وہ جسے لوگ بڑا عالم یا بڑا تاجر کہیں۔ کامل انسان وہ ہے جس کا دل اللہ تعالیٰ کی محبت سے آباد ہو، جس کی زبان سچ

بولے، جس کے ہاتھ سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے، جس کی آنکھوں میں حیا ہو، جس کے قدم سنتِ نبوی ﷺ پر چلتے ہوں اور جس کی زندگی بندوں کے لیے رحمت بن جائے۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

میرے دوستو! کبھی تم نے اپنے دل سے یہ سوال کیا کہ اگر رسول اللہ ﷺ آج میرے کردار کو دیکھیں تو کیا وہ مجھ سے راضی ہوں گے؟ کیا میری گفتگو، میرے معاملات، میری عبادت، میرے اخلاق اور میرے تعلقات ان کی سنت کے مطابق ہیں؟ یاد رکھو! یہی سوال انسان کو انسانِ کامل بننے کے راستے پر لے جاتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کے بارے میں ارشاد فرمایا:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

(سورۃ الاحزاب:21)

ترجمہ: یقیناً تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ کی زندگی بہترین نمونہ ہے۔

میرے عزیزو! انسانِ کامل کا سب سے اعلیٰ اور مکمل نمونہ صرف محمد رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ اقدس ہے۔ جس نے آپ ﷺ کی پیروی اختیار کر لی، وہ کمال کی راہ پر چل پڑا، اور جس نے اس راستے سے منہ موڑ لیا، وہ اپنے حقیقی مقام سے دور ہو گیا۔

حافظ صاحب نے نہایت شفقت سے ایک مثال بیان کرتے ہوئے فرمایا:

فرض کرو ایک دریا پہاڑوں سے نکلتا ہے۔ ابتدا میں اس کا پانی صاف، شفاف اور میٹھا ہوتا ہے۔ اگر اس میں گندگی نہ ملے تو وہ راستے بھر لوگوں کو سیراب کرتا رہتا

ہے۔لیکن اگر اس میں آلودگی شامل ہو جائے تو وہی پانی نقصان کا سبب بن جاتا ہے۔ میرے عزیزو! انسان کا دل بھی اسی دریا کی مانند ہے۔ جب اس میں اللہ تعالیٰ کی محبت، ذکر، اخلاص، توبہ، صبر اور شکر بہتے رہیں تو وہ انسانِ کامل بننے لگتا ہے، اور جب اس میں تکبر، حسد، ریا، دنیا پرستی اور غفلت آجائے تو وہ اپنی اصل صفائی کھو دیتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت فکر انگیز انداز میں فرمایا:

انسانِ کامل کی پہلی نشانی یہ ہے کہ وہ اپنے رب کو ہر حال میں یاد رکھتا ہے۔خوشی آئے تو شکر ادا کرتا ہے، مصیبت آئے تو صبر کرتا ہے، گناہ ہو جائے تو فوراً توبہ کرتا ہے، نعمت ملے تو عاجزی اختیار کرتا ہے، اور کامیابی ملے تو اسے اپنی محنت نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا فضل سمجھتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت سے فرمایا:

دوسری نشانی یہ ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی سنت کو اپنی زندگی کا زیور بنا لیتا ہے۔اس کی نماز میں سنت کی خوشبو ہوتی ہے، اس کی گفتگو میں سچائی ہوتی ہے، اس کے معاملات میں دیانت ہوتی ہے، اس کے اخلاق میں نرمی ہوتی ہے، اس کی نگاہ میں حیا ہوتی ہے اور اس کے دل میں امتِ مسلمہ کا درد ہوتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت درد بھرے لہجے میں فرمایا:

تیسرے درجے پر انسانِ کامل اپنے نفس سے جنگ کرتا ہے۔ وہ دوسروں کی اصلاح سے پہلے اپنی اصلاح کرتا ہے۔اپنی غلطی تسلیم کرنے میں شرم محسوس نہیں کرتا، بلکہ اسے اپنی ترقی کا ذریعہ سمجھتا ہے۔ وہ لوگوں کی تعریف کا محتاج نہیں ہوتا، کیونکہ اس کی سب سے بڑی خواہش یہ ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو جائے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھرے انداز میں فرمایا:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ اللهَ لَا يَنْظُرُ إِلٰى صُوَرِكُمْ وَلَا إِلٰى أَمْوَالِكُمْ وَلٰكِنْ يَنْظُرُ إِلٰى قُلُوبِكُمْ وَأَعْمَالِكُمْ

(صحیح مسلم:2564)

ترجمہ: بے شک اللہ تمہاری صورتوں اور تمہارے مالوں کو نہیں دیکھتا، بلکہ وہ تمہارے دلوں اور تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے۔

میرے بھائیو! اس حدیث سے معلوم ہوا کہ انسانِ کامل بننے کا راستہ چہرے سے نہیں بلکہ دل سے شروع ہوتا ہے۔ دل پاک ہوگا تو اعمال بھی پاک ہوں گے، اور اعمال پاک ہوں گے تو آخرت روشن ہوگی۔

حافظ صاحب نے نہایت شفقت سے فرمایا:

والدین کی خدمت، رشتہ داروں سے حسنِ سلوک، پڑوسی کے حقوق، یتیموں پر شفقت، مسکینوں کی مدد، وعدے کی پابندی، امانت کی حفاظت، سچائی، انصاف اور عاجزی، یہ سب انسانِ کامل کی پہچان ہیں۔ ایسا شخص جہاں بھی رہتا ہے، وہاں امن، محبت اور خیر کی خوشبو پھیلتی ہے۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے چند لمحوں کے بعد فرمایا:

اے اللہ کے بندو! دنیا تمہیں بڑا انسان بنانے کی کوشش کرے گی، لیکن قرآن تمہیں کامل انسان بنانا چاہتا ہے۔ دنیا تمہیں دولت کی دوڑ سکھائے گی، مگر رسول اللہ ﷺ تمہیں دل جیتنے کا ہنر سکھاتے ہیں۔ دنیا تمہیں نام کمانے کا سبق دے گی، مگر اللہ تعالیٰ تمہیں اپنا محبوب بندہ بننے کی دعوت دیتا ہے۔ تم فیصلہ کرو کہ تمہیں دنیا کی نظر میں بڑا بننا ہے یا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول ہونا ہے۔

حافظ صاحب کی آنکھیں نم ہوگئیں اور فرمایا:

یاد رکھو! انسانِ کامل وہ نہیں جس سے کبھی غلطی نہ ہو، بلکہ وہ ہے جو غلطی کے بعد فوراً اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے، لوگوں سے معافی مانگے، اپنے نفس کا محاسبہ کرے اور ہر دن پہلے سے بہتر مسلمان بننے کی کوشش کرے۔ یہی مسلسل اصلاح انسان کو اللہ تعالیٰ کے قریب کرتی ہے اور یہی روحانی ترقی کا راستہ ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت جذب و کیف کے ساتھ گفتگو کا اختتام فرمایا:

اے دل کے مسافرو! اپنے دلوں کو اللہ تعالیٰ کی معرفت سے روشن کرو، اپنی زندگیوں کو محبتِ رسول ﷺ سے معطر کرو، اپنے نفس کا تزکیہ کرو، قرآنِ کریم کو اپنا رہنما، سنتِ نبوی ﷺ کو اپنا دستور، ذکرِ الٰہی کو اپنی روح کی غذا، اخلاص کو اپنی نیت، تقویٰ کو اپنا لباس، صبر کو اپنا ساتھی، شکر کو اپنی عادت، والدین کی خدمت کو اپنی سعادت، بندوں کے حقوق کی ادائیگی کو اپنی ذمہ داری اور آخرت کی تیاری کو اپنی سب سے بڑی فکر بنا لو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے محبوب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی سچی اتباع نصیب فرمائے، ہمیں ظاہری و باطنی پاکیزگی عطا فرمائے، ہمارے دلوں کو ایمان کے نور سے بھر دے، ہمیں انسانِ کامل کے راستے پر ثابت قدم رکھے، ہمارا خاتمہ ایمان و اخلاص پر فرمائے، حوضِ کوثر سے اپنے محبوب ﷺ کے دستِ مبارک سے سیراب فرمائے اور جنت الفردوس میں اپنے محبوب ﷺ کی دائمی رفاقت عطا فرمائے۔ آمین۔

حصہ:-7

ایمان کی پہچان اور حقیقت

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے دلوں کو ایمان کے نور سے روشن کیا، بندوں پر اپنی بے پایاں رحمت فرمائی اور ہدایت کے راستے کو ہر طالبِ حق کے لیے واضح کر دیا۔

وہی رب ہے جس کی قدرت آسمانوں اور زمین کے ہر ذرّے پر محیط ہے، جس کا علم ظاہر و باطن کو گھیرے ہوئے ہے، جس کا لطف گناہ گار کو بھی مایوس نہیں ہونے دیتا اور جس کا کرم بندے کی ایک سچی توبہ پر اپنی رحمتوں کے دروازے کھول دیتا ہے۔

وہی معبودِ برحق ہے جس کی کبریائی بے مثال، جس کی حکمت بے انتہا، جس کا احسان بے شمار اور جس کی ربوبیت ہر لمحہ پوری کائنات کو سنبھالے ہوئے ہے۔ اسی کے لیے حمد ہے، اسی کے لیے شکر ہے اور اسی کی بارگاہ میں ہر پیشانی جھکتی ہے۔

حافظ صاحب نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی، جیسے دل پر کوئی نورانی کیفیت اتر رہی ہو، پھر نہایت شفقت سے حاضرین کی طرف دیکھا اور فرمایا:

اے میرے عزیزو! ایمان صرف زبان سے چند الفاظ ادا کرنے کا نام نہیں، بلکہ ایمان وہ چراغ ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے دل میں روشن فرماتا ہے۔ جب یہ چراغ روشن ہو جاتا ہے تو انسان کی سوچ بدل جاتی ہے، اس کی نگاہ بدل جاتی ہے، اس کی خواہشیں بدل جاتی ہیں اور اس کی زندگی کا رخ دنیا سے آخرت کی طرف مڑ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَ جِلَتْ قُلُوْبُهُمْ

(سورۃ الانفال:2)

ترجمہ: سچے مومن وہ ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل کانپ اٹھتے ہیں۔

میرے دوستو! اگر اللہ کا ذکر سن کر دل میں نرمی پیدا نہ ہو تو اپنے دل کی خبر ضرور لینا۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھرے انداز میں فرمایا: ایمان کی پہچان یہ نہیں کہ لوگ تمہیں نیک کہیں، بلکہ اصل پہچان یہ ہے کہ اللہ تم سے راضی ہو۔ بہت سے لوگ دنیا میں عزت دار ہوتے ہیں مگر اللہ کے ہاں ان کی کوئی قدر نہیں، اور بہت سے ایسے بندے ہوتے ہیں جنہیں دنیا نہیں جانتی مگر آسمان والے ان کے نام سے واقف ہوتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ اللهَ لَا يَنْظُرُ إِلٰى صُوَرِكُمْ وَلَا إِلٰى أَمْوَالِكُمْ وَلٰكِنْ يَنْظُرُ إِلٰى قُلُوْبِكُمْ وَأَعْمَالِكُمْ

(صحیح مسلم:2564)

ترجمہ: بے شک اللہ تمہاری صورتوں اور تمہارے مالوں کو نہیں دیکھتا، بلکہ وہ تمہارے دلوں اور تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

میرے بھائیو! ایک چھوٹی سی مثال سنو۔ جب کسی باغبان کو معلوم ہو کہ درخت کی جڑ سلامت ہے تو وہ مطمئن رہتا ہے کہ شاخیں بھی سرسبز رہیں گی۔ لیکن اگر جڑ ہی سوکھ جائے تو اوپر سے پانی ڈالنے کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ اسی طرح ایمان دل کی جڑ ہے، اگر یہ مضبوط ہو جائے تو نماز میں خشوع آتا ہے، زبان پر سچائی آتی ہے، معاملات میں دیانت آتی ہے، والدین کی خدمت آسان لگتی ہے، بندوں کے حقوق ادا کرنا طبیعت کا حصہ بن جاتا ہے اور گناہ سے دل گھبرانے لگتا ہے۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے چند لمحوں کے بعد فرمایا:

اے اللہ کے بندو! تم میں سے ہر شخص اپنے دل سے ایک سوال کرے، میرے عزیز! اگر آج اللہ تعالیٰ تم سے پوچھ لے کہ تم نے اپنے ایمان کی حفاظت کے لیے کیا کوشش کی، تو تمہارا جواب کیا ہوگا؟ کیا ہم نے اپنے دل کو ذکرِ الٰہی سے آباد کیا یا دنیا کی خواہشات سے بھر دیا؟ کیا ہم نے قرآن کو اپنا رہنما بنایا یا اپنی خواہشات کو؟ یہ سوال کسی اور سے نہیں، اپنے نفس سے کرنا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

ایمان کی حقیقت یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کو ہر حال میں اپنا رب مان لے، اس کے ہر فیصلے پر راضی رہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہر سنت کو اپنی زندگی کا زیور بنا لے اور اپنی ہر کامیابی کو اللہ کا فضل سمجھے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا ایمان اسی لیے بے مثال تھا کہ انہیں دنیا سے زیادہ آخرت محبوب تھی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ہر آزمائش میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق کی، اسی لیے انہیں صدیق کا مقام ملا۔ ایمان دعویٰ سے نہیں بلکہ وفاداری سے پہچانا جاتا ہے۔

حافظ صاحب نے فکر انگیز انداز میں فرمایا:

میرے دوستو! ایمان کا ایک پھل اخلاص ہے۔ جب بندہ صرف اللہ کے لیے

عمل کرتا ہے تو پھر لوگوں کی تعریف یا مذمت اس کے قدم نہیں ہلا سکتی۔ اگر نماز صرف لوگوں کو دکھانے کے لیے پڑھی جائے تو وہ جسم کی حرکت ہے، لیکن اگر اللہ کی رضا کے لیے پڑھی جائے تو وہ روح کی غذا بن جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَ مَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۙ

(سورۃ البینۃ:5)

ترجمہ: حالانکہ انہیں صرف یہی حکم دیا گیا تھا کہ وہ خالص اللہ ہی کی عبادت کریں، اسی کے لیے دین کو خالص رکھتے ہوئے۔

حافظ صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا:

ایمان والے کی ایک نشانی شکر بھی ہے۔ جب نعمت ملے تو وہ اللہ کا شکر ادا کرتا ہے اور جب آزمائش آئے تو صبر کرتا ہے۔ اسے معلوم ہوتا ہے کہ میرا رب میرے حق میں وہی فیصلہ کرتا ہے جو بہتر ہے۔ ایسے دل میں سکون ہوتا ہے، کیونکہ وہ اپنے رب پر بھروسہ کرتا ہے۔ قرآن مجید فرماتا ہے:

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَىِٕنُّ الْقُلُوْبُ ﴿۲۸﴾

(سورۃ الرعد:28)

ترجمہ: یاد رکھو! اللہ کے ذکر ہی سے دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت جذب و کیف کے ساتھ فرمایا:

اے ایمان والو! رسول اللہ ﷺ سے محبت ایمان کی جان ہے۔ جس دل میں حضور اکرم ﷺ کی محبت نہیں، وہ ایمان کی مٹھاس سے محروم رہتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى أَكُوْنَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ

(صحیح البخاری، حدیث:15)

ترجمہ: تم میں سے کوئی اس وقت تک کامل مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں اسے اس کے والد، اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

اس محبت کا تقاضا یہ ہے کہ ہم آپ ﷺ کی سنتوں کو اپنی زندگی میں زندہ کریں۔

حافظ صاحب نے نہایت شفقت سے فرمایا:

ایمان انسان کو حسنِ اخلاق سکھاتا ہے۔ جو شخص اپنے پڑوسی کو تکلیف دیتا ہے، والدین کو رنج پہنچاتا ہے، رشتہ داروں سے قطع تعلق کرتا ہے یا لوگوں کے حقوق پامال کرتا ہے، اسے اپنے ایمان کا محاسبہ کرنا چاہیے۔ ایمان صرف مسجد تک محدود نہیں بلکہ بازار، گھر، دفتر، سفر اور تنہائی ہر جگہ نظر آنا چاہیے۔ مومن کی زبان نرم، دل صاف اور ہاتھ امانت دار ہوتے ہیں۔

حافظ صاحب نے آبدیدہ آنکھوں کے ساتھ فرمایا:

میرے عزیزو! موت کو کبھی نہ بھولو۔ دنیا کی ہر خوشی، ہر دولت، ہر منصب اور ہر شہرت یہیں رہ جائے گی، لیکن ایمان ساتھ جائے گا۔ قبر میں مال نہیں پوچھا جائے گا، ایمان پوچھا جائے گا۔ اسی لیے ہر دن اپنے دل کی اصلاح کرو، توبہ کو معمول بناؤ، استغفار سے زبان کو تر رکھو، قرآن سے تعلق مضبوط کرو اور ذکرِ الٰہی سے اپنے باطن کو زندہ رکھو۔ جو دل اللہ کے ذکر سے آباد ہوتا ہے، وہ شیطان کے وسوسوں سے محفوظ رہنے لگتا ہے۔

حافظ صاحب نے عاجزی سے سر جھکا کر فرمایا:

اے دل کے مسافرو! اپنے بچوں کو ایمان سکھاؤ، اپنے گھروں کو قرآن کی تلاوت سے آباد کرو، والدین کی خدمت کو سعادت سمجھو، محتاجوں کی مدد کرو، کسی کے دل کو نہ دکھاؤ، کیونکہ ایمان کا حسن بندوں کے ساتھ حسنِ سلوک میں بھی ظاہر ہوتا ہے۔ اگر تم اللہ کی محبت چاہتے ہو تو اس کے بندوں پر رحم کرنا سیکھو۔ جو دل مخلوق کے لیے نرم ہوتا ہے، اللہ اس پر اپنی رحمت نازل فرماتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت امید بھرے لہجے میں گفتگو کا اختتام کرتے ہوئے فرمایا:

میرے دوستو! کبھی اپنے گناہوں کی وجہ سے مایوس نہ ہونا۔ توبہ کا دروازہ کھلا ہے، رحمت کا سمندر وسیع ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی واپسی کو پسند فرماتا ہے۔ ایمان کی حفاظت روزانہ کی محنت ہے۔ جس طرح ایک چراغ کو مسلسل تیل کی ضرورت ہوتی ہے، اسی طرح ایمان کو ذکر، تلاوت، دعا، نیک صحبت، اخلاص، تقویٰ اور اتباعِ رسول ﷺ کی ضرورت رہتی ہے۔ اپنے دل کو اللہ کے سپرد کر دو، وہ اسے کبھی ضائع نہیں کرے گا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ایمان کی حقیقت کو سمجھنے، اس کی حفاظت کرنے، اپنے دلوں کو ذکرِ الٰہی سے زندہ رکھنے، رسول اللہ ﷺ کی کامل اتباع اختیار کرنے اور اخلاص، تقویٰ، حسنِ اخلاق اور حسنِ عمل کی دولت نصیب فرمائے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے والدین پر رحم فرمائے، ہمارے گناہوں کو معاف فرمائے، ہمیں جنت الفردوس کا وارث بنائے اور جہنم کی آگ سے اپنی رحمت کے ساتھ محفوظ فرمائے۔ آمین۔

نورِ ایمان کی حلاوت

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

سب تعریفیں اس ربِ کریم کے لیے ہیں جس نے ایمان کے نور سے تاریک دلوں کو منور کیا، اپنی رحمت سے بھٹکے ہوئے انسانوں کو ہدایت کی راہوں پر چلایا اور اپنے فضل سے بندوں کو اپنے قرب کی نعمت عطا فرمائی۔

وہی اللہ اپنی بے پایاں حکمت سے دلوں کے حال جانتا ہے، آنکھوں کے آنسو دیکھتا ہے، ٹوٹے ہوئے دلوں کو سہارا دیتا ہے اور اپنے ذکر سے بے چین روحوں کو سکون عطا فرماتا ہے۔

وہی عظمت والا رب ہے جس کی رحمت ہر گناہ سے بڑی، جس کا کرم ہر امید سے وسیع، جس کی ربوبیت ہر مخلوق پر سایہ فگن اور جس کا نور ہر سچے مومن کے دل کی زندگی ہے۔ تمام حمد و ثنا اسی کے لیے ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت سکون بھرے انداز میں حاضرین کی طرف دیکھا، پھر آہستہ سے فرمایا:

اے میرے عزیزو! ایمان صرف ایک عقیدہ نہیں، ایمان ایک نور ہے، اور جب یہ نور دل میں اترتا ہے تو اس کی ایک ایسی حلاوت نصیب ہوتی ہے جسے دنیا کی کوئی لذت، کوئی دولت، کوئی اقتدار اور کوئی آسائش بدل نہیں سکتی۔ جس نے ایمان کی مٹھاس چکھ لی، اس کے لیے دنیا کی چمک دمک پھیکی ہو جاتی ہے، کیونکہ اس کا دل اپنے رب کی محبت سے آباد ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۙ يُخْرِجُهُمْ مِّنَ

الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ

(سورۃ البقرۃ:257)

ترجمہ: اللہ ایمان والوں کا کارساز ہے، وہ انہیں اندھیروں سے نکال کر نور کی طرف لے آتا ہے۔

میرے دوستو! ایمان انسان کو اندھیروں سے نکال کر نور کی دنیا میں لے آتا ہے، لیکن یہ نور صرف آنکھوں سے نہیں بلکہ دل سے دیکھا جاتا ہے۔

حافظ صاحب نے اپنی نگاہیں زمین پر جھکائیں، جیسے دل کی گہرائیوں سے کوئی بات ابھر رہی ہو، پھر فرمایا:

میرے بھائیو! ایمان کی حلاوت زبان سے بیان نہیں ہوسکتی، اسے صرف وہی محسوس کرتا ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی سے اپنا سر جھکا دیا ہو۔ جس رات بندہ تنہائی میں اپنے رب کے حضور آنسو بہاتا ہے، جس لمحے وہ خلوص سے یا اللہ کہتا ہے، اسی لمحے اس کے دل میں ایک ایسی ٹھنڈک اترتی ہے جسے دنیا کی کوئی راحت عطا نہیں کرسکتی۔ یہ وہی نعمت ہے جس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ثَلَاثٌ مَن كُنَّ فِيهِ وَجَدَ بِهِنَّ حَلَاوَةَ الْإِيمَانِ: أَنْ يَكُونَ اللهُ وَرَسُولُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا...

(صحیح البخاری، حدیث:16؛ صحیح مسلم، حدیث:43)

ترجمہ: تین صفات ایسی ہیں کہ جس میں ہوں، وہ ایمان کی مٹھاس پالیتا ہے،

ان میں پہلی یہ ہے کہ اللہ اور اس کا رسول ﷺ اسے ہر چیز سے زیادہ محبوب ہوں۔

حافظ صاحب نے محبت سے حاضرین کی طرف دیکھا اور فرمایا:

ذرا ایک بچے کو دیکھو، جب وہ ڈر جاتا ہے تو دوڑ کر اپنی ماں کی آغوش میں پناہ لیتا ہے۔ وہاں پہنچ کر اس کے آنسو تھم جاتے ہیں، دل کو سکون مل جاتا ہے اور خوف ختم ہو جاتا ہے۔ اسی طرح جب مومن آزمائشوں، پریشانیوں اور غموں میں اپنے رب کی طرف رجوع کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت اسے ایسی پناہ عطا کرتی ہے کہ اس کا دل مطمئن ہو جاتا ہے۔ یہی ایمان کی حلاوت ہے کہ بندہ مخلوق سے زیادہ خالق پر بھروسہ کرنے لگتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت درد بھرے لہجے میں فرمایا:

اے اللہ کے بندو! دنیا کی سب سے بڑی محرومی یہ نہیں کہ انسان کے پاس مال نہ ہو، بلکہ سب سے بڑی محرومی یہ ہے کہ دل ایمان کی مٹھاس سے خالی ہو جائے۔ بہت سے لوگ بڑے گھروں میں رہتے ہیں مگر ان کے دل بے چین ہیں، اور بہت سے لوگ معمولی گھروں میں رہتے ہیں مگر ان کے سینے سکون سے بھرے ہوتے ہیں۔ وجہ صرف ایک ہے، ایک کے دل میں اللہ کا نور ہے اور دوسرے کے دل میں دنیا کی محبت کا اندھیرا۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے چند لمحوں کے بعد فرمایا:

میرے عزیز! کبھی تم نے تنہائی میں اپنے دل سے یہ سوال کیا ہے کہ مجھے نماز میں لذت کیوں محسوس نہیں ہوتی؟ قرآن کی تلاوت میرے دل کو کیوں نہیں ہلاتی؟ ذکرِ الٰہی میں آنکھیں کیوں نہیں نم ہوتیں؟ اگر یہ سوال کبھی دل میں پیدا ہو جائے تو سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی طرف بلانا چاہتا ہے۔ اپنے دل کو مایوس نہ ہونے دو، بلکہ توبہ، استغفار اور اخلاص کے ذریعے اس کی صفائی شروع کر دو۔

حافظ صاحب نے نہایت شفقت سے فرمایا:

ایمان کی حلاوت کا پہلا دروازہ اللہ تعالیٰ کی معرفت ہے۔ جس قدر بندہ اپنے رب کو پہچانتا ہے، اسی قدر اس کی محبت دل میں بڑھتی جاتی ہے۔ جب وہ دیکھتا ہے کہ ہر سانس اللہ کی عطا ہے، ہر نعمت اللہ کا احسان ہے، ہر مصیبت میں اللہ کی حکمت ہے اور ہر خوشی میں اللہ کا فضل ہے، تو پھر اس کا دل ہر حال میں الحمد للہ کہنے لگتا ہے۔ یہی شکر ایمان کو مضبوط کرتا ہے۔

حافظ صاحب نے آبدیدہ آنکھوں کے ساتھ فرمایا:

رسول اللہ ﷺ سے محبت ایمان کی جان ہے۔ تم درود شریف پڑھتے ہو تو کیا کبھی دل نے محسوس کیا کہ تمہارا اسلام مدینہ کے تاجدار ﷺ کی بارگاہ میں پیش ہو رہا ہے؟ جب سنت پر عمل کرتے ہو تو کیا کبھی یہ خیال آیا کہ آج میں اپنے محبوب نبی ﷺ کی خوشنودی کے لیے یہ قدم اٹھا رہا ہوں؟ میرے دوستو! محبت دعوے سے نہیں، اتباع سے ثابت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ

(سورۃ آل عمران:31)

ترجمہ: اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو رسول اللہ ﷺ کی پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا۔

حافظ صاحب نے نہایت فکر انگیز انداز میں فرمایا: ایمان کی مٹھاس اس وقت بھی محسوس ہوتی ہے جب بندہ اپنے نفس پر قابو پاتا ہے۔ غصہ آئے مگر وہ معاف کر دے، بدلہ لینے کی طاقت ہو مگر درگزر کر دے، حرام کا موقع ملے مگر اللہ کے خوف سے رک

جائے، یہ وہ لمحے ہیں جب دل کے اندر ایمان کا نور اور زیادہ روشن ہو جاتا ہے۔
حضرت یوسف علیہ السلام نے تنہائی میں گناہ کا موقع ہونے کے باوجود فرمایا:

مَعَاذَ اللّٰهِ

(سورۃ یوسف:23)

ترجمہ: اللہ نہ کرے۔
یہی ایمان کی طاقت تھی۔
حافظ صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا:
میرے بھائیو! والدین کی خدمت بھی ایمان کی حلاوت کا ذریعہ ہے۔ جب تم اپنی ماں کے ہاتھ چومتے ہو، اپنے باپ کی دعا لیتے ہو، ان کی خدمت میں خوشی محسوس کرتے ہو تو دل میں ایک عجیب سکون پیدا ہوتا ہے۔ یہ سکون اس لیے آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے عمل کو پسند فرماتا ہے۔ اسی طرح کسی یتیم کے سر پر ہاتھ رکھنا، کسی بھوکے کو کھانا کھلانا، کسی غمزدہ کو تسلی دینا، کسی کا قرض آسانی سے واپس لینے کی مہلت دینا، یہ سب ایمان کے نور کو بڑھانے والے اعمال ہیں۔
حافظ صاحب نے نہایت محبت سے فرمایا:
اپنے گھروں کو ذکرِ الٰہی سے آباد کرو۔ جس گھر میں قرآن کی تلاوت ہوتی ہے، جہاں نماز باجماعت کی فکر ہوتی ہے، جہاں بچوں کو رسول اللہ ﷺ کی محبت سکھائی جاتی ہے، جہاں جھوٹ، غیبت اور بدزبانی سے بچا جاتا ہے، وہاں ایمان کی خوشبو پھیل جاتی ہے۔ ایسے گھر چھوٹے ہوں تو بھی جنت کے باغیچوں کی مانند محسوس ہوتے ہیں۔
حافظ صاحب نے دل میں اتر جانے والے لہجے میں فرمایا:
میرے عزیزو! ایمان کی حلاوت اس وقت بھی بڑھتی ہے جب تم اپنے گناہوں پر نادم ہو کر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتے ہو۔ شیطان تمہیں مایوس کرنا چاہتا ہے، مگر تم

اپنے رب کی رحمت کو یاد رکھو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ

(سورۃ الزمر:53)

ترجمہ: اے میرے بندو! جو اپنی جانوں پر زیادتی کر بیٹھے ہو، اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔ یہ آیت امید کا چراغ ہے، اسے اپنے دل میں روشن رکھو۔

حافظ صاحب نے نہایت عاجزی سے فرمایا:

آخرت کو ہمیشہ سامنے رکھو۔ جب قبر یاد رہتی ہے تو گناہ چھوٹے لگنے لگتے ہیں، جب قیامت کا حساب یاد رہتا ہے تو ظلم سے ہاتھ رک جاتا ہے، جب جنت کی نعمتیں یاد رہتی ہیں تو عبادت بوجھ نہیں بلکہ خوشی بن جاتی ہے، اور جب جہنم کا عذاب یاد رہتا ہے تو انسان اپنے نفس کی خواہشات کو قابو میں رکھتا ہے۔ ایمان کی حلاوت اسی دل کو نصیب ہوتی ہے جو دنیا میں رہتے ہوئے آخرت کی تیاری کرتا ہے۔

حافظ صاحب نے دونوں ہاتھ دعا کے لیے اٹھائے اور فرمایا:

اے میرے عزیزو! اپنے دلوں کو اللہ کے ذکر سے زندہ رکھو، اپنے گھروں کو سنت سے روشن رکھو، اپنی زبانوں کو سچائی سے آراستہ رکھو اور اپنے کردار کو حسنِ اخلاق سے مزین رکھو۔ جب دل میں اللہ کی محبت، رسول اللہ ﷺ کی اتباع، بندوں کی خیرخواہی اور آخرت کی فکر جمع ہو جاتی ہے تو ایمان کی مٹھاس زندگی کے ہر لمحے میں محسوس ہونے لگتی ہے۔ پھر آزمائش بھی نعمت معلوم ہوتی ہے، تنہائی بھی عبادت بن جاتی ہے اور ہر سانس اللہ کے قرب کا ذریعہ بن جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ایمان کے نور سے ہمارے دلوں کو ہمیشہ منور رکھے، اپنی محبت،

اپنے ذکر، اپنے اخلاص اور اپنے تقویٰ کی دائمی حلاوت عطا فرمائے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں رسول اللہ ﷺ کی سچی محبت، والدین کی خدمت، بندوں کے حقوق کی ادائیگی، حسنِ اخلاق، حسنِ خاتمہ اور جنت الفردوس کی ابدی نعمت نصیب فرمائے، اور ہمیں اپنے فضل سے جہنم کے عذاب سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

ایمان کے بنیادی عقائد

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

تمام تعریفیں اس اللہ رب العزت کے لیے ہیں جس نے حق کو روشن، باطل کو بے نقاب، ہدایت کو آسان اور ایمان کو اپنے بندوں کے لیے سب سے بڑی نعمت بنایا۔ وہی دلوں کو یقین عطا کرتا ہے، وہی عقلوں کو نور دیتا ہے اور وہی بندے کو اپنی معرفت کی منزل تک پہنچاتا ہے۔

وہی رب ہے جس کی قدرت کے سامنے ہر طاقت ہیچ، جس کے علم سے کوئی راز پوشیدہ نہیں، جس کی رحمت ہر گناہ سے وسیع، جس کی حکمت ہر فیصلے میں کامل اور جس کا کرم ہر لمحہ اپنی مخلوق پر سایہ فگن ہے۔

وہی اکیلا معبود ہے، وہی آسمانوں اور زمین کا مالک ہے، وہی زندگی دیتا ہے، وہی موت دیتا ہے، وہی حساب لینے والا ہے اور وہی اپنے فضل سے جنت عطا فرمانے والا ہے۔ اسی کے لیے حمد ہے، اسی کے لیے شکر ہے اور اسی کے حضور ہر بندگی شرف ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت وقار اور محبت بھرے انداز میں حاضرین کی طرف دیکھا اور فرمایا:

اے میرے عزیزو! انسان کی زندگی میں بہت سی بنیادیں ہوتی ہیں۔ کوئی اپنے گھر کی بنیاد مضبوط کرتا ہے، کوئی تجارت کی، کوئی تعلیم کی اور کوئی شہرت کی، لیکن مومن کی اصل بنیاد ایمان ہے۔ اگر ایمان کی بنیاد مضبوط ہو تو زندگی کے طوفان اسے گرا نہیں سکتے، اور اگر ایمان کمزور ہو جائے تو ظاہری کامیابیاں بھی انسان کو حقیقی سکون نہیں دے سکتیں۔ اس لیے آج ہم اپنے دل سے یہ پوچھیں کہ ہماری زندگی کس بنیاد پر کھڑی ہے؟

حافظ صاحب نے آہستہ سے اپنا دستِ مبارک سینے پر رکھا اور فرمایا:

ایمان کے بنیادی عقائد وہ ستون ہیں جن پر ایک مسلمان کی پوری زندگی قائم ہوتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے سوال کے جواب میں فرمایا:

أَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ، وَمَلَآئِكَتِهِ، وَكُتُبِهِ، وَرُسُلِهِ، وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ، وَتُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ

(صحیح مسلم، حدیث: 8)

یعنی ایمان یہ ہے کہ تم اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر، یومِ آخرت پر اور اچھی و بری تقدیر پر ایمان لاؤ۔

میرے دوستو! یہی وہ چھ ستون ہیں جن پر ایمان کی پوری عمارت قائم ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت شفقت سے فرمایا: سب سے پہلا اور سب سے عظیم عقیدہ اللہ تعالیٰ پر ایمان ہے۔ بندہ یہ یقین رکھے کہ اللہ ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا، وہ نہ کسی کا محتاج ہے اور نہ کسی کا بیٹا یا باپ

ہے۔قرآن مجید نے کتنے مختصر مگر جامع انداز میں فرمایا:

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۚ﴿۱﴾ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۚ﴿۲﴾

(سورۃ الاخلاص:1-2)

ترجمہ: آپ فرما دیجیے: وہ اللہ ایک ہے۔اللہ سب سے بے نیاز ہے۔

میرے بھائیو! جب دل میں اللہ کی وحدانیت مضبوط ہو جاتی ہے تو انسان ہر خوف سے آزاد ہو جاتا ہے، کیونکہ اسے معلوم ہوتا ہے کہ نفع ونقصان صرف میرے رب کے ہاتھ میں ہے۔

حافظ صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا:

ایک چھوٹی سی مثال سے بات سمجھو۔اگر کسی بچے کو معلوم ہو کہ اس کا باپ اس کے ساتھ ہے تو وہ اندھیری گلی سے بھی بے خوف گزر جاتا ہے۔اسی طرح جس دل میں اللہ پر کامل یقین ہو، وہ زندگی کے بڑے سے بڑے امتحان میں بھی مایوس نہیں ہوتا۔اس کا سہارا مخلوق نہیں بلکہ خالق ہوتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

دوسرا بنیادی عقیدہ فرشتوں پر ایمان ہے۔فرشتے اللہ تعالیٰ کے نافرمان نہیں ہوتے بلکہ ہر حکم کی تعمیل کرتے ہیں۔وہ ہمارے اعمال لکھتے ہیں، اللہ کے احکام نافذ کرتے ہیں اور اس کی تسبیح میں مشغول رہتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَ يَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ﴿۶﴾

(سورۃ التحریم:6)

ترجمہ: وہ اللہ کے کسی حکم کی نافرمانی نہیں کرتے، اور جو حکم انہیں دیا جاتا ہے،

اسی پر عمل کرتے ہیں۔

میرے عزیزو! جب انسان کو یقین ہو جائے کہ اس کے ہر لفظ اور ہر عمل کو لکھا جا رہا ہے تو وہ اپنی زبان، اپنی نگاہ اور اپنے کردار کی حفاظت کرنے لگتا ہے۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے لہجے میں فرمایا: تیسرا عقیدہ اللہ کی کتابوں پر ایمان ہے، اور ان سب میں آخری اور کامل کتاب قرآنِ مجید ہے۔ یہ صرف تلاوت کے لیے نہیں بلکہ زندگی گزارنے کے لیے نازل ہوئی ہے۔ افسوس! آج بہت سے گھروں میں قرآن موجود ہے مگر اس کی تعلیمات زندگی سے غائب ہیں۔ قرآن کو صرف طاق میں رکھنے کے لیے نہیں بلکہ دل میں اتارنے کے لیے پڑھو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ

(سورۃ الاسراء:9)

ترجمہ: بے شک یہ قرآن اس راستے کی ہدایت دیتا ہے جو سب سے زیادہ سیدھا اور مضبوط ہے۔

یہ قرآن اس راستے کی طرف رہنمائی کرتا ہے جو سب سے سیدھا ہے۔

حافظ صاحب نے نگاہیں جھکا کر فرمایا: چوتھا عقیدہ تمام انبیاء و رسل علیہم السلام پر ایمان ہے، اور ان سب کے سردار، خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔ انبیاء علیہم السلام نے انسانوں کو صرف ایک ہی دعوت دی، اللہ کی بندگی اور شرک سے اجتناب۔ ہمارے لیے سعادت اسی میں ہے کہ ہم اپنے آقا ﷺ کی سنت کو اپنی زندگی کا سرمایہ بنائیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

(سورۃ الاحزاب:21)

ترجمہ: یقیناً تمہارے لیے اللہ کے رسول ﷺ کی ذاتِ مبارک میں بہترین نمونہ ہے۔

میرے دوستو! محبتِ رسول ﷺ ایمان کی روح ہے، اور اتباعِ رسول ﷺ ایمان کا حسن ہے۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے چند لمحوں کے بعد فرمایا:

پانچواں بنیادی عقیدہ یومِ آخرت پر ایمان ہے۔ یہی وہ یقین ہے جو انسان کو ظلم سے روکتا، عدل کی طرف لاتا اور گناہوں سے بچاتا ہے۔ جو شخص یہ جانتا ہے کہ ایک دن اللہ کے سامنے کھڑا ہونا ہے، وہ تنہائی میں بھی گناہ سے ڈرتا ہے۔ میرے عزیز! کبھی اپنے دل سے یہ سوال کیا ہے کہ اگر آج تمہاری زندگی کا آخری دن ہو تو کیا تم اپنے رب سے ملاقات کے لیے تیار ہو؟ اس سوال کا جواب ہر شخص کو خود دینا ہے، کیونکہ قیامت کے دن کوئی دوسرے کی طرف سے جواب نہیں دے گا۔

حافظ صاحب نے درد بھری آواز میں فرمایا:

چھٹا عقیدہ تقدیر پر ایمان ہے۔ بندہ یہ یقین رکھے کہ ہر خیر و شر اللہ کے علم اور اس کی مشیت سے ہے، لیکن اس کے ساتھ انسان اپنے اعمال کا ذمہ دار بھی ہے۔ تقدیر پر ایمان انسان کو غرور سے بچاتا ہے اور مصیبت میں صبر عطا کرتا ہے۔ جب نعمت ملے تو شکر کرے، اور جب آزمائش آئے تو یہ کہے کہ میرے رب کی حکمت میرے علم سے زیادہ کامل ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت دلنشیں انداز میں فرمایا:

ایمان کے یہ بنیادی عقائد صرف ذہن میں محفوظ رکھنے کی چیزیں نہیں بلکہ زندگی میں ظاہر ہونے چاہییں۔ اللہ پر ایمان ہو تو دعا میں یقین نظر آئے، فرشتوں پر ایمان ہو تو اعمال میں احتیاط نظر آئے، قرآن پر ایمان ہو تو فیصلوں میں قرآن کی رہنمائی نظر آئے، رسول اللہ ﷺ پر ایمان ہو تو سنت سے محبت نظر آئے، آخرت پر ایمان ہو تو دنیا کی محبت کم ہو جائے، اور تقدیر پر ایمان ہو تو دل میں صبر اور شکر پیدا ہو جائے۔

حافظ صاحب نے نہایت شفقت سے فرمایا:

میرے بھائیو! اپنے بچوں کو سب سے پہلے یہی عقائد سکھاؤ۔ انہیں دنیا کمانے سے پہلے اللہ کو پہچاننا سکھاؤ، انہیں بڑے عہدوں سے پہلے اچھا مسلمان بننا سکھاؤ، انہیں یہ بتاؤ کہ والدین کی خدمت، سچ بولنا، وعدہ پورا کرنا، امانت ادا کرنا، غریبوں پر رحم کرنا اور لوگوں کے حقوق ادا کرنا ایمان کے تقاضے ہیں۔ اگر عقیدہ درست ہو تو کردار بھی سنور جاتا ہے۔

حافظ صاحب کی آنکھیں نم ہو گئیں اور آپ نے فرمایا:

بہت سے لوگ علم تو حاصل کر لیتے ہیں مگر یقین حاصل نہیں کرتے۔ یاد رکھو! صرف معلومات دل کو زندہ نہیں کرتیں، بلکہ یقین زندہ کرتا ہے۔ جب اللہ کی عظمت دل میں اتر جائے، رسول اللہ ﷺ کی محبت روح میں بس جائے، ذکرِ الٰہی زبان کا معمول بن جائے، تو یہ آنکھوں کا زیور بن جائے، اخلاص نیت کا سرمایہ بن جائے اور تقویٰ زندگی کا لباس بن جائے، تب ایمان کے بنیادی عقائد انسان کے وجود میں رچ بس جاتے ہیں۔

حافظ صاحب نے نہایت عاجزی کے ساتھ دونوں ہاتھ دعا کے لیے اٹھائے اور فرمایا:

اے اللہ کے بندو! اپنے ایمان کی حفاظت کو اپنی سب سے بڑی ذمہ داری

سمجھو۔ دنیا کی ہر چیز ایک دن ختم ہو جائے گی، مگر ایمان اگر سلامت رہا تو قبر بھی روشن ہوگی، میدانِ حشر بھی آسان ہوگا اور جنت کے دروازے بھی کھل جائیں گے۔ اس لیے ہر روز اپنے دل کا محاسبہ کرو، قرآن سے تعلق مضبوط کرو، رسول اللہ ﷺ کی سنت کو اپناؤ، والدین کی خدمت کرو، بندوں کے حقوق ادا کرو اور ہر حال میں اپنے رب کی طرف رجوع کرتے رہو۔

اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں کو اپنے نور سے منور فرمائے، ہمیں اخلاص، تقویٰ، ذکر، حسنِ اخلاق، محبتِ رسول ﷺ اور آخرت کی حقیقی تیاری کی دولت عطا فرمائے، اور اپنے فضل و کرم سے جنت الفردوس میں داخل فرمائے۔ آمین۔

ایمان بالغیب کیا ہے؟

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

تمام حمد اس اللہ جلّ شانہٗ کے لیے ہے جس نے اپنے بندوں کو عقل عطا فرمائی، پھر عقل سے بلند ایمان کی نعمت عطا کی، آنکھوں کو دیکھنے کی قوت دی اور دلوں کو وہ بصیرت بخشی جو غیب کے حقائق کو اس کے کلام اور اس کے رسول ﷺ کی خبر کے ذریعے قبول کرتی ہے۔

وہی رب اپنی حکمت سے ظاہر و باطن کا مالک ہے، وہی چھپی ہوئی حقیقتوں کو جاننے والا، وہی دلوں کے رازوں سے باخبر، وہی امیدوں کو پورا کرنے والا اور وہی ہر بے سہارا کا حقیقی سہارا ہے۔

وہی معبودِ برحق ہے جس کی ذات ہر نقص سے پاک، جس کی قدرت ہر شے پر غالب، جس کی رحمت ہر توبہ کرنے والے کو اپنے دامن میں لے لیتی ہے اور جس کا نور

ایمان والوں کے دلوں کو زندگی عطا کرتا ہے۔ تمام تعریفیں اسی کے لیے ہیں۔

حافظ صاحب نے نہایت سکون اور وقار کے ساتھ حاضرین کی طرف دیکھا، پھر آہستہ سے فرمایا:

اے میرے عزیزو! ایمان کی سب سے حسین اور سب سے عظیم نشانی یہ ہے کہ بندہ اپنے رب کی ہر سچی خبر کو دل سے قبول کر لے، چاہے اس نے اسے اپنی آنکھوں سے نہ دیکھا ہو۔ یہی ایمان بالغیب ہے۔ دنیا والے کہتے ہیں کہ جو نظر آئے اسی کو مانو، مگر مومن کہتا ہے کہ جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے فرمایا، وہی حق ہے، خواہ میری آنکھ نے اسے دیکھا ہو یا نہ دیکھا ہو۔ اسی لیے قرآنِ مجید کی ابتدا ہی ایمان والوں کی اس صفت سے ہوتی ہے:

الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ

(سورۃ البقرۃ:3)

ترجمہ: وہ لوگ جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

میرے بھائیو! غیب سے مراد وہ حقیقتیں ہیں جو ہماری آنکھوں سے پوشیدہ ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام اور رسول اللہ ﷺ کے ذریعے ہمیں ان کی خبر دی ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کی ذات، فرشتے، جنت، جہنم، قبر کی زندگی، قیامت، میزان، صراط، حوضِ کوثر، عرش، کرسی، لوح و قلم اور آخرت کے بے شمار حقائق۔ ہم نے انہیں اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا، مگر ہم ان پر یقین رکھتے ہیں، کیونکہ خبر دینے والا اللہ ہے اور خبر پہنچانے والے محمد رسول اللہ ﷺ ہیں، اور ان دونوں کی خبر سے بڑھ کر سچی کوئی خبر نہیں۔

حافظ صاحب نے نہایت شفقت سے فرمایا:

ذرا غور کرو! تم نے اپنی عقل دیکھی ہے؟ نہیں۔ تم نے اپنی روح کو آنکھوں سے دیکھا ہے؟ نہیں۔ تم نے محبت کو ہاتھ میں پکڑا ہے؟ نہیں۔ لیکن تم ان سب کے آثار کو محسوس کرتے ہو، اس لیے ان کے وجود کو مانتے ہو۔ اسی طرح ایمان بالغیب میں بندہ اللہ تعالیٰ کی سچی خبر پر یقین کرتا ہے۔ اگر انسان صرف وہی مانے جو آنکھ دیکھے تو پھر ایمان کی حقیقت باقی نہیں رہتی۔

حافظ صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا:

ایک چھوٹی سی مثال سنو۔ ایک بچہ اپنے والد کے ساتھ سفر پر نکلتا ہے۔ راستہ اسے معلوم نہیں ہوتا، منزل بھی اس نے پہلے کبھی نہیں دیکھی ہوتی، لیکن وہ اطمینان سے اپنے والد کا ہاتھ پکڑے چلتا رہتا ہے۔ کیوں؟ اس لیے کہ اسے اپنے والد پر یقین ہوتا ہے۔ میرے دوستو! ایمان بالغیب بھی یہی ہے۔ بندہ راستے کی ہر حقیقت کو اپنی آنکھ سے نہیں دیکھتا، مگر اسے اپنے رب کی رہنمائی پر کامل اعتماد ہوتا ہے، اس لیے وہ اطاعت کے راستے پر چلتا رہتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت درد بھرے لہجے میں فرمایا:

آج بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ جب جنت دیکھیں گے تب مانیں گے، جب فرشتے نظر آئیں گے تب یقین کریں گے، جب قیامت سامنے آئے گی تب ایمان لائیں گے۔ مگر میرے عزیزو! وہ ایمان، ایمان نہیں ہوگا، کیونکہ اس وقت تو ہر شخص حقیقت کو دیکھ لے گا۔ ایمان کی قدر آج ہے، جب تم نے اپنے رب کی خبر کو سچ مان کر اس کے سامنے سر جھکا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝٣ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝٤

(سورۃ التکاثر:3-4)

ترجمہ: ہرگز نہیں! عنقریب تم جان لوگے۔ پھر ہرگز نہیں! عنقریب تم جان لوگے۔

ایک دن ہر حقیقت سامنے آجائے گی، مگر اس وقت عمل کا موقع ختم ہو چکا ہوگا۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے چند لمحوں کے بعد فرمایا: میرے عزیز! کبھی تم نے اپنے دل سے یہ سوال کیا ہے کہ اگر آج پردے ہٹا دیے جائیں اور تمہیں فرشتے، قبر، میزان اور آخرت اپنی آنکھوں سے دکھا دی جائے تو کیا تمہاری زندگی بدل جائے گی؟ اگر جواب ہاں میں ہے تو پھر آج ہی کیوں نہ اپنے ایمان کو مضبوط کر لو، جبکہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں مہلت دے رکھی ہے؟

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

ایمان بالغیب کا پہلا اثر یہ ہوتا ہے کہ انسان تنہائی میں بھی گناہ سے بچنے لگتا ہے۔ اسے یقین ہوتا ہے کہ اگرچہ کوئی انسان مجھے نہیں دیکھ رہا، مگر میرا رب مجھے دیکھ رہا ہے، اس کے فرشتے میرے اعمال لکھ رہے ہیں۔ یہی احساس تقویٰ پیدا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَلَمْ يَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰى ﴿۱۴﴾

(سورۃ العلق:14)

یعنی: کیا وہ نہیں جانتا کہ اللہ اسے دیکھ رہا ہے؟

حافظ صاحب نے نہایت محبت سے فرمایا:

رسول اللہ ﷺ اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیاں ایمان بالغیب کی روشن مثال ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے معراج کے واقعہ کو سنا تو بغیر کسی تردد کے فرمایا کہ اگر یہ بات رسول اللہ ﷺ نے فرمائی ہے تو یقیناً سچ ہے۔ یہی وجہ تھی

کہ انہیں صدیق کا لقب ملا۔ انہوں نے اپنی عقل کو وحی کے تابع بنایا، وحی کو عقل کے تابع نہیں کیا۔

حافظ صاحب نے آبدیدہ آنکھوں کے ساتھ فرمایا:

میرے بھائیو! ایمان بالغیب دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت بھی پیدا کرتا ہے۔ تم نے اللہ تعالیٰ کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا، مگر تم اس سے محبت کرتے ہو۔ تم نماز میں اس کے سامنے کھڑے ہوتے ہو، دعا میں اس سے مانگتے ہو، سجدے میں اس کے سامنے روتے ہو، کیونکہ تمہارے دل کو یقین ہے کہ وہ تمہاری ہر پکار سن رہا ہے۔ یہی یقین بندے کو اخلاص عطا کرتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت فکر انگیز انداز میں فرمایا:

جو شخص آخرت پر ایمان رکھتا ہے، وہ دنیا کے دھوکوں میں زیادہ نہیں الجھتا۔ اسے معلوم ہے کہ اصل زندگی آگے ہے۔ وہ والدین کی خدمت اس لیے کرتا ہے کہ اللہ راضی ہو، وہ غریب کی مدد اس لیے کرتا ہے کہ آخرت میں اس کا اجر ملے، وہ کسی کا حق نہیں مارتا کیونکہ اسے یومِ حساب یاد رہتا ہے، وہ ذکرِ الٰہی کو اپنا سرمایہ بناتا ہے کیونکہ اسے معلوم ہے کہ دنیا ختم ہو جائے گی مگر اللہ کا ذکر باقی رہے گا۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھرے لہجے میں فرمایا:

ایمان بالغیب کا ایک بڑا ثمرہ صبر ہے۔ جب مصیبت آتی ہے تو مومن کہتا ہے کہ میرے رب کی حکمت میرے علم سے زیادہ کامل ہے۔ مجھے ہر راز معلوم نہیں، مگر مجھے اپنے رب پر یقین ہے۔ یہی یقین اسے ٹوٹنے نہیں دیتا۔ وہ شکوہ نہیں کرتا بلکہ دعا کرتا ہے، ناشکری نہیں کرتا بلکہ شکر ادا کرتا ہے، مایوس نہیں ہوتا بلکہ اپنے رب کی رحمت کا امیدوار رہتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت سوز و گداز کے ساتھ فرمایا:

اپنے گھروں میں ایمان بالغیب کی فضا قائم کرو۔ بچوں کو صرف دنیا کی کامیابی

نہ سکھاؤ بلکہ انہیں یہ بھی سکھاؤ کہ اللہ ہر وقت دیکھ رہا ہے، فرشتے اعمال لکھ رہے ہیں، جنت نیک لوگوں کے لیے تیار ہے اور جہنم گناہوں سے ڈرنے کی دعوت دیتی ہے۔ جب یہ یقین بچپن سے دل میں اتر جائے تو کردار خود بخود سنورنے لگتا ہے۔

حافظ صاحب نے عاجزی سے سر جھکا کر فرمایا:

اے اللہ کے بندو! ایمان بالغیب صرف ایک عقیدہ نہیں بلکہ زندگی گزارنے کا انداز ہے۔ جب بندہ اپنے رب کی ہر خبر کو سچ مان لیتا ہے تو اس کی نماز میں خشوع آ جاتا ہے، اس کی توبہ میں سچائی آ جاتی ہے، اس کے ذکر میں لذت آ جاتی ہے، اس کے اخلاق میں نرمی آ جاتی ہے، اس کی نگاہ میں حیا آ جاتی ہے، اس کے معاملات میں دیانت آ جاتی ہے اور اس کے دل میں آخرت کی تیاری کا جذبہ بیدار ہو جاتا ہے۔ یہی وہ نور ہے جو دنیا میں بھی سکون دیتا ہے اور آخرت میں بھی نجات کا ذریعہ بنتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ایمان بالغیب کی حقیقی دولت عطا فرمائے، ہمارے دلوں کو اپنے یقین، اپنی معرفت، اپنی محبت اور اپنے ذکر کے نور سے ہمیشہ منور رکھے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں رسول اللہ ﷺ کی کامل اتباع، اخلاص، تقویٰ، حسنِ اخلاق، والدین کی خدمت، بندوں کے حقوق کی ادائیگی اور ایمان پر حسنِ خاتمہ نصیب فرمائے، اور اپنے فضل سے ہمیں جنت الفردوس کا وارث بنائے۔ آمین۔

ایمان اور احسان کی منزل

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

تمام حمد اس اللہ ربِ کریم کے لیے ہے جس نے ایمان کو دلوں کی زندگی، احسان کو بندگی کا حسن، اخلاص کو اعمال کی روح اور اپنی معرفت کو سعادتِ ابدی کا راستہ

بنایا۔ وہی اپنے فضل سے گمراہ کو ہدایت دیتا ہے، غافل کو بیدار کرتا ہے اور اپنے ذکر سے مردہ دلوں کو نئی زندگی عطا فرماتا ہے۔

وہی رحمان و رحیم ہے جس کے کرم کی کوئی حد نہیں، جس کی حکمت ہر تقدیر میں جلوہ گر ہے، جس کی ربوبیت ہر لمحہ اپنی مخلوق پر سایہ کیے ہوئے ہے اور جس کا نور بندۂ مومن کے دل کو یقین، سکون اور محبت سے بھر دیتا ہے۔

وہی بادشاہِ حقیقی ہے، وہی معبودِ برحق ہے، وہی ہر خیر کا سرچشمہ اور ہر نعمت کا عطا فرمانے والا ہے۔ آسمانوں کی بلندی، زمین کی وسعت، سمندروں کی گہرائی اور دلوں کے راز سب اسی کے قبضۂ قدرت میں ہیں۔ اسی کے لیے ہر تعریف، ہر حمد اور ہر شکر ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھرے انداز میں حاضرین کی طرف دیکھا، جیسے ہر چہرے کے پیچھے چھپی ہوئی کیفیت کو پڑھ رہے ہوں، پھر فرمایا:

اے میرے عزیزو! ایمان ایک عظیم نعمت ہے، لیکن ایمان کا بھی ایک سفر ہے، ایک ترقی ہے، ایک کمال ہے، اور اس کمال کا نام احسان ہے۔ جس دل میں ایمان آ جاتا ہے، وہ نجات کی راہ پر چل پڑتا ہے، لیکن جب اسی دل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت ہر لمحہ جاگنے لگتی ہے، عبادت میں خشوع پیدا ہو جاتا ہے، نیت میں اخلاص آ جاتا ہے اور ہر عمل اللہ کی رضا کے لیے ہونے لگتا ہے، تو بندہ احسان کی منزل کی طرف بڑھنے لگتا ہے۔

حافظ صاحب نے خاموشی سے چند لمحے آسمان کی طرف دیکھا، پھر فرمایا:

میرے بھائیو! رسول اللہ ﷺ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے سوال کے جواب میں احسان کی حقیقت کو ایک ہی جملے میں بیان فرما دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

أَنْ تَعْبُدَ اللهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ، فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ

(صحیح البخاری، حدیث:50؛ صحیح مسلم، حدیث:9)

ترجمہ: تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو، اور اگر تم اسے نہیں دیکھ رہے تو یقین رکھو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔

اے میرے دوستو! یہی وہ مقام ہے جہاں عبادت رسم نہیں رہتی بلکہ محبت بن جاتی ہے، اور بندگی بوجھ نہیں رہتی بلکہ دل کی راحت بن جاتی ہے۔

حافظ صاحب نے اپنے دستِ مبارک سے زمین کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

ایک کسان جب بیج بوتا ہے تو اسے معلوم ہوتا ہے کہ آج صرف بیج ڈال رہا ہوں، لیکن چند ماہ بعد یہی بیج ایک سرسبز کھیت بن جائے گا۔ اگر وہ بیج کی حفاظت نہ کرے، پانی نہ دے، گھاس نہ نکالے تو فصل کبھی تیار نہیں ہوتی۔ اسی طرح ایمان بیج ہے اور احسان اس کی پختہ اور خوشبودار فصل ہے۔ اگر ایمان کو ذکر، قرآن، سنت، اخلاص، تقویٰ اور نیک اعمال کا پانی نہ ملے تو وہ کمزور پڑ جاتا ہے، لیکن اگر اس کی حفاظت کی جائے تو بندہ احسان کی منزل تک پہنچ جاتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

اے اللہ کے بندو! احسان صرف نماز میں خوب رونا نہیں، بلکہ احسان یہ بھی ہے کہ تمہارے اخلاق میں اللہ کا خوف نظر آئے۔ تم کسی کا حق نہ مارو، کسی پر ظلم نہ کرو، کسی کی عزت کو پامال نہ کرو، کسی محتاج کو خالی ہاتھ واپس نہ لوٹاؤ اور کسی دکھی دل کو مزید غم نہ دو۔ جو بندہ اللہ کو دیکھنے کے احساس کے ساتھ جیتا ہے، وہ مخلوق کے ساتھ بھی حسنِ سلوک کرتا ہے، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ میرا رب میرے ہر رویے کو دیکھ رہا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت فکر انگیز انداز میں فرمایا:

میرے عزیز! ذرا اپنے دل سے یہ سوال کرو، اگر تمہیں یقین ہو جائے کہ اس وقت اللہ تعالیٰ تمہارے ہر خیال، ہر لفظ اور ہر عمل کو دیکھ رہا ہے، تو کیا تمہاری زندگی اسی طرح رہے گی جیسے آج ہے؟ اگر اس سوال نے تمہارے دل کو ہلا دیا ہے تو سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں احسان کی طرف بلا رہا ہے۔

حافظ صاحب نے محبت سے فرمایا:

قرآن مجید بار بار ہمیں اللہ تعالیٰ کی نگرانی کا احساس دلاتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ①

(سورۃ النساء:1)

ترجمہ: بے شک اللہ تم پر نگہبان ہے۔

میرے بھائیو! جب یہ آیت دل میں اتر جاتی ہے تو انسان تنہائی میں بھی پاکیزہ رہتا ہے، کیونکہ اسے لوگوں سے زیادہ اپنے رب کی رضا عزیز ہوتی ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت سوز و گداز کے ساتھ فرمایا:

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا ایک واقعہ یاد کرو۔ ایک چرواہی لڑکی سے کہا گیا کہ ایک بکری بیچ دو اور مالک سے کہہ دینا کہ بھیڑیا کھا گیا۔ اس نیک لڑکی نے جواب دیا: مالک نہ بھی دیکھے، مگر اللہ تو دیکھ رہا ہے۔ میرے عزیزو! یہی احسان ہے۔ یہی وہ کیفیت ہے جو انسان کو گناہ سے بچاتی ہے، یہی وہ نور ہے جو ایمان کو کمال تک پہنچاتا ہے۔

حافظ صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا:

احسان کی منزل پر پہنچنے والا بندہ شکر کو اپنا لباس بنا لیتا ہے۔ اسے نعمت ملتی ہے تو

غرور نہیں کرتا بلکہ الحمد للہ کہتا ہے۔ آزمائش آتی ہے تو شکوہ نہیں کرتا بلکہ صبر کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۳۴﴾

(سورۃ آل عمران:134)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے۔

ذرا سوچو! دنیا کی سب سے بڑی کامیابی کیا ہو سکتی ہے؟ یہی کہ اللہ اپنے بندے سے محبت فرمانے لگے۔

حافظ صاحب نے نہایت شفقت سے فرمایا:

احسان کی ایک علامت والدین کے ساتھ حسنِ سلوک بھی ہے۔ جو شخص اپنی بوڑھی ماں کی خدمت کرتے ہوئے یہ محسوس کرے کہ میرا رب مجھے دیکھ رہا ہے، اس کی خدمت عبادت بن جاتی ہے۔ جو اپنے والد کی عزت کرتے ہوئے اللہ کی رضا چاہے، اس کا ہر قدم اجر میں بدل جاتا ہے۔ اسی طرح بیوی کے ساتھ حسنِ معاشرت، بچوں کی صحیح تربیت، پڑوسی کے ساتھ خیر خواہی، ملازم کے ساتھ انصاف اور محتاج کے ساتھ نرمی، یہ سب احسان کے مظاہر ہیں۔

حافظ صاحب نے آبدیدہ آنکھوں سے فرمایا:

میرے دوستو! احسان کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ نفس ہے۔ نفس چاہتا ہے کہ لوگ تعریف کریں، دنیا واہ واہ کرے، نام ہو، شہرت ہو، مگر احسان والا بندہ اپنے رب کو راضی کرنے کے لیے عمل کرتا ہے۔ اگر کوئی تعریف نہ بھی کرے تو اسے غم نہیں ہوتا، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اللہ دیکھ رہا ہے۔ یہی اخلاص ہے، اور یہی اخلاص ایمان کو جلا بخشتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھرے لہجے میں فرمایا:

اپنے گھروں کو احسان کی درسگاہ بناؤ۔ نماز صرف پڑھو نہیں بلکہ دل سے پڑھو، قرآن صرف تلاوت نہ کرو بلکہ اس پر عمل کرو، ذکر صرف زبان سے نہ کرو بلکہ دل کو بھی اللہ کی یاد سے آباد کرو، توبہ صرف الفاظ سے نہ کرو بلکہ گناہوں کو چھوڑ دو، اور بندوں کے ساتھ ایسا معاملہ کرو جیسا تم چاہتے ہو کہ اللہ تمہارے ساتھ کرے۔

حافظ صاحب نے نہایت عاجزی کے ساتھ فرمایا:

میرے عزیزو! یاد رکھو، ایمان انسان کو مسلمان بناتا ہے، لیکن احسان اسے اللہ کا محبوب بندہ بناتا ہے۔ ایمان انسان کو جنت کے راستے پر چلاتا ہے، اور احسان اس سفر کو خوشبو، نور اور سکون سے بھر دیتا ہے۔ جب دل میں اللہ کی معرفت، زبان پر ذکر، آنکھوں میں آخرت کا تصور، کردار میں رسول اللہ ﷺ کی سنت، معاملات میں دیانت، اخلاق میں نرمی اور نیت میں اخلاص جمع ہو جائیں تو سمجھ لو کہ بندہ احسان کی منزل کی طرف بڑھ رہا ہے۔ یہی وہ منزل ہے جس کی خوشبو دنیا میں سکون اور آخرت میں کامیابی بن کر ظاہر ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ایمان کی حفاظت، احسان کی حقیقت، اپنی دائمی معرفت، اپنے ذکر کی لذت، اپنے قرب کی دولت اور اخلاصِ کامل نصیب فرمائے۔ آمین۔

ایمان اور حیا الٰہی

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

تمام تعریفیں اس اللہ جلّ مجدہٗ کے لیے ہیں جس نے بندوں کے دلوں میں ایمان کی روشنی، نگاہوں میں حیا کی چمک، زبانوں پر اپنے ذکر کی مٹھاس اور روحوں میں اپنے قرب کی طلب پیدا فرمائی۔ وہی دلوں کے زنگ کو اپنی رحمت سے دور کرتا ہے

اور اپنے فضل سے بندے کو گناہوں کی تاریکی سے نکال کر تقویٰ کے نور میں داخل فرماتا ہے۔

وہی ربِ کریم ہر پوشیدہ راز کو جاننے والا، ہر آہ کو سننے والا، ہر آنسو کو دیکھنے والا، ہر توبہ کو قبول کرنے والا اور ہر سچے طالبِ حق کو اپنی رحمت کی آغوش میں لینے والا ہے۔ اس کی کبریائی بے مثال، اس کی حکمت بے پایاں اور اس کا احسان بے شمار ہے۔

وہی معبودِ برحق ہے جس کے سامنے ہر عزت جھک جاتی ہے، ہر طاقت مٹ جاتی ہے اور ہر دل اپنی بے بسی کا اقرار کرتا ہے۔ وہی ہمارے ایمان کا محافظ، ہماری امیدوں کا مرکز اور ہماری آخرت کا حقیقی سہارا ہے۔ ہر حمد و ثنا اسی کے لیے سزاوار ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت سکون اور شفقت سے حاضرین کی طرف دیکھا، پھر دھیمے لہجے میں فرمایا:

اے میرے عزیزو! ایمان اور حیا دو ایسے ساتھی ہیں جو ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوتے۔ جہاں ایمان مضبوط ہوتا ہے وہاں حیا ضرور پیدا ہوتی ہے، اور جہاں حیا رخصت ہو جائے وہاں ایمان کمزور ہونے لگتا ہے۔ حیا صرف لوگوں سے شرمانے کا نام نہیں، بلکہ اصل حیا یہ ہے کہ بندہ اپنے رب کے سامنے خود کو جواب دہ سمجھے، اس کی نافرمانی سے دل کانپ جائے اور اس کی ناراضی کا تصور ہی آنکھوں کو نم کر دے۔

حافظ صاحب نے چند لمحے خاموش رہ کر فرمایا:

میرے بھائیو! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اَلْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْإِيمَانِ

(صحیح البخاری، حدیث:9؛ صحیح مسلم، حدیث:35)

ترجمہ: حیا ایمان کی ایک شاخ ہے۔

ذرا غور کرو! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حیا کو ایمان سے الگ نہیں فرمایا بلکہ ایمان ہی کا حصہ قرار دیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب دل میں ایمان کا درخت پروان چڑھتا ہے تو اس کی شاخوں پر حیا کے پھول بھی کھلتے ہیں۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

اے اللہ کے بندو! حیا الٰہی کا مطلب یہ نہیں کہ انسان صرف عبادت کے وقت اللہ کو یاد کرے، بلکہ حیا الٰہی یہ ہے کہ بازار میں بھی اللہ یاد رہے، گھر میں بھی اللہ یاد رہے، تنہائی میں بھی اللہ یاد رہے اور لوگوں کے درمیان بھی اللہ یاد رہے۔ جو شخص ہر حال میں اپنے رب کی نگرانی کو محسوس کرتا ہے، اس کے قدم گناہ کی طرف اٹھنے سے پہلے ہی رک جاتے ہیں۔

حافظ صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا:

ایک معمولی سی مثال سنو۔ اگر کسی شخص کو معلوم ہو کہ اس کے گھر میں ہر وقت ایک کیمرہ لگا ہوا ہے جو اس کی ہر حرکت محفوظ کر رہا ہے تو وہ اپنے رویے میں احتیاط برتے گا۔ حالانکہ وہ کیمرہ نہ اس کا انجام بدل سکتا ہے اور نہ اس کے اعمال کا بدلہ دے سکتا ہے۔ پھر ذرا سوچو، جب بندے کو یقین ہو کہ اللہ تعالیٰ ہر لمحہ اسے دیکھ رہا ہے، اس کے فرشتے اس کا ہر عمل لکھ رہے ہیں، تو اسے کتنی زیادہ حیا محسوس ہونی چاہیے۔ یہی ایمان کی بیداری ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

قرآنِ کریم ہمیں بار بار یہ احساس دلاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر حال میں ہمارے ساتھ ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَلَمۡ یَعۡلَمۡ بِاَنَّ اللّٰہَ یَرٰی ﴿۱۴﴾

(سورۃ العلق:14)

ترجمہ: کیا وہ نہیں جانتا کہ اللہ دیکھ رہا ہے؟

میرے عزیزو! اگر یہ ایک آیت ہمارے دل میں اتر جائے تو ہماری بہت سی لغزشیں خود بخود ختم ہو جائیں۔

حافظ صاحب نے اپنی نگاہیں جھکا لیں اور فرمایا:

میرے دوستو! کبھی اپنے دل سے یہ سوال کیا ہے کہ جس گناہ کو کرتے ہوئے تم لوگوں سے چھپتے ہو، کیا کبھی یہ سوچا کہ اس وقت تم اپنے رب سے کیسے چھپ سکتے ہو؟ اگر یہ سوال دل میں اتر جائے تو حیا الٰہی کا چراغ روشن ہونے لگتا ہے۔

حافظ صاحب نے درد بھرے لہجے میں فرمایا:

حیا الٰہی انسان کو گناہ سے صرف خوف کی وجہ سے نہیں روکتی بلکہ محبت کی وجہ سے روکتی ہے۔ ایک نیک اولاد اپنے والدین کو اس لیے ناراض نہیں کرتی کہ وہ ان سے محبت کرتی ہے۔ اسی طرح سچا مومن اپنے رب کی نافرمانی اس لیے چھوڑتا ہے کہ وہ اپنے رب سے محبت کرتا ہے۔ اسے گناہ سے زیادہ اللہ کی ناراضی کا دکھ ہوتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت سے فرمایا:

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ حیا کے ایسے پیکر تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

أَلَا أَسْتَحِي مِنْ رَجُلٍ تَسْتَحِي مِنْهُ الْمَلَائِكَةُ

(صحیح مسلم، حدیث:2401)

کیا میں اس شخص سے حیا نہ کروں جس سے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں؟

میرے بھائیو! یہ حیا صرف ظاہری شرم نہیں تھی بلکہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کا وہ

احساس تھا جوان کے کردار، گفتگو، عبادت اور معاملات میں نمایاں تھا۔

حافظ صاحب نے نہایت فکر انگیز انداز میں فرمایا: حیا الٰہی کا ایک ثمرہ یہ بھی ہے کہ بندہ اپنی زبان کی حفاظت کرتا ہے۔ وہ جھوٹ نہیں بولتا، غیبت نہیں کرتا، دل نہیں دکھاتا، کیونکہ اسے معلوم ہے کہ ہر لفظ لکھا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ ﴿١٨﴾

(سورۃ ق:18)

ترجمہ: انسان جو بھی بات کہتا ہے، اس پر ایک نگہبان فرشتہ موجود ہوتا ہے۔

حافظ صاحب نے آبدیدہ آنکھوں سے فرمایا: حیا الٰہی والدین کے ساتھ حسنِ سلوک بھی سکھاتی ہے۔ جو شخص اپنے بوڑھے والدین سے سخت لہجہ اختیار کرتا ہے، اسے سوچنا چاہیے کہ میرا رب یہ منظر دیکھ رہا ہے۔ جو شوہر اپنی بیوی کے ساتھ ظلم کرتا ہے، جو تاجر دھوکا دیتا ہے، جو استاد خیانت کرتا ہے، جو شاگرد بددیانتی کرتا ہے، اگر ان سب کے دل میں حیا الٰہی بیدار ہو جائے تو معاشرہ خود بخود سنور جائے۔

حافظ صاحب نے نہایت جذب و کیف کے ساتھ فرمایا:

میرے عزیزو! ذکرِ الٰہی حیا کو زندہ رکھتا ہے۔ جو زبان

سُبْحَانَ اللهِ، الْحَمْدُ لِلّٰهِ، لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللهُ اور أَسْتَغْفِرُ اللهَ

سے تر رہتی ہے، اس دل پر گناہ کا زنگ جلدی نہیں چڑھتا۔ اور اگر کبھی لغزش ہو بھی جائے تو توبہ اس دل کو پھر سے پاک کر دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں سے

محبت فرماتا ہے، اس لیے کبھی مایوس نہ ہونا۔

حافظ صاحب نے نہایت شفقت سے فرمایا:

اپنے بچوں کو صرف یہ نہ سکھاؤ کہ لوگ کیا کہیں گے، بلکہ یہ بھی سکھاؤ کہ اللہ کیا دیکھ رہا ہے۔ اگر نئی نسل کے دل میں حیا الٰہی پیدا ہو جائے تو انہیں ہر وقت نگرانی کرنے کی ضرورت نہیں رہے گی۔ ان کا ایمان ہی ان کا نگہبان بن جائے گا۔

حافظ صاحب نے عاجزی سے سر جھکا کر فرمایا:

اے میرے دوستو! یاد رکھو، حیا کمزوری نہیں بلکہ ایمان کی قوت ہے۔ جو اللہ سے حیا کرتا ہے وہ گناہوں سے بچ جاتا ہے، جو گناہوں سے بچ جاتا ہے اس کا دل پاک ہو جاتا ہے، جس کا دل پاک ہو جاتا ہے اس میں اللہ کی محبت اترتی ہے، اور جس دل میں اللہ کی محبت اتر جائے وہ دنیا میں بھی سکون پاتا ہے اور آخرت میں بھی کامیاب ہوتا ہے۔ اس لیے اپنے ایمان کی حفاظت کرو، اپنے دل کو ذکرِ الٰہی سے زندہ رکھو، رسول اللہ ﷺ کی سنت کو مضبوطی سے تھام لو، اخلاص کو اپنا سرمایہ بناؤ، تقویٰ کو اپنا لباس بناؤ اور ہر لمحہ یہ احساس تازہ رکھو کہ میرا رب مجھے دیکھ رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ایمان کی حقیقت، حیا الٰہی کی دولت، اخلاصِ کامل، ذکرِ دائم، تقویٰ، حسنِ اخلاق اور رسول اللہ ﷺ کی سچی اتباع نصیب فرمائے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے ظاہر و باطن کو پاک فرمائے، ہمارے والدین پر اپنی رحمت نازل فرمائے، ہمیں بندوں کے حقوق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے، حسنِ خاتمہ نصیب فرمائے اور اپنے فضل و کرم سے جنت الفردوس میں اپنے مقرب بندوں کے ساتھ جگہ عطا فرمائے۔ آمین۔

ایمان اور قرآن وسنت

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

تمام تعریفیں اس اللہ رب العالمین کے لیے ہیں جس نے اپنی بے پایاں رحمت سے قرآنِ مجید کو ہدایت کا چراغ، سنتِ نبوی ﷺ کو نجات کا راستہ، ایمان کو دلوں کا نور اور اپنی اطاعت کو دنیا و آخرت کی کامیابی کا ذریعہ بنایا۔ وہی اپنے فضل سے بھٹکے ہوئے قدموں کو سیدھی راہ پر استقامت عطا فرماتا ہے اور اپنے کلام سے مردہ دلوں کو حیاتِ نو بخشتا ہے۔

وہی ربِ ذوالجلال ہے جس کا علم ہر ظاہر و پوشیدہ حقیقت کو محیط ہے، جس کی حکمت ہر حکم میں جلوہ گر ہے، جس کا لطف ہر کمزور کا سہارا اور جس کا کرم ہر توبہ کرنے والے کے لیے امید کا دروازہ ہے۔ اس کی عظمت بے مثال، اس کی رحمت بے کنار اور اس کی ربوبیت ابدی ہے۔

وہی اکیلا معبود، وہی حقیقی مالک، وہی زندگی دینے والا، وہی موت دینے والا، وہی ہدایت عطا فرمانے والا اور وہی آخرت میں اپنے نیک بندوں کو اپنی رضا سے سرفراز کرنے والا ہے۔ تمام حمد و ثنا، تمام بزرگی اور تمام کبریائی صرف اسی کے لیے ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت اور وقار کے ساتھ حاضرین کی طرف دیکھا، پھر فرمایا:

اے میرے عزیزو! ایمان ایک قیمتی خزانہ ہے، مگر یہ خزانہ محفوظ کیسے رہے؟ یہ سوال ہر مسلمان کو اپنے دل سے پوچھنا چاہیے۔ یاد رکھو! ایمان کی حفاظت کا مضبوط

ترین قلعہ قرآنِ مجید اور سنتِ رسول اللہ ﷺ ہیں۔ جو شخص ان دونوں کو مضبوطی سے تھام لیتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے گمراہی سے محفوظ رکھتا ہے، اور جو ان سے دور ہو جاتا ہے، وہ خواہ کتنی ہی عقل اور علم کا دعویٰ کرے، رفتہ رفتہ راستہ کھونے لگتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

میرے بھائیو! قرآن صرف پڑھنے کی کتاب نہیں، بلکہ جینے کی کتاب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اس لیے نازل نہیں فرمایا کہ وہ صرف خوبصورت غلافوں میں رکھا جائے، بلکہ اس لیے نازل فرمایا کہ اس کے احکام دلوں میں اتریں، کردار میں ڈھلیں اور معاشرے میں نظر آئیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ

(سورۃ الاسراء:9)

بے شک یہ قرآن اس راستے کی رہنمائی کرتا ہے جو سب سے زیادہ سیدھا ہے۔

میرے دوستو! جس دل کا رہنما قرآن بن جائے، وہ کبھی بے راہ نہیں ہوتا۔

حافظ صاحب نے نہایت شفقت سے فرمایا:

اور یاد رکھو! قرآن کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کا صحیح راستہ سنتِ رسول اللہ ﷺ ہے۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں قرآن کو مانتا ہوں مگر سنت کی ضرورت نہیں، تو وہ ایسے ہی ہے جیسے کوئی شخص نقشہ تو ہاتھ میں لے لے مگر راستہ دکھانے والے رہبر کو چھوڑ دے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَ مَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۗ وَ مَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ

(سورۃ الحشر:7)

ترجمہ: رسول تمہیں جو دیں اسے لے لو اور جس سے منع کریں اس سے رک جاؤ۔

حافظ صاحب نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی اور فرمایا:

اے اللہ کے بندو! قرآن اور سنت دو الگ راستے نہیں، بلکہ ایک ہی نور کے دو پہلو ہیں۔ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، اور سنت اس کلام کی عملی تفسیر ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے جس طرح نماز پڑھی، اسی طرح نماز پڑھنا سکھایا؛ جس طرح معاملات کیے، ویسے ہی معاملات کا حکم دیا؛ جس طرح اخلاق اختیار کیے، ویسے ہی اخلاق اپنانے کی دعوت دی۔ ایمان اسی وقت کامل ہوتا ہے جب قرآن دل میں اور سنت زندگی میں اتر جائے۔

حافظ صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا:

ایک معمولی سی مثال سنو۔ اگر کسی شخص کے پاس ایک نہایت عمدہ دوا موجود ہو لیکن اسے استعمال کرنے کا طریقہ نہ معلوم ہو، تو وہ دوا بھی فائدہ نہیں دے سکتی۔ قرآن دوا ہے، اور سنت اس دوا کے استعمال کا طریقہ ہے۔ جب دونوں جمع ہو جاتے ہیں تو روحانی بیماریوں کا علاج ہو جاتا ہے۔ تکبر عاجزی میں بدل جاتا ہے، حسد محبت میں بدل جاتا ہے، غصہ حلم میں بدل جاتا ہے اور دنیا کی محبت آخرت کی فکر میں تبدیل ہو جاتی ہے۔

حافظ صاحب نے خاموشی اختیار کی، پھر نہایت فکر انگیز انداز میں فرمایا:

میرے عزیز! کبھی تم نے اپنے دل سے یہ سوال کیا ہے کہ میں روزانہ قرآن سے کتنا رہنمائی لیتا ہوں، اور میری زندگی میں رسول اللہ ﷺ کی کتنی سنتیں زندہ ہیں؟ اگر آج مجھ سے پوچھ لیا جائے کہ میں نے اپنے نبی ﷺ کی محبت کا کیا ثبوت دیا، تو کیا جواب دوں گا؟ یہ سوال اپنے نفس سے ضرور کرنا، کیونکہ یہی سوال تمہیں اپنی

اصلاح کی طرف لے جائے گا۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھرے لہجے میں فرمایا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

تَرَكْتُ فِيكُمْ أَمْرَيْنِ، لَنْ تَضِلُّوا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا: كِتَابَ اللهِ وَسُنَّةَ نَبِيِّهِ

(امام مالک، حدیث:1594)

ترجمہ: میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، جب تک انہیں مضبوطی سے تھامے رکھو گے ہرگز گمراہ نہیں ہو گے: اللہ کی کتاب اور اس کے نبی کی سنت۔

میرے بھائیو! یہ صرف ایک نصیحت نہیں بلکہ قیامت تک آنے والی امت کے لیے نجات کا اعلان ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت درد بھرے لہجے میں فرمایا:

آج بہت سے لوگ قرآن کی تلاوت تو کرتے ہیں مگر اس کے احکام پر عمل نہیں کرتے، اور بہت سے لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کا دعویٰ تو کرتے ہیں مگر سنت کو معمولی سمجھتے ہیں۔ میرے دوستو! محبت صرف زبان سے نہیں ہوتی، محبت اطاعت سے ثابت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ

(سورۃ آل عمران:31)

ترجمہ: اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا۔

حافظ صاحب نے نہایت سوز و گداز کے ساتھ فرمایا: ایمان والا جب قرآن پڑھتا ہے تو صرف الفاظ نہیں پڑھتا بلکہ اپنے رب کا پیغام سنتا ہے۔ جب سنت پر عمل کرتا ہے تو صرف ایک عمل نہیں کرتا بلکہ اپنے محبوب رسول اللہ ﷺ کے قدموں کے نشان پر چلتا ہے۔ یہی احساس عبادت میں خشوع پیدا کرتا ہے، دعا میں عاجزی پیدا کرتا ہے، ذکر میں لذت پیدا کرتا ہے اور توبہ میں سچائی پیدا کرتا ہے۔

حافظ صاحب نے آبدیدہ آنکھوں سے فرمایا:

میرے عزیزو! اپنے گھروں کو قرآن کی آواز سے آباد کرو۔ روزانہ چند آیات سمجھ کر پڑھو۔ اپنے بچوں کو قرآن کے الفاظ ہی نہیں بلکہ اس کا ادب بھی سکھاؤ۔ انہیں رسول اللہ ﷺ کی سیرت سناؤ، ان کی سنتوں سے محبت پیدا کرو۔ جب گھر میں قرآن کی تلاوت، درودِ پاک، ذکرِ الٰہی اور سنت پر عمل کا ماحول پیدا ہوگا تو شیطان کے وسوسے کمزور پڑ جائیں گے اور ایمان مضبوط ہوتا جائے گا۔

حافظ صاحب نے نہایت شفقت سے فرمایا:

والدین اگر خود قرآن کے مطابق زندگی گزاریں تو اولاد پر اس کا اثر ضرور پڑتا ہے۔ استاد اگر سنت کے مطابق کردار پیش کرے تو شاگرد کے دل میں بھی سنت کی محبت پیدا ہوتی ہے۔ تاجر اگر قرآن کے مطابق دیانت اختیار کرے تو اس کی تجارت بھی عبادت بن جاتی ہے۔ حکمران اگر اللہ کے احکام کے مطابق عدل کرے تو معاشرہ امن کا گہوارہ بن جاتا ہے۔ قرآن اور سنت صرف مسجد کے لیے نہیں بلکہ پوری زندگی کے لیے ہیں۔

حافظ صاحب نے عاجزی سے سر جھکا کر فرمایا:

اے اللہ کے بندو! دنیا میں بہت سی آوازیں تمہیں اپنی طرف بلائیں گی، بہت

سے نظریات تمہارے سامنے آئیں گے، بہت سے فتنے تمہارے ایمان کو کمزور کرنے کی کوشش کریں گے، مگر جس نے قرآن کو اپنا رہنما اور سنت کو اپنا راستہ بنالیا، اللہ تعالیٰ اسے ثابت قدم رکھے گا۔ اس لیے ہر دن اپنے دل کو قرآن سے زندہ کرو، اپنی زبان کو ذکر سے تر رکھو، اپنے اعمال کو سنت کے مطابق بناؤ، والدین کے حقوق ادا کرو، بندوں کے ساتھ حسنِ اخلاق سے پیش آؤ، آخرت کی تیاری کو اپنی زندگی کا مقصد بناؤ اور ہر حال میں اپنے رب کی رضا کو مقدم رکھو۔ یہی ایمان کی حفاظت ہے، یہی بندگی کا حسن ہے اور یہی کامیابی کا راستہ ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں کو اپنے کلام کے نور سے منور فرمائے، ہمیں ذکرِ الٰہی، حسنِ اخلاق، والدین کی خدمت، بندوں کے حقوق کی ادائیگی، حسنِ خاتمہ اور جنت الفردوس کی دائمی نعمت نصیب فرمائے۔ آمین۔

ایمان اور عبادت الٰہی کا تعلق

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

تمام حمد و ثنا اس اللہ رب ذوالجلال کے لیے ہے جس نے ایمان کو دلوں کی روشنی، عبادت کو روح کی غذا، اپنے ذکر کو سینوں کا سکون اور اپنی اطاعت کو بندوں کی حقیقی عزت بنایا۔ وہی اپنے فضل سے دلوں کو زندہ کرتا ہے، گمراہی کے اندھیروں کو نورِ ہدایت سے بدل دیتا ہے اور اپنے قرب کی لذت اپنے محبوب بندوں کو عطا فرماتا ہے۔

وہی رحمٰن و رحیم ہے جس کی رحمت ہر تھکے ہوئے دل کا سہارا، جس کی مغفرت ہر تائب بندے کی امید، جس کی حکمت ہر فیصلے میں کامل اور جس کی قدرت ہر شے پر

غالب ہے۔ وہی بندوں کے اخلاص کو جانتا ہے اور وہی اعمال کی حقیقت سے پوری طرح باخبر ہے۔

وہی ہمارا خالق، ہمارا مالک، ہمارا رازق اور ہمارا حقیقی معبود ہے۔ اسی کے حکم سے زندگی ہے، اسی کے حکم سے موت ہے، اسی کے فیصلے میں عدل ہے اور اسی کی رضا میں دنیا و آخرت کی کامیابی پوشیدہ ہے۔ تمام تعریفیں صرف اسی کے لیے ہیں۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت سے حاضرین کی طرف دیکھا، پھر دل پر ہاتھ رکھ کر فرمایا:

اے میرے عزیزو! ایمان اور عبادت کا تعلق جسم اور روح کے تعلق جیسا ہے۔ جس طرح روح کے بغیر جسم بے جان ہو جاتا ہے، اسی طرح ایمان کے بغیر عبادت اپنی حقیقی روح کھو دیتی ہے، اور عبادت کے بغیر ایمان کمزور پڑنے لگتا ہے۔ ایمان دل میں روشنی پیدا کرتا ہے اور عبادت اس روشنی کو بڑھاتی رہتی ہے۔ اگر دل میں ایمان کا چراغ روشن ہو اور عبادت کا تیل نہ ڈالا جائے تو چراغ کی روشنی مدھم ہونے لگتی ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ایمان اور عملِ صالح کو بار بار ایک ساتھ ذکر فرمایا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

(سورۃ البقرۃ:277)

ترجمہ: بے شک جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کیے۔

حافظ صاحب نے آہستہ سے فرمایا:

میرے بھائیو! عبادت صرف نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کا نام نہیں، بلکہ عبادت یہ ہے کہ انسان کی پوری زندگی اللہ تعالیٰ کی رضا کے تابع ہو جائے۔ جب تجارت بھی اللہ کے حکم کے مطابق ہو، گھر بھی اللہ کے حکم کے مطابق چلے، زبان بھی اللہ کے حکم کے

مطابق بولے اور دل بھی اللہ کی محبت سے آباد ہو، تب بندہ عبادت کے حقیقی مفہوم کو پا لیتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت شفقت سے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایک ہی مقصد کے لیے پیدا فرمایا۔ قرآنِ کریم میں ارشاد ہے:

وَ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ﴿۵۶﴾

(سورۃ الذاریات:56)

میں نے جنات اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔

میرے دوستو! اگر کوئی شخص اپنے پیدا ہونے کے مقصد کو بھول جائے تو وہ دنیا میں کتنا ہی کامیاب کیوں نہ ہو، حقیقت میں وہ خسارے میں ہے۔

حافظ صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا:

ایک چھوٹی سی مثال سنو۔ اگر ایک خوبصورت باغ کو کئی دن پانی نہ دیا جائے تو آہستہ آہستہ اس کے پھول مرجھانے لگتے ہیں، پتے سوکھ جاتے ہیں اور آخرکار باغ اپنی رونق کھو دیتا ہے۔ اسی طرح ایمان ایک باغ ہے اور عبادت اس کا پانی ہے۔ نماز، تلاوت، ذکر، دعا اور استغفار اس باغ کو سرسبز رکھتے ہیں۔ جب عبادت کم ہو جاتی ہے تو ایمان کی تازگی بھی کم ہونے لگتی ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

میرے عزیزو! نماز ایمان کا سب سے روشن مظہر ہے۔ جب بندہ وضو کر کے اپنے رب کے سامنے کھڑا ہوتا ہے، دنیا کی ساری مصروفیات کو پیچھے چھوڑ دیتا ہے، سجدے میں اپنا ماتھا زمین پر رکھتا ہے تو گویا وہ اپنے رب سے یہ کہہ رہا ہوتا ہے کہ

اے میرے مولا! میری عزت بھی تیرے لیے ہے، میری زندگی بھی تیرے لیے ہے اور میرا دل بھی تیرے لیے ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

رَأْسُ الْأَمْرِ الْإِسْلَامُ، وَعَمُودُهُ الصَّلَاةُ

(جامع الترمذی، حدیث:2616)

ترجمہ: اس دین کی بنیاد اور اصل اسلام ہے، اور اس کا ستون نماز ہے۔

اسلام کی بنیاد اسلام ہے اور اس کا ستون نماز ہے۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے چند لمحوں کے بعد فرمایا: میرے عزیز! کبھی اپنے دل سے یہ سوال کیا ہے کہ جب تم نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہو تو تمہارا دل اللہ کے سامنے حاضر ہوتا ہے یا صرف تمہارا جسم؟ اگر آج تمہاری وہی نماز اللہ کی بارگاہ میں پیش کر دی جائے تو کیا تم خود اسے قبول کرنا پسند کرو گے؟ اپنے نفس سے یہ سوال ضرور کرنا، کیونکہ یہی سوال عبادت کو زندہ کر دیتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھرے لہجے میں فرمایا:

عبادت کا حسن اخلاص میں ہے۔ اگر عبادت لوگوں کو دکھانے کے لیے ہو تو وہ جسمانی مشقت ہے، لیکن اگر اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہو تو وہ روحانی معراج بن جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَ مَآ اُمِرُوْۤا اِلَّا لِیَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ۙ

(سورۃ البینۃ:5)

ترجمہ: اور انہیں صرف یہی حکم دیا گیا تھا کہ وہ خالص اسی کے لیے دین کو مخصوص کرتے ہوئے اللہ کی عبادت کریں۔

انہیں صرف یہی حکم دیا گیا کہ خالص اللہ کی عبادت کریں۔

حافظ صاحب نے نہایت درد بھرے لہجے میں فرمایا: میرے بھائیو! عبادت صرف مسجد کے اندر نہیں ہوتی۔ جب تم والدین کے ساتھ نرمی سے پیش آتے ہو، یہ بھی عبادت ہے۔ جب تم کسی یتیم کے سر پر شفقت سے ہاتھ رکھتے ہو، یہ بھی عبادت ہے۔ جب تم سچ بولتے ہو، وعدہ پورا کرتے ہو، کسی کا حق ادا کرتے ہو اور کسی مظلوم کی مدد کرتے ہو، یہ سب عبادت ہیں، بشرطیکہ نیت اللہ کی رضا ہو۔ ایمان عبادت کو وسعت دیتا ہے اور عبادت ایمان کو گہرائی عطا کرتی ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت فکر انگیز انداز میں فرمایا:

بہت سے لوگ عبادت تو کرتے ہیں مگر عبادت ان کے اخلاق میں نظر نہیں آتی۔ نماز بھی پڑھتے ہیں مگر زبان دوسروں کو زخمی کرتی ہے، روزہ بھی رکھتے ہیں مگر دل میں حسد اور کینہ رکھتے ہیں۔ میرے دوستو! ایسی عبادت پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی عبادت نے آپ ﷺ کے اخلاق کو ایسا بنا دیا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۝۴

(سورۃ القلم:4)

ترجمہ: بے شک آپ عظیم اخلاق پر فائز ہیں۔

حافظ صاحب نے آبدیدہ آنکھوں سے فرمایا:

جب ایمان مضبوط ہوتا ہے تو عبادت میں لذت پیدا ہوتی ہے۔ رات کا قیام بوجھ نہیں لگتا، قرآن کی تلاوت دل کو سکون دیتی ہے، ذکرِ الٰہی سانسوں کی خوشبو بن جاتا ہے اور دعا آنسوؤں کی زبان بن جاتی ہے۔ پھر بندہ دنیا کی تعریف کا محتاج نہیں رہتا، کیونکہ اسے اپنے رب کی رضا عزیز ہو جاتی ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت سے فرمایا:

اپنے گھروں کو عبادت کا مرکز بناؤ۔ بچوں کو نماز سے محبت سکھاؤ، قرآن کی تلاوت کا ماحول پیدا کرو، کھانے سے پہلے اور بعد کی دعائیں سکھاؤ، صبح وشام کے اذکار کو معمول بناؤ، درودِ پاک کی کثرت کرو اور ہر نعمت پر شکر ادا کرو۔ ایسا گھر چھوٹا ہو تو بھی رحمتوں سے بھر جاتا ہے، کیونکہ وہاں ایمان اور عبادت ایک ساتھ زندہ ہوتے ہیں۔

حافظ صاحب نے عاجزی سے سر جھکا کر فرمایا:

اے اللہ کے بندو! یاد رکھو، ایمان تمہیں اللہ تک پہنچنے کا راستہ دکھاتا ہے اور عبادت تمہیں اس راستے پر چلنا سکھاتی ہے۔ ایمان تمہارے دل کو زندہ کرتا ہے اور عبادت اسے پاکیزگی عطا کرتی ہے۔ ایمان تمہیں جنت کی امید دیتا ہے اور عبادت تمہیں اس امید کے قابل بناتی ہے۔ اس لیے اپنی عبادت کو رسم نہ بناؤ بلکہ محبت بناؤ، اپنی نماز کو عادت نہ بناؤ بلکہ ملاقات بناؤ، اپنے ذکر کو الفاظ نہ بناؤ بلکہ دل کی کیفیت بناؤ، اور اپنی پوری زندگی کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے وقف کر دو۔ یہی ایمان کا حسن ہے، یہی عبادت کی حقیقت ہے اور یہی بندگی کا کمال ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ایمان کی سلامتی، عبادت میں اخلاص، نماز میں خشوع، ذکرِ الٰہی کی لذت، قرآنِ کریم سے محبت، سنتِ رسول اللہ ﷺ کی کامل اتباع اور اپنی دائمی رضا نصیب فرمائے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں کو اپنے نور سے زندہ رکھے، ہمارے والدین پر اپنی بے پایاں رحمت نازل فرمائے، ہمیں بندوں کے حقوق ادا کرنے کی توفیق دے، حسنِ خاتمہ عطا فرمائے اور اپنے فضل وکرم سے جنت الفردوس میں اپنے مقرب بندوں کے ساتھ جگہ عطا فرمائے۔ آمین۔

ایمان میں کامیابی اور آزمائش

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

تمام تعریفیں اس اللہ ربِ کریم کے لیے ہیں جس نے ایمان کو دلوں کا سرمایہ، آزمائش کو بندوں کی تربیت، صبر کو کامیابی کی کنجی اور اپنی رضا کو ہر نعمت سے بڑھ کر نعمت بنایا۔ وہی اپنے فضل سے کمزور دلوں کو قوت دیتا ہے، ٹوٹے ہوئے دلوں کو سہارا دیتا ہے اور اپنے مقرب بندوں کو آزمائشوں کے ذریعے بلندیِ درجات عطا فرماتا ہے۔

وہی ربِ رحیم ہر آنسو کو جانتا ہے، ہر دعا کو سنتا ہے، ہر صبر کرنے والے کے دل کی کیفیت سے باخبر ہے اور ہر مخلص بندے کے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دیتا ہے۔ اس کی حکمت ہر فیصلے میں کامل، اس کا عدل ہر حکم میں بے مثال اور اس کا لطف ہر حال میں بندوں پر سایہ فگن رہتا ہے۔

وہی اللہ ہے جس کے قبضۂ قدرت میں عزت بھی ہے اور آزمائش بھی، نعمت بھی ہے اور امتحان بھی، راحت بھی ہے اور مشقت بھی۔ وہ جسے چاہتا ہے صبر کے ذریعے سنوارتا ہے، جسے چاہتا ہے شکر کے ذریعے بلند کرتا ہے، اور جسے چاہتا ہے اپنے قرب کی دولت سے سرفراز فرما دیتا ہے۔ ہر حمد و ثنا صرف اسی کے لیے ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت سے حاضرین کی طرف دیکھا، پھر گہری سانس لے کر فرمایا:

اے میرے عزیزو! بہت سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ایمان لانے کے بعد زندگی میں صرف آسانیاں ہی آسانیاں ہوں گی، لیکن اللہ تعالیٰ کا قانون اس کے برعکس

ہے۔ ایمان کا راستہ آزمائشوں سے خالی نہیں ہوتا، بلکہ آزمائش ہی ایمان کی سچائی کو ظاہر کرتی ہے۔ سونا جب تک آگ میں نہیں ڈالا جاتا، اس کی کھوٹ الگ نہیں ہوتی۔ اسی طرح مومن جب تک آزمائشوں سے نہیں گزرتا، اس کے صبر، اخلاص، توکل اور یقین کی حقیقت پوری طرح نمایاں نہیں ہوتی۔

حافظ صاحب نے نہایت درد بھرے لہجے میں فرمایا:

میرے بھائیو! اللہ تعالیٰ نے ہمیں پہلے ہی اس حقیقت سے آگاہ فرما دیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ۝٢

(سورۃ العنکبوت:2)

ترجمہ: کیا لوگوں نے یہ گمان کر لیا ہے کہ وہ صرف یہ کہنے پر چھوڑ دیے جائیں گے کہ ہم ایمان لائے، اور ان کی آزمائش نہیں ہوگی؟

میرے دوستو! یہ آیت ہمیں بتاتی ہے کہ آزمائش ایمان کا انکار نہیں بلکہ ایمان کا امتحان ہے۔

حافظ صاحب نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی، پھر فرمایا:

اے اللہ کے بندو! جب آزمائش آتی ہے تو دو راستے سامنے ہوتے ہیں۔ ایک شکوے کا اور دوسرا صبر کا۔ شکوہ انسان کو اپنے رب سے دور کر دیتا ہے، جبکہ صبر اسے اللہ تعالیٰ کے اور قریب لے آتا ہے۔ مومن مصیبت کو صرف تکلیف نہیں سمجھتا بلکہ اسے اپنے رب کی طرف سے تربیت کا ایک مرحلہ سمجھتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت شفقت سے فرمایا:

ایک معمولی سی مثال سنو۔ ایک استاد جب کسی طالب علم سے محبت کرتا ہے تو اس کا امتحان ضرور لیتا ہے، تاکہ اس کی صلاحیت سامنے آئے۔ اگر امتحان نہ ہو تو کامیابی کا درجہ بھی ظاہر نہیں ہوتا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندوں کو آزماتا ہے، نہ اس لیے کہ وہ ان کے حال سے بے خبر ہے، بلکہ اس لیے کہ ان کے صبر، اخلاص اور وفاداری کو دنیا اور آخرت کے لیے نمایاں کر دے۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے چند لمحوں کے بعد فرمایا:

میرے عزیز! کبھی اپنے دل سے یہ سوال کیا ہے کہ جب زندگی میں کوئی مصیبت آئی، تو تمہاری زبان پر سب سے پہلے شکوہ آیا یا

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴿۱۵۶﴾

ترجمہ: بے شک ہم اللہ ہی کے ہیں اور بے شک ہمیں اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

آیا؟ کیا تم نے آزمائش کو اللہ سے دوری سمجھا یا اس کے قریب ہونے کا موقع؟ یہی سوال تمہارے ایمان کی کیفیت بتا دے گا۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

أَشَدُّ النَّاسِ بَلَاءً الْأَنْبِيَاءُ، ثُمَّ الْأَمْثَلُ فَالْأَمْثَلُ

(جامع الترمذی، حدیث:2398)

ترجمہ: لوگوں میں سب سے زیادہ آزمائش انبیائے کرام علیہم السلام پر آتی ہے، پھر ان پر جو ان کے بعد زیادہ نیک اور افضل ہوں، پھر ان پر جو ان کے

بعد ہوں۔

میرے بھائیو! اگر آزمائش اللہ کی ناراضی کی علامت ہوتی تو سب سے پہلے انبیاء علیہم السلام اس سے محفوظ ہوتے، مگر حقیقت اس کے برعکس ہے۔ آزمائش اکثر اللہ تعالیٰ کی خصوصی تربیت کا ذریعہ ہوتی ہے۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

حضرت ایوب علیہ السلام کو بیماری آئی، حضرت یوسف علیہ السلام کو کنویں، غلامی اور قید کا امتحان پیش آیا، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا، ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے طائف کی تکلیف، شعبِ ابی طالب کی سختیاں، اپنے پیاروں کی جدائی اور بے شمار مصائب برداشت کیے، مگر ان سب نے اپنے رب سے تعلق نہیں توڑا۔ یہی ایمان کی کامیابی ہے کہ حالات بدل جائیں مگر بندے کا یقین نہ بدلے۔

حافظ صاحب نے نہایت فکر انگیز انداز میں فرمایا:

میرے دوستو! بعض آزمائشیں نعمتوں کی صورت میں بھی آتی ہیں۔ مال، اولاد، صحت، عزت اور منصب بھی امتحان ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَ نَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَ الْخَيْرِ فِتْنَةً ؕ

(سورۃ الانبیاء:35)

ترجمہ: ہم تمہیں برائی اور بھلائی دونوں کے ذریعے آزماتے ہیں۔

اس لیے صرف مصیبت ہی امتحان نہیں، بلکہ خوشحالی بھی امتحان ہے۔ غریب کا صبر آزمایا جاتا ہے اور امیر کا شکر۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھ کر فرمایا:

ایمان والا مصیبت میں صبر کرتا ہے اور نعمت میں شکر۔ یہی دو پر ایمان کی عمارت

کھڑی رہتی ہے۔ اگر صبر نہ ہو تو آزمائش انسان کو توڑ دیتی ہے، اور اگر شکر نہ ہو تو نعمت انسان کو غافل بنا دیتی ہے۔ اس لیے ہر حال میں اپنے رب کی طرف رجوع کرتے رہو۔

حافظ صاحب نے آبدیدہ آنکھوں کے ساتھ فرمایا:

میرے عزیزو! آزمائش کے دنوں میں ذکرِ الٰہی کو مضبوطی سے تھام لو۔ قرآن کی تلاوت کو اپنا سہارا بنا لو، نماز میں آنسو بہاؤ، تہجد میں اپنے رب سے راز و نیاز کرو، والدین کی دعائیں حاصل کرو، لوگوں کے حقوق ادا کرو اور کسی مظلوم کی مدد کرو۔ یاد رکھو! بہت سی آزمائشیں بندے کو اللہ تعالیٰ کے اس قدر قریب کر دیتی ہیں کہ وہ قرب اسے برسوں کی راحت بھی نہ دے سکتی تھی۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت سے فرمایا:

جب کبھی دل پر بوجھ محسوس ہو تو اپنے سے زیادہ آزمائے گئے لوگوں کو یاد کرو۔ کسی یتیم کی آنکھوں میں دیکھو، کسی بیمار کے بستر کے پاس بیٹھو، کسی محتاج کے حالات سنو، پھر اپنے رب کا شکر ادا کرو۔ شکر دل کو سکون دیتا ہے اور صبر ایمان کو مضبوط کرتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت سوز و گداز کے ساتھ فرمایا:

میرے بھائیو! ایمان کی اصل کامیابی دنیا کی ظاہری آسائش نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا ہے۔ ہوسکتا ہے دنیا میں تمہارے پاس کم مال ہو مگر اللہ تم سے راضی ہو، اور ہوسکتا ہے دنیا میں تمہارے پاس بہت کچھ ہو مگر دل ایمان سے خالی ہو۔ اس لیے اپنی کامیابی کا معیار دنیا نہیں بلکہ آخرت کو بناؤ۔ جس دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں تم سے راضی ہوں، اس دن ہر آزمائش بھول جائے گی اور ہر صبر کامیابی میں بدل جائے گا۔

حافظ صاحب نے عاجزی سے سر جھکا کر فرمایا:

اے اللہ کے بندو! آزمائش سے گھبرانا نہیں، بلکہ اسے اپنے ایمان کو مضبوط

کرنے کا ذریعہ بنانا۔ ہر تکلیف میں اپنے رب کو یاد کرنا، ہر نعمت میں اس کا شکر ادا کرنا، رسول اللہ ﷺ کی سنت کو مضبوطی سے تھامنا، اپنے نفس کا تزکیہ کرتے رہنا، اخلاص کو اپنے اعمال کی روح بنانا، تقویٰ کو اپنا لباس بنانا اور جنت کی امید کو اپنے دل میں زندہ رکھنا۔ جو بندہ ان صفات کے ساتھ زندگی گزارتا ہے، اس کی ہر آزمائش کامیابی کا زینہ بن جاتی ہے اور ہر صبر اسے اپنے رب کے مزید قریب کر دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ہر آزمائش میں صبرِ جمیل، ہر نعمت میں شکرِ کامل، ہر حال میں اپنے ذکر کی لذت، اپنے اوپر کامل بھروسہ اور ایمان پر استقامت عطا فرمائے۔ آمین۔

کامل ایمان کی علامت

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

تمام حمد اس اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کے لیے ہے جس نے ایمان کو دلوں کی زندگی، اخلاص کو اعمال کی جان، تقویٰ کو بندگی کا حسن اور اپنی محبت کو روحوں کا سکون بنایا۔ وہی دلوں کو ہدایت کے نور سے منور کرتا ہے، گناہوں کی تاریکی کو اپنی رحمت سے مٹا دیتا ہے اور اپنے فضل سے بندے کو اپنے قرب کی منزلوں تک پہنچاتا ہے۔

وہی ربِ کریم ہر ظاہر و باطن کو جاننے والا، ہر دل کی دھڑکن سے باخبر، ہر آنسو کی زبان سمجھنے والا اور ہر سچے تائب کو اپنے دامنِ رحمت میں جگہ دینے والا ہے۔ اس کی حکمت بے مثال، اس کی رحمت بے کنار اور اس کا احسان بے شمار ہے۔

وہی ہمارا خالق، مالک، رازق، کارساز اور معبودِ برحق ہے۔ اسی کے ہاتھ میں عزت و ذلت، ہدایت و گمراہی، زندگی و موت اور دنیا و آخرت کی کامیابی ہے۔ تمام تعریفیں، تمام بڑائیاں اور تمام کبریائی صرف اسی ذاتِ اقدس کے لیے ہیں۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھری نگاہ سے حاضرین کی طرف دیکھا، پھر آہستہ سے فرمایا:

اے میرے عزیزو! بہت سے لوگ اپنے آپ کو مومن کہتے ہیں، لیکن کبھی اپنے دل سے یہ نہیں پوچھتے کہ کامل ایمان کی علامت کیا ہے؟ کیا صرف زبان سے کلمہ پڑھ لینا کافی ہے؟ کیا صرف چند عبادات کر لینا ہی ایمان کا کمال ہے؟ نہیں میرے بھائیو! کامل ایمان وہ ہے جس کا نور انسان کے عقیدے، عبادت، اخلاق، معاملات، محبت، نفرت، گفتار اور کردار ہر جگہ نمایاں ہو۔ ایمان اگر صرف زبان تک محدود رہے تو وہ کمزور ہے، لیکن جب وہ دل سے نکل کر زندگی کے ہر پہلو میں اتر جائے تو وہ کامل ایمان بن جاتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کامل ایمان کی ایک نہایت جامع علامت بیان فرمائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى أَكُوْنَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ

(صحیح البخاری، حدیث:15؛ صحیح مسلم، حدیث:44)

ترجمہ: تم میں سے کوئی اس وقت تک کامل مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اسے اس کے والد، اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

میرے دوستو! ایمان کی بلندی کا پہلا نشان محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ جس دل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت بس جاتی ہے، وہ دل سنت سے بھی محبت کرتا ہے اور گناہوں سے بھی نفرت کرنے لگتا ہے۔

حافظ صاحب نے دل پر ہاتھ رکھ کر فرمایا:

اے اللہ کے بندو! کامل ایمان کی دوسری علامت یہ ہے کہ بندہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرے۔ خوشی آئے تو شکر کرے، مصیبت آئے تو صبر کرے، گناہ ہو جائے تو فوراً توبہ کرے، اور نعمت ملے تو اسے اللہ کا احسان سمجھے، اپنا کمال نہ سمجھے۔ ایسا دل دنیا کے سہاروں سے زیادہ اپنے رب پر اعتماد کرتا ہے۔

حافظ صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا:

ایک معمولی سی مثال سنو۔ اگر کسی درخت کی جڑ مضبوط ہو تو تیز آندھی بھی اسے آسانی سے نہیں گرا سکتی، لیکن جس درخت کی جڑ کمزور ہو، ہلکی سی ہوا بھی اسے گرا دیتی ہے۔ اسی طرح کامل ایمان دل کی مضبوط جڑ ہے۔ جب زندگی میں آزمائشوں کی آندھیاں چلتی ہیں تو مضبوط ایمان والا بندہ اپنے رب سے اور زیادہ جڑ جاتا ہے، جبکہ کمزور ایمان والا شکوے اور مایوسی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت فکر انگیز انداز میں فرمایا:

میرے عزیز! کبھی اپنے دل سے یہ سوال کیا ہے کہ اگر آج تمہارے سامنے دنیا کا فائدہ ایک طرف ہو اور اللہ تعالیٰ کا حکم دوسری طرف، تو تم کس کو اختیار کرو گے؟ کیا تمہارا فیصلہ تمہارے ایمان کے مطابق ہوگا یا تمہاری خواہشِ نفس کے مطابق؟ یہی سوال کامل ایمان کا آئینہ ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت شفقت سے فرمایا: کامل ایمان کی ایک عظیم نشانی حسنِ اخلاق ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

أَكْمَلُ الْمُؤْمِنِينَ إِيمَانًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا

(جامع الترمذی، حدیث: 1162؛ سنن ابی داؤد، حدیث: 4682)

ترجمہ: ایمان والوں میں کامل ایمان والا وہ ہے جس کے اخلاق سب سے بہتر ہوں۔

میرے بھائیو! اگر نمازیں بہت ہوں مگر زبان سخت ہو، اگر تلاوت بہت ہو مگر دل میں تکبر ہو، اگر عبادت بہت ہو مگر لوگوں کے حقوق پامال کیے جائیں تو ایمان کے کمال پر دوبارہ غور کرنے کی ضرورت ہے۔

حافظ صاحب نے آبدیدہ آنکھوں سے فرمایا:

کامل ایمان والا اپنے والدین کے ساتھ نرم لہجہ اختیار کرتا ہے۔ ان کی خدمت کو سعادت سمجھتا ہے، ان کی دعاؤں کو اپنے لیے خزانہ سمجھتا ہے۔ وہ اپنے پڑوسی کو تکلیف نہیں دیتا، یتیم پر شفقت کرتا ہے، محتاج کی مدد کرتا ہے، وعدہ پورا کرتا ہے، امانت میں خیانت نہیں کرتا، کیونکہ اسے معلوم ہے کہ میرا رب میرے ہر عمل کو دیکھ رہا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت درد بھرے لہجے میں فرمایا:

میرے دوستو! کامل ایمان صرف مسجد میں نظر نہیں آتا بلکہ بازار میں بھی نظر آتا ہے۔ تجارت میں دیانت، گفتگو میں سچائی، لین دین میں انصاف، گھریلو زندگی میں محبت، اولاد کی تربیت میں خیر خواہی اور معاشرے کے ساتھ حسنِ سلوک، یہ سب کامل ایمان کی روشن نشانیاں ہیں۔ اگر عبادت انسان کے کردار کو نہ بدلے تو اسے اپنے دل کا محاسبہ ضرور کرنا چاہیے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت سے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَ
جِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ اِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ
زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّ عَلٰى رَبِّهِمْ
يَتَوَكَّلُوْنَ ۝۲ ۚ

(سورۃ الانفال:2)

ترجمہ: مومن تو وہ ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل کانپ اٹھتے ہیں، اور جب ان پر اللہ کی آیات پڑھی جائیں تو ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے، اور وہ اپنے رب ہی پر بھروسہ کرتے ہیں۔

میرے عزیزو! اگر قرآن سن کر دل نرم ہو جائے، آنکھ نم ہو جائے اور عمل کا جذبہ پیدا ہو جائے تو یہ ایمان کی زندگی کی علامت ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت سوز و گداز کے ساتھ فرمایا:

کامل ایمان والا ذکرِ الٰہی سے غافل نہیں رہتا۔ اس کی زبان پر الحمدللہ، سبحان اللہ، لا الٰہ الا اللہ اور استغفر اللہ رہتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ ذکر دل کو زندہ رکھتا ہے، توبہ گناہوں کو دھوتی ہے، درود شریف رسول اللہ ﷺ کی محبت کو بڑھاتا ہے اور قرآن ایمان کو تازہ کرتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت شفقت بھرے انداز میں فرمایا:

اے میرے بھائیو! اپنے بچوں کو صرف دنیا کے ہنر نہ سکھاؤ بلکہ کامل ایمان کی نشانیاں بھی سکھاؤ۔ انہیں سچ بولنا سکھاؤ، وعدہ پورا کرنا سکھاؤ، بڑوں کا احترام، چھوٹوں پر شفقت، والدین کی خدمت، نماز کی پابندی، قرآن سے محبت اور رسول اللہ ﷺ کی سنت پر عمل سکھاؤ۔ اگر نئی نسل کا ایمان مضبوط ہو گیا تو معاشرہ خود بخود مضبوط ہو جائے گا۔

حافظ صاحب نے نہایت عاجزی سے سر جھکا کر فرمایا:

یاد رکھو! کامل ایمان کا دعویٰ زبان سے نہیں بلکہ کردار سے ثابت ہوتا ہے۔ جب دل میں اللہ تعالیٰ کی معرفت ہو، رسول اللہ ﷺ کی محبت ہو، عبادت میں اخلاص ہو، معاملات میں دیانت ہو، اخلاق میں نرمی ہو، توبہ میں سچائی ہو، ذکر میں لذت ہو، والدین کی خدمت ہو، بندوں کے حقوق کی حفاظت ہو، موت کی یاد ہو، جنت کی امید

ہو اور جہنم کا خوف ہو، تب بندہ کامل ایمان کی خوشبو اپنے اندر محسوس کرنے لگتا ہے۔ اس لیے ہر روز اپنے ایمان کا محاسبہ کرو، اپنے دل کو قرآن سے زندہ رکھو، سنتِ رسول ﷺ کو اپنا راستہ بناؤ اور اپنے رب کی رضا کو اپنی سب سے بڑی کامیابی سمجھو۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ایمانِ کامل، محبتِ الٰہی، محبتِ رسول ﷺ، اخلاصِ کامل، تقویٰ، حسنِ اخلاق، ذکرِ دائم اور سچی توبہ کی دولت نصیب فرمائے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں کو ایمان کے نور سے بھر دے، ہمارے ظاہر و باطن کی اصلاح فرمائے، ہمیں والدین کی خدمت، بندوں کے حقوق کی ادائیگی، حسنِ خاتمہ اور جنت الفردوس کی دائمی نعمت عطا فرمائے۔ آمین۔

ایمان کی آخری منزل

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

تمام حمد اس اللہ ربِ کریم کے لیے ہے جس نے ایمان کو ہدایت کا چراغ، اپنی معرفت کو دلوں کا نور، اپنی محبت کو روحوں کی راحت اور اپنی رضا کو بندگی کی آخری کامیابی بنایا۔ وہی اپنے فضل سے بھٹکے ہوئے دلوں کو راستہ دکھاتا ہے، گناہوں سے آلودہ روحوں کو توبہ کے پانی سے پاک کرتا ہے اور اپنے ذکر سے دلوں کو ایسا سکون عطا فرماتا ہے جو دنیا کی کوئی نعمت نہیں دے سکتی۔

وہی رحمٰن و رحیم ہے جس کی رحمت ہر مایوس کے لیے امید، جس کا کرم ہر تائب کے لیے پناہ، جس کی حکمت ہر تقدیر میں پوشیدہ اور جس کی ربوبیت ہر لمحہ اپنی مخلوق پر سایہ فگن ہے۔ وہی بندوں کی کمزوریوں کو جانتا ہے اور انہی کمزوریوں کے باوجود انہیں اپنے قرب کی دعوت دیتا ہے۔

وہی اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ ہے، وہی اول ہے، وہی آخر ہے، وہی ظاہر ہے، وہی باطن ہے، وہی زندگی دینے والا اور وہی موت کے بعد دوبارہ اٹھانے والا ہے۔ تمام تعریفیں، تمام عظمتیں، تمام کبریائی اور تمام حاکمیت صرف اسی ذاتِ اقدس کے لیے ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت سکون اور گہری محبت سے حاضرین کی طرف دیکھا، پھر فرمایا:

اے میرے عزیزو! ایمان ایک سفر ہے، اور ہر سفر کی ایک منزل ہوتی ہے۔ یہ سفر کلمۂ طیبہ سے شروع ہوتا ہے، معرفتِ الٰہی سے بڑھتا ہے، محبتِ رسول اللہ ﷺ سے نکھرتا ہے، عبادت، تقویٰ، اخلاص، صبر، شکر، توبہ اور حسنِ اخلاق سے مضبوط ہوتا ہے، لیکن اس کی آخری منزل کیا ہے؟ بہت سے لوگ سمجھتے ہیں کہ ایمان کی آخری منزل صرف موت ہے، مگر نہیں میرے بھائیو! ایمان کی آخری منزل وہ گھڑی ہے جب بندہ اپنے رب سے اس حال میں ملے کہ اللہ اس سے راضی ہو اور وہ اللہ سے راضی ہو۔ یہی ایمان کی معراج ہے، یہی بندگی کا کمال ہے۔

حافظ صاحب نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی، جیسے دل پر کوئی نورانی کیفیت اتر رہی ہو، پھر فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں اپنے کامیاب بندوں کو ان الفاظ میں مخاطب فرمایا:

يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ﴿٢٧﴾ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ﴿٢٨﴾ فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ ﴿٢٩﴾ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ ﴿٣٠﴾

(سورۃ الفجر:27-30)

ترجمہ: اے اطمینان پانے والی جان! اپنے رب کی طرف لوٹ آ، اس حال میں کہ تو اس سے راضی ہے اور وہ تجھ سے راضی ہے، پھر میرے بندوں میں شامل ہو جا اور میری جنت میں داخل ہو جا۔

میرے عزیزو! اس سے بڑی کامیابی، اس سے بڑی عزت اور اس سے بڑی منزل کوئی نہیں۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھرے انداز میں فرمایا:

ایمان کی آخری منزل صرف جنت میں داخل ہونا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا ہے۔ جنت اس رضا کا انعام ہے۔ اگر دل میں اللہ کی محبت نہ ہو تو جنت کی نعمتیں بھی اپنی اصل مٹھاس نہیں رکھتیں، لیکن جب بندے کو یہ احساس ہو جائے کہ میرا رب مجھ سے راضی ہے، تو یہی اس کی سب سے بڑی دولت بن جاتی ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت شفقت سے فرمایا:

ایک معمولی سی مثال سنو۔ ایک محنتی طالب علم کئی سال تک پڑھتا ہے، امتحانات دیتا ہے، راتیں جاگتا ہے، مشکلات برداشت کرتا ہے۔ جب آخر میں استاد یہ کہتا ہے کہ میں تمہاری محنت سے خوش ہوں، تو اس ایک جملے کی خوشی تمام مشقتوں کو بھلا دیتی ہے۔ میرے دوستو! دنیا کی یہ خوشی تو بہت چھوٹی ہے، ذرا سوچو! جب قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے راضی ہو جائے گا تو اس کی خوشی کیسی ہوگی؟ اس کے سامنے دنیا کی ہر تکلیف، ہر آزمائش اور ہر آنسو معمولی محسوس ہوگا۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے چند لمحوں کے بعد فرمایا:

میرے عزیز! کبھی اپنے دل سے یہ سوال کیا ہے کہ اگر آج میری زندگی کا آخری دن ہو اور مجھے اپنے رب کے حضور پیش ہونا پڑے، تو کیا میرا دل اس ملاقات کے لیے تیار ہے؟ کیا میں اپنے اعمال کو دیکھ کر مطمئن ہوں یا مجھے توبہ کی ضرورت ہے؟ اس

سوال کا جواب تمہیں اپنے نفس کے اندر ملے گا، اور یہی جواب تمہاری اصلاح کا دروازہ بھی کھول دے گا۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ أَحَبَّ لِقَاءَ اللهِ أَحَبَّ اللهُ لِقَاءَهُ

(صحیح البخاری، حدیث:6507؛ صحیح مسلم، حدیث:2683)

ترجمہ: جو اللہ سے ملاقات کو پسند کرتا ہے، اللہ بھی اس سے ملاقات کو پسند فرماتا ہے۔

میرے بھائیو! اللہ سے ملاقات کی محبت اسی دل میں پیدا ہوتی ہے جو دنیا سے زیادہ آخرت کو عزیز رکھتا ہے، جو گناہوں سے زیادہ توبہ کو پسند کرتا ہے اور جو شہرت سے زیادہ اللہ کی رضا کو چاہتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت درد بھرے لہجے میں فرمایا:

ایمان کی آخری منزل تک پہنچنے والا شخص اپنے نفس کا غلام نہیں رہتا بلکہ اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار بندہ بن جاتا ہے۔ اگر اس کے سامنے گناہ کا موقع ہو اور کوئی دیکھنے والا نہ ہو، تب بھی وہ رک جاتا ہے، کیونکہ اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت زندہ ہوتی ہے۔ اگر اسے دنیا کی بڑی نعمت مل جائے تو وہ تکبر نہیں کرتا، بلکہ شکر ادا کرتا ہے۔ اگر آزمائش آئے تو وہ شکوہ نہیں کرتا بلکہ صبر اختیار کرتا ہے۔ یہی ایمان کی پختگی ہے۔

حافظ صاحب نے آبدیدہ آنکھوں سے فرمایا:

میرے عزیزو! ایمان کی آخری منزل پر پہنچنے والے بندے کے اخلاق بھی بلند ہو جاتے ہیں۔ وہ والدین کی خدمت کو سعادت سمجھتا ہے، محتاج کی مدد کو عبادت سمجھتا ہے، معاف کرنے کو طاقت سمجھتا ہے، سچ بولنے کو عزت سمجھتا ہے، امانت داری کو

ایمان کا حصہ سمجھتا ہے اور بندوں کے حقوق ادا کرنے کو اپنے رب کی رضا کا ذریعہ سمجھتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت فکر انگیز انداز میں فرمایا:

دنیا کی ہر چیز ختم ہونے والی ہے۔ مال یہیں رہ جائے گا، مکان یہیں رہ جائے گا، شہرت یہیں رہ جائے گی، مگر ایمان ساتھ جائے گا۔ قبر میں نہ تمہارا عہدہ کام آئے گا، نہ تمہارا خاندان، نہ تمہاری دولت۔ وہاں تمہارے ساتھ صرف تمہارا ایمان، تمہارا اخلاص، تمہاری نماز، تمہارا قرآن، تمہارا ذکر، تمہاری توبہ اور تمہارے نیک اعمال ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّ لَا بَنُوْنَ ﴿۸۸﴾ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ﴿۸۹﴾

(سورۃ الشعراء: 88-89)

ترجمہ: اس دن نہ مال فائدہ دے گا اور نہ اولاد، مگر وہ شخص کامیاب ہوگا جو اللہ کے حضور پاکیزہ دل لے کر آئے گا۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھرے لہجے میں فرمایا: اے میرے دوستو! اپنے دل کو روزانہ صاف کرو۔ اگر کسی سے زیادتی ہوگئی ہے تو معافی مانگو۔ اگر کسی کا حق دب گیا ہے تو واپس کرو۔ اگر نماز میں کوتاہی ہوئی ہے تو اس کی تلافی کرو۔ اگر قرآن سے دوری ہوگئی ہے تو دوبارہ اس سے تعلق جوڑو۔ اگر ذکرِ الٰہی میں غفلت آ گئی ہے تو زبان کو استغفار اور درودِ پاک سے تر کر دو۔ ایمان کی آخری منزل اچانک نہیں ملتی، بلکہ روزانہ کی چھوٹی چھوٹی اصلاحات بندے کو اس منزل تک پہنچاتی ہیں۔

حافظ صاحب نے نہایت سوز و گداز کے ساتھ فرمایا:

اپنے بچوں کو بھی یہ سکھاؤ کہ کامیابی صرف اچھی ملازمت یا بڑی دولت کا نام نہیں، بلکہ اصل کامیابی یہ ہے کہ انسان ایمان پر زندہ رہے، ایمان پر مرے اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرے۔ یہی وہ دولت ہے جو کبھی ختم نہیں ہوگی، یہی وہ کامیابی ہے جو ہمیشہ باقی رہے گی۔

حافظ صاحب نے عاجزی سے سر جھکا کر فرمایا:

اے اللہ کے بندو! اپنی زندگی کے ہر دن کو ایمان کی تکمیل کا دن بناؤ۔ اپنے رب کی معرفت بڑھاؤ، رسول اللہ ﷺ کی سنت سے محبت پیدا کرو، ذکرِ الٰہی کو اپنا معمول بناؤ، اخلاص کے ساتھ عبادت کرو، والدین کی خدمت کرو، بندوں کے حقوق ادا کرو، تقویٰ کو اپنا لباس بناؤ، موت کو یاد رکھو اور جنت کی امید کو اپنے دل میں زندہ رکھو۔ اگر تم اس راستے پر ثابت قدم رہے تو ان شاء اللہ وہ دن آئے گا جب تمہارا رب تمہیں اپنی رضا کی خوشخبری سنائے گا، اور یہی ایمان کی آخری منزل ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ایمان پر استقامت، اخلاصِ کامل، اپنی دائمی رضا، محبتِ رسول اللہ ﷺ، ذکرِ الٰہی کی لذت، حسنِ اخلاق، سچی توبہ اور ایمان پر حسنِ خاتمہ نصیب فرمائے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں کو پاکیزہ، ہماری زبانوں کو سچا، ہمارے اعمال کو مقبول، ہمارے والدین پر اپنی رحمت نازل فرمائے، ہمیں بندوں کے حقوق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اپنے فضل و کرم سے جنت الفردوس میں اپنے مقرب بندوں کے ساتھ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جگہ عطا فرمائے۔ آمین۔

خیر اور شر کا عمیق بیان

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان

الفاظ میں بیان کیا:

تمام تعریفیں اس اللہ ربِ کریم کے لیے ہیں جو خیر کا سرچشمہ، رحمت کا سمندر، ہدایت کا عطا کرنے والا اور حکمت کا مالک ہے۔ اسی نے حق و باطل کو واضح فرمایا، خیر و شر کے راستوں کو کھول کر بیان کیا، انسان کو عقل، فطرت اور وحی کی روشنی عطا فرمائی تاکہ وہ اپنے رب کی رضا کا راستہ اختیار کرے اور گمراہی سے محفوظ رہے۔

وہی رحمٰن و رحیم ہے جس کا لطف ہر سانس میں شامل، جس کی نعمت ہر لمحہ ہم پر سایہ فگن، جس کا عدل ہر فیصلے میں کامل اور جس کی حکمت ہر تقدیر میں پوشیدہ ہے۔ وہی دلوں کو نیکی کی محبت عطا کرتا ہے، وہی گناہوں سے نفرت پیدا کرتا ہے، اور وہی اپنے فضل سے بندے کو خیر کے راستے پر استقامت عطا فرماتا ہے۔

وہی اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ ہے، جس کے قبضۂ قدرت میں زمین و آسمان ہیں، جس کے حکم کے بغیر ایک ذرہ بھی حرکت نہیں کرتا، اور جس کی رضا دنیا و آخرت کی سب سے بڑی کامیابی ہے۔ ہر حمد، ہر شکر، ہر کبریائی اور ہر عظمت صرف اسی ذاتِ اقدس کے لیے ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت سے حاضرین کی طرف دیکھا، پھر نہایت سنجیدگی سے فرمایا: اے میرے عزیزو! دنیا میں آنے والا ہر انسان روزانہ دو راستوں کے درمیان کھڑا ہوتا ہے؛ ایک خیر کا راستہ اور دوسرا شر کا راستہ۔ انسان کا ہر لفظ، ہر قدم، ہر ارادہ اور ہر فیصلہ ان دونوں میں سے کسی ایک کی طرف بڑھ رہا ہوتا ہے۔ عقل مند وہ نہیں جو صرف دنیا کے فائدے اور نقصان کو پہچان لے، بلکہ حقیقی عقل مند وہ ہے جو خیر اور شر کی حقیقت کو پہچان لے اور پھر اپنے رب کی رضا والے راستے کو اختیار کرے۔

حافظ صاحب نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی، جیسے دل پر معرفت کی ایک نئی کیفیت اتر رہی ہو، پھر فرمایا:

میرے بھائیو! خیر وہ نہیں جسے دنیا خیر کہے، اور شر وہ نہیں جسے دنیا شر سمجھے۔ خیر وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ خیر قرار دے، اور شر وہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہو۔ اگر پوری دنیا کسی گناہ کو اچھا کہنے لگے، تب بھی وہ خیر نہیں بن سکتا، اور اگر پوری دنیا کسی نیکی کو مشکل سمجھنے لگے، تب بھی وہ شر نہیں بن جاتی۔ خیر اور شر کا معیار صرف وحیِ الٰہی ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَ تَقْوٰىهَا ۝ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ۝ وَ قَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا ۝

(سورۃ الشمس: 8-10)

ترجمہ: پھر اللہ نے اس نفس کو اس کی بدکاری اور اس کی پرہیزگاری کی پہچان عطا کر دی۔ یقیناً وہ کامیاب ہو گیا جس نے اپنے نفس کو پاک کر لیا، اور یقیناً وہ ناکام ہو گیا جس نے اسے گناہوں میں دبا دیا۔

میرے دوستو! یہی خیر اور شر کا اصل میدان ہے، جو باہر سے پہلے انسان کے اپنے دل میں قائم ہوتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھرے انداز میں فرمایا:

ایک آسان سی مثال سنو۔ ایک باغبان ہر روز اپنے باغ سے کانٹے اور جڑی بوٹیاں نکالتا رہتا ہے، کیونکہ اگر وہ انہیں چھوڑ دے تو وہ پورے باغ کو تباہ کر دیتی ہیں۔ اسی طرح دل بھی ایک باغ ہے۔ ذکرِ الٰہی، نماز، قرآن، درود شریف، سچائی، صبر اور شکر اس باغ کے خوشبودار پھول ہیں، جبکہ حسد، تکبر، جھوٹ، غیبت، لالچ اور بغض وہ کانٹے ہیں جو ایمان کی خوبصورتی کو ختم کر دیتے ہیں۔ اگر تم روزانہ اپنے دل کی

صفائی نہیں کرو گے تو شر آہستہ آہستہ خیر پر غالب آجائے گا۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے چند لمحوں کے بعد فرمایا:

میرے عزیز! کبھی اپنے دل سے یہ سوال کیا ہے کہ جب تم کوئی فیصلہ کرتے ہو تو تمہارا دل اللہ تعالیٰ کی رضا تلاش کرتا ہے یا صرف اپنی خواہش پوری کرنا چاہتا ہے؟ اگر آج تمہارے تمام اعمال تمہارے سامنے رکھ دیے جائیں تو ان میں خیر زیادہ ہوگی یا شر؟ اپنے نفس سے یہ سوال کرتے رہو، کیونکہ یہی سوال انسان کو غفلت سے جگا دیتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت درد بھرے لہجے میں فرمایا:

رسول اللہ ﷺ نے خیر کی ایک عظیم علامت بیان فرمائی۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

الْبِرُّ حُسْنُ الْخُلُقِ، وَالْإِثْمُ مَا حَاكَ فِيْ نَفْسِكَ وَكَرِهْتَ أَنْ يَطَّلِعَ عَلَيْهِ النَّاسُ

(صحیح مسلم، حدیث:2553)

ترجمہ: نیکی حسنِ اخلاق کا نام ہے، اور گناہ وہ ہے جو تمہارے دل میں کھٹکے اور تم پسند نہ کرو کہ لوگ اس سے واقف ہوں۔

میرے بھائیو! ایمان والا دل گناہ کے بعد بے چین ہو جاتا ہے، جبکہ مردہ دل گناہ کو معمولی سمجھنے لگتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت شفقت سے فرمایا:

خیر ہمیشہ دل کو نرم کرتی ہے۔ جب تم کسی بھوکے کو کھانا کھلاتے ہو، کسی بیمار کی عیادت کرتے ہو، والدین کے قدم دباتے ہو، کسی غم زدہ کو تسلی دیتے ہو، کسی مقروض کی مدد کرتے ہو یا کسی یتیم کے سر پر محبت سے ہاتھ رکھتے ہو، تو صرف ایک نیکی نہیں کرتے

بلکہ اپنے ایمان کو بھی مضبوط کرتے ہو۔ نیکی کا فائدہ سب سے پہلے خود انسان کے دل کو پہنچتا ہے۔

حافظ صاحب نے آبدیدہ آنکھوں سے فرمایا:

شر کی ابتدا اکثر بہت چھوٹی ہوتی ہے۔ ایک جھوٹ، ایک حرام نظر، ایک تکبر کا خیال، ایک غیبت کا جملہ، ایک ناجائز لقمہ، یہ سب ابتدا میں معمولی محسوس ہوتے ہیں، مگر اگر ان پر توبہ نہ کی جائے تو یہی دل کو تاریک کر دیتے ہیں۔ شیطان بھی انسان کو ایک ہی دن میں بڑا گناہ نہیں کرواتا، بلکہ چھوٹی چھوٹی غفلتوں سے آغاز کرتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت فکر انگیز انداز میں فرمایا:

میرے دوستو! خیر کی راہ پر چلنے والے کو کبھی کبھی دنیا میں نقصان بھی برداشت کرنا پڑتا ہے، لیکن وہ نقصان حقیقت میں نقصان نہیں ہوتا۔ اگر تم سچ بولنے کی وجہ سے دنیا کا کوئی فائدہ چھوڑ دو تو سمجھ لو کہ تم نے آخرت کی تجارت کر لی۔ اگر تم حلال روزی کی خاطر کم کماؤ مگر پاک کماؤ، تو یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑی کامیابی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝٧ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝٨

(سورۃ الزلزال:7-8)

ترجمہ: جو ذرہ برابر نیکی کرے گا وہ اسے دیکھ لے گا، اور جو ذرہ برابر برائی کرے گا وہ بھی اسے دیکھ لے گا۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت سے فرمایا: اپنے بچوں کو خیر کی محبت اور شر سے نفرت سکھاؤ۔ انہیں صرف یہ نہ کہو کہ یہ کام غلط ہے، بلکہ یہ بھی سمجھاؤ کہ اللہ تعالیٰ نیکی کو

کیوں پسند فرماتا ہے۔ ان کے سامنے خود سچ بولو، وعدہ پورا کرو، امانت کی حفاظت کرو، کیونکہ اولاد نصیحت سے کم اور کردار سے زیادہ سیکھتی ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت سوز و گداز کے ساتھ فرمایا:

اے اللہ کے بندو! خیر کا راستہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی معرفت، محبتِ رسول اللہ ﷺ، ذکرِ الٰہی، اخلاص، تقویٰ، توبہ، صبر، شکر، حسنِ اخلاق، والدین کی خدمت، بندوں کے حقوق کی ادائیگی، موت کی یاد اور آخرت کی تیاری سے روشن رہتا ہے۔ اور شر کا راستہ غفلت، خواہشِ نفس، تکبر، حسد، ظلم، جھوٹ، بے حیائی، حرام کمائی اور اللہ تعالیٰ سے دوری سے تاریک ہو جاتا ہے۔ تم ہر صبح یہ نیت کرو کہ آج میں خیر کا مسافر بنوں گا، کسی دل کو دکھاؤں گا نہیں، کسی کا حق ماروں گا نہیں، اپنے رب کو ناراض کروں گا نہیں، اور ہر شام اپنے نفس کا محاسبہ کروں گا کہ آج میرے اعمال کے پلڑے میں خیر زیادہ ہے یا شر۔

حافظ صاحب نے عاجزی سے سر جھکا کر فرمایا:

یاد رکھو! دنیا کا ہر دن تمہارے لیے ایک امتحان ہے، اور ہر امتحان میں تمہیں خیر اور شر کے درمیان انتخاب کرنا ہے۔ اگر تم نے ہر فیصلہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق کیا، ہر آزمائش میں صبر کیا، ہر نعمت پر شکر کیا، ہر لغزش پر توبہ کی اور ہر معاملے میں رسول اللہ ﷺ کی سنت کو اختیار کیا، تو ان شاء اللہ تمہارا انجام خیر ہوگا، تمہارا خاتمہ ایمان پر ہوگا اور تم اپنے رب کی رضا کے ساتھ اس کی بارگاہ میں حاضر ہو گے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں خیر کو خیر سمجھ کر اس پر عمل کرنے، شر کو شر سمجھ کر اس سے مکمل اجتناب کرنے، اپنے نفس کا تزکیہ کرنے، ایمان کو مضبوط رکھنے، محبتِ الٰہی اور محبتِ رسول ﷺ میں زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں کو قرآن کے نور سے منور فرمائے، ہماری زبانوں کو سچائی، ہمارے اعمال کو اخلاص، ہمارے گھروں کو رحمت، ہمارے والدین کو اپنی مغفرت،

اور ہمیں حسنِ خاتمہ، جنت الفردوس اور اپنی دائمی رضا نصیب فرمائے۔ آمین۔

خاتمہ بالخیر اور خاتمہ بالایمان

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

تمام حمد و ثنا اس اللہ ربِ عظیم کے لیے ہے جس کے ہاتھ میں زندگی بھی ہے اور موت بھی، جس کے حکم سے دل ایمان سے روشن ہوتے ہیں، جس کی رحمت گناہ گاروں کو توبہ کی توفیق دیتی ہے، اور جس کا فضل بندوں کو حسنِ خاتمہ کی دولت سے سرفراز کرتا ہے۔ وہی دلوں کو ہدایت دیتا ہے، وہی قدموں کو استقامت عطا فرماتا ہے اور وہی اپنے محبوب بندوں کو ایمان کی حالت میں اپنے حضور بلاتا ہے۔

وہی ارحم الراحمین ہے، جس کی رحمت ہر امید سے وسیع، جس کا کرم ہر تصور سے بلند، جس کی حکمت ہر فیصلے میں کامل اور جس کی ربوبیت ہر لمحہ اپنی مخلوق کو گھیرے ہوئے ہے۔ وہی لغزشوں کو معاف کرنے والا، آنسوؤں کو قبول کرنے والا اور اخلاص کی معمولی سی چنگاری کو بھی عظیم اجر میں بدل دینے والا ہے۔

وہی اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ ہے، جس کی رضا جنت سے بھی بڑھ کر نعمت ہے، جس کا قرب ہر کامیابی کی انتہا ہے، اور جس کی بارگاہ میں ایمان کے ساتھ حاضر ہونا بندے کی سب سے بڑی سعادت ہے۔ تمام تعریفیں، تمام عظمتیں اور تمام کبریائی صرف اسی ذاتِ اقدس کے لیے ہیں۔

حافظ صاحب نے نہایت گہری محبت سے حاضرین کی طرف دیکھا، پھر آہستہ آواز میں فرمایا:

اے میرے عزیزو! انسان کی زندگی کا اصل فیصلہ اس کے آغاز سے نہیں بلکہ

اس کے انجام سے ہوتا ہے۔ بہت سے لوگ اچھا آغاز کرتے ہیں مگر انجام سنوار نہیں پاتے، اور کچھ لوگ زندگی کے کسی مرحلے میں غفلت کا شکار ہو جاتے ہیں، پھر سچی توبہ کے ذریعے اپنے رب کی طرف لوٹتے ہیں اور ایمان کی حالت میں دنیا سے رخصت ہوتے ہیں۔ اس لیے ہمیشہ اپنے خاتمے کی فکر کرو، کیونکہ آخری سانس ہی تمہاری ابدی منزل کا دروازہ کھولے گی۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا: میرے بھائیو! خاتمہ بالایمان صرف ایک خواہش نہیں بلکہ پوری زندگی کی محنت کا پھل ہے۔ جو دل ہر روز اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے، جو زبان سچ بولتی ہے، جو آنکھ حرام سے بچتی ہے، جو قدم خیر کی طرف اٹھتے ہیں اور جو نفس ہر لغزش کے بعد توبہ کرتا ہے، اللہ تعالیٰ ایسے بندے کو ضائع نہیں فرماتا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ

(سورۃ ابراہیم: 27)

ترجمہ: اللہ ایمان والوں کو دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی ثابت قدم رکھنے والی بات کے ذریعے استقامت عطا فرماتا ہے۔

حافظ صاحب نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی، پھر فرمایا:

اے اللہ کے بندو! شیطان پوری زندگی انسان کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتا ہے، مگر اس کی سب سے بڑی کوشش آخری وقت میں ہوتی ہے۔ اس لیے جو شخص پوری زندگی اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں گزارے گا، وہی اللہ کے فضل سے اس نازک لمحے میں بھی ثابت قدم رہے گا۔ ایمان کا چراغ ایک دن میں روشن نہیں ہوتا، اسے روزانہ

قرآن، ذکر، دعا، توبہ، اخلاص اور تقویٰ کے تیل سے روشن رکھنا پڑتا ہے۔

حافظ صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا:

ایک آسان سی مثال سنو۔ اگر کوئی کسان پورا سال اپنے کھیت کی حفاظت کرے، وقت پر پانی دے، گھاس صاف کرے اور محنت کرتا رہے تو فصل پکنے کے وقت اسے خوشی نصیب ہوتی ہے۔ لیکن اگر وہ آخری مہینوں میں کھیت کو چھوڑ دے تو ساری محنت ضائع ہو سکتی ہے۔ اسی طرح زندگی ایک کھیت ہے، اعمال اس کی فصل ہیں، اور موت کٹائی کا وقت ہے۔ اس لیے آخری سانس تک اپنے ایمان کی حفاظت کرتے رہو۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے چند لمحوں کے بعد فرمایا:

میرے عزیز! کبھی اپنے دل سے یہ سوال کیا ہے کہ اگر آج رات فرشتۂ موت میرے دروازے پر آ جائے، تو کیا میری زبان پر اللہ کا ذکر ہوگا یا دنیا کی حسرتیں؟ کیا میرا دل اپنے رب سے ملاقات کے لیے تیار ہے؟ یہ سوال ہر روز اپنے آپ سے کرو، کیونکہ جو شخص موت کو یاد رکھتا ہے، وہ گناہ سے جلدی باز آ جاتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھرے انداز میں فرمایا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالْخَوَاتِيمِ

(صحیح البخاری، حدیث: 6607)

ترجمہ: اعمال کا اعتبار ان کے خاتمے پر ہے۔

میرے دوستو! اس حدیث کو اپنے دل میں جگہ دو۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ انسان آخری وقت کا انتظار کرے، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر دن اس طرح گزارو جیسے یہ تمہاری زندگی کا آخری دن ہو۔

حافظ صاحب نے آبدیدہ آنکھوں سے فرمایا:

حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنی زندگی کے آخر میں یہ دعا کی:

تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّ اَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ ﴿۱۰۱﴾

(سورۃ یوسف:101)

ترجمہ: اے میرے رب! مجھے اسلام کی حالت میں وفات دینا اور مجھے صالحین کے ساتھ ملا دینا۔

دیکھو! اللہ کے برگزیدہ نبی بھی حسنِ خاتمہ کی دعا کرتے تھے، تو ہمیں اس دعا کی کتنی زیادہ ضرورت ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت درد بھرے لہجے میں فرمایا:

میرے بھائیو! خاتمہ بالخیر صرف نمازوں سے نہیں بلکہ حسنِ اخلاق سے بھی وابستہ ہے۔ اگر کسی کا دل دکھایا ہے تو معافی مانگو، اگر کسی کا حق دبایا ہے تو واپس کرو، اگر والدین ناراض ہیں تو ان کے قدموں میں بیٹھ جاؤ، اگر کسی رشتہ دار سے تعلق ٹوٹ گیا ہے تو اسے جوڑ لو۔ ہوسکتا ہے یہی ایک عمل تمہارے حسنِ خاتمہ کا سبب بن جائے۔

حافظ صاحب نے نہایت فکر انگیز انداز میں فرمایا:

بہت سے لوگ دنیا سنوارنے میں اتنے مصروف ہو جاتے ہیں کہ آخرت کی تیاری بھول جاتے ہیں۔ وہ گھر بناتے ہیں مگر قبر کو بھول جاتے ہیں، مال جمع کرتے ہیں مگر اعمال جمع نہیں کرتے، لوگوں کو راضی کرتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کی رضا کو بھول جاتے ہیں۔ یاد رکھو! جس دن آنکھ بند ہوگی، اس دن نہ بینک کا حساب ساتھ ہوگا، نہ شہرت، نہ طاقت؛ صرف ایمان، اخلاص، نیک اعمال اور اللہ کی رحمت ساتھ ہوگی۔

حافظ صاحب نے نہایت شفقت سے فرمایا:

اپنے گھروں میں ایسا ماحول بناؤ کہ اللہ کا ذکر زندہ رہے۔ بچوں کو سونے سے پہلے دعا سکھاؤ، قرآن کی تلاوت کی آواز گھر میں گونجے، درودِ شریف معمول بنے، حلال رزق کا اہتمام ہو، والدین کی عزت کی جائے، مہمان کا احترام کیا جائے، اور ہر دن استغفار کے ساتھ ختم ہو۔ ایسے گھروں میں ایمان پروان چڑھتا ہے اور حسنِ خاتمہ کی امید بڑھتی ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت سوز و گداز کے ساتھ فرمایا:

اے میرے دوستو! کبھی اپنے گناہوں کی کثرت دیکھ کر مایوس نہ ہونا۔ جب تک سانس باقی ہے، توبہ کا دروازہ کھلا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ

(سورۃ الزمر:53)

ترجمہ: آپ فرما دیجیے: اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے! اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو، بے شک اللہ تمام گناہوں کو بخش دیتا ہے۔

لیکن یاد رکھو، توبہ کو کل پر مت چھوڑو، کیونکہ کل کا سورج تمہارے لیے طلوع ہوگا یا نہیں، اس کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت عاجزی سے سر جھکا کر فرمایا:

اے اللہ کے بندو! اپنی زندگی کو اس طرح گزارو کہ ہر دن ایمان میں اضافہ ہو، ہر رات توبہ کے ساتھ گزرے، ہر صبح اللہ کی یاد سے شروع ہو، ہر معاملہ سنتِ رسول

اللہ ﷺ کے مطابق ہو، ہر نعمت پر شکر ادا کرو، ہر آزمائش میں صبر اختیار کرو، ہر انسان کے ساتھ حسنِ اخلاق سے پیش آؤ، والدین کے حقوق ادا کرو، بندوں کے حقوق کی حفاظت کرو اور اپنے رب کی رضا کو اپنی سب سے بڑی آرزو بنالو۔ اگر تم نے یہ راستہ اختیار کرلیا تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے تمہارا خاتمہ بھی ایمان پر ہوگا، تمہاری رخصتی بھی خیر کے ساتھ ہوگی اور تمہاری آخرت بھی کامیابی سے روشن ہوگی۔

اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں کو ایمان کے نور سے بھر دے، ہمیں آخری سانس تک اپنی اطاعت پر قائم رکھے، ہمارے والدین پر اپنی بے پایاں رحمت نازل فرمائے، ہمارے گناہوں کو معاف فرمائے، ہماری قبروں کو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ بنادے اور ہمیں جنت الفردوس میں اپنے انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کی معیت عطا فرمائے۔ آمین۔

حصہ:-8

شیطان انسان کا ازلی دشمن

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

تمام حمد و ثنا اس اللہ ربِ کریم کے لیے ہے جس نے حق کو روشن، باطل کو بے نقاب، ایمان کو دلوں کا نور، تقویٰ کو بندوں کا لباس اور اپنی اطاعت کو نجات کا راستہ بنایا۔ وہی اپنے فضل سے بندوں کو شیطان کے مکر سے محفوظ رکھتا ہے، اپنے ذکر سے دلوں کو زندہ کرتا ہے اور اپنی رحمت سے لغزشوں کو معاف فرما دیتا ہے۔

وہی اکیلا معبود ہے جس کے علم سے کوئی راز پوشیدہ نہیں، جس کی قدرت کے سامنے ہر قوت عاجز ہے، جس کی رحمت ہر گناہ گار کے لیے امید ہے اور جس کی حکمت ہر فیصلے میں کامل ہے۔ وہی اپنے نیک بندوں کے لیے ہدایت کے دروازے کھولتا ہے اور انہیں اپنے قرب کی دولت عطا فرماتا ہے۔

وہی اللہ عزوجل ہے جس کے قبضۂ قدرت میں زمین و آسمان ہیں، جس کی اجازت کے بغیر کوئی نقصان یا فائدہ نہیں پہنچ سکتا، اور جس کی رضا بندے کی سب سے بڑی کامیابی ہے۔ تمام عظمتیں، تمام کبریائیاں اور تمام تعریفیں صرف اسی ذاتِ اقدس کے لیے ہیں۔

حافظ صاحب نے نہایت درد بھرے لہجے میں حاضرین کی طرف دیکھا، پھر آہستہ آواز میں فرمایا:

اے میرے عزیزو! اس دنیا میں تمہارا ایک ایسا دشمن ہے جو تمہیں تمہارے پیدا ہونے سے پہلے ہی اپنا دشمن قرار دے چکا ہے۔ وہ تمہارا مال نہیں چاہتا، تمہارا گھر نہیں

چاہتا، تمہارا لباس نہیں چاہتا، بلکہ وہ تمہارا ایمان چھیننا چاہتا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ تم اپنے رب سے دور ہو جاؤ، رسول اللہ ﷺ کی سنت سے غافل ہو جاؤ، گناہوں کو معمولی سمجھنے لگو اور آخر کار ایمان کے بغیر دنیا سے رخصت ہو جاؤ۔ اس دشمن کا نام شیطان ہے، اور اس کی دشمنی قیامت تک ختم ہونے والی نہیں۔

حافظ صاحب نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی، پھر فرمایا:

میرے بھائیو! شیطان کی دشمنی کسی ذاتی ناراضی کی وجہ سے نہیں، بلکہ اس تکبر کی وجہ سے ہے جس نے اسے اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی پر آمادہ کیا۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم دیا تو اس نے غرور میں آ کر انکار کر دیا۔ قرآنِ مجید میں ارشاد ہے:

اَبٰی وَ اسْتَكْبَرَ ۫ وَ كَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۴﴾

(سورۃ البقرۃ:34)

ترجمہ: اس نے انکار کیا، تکبر کیا اور کافروں میں شامل ہو گیا۔

میرے دوستو! شیطان کی پہلی بیماری تکبر تھی، اسی لیے تکبر ہر برائی کی جڑ ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہمیں پہلے ہی خبردار کر دیا ہے:

اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ

(سورۃ فاطر:6)

ترجمہ: بے شک شیطان تمہارا دشمن ہے، پس تم بھی اسے دشمن ہی سمجھو۔

میرے عزیزو! افسوس کی بات یہ ہے کہ بہت سے لوگ اپنے دنیاوی دشمنوں سے تو بچنے کی کوشش کرتے ہیں، مگر اس دشمن سے غافل رہتے ہیں جو دن رات ان

کے ایمان پر حملہ کر رہا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھرے انداز میں فرمایا:

ایک معمولی سی مثال سنو۔ اگر کسی گھر کا مالک جانتا ہو کہ ایک چور ہر رات اس کے گھر کے گرد گھومتا ہے تو وہ دروازے بند کرتا ہے، تالے لگاتا ہے اور چوکس رہتا ہے۔ لیکن اگر وہ بے فکری سے سو جائے تو نقصان اٹھائے گا۔ اسی طرح شیطان ایمان کا چور ہے۔ اگر تم اپنے دل کے دروازے ذکرِ الٰہی، قرآنِ مجید، نماز، استغفار اور تقویٰ سے بند نہیں کرو گے تو وہ وسوسوں کے ذریعے تمہارے ایمان کو کمزور کرنے کی کوشش کرے گا۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے چند لمحوں کے بعد فرمایا:

میرے عزیز! کبھی اپنے دل سے یہ سوال کیا ہے کہ جب تم گناہ کرنے لگتے ہو تو کیا تمہیں پہلے ایک معمولی سا خیال نہیں آتا کہ کوئی بات نہیں، بعد میں توبہ کر لوں گا؟ کیا تم نے سوچا ہے کہ یہ خیال کہاں سے آتا ہے؟ بہت مرتبہ یہی شیطان کا پہلا وار ہوتا ہے۔ وہ پہلے گناہ کو چھوٹا دکھاتا ہے، پھر توبہ کو مؤخر کراتا ہے، پھر دل کو سخت کر دیتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت فکر انگیز انداز میں فرمایا:

میرے بھائیو! شیطان کبھی یہ نہیں کہتا کہ ایک ہی دن میں بہت بڑا گناہ کرو۔ وہ آہستہ آہستہ انسان کو لے کر چلتا ہے۔ پہلے نماز میں سستی، پھر ذکر میں غفلت، پھر قرآن سے دوری، پھر حرام نظر، پھر جھوٹ، پھر غیبت، پھر تکبر، اور آہستہ آہستہ دل ایمان کی حرارت کھونے لگتا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَّ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ

(سورۃ البقرۃ:168)

ترجمہ: شیطان کے قدم بہ قدم نقشِ قدم پر نہ چلو۔

دوستو! غور کرو! اللہ تعالیٰ نے شیطان کے قدم فرمایا، کیونکہ وہ انسان کو آہستہ آہستہ گمراہی کی طرف لے جاتا ہے۔

حافظ صاحب نے آبدیدہ آنکھوں سے فرمایا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں شیطان سے بچنے کے بہت سے طریقے سکھائے۔ گھر میں داخل ہوتے وقت اللہ کا نام لینا، کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھنا، صبح وشام کے اذکار کرنا، قرآنِ کریم کی تلاوت کرنا، خصوصاً آیت الکرسی پڑھنا، اور ہر حال میں

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْم

کہنا، یہ سب شیطان کے حملوں سے حفاظت کے مضبوط قلعے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِي مِنِ ابْنِ اٰدَمَ مَجْرَى الدَّمِ

(صحیح البخاری، حدیث:3281؛ صحیح مسلم، حدیث:2175)

ترجمہ: بے شک شیطان انسان میں خون کی طرح گردش کرتا ہے۔ اس لیے غفلت کی کوئی گنجائش نہیں۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت سے فرمایا:

اے اللہ کے بندو! شیطان صرف عبادت سے نہیں روکتا، بلکہ وہ نیکی میں بھی ریا پیدا کرتا ہے۔ اگر تم نماز پڑھو تو دل میں ڈال دیتا ہے کہ لوگ تمہیں نیک سمجھیں۔ اگر صدقہ دو تو شہرت کی خواہش پیدا کرتا ہے۔ اگر علم حاصل کرو تو تکبر پیدا کرتا ہے۔ اس لیے صرف نیکی کرنا کافی نہیں، بلکہ اخلاص کے ساتھ نیکی کرنا ضروری ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت درد بھرے لہجے میں فرمایا:

شیطان کی ایک بڑی چال یہ بھی ہے کہ وہ انسان کو مایوس کر دیتا ہے۔ جب بندے سے کوئی گناہ ہو جاتا ہے تو وہ کہتا ہے: اب تمہاری بخشش نہیں ہوگی۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ

(سورۃ الزمر:53)

ترجمہ: بے شک اللہ تمام گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے۔

اس لیے اگر کبھی لغزش ہو جائے تو فوراً توبہ کرو، مایوس ہرگز نہ ہو، کیونکہ مایوسی بھی شیطان کا ایک ہتھیار ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت شفقت سے فرمایا:

اپنے گھروں کو شیطان کے لیے آسان جگہ نہ بناؤ۔ قرآن کی تلاوت کو معمول بناؤ، نماز باجماعت کی فکر کرو، والدین کا احترام کرو، بچوں کو سچائی سکھاؤ، حلال رزق کھاؤ، غیبت اور جھوٹ سے بچو، اور ہر روز کچھ وقت اللہ تعالیٰ کے ذکر میں گزارو۔ جس گھر میں اللہ کا ذکر ہوتا ہے وہاں شیطان کمزور پڑ جاتا ہے، اور جس گھر میں غفلت، گناہ اور بے حیائی بڑھ جائے وہاں اس کے وسوسے بھی بڑھ جاتے ہیں۔

حافظ صاحب نے نہایت سوز و گداز کے ساتھ فرمایا:

میرے دوستو! شیطان سے جنگ تلوار کی جنگ نہیں بلکہ ایمان کی جنگ ہے۔ اس جنگ کا ہتھیار تقویٰ ہے، ڈھال اخلاص ہے، روشنی قرآن ہے، رہنما رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے، قوت ذکرِ الٰہی ہے، اور فتح اللہ تعالیٰ کی مدد سے حاصل ہوتی ہے۔ جو شخص ہر روز اپنے نفس کا محاسبہ کرتا ہے، اپنے رب سے دعا مانگتا ہے اور سنتِ نبوی ﷺ پر ثابت قدم رہتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے شیطان کے فریب سے محفوظ رکھتا ہے۔

حافظ صاحب نے عاجزی سے سر جھکا کر فرمایا:

اے میرے عزیزو! کبھی اپنے دشمن کو معمولی نہ سمجھنا، لیکن اس سے ڈرنا بھی نہیں، کیونکہ شیطان اللہ تعالیٰ سے زیادہ طاقتور نہیں۔ اگر تم اللہ تعالیٰ سے اپنا تعلق مضبوط کر لو، قرآن کو اپنا ساتھی بنا لو، ذکر کو اپنی زندگی بنا لو، والدین کی خدمت کرو، بندوں کے حقوق ادا کرو، حسنِ اخلاق اختیار کرو، توبہ کو اپنا معمول بنا لو اور ہر قدم پر رسول اللہ ﷺ کی سنت کو سامنے رکھو، تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے شیطان کی ہر چال ناکام ہو جائے گی اور تم ایمان کے ساتھ اپنے رب کے حضور حاضر ہو گے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں شیطان کے ظاہر و باطن کے تمام وسوسوں سے محفوظ فرمائے، ہمارے دلوں کو ایمان، اخلاص، تقویٰ اور اپنے ذکر کے نور سے بھر دے، اور ہمیں ہر حال میں اپنی اطاعت پر قائم رکھے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے والدین پر اپنی بے پایاں رحمت نازل فرمائے، ہمارے گناہوں کو معاف فرمائے، ہمیں حسنِ اخلاق، حسنِ خاتمہ، جنت الفردوس اور اپنی دائمی رضا نصیب فرمائے۔ آمین۔

ابلیس کی سرکشی اور تکبر کا انجام

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

تمام تعریفیں اس اللہ ربِ ذوالجلال کے لیے ہیں جس کی عظمت کے سامنے ہر بڑائی مٹ جاتی ہے، جس کی کبریائی کے آگے ہر قوت جھک جاتی ہے، جس کی حکمت ہر فیصلہ میں کامل، جس کا عدل ہر حکم میں بے مثال اور جس کی رحمت ہر توبہ کرنے والے کو اپنے دامن میں جگہ دیتی ہے۔ وہی دلوں کو انکساری عطا کرتا ہے، وہی غرور کو توڑتا

ہے اور وہی اپنے عاجز بندوں کو عزت و رفعت سے نوازتا ہے۔

وہی ربِ کریم ہے جس نے انسان کو مٹی سے پیدا کیا، مگر اپنے فضل سے اشرف المخلوقات کا مقام عطا فرمایا۔ وہی ایمان کی دولت دیتا ہے، وہی تقویٰ کی زینت بخشتا ہے، اور وہی اپنے ذکر سے دلوں کو اطمینان عطا فرماتا ہے۔ ہر نعمت اسی کی عطا، ہر بھلائی اسی کا فضل اور ہر کامیابی اسی کی توفیق ہے۔

وہی اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ ہے، جس کے لیے کبریائی زیب دیتی ہے، جس کے لیے عظمت مخصوص ہے، اور جس کے سوا ہر ایک محتاج، کمزور اور فنا ہونے والا ہے۔ تمام حمد، تمام شکر اور تمام بزرگی صرف اسی ذاتِ اقدس کے لیے ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت سنجیدہ انداز میں حاضرین کی طرف دیکھا، پھر چند لمحے خاموش رہ کر فرمایا:

اے میرے عزیزو! اگر تم یہ جاننا چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے خطرناک بیماری کون سی ہے، تو ابلیس کی زندگی کو دیکھ لو۔ اس نے شرک سے پہلے تکبر کیا، نافرمانی سے پہلے خود کو بڑا سمجھا، اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے مقابلے میں اپنی رائے کو ترجیح دی۔ یہی وہ زہر تھا جس نے ایک عبادت گزار کو ہمیشہ کے لیے مردود بنا دیا۔ اس لیے یاد رکھو! گناہ سے پہلے تکبر آتا ہے، اور ہدایت سے پہلے عاجزی۔

حافظ صاحب نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی، پھر نہایت درد بھرے لہجے میں فرمایا:

میرے بھائیو! ابلیس نے ہزاروں سال عبادت کی، فرشتوں کے درمیان رہنے کا شرف پایا، مگر ایک لمحے کا تکبر اس کی ساری عبادتوں پر غالب آ گیا۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم دیا تو اس نے کہا:

قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۚ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ﴿۱۲﴾

(سورۃ الاعراف:12)

ترجمہ: کہنے لگا میں اس سے بہتر ہوں، تُو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اسے مٹی سے پیدا کیا۔

میرے دوستو! غور کرو، ابلیس نے اللہ تعالیٰ کے حکم کو نہیں دیکھا، بلکہ اپنی برتری کو دیکھا۔ جہاں میں آجاتا ہے، وہاں بندگی کمزور پڑنے لگتی ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھرے انداز میں فرمایا:

ایک چھوٹی سی مثال سنو۔ بارش کا پانی ہمیشہ نشیبی زمین میں ٹھہرتا ہے، اونچی چٹان پر نہیں ٹھہرتا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی رحمت بھی عاجز دلوں میں اترتی ہے، متکبر دلوں میں نہیں۔ جو شخص اپنے آپ کو بڑا سمجھنے لگتا ہے، وہ اپنے رب کی عطاؤں سے محروم ہونے لگتا ہے، اور جو اپنے آپ کو اللہ کا محتاج بندہ سمجھتا ہے، اس پر رحمتوں کے دروازے کھلنے لگتے ہیں۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے ابلیس سے فرمایا:

قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ ﴿۷۷﴾ وَّ اِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِيْۤ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۷۸﴾

(سورۃ ص:77-78)

ترجمہ: اللہ نے فرمایا: یہاں سے نکل جا، بے شک تو مردود ہے، اور یقیناً تجھ

پر روزِ جزا تک میری لعنت رہے گی۔

میرے عزیزو! ابلیس کو آگ نے ہلاک نہیں کیا، علم نے ہلاک نہیں کیا، عبادت کی کمی نے ہلاک نہیں کیا، بلکہ تکبر نے ہلاک کیا۔ اس لیے دل میں تکبر کا ایک ذرہ بھی ایمان کے لیے خطرناک ہے۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے چند لمحوں کے بعد فرمایا:

میرے عزیز! کبھی اپنے دل سے یہ سوال کیا ہے کہ کیا میں کسی غریب کو اپنے سے کم سمجھتا ہوں؟ کیا میں کسی کم علم، کمزور یا معمولی آدمی کو حقیر سمجھ کر اس کی عزت کو نظر انداز کرتا ہوں؟ کیا مجھے اپنی عبادت، اپنے علم، اپنے خاندان یا اپنے مال پر غرور ہے؟ اگر ان سوالوں کا جواب ہاں میں ہے تو فوراً اپنے دل کی اصلاح کرو، کیونکہ یہی ابلیس کا راستہ ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت فکر انگیز انداز میں فرمایا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ كِبْرٍ

(صحیح مسلم، حدیث:91)

ترجمہ: جس کے دل میں ذرہ برابر بھی تکبر ہوگا، وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

میرے بھائیو! یہ حدیث ہمیں ڈرانے کے لیے نہیں بلکہ جگانے کے لیے ہے۔ تکبر صرف لباس یا مال کا نہیں ہوتا، علم کا تکبر، عبادت کا تکبر، حسب و نسب کا تکبر، منصب کا تکبر اور رائے کا تکبر بھی اتنا ہی خطرناک ہے۔

حافظ صاحب نے آبدیدہ آنکھوں سے فرمایا:

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، جن کے نام سے بڑی بڑی سلطنتیں لرزتی

تھیں، وہ فرماتے تھے کہ اگر فرات کے کنارے ایک کتا بھی بھوکا مر گیا تو مجھے ڈر ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے سوال کرے گا۔ یہ ہے عاجزی۔ اور ابلیس نے ایک حکم کے مقابلے میں میں بہتر ہوں کہا، یہ ہے تکبر۔ ایک کو اللہ تعالیٰ نے عزت دی، دوسرے کو ہمیشہ کی رسوائی ملی۔

حافظ صاحب نے نہایت درد سے فرمایا:

میرے دوستو! شیطان آج بھی وہی ہتھیار استعمال کرتا ہے جس سے وہ خود تباہ ہوا تھا۔ وہ انسان کے دل میں ڈالتا ہے کہ تم سب سے بہتر ہو، تمہاری بات ہی درست ہے، تمہیں کسی کی نصیحت کی ضرورت نہیں، تم سے غلطی ہو ہی نہیں سکتی۔ جیسے ہی انسان ان خیالات کو قبول کرتا ہے، اس کی اصلاح کے دروازے بند ہونے لگتے ہیں۔

حافظ صاحب نے نہایت شفقت سے فرمایا:

اگر تم تکبر سے بچنا چاہتے ہو تو اپنے رب کو پہچانو۔ جب بندہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کو پہچان لیتا ہے تو اپنی حقیقت بھی جان لیتا ہے۔ وہ یاد کرتا ہے کہ میں مٹی سے پیدا ہوا ہوں، ایک دن مٹی میں دفن ہو جاؤں گا، اور قیامت کے دن اپنے رب کے سامنے جواب دہ بن کر کھڑا ہوں گا۔ پھر غرور کی کوئی جگہ باقی نہیں رہتی۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھرے انداز میں فرمایا:

اپنے والدین کے سامنے عاجزی اختیار کرو، چھوٹوں پر شفقت کرو، بڑوں کا احترام کرو، محتاجوں کے ساتھ بیٹھو، بیماروں کی عیادت کرو، اور جب کوئی تمہیں نصیحت کرے تو اسے اپنے لیے اللہ تعالیٰ کی رحمت سمجھو۔ جس دل میں عاجزی پیدا ہو جاتی ہے، اس دل میں ایمان کی مٹھاس بھی بڑھ جاتی ہے، ذکرِ الٰہی کی لذت بھی پیدا ہوتی ہے اور رسول اللہ ﷺ کی سنت پر چلنا بھی آسان ہو جاتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت سوز و گداز کے ساتھ فرمایا:

یاد رکھو! اللہ تعالیٰ کے نزدیک عزت تکبر میں نہیں بلکہ تقویٰ میں ہے۔ ارشادِ

باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللّٰہِ اَتۡقٰکُمۡ ؕ

(سورۃ الحجرات:13)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔

اس لیے اپنے لباس، دولت، علم یا خاندان پر نہیں بلکہ اپنے تقویٰ، اخلاص اور حسنِ اخلاق پر توجہ دو، اور وہ بھی صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے۔

حافظ صاحب نے عاجزی سے سر جھکا کر فرمایا:

اے اللہ کے بندو! ابلیس کی کہانی صرف ایک قصہ نہیں بلکہ قیامت تک آنے والے ہر انسان کے لیے آئینہ ہے۔ جو تکبر کرے گا، وہ ابلیس کے راستے پر چلے گا، اور جو عاجزی اختیار کرے گا، وہ انبیاء علیہم السلام، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم، اولیائے کرام اور صالحین کے راستے پر چلے گا۔ اپنے دل کو ہر روز محاسبے کے آئینے میں دیکھو، اپنے نفس کو توبہ سے پاک کرو، اللہ تعالیٰ کے ذکر سے دل کو زندہ رکھو، رسول اللہ ﷺ کی سنت کو اپنی زندگی کا معیار بناؤ، والدین کی خدمت کرو، بندوں کے حقوق ادا کرو، اور ہمیشہ یہ دعا مانگو کہ اے اللہ! میرے دل کو تکبر سے پاک فرما اور اپنی بندگی کی مٹھاس عطا فرما۔

اللہ تعالیٰ ہمیں تکبر، خود پسندی، غرور اور ریا سے محفوظ فرمائے، عاجزی، اخلاص، تقویٰ، محبتِ الٰہی، محبتِ رسول اللہ ﷺ اور حسنِ اخلاق کی دولت عطا فرمائے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں کو اپنے ذکر سے زندہ رکھے، ہمارے نفس کا تزکیہ فرمائے، ہمارے والدین پر اپنی رحمت نازل فرمائے، ہمیں بندوں کے حقوق ادا کرنے کی توفیق دے، ایمان پر ثابت قدم رکھے، حسنِ خاتمہ عطا فرمائے اور جنت

الفردوس میں اپنے مقرب بندوں کی معیت نصیب فرمائے۔ آمین۔

حسدِ ابلیس اور عداوتِ شیطان

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

تمام حمد وثنا اس اللہ ربِ کریم کے لیے ہے جو دلوں کے بھید جاننے والا، نیتوں کو پرکھنے والا، ہدایت کا نور عطا فرمانے والا اور اپنی رحمت سے بندوں کو حسد، کینہ اور شیطانی وسوسوں سے نجات دینے والا ہے۔ وہی پاک ذات ہے جس نے محبت کو ایمان کی زینت، اخلاص کو اعمال کی روح، تقویٰ کو عزت کا لباس اور اپنے ذکر کو دلوں کا اطمینان بنایا۔

وہی اللہ ہے جس کے فضل سے محروم کوئی کامیاب نہیں ہوسکتا اور جس کی رحمت کے بغیر کوئی نجات نہیں پاسکتا۔ اس کا عدل کامل، اس کا کرم بے پایاں، اس کی حکمت بے مثال اور اس کی ربوبیت تمام جہانوں پر محیط ہے۔ وہی بندوں کے دلوں کو نورِ ایمان سے آباد کرتا ہے اور انہی دلوں کو اپنی معرفت سے زندگی عطا فرماتا ہے۔

وہی وحدہٗ لاشریک ہے، وہی مالکِ ارض وسما، وہی غفار، وہی ستار، وہی تواب اور وہی ودود ہے۔ تمام عظمتیں، تمام کبریائیاں، تمام تعریفیں اور ہر قسم کی حمد صرف اسی ذاتِ اقدس کے لیے ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت درد بھری نگاہ سے حاضرین کی طرف دیکھا، پھر آہستہ آواز میں فرمایا:

اے میرے عزیزو! شیطان کی پہلی نافرمانی تکبر تھی، لیکن اس کے دل میں جو آگ بھڑکی، وہ حسد کی آگ تھی۔ تکبر نے اسے سجدہ کرنے سے روکا، اور حسد نے

اسے حضرت آدم علیہ السلام کا ہمیشہ کا دشمن بنا دیا۔ یاد رکھو! حسد وہ آگ ہے جو پہلے حسد کرنے والے کے اپنے دل کو جلاتی ہے، پھر دوسروں کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتی ہے۔

حافظ صاحب نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی، پھر فرمایا:

میرے بھائیو! جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو عزت بخشی، فرشتوں کو سجدے کا حکم دیا اور انہیں علم کی فضیلت عطا فرمائی تو ابلیس اس نعمت کو برداشت نہ کر سکا۔ اس نے یہ نہیں سوچا کہ اللہ تعالیٰ جسے چاہے عزت دے، بلکہ اس کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ آدم علیہ السلام کو یہ مقام کیوں ملا؟ یہی حسد تھا، اور یہی حسد اس کی دائمی محرومی کا سبب بن گیا۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

قرآنِ مجید میں ابلیس نے کہا:

لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ۙ﴿۱۶﴾
ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَ مِنْ
خَلْفِهِمْ وَ عَنْ اَيْمَانِهِمْ وَ عَنْ
شَمَآئِلِهِمْ ؕ

(سورۃ الاعراف:16-17)

ترجمہ: میں ضرور تیرے سیدھے راستے پر ان کی گھات میں بیٹھوں گا، پھر میں ضرور ان کے سامنے سے، ان کے پیچھے سے، ان کی دائیں جانب سے اور ان کی بائیں جانب سے ان کے پاس آؤں گا۔

میرے دوستو! غور کرو، شیطان نے انسان کے جسم کو نہیں بلکہ اس کے ایمان کو نشانہ بنایا۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھرے انداز میں فرمایا:

ایک آسان سی مثال سنو۔ اگر ایک چنگاری خشک گھاس میں گر جائے تو آہستہ آہستہ پورا کھیت جل جاتا ہے۔ حسد بھی ایسی ہی چنگاری ہے۔ ابتدا میں یہ صرف ایک خیال ہوتا ہے کہ اس کے پاس یہ نعمت کیوں ہے؟ پھر یہی خیال ناراضی بنتا ہے، پھر دشمنی بنتا ہے، پھر ظلم کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ اگر شروع ہی میں اسے استغفار اور شکر سے نہ بجھایا جائے تو یہ دل کی ساری نیکیاں جلا دیتا ہے۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے چند لمحوں کے بعد فرمایا:

میرے عزیز! کبھی اپنے دل سے یہ سوال کیا ہے کہ جب تم کسی مسلمان کو کامیاب دیکھتے ہو تو تمہارے دل میں خوشی پیدا ہوتی ہے یا بے چینی؟ جب کسی کو اللہ تعالیٰ نعمت عطا فرماتا ہے تو تم اس کے لیے دعا کرتے ہو یا دل ہی دل میں اس نعمت کے زوال کی خواہش کرتے ہو؟ یہی سوال تمہیں بتا دے گا کہ تمہارے دل میں ایمان کی روشنی زیادہ ہے یا حسد کی تاریکی۔

حافظ صاحب نے نہایت درد بھرے لہجے میں فرمایا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِيَّاكُمْ وَالْحَسَدَ، فَإِنَّ الْحَسَدَ يَأْكُلُ الْحَسَنَاتِ كَمَا تَأْكُلُ النَّارُ الْحَطَبَ

(سنن ابی داؤد، حدیث:4903)

ترجمہ: حسد سے بچو، کیونکہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جیسے آگ لکڑی

کو کھا جاتی ہے۔

میرے بھائیو! انسان سالہا سال عبادت کرتا ہے، مگر اگر دل میں حسد کو جگہ دے دے تو وہ اپنے ہی اعمال کے خزانے کو نقصان پہنچاتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت شفقت سے فرمایا:

شیطان کی عداوت صرف یہ نہیں کہ وہ گناہ کی دعوت دیتا ہے، بلکہ وہ مسلمانوں کے درمیان نفرت پیدا کرتا ہے، بھائی کو بھائی سے جدا کرتا ہے، شوہر اور بیوی کے درمیان بدگمانی پیدا کرتا ہے، دوستوں کے درمیان کینہ ڈالتا ہے، والدین اور اولاد کے تعلقات میں دراڑ پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس کی خوشی اسی میں ہے کہ دل اللہ تعالیٰ کے ذکر سے ہٹ کر ایک دوسرے کی دشمنی میں لگ جائیں۔

حافظ صاحب نے آبدیدہ آنکھوں سے فرمایا:

حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کے دل میں بھی حسد نے جگہ بنائی، یہاں تک کہ انہوں نے اپنے ہی بھائی کو کنویں میں ڈال دیا۔ بعد میں انہیں اپنی غلطی کا احساس ہوا اور انہوں نے توبہ کی۔ اس واقعے میں ہمارے لیے سبق ہے کہ حسد اگر قابو میں نہ رکھا جائے تو انسان سے ایسے کام بھی کرا دیتا ہے جن کا وہ کبھی تصور بھی نہیں کرتا۔

حافظ صاحب نے نہایت فکر انگیز انداز میں فرمایا:

میرے دوستو! حسد کا علاج یہ نہیں کہ دوسروں کی نعمتیں ختم ہو جائیں، بلکہ اس کا علاج یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کی تقسیم پر راضی ہو جائے۔ جو شخص یہ یقین رکھتا ہے کہ ہر نعمت اللہ تعالیٰ کی عطا ہے اور وہ جسے چاہے، جتنا چاہے عطا فرمائے، اس کے دل میں حسد نہیں ٹھہرتا۔ وہاں شکر پیدا ہوتا ہے، محبت پیدا ہوتی ہے اور خیر خواہی پیدا ہوتی ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت سے فرمایا:

اگر تم اپنے دل کو شیطان کی عداوت سے محفوظ رکھنا چاہتے ہو تو قرآنِ کریم سے تعلق مضبوط کرو، رسول اللہ ﷺ پر کثرت سے درود بھیجو، صبح و شام کے اذکار کو معمول بناؤ، استغفار کرتے رہو، والدین کی خدمت کرو، بندوں کے حقوق ادا کرو، اور جب کسی مسلمان کو نعمت ملے تو دل سے دعا دو: اے اللہ! اس میں برکت عطا فرما، اور مجھے بھی اپنے فضل سے عطا فرما۔ یہ دعا حسد کو ختم کرتی ہے اور محبت کو بڑھاتی ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت سوز و گداز کے ساتھ فرمایا:

اے اللہ کے بندو! یاد رکھو، شیطان چاہتا ہے کہ تمہارا دل اللہ تعالیٰ سے ہٹ کر مخلوق میں الجھ جائے، تم دوسروں کی نعمتوں کو دیکھتے رہو اور اپنی نعمتوں کو بھول جاؤ۔ لیکن مومن کا دل ایسا نہیں ہوتا۔ وہ اپنے رب کی عطاؤں پر شکر کرتا ہے، دوسروں کے لیے خیر چاہتا ہے، اپنی اصلاح میں مشغول رہتا ہے، توبہ کو اپنا ساتھی بناتا ہے، تقویٰ کو اپنا لباس بناتا ہے اور محبتِ رسول اللہ ﷺ کو اپنی زندگی کی روشنی بنا لیتا ہے۔ یہی وہ راستہ ہے جو شیطان کی ہر چال کو ناکام بنا دیتا ہے۔

حافظ صاحب نے عاجزی سے سر جھکا کر فرمایا:

میرے عزیزو! اپنے دل کو ہر روز دیکھو۔ اگر اس میں حسد کی کوئی چنگاری محسوس ہو تو فوراً اللہ تعالیٰ کے حضور جھک جاؤ، استغفار کرو، اس شخص کے لیے دعا کرو جس سے حسد پیدا ہوا ہے، اور اپنے دل کو ذکرِ الٰہی سے بھر دو۔ جب دل اللہ تعالیٰ کی محبت سے آباد ہو جاتا ہے تو شیطان کی عداوت کمزور پڑ جاتی ہے، حسد محبت میں بدل جاتا ہے، اور انسان اپنے رب کے قریب ہوتا چلا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں حسد، کینہ، بغض، تکبر اور شیطان کے تمام وسوسوں سے محفوظ فرمائے، ہمارے دلوں کو اخلاص، محبت، خیر خواہی، تقویٰ اور نورِ ایمان سے بھر دے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے والدین پر اپنی بے پایاں رحمت نازل فرمائے، ہمارے دلوں کو اپنی یاد سے زندہ رکھے، ہمیں بندوں کے حقوق ادا کرنے کی توفیق دے، حسنِ

خاتمہ عطا فرمائے، جنت الفردوس نصیب فرمائے اور اپنی دائمی رضا سے سرفراز فرمائے۔آمین۔

شیطانی وسوسے اور ان کا علاج

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

تمام حمد و ثنا اس اللہ ربِ کریم کے لیے ہے جس نے اپنے نور سے دلوں کی تاریکیوں کو روشن فرمایا، اپنی ہدایت سے بھٹکے ہوئے قدموں کو سیدھا راستہ عطا کیا، اپنی رحمت سے توبہ کرنے والوں کو گلے لگایا اور اپنے ذکر کو اہلِ ایمان کے لیے سکونِ قلب کا خزانہ بنایا۔ وہی ہر دل کی کیفیت جاننے والا، ہر آہ کو سننے والا اور ہر مخلص دعا کو قبول فرمانے والا ہے۔

وہی رحمٰن ہے جس کی رحمت سمندروں سے زیادہ وسیع، وہی رحیم ہے جس کا کرم بندوں کی خطاؤں سے کہیں بڑھ کر ہے۔ وہی مالکِ حقیقی ہے جو بندوں کو شیطان کے فریب سے بچنے کی توفیق دیتا ہے، ان کے ایمان کی حفاظت فرماتا ہے اور انہیں اپنی محبت کے نور سے زندہ رکھتا ہے۔

وہی اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ ہے، جس کے سامنے ہر قوت عاجز، ہر تدبیر محتاج اور ہر مخلوق بے بس ہے۔ اسی کی کبریائی کامل، اسی کی بادشاہی دائمی اور اسی کی بندگی انسان کی حقیقی کامیابی ہے۔ ہر تعریف، ہر بزرگی اور ہر حمد صرف اسی کے لیے ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت شفقت سے حاضرین کی طرف دیکھا، پھر آہستہ آواز میں فرمایا:

اے میرے عزیزو! شیطان انسان کے دل پر تلوار سے حملہ نہیں کرتا، بلکہ

وسوسوں سے حملہ کرتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ اگر دل پر قبضہ ہو جائے تو زبان بھی اسی کے مطابق بولے گی، آنکھیں بھی ویسا ہی دیکھیں گی، ہاتھ بھی ویسا ہی کریں گے اور قدم بھی اسی طرف اٹھیں گے۔ اس لیے وہ سب سے پہلے دل کے دروازے پر دستک دیتا ہے۔ اگر بندہ غافل ہو جائے تو وہ وسوسہ آہستہ آہستہ ارادے میں، ارادہ عمل میں اور عمل عادت میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

حافظ صاحب نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی، پھر نہایت درد بھرے لہجے میں فرمایا:

میرے بھائیو! قرآنِ مجید نے شیطان کی اس چال کو واضح فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ ۙ الْخَنَّاسِ ۝۴ الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۙ ۝۵

(سورۃ الناس: 4-5)

ترجمہ: اس وسوسہ ڈالنے والے، چھپ جانے والے (شیطان) کے شر سے، جو لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتا ہے۔

میرے دوستو! غور کرو، شیطان دل میں وسوسہ ڈالتا ہے، لیکن جب بندہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے تو وہ پیچھے ہٹ جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسے الخناس کہا گیا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھرے انداز میں فرمایا:

ایک آسان سی مثال سنو۔ اگر کسی گھر کی کھڑکی روز کھلی رہے تو گرد و غبار اندر آتا ہی رہے گا۔ لیکن اگر روزانہ صفائی کی جائے تو گھر صاف رہتا ہے۔ دل بھی ایک گھر ہے۔ اگر اسے ذکرِ الٰہی، قرآنِ مجید، استغفار اور درودِ شریف سے صاف نہ رکھا جائے

تو شیطانی وسوسے اس میں جمع ہونے لگتے ہیں۔ جب دل آباد ہو تو شیطان کے لیے جگہ کم رہ جاتی ہے۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے چند لمحوں کے بعد فرمایا:

میرے عزیز! کبھی اپنے دل سے یہ سوال کیا ہے کہ جب تم عبادت کے لیے کھڑے ہوتے ہو تو اچانک دنیا بھر کے خیالات کیوں آنے لگتے ہیں؟ جب قرآن پڑھنے بیٹھتے ہو تو سستی کیوں محسوس ہوتی ہے؟ جب گناہ کا موقع آتا ہے تو دل اسے معمولی کیوں سمجھنے لگتا ہے؟ کیا تم نے کبھی سوچا کہ ان خیالات کے پیچھے کون ہے؟ ان سوالوں پر غور کرو، کیونکہ محاسبۂ نفس ہی بیداری کی ابتدا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

رسول اللہ ﷺ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم بھی کبھی کبھی ایسے وسوسوں سے پریشان ہو جاتے تھے۔ انہوں نے عرض کیا کہ ہمارے دلوں میں ایسے خیالات آتے ہیں جنہیں زبان پر لانا بھی مشکل محسوس ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ذَاكَ صَرِيحُ الْإِيمَانِ

(صحیح مسلم، حدیث:132)

ترجمہ: یہ خالص اور واضح ایمان کی علامت ہے۔

یہ ایمان کی علامت ہے۔ یعنی جب مومن ان وسوسوں کو برا سمجھے اور ان سے نفرت کرے تو یہ اس کے ایمان کی دلیل ہے، نہ کہ اس کے ایمان کے ختم ہونے کی۔

حافظ صاحب نے نہایت فکر انگیز انداز میں فرمایا:

میرے بھائیو! شیطان کے وسوسے کئی شکلوں میں آتے ہیں۔ کبھی وہ کہتا ہے: ابھی جوانی ہے، عبادت بڑھاپے میں کر لینا۔ کبھی کہتا ہے: تمہارے گناہ بہت زیادہ ہیں، اب تمہاری بخشش نہیں ہوگی۔ کبھی دل میں تکبر ڈالتا ہے کہ تم سب سے بہتر ہو۔

کبھی حسد پیدا کرتا ہے، کبھی غصہ بھڑکاتا ہے، کبھی ریا پیدا کرتا ہے، اور کبھی دنیا کی محبت کو آخرت پر غالب کر دیتا ہے۔ اس لیے ہر وسوسے کو پہچاننا بھی ایمان کی حفاظت کا حصہ ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت درد سے فرمایا:

وسوسے کا سب سے مؤثر علاج اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آنا ہے۔ جب بھی دل میں کوئی برا خیال آئے، فوراً کہو:

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ۔

یعنی: میں مردود شیطان سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا:

وَ اِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝۲۰۰

(سورۃ الاعراف:200)

ترجمہ: اور اگر شیطان کی طرف سے تمہیں کوئی اکساہٹ یا وسوسہ پہنچے تو فوراً اللہ کی پناہ مانگو، بے شک وہ خوب سننے والا، خوب جاننے والا ہے۔

حافظ صاحب نے آبدیدہ آنکھوں سے فرمایا:

میرے عزیزو! ذکرِ الٰہی شیطان کے لیے سب سے بڑا زہر ہے۔ جو زبان سبحان اللہ، الحمدللہ، لا إلٰہ إلا اللہ، اللہ اکبر اور استغفر اللہ سے تر رہتی ہے، اس کے دل پر شیطان آسانی سے قبضہ نہیں کر سکتا۔ اسی طرح درودِ پاک کی کثرت دل کو نورانی کرتی ہے اور رسول اللہ ﷺ کی محبت کو تازہ رکھتی ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت شفقت سے فرمایا:

اپنے گھروں کو بھی وسوسوں سے بچاؤ۔ نماز کو وقت پر ادا کرو، قرآنِ مجید کی تلاوت کرو، صبح وشام کے مسنون اذکار پڑھو، بچوں کو اللہ تعالیٰ کا نام لینا سکھاؤ، حلال رزق کھاؤ، غیبت، جھوٹ اور بے حیائی سے اپنے ماحول کو پاک رکھو۔ جس گھر میں اللہ کا ذکر زندہ ہوتا ہے، وہاں شیطان کی چالیں کمزور پڑ جاتی ہیں۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھرے انداز میں فرمایا:

اگر کبھی وسوسہ بار بار آئے تو اس سے بحث مت کرو۔ اسے دل میں جگہ نہ دو، بلکہ فوراً اپنا دھیان اللہ تعالیٰ کی طرف پھیر دو، وضو کرلو، دو رکعت نماز پڑھ لو، قرآن کی چند آیات تلاوت کرلو یا کسی نیک عمل میں مشغول ہو جاؤ۔ شیطان چاہتا ہے کہ تم اس کے وسوسوں میں الجھ کر کمزور ہو جاؤ، جبکہ مومن اپنے رب کی طرف رجوع کر کے مضبوط ہو جاتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت سوز و گداز کے ساتھ فرمایا:

اے اللہ کے بندو! یاد رکھو، شیطان کے وسوسوں سے نجات صرف علم سے نہیں بلکہ عمل سے ملتی ہے۔ اگر تم اخلاص اختیار کرو، تقویٰ کو اپنا لباس بناؤ، والدین کی خدمت کرو، بندوں کے حقوق ادا کرو، نماز کی حفاظت کرو، قرآن سے تعلق مضبوط کرو، ہر روز اپنے نفس کا محاسبہ کرو اور ہر لغزش کے بعد فوراً توبہ کرو، تو اللہ تعالیٰ تمہارے دل کو ایسا نور عطا فرمائے گا کہ شیطان کی تاریکیاں اس میں ٹھہر نہ سکیں گی۔ ایمان کا چراغ جتنا روشن ہوگا، وسوسوں کا اندھیرا اتنا ہی کم ہوتا جائے گا۔

حافظ صاحب نے عاجزی سے سر جھکا کر فرمایا:

میرے عزیزو! اپنے دل کی حفاظت دنیا کی ہر حفاظت سے زیادہ ضروری سمجھو۔ مال چوری ہو جائے تو دوبارہ آ سکتا ہے، صحت کمزور ہو جائے تو واپس آ سکتی ہے، لیکن اگر ایمان کمزور ہو جائے تو سب کچھ خطرے میں پڑ جاتا ہے۔ اس لیے ہر صبح اللہ تعالیٰ سے اپنے ایمان کی سلامتی مانگو، ہر شام استغفار کرو، رسول اللہ ﷺ کی سنت کو

مضبوطی سے تھامے رکھو، اور یقین رکھو کہ جو بندہ اپنے رب کے ساتھ سچا ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے شیطان کے ہر مکر اور ہر وسوسے سے محفوظ فرما دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں شیطان کے ظاہر و باطن کے تمام وسوسوں سے محفوظ فرمائے، ہمارے دلوں کو اپنے ذکر، اپنی محبت، اپنے نور، اخلاص، تقویٰ اور محبتِ رسول اللہ ﷺ سے ہمیشہ آباد رکھے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے والدین پر اپنی بے پایاں رحمت نازل فرمائے، ہمارے گناہوں کو معاف فرمائے، ہمارے نفس کا تزکیہ فرمائے، ہمیں حسنِ اخلاق، حسنِ خاتمہ، جنت الفردوس اور اپنی دائمی رضا نصیب فرمائے۔ آمین۔

نفس اور شیطان کے حملے

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

تمام حمد اس اللہ ربِ کریم کے لیے ہے جس نے انسان کو ایمان کی دولت عطا فرمائی، حق و باطل میں فرق کرنے کی بصیرت بخشی، اپنے ذکر کو دلوں کی حیات بنایا اور اپنی رحمت سے توبہ کرنے والوں کے لیے مغفرت کے دروازے ہمیشہ کھلے رکھے۔ وہی بندوں کے ظاہر و باطن کا جاننے والا، ان کے دلوں کے رازوں سے واقف اور ان کی کمزوریوں پر رحم فرمانے والا ہے۔

وہی رحمٰن و رحیم ہے جس کی رحمت ہر لغزش پر سبقت لے جاتی ہے، جس کی حکمت ہر امتحان میں پوشیدہ ہے، جس کی قدرت ہر چیز پر غالب ہے اور جس کی محبت ہر سچے بندے کے لیے دنیا و آخرت کی سب سے بڑی نعمت ہے۔ وہی اپنے فضل سے نفس کی سرکشی کو مغلوب کرتا ہے اور شیطان کے فریب سے اپنے بندوں کی حفاظت

فرماتا ہے۔

وہی اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ ہے، جس کے حکم کے بغیر نہ کوئی فائدہ پہنچ سکتا ہے اور نہ کوئی نقصان۔ وہی دلوں کو ہدایت دیتا ہے، وہی استقامت عطا فرماتا ہے، اور وہی اپنے بندوں کو ایمان پر قائم رکھتا ہے۔ تمام تعریفیں، تمام عظمتیں، تمام کبریائیاں اور تمام حمد صرف اسی ذاتِ اقدس کے لیے ہیں۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت اور شفقت سے حاضرین کی طرف دیکھا، پھر آہستہ سے فرمایا:

اے میرے عزیزو! انسان کے دو ایسے دشمن ہیں جو اکثر ایک دوسرے کے ساتھی بن جاتے ہیں۔ ایک دشمن باہر ہے، وہ شیطان ہے، اور ایک دشمن اندر ہے، وہ نفس ہے۔ شیطان راستہ دکھاتا ہے، مگر نفس قدم بڑھاتا ہے۔ شیطان وسوسہ ڈالتا ہے، مگر نفس اسے قبول کرتا ہے۔ اگر نفس پاکیزہ ہو تو شیطان کے وسوسے کمزور پڑ جاتے ہیں، اور اگر نفس خواہشات کا غلام بن جائے تو شیطان کو محنت بھی نہیں کرنی پڑتی۔

حافظ صاحب نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی، پھر نہایت فکر انگیز انداز میں فرمایا:

میرے بھائیو! اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کی زبان سے ہمیں ایک عظیم حقیقت سکھائی۔ ارشاد ہوا:

وَ مَآ اُبَرِّئُ نَفْسِیْ ۚ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ

(سورۃ یوسف:53)

ترجمہ: اور میں اپنے نفس کو بے قصور نہیں ٹھہراتا، بے شک نفس تو برائی پر بہت ابھارنے والا ہے، مگر جس پر میرا رب رحم فرمائے۔

میرے دوستو! اگر اللہ کے برگزیدہ نبی نفس کے خطرے سے آگاہ کرتے ہیں تو ہمیں اپنے نفس سے کتنی زیادہ ہوشیاری اختیار کرنی چاہیے۔

حافظ صاحب نے نہایت درد بھرے لہجے میں فرمایا:

شیطان کبھی انسان کو مجبور نہیں کرتا، بلکہ صرف دعوت دیتا ہے۔ وہ خوبصورت الفاظ میں گناہ کو مزین کرتا ہے، برائی کو آسان بنا کر دکھاتا ہے، اور نیکی کو مشکل محسوس کراتا ہے۔ پھر نفس کہتا ہے: صرف ایک بار، ابھی وقت ہے، بعد میں توبہ کر لیں گے، سب لوگ یہی کرتے ہیں۔ اس طرح انسان آہستہ آہستہ اپنے رب سے دور ہونے لگتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھرے انداز میں فرمایا:

ایک معمولی سی مثال سنو۔ اگر ایک کشتی کے باہر پانی ہو تو وہ محفوظ رہتی ہے، لیکن اگر وہی پانی کشتی کے اندر داخل ہو جائے تو کشتی ڈوبنے لگتی ہے۔ اسی طرح شیطان باہر کا دشمن ہے، لیکن جب اس کے وسوسے نفس کے اندر جگہ بنا لیتے ہیں تو ایمان خطرے میں پڑ جاتا ہے۔ اس لیے اصل حفاظت دل اور نفس کی حفاظت ہے۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے چند لمحوں کے بعد فرمایا:

میرے عزیز! کبھی اپنے دل سے یہ سوال کیا ہے کہ جب تمہیں کوئی گناہ اپنی طرف کھینچتا ہے تو تمہارا دل اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے یا نفس کی خواہش کو؟ جب تمہارے سامنے حلال اور حرام دونوں موجود ہوں تو تمہارا فیصلہ کس بنیاد پر ہوتا ہے؟ یہ سوال تمہیں تمہارے نفس کی کیفیت بتا دے گا۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اَلْكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهُ، وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ

(جامع الترمذی، حدیث:2459)

ترجمہ: عقل مند وہ ہے جو اپنے نفس کا محاسبہ کرے اور موت کے بعد کی زندگی کے لیے عمل کرے۔

میرے بھائیو! مومن ہر رات سونے سے پہلے اپنے نفس سے پوچھتا ہے کہ آج میں نے اپنے رب کو راضی کیا یا ناراض؟ میں نے کسی کا دل تو نہیں دکھایا؟ میں نے والدین کے حقوق ادا کیے یا نہیں؟ یہی محاسبہ نفس کی اصلاح کا آغاز ہے۔

حافظ صاحب نے آبدیدہ آنکھوں سے فرمایا:

نفس اور شیطان کا ایک بڑا حملہ غفلت ہے۔ جب بندہ ذکرِ الٰہی چھوڑ دیتا ہے، نماز میں سستی کرتا ہے، قرآن سے دور ہو جاتا ہے، توبہ کو مؤخر کرتا ہے اور دنیا کی محبت میں گم ہو جاتا ہے، تو شیطان خوش ہوتا ہے، کیونکہ اسے معلوم ہے کہ اب دل خالی ہو گیا ہے۔ خالی دل میں وسوسے جلد جگہ بنا لیتے ہیں۔

حافظ صاحب نے نہایت شفقت سے فرمایا:

میرے دوستو! نفس کی خواہش ہمیشہ آسان راستہ دکھاتی ہے، لیکن ایمان صبر کا راستہ دکھاتا ہے۔ نفس کہتا ہے: بدلہ لے لو، ایمان کہتا ہے: معاف کر دو۔ نفس کہتا ہے: حرام طریقے سے جلدی مال حاصل کرو، ایمان کہتا ہے: حلال کم ہو مگر بابرکت ہو۔ نفس کہتا ہے: نماز بعد میں پڑھ لینا، ایمان کہتا ہے: اللہ تعالیٰ کی پکار پر فوراً لبیک کہو۔ یہی انسان کی اصل جنگ ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت سے فرمایا:

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ اپنا محاسبہ خود کر لو، اس

سے پہلے کہ تمہارا محاسبہ کیا جائے۔ یہ جملہ ہر مومن کی زندگی کا اصول ہونا چاہیے۔ جو شخص اپنے نفس کا محاسبہ کرتا رہتا ہے، وہ شیطان کے حملوں سے بہت حد تک محفوظ رہتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت درد بھرے لہجے میں فرمایا:

نفس اور شیطان کے حملوں کا علاج صرف ایک عمل نہیں بلکہ پوری زندگی کا نظام ہے۔ نماز کو مضبوطی سے تھام لو، قرآن کو اپنا ساتھی بنا لو، صبح و شام کے اذکار کو معمول بنا لو، استغفار کو زبان سے جدا نہ ہونے دو، والدین کی خدمت کو سعادت سمجھو، بندوں کے حقوق ادا کرو، نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرو اور ہر روز کچھ وقت تنہائی میں اپنے رب کے سامنے اپنے دل کا حال بیان کرو۔ یہ اعمال دل کے گرد ایسا مضبوط حصار بنا دیتے ہیں کہ شیطان کے حملے کمزور پڑ جاتے ہیں۔

حافظ صاحب نے نہایت سوز و گداز کے ساتھ فرمایا:

اے اللہ کے بندو! یاد رکھو، نفس کو بھوکا رکھنا مراد صرف کھانے میں کمی کرنا نہیں، بلکہ اس کی ناجائز خواہشات کو پورا نہ کرنا بھی ہے۔ اگر نفس غصے پر ابھارے تو صبر کرو، اگر حسد کی دعوت دے تو دعا کرو، اگر تکبر پیدا کرے تو عاجزی اختیار کرو، اگر شہرت چاہے تو اخلاص اختیار کرو۔ ہر مرتبہ جب تم اپنے نفس کی ناجائز خواہش کو اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر چھوڑتے ہو، تمہارا ایمان مضبوط ہوتا ہے اور تم اپنے رب کے قریب ہوتے جاتے ہو۔

حافظ صاحب نے عاجزی سے سر جھکا کر فرمایا:

اے میرے عزیزو! اپنی زندگی کی سب سے بڑی جنگ دوسروں سے نہیں بلکہ اپنے نفس سے لڑو۔ شیطان کو شکست تلوار سے نہیں بلکہ تقویٰ سے دی جاتی ہے، اور نفس کو زنجیروں سے نہیں بلکہ ذکرِ الٰہی، محبتِ رسول اللہ ﷺ، اخلاص، صبر، شکر، توبہ اور مسلسل محاسبۂ نفس سے قابو کیا جاتا ہے۔ جو شخص اس جہاد میں کامیاب ہو گیا، وہ دنیا

میں بھی کامیاب ہے اور آخرت میں بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے سرخرو ہوگا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں نفس کے شر، شیطان کے مکر، خواہشات کی غلامی اور ہر قسم کے فتنوں سے محفوظ فرمائے، ہمارے دلوں کو ایمان، اخلاص، تقویٰ، ذکرِ الٰہی اور محبتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منور فرمائے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے والدین پر اپنی رحمت نازل فرمائے، ہمیں بندوں کے حقوق ادا کرنے، اپنے نفس کا محاسبہ کرنے، حسنِ خاتمہ کے ساتھ دنیا سے رخصت ہونے اور جنت الفردوس میں اپنے مقرب بندوں کی رفاقت نصیب فرمائے۔ آمین۔

شیطان کے ہتھکنڈے اور دھوکا

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

تمام حمد اس اللہ ربِ عظیم کے لیے ہے جو حق کو روشن چراغ، باطل کو بے نقاب کرنے والا، دلوں کو ایمان سے منور کرنے والا اور اپنی رحمت سے گمراہ ہونے والوں کے لیے بھی توبہ کا دروازہ کھلا رکھنے والا ہے۔ وہی بندوں کو اپنی معرفت کی دولت عطا فرماتا ہے، اپنے ذکر سے سینوں کو سکون بخشتا ہے اور اپنی اطاعت میں دنیا و آخرت کی کامیابی رکھتا ہے۔

وہی ربِ کریم ہے جس کا علم ظاہر و باطن کو محیط ہے، جس کی قدرت ہر شے پر غالب ہے، جس کی حکمت ہر فیصلے میں کامل ہے اور جس کا فضل ہر سانس کے ساتھ بندوں پر نازل ہو رہا ہے۔ وہی اپنے نیک بندوں کو شیطان کے فریب سے محفوظ رکھتا ہے اور ان کے دلوں کو اخلاص، تقویٰ اور محبتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آباد فرماتا ہے۔

وہی اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ ہے، جس کے سامنے ہر بادشاہ محتاج، ہر طاقتور کمزور

اور ہر عقل عاجز ہے۔ وہی عزت دینے والا، وہی ہدایت دینے والا، وہی مغفرت فرمانے والا اور وہی بندوں کا حقیقی کارساز ہے۔ تمام تعریفیں، تمام کبریائیاں اور تمام بزرگیاں صرف اسی کے لیے ہیں۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھری نگاہ سے حاضرین کی طرف دیکھا، پھر گہری سانس لے کر فرمایا:

اے میرے عزیزو! شیطان کھلے میدان میں آ کر یہ نہیں کہتا کہ آؤ، اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرو۔ اگر وہ ایسا کہے تو شاید ہی کوئی اس کی بات مانے۔ وہ تو دھوکے کا تاجر ہے، فریب کا ماہر ہے، وہ گناہ کو خوشنما لباس پہناتا ہے، برائی کو نیکی کے پردے میں چھپاتا ہے، اور انسان کو یوں محسوس کراتا ہے کہ وہ درست راستے پر ہے، حالانکہ وہ آہستہ آہستہ ہلاکت کی طرف بڑھ رہا ہوتا ہے۔

حافظ صاحب نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی، جیسے دل پر قرآن کی روشنی اتر رہی ہو، پھر فرمایا:

میرے بھائیو! اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں شیطان کے بارے میں فرمایا:

وَ لَا یَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ﴿۳۳﴾

(سورۃ لقمان:33)

ترجمہ: اور دھوکا دینے والا تمہیں اللہ کے بارے میں ہرگز دھوکے میں نہ ڈالے۔

میرے دوستو! شیطان کا سب سے خطرناک ہتھکنڈا یہی ہے کہ وہ انسان کو دھوکے میں رکھتا ہے۔ کبھی گناہ کو معمولی بنا دیتا ہے، کبھی نیکی کو مشکل دکھاتا ہے، کبھی توبہ کو کل پر ٹال دیتا ہے، اور کبھی اللہ تعالیٰ کی رحمت کا غلط مفہوم دے کر انسان کو بے خوف بنا دیتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت درد بھرے لہجے میں فرمایا:

شیطان انسان کے پاس ہر ایک کی طبیعت کے مطابق آتا ہے۔ جو مال کا شوقین ہو، اسے مال کے ذریعے آزماتا ہے۔ جو شہرت چاہے، اسے ریا میں مبتلا کرتا ہے۔ جو علم رکھتا ہو، اس میں تکبر پیدا کرتا ہے۔ جو عبادت گزار ہو، اس کے دل میں عجب اور خود پسندی ڈال دیتا ہے۔ اس کا مقصد صرف ایک ہے کہ کسی نہ کسی طرح بندے کا تعلق اللہ تعالیٰ سے کمزور کر دیا جائے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھرے انداز میں فرمایا:

ایک سادہ سی مثال سنو۔ ایک ماہی گیر مچھلی کو پکڑنے کے لیے کانٹا کھلا نہیں رکھتا، بلکہ اس پر لذیذ چارہ لگا دیتا ہے۔ مچھلی چارے کو دیکھتی ہے، کانٹے کو نہیں دیکھتی، اور آخر کار پکڑی جاتی ہے۔ شیطان بھی گناہ کے کانٹے کو خواہشات کے چارے سے چھپا دیتا ہے۔ انسان وقتی لذت کو دیکھتا ہے، مگر اس کے انجام کو نہیں دیکھتا۔ یہی اس کا سب سے بڑا دھوکا ہے۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے چند لمحوں کے بعد فرمایا:

میرے عزیز! کبھی اپنے دل سے یہ سوال کیا ہے کہ جب تم کسی غلط کام کو یہ کہہ کر جائز ٹھہرانے کی کوشش کرتے ہو کہ سب لوگ یہی کرتے ہیں، تو کیا تم اللہ تعالیٰ کو راضی کر رہے ہوتے ہو یا اپنے نفس کو؟ اگر آج تمہارے سامنے رسول اللہ ﷺ موجود ہوتے تو کیا تم وہی عمل کرتے؟ اپنے دل سے یہ سوال ضرور کیا کرو، کیونکہ یہی سوال تمہیں دھوکے سے حقیقت کی طرف لے جائے گا۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

شیطان کا ایک ہتھکنڈا یہ بھی ہے کہ وہ انسان کو امید اور خوف دونوں میں بے اعتدال کر دیتا ہے۔ کبھی کہتا ہے: اللہ تعالیٰ بہت غفور الرحیم ہے، گناہ کرتے رہو، بعد میں توبہ کر لینا۔ اور کبھی یہی شیطان کہتا ہے: تمہارے گناہ بہت زیادہ ہیں، اب

تمہاری مغفرت نہیں ہوگی۔ حالانکہ مومن نہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بے خوف ہوتا ہے اور نہ اس کی رحمت سے مایوس۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ

(سورۃ الزمر:53)

اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔

حافظ صاحب نے نہایت فکر انگیز انداز میں فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ الشَّيْطَانَ قَدْ أَيِسَ أَنْ يَعْبُدَهُ الْمُصَلُّونَ فِي جَزِيرَةِ الْعَرَبِ، وَلَكِنْ فِي التَّحْرِيشِ بَيْنَهُمْ

(صحیح مسلم، حدیث:2812)

ترجمہ: بے شک شیطان اس بات سے مایوس ہو چکا ہے کہ جزیرۂ عرب کے نمازی اس کی عبادت کریں گے، لیکن وہ ان کے درمیان آپس میں فساد، عداوت اور لڑائی بھڑکانے کی کوشش کرتا رہے گا۔

میرے بھائیو! شیطان جانتا ہے کہ اگر مسلمانوں کے دل ایک دوسرے سے دور ہو جائیں تو ان کی روحانی قوت کمزور ہو جائے گی۔

حافظ صاحب نے آبدیدہ آنکھوں سے فرمایا:

شیطان کا ایک بہت باریک دھوکا یہ بھی ہے کہ وہ انسان کو دوسروں کی اصلاح میں مشغول کر دیتا ہے، مگر اپنی اصلاح سے غافل کر دیتا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ بندہ ہر وقت دوسروں کی غلطیاں گنتا رہے، مگر اپنے نفس کے عیب نہ دیکھے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ

کے مقرب بندے پہلے اپنے دل کو دیکھتے تھے، پھر دوسروں کی فکر کرتے تھے۔

حافظ صاحب نے نہایت شفقت سے فرمایا:

میرے دوستو! اگر تم شیطان کے دھوکے سے بچنا چاہتے ہو تو پانچ چیزوں کو اپنی زندگی کا حصہ بنا لو: قرآنِ کریم کی روزانہ تلاوت، پنج وقتہ نماز کی پابندی، کثرتِ استغفار، صبح وشام کے مسنون اذکار، اور نیک لوگوں کی صحبت۔ یہ پانچوں چیزیں ایسے مضبوط قلعے ہیں جن کے اندر رہ کر شیطان آسانی سے حملہ نہیں کر سکتا۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت سے فرمایا:

اپنے والدین کی خدمت کرو، کیونکہ ان کی دعا دل کو نور دیتی ہے۔ بندوں کے حقوق ادا کرو، کیونکہ ظلم شیطان کا پسندیدہ راستہ ہے۔ حلال رزق اختیار کرو، کیونکہ حرام لقمہ دل کو تاریک کر دیتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی سنت کو مضبوطی سے تھام لو، کیونکہ شیطان سنت سے دوری میں اپنی کامیابی دیکھتا ہے۔ ذکرِ الٰہی کو اپنی سانسوں کا ساتھی بنا لو، کیونکہ جس دل میں اللہ تعالیٰ کی یاد زندہ ہوتی ہے، وہاں شیطان زیادہ دیر نہیں ٹھہر سکتا۔

حافظ صاحب نے نہایت سوز و گداز کے ساتھ فرمایا:

اے اللہ کے بندو! یہ دنیا ایک امتحان گاہ ہے۔ شیطان ہر روز نئی چال چلتا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کی مدد ہر چال سے زیادہ طاقتور ہے۔ اگر تم ہر صبح اپنے رب سے ہدایت مانگو، ہر شام اپنے اعمال کا محاسبہ کرو، ہر لغزش پر فوراً توبہ کرو، صبر اور شکر کو اپنا شعار بناؤ، اور محبتِ رسول اللہ ﷺ کو اپنے دل کی جان بنا لو، تو شیطان کے دھوکے تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔ یاد رکھو! شیطان کا فریب وقتی ہے، مگر اللہ تعالیٰ کی رضا ہمیشہ کی کامیابی ہے۔

حافظ صاحب نے عاجزی سے سر جھکا کر فرمایا:

میرے عزیزو! اپنے دل کے دروازے پر ہمیشہ ایک نگہبان بٹھائے رکھو، اور وہ

نگہبان تقویٰ ہے۔ جب کوئی خیال دل میں آئے تو پہلے یہ دیکھو کہ کیا یہ خیال مجھے اللہ تعالیٰ کے قریب لے جا رہا ہے یا دور؟ اگر قریب لے جا رہا ہے تو اسے اختیار کر لو، اور اگر دور لے جا رہا ہے تو فوراً اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو۔ یہی مومن کی بصیرت ہے، یہی اہلِ ایمان کی کامیابی ہے، اور یہی شیطان کے تمام ہتھکنڈوں کا سب سے مؤثر جواب ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں شیطان کے ہر ظاہر و پوشیدہ دھوکے، ہر وسوسے، ہر فریب اور ہر گمراہی سے محفوظ فرمائے، ہمارے دلوں کو ایمان، اخلاص، تقویٰ، ذکرِ الٰہی اور محبتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہمیشہ منور رکھے۔ آمین۔

شیطان کا فریب اور چالیں

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

تمام حمد و ثنا اس اللہ ربِ حکیم کے لیے ہے جو اپنی کامل حکمت سے بندوں کو حق و باطل میں فرق کرنے کی بصیرت عطا فرماتا ہے، اپنی رحمت سے گمراہوں کو ہدایت کا راستہ دکھاتا ہے، اپنی حفاظت سے ایمان والوں کو فتنوں سے بچاتا ہے اور اپنے نور سے دلوں کے اندھیروں کو اجالوں میں بدل دیتا ہے۔

وہی ربِ کریم ہے جو بندوں کے دلوں کے راز جانتا ہے، ان کی کمزوریوں سے واقف ہے، ان کے آنسوؤں کو دیکھتا ہے اور ان کی پکار کو سنتا ہے۔ وہی اپنے فضل سے گناہ گاروں کو توبہ کی توفیق دیتا ہے، اپنے ذکر سے بے قرار دلوں کو سکون دیتا ہے اور اپنی محبت سے ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑ دیتا ہے۔

وہی اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ ہے جس کے قبضۂ قدرت میں تمام مخلوقات ہیں، جس

کا حکم سب پر نافذ ہے، جس کی بادشاہی ہمیشہ قائم رہنے والی ہے اور جس کی رضا ہی حقیقی کامیابی ہے۔ ہر تعریف، ہر عظمت، ہر بزرگی اور ہر کمال صرف اسی ذاتِ پاک کے لیے ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت غور و فکر کے ساتھ حاضرین کی طرف دیکھا، پھر فرمایا:

اے میرے عزیزو! شیطان انسان کا ایسا دشمن ہے جو سامنے سے حملہ نہیں کرتا بلکہ پردوں کے پیچھے رہ کر وار کرتا ہے۔ وہ تلوار لے کر نہیں آتا، وہ خیال لے کر آتا ہے۔ وہ زنجیر لے کر نہیں آتا، وہ خواہش لے کر آتا ہے۔ وہ انسان کو زبردستی گناہ پر مجبور نہیں کرتا بلکہ گناہ کو خوبصورت بنا کر پیش کرتا ہے، یہاں تک کہ انسان برائی کو بھلائی سمجھنے لگتا ہے۔

حافظ صاحب نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی، پھر نہایت درد بھرے لہجے میں فرمایا:

میرے بھائیو! قرآنِ کریم نے شیطان کی اس حقیقت کو واضح فرمایا ہے:

وَ قَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا ﴿۱۱۸﴾ وَّ لَاُضِلَّنَّهُمْ وَ لَاُمَنِّيَنَّهُمْ

(سورۃ النساء:118-119)

ترجمہ: اور اس نے کہا: میں ضرور تیرے بندوں میں سے ایک مقررہ حصہ اپنا بنا لوں گا، اور میں ضرور انہیں گمراہ کروں گا اور انہیں جھوٹی امیدوں میں مبتلا رکھوں گا۔

میرے دوستو! شیطان کا سب سے بڑا ہتھیار یہی جھوٹی امیدیں ہیں۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھرے انداز میں فرمایا:

شیطان انسان کو یہ نہیں کہتا کہ اپنے رب کو چھوڑ دو، کیونکہ ہر شخص فوراً انکار کر دے گا۔ وہ تو آہستہ آہستہ دل میں تبدیلی پیدا کرتا ہے۔ پہلے کہتا ہے: نماز میں تھوڑی سستی کرلو۔ پھر کہتا ہے: آج کا ذکر کل کر لینا۔ پھر کہتا ہے: ابھی دنیا سنبھال لو، دین بعد میں دیکھیں گے۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے انسان کی زندگی غفلت میں گزرنے لگتی ہے۔

حافظ صاحب نے ایک مثال بیان کرتے ہوئے فرمایا:

میرے عزیزو! ایک چور اگر کسی گھر کا دروازہ توڑنے آئے تو گھر والے جاگ جائیں گے، لیکن اگر وہ آہستہ آہستہ دیوار میں سوراخ کرے تو شاید کسی کو خبر نہ ہو۔ شیطان بھی اسی طرح دل کی دیوار میں غفلت، خواہش، تکبر، حسد اور دنیا کی محبت کے سوراخ کرتا رہتا ہے۔ اگر انسان اپنے دل کی حفاظت نہ کرے تو ایمان کا خزانہ کمزور ہونے لگتا ہے۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے چند لمحوں کے بعد فرمایا:

میرے عزیز! کبھی اپنے دل سے یہ سوال کیا ہے کہ کیا میں گناہ کے وقت صرف اس کی ظاہری لذت دیکھتا ہوں یا اس کے آخرت کے انجام کو بھی یاد کرتا ہوں؟ کیا میں دنیا کی مصروفیات میں اتنا کھو گیا ہوں کہ اپنے رب کے ساتھ تعلق کمزور ہونے لگا ہے؟ یاد رکھو! محاسبۂ نفس وہ چراغ ہے جو شیطان کے اندھیروں کو دور کرتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

شیطان کی ایک بڑی چال یہ ہے کہ وہ انسان کو نیکی سے روکنے کے لیے بہانے دیتا ہے۔ وہ کہتا ہے: تم ابھی کامل نہیں ہوئے، پہلے خود کو بدل لو پھر نیکی کرنا۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ نیکی ہی انسان کو بدلتی ہے۔ نماز پڑھنے والا نماز کے ذریعے بہتر ہوتا ہے، ذکر کرنے والا ذکر کے ذریعے پاکیزہ ہوتا ہے، توبہ کرنے والا توبہ کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے قریب ہوتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت فکر انگیز انداز میں فرمایا:

شیطان کی دوسری چال یہ ہے کہ وہ انسان کے اندر خود پسندی پیدا کرتا ہے۔ وہ عبادت کو دکھاوے میں بدل دیتا ہے، علم کو تکبر بنا دیتا ہے، مال کو غرور کا سبب بنا دیتا ہے اور مقام کو دوسروں کو حقیر سمجھنے کا ذریعہ بنا دیتا ہے۔ یاد رکھو! جس عمل میں اخلاص نہ ہو، وہ شیطان کے لیے کامیابی کا دروازہ بن سکتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت درد بھرے لہجے میں فرمایا:

شیطان کی تیسری چال مسلمانوں کے درمیان نفرت پیدا کرنا ہے۔ وہ چھوٹی بات کو بڑا بنا دیتا ہے، غلط فہمی کو دشمنی میں بدل دیتا ہے، اور بھائی کو بھائی سے دور کر دیتا ہے۔ قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَ الْبَغْضَآءَ

(سورۃ المائدۃ:91)

ترجمہ: شیطان تو صرف یہی چاہتا ہے کہ تمہارے درمیان دشمنی اور بغض پیدا کر دے۔

حافظ صاحب نے نہایت شفقت سے فرمایا: میرے بھائیو! شیطان کا ایک اور فریب یہ ہے کہ وہ انسان کو دوسروں کے عیب دکھاتا ہے اور اپنے عیب چھپا دیتا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ انسان اصلاح کے بجائے تنقید میں زندگی گزار دے۔ لیکن مومن پہلے اپنے دل کو دیکھتا ہے، اپنی نیت کو درست کرتا ہے، اپنے اخلاق کو سنوارتا ہے اور پھر خیر خواہی کے ساتھ دوسروں کی اصلاح کی کوشش کرتا ہے۔

حافظ صاحب نے آبدیدہ آنکھوں سے فرمایا: شیطان کبھی مایوسی کے ذریعے بھی

حملہ کرتا ہے۔ وہ گناہ گار کو کہتا ہے کہ اب تمہارے لیے واپسی کا راستہ نہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی رحمت اس سے کہیں وسیع ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ

(سورۃ الزمر:53)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو بخش دیتا ہے۔

اس لیے مومن گناہ کے بعد شیطان کی بات نہیں سنتا بلکہ اپنے رب کی طرف لوٹ آتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت سے فرمایا:

شیطان کے فریب سے بچنے کا راستہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو یاد رکھا جائے۔ نماز کی حفاظت کرو، قرآن سے تعلق مضبوط کرو، کثرت سے استغفار کرو، درود شریف پڑھو، نیک صحبت اختیار کرو، حلال رزق کماؤ، والدین کی خدمت کرو، بندوں کے حقوق ادا کرو اور ہر حال میں رسول اللہ ﷺ کی سنت کو اپنا رہنما بناؤ۔ جس دل میں اللہ کی محبت مضبوط ہو جاتی ہے، وہاں شیطان کی چالیں کمزور ہو جاتی ہیں۔

حافظ صاحب نے نہایت سوز و گداز کے ساتھ فرمایا:

اے اللہ کے بندو! شیطان کی چالیں بہت ہیں، مگر اللہ تعالیٰ کی حفاظت ان سب سے بڑی ہے۔ شیطان کمزور ہے، مگر وہ غافل انسان پر غالب آ جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا بندہ اگر عاجزی کے ساتھ اپنے رب کا دامن پکڑ لے تو شیطان اس کے قریب بھی نہیں آ سکتا۔ اس لیے اپنے دل کو ایمان کا قلعہ بناؤ، تقویٰ کو اس کی دیوار بناؤ، ذکر کو اس کا دروازہ بناؤ اور اخلاص کو اس کی حفاظت بناؤ۔

حافظ صاحب نے عاجزی سے سر جھکا کر فرمایا:

میرے عزیزو! ہر روز اپنے دل کا جائزہ لو، اپنی نیتوں کو پاک کرو، اپنے اعمال کو

قرآن وسنت کے مطابق درست کرو، اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہو کہ اے اللہ! ہمیں شیطان کے ظاہر و باطن کے ہر فریب سے محفوظ فرما۔ یاد رکھو! جس شخص نے اللہ تعالیٰ کو اپنا محافظ بنالیا، شیطان کی ہزار چالیں بھی اسے نقصان نہیں پہنچا سکتیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں شیطان کے ہر فریب، ہر چال، ہر وسوسے اور ہر گمراہی سے محفوظ فرمائے، ہمارے دلوں کو اپنی محبت، اپنے ذکر، اخلاص، تقویٰ اور ایمان کے نور سے روشن فرمائے۔ آمین۔

شیطان کا جال اور غفلت کا فتنہ

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

تمام حمد وثنا اس اللہ ربِ بیدار وخبیر کے لیے ہے جو غافل دلوں کو اپنی یاد سے جگاتا ہے، بھٹکے ہوئے انسانوں کو ہدایت کا راستہ دکھاتا ہے، اپنی رحمت سے گناہ گاروں کو سنبھالتا ہے اور اپنے فضل سے بندوں کو شیطان کے جال سے نکال کر اپنی قربت عطا فرماتا ہے۔ وہی دلوں کا حال جاننے والا، نیتوں کا نگہبان اور ہر پوشیدہ حقیقت سے باخبر ہے۔

وہی اللہ ربِ کریم ہے جس نے قرآن کو نورِ ہدایت بنایا، ذکر کو دلوں کا سکون بنایا، توبہ کو نجات کا راستہ بنایا اور تقویٰ کو بندوں کی حفاظت کا حصار بنایا۔ وہی اپنے فضل سے غفلت کے اندھیروں کو دور کرتا ہے، ایمان کی روشنی عطا کرتا ہے اور اپنے محبوب بندوں کو اپنی محبت میں قائم رکھتا ہے۔

وہی اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ ہے جو ہر چیز کا خالق، مالک اور تدبیر فرمانے والا ہے۔ اسی کے حکم سے دل زندہ ہوتے ہیں، اسی کے ذکر سے روحیں سکون پاتی ہیں،

اور اسی کی رحمت سے بندہ شیطان کے فتنوں سے محفوظ رہتا ہے۔ تمام تعریفیں، تمام عظمتیں اور تمام بزرگیاں صرف اسی ذاتِ پاک کے لیے ہیں۔

حافظ صاحب نے نہایت غور وفکر کے ساتھ حاضرین کی طرف دیکھا، پھر فرمایا:

اے میرے عزیزو! انسان کا سب سے بڑا نقصان یہ نہیں کہ اس کا مال کم ہو جائے، اس کا جسم بیمار ہو جائے یا دنیاوی کامیابیاں کم ہو جائیں، بلکہ سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ دل اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل ہو جائے۔ کیونکہ جب دل غافل ہو جاتا ہے تو شیطان کو اندر آنے کا راستہ مل جاتا ہے۔ غفلت وہ دروازہ ہے جس سے شیطان انسان کے ایمان، عمل اور روحانی زندگی پر حملہ کرتا ہے۔

حافظ صاحب نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی، پھر نہایت درد بھرے لہجے میں فرمایا:

میرے بھائیو! شیطان انسان کو ایک دم تباہ نہیں کرتا، بلکہ وہ اسے غفلت کے جال میں آہستہ آہستہ گرفتار کرتا ہے۔ پہلے وہ انسان کو معمولی بے احتیاطی کی طرف لے جاتا ہے، پھر نیکیوں میں سستی پیدا کرتا ہے، پھر دل کو دنیا کی محبت میں مشغول کرتا ہے، یہاں تک کہ انسان کو یہ احساس ہی نہیں رہتا کہ وہ اپنے رب سے کتنی دوری اختیار کر چکا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھرے انداز میں فرمایا:

قرآنِ کریم نے غفلت کے انجام سے خبردار فرمایا ہے:

وَ لَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ ﴿۲۰۵﴾

(سورۃ الاعراف:205)

ترجمہ: اور غافلوں میں سے نہ ہونا۔

میرے دوستو! یہ صرف ایک حکم نہیں بلکہ ایک عظیم نصیحت ہے کہ انسان اپنے

دل کو ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی یاد سے آباد رکھے، کیونکہ خالی دل شیطان کے وسوسوں کا شکار ہوجاتا ہے۔

حافظ صاحب نے ایک مثال بیان کرتے ہوئے فرمایا:

میرے عزیزو! ایک کسان اگر اپنی زمین کو خالی چھوڑ دے تو اس میں فصل خود بخود نہیں اگتی بلکہ گھاس پھوس اور جھاڑیاں پیدا ہوجاتی ہیں۔ اسی طرح دل اگر ذکرِ الٰہی، قرآن، عبادت اور نیک اعمال سے آباد نہ ہو تو اس میں غفلت، خواہشات، وسوسے اور شیطانی خیالات جگہ بنانے لگتے ہیں۔ دل کی زمین کو ہمیشہ نیکی کے بیج سے آباد رکھنا ضروری ہے۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے چند لمحوں کے بعد فرمایا:

میرے عزیز! کبھی اپنے دل سے یہ سوال کیا ہے کہ میرا دن اللہ تعالیٰ کی یاد کے ساتھ گزرتا ہے یا صرف دنیا کی مصروفیات میں؟ کیا میں اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے کے لیے تیاری کر رہا ہوں یا صرف دنیا کے عارضی معاملات میں کھویا ہوا ہوں؟ اگر آج میری زندگی کا آخری دن ہو تو کیا میں اپنے حال سے مطمئن ہوں گا؟ یہ سوال انسان کو غفلت کی نیند سے جگانے کے لیے کافی ہیں۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

شیطان کا ایک بڑا جال دنیا کی بے جا محبت ہے۔ وہ انسان کو یہ بھلا دیتا ہے کہ دنیا گزر جانے والی ہے اور آخرت ہمیشہ رہنے والی۔ وہ انسان کو مال جمع کرنے میں مشغول کر دیتا ہے، مگر مال کے حق ادا کرنے سے غافل کر دیتا ہے۔ وہ انسان کو گھر بنانے کی فکر دیتا ہے، مگر قبر کی تیاری بھلا دیتا ہے۔ وہ انسان کو لوگوں کی رضا حاصل کرنے میں لگا دیتا ہے، مگر اللہ تعالیٰ کی رضا سے دور کر دیتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت فکر انگیز انداز میں فرمایا:

میرے بھائیو! غفلت کی سب سے خطرناک علامت یہ ہے کہ انسان اپنے عیب

دیکھنا چھوڑ دے۔ اسے اپنی نمازوں کی کمی نظر نہیں آتی، اپنے اخلاق کی کمزوری نظر نہیں آتی، اپنے معاملات کی خرابی نظر نہیں آتی، مگر دوسروں کی غلطیاں بہت بڑی دکھائی دیتی ہیں۔ یہ شیطان کا ایسا جال ہے جس میں انسان کو معلوم بھی نہیں ہوتا کہ وہ گرفتار ہو چکا ہے۔

حافظ صاحب نے آبدیدہ آنکھوں سے فرمایا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَثَلُ الَّذِی یَذْکُرُ رَبَّهُ وَالَّذِیْ لَا یَذْکُرُ رَبَّهُ، مَثَلُ الْحَیِّ وَالْمَیِّتِ

(صحیح البخاری، حدیث:6407)

ترجمہ: جو اپنے رب کو یاد کرتا ہے اور جو یاد نہیں کرتا، ان دونوں کی مثال زندہ اور مردہ کی طرح ہے۔

میرے دوستو! ذکرِ الٰہی دل کو زندہ رکھتا ہے، اور غفلت دل کو مردگی کی طرف لے جاتی ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت شفقت سے فرمایا:

شیطان انسان کو پانچ بڑے جالوں میں پھنساتا ہے۔ پہلا جال غفلت ہے، دوسرا جال خواہشِ نفس ہے، تیسرا جال دنیا کی محبت ہے، چوتھا جال گناہ کو معمولی سمجھنا ہے، اور پانچواں جال توبہ میں تاخیر کرنا ہے۔ جو شخص ان پانچ چیزوں سے بچ گیا، اس نے شیطان کے بہت بڑے حملے سے خود کو محفوظ کر لیا۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت سے فرمایا:

غفلت کا علاج بیداری ہے، اور بیداری کا راستہ ذکرِ الٰہی ہے۔ صبح آنکھ کھلے تو اللہ کا شکر ادا کرو، نماز کو اپنی زندگی کا ستون بناؤ، قرآن کی تلاوت سے دل کو روشن کرو،

استغفار کو اپنی زبان کی زینت بناؤ، رسول اللہ ﷺ پر درود بھیجو، اور رات کو سونے سے پہلے اپنے اعمال کا محاسبہ کرو۔ یہ چھوٹے چھوٹے اعمال دل کو شیطان کے جال سے بچاتے ہیں۔

حافظ صاحب نے نہایت درد بھرے لہجے میں فرمایا:

اے اللہ کے بندو! موت ہر انسان کے قریب آ رہی ہے، مگر غفلت انسان کو یہ بھلا دیتی ہے کہ ایک دن اسے اپنے رب کے سامنے حاضر ہونا ہے۔ سمجھ دار وہ ہے جو دنیا میں رہتے ہوئے آخرت کی تیاری کرے۔ جو اپنی جوانی میں اللہ کو یاد کرے، اپنی طاقت میں اللہ کی اطاعت کرے، اپنی نعمتوں پر شکر کرے اور اپنی لغزشوں پر توبہ کرے، وہی حقیقی کامیاب ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت سوز و گداز کے ساتھ فرمایا:

اپنے دل کو شیطان کی چراگاہ نہ بننے دو۔ اسے قرآن کا باغ بناؤ، ذکر کا گلشن بناؤ، محبتِ رسول اللہ ﷺ کا مرکز بناؤ۔ اپنے نفس کو قابو میں رکھو، اپنے اخلاق کو سنوارو، والدین کی خدمت کرو، بندوں کے حقوق ادا کرو، کسی کا دل نہ دکھاؤ، کیونکہ شیطان چاہتا ہے کہ انسان اللہ سے دور اور بندوں سے سخت ہو جائے، جبکہ ایمان چاہتا ہے کہ انسان اللہ کا محبوب اور مخلوق کے لیے رحمت بن جائے۔

حافظ صاحب نے عاجزی سے سر جھکا کر فرمایا:

میرے عزیزو! یاد رکھو، شیطان کا جال مضبوط نہیں، لیکن غافل دل اس میں پھنس جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی یاد سے جڑا ہوا دل، قرآن سے وابستہ دل، توبہ کرنے والا دل اور محبتِ رسول اللہ ﷺ سے روشن دل شیطان کے فتنوں سے محفوظ رہتا ہے۔ اس لیے ہر لمحہ اپنے رب کو یاد کرو، اپنے دل کو زندہ رکھو اور اپنی زندگی کو آخرت کی کامیابی کے لیے تیار کرو۔

اللہ تعالیٰ ہمیں غفلت کی نیند سے بیدار فرمائے، ہمارے دلوں کو اپنے ذکر، اپنی

محبت، قرآن کے نور اور ایمان کی روشنی سے آباد فرمائے، اور ہمیں شیطان کے ہر جال اور ہر فتنہ سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

گناہ کی دعوت اور شہوات کا فتنہ

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

تمام حمد و ثنا اس اللہ ربِ رحیم کے لیے ہے جس نے انسان کو عقل، شعور اور ہدایت کی نعمت عطا فرمائی، جس نے حلال و حرام کے راستے واضح فرمائے، جس نے تقویٰ کو دلوں کی پاکیزگی کا ذریعہ بنایا اور اپنی رحمت سے لغزش کرنے والے بندوں کے لیے توبہ کے دروازے کھول دیے۔ وہی دلوں کے میل کو پاک کرنے والا، روحوں کو سکون دینے والا اور بندوں کو اپنی قربت عطا فرمانے والا ہے۔

وہی اللہ ہے جس نے انسان کی فطرت میں پاکیزگی رکھی، نیکی کی محبت عطا کی، برائی سے بچنے کی صلاحیت دی اور اپنے انبیاء علیہم السلام کے ذریعے حق کا راستہ دکھایا۔ وہی اپنے فضل سے خواہشات کے طوفان میں ایمان کی کشتی کو سنبھالتا ہے، اپنے ذکر سے دلوں کو مضبوط کرتا ہے اور اپنے نور سے نفس کے اندھیروں کو دور فرماتا ہے۔

وہی مالکِ حقیقی، خالقِ کائنات اور ربِّ ذوالجلال ہے، جس کا حکم سب پر جاری ہے، جس کی رحمت ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے اور جس کی رضا دنیا و آخرت کی سب سے بڑی کامیابی ہے۔ تمام حمد، تمام عظمت، تمام بزرگی اور تمام تعریفیں صرف اسی ذاتِ پاک کے لیے ہیں۔

حافظ صاحب نے نہایت شفقت بھری نگاہ سے حاضرین کی طرف دیکھا، پھر

فرمایا:

اے میرے عزیزو! انسان کی زندگی میں سب سے بڑی آزمائشوں میں سے ایک آزمائش خواہشات کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو فطری خواہشات عطا فرمائی ہیں، لیکن ان خواہشات کو شریعت کے تابع رکھنا ایمان کا تقاضا ہے۔ جب خواہش عقل، ایمان اور تقویٰ کے تابع رہتی ہے تو نعمت بن جاتی ہے، لیکن جب خواہش اللہ تعالیٰ کے حکم سے آزاد ہو جاتی ہے تو یہی خواہش انسان کے لیے فتنہ بن جاتی ہے۔

حافظ صاحب نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی، پھر درد بھرے لہجے میں فرمایا:

میرے بھائیو! شیطان انسان کو گناہ کی طرف کھینچنے کے لیے شہوات کو اپنا راستہ بناتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ اگر انسان کی خواہشات بے قابو ہو جائیں تو دل کمزور ہو جاتا ہے، عبادت میں لذت کم ہو جاتی ہے اور آخرت کی فکر دھندلا جاتی ہے۔ اسی لیے وہ گناہ کو خوبصورت بنا کر پیش کرتا ہے اور اس کے انجام کو چھپا دیتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھرے انداز میں فرمایا:

قرآنِ کریم نے انسان کو خواہشات کے فتنے سے خبردار کرتے ہوئے فرمایا:

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَ الْبَنِيْنَ وَ الْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَ الْفِضَّةِ وَ الْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَ الْاَنْعَامِ وَ الْحَرْثِ ؕ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَ اللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ⑭

(سورۃ آل عمران:14)

لوگوں کے لیے خواہشات کی محبت مزین کر دی گئی ہے۔ میرے دوستو! اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ خواہشات کا وجود ہی گناہ ہے، بلکہ یہ بتایا کہ انسان کو ان کے استعمال میں آزمائش پیش آتی ہے۔

حافظ صاحب نے ایک مثال دیتے ہوئے فرمایا:

میرے عزیزو! ایک گاڑی کا انجن بہت طاقتور ہو، لیکن اگر اس کا ڈرائیور قابو کھو دے تو وہی طاقت تباہی کا سبب بن جاتی ہے۔ اسی طرح انسان کی خواہشات بھی ایک قوت ہیں۔ اگر ایمان اور تقویٰ ان کی رہنمائی کریں تو یہی قوت خیر کا ذریعہ بنتی ہے، لیکن اگر نفس اور شیطان ان کے مالک بن جائیں تو یہی قوت گناہ کی طرف لے جاتی ہے۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے چند لمحوں کے بعد فرمایا:

میرے عزیز! کبھی اپنے دل سے یہ سوال کیا ہے کہ جب کوئی خواہش اللہ تعالیٰ کی رضا کے خلاف ہو تو کیا میں اپنے رب کے حکم کو ترجیح دیتا ہوں یا اپنی خواہش کو؟ جب تنہائی میں کوئی ایسا موقع آئے جہاں مجھے کوئی دیکھنے والا نہ ہو تو کیا مجھے اللہ تعالیٰ کی نگرانی کا احساس رہتا ہے؟ یہی سوال انسان کے تقویٰ کا امتحان ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

شیطان کا ایک بڑا دھوکا یہ ہے کہ وہ گناہ کے آغاز کو معمولی دکھاتا ہے۔ وہ کہتا ہے: صرف ایک نظر ہے، صرف ایک بات ہے، صرف ایک مرتبہ ہے، اس میں کیا نقصان ہے؟ لیکن انسان کو یاد رکھنا چاہیے کہ بڑے گناہ اکثر چھوٹی غفلتوں سے شروع ہوتے ہیں۔ ایک قطرہ قطرہ پانی جمع ہو کر دریا بن جاتا ہے، اسی طرح چھوٹی چھوٹی نافرمانیاں دل کو کمزور کر دیتی ہیں۔

حافظ صاحب نے نہایت فکر انگیز انداز میں فرمایا:

شہوات کا فتنہ صرف ظاہری گناہوں تک محدود نہیں، بلکہ دل کی خواہشات بھی انسان کو نقصان پہنچاتی ہیں۔ شہرت کی خواہش، تعریف کی محبت، دوسروں پر برتری کا احساس، مال کی حرص اور مقام کی طلب بھی انسان کو اللہ تعالیٰ سے دور کر سکتی ہے۔ مومن اپنے دل کو دیکھتا رہتا ہے کہ کہیں کوئی خواہش اللہ تعالیٰ کی محبت پر غالب تو نہیں آ رہی۔

حافظ صاحب نے نہایت درد بھرے لہجے میں فرمایا:

حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ ہمارے لیے عظیم سبق ہے۔ جب گناہ کا موقع سامنے آیا، دروازے بند تھے، ظاہری اسباب موجود تھے، لیکن انہوں نے فرمایا:

مَعَاذَ اللّٰهِ

(سورۃ یوسف:23)

''میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔''

میرے بھائیو! یہ ہے ایمان کی قوت کہ انسان تنہائی میں بھی اللہ تعالیٰ کو یاد رکھے۔

حافظ صاحب نے آبدیدہ آنکھوں سے فرمایا:

رسول اللہ ﷺ نے ان لوگوں کی فضیلت بیان فرمائی جو تنہائی میں بھی اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں۔ حدیثِ مبارکہ میں سات ایسے لوگوں کا ذکر ہے جنہیں اللہ تعالیٰ اپنے عرش کے سائے میں جگہ عطا فرمائے گا، ان میں وہ شخص بھی ہے جسے گناہ کی دعوت دی جائے اور وہ کہے: میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔

(صحیح البخاری، حدیث:660، صحیح مسلم، حدیث:1031)

حافظ صاحب نے نہایت شفقت سے فرمایا:

میرے دوستو! گناہ کی دعوت کا علاج صرف یہ نہیں کہ انسان گناہ سے بچنے کی

کوشش کرے، بلکہ اسے اپنے دل کو نیکی سے بھرنا بھی ضروری ہے۔ خالی دل خواہشات کا شکار ہو جاتا ہے، لیکن ذکرِ الٰہی سے آباد دل مضبوط ہو جاتا ہے۔ نماز کی پابندی کرو، قرآن سے تعلق بڑھاؤ، روزہ رکھو، کیونکہ روزہ خواہشات کو قابو کرنے کی تربیت دیتا ہے، استغفار کرو، اور نیک صحبت اختیار کرو۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

اپنے گھروں کو پاکیزہ بناؤ، اپنی نگاہوں کی حفاظت کرو، اپنی زبان کو بے فائدہ باتوں سے بچاؤ، حلال رزق اختیار کرو، والدین کی خدمت کرو، اپنے اہل وعیال کے حقوق ادا کرو اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کو زندگی کا راستہ بناؤ۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کی محبت کو اپنے دل میں سب سے بلند مقام دے دیتا ہے، دنیا کی خواہشات اس پر حکمرانی نہیں کر سکتیں۔

حافظ صاحب نے نہایت سوز وگداز کے ساتھ فرمایا:

اے اللہ کے بندو! یاد رکھو، شہوت کا فتنہ چند لمحوں کی لذت دیتا ہے، لیکن اگر انسان اس کے پیچھے چل پڑے تو دل کا سکون، ایمان کی مٹھاس اور آخرت کی کامیابی خطرے میں پڑ سکتی ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کبھی کبھی نفس پر بھاری محسوس ہوتی ہے، مگر اس کا انجام دائمی عزت، قلبی سکون اور اللہ تعالیٰ کی رضا ہے۔

حافظ صاحب نے عاجزی سے سر جھکا کر فرمایا:

میرے عزیزو! اپنے نفس کو دشمن نہ بناؤ بلکہ اسے تربیت دو۔ خواہشات کو مارنا مقصد نہیں، بلکہ انہیں اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع کرنا مقصد ہے۔ جب دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہو جاتی ہے تو گناہ کی کشش کم ہو جاتی ہے، جب آخرت کا یقین مضبوط ہو جاتا ہے تو دنیا کی خواہشات چھوٹی نظر آنے لگتی ہیں، اور جب رسول اللہ ﷺ کی محبت دل میں بس جاتی ہے تو انسان سنت کے راستے پر چلنا اپنا اعزاز سمجھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں گناہوں کی دعوت، نفس کی سرکشی، شہوات کے فتنوں اور شیطان کے بہکاوے سے محفوظ فرمائے، ہمارے دلوں کو تقویٰ، اخلاص، ذکرِ الٰہی اور محبتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منور فرمائے۔ آمین۔

تکبر اور ریاکاری کا فتنہ

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

تمام حمد وثنا اس اللہ ربِ کبیر کے لیے ہے جس نے عاجزی کو اپنے محبوب بندوں کا وصف بنایا، دلوں کو اخلاص کی دولت عطا فرمائی، اعمال کی قبولیت کو اپنی رضا کے ساتھ وابستہ رکھا اور انسان کو نفس کے فریب سے بچنے کے لیے ہدایت کا راستہ دکھایا۔ وہی دلوں کے حال سے واقف، نیتوں کے بھید جاننے والا اور ظاہر و باطن کا مالک ہے۔

وہی اللہ ربِ رحمٰن ہے جس نے انسان کو عزت دی مگر تکبر کی اجازت نہ دی، نعمتیں عطا فرمائیں مگر ناشکری سے روکا، عمل کی توفیق دی مگر خود پسندی سے بچایا۔ وہی بندوں کے چھپے ہوئے اعمال کو جانتا ہے، آنکھوں کی خیانت اور سینوں کے رازوں سے باخبر ہے۔

وہی اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ ہے، جس کے سامنے ہر انسان محتاج، ہر طاقت کمزور اور ہر مقام عارضی ہے۔ حقیقی بڑائی صرف اسی کی شان ہے، حقیقی عظمت صرف اسی کے لیے ہے، حقیقی تعریف صرف اسی ذاتِ پاک کے لیے ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھری نگاہوں سے حاضرین کی طرف دیکھا، پھر فرمایا:

اے میرے عزیزو! انسان کی روحانی تباہی کے بڑے دروازوں میں سے دو دروازے ایسے ہیں جن سے شیطان بہت فائدہ اٹھاتا ہے: ایک تکبر اور دوسرا ریا کاری۔ تکبر انسان کو اپنے رب سے دور کرتا ہے، اور ریا انسان کو اپنے رب کی رضا سے محروم کر دیتا ہے۔ ایک میں بندہ اپنے آپ کو بڑا سمجھنے لگتا ہے، دوسرے میں بندہ لوگوں کی نظر میں بڑا بننے کی کوشش کرتا ہے۔

حافظ صاحب نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی، پھر درد بھرے لہجے میں فرمایا:

میرے بھائیو! یاد رکھو، شیطان کی پہلی نافرمانی بھی تکبر کی وجہ سے ہوئی۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا اور فرشتوں کو سجدے کا حکم دیا تو ابلیس نے تکبر کرتے ہوئے انکار کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَبٰی وَ اسۡتَکۡبَرَ ٭ۖ وَ کَانَ مِنَ الۡکٰفِرِیۡنَ ﴿۳۴﴾

(سورۃ البقرۃ:34)

ترجمہ: اس نے انکار کیا اور تکبر کیا اور وہ کافروں میں سے ہو گیا۔

میرے دوستو! تکبر وہ بیماری ہے جو انسان کو حق دیکھنے کے باوجود قبول کرنے سے روک دیتی ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھرے انداز میں فرمایا:

تکبر صرف یہ نہیں کہ انسان اونچی آواز میں بات کرے یا دوسروں کو حقیر سمجھے، بلکہ تکبر دل کی ایک کیفیت ہے۔ جب انسان اپنے علم، مال، حسن، عبادت، خاندان یا مقام کو اپنی ذات کا کمال سمجھنے لگے اور اللہ تعالیٰ کی عطا کو بھول جائے تو وہ تکبر کے راستے پر چل پڑتا ہے۔

حافظ صاحب نے ایک مثال بیان کرتے ہوئے فرمایا:

میرے عزیزو! ایک درخت جس پر زیادہ پھل لگتے ہیں، وہ جھک جاتا ہے،

لیکن خالی درخت اکثر سیدھا کھڑا رہتا ہے۔ اسی طرح حقیقی علم، حقیقی عبادت اور حقیقی معرفت انسان کو عاجز بناتی ہے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کو پہچان لیتا ہے، وہ جان لیتا ہے کہ میری ہر نعمت میرے رب کی عطا ہے، اس لیے وہ مخلوق پر فخر نہیں کرتا بلکہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے چند لمحوں کے بعد فرمایا:

میرے عزیز! کبھی اپنے دل سے یہ سوال کیا ہے کہ جب کوئی مجھ سے بہتر کام کرے تو کیا میرے دل میں خوشی پیدا ہوتی ہے یا حسد؟ جب کوئی مجھے نصیحت کرے تو کیا میں حق قبول کر لیتا ہوں یا اپنی بڑائی بچانے لگتا ہوں؟ جب لوگ میری تعریف کریں تو کیا میرا دل اللہ تعالیٰ کی طرف جھکتا ہے یا اپنی تعریف میں خوش ہو جاتا ہے؟ یہی سوال انسان کے دل کی حقیقت ظاہر کر دیتے ہیں۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

ریاکاری بھی شیطان کا ایک خطرناک ہتھیار ہے۔ شیطان کبھی انسان کو گناہ کے ذریعے نہیں گراتا تو عبادت کے ذریعے گرانے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ دل میں یہ خواہش پیدا کرتا ہے کہ لوگ مجھے نیک سمجھیں، میری تعریف کریں، میری عبادت کا چرچا ہو۔ پھر انسان اللہ تعالیٰ کے لیے کیے جانے والے عمل میں مخلوق کی نظر شامل کر دیتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت فکر انگیز انداز میں فرمایا:

ریاکاری ایسی بیماری ہے جو نیکی کے لباس میں آتی ہے۔ انسان نماز پڑھتا ہے، صدقہ دیتا ہے، علم سکھاتا ہے، خدمت کرتا ہے، مگر اگر دل میں لوگوں کی تعریف کی طلب پیدا ہو جائے تو عمل کی روح کمزور ہو جاتی ہے۔ اخلاص یہ ہے کہ بندہ عمل صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کرے، چاہے دنیا اسے جانے یا نہ جانے۔

حافظ صاحب نے نہایت درد بھرے لہجے میں فرمایا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ

(صحیح البخاری، حدیث:1، صحیح مسلم، حدیث:1907)

ترجمہ: اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔

میرے بھائیو! اللہ تعالیٰ عمل کی ظاہری صورت نہیں بلکہ دل کی کیفیت دیکھتا ہے۔ ایک چھوٹا عمل اخلاص کے ساتھ بڑا بن جاتا ہے، اور ایک بڑا عمل ریا کے ساتھ بے وزن ہوسکتا ہے۔

حافظ صاحب نے آبدیدہ آنکھوں سے فرمایا:

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ مومن اپنے عمل کو چھپانے کی کوشش کرتا ہے جیسے گناہ کو چھپاتا ہے۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اصل قدر اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے، لوگوں کی تعریف میں نہیں۔ میرے دوستو! جو شخص لوگوں کے دل جیتنے میں لگ جاتا ہے وہ کبھی نہ کبھی تھک جاتا ہے، لیکن جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے میں لگ جاتا ہے، اسے دل کا سکون نصیب ہوتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت شفقت سے فرمایا:

تکبر اور ریا کا علاج عاجزی اور اخلاص ہے۔ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کا محتاج سمجھو، اپنی کامیابیوں کو اللہ کا فضل سمجھو، اپنی عبادت کو اللہ کی توفیق سمجھو، اور ہر نیکی کے بعد یہ دعا کرو: اے اللہ! اس عمل کو قبول فرما، اس میں میرے نفس کا کوئی حصہ نہ ہو۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

اپنے والدین کے ساتھ عاجزی اختیار کرو، چھوٹوں سے محبت کرو، بڑوں کا احترام کرو، غریبوں اور کمزوروں کے ساتھ حسنِ سلوک کرو، کیونکہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے

بندوں کے سامنے جھکتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے عزت عطا فرماتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

وَمَا تَوَاضَعَ أَحَدٌ لِلّٰهِ إِلَّا رَفَعَهُ اللّٰهُ

(صحیح مسلم، حدیث:2588)

ترجمہ: جو شخص اللہ کے لیے عاجزی اختیار کرتا ہے، اللہ اسے بلند کر دیتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت سوز و گداز کے ساتھ فرمایا: اے اللہ کے بندو! شیطان چاہتا ہے کہ تمہارے اعمال میں تمہارا نفس شامل ہو جائے۔ وہ چاہتا ہے کہ تم نیکی کرو مگر دل میں اپنی بڑائی محسوس کرو۔ وہ چاہتا ہے کہ تم خدمت کرو مگر تعریف کے بھوکے بن جاؤ۔ لیکن مومن کا راستہ مختلف ہے۔ وہ عمل کرتا ہے، پھر بھول جاتا ہے؛ وہ خدمت کرتا ہے، پھر اجر اللہ تعالیٰ سے مانگتا ہے؛ وہ نیکی کرتا ہے، پھر اپنے قصور دیکھتا ہے۔

حافظ صاحب نے عاجزی سے سر جھکا کر فرمایا:

میرے عزیزو! اپنی روح کو تکبر کی زنجیروں اور ریا کی تاریکیوں سے آزاد کرو۔ یاد رکھو! اللہ تعالیٰ کے قریب وہ نہیں جسے لوگ بڑا سمجھتے ہیں، بلکہ وہ ہے جس کا دل اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکا ہوا ہے۔ اصل عزت لباس، مال، شہرت یا مقام میں نہیں، بلکہ اخلاص، تقویٰ اور بندگی میں ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں تکبر، خود پسندی، ریا کاری، شہرت کی محبت اور نفس کے تمام فریبوں سے محفوظ فرمائے، ہمارے دلوں کو عاجزی، اخلاص، تقویٰ، ذکرِ الٰہی اور محبتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منور فرمائے۔ آمین۔

حسد کا زہر اور حرص کی آگ

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان

الفاظ میں بیان کیا:

تمام حمد وثنا اس اللہ ربِ کریم کے لیے ہے جو دلوں کے پوشیدہ امراض کو جانتا ہے، اپنی رحمت سے ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑتا ہے، قناعت کی دولت عطا فرماتا ہے اور اپنے فضل سے بندوں کو حسد، حرص اور نفس کی غلامی سے نجات دیتا ہے۔ وہی دلوں کا طبیب، روحوں کا سکون اور ایمان والوں کا حقیقی مددگار ہے۔

وہی اللہ ہے جس نے نعمتوں کو اپنی حکمت کے مطابق تقسیم فرمایا، کسی کو زیادہ دے کر آزماتا ہے اور کسی کو کم دے کر آزماتا ہے۔ وہی جانتا ہے کہ کس بندے کے لیے کیا بہتر ہے، اسی کا فیصلہ کامل ہے، اسی کی عطا حکمت سے بھرپور ہے اور اسی کا کرم بندوں کے وہم وگمان سے کہیں زیادہ وسیع ہے۔

وہی مالکِ حقیقی، رازقِ کائنات اور ربِّ ذوالجلال ہے۔ اسی کے خزانے کبھی ختم نہیں ہوتے، اسی کی رحمت کبھی کم نہیں ہوتی، اسی کے فضل سے بندہ بے نیاز ہوتا ہے۔ ہر تعریف، ہر بزرگی، ہر عظمت اور ہر کمال صرف اسی اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھری نگاہ سے حاضرین کی طرف دیکھا، پھر فرمایا:

اے میرے عزیزو! انسان کے دل میں دو ایسی آگیں ہیں جو اگر قابو میں نہ رکھی جائیں تو سکونِ زندگی کو جلا دیتی ہیں۔ ایک حسد کی آگ ہے اور دوسری حرص کی آگ۔ حسد انسان کو دوسروں کی نعمتوں سے بے چین کرتا ہے، اور حرص انسان کو اپنی موجود نعمتوں سے غافل کر دیتی ہے۔ ایک دوسروں کے رزق پر نظر رکھتا ہے، دوسرا اللہ تعالیٰ کی عطاؤں پر شکر بھلا دیتا ہے۔

حافظ صاحب نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی، پھر درد بھرے لہجے میں فرمایا:

میرے بھائیو! حسد دراصل اللہ تعالیٰ کی تقسیم پر دل کی ناراضی کا نام ہے۔ جب انسان یہ سوچنے لگتا ہے کہ فلاں کو یہ نعمت کیوں ملی؟ فلاں کو عزت کیوں ملی؟ فلاں کو

کامیابی کیوں ملی؟ تو وہ بھول جاتا ہے کہ دینے والا اللہ ہے اور تقسیم کرنے والا بھی اللہ ہی ہے۔ جس رب نے کسی کو عطا کیا ہے، وہی بہتر جانتا ہے کہ کس کے لیے کیا مناسب ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھرے انداز میں فرمایا:

قرآنِ کریم ہمیں دوسروں کی نعمتوں پر حسد کرنے کے بجائے اللہ تعالیٰ سے فضل مانگنے کی تعلیم دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَ لَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ

(سورۃ النساء:32)

ترجمہ: اور تم اس چیز کی تمنا نہ کرو جس کے ذریعے اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔

میرے دوستو! دوسرے کی نعمت دیکھ کر جلنے کے بجائے اپنے رب کے فضل کا سوال کرو، یہی ایمان کا راستہ ہے۔

حافظ صاحب نے ایک مثال دیتے ہوئے فرمایا:

میرے عزیزو! دو باغ ہوں، ایک باغ میں زیادہ پھل لگے ہوں اور دوسرے میں کم۔ عقل مند باغبان یہ نہیں سوچتا کہ دوسرے باغ کو نقصان پہنچا دوں، بلکہ وہ اپنی زمین کو بہتر بنانے کی کوشش کرتا ہے۔ اسی طرح مومن دوسروں کی کامیابی دیکھ کر جلتا نہیں بلکہ اپنے عمل، اپنی محنت اور اپنے تعلق باللہ کو بہتر کرتا ہے۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے چند لمحوں کے بعد فرمایا:

میرے عزیز! کبھی اپنے دل سے یہ سوال کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی دوسرے

بندے کو عزت، رزق یا کامیابی عطا فرماتا ہے تو میرے دل کی کیفیت کیا ہوتی ہے؟ کیا میں اس کے لیے خیر کی دعا کرتا ہوں یا دل میں بے چینی محسوس کرتا ہوں؟ کیا میں اپنی نعمتوں کو یاد رکھتا ہوں یا دوسروں کی نعمتیں گننے میں زندگی گزار دیتا ہوں؟ یہی سوال دل کی صفائی کا ذریعہ بن سکتے ہیں۔

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

حسد انسان کو اندر سے کھا جاتا ہے۔ حسد کرنے والا دوسروں کو نقصان پہنچانے سے پہلے خود پریشان ہوتا ہے۔ وہ دوسروں کے سکون سے بے سکون، دوسروں کی خوشی سے غمگین اور دوسروں کی ترقی سے بے چین رہتا ہے۔ حالانکہ جس نعمت پر وہ حسد کر رہا ہے، وہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، اور جس دل میں حسد پیدا ہو رہا ہے، وہ دل بھی اللہ تعالیٰ کی امانت ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت فکر انگیز انداز میں فرمایا:

حرص بھی دل کا ایک بڑا فتنہ ہے۔ حرص کا مطلب صرف زیادہ مال چاہنا نہیں، بلکہ دنیا کی ایسی محبت ہے جس میں انسان اللہ تعالیٰ کی رضا، آخرت کی تیاری اور دل کے سکون کو بھول جائے۔ حرص انسان کو تھوڑے پر راضی نہیں ہونے دیتی، ہر وقت مزید کی طلب میں مبتلا رکھتی ہے اور آخر کار انسان کو ناشکری کی طرف لے جاتی ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت درد بھرے لہجے میں فرمایا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لَوْ أَنَّ لِابْنِ آدَمَ وَادِيًا مِّنْ ذَهَبٍ أَحَبَّ أَنْ يَّكُوْنَ لَهُ وَادِيَانِ

(صحیح البخاری، حدیث:6439، صحیح مسلم، حدیث:1048)

ترجمہ: اگر ابنِ آدم کے پاس سونے کی ایک وادی ہو تو وہ چاہے گا کہ اس کے

پاس دو وادیاں ہوں۔

میرے بھائیو! انسان کی خواہشات کی کوئی انتہا نہیں، انہیں صرف قناعت اور اللہ تعالیٰ کی یاد ہی قابو میں رکھ سکتی ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت شفقت سے فرمایا:

حرص کا علاج قناعت ہے، اور حسد کا علاج محبت و شکر ہے۔ جب بندہ یہ یقین کر لیتا ہے کہ میرا رزق اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، میری عزت اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، میری کامیابی اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے، تو دل دوسروں کی طرف دیکھنا چھوڑ دیتا ہے اور اپنے رب کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت سے فرمایا:

میرے دوستو! اپنے دل کو حسد اور حرص سے پاک کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔ روزانہ اپنی نعمتیں یاد کرو۔ اپنی صحت، ایمان، گھر، اہل و عیال، والدین، رزق اور سانسوں پر غور کرو۔ جو شخص اپنی نعمتوں کو پہچان لیتا ہے، وہ دوسروں کی نعمتوں پر نظر نہیں رکھتا۔

حافظ صاحب نے آبدیدہ آنکھوں سے فرمایا:

بندوں کے ساتھ خیر خواہی اختیار کرو۔ کسی کی کامیابی پر خوش ہونا سیکھو۔ کسی کی خوشی میں شریک ہونا سیکھو۔ اگر کسی کو اللہ تعالیٰ نے تم سے زیادہ عطا کیا ہے تو سمجھ لو کہ یہ اللہ تعالیٰ کا امتحان ہے۔ شاید وہ اس نعمت کے ذریعے اس بندے کو آزما رہا ہے، اور شاید تمہیں صبر و شکر کے ذریعے بلند مقام عطا کرنا چاہتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت سوز و گداز کے ساتھ فرمایا:

اے اللہ کے بندو! یاد رکھو، دنیا کی نعمتیں ہاتھ میں اچھی لگتی ہیں، دل میں نہیں۔ جب مال ہاتھ میں ہو تو نعمت ہے، جب دل میں داخل ہو جائے تو آزمائش بن جاتا ہے۔ مومن دنیا کو استعمال کرتا ہے، دنیا کو اپنا مالک نہیں بناتا۔ وہ رزق کماتا ہے مگر

رازق کو نہیں بھولتا، نعمت لیتا ہے مگر منعم کو نہیں بھولتا۔

حافظ صاحب نے عاجزی سے سر جھکا کر فرمایا:

میرے عزیزو! اپنے دل کی حفاظت کرو، کیونکہ دل ہی وہ جگہ ہے جہاں ایمان کا نور بھی اترتا ہے اور فتنوں کی تاریکی بھی۔ حسد کی آگ کو ذکرِ الٰہی سے بجھاؤ، حرص کی آگ کو قناعت سے ٹھنڈا کرو، اور اپنے دل کو اللہ تعالیٰ کی محبت سے آباد کرو۔ جس دل میں اللہ تعالیٰ کی رضا سب سے بڑی خواہش بن جائے، وہاں حسد اور حرص زیادہ دیر قیام نہیں کر سکتے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں حسد کے زہر، حرص کی آگ، نفس کی خواہشات اور شیطان کے تمام فتنوں سے محفوظ فرمائے، ہمارے دلوں کو شکر، قناعت، محبت، اخلاص اور تقویٰ کی دولت عطا فرمائے۔ آمین۔

مایوسی کا وار اور خوف کا فتنہ

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

تمام حمد و ثنا اس اللہ ربِّ رحمٰن و رحیم کے لیے ہے جو ناامید دلوں میں امید کی روشنی پیدا فرماتا ہے، خوف زدہ سینوں کو اپنے ذکر سے اطمینان عطا کرتا ہے، گناہ گاروں کے لیے توبہ کا دروازہ کھولتا ہے اور اپنے فضل سے کمزور بندوں کو مضبوطی عطا فرماتا ہے۔ وہی رحمتوں کا خزانہ، دلوں کا سہارا اور بے کسوں کا مددگار ہے۔

وہی اللہ ہے جس کی رحمت تمام مخلوقات پر وسیع ہے، جس کا کرم بندوں کے گناہوں سے بڑا ہے، جس کی بخشش انسان کی لغزشوں سے کہیں زیادہ ہے۔ وہی بندوں کے آنسو دیکھتا ہے، ان کے دلوں کی ٹوٹ پھوٹ کو جانتا ہے اور اپنے لطف

سے پریشان حال دلوں کو سکون عطا فرماتا ہے۔

وہی اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ ہے جو خوف کے لمحوں میں امان دیتا ہے، اندھیروں میں راستہ دکھاتا ہے، آزمائشوں میں صبر عطا کرتا ہے اور اپنے محبوب بندوں کو یقین، توکل اور امید کی دولت سے نوازتا ہے۔ تمام بزرگی، تمام قدرت، تمام رحمت اور تمام تعریفیں صرف اسی ذاتِ پاک کے لیے ہیں۔

حافظ صاحب نے نہایت شفقت بھری نگاہ سے حاضرین کی طرف دیکھا، پھر فرمایا:

اے میرے عزیزو! شیطان کے بڑے ہتھیاروں میں سے ایک ہتھیار مایوسی اور خوف ہے۔ وہ انسان کو کبھی گناہوں کی طرف لے جا کر اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید کرنا چاہتا ہے، اور کبھی مستقبل کے خوف میں مبتلا کر کے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کمزور کرنا چاہتا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ بندہ نہ ماضی کی اصلاح کر سکے اور نہ مستقبل کے لیے امید کے ساتھ قدم اٹھا سکے۔

حافظ صاحب نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی، پھر نہایت درد بھرے لہجے میں فرمایا:

میرے بھائیو! یاد رکھو، مایوسی ایمان کے مزاج کے خلاف ہے۔ مومن گناہ کے بعد بھی اپنے رب کی طرف لوٹتا ہے، آزمائش میں بھی اپنے رب کو یاد کرتا ہے، مشکلات میں بھی یقین رکھتا ہے کہ میرا اللہ میرے حال سے واقف ہے۔ کیونکہ جس رب نے اندھیری رات کے بعد صبح پیدا کی، وہ پریشان دل کے لیے آسانی بھی پیدا فرمانے پر قادر ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھرے انداز میں فرمایا:

قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ط

(سورۃ الزمر:53)

ترجمہ: اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔

میرے دوستو! یہ آیت صرف گناہ گاروں کے لیے نہیں بلکہ ہر اس دل کے لیے ہے جو کسی مشکل، پریشانی یا آزمائش سے گزر رہا ہو۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے دروازے کبھی بند نہیں ہوتے۔

حافظ صاحب نے ایک مثال بیان کرتے ہوئے فرمایا:

میرے عزیزو! ایک بچہ اگر چلتے ہوئے گر جائے تو وہ اپنی ماں سے دور نہیں بھاگتا، بلکہ رو کر اسی کی طرف واپس جاتا ہے، کیونکہ اسے یقین ہوتا ہے کہ ماں اسے سنبھال لے گی۔ بندے کا تعلق بھی اپنے رب کے ساتھ ایسا ہی ہونا چاہیے۔ جب لغزش ہو جائے تو شیطان کہتا ہے کہ اب تمہارے لیے کوئی راستہ نہیں، لیکن رحمتِ الٰہی کہتی ہے کہ واپس آؤ، میرا دروازہ کھلا ہے۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے چند لمحوں کے بعد فرمایا:

میرے عزیز! کبھی اپنے دل سے یہ سوال کیا ہے کہ جب زندگی میں کوئی مشکل آتی ہے تو میرا پہلا سہارا کون بنتا ہے؟ کیا میں پریشانی میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہوں یا صرف حالات کے خوف میں ڈوب جاتا ہوں؟ کیا مجھے یقین ہے کہ میرا رب میری آزمائش کو بھی میرے لیے رحمت کا ذریعہ بنا سکتا ہے؟

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

شیطان مومن کو خوف کے ذریعے کمزور کرنا چاہتا ہے۔ وہ کبھی رزق کا خوف دلاتا ہے، کبھی لوگوں کا خوف، کبھی مستقبل کا خوف، کبھی ناکامی کا خوف۔ لیکن مومن جانتا ہے کہ رزق دینے والا اللہ ہے، عزت دینے والا اللہ ہے، نقصان اور نفع کا مالک اللہ

ہے۔جس کا تعلق اللہ تعالیٰ سے مضبوط ہو جائے، دنیا کے خوف اس کے دل کو غلام نہیں بنا سکتے۔

حافظ صاحب نے نہایت فکر انگیز انداز میں فرمایا:

خوف کی بھی دو قسمیں ہیں۔ایک خوف جو اللہ تعالیٰ سے دور کر دے، یہ شیطان کا فتنہ ہے۔دوسرا خوف جو اللہ تعالیٰ کے قریب لے آئے، یہ ایمان کی علامت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا خوف انسان کو گناہ سے روکتا ہے،لیکن شیطان کا خوف انسان کو عمل سے روکتا ہے۔مومن اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید بھی رکھتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت درد بھرے لہجے میں فرمایا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لَا يَمُوتَنَّ أَحَدُكُمْ إِلَّا وَهُوَ يُحْسِنُ بِاللهِ الظَّنَّ

(صحیح مسلم،حدیث:2877)

ترجمہ:تم میں سے کوئی شخص اس حال میں نہ مرے کہ وہ اللہ کے بارے میں اچھا گمان نہ رکھتا ہو۔

میرے بھائیو!اللہ تعالیٰ سے اچھا گمان رکھنا ایمان کا حسن ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت شفقت سے فرمایا:

مایوسی کا علاج اللہ تعالیٰ کی رحمت کو یاد کرنا ہے، اور خوف کا علاج اللہ تعالیٰ پر توکل کرنا ہے۔قرآن پڑھو، ذکر کرو، دعا مانگو، نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرو، اپنی لغزشوں پر توبہ کرو اور اپنے رب کے وعدوں پر یقین رکھو۔جو شخص اللہ تعالیٰ کو اپنا مددگار بنا لیتا ہے،اس کے لیے مشکلات بھی تربیت کا ذریعہ بن جاتی ہیں۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

میرے دوستو! اگر تم سے گناہ ہو جائے تو شیطان کے بہکاوے میں نہ آنا کہ اب تم قابلِ اصلاح نہیں رہے۔ اگر کوئی مشکل آ جائے تو یہ نہ سمجھنا کہ اللہ تعالیٰ تم سے ناراض ہے۔ کبھی کبھی آزمائش بندے کو اپنے رب کے زیادہ قریب کرنے کے لیے آتی ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی زندگیاں دیکھو، کتنی آزمائشیں آئیں، مگر ان کا یقین اللہ تعالیٰ سے کبھی کمزور نہ ہوا۔

حافظ صاحب نے آبدیدہ آنکھوں سے فرمایا:

حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹے حضرت یوسف علیہ السلام کی جدائی میں غم برداشت کیا، مگر اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہ ہوئے۔ انہوں نے فرمایا:

وَ لَا تَایْـَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ؕ

(سورۃ یوسف:87)۔

ترجمہ: اور اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔

اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔ یہ یقین کا مقام ہے کہ حالات چاہے کتنے بھی مشکل ہوں، رب کی رحمت سے امید قائم رہے۔

حافظ صاحب نے نہایت سوز و گداز کے ساتھ فرمایا:

اے اللہ کے بندو! اپنی زندگی کو خوف اور مایوسی کے اندھیروں میں مت گزارو۔ تمہارا رب تمہیں تمہارے گناہوں سے زیادہ جانتا ہے، تمہاری کمزوریوں سے زیادہ تم پر رحم فرمانے والا ہے۔ اپنے دل کو امید سے زندہ رکھو، اپنے قدموں کو نیکی کی طرف بڑھاؤ، اپنے ہاتھوں کو خدمت کے لیے استعمال کرو اور اپنی زبان کو ذکرِ الٰہی سے تر رکھو۔

حافظ صاحب نے عاجزی سے سر جھکا کر فرمایا:

میرے عزیزو! یاد رکھو، شیطان چاہتا ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ سے دور ہو جائے،

مگر اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ بندہ پلٹ کر اس کے قریب آ جائے۔ مایوسی شیطان کی آواز ہے، جبکہ امید ایمان کی آواز ہے۔ خوف اگر اللہ تعالیٰ کی طرف لے جائے تو رحمت ہے، اور اگر اللہ تعالیٰ سے دور کر دے تو فتنہ ہے۔ اس لیے دل کو اپنے رب کے ساتھ مضبوطی سے جوڑ لو۔

اللہ تعالیٰ ہمیں مایوسی کے اندھیروں، بے جا خوف، شیطانی وسوسوں اور دل کی کمزوریوں سے محفوظ فرمائے، ہمارے قلوب کو یقین، توکل، امید، صبر اور اپنی محبت کے نور سے منور فرمائے۔ آمین۔

دنیا کی محبت اور نفس کی پیروی

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

تمام حمد و ثنا اس اللہ ربّ عظیم کے لیے ہے جو دلوں کے میل کو پاک کرنے والا، روحوں کو ہدایت دینے والا، دنیا کی حقیقت دکھانے والا اور آخرت کی دائمی زندگی کی طرف بلانے والا ہے۔ وہی دلوں کا مالک، نیتوں کا جاننے والا اور بندوں کے ظاہر و باطن سے باخبر ہے۔

وہی اللہ ہے جس نے دنیا کو آزمائش کا مقام بنایا، آخرت کو ہمیشہ رہنے والا گھر بنایا، نعمتوں کو شکر کا ذریعہ بنایا اور مصیبتوں کو صبر کا وسیلہ بنایا۔ وہی اپنے فضل سے بندوں کو دنیا کی محبت کی غلامی سے نکال کر اپنی محبت کی آزادی عطا فرماتا ہے۔

وہی ربّ کریم ہے جس کے خزانے بے انتہا ہیں، جس کی عطائیں بے شمار ہیں، جس کی حکمت ہر فیصلے میں پوشیدہ ہے اور جس کی رضا ہی بندے کے لیے حقیقی کامیابی ہے۔ تمام تعریفیں، تمام عظمتیں اور تمام بزرگیاں صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھری نگاہ سے حاضرین کی طرف دیکھا، پھر فرمایا:

اے میرے عزیزو! انسان کے دل میں محبت کا مادہ اللہ تعالیٰ نے رکھا ہے۔ محبت انسان کی فطرت ہے، لیکن اصل سوال یہ ہے کہ انسان سب سے زیادہ محبت کس سے کرتا ہے؟ اگر دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت سب سے بلند ہو تو دنیا نعمت بن جاتی ہے، اور اگر دنیا کی محبت اللہ تعالیٰ کی محبت پر غالب آ جائے تو یہی دنیا انسان کے لیے آزمائش اور فتنہ بن جاتی ہے۔

حافظ صاحب نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی، پھر فرمایا: میرے بھائیو! دنیا بری نہیں، کیونکہ دنیا بھی اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی ہے۔ کھیتی، تجارت، گھر، خاندان، رزق اور زندگی کی تمام سہولتیں اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں۔ خرابی دنیا میں نہیں بلکہ دل کے اس تعلق میں ہے جب انسان دنیا کو مقصدِ زندگی بنا لیتا ہے اور اپنے رب کو بھول جاتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت درد بھرے لہجے میں فرمایا:

شیطان انسان کو دنیا کے ذریعے دھوکا دیتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ عزت مال میں ہے، خوشی جمع کرنے میں ہے، کامیابی لوگوں کی تعریف میں ہے، حالانکہ حقیقی عزت اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ہے، حقیقی خوشی دل کے سکون میں ہے اور حقیقی کامیابی اللہ تعالیٰ کی رضا میں ہے۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴿۱۸۵﴾

(سورۃ آل عمران:185)

ترجمہ: اور دنیا کی زندگی تو محض دھوکے کا سامان ہے۔

میرے دوستو! اس کا مطلب یہ نہیں کہ دنیا کی جائز نعمتیں چھوڑ دی جائیں، بلکہ مطلب یہ ہے کہ دنیا کو دل کا مالک نہ بنایا جائے۔

حافظ صاحب نے ایک مثال بیان کرتے ہوئے فرمایا:

میرے عزیزو! ایک مسافر سفر کے دوران سایہ دار درخت کے نیچے کچھ دیر آرام کرتا ہے، لیکن وہ اس درخت کو اپنا گھر نہیں بنالیتا، کیونکہ اسے معلوم ہے کہ اسے اپنی منزل کی طرف جانا ہے۔ اسی طرح دنیا بھی ایک راستہ ہے، منزل نہیں۔ عقلمند وہ ہے جو دنیا سے فائدہ اٹھائے مگر آخرت کو نہ بھولے۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے چند لمحوں کے بعد فرمایا:

میرے عزیز! کبھی اپنے دل سے یہ سوال کیا ہے کہ اگر آج مجھے دنیا کی تمام چیزیں مل جائیں لیکن اللہ تعالیٰ کی رضا نہ ملے تو کیا میں واقعی کامیاب ہوں؟ کیا میری مصروفیات مجھے میرے رب کے قریب کر رہی ہیں یا مجھ سے میرے رب کو دور کر رہی ہیں؟ کیا میں دنیا کو اپنے ہاتھ میں رکھتا ہوں یا دنیا میرے دل پر قبضہ کر چکی ہے؟

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

نفس انسان کے اندر خواہشات پیدا کرتا ہے۔ اگر نفس کو تربیت دی جائے تو یہی نفس عبادت، خدمت اور نیکی کی طرف چلتا ہے، لیکن اگر اسے آزاد چھوڑ دیا جائے تو یہ انسان کو خواہشات کا غلام بنا دیتا ہے۔ نفس ہمیشہ آسان راستہ چاہتا ہے، فوری لذت چاہتا ہے، تعریف چاہتا ہے، آرام چاہتا ہے، لیکن ایمان انسان کو بلند مقصد کی طرف بلاتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت فکر انگیز انداز میں فرمایا:

نفس کی پیروی کا سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ انسان اپنی خواہش کو حق سمجھنے لگتا ہے۔ وہ جس چیز کو چاہتا ہے، اسے درست ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ اپنی

کمزوریوں کے لیے بہانے تلاش کرتا ہے، لیکن اپنے نفس کا محاسبہ نہیں کرتا۔ یہی وہ مقام ہے جہاں شیطان انسان کو اپنے جال میں گرفتار کر لیتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت درد بھرے لہجے میں فرمایا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اَلْكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهُ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ

(سنن الترمذی، حدیث:2459)

ترجمہ: عقلمند وہ ہے جو اپنے نفس کا محاسبہ کرے اور موت کے بعد کی زندگی کے لیے عمل کرے۔

میرے بھائیو! اپنے نفس کو قابو کرنا ہی اصل کامیابی ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت شفقت سے فرمایا:

نفس کی اصلاح کا راستہ یہ ہے کہ انسان اپنے دل کو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے زندہ رکھے، نماز کی حفاظت کرے، قرآن سے تعلق مضبوط کرے، حلال رزق اختیار کرے، روزہ رکھے، استغفار کرے اور نیک صحبت اختیار کرے۔ جس دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت بڑھتی ہے، اس دل میں نفس کی خواہشات کمزور ہونے لگتی ہیں۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

میرے دوستو! اپنے مال کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو، مگر مال کی محبت کو دل میں جگہ نہ دو۔ اپنے گھر والوں سے محبت کرو، مگر اللہ تعالیٰ کی محبت کو سب پر مقدم رکھو۔ اپنی کامیابیوں پر خوش ہو، مگر انہیں اللہ تعالیٰ کا فضل سمجھو۔ یہی دنیا میں رہتے ہوئے دنیا سے محفوظ رہنے کا راستہ ہے۔

حافظ صاحب نے آبدیدہ آنکھوں سے فرمایا:

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے دل میں خلافت جیسا عظیم منصب آیا، مگر ان کا دل دنیا کا غلام نہ بنا۔ انہوں نے حکومت کو اللہ تعالیٰ کی امانت سمجھا اور عدل و تقویٰ کے ساتھ زندگی گزاری۔ میرے عزیزو! اصل زہد یہ نہیں کہ انسان کے پاس کچھ نہ ہو، بلکہ اصل زہد یہ ہے کہ چیزیں ہاتھ میں ہوں مگر دل میں نہ ہوں۔

حافظ صاحب نے نہایت سوز و گداز کے ساتھ فرمایا:

اے اللہ کے بندو! اپنے نفس کو دشمن نہ سمجھو، بلکہ اسے تربیت کے محتاج بچے کی طرح سمجھو۔ اسے قرآن کی تعلیم دو، اسے ذکر کی غذا دو، اسے تقویٰ کا لباس پہناؤ۔ جو نفس اللہ تعالیٰ کے سامنے جھک جاتا ہے، وہ انسان کو بلندیوں تک پہنچا دیتا ہے۔

حافظ صاحب نے عاجزی سے سر جھکا کر فرمایا:

میرے عزیزو! دنیا چند دن کی ہے، مگر آخرت ہمیشہ کی ہے۔ عقل مند وہ ہے جو چند دنوں کے آرام کے لیے ہمیشہ کی زندگی خراب نہ کرے۔ اپنے دل کو اللہ تعالیٰ کی محبت کا گھر بناؤ، اپنے نفس کو اطاعت کا عادی بناؤ، رسول اللہ ﷺ کی سنت کو اپنا راستہ بناؤ، کیونکہ یہی راستہ دنیا میں سکون اور آخرت میں نجات کا ذریعہ ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں دنیا کی ناجائز محبت، نفس کی غلامی، خواہشات کے فتنوں اور شیطان کے دھوکوں سے محفوظ فرمائے، ہمارے دلوں کو اپنی محبت، ذکر، تقویٰ اور اخلاص سے آباد فرمائے۔ آمین۔

ذکر سے غفلت۔ توبہ سے دوری

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

تمام حمد و ثنا اس اللہ ربِّ کریم کے لیے ہے جو غافل دلوں کو اپنی یاد سے بیدار

فرماتا ہے، گناہ گار بندوں کو توبہ کی توفیق عطا کرتا ہے، ٹوٹے ہوئے دلوں کو اپنی رحمت سے جوڑتا ہے اور بھٹکے ہوئے انسانوں کو اپنی طرف لوٹنے کا راستہ دکھاتا ہے۔ وہی دلوں کا حال جاننے والا، روحوں کا علاج فرمانے والا اور بندوں پر بے حد مہربان ہے۔

وہی اللہ ہے جس کے ذکر سے دلوں کو زندگی ملتی ہے، جس کی یاد سے بے قرار سینوں کو سکون نصیب ہوتا ہے، جس کی رحمت سے مایوس انسان امید پاتا ہے اور جس کی مغفرت سے گناہوں کے بوجھ ہلکے ہو جاتے ہیں۔ وہی بندوں کی کمزوریوں سے واقف ہے اور اپنے فضل سے انہیں سنبھالنے والا ہے۔

وہی اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ ہے جو توبہ قبول کرنے والا، خطاؤں کو معاف کرنے والا، دلوں کو پاک کرنے والا اور بندوں کو اپنی قربت عطا فرمانے والا ہے۔ تمام تعریفیں، تمام عظمتیں، تمام رحمتیں اور تمام کمالات صرف اسی ذاتِ پاک کے لیے ہیں۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھری نگاہ سے حاضرین کی طرف دیکھا، پھر فرمایا:

اے میرے عزیزو! انسان کی روحانی زندگی میں دو چیزیں بہت بڑی نعمتیں ہیں: ایک اللہ تعالیٰ کا ذکر اور دوسری سچی توبہ۔ ذکر دل کو زندہ رکھتا ہے اور توبہ دل کو پاک کرتی ہے۔ لیکن جب انسان ذکر سے غافل ہو جاتا ہے اور توبہ کو مؤخر کرتا رہتا ہے تو آہستہ آہستہ دل پر غفلت کی تہیں جمنا شروع ہو جاتی ہیں۔

حافظ صاحب نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی، پھر درد بھرے لہجے میں فرمایا:

میرے بھائیو! جسم کی زندگی کھانے پینے سے ہے، لیکن روح کی زندگی اللہ تعالیٰ کی یاد سے ہے۔ جس طرح جسم کو غذا نہ ملے تو کمزور ہو جاتا ہے، اسی طرح دل کو ذکر نہ ملے تو روحانی کمزوری کا شکار ہو جاتا ہے۔ پھر انسان گناہ کو معمولی سمجھنے لگتا ہے،

نیکی میں سستی محسوس کرتا ہے اور دنیا کی مصروفیات میں اپنے اصل مقصد کو بھول جاتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھرے انداز میں فرمایا:

قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ

(سورۃ الکہف:24)

ترجمہ: اور جب بھول جاؤ تو اپنے رب کو یاد کرو۔

میرے دوستو! انسان بھولنے والا ہے، کمزور ہے، لغزش کرنے والا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے اسے ذکر کا راستہ دیا ہے تاکہ وہ ہر لمحہ اپنے رب سے تعلق قائم رکھ سکے۔

حافظ صاحب نے ایک مثال بیان کرتے ہوئے فرمایا:

میرے عزیزو! ایک آئینہ اگر مسلسل دھول میں پڑا رہے تو اس میں چہرہ صاف نظر نہیں آتا، حالانکہ آئینہ اپنی جگہ موجود ہوتا ہے۔ اسی طرح دل بھی اللہ تعالیٰ کی معرفت کے لیے بنایا گیا ہے، مگر گناہوں اور غفلت کی گرد اسے دھندلا دیتی ہے۔ ذکرِ الٰہی اس گرد کو صاف کرتا ہے اور توبہ دل کو دوبارہ روشن کر دیتی ہے۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے چند لمحوں کے بعد فرمایا:

میرے عزیز! کبھی اپنے دل سے یہ سوال کیا ہے کہ آخری مرتبہ میں نے تنہائی میں اپنے رب کو کتنی محبت سے یاد کیا تھا؟ کیا میری زبان دنیا کی باتوں میں زیادہ مصروف رہتی ہے یا اللہ تعالیٰ کے ذکر میں؟ جب مجھ سے کوئی غلطی ہو جاتی ہے تو کیا میں فوراً توبہ کرتا ہوں یا اسے معمولی سمجھ کر ٹالتا رہتا ہوں؟

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

توبہ سے دوری شیطان کا ایک بڑا فتنہ ہے۔ وہ انسان کو کہتا ہے: ابھی وقت

ہے، بعد میں توبہ کر لینا، ابھی جوانی ہے، ابھی زندگی باقی ہے۔ لیکن کسی کو معلوم نہیں کہ اگلا لمحہ اس کے اختیار میں ہے یا نہیں۔ سمجھ دار وہ ہے جو گناہ کے بعد فوراً اپنے رب کی طرف پلٹ آئے۔

حافظ صاحب نے نہایت فکر انگیز انداز میں فرمایا:

شیطان جانتا ہے کہ اگر انسان سچی توبہ کر لے تو اس کا ماضی بھی رحمت میں بدل سکتا ہے، اس لیے وہ انسان کو توبہ سے روکتا ہے۔ وہ گناہ کو چھوٹا دکھاتا ہے اور توبہ کو مشکل بنا کر پیش کرتا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی واپسی کو پسند فرماتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت درد بھرے لہجے میں فرمایا:

قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَ يُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ﴿۲۲۲﴾

(سورۃ البقرۃ:222)

ترجمہ: بے شک اللہ بہت توبہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے اور پاکیزگی اختیار کرنے والوں سے بھی محبت کرتا ہے۔

میرے بھائیو! غور کرو، گناہ کرنے والا اگر سچے دل سے واپس آ جائے تو اللہ تعالیٰ اسے صرف معاف نہیں فرماتا بلکہ اس سے محبت فرماتا ہے۔

حافظ صاحب نے آبدیدہ آنکھوں سے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

كُلُّ بَنِيْ اٰدَمَ خَطَّاءٌ، وَخَيْرُ الْخَطَّائِيْنَ التَّوَّابُوْنَ

(سنن الترمذی، حدیث:2499)

ترجمہ: آدم کی تمام اولاد خطا کار ہے، اور خطا کاروں میں سب سے بہتر وہ ہیں جو کثرت سے توبہ کرنے والے ہیں۔

میرے عزیزو! اللہ تعالیٰ کامل بندہ نہیں مانگتا جو کبھی نہ گرے، بلکہ ایسا بندہ پسند فرماتا ہے جو گر کر پھر اپنے رب کی طرف لوٹ آئے۔

حافظ صاحب نے نہایت شفقت سے فرمایا:

ذکر سے غفلت کا علاج یہ ہے کہ انسان اپنی زندگی میں اللہ تعالیٰ کی یاد کے اوقات مقرر کرے۔ صبح کا آغاز اللہ کے نام سے کرے، نمازوں کی حفاظت کرے، قرآن کی تلاوت کرے، درود شریف پڑھے، استغفار کرے اور دل کو دنیا کے شور سے نکال کر اپنے رب کے ذکر میں لگائے۔ تھوڑا ذکر بھی اگر محبت سے ہو تو دل کو بدل دیتا ہے۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

توبہ صرف زبان سے استغفار کا نام نہیں، بلکہ دل کی واپسی کا نام ہے۔ گناہ پر ندامت، گناہ چھوڑنے کا عزم اور اللہ تعالیٰ کی طرف سچی رجوع توبہ کی حقیقت ہے۔ جو شخص ہر دن اپنے اعمال کا محاسبہ کرتا ہے، اس کا دل غفلت سے محفوظ رہتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت سوز و گداز کے ساتھ فرمایا:

اے اللہ کے بندو! دنیا کی مصروفیات تمہیں اپنے رب سے دور نہ کر دیں۔ رزق کماؤ، خاندان کی ذمہ داریاں نبھاؤ، لوگوں کے حقوق ادا کرو، مگر دل کا تعلق اللہ تعالیٰ سے مضبوط رکھو۔ یاد رکھو! جس دل میں ذکر زندہ ہو، وہاں گناہ زیادہ دیر قیام نہیں کر سکتے۔

حافظ صاحب نے عاجزی سے سر جھکا کر فرمایا:

میرے عزیزو! اپنے دل کو غفلت کا قبرستان نہ بننے دو، اسے ذکر کا باغ بنا دو۔

اپنے گناہوں کو معمولی نہ سمجھو، کیونکہ چھوٹے گناہ بھی دل پر اثر ڈالتے ہیں۔ ہر رات اپنے رب کے سامنے کھڑے ہو کر کہو: اے اللہ! جو کوتاہیاں ہوئیں انہیں معاف فرما، جو بھول ہوئی اسے بخش دے، اور ہمیں اپنی یاد اور اپنی محبت سے محروم نہ فرما۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ذکرِ الٰہی سے غفلت، توبہ میں سستی، گناہوں کی محبت اور دل کی سختی سے محفوظ فرمائے، ہمارے دلوں کو اپنی یاد، اپنی محبت اور اپنی معرفت کے نور سے روشن فرمائے۔ آمین۔

شیطان سے پناہ- استعاذہ کی برکت

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

تمام حمد و ثنا اس اللہ ربِّ پناہ کے لیے ہے جو کمزور بندوں کو اپنی حفاظت میں جگہ دیتا ہے، خوف زدہ دلوں کو امن عطا فرماتا ہے، شیطان کے وسوسوں سے بچانے والا ہے اور اپنے ذکر و رحمت سے ایمان والوں کے قلوب کو مضبوط فرماتا ہے۔ وہی حقیقی محافظ، حقیقی مددگار اور ہر آفت و فتنہ سے بچانے والا ہے۔

وہی اللہ ہے جس کے قبضۂ قدرت میں تمام مخلوقات ہیں، جس کے حکم کے بغیر کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا، جس کی رحمت بندے کی کمزوریوں سے کہیں زیادہ وسیع ہے اور جس کی حفاظت میں آ کر انسان دنیا و آخرت کے ہر خطرے سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ وہی دلوں کو سکون دینے والا، روحوں کو پاک کرنے والا اور بندوں کو اپنی قربت عطا فرمانے والا ہے۔

وہی اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ ہے جس کی پناہ سب سے مضبوط پناہ ہے، جس کا سہارا سب سے بڑا سہارا ہے اور جس کی مدد سب سے عظیم مدد ہے۔ تمام عزت، تمام طاقت،

تمام عظمت اور تمام تعریفیں صرف اسی ذاتِ پاک کے لیے ہیں۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھری نگاہوں سے حاضرین کی طرف دیکھا، پھر فرمایا:

اے میرے عزیزو! انسان کی زندگی میں ایسے دشمن بھی ہیں جو آنکھوں سے نظر نہیں آتے، مگر دل اور ایمان پر حملہ کرتے ہیں۔ ان میں سب سے بڑا دشمن شیطان ہے۔ وہ انسان کے خیالات میں وسوسے ڈالتا ہے، نیکی سے روکتا ہے، گناہ کو خوبصورت بناتا ہے اور دل کو اللہ تعالیٰ کی یاد سے دور کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو بے سہارا نہیں چھوڑا، بلکہ انہیں استعاذہ یعنی اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنے کا عظیم راستہ عطا فرمایا۔

حافظ صاحب نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی، پھر نہایت جذب و کیف کے ساتھ فرمایا: میرے بھائیو!

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ

ترجمہ: میں مردود شیطان سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔

صرف چند الفاظ نہیں، بلکہ ایک مومن کا اعلان ہے کہ میں اپنی طاقت، اپنی عقل اور اپنی تدبیر پر بھروسہ نہیں کرتا، بلکہ اپنے رب کی حفاظت چاہتا ہوں۔ جب بندہ یہ الفاظ دل کی کیفیت کے ساتھ کہتا ہے تو وہ شیطان کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کی مدد طلب کرتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھرے انداز میں فرمایا:

قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ اِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۳۶﴾

(سورۃ فصلت:36)

ترجمہ: اور اگر شیطان کی طرف سے تمہیں کوئی اکساہٹ یا وسوسہ آئے تو اللہ کی پناہ مانگو، بے شک وہی خوب سننے والا، خوب جاننے والا ہے۔

میرے دوستو! اللہ تعالیٰ نے خود علاج بتا دیا کہ شیطان کے حملے کا جواب اللہ کی پناہ ہے۔

حافظ صاحب نے ایک مثال بیان کرتے ہوئے فرمایا:

میرے عزیزو! ایک چھوٹا بچہ اگر کسی خطرناک چیز کو دیکھتا ہے تو وہ اپنی کمزوری کے باوجود اپنے والدین کی طرف دوڑتا ہے، کیونکہ اسے یقین ہوتا ہے کہ وہ اسے بچا لیں گے۔ اسی طرح بندہ جب شیطان کے وسوسوں، نفس کی خواہشات اور گناہ کے حملوں کو محسوس کرے تو اسے فوراً اپنے رب کی طرف رجوع کرنا چاہیے، کیونکہ سب سے بڑی حفاظت اللہ تعالیٰ کی حفاظت ہے۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے چند لمحوں کے بعد فرمایا:

میرے عزیز! کبھی اپنے دل سے یہ سوال کیا ہے کہ جب میرے دل میں کوئی برا خیال آتا ہے، غصہ بھڑکتا ہے، گناہ کی خواہش پیدا ہوتی ہے یا نیکی میں سستی آتی ہے تو کیا میں فوراً اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں یا شیطان کے بہکاوے کے ساتھ چل پڑتا ہوں؟ کیا مجھے یقین ہے کہ میرا رب میرے ہر وسوسے کو مجھ سے زیادہ جانتا ہے؟

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

استعاذہ کا مطلب صرف زبان سے الفاظ ادا کرنا نہیں، بلکہ دل کا اللہ تعالیٰ کی طرف بھاگنا ہے۔ جب انسان سچے دل سے اللہ کی پناہ مانگتا ہے تو وہ اپنے آپ کو شیطان کی طاقت سے نکال کر اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں دے دیتا ہے۔ یہی مومن کی بصیرت ہے کہ وہ خطرے کو پہچان کر اپنے رب کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت فکر انگیز انداز میں فرمایا:

شیطان انسان پر مختلف راستوں سے حملہ کرتا ہے۔ کبھی نماز میں وسوسے ڈالتا ہے، کبھی دل میں شک پیدا کرتا ہے، کبھی غصے کو بڑھاتا ہے، کبھی رشتوں میں نفرت پیدا کرتا ہے، کبھی نیکی کو مؤخر کرواتا ہے۔ ایسے ہر موقع پر استعاذہ مومن کا ہتھیار ہے۔ جیسے جسمانی دشمن سے بچنے کے لیے انسان مضبوط جگہ تلاش کرتا ہے، اسی طرح روحانی دشمن سے بچنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی پناہ ضروری ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت درد بھرے لہجے میں فرمایا:

رسول اللہ ﷺ جب قرآنِ کریم کی تلاوت فرماتے تو استعاذہ کا اہتمام فرماتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کی تلاوت کے وقت بھی ارشاد فرمایا:

فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ﴿۹۸﴾

(سورۃ النحل:98)

ترجمہ: پس جب تم قرآن پڑھنے لگو تو مردود شیطان سے اللہ کی پناہ مانگ لیا کرو۔

میرے بھائیو! جب کلامِ الٰہی پڑھنے سے پہلے استعاذہ کا حکم ہے تو زندگی کے ہر معاملے میں اس کی ضرورت کو سمجھنا چاہیے۔

حافظ صاحب نے نہایت شفقت سے فرمایا:

استعاذہ انسان کے اندر عاجزی پیدا کرتا ہے۔ یہ احساس پیدا کرتا ہے کہ میں اپنی قوت سے محفوظ نہیں رہ سکتا، مجھے ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کی مدد چاہیے۔ یہی احساس بندے کو تکبر سے بچاتا ہے، تقویٰ عطا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے تعلق مضبوط کرتا ہے۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

میرے دوستو! اپنے گھروں میں اللہ کا ذکر عام کرو، بچوں کو اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنا سکھاؤ، غصے کے وقت استعاذہ کرو، برے خیالات کے وقت استعاذہ کرو، گناہ کے مواقع پر استعاذہ کرو۔ اپنے دل کو ذکرِ الٰہی کا قلعہ بنالو، کیونکہ جس دل میں اللہ تعالیٰ کی یاد مضبوط ہوجاتی ہے، وہاں شیطان کا اثر کمزور پڑ جاتا ہے۔

حافظ صاحب نے آبدیدہ آنکھوں سے فرمایا:

انسان جب اپنے گناہوں، کمزوریوں اور نفس کے حملوں کو دیکھتا ہے تو اسے مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ اسے اپنے رب کی طرف لوٹنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کی پناہ کا دروازہ ہر وقت کھلا ہے۔ جو بندہ عاجزی سے اپنے رب کے سامنے جھک جاتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے شیطان کے مقابلے میں قوت عطا فرماتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت سوز و گداز کے ساتھ فرمایا:

اے اللہ کے بندو! شیطان سے مقابلہ اپنی طاقت سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی مدد سے ہوتا ہے۔ اپنی زبان کو استعاذہ سے تر رکھو، اپنے دل کو ذکر سے آباد رکھو، اپنی زندگی کو سنتِ رسول اللہ ﷺ کے مطابق گزارو، اپنے نفس کا محاسبہ کرو، توبہ کو اپنا ساتھی بناؤ اور ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت طلب کرتے رہو۔

حافظ صاحب نے عاجزی سے سر جھکا کر فرمایا:

میرے عزیزو! یاد رکھو، جس شخص نے اللہ تعالیٰ کو اپنا محافظ بنالیا، شیطان اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ استعاذہ مومن کی پناہ گاہ ہے، دل کا سکون ہے، ایمان کی حفاظت

ہے اور اللہ تعالیٰ سے تعلق کا اظہار ہے۔ لہٰذا ہر قدم پر اپنے رب کو یاد کرو اور اسی کی پناہ میں زندگی گزارو۔

اللہ تعالیٰ ہمیں شیطان مردود کے وسوسوں، فتنوں، حملوں اور دھوکوں سے محفوظ فرمائے، ہمیں کثرت سے استعاذہ کرنے، ذکرِ الٰہی میں مشغول رہنے اور اپنی حفاظت میں رکھنے کی نعمت عطا فرمائے۔ آمین۔

تقویٰ کی ڈھال- اخلاص کی قوت

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

تمام حمد و ثنا اس اللہ ربّ متقیوں کے لیے ہے جو دلوں کو پاکیزگی عطا فرماتا ہے، بندوں کو گناہوں سے بچنے کی توفیق دیتا ہے، نیکیوں کو قبول فرمانے والا اور چھپی ہوئی نیتوں کو جاننے والا ہے۔ وہی دلوں کا نگہبان، روحوں کا پاک کرنے والا اور ایمان والوں کے لیے سب سے مضبوط سہارا ہے۔

وہی اللہ ہے جس نے تقویٰ کو دلوں کی زندگی بنایا، اخلاص کو اعمال کی روح بنایا، اپنی رضا کو کامیابی کا معیار بنایا اور اپنے فضل سے بندوں کو نفس، شیطان اور دنیا کے فتنوں سے بچنے کی طاقت عطا فرمائی۔ وہی ظاہر و باطن کا مالک، ہر راز سے واقف اور ہر کمزوری پر مہربان ہے۔

وہی ربّ کریم ہے جس کے سامنے جھکنے والا بلند ہوتا ہے، جس کے لیے عمل کرنے والا کامیاب ہوتا ہے اور جس کی محبت میں فنا ہونے والا حقیقی عزت پاتا ہے۔ تمام حمد، تمام عظمت، تمام بزرگی اور تمام تعریفیں صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھری نگاہوں سے حاضرین کی طرف دیکھا، پھر

فرمایا: اے میرے عزیزو! ایمان کی حفاظت کے لیے انسان کو دو عظیم قوتوں کی ضرورت ہے: ایک تقویٰ کی ڈھال اور دوسری اخلاص کی قوت۔ تقویٰ انسان کو گناہوں سے بچاتا ہے اور اخلاص انسان کے اعمال کو اللہ تعالیٰ کے دربار میں مقبول بناتا ہے۔ جس دل میں تقویٰ پیدا ہو جائے، وہ گناہوں کے مقابلے میں مضبوط ہو جاتا ہے، اور جس عمل میں اخلاص آ جائے، وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

حافظ صاحب نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی، پھر نہایت جذب و کیف کے ساتھ فرمایا:

میرے بھائیو! تقویٰ صرف خوف کا نام نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کو دل میں بسانے کا نام ہے۔ تقویٰ یہ ہے کہ انسان تنہائی میں بھی اپنے رب کو یاد رکھے، وہاں بھی گناہ سے بچے جہاں اسے کوئی دیکھنے والا نہ ہو، کیونکہ اسے یقین ہو کہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھرے انداز میں فرمایا: قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ

(سورۃ الحجرات:13)

ترجمہ: بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ تقویٰ والا ہے۔

میرے دوستو! دنیا میں عزت کا معیار مال، خاندان یا مقام نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دل کی پاکیزگی اور تقویٰ ہے۔

حافظ صاحب نے ایک مثال دیتے ہوئے فرمایا:

میرے عزیزو! ایک سپاہی جب میدان میں جاتا ہے تو اپنی حفاظت کے لیے

ڈھال ساتھ رکھتا ہے، کیونکہ اسے معلوم ہوتا ہے کہ دشمن کے وار سے بچنے کے لیے مضبوط حفاظت ضروری ہے۔ اسی طرح مومن کی ڈھال تقویٰ ہے۔ زندگی کے راستے میں شیطان، نفس اور گناہوں کے حملے آتے رہتے ہیں، لیکن تقویٰ والا انسان اللہ تعالیٰ کی مدد سے محفوظ رہتا ہے۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے چند لمحوں کے بعد فرمایا:

میرے عزیز! کبھی اپنے دل سے یہ سوال کیا ہے کہ جب مجھے گناہ کا موقع ملتا ہے اور کوئی انسان مجھے نہیں دیکھ رہا ہوتا تو کیا مجھے اللہ تعالیٰ کی نگرانی کا احساس رہتا ہے؟ کیا میری نیکی لوگوں کے سامنے بھی وہی ہوتی ہے جو تنہائی میں ہوتی ہے؟ کیا میرا دل اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتا ہے یا لوگوں کی تعریف؟

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

اخلاص وہ دولت ہے جو معمولی عمل کو بھی عظیم بنا دیتی ہے۔ ایک شخص لوگوں کی نظروں سے چھپ کر ایک چھوٹی سی نیکی کرتا ہے، مگر اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ عمل بہت بڑا ہو جاتا ہے، کیونکہ اس میں صرف اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود ہوتی ہے۔ اور کبھی ایک بڑا عمل بھی انسان کے لیے نقصان کا سبب بن جاتا ہے اگر اس میں شہرت، تعریف یا دنیا کی طلب شامل ہو جائے۔

حافظ صاحب نے نہایت فکر انگیز انداز میں فرمایا:

میرے بھائیو! ریاکاری عمل کا وہ زہر ہے جو بظاہر نیکی دکھائی دیتا ہے مگر اندر سے روح کو کمزور کر دیتا ہے۔ انسان نماز پڑھے، قرآن پڑھے، صدقہ کرے، خدمت کرے، علم حاصل کرے، مگر دل میں یہ خواہش پیدا ہو کہ لوگ مجھے نیک سمجھیں تو اسے اپنے دل کا جائزہ لینا چاہیے۔

حافظ صاحب نے نہایت درد بھرے لہجے میں فرمایا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ اللهَ لَا يَنْظُرُ إِلٰى صُوَرِكُمْ وَأَمْوَالِكُمْ
وَلٰكِنْ يَنْظُرُ إِلٰى قُلُوبِكُمْ وَأَعْمَالِكُمْ

(صحیح مسلم، حدیث:2564)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور مالوں کو نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے دلوں اور اعمال کو دیکھتا ہے۔

میرے عزیزو! اللہ تعالیٰ کے ہاں دل کی کیفیت سب سے زیادہ اہم ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت شفقت سے فرمایا:

تقویٰ پیدا کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرو۔ جب بندہ اپنے رب کی عظمت پہچان لیتا ہے تو گناہ چھوٹا اور اللہ تعالیٰ کا حکم بڑا نظر آنے لگتا ہے۔ جب دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت بڑھتی ہے تو نافرمانی بھاری محسوس ہونے لگتی ہے۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

اخلاص پیدا کرنے کے لیے اپنے اعمال کا محاسبہ کرو۔ نیکی کرنے سے پہلے اپنی نیت درست کرو، نیکی کرتے وقت اللہ تعالیٰ کو یاد رکھو اور نیکی کے بعد اسے اللہ تعالیٰ کے فضل کا نتیجہ سمجھو۔ یہ نہ سوچو کہ میں نے بڑا کام کرلیا، بلکہ یہ سوچو کہ میرے رب نے مجھے عمل کی توفیق دے دی۔

حافظ صاحب نے آبدیدہ آنکھوں سے فرمایا:

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیاں اخلاص کی روشن مثالیں تھیں۔ وہ نیکی کرتے تھے مگر اپنی نیکیوں پر بھروسہ نہیں کرتے تھے، بلکہ اللہ تعالیٰ سے قبولیت مانگتے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے خانۂ کعبہ کی تعمیر جیسا عظیم عمل کیا، پھر بھی دعا فرمائی:

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ۖ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۲۷﴾

(سورۃ البقرۃ:127)

ترجمہ: اے ہمارے رب! ہم سے قبول فرما، بے شک تو خوب سننے والا، خوب جاننے والا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت سوز و گداز کے ساتھ فرمایا:

اے اللہ کے بندو! اپنے دل کو تقویٰ کی روشنی سے روشن کرو اور اپنے اعمال کو اخلاص کی خوشبو سے معطر کرو۔ صرف ظاہری نیکی کافی نہیں، دل کی اصلاح بھی ضروری ہے۔ زبان ذکر کرے، ہاتھ نیکی کریں، لیکن دل اللہ تعالیٰ کی محبت میں جھکا ہوا ہو، یہی کامل بندگی ہے۔

حافظ صاحب نے عاجزی سے سر جھکا کر فرمایا:

میرے عزیزو! دنیا کی آزمائشیں بہت ہیں، شیطان کے حملے بہت ہیں، نفس کی خواہشات بہت ہیں، مگر اللہ تعالیٰ کی مدد ان سب سے بڑی ہے۔ جو شخص تقویٰ کو اپنا راستہ بنا لیتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے آسانیاں پیدا فرماتا ہے، اور جو اخلاص کے ساتھ عمل کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے عمل میں برکت عطا فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں تقویٰ کی مضبوط ڈھال، اخلاص کی پاکیزہ قوت، اپنی کامل معرفت، اپنی محبت اور اپنی رضا والی زندگی عطا فرمائے، ہمارے دلوں کو ریا، تکبر، غفلت اور گناہوں کی تاریکیوں سے محفوظ فرمائے۔ آمین۔

دعا کا ہتھیار۔صحبتِ صالحین

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

تمام حمد وثنا اس اللہ ربّ کریم کے لیے ہے جو بے قرار دلوں کی دعائیں سنتا ہے، ٹوٹے ہوئے دلوں کو سہارا دیتا ہے، اپنے نیک بندوں کی صحبت کو ہدایت کا ذریعہ بناتا ہے اور اپنی رحمت سے بھٹکے ہوئے انسانوں کو راستہ دکھاتا ہے۔ وہی دعاؤں کا قبول کرنے والا، امیدوں کا مرکز اور دلوں کا حقیقی سکون ہے۔

وہی اللہ ہے جس کے دروازے کبھی بند نہیں ہوتے، جس کے خزانے کبھی ختم نہیں ہوتے، جس سے مانگنے والا محروم نہیں رہتا، اور جس کے صالح بندے اس دنیا میں ہدایت و خیر کے چراغ بن کر رہتے ہیں۔ وہی اپنے فضل سے بندوں کو نیکی کی طرف مائل کرتا اور اپنی محبت والوں کی صحبت سے دلوں کو زندہ فرماتا ہے۔

وہی ربّ ذوالجلال ہے جو پکارنے والے کی پکار سنتا ہے، آنسوؤں کو جانتا ہے، دلوں کی کیفیت سے واقف ہے اور اپنے بندوں کو اپنی قربت کے راستے عطا فرماتا ہے۔ تمام تعریفیں، تمام بزرگی، تمام رحمتیں اور تمام کمالات صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھری نگاہوں سے حاضرین کی طرف دیکھا، پھر فرمایا:

اے میرے عزیزو! مومن کی زندگی میں دو عظیم نعمتیں ایسی ہیں جو اسے دنیا کے فتنوں سے بچا کر اللہ تعالیٰ کی طرف لے جاتی ہیں: ایک دعا کا تعلق اور دوسری صالحین کی صحبت۔ دعا بندے کو اپنے رب کے دروازے پر لے جاتی ہے، اور نیک لوگوں کی

صحبت اسے اس راستے پر ثابت قدم رکھتی ہے۔

حافظ صاحب نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی، پھر فرمایا:

میرے بھائیو! دعا کمزوری کی علامت نہیں بلکہ ایمان کی قوت ہے۔ جب بندہ دعا کرتا ہے تو وہ اقرار کرتا ہے کہ حقیقی طاقت میرے رب کے پاس ہے، حقیقی مدد اسی کی طرف سے آتی ہے، حقیقی اختیار اسی کا ہے۔ دعا انسان کے دل کو اللہ تعالیٰ سے جوڑ دیتی ہے اور اسے اپنی محتاجی کا احساس دلاتی ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھرے انداز میں فرمایا:

قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ قَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ؕ

(سورۃ غافر:60)

ترجمہ: اور تمہارے رب نے فرمایا: مجھے پکارو، میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔

میرے دوستو! یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے، اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ کبھی خلاف نہیں ہوتا۔

حافظ صاحب نے ایک مثال بیان کرتے ہوئے فرمایا:

میرے عزیزو! ایک بچہ جب کسی مشکل میں پھنس جاتا ہے تو فوراً اپنے والدین کو پکارتا ہے، کیونکہ اسے یقین ہوتا ہے کہ وہ اسے سنبھال لیں گے۔ اسی طرح مومن کا دل جب دنیا کے مسائل، پریشانیوں اور آزمائشوں میں گھر جائے تو وہ اپنے رب کو پکارتا ہے، کیونکہ اسے یقین ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سب سے بڑھ کر سننے والا اور مدد فرمانے والا ہے۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے چند لمحوں کے بعد فرمایا:

میرے عزیز! کبھی اپنے دل سے یہ سوال کیا ہے کہ جب میرے دل پر غم کا بوجھ ہوتا ہے تو میں سب سے پہلے کس کے دروازے پر جاتا ہوں؟ کیا میری زبان دعا سے زندہ رہتی ہے یا میں صرف اپنی تدبیروں پر بھروسہ کرتا ہوں؟ کیا میں ایسی صحبت اختیار کرتا ہوں جو مجھے اللہ تعالیٰ کی یاد دلائے یا ایسی مجلسیں جو میرے دل کو غافل کر دیں؟

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

دعا صرف اپنی ضرورت مانگنے کا نام نہیں، بلکہ دعا بندے اور رب کے درمیان محبت کا تعلق ہے۔ کبھی بندہ مانگتا ہے اور اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے، کبھی بندہ مانگتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے کوئی مصیبت دور کر دیتا ہے، کبھی بندہ مانگتا ہے اور اللہ تعالیٰ آخرت کے لیے اجر محفوظ فرما دیتا ہے۔ مومن کی دعا کبھی ضائع نہیں جاتی۔

حافظ صاحب نے نہایت فکر انگیز انداز میں فرمایا:

لیکن دعا کے ساتھ دل کی اصلاح بھی ضروری ہے۔ حرام سے بچنا، ظلم سے دور رہنا، حقوق ادا کرنا، نیت کو پاک کرنا اور اللہ تعالیٰ پر یقین رکھنا دعا کی روح ہے۔ جو زبان دعا کرتی ہے، اگر وہی زبان لوگوں کے دل توڑتی رہے تو انسان کو اپنے حال کا جائزہ لینا چاہیے۔

حافظ صاحب نے نہایت درد بھرے لہجے میں فرمایا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اَلدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ

(سنن الترمذی، حدیث:2969)

ترجمہ: دعا ہی عبادت ہے۔

میرے بھائیو! دعا بندے کو عبادت کا ذوق دیتی ہے، کیونکہ دعا میں عاجزی بھی

ہے، محبت بھی ہے، یقین بھی ہے اور اپنے رب کے سامنے جھکنا بھی ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت شفقت سے فرمایا:

میرے دوستو! دعا کے ساتھ صالحین کی صحبت بھی اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے۔ انسان جس ماحول میں رہتا ہے، اس کے اثرات اس کے دل پر ضرور پڑتے ہیں۔ نیک لوگوں کی مجلس ایمان کو تازہ کرتی ہے، اللہ تعالیٰ کی یاد دلاتی ہے، گناہوں سے بچنے کا حوصلہ دیتی ہے اور آخرت کی فکر پیدا کرتی ہے۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

ایک خوشبو فروش کی دکان میں بیٹھنے والا شخص خوشبو لے کر ہی اٹھتا ہے، اسی طرح نیک لوگوں کی صحبت میں بیٹھنے والا شخص بھی ان کی نیکی، اخلاص اور اللہ تعالیٰ کی محبت سے متاثر ہوتا ہے۔ انسان اپنے دوستوں اور صحبتوں سے پہچانا جاتا ہے، اس لیے صحبت کے انتخاب میں احتیاط ضروری ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت جذب و کیف کے ساتھ فرمایا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اَلْمَرْءُ عَلٰى دِيْنِ خَلِيْلِهٖ فَلْيَنْظُرْ أَحَدُكُمْ مَنْ يُخَالِلُ

(سنن ابی داؤد، حدیث:4833، سنن الترمذی، حدیث:2378)

ترجمہ: آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے، پس ہر شخص کو دیکھنا چاہیے کہ وہ کس سے دوستی کر رہا ہے۔

میرے عزیزو! صحبت دل کی تعمیر بھی کرتی ہے اور تباہی کا سبب بھی بن سکتی ہے۔

حافظ صاحب نے آبدیدہ آنکھوں سے فرمایا: صالحین کی صحبت کا مطلب صرف کسی نیک شخص کے پاس بیٹھنا نہیں، بلکہ ان کے اخلاق، ان کی عبادت، ان کے

اخلاص اوران کی اللہ تعالیٰ سے محبت کو اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کرنا ہے۔ نیک لوگ ہمیں اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا راستہ دکھاتے ہیں، مگر منزل ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی رضا ہی ہوتی ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت سوز وگداز کے ساتھ فرمایا:

اے اللہ کے بندو! اپنی زندگی کو دعا سے آباد کرو اور نیک لوگوں کی صحبت سے سنوارو۔ اپنے دل کو ایسی مجلسوں سے بچاؤ جہاں اللہ تعالیٰ کو بھلا دیا جائے، جہاں گناہوں کی باتیں ہوں، جہاں دل سخت ہو جائیں۔ ایسی صحبت تلاش کرو جہاں ایمان بڑھے، ذکر بڑھے، محبت بڑھے اور آخرت کی فکر پیدا ہو۔

حافظ صاحب نے عاجزی سے سر جھکا کر فرمایا:

میرے عزیزو! دعا مومن کا ہتھیار ہے، اور صالحین کی صحبت روحانی سفر کا سہارا ہے۔ جب بندہ دعا کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے تعلق مضبوط کرتا ہے اور نیک لوگوں کے ساتھ رہ کر اپنے عمل کو بہتر بناتا ہے تو اس کے لیے ہدایت کے راستے آسان ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے دروازے پر جھکے رہو اور نیک لوگوں کے نقشِ قدم پر چلتے رہو۔

اللہ تعالیٰ ہمیں سچی دعا کی لذت، اپنی بارگاہ میں عاجزی، صالحین کی پاکیزہ صحبت، نیک اعمال کی توفیق اور اپنی رضا والی زندگی عطا فرمائے، ہمارے دلوں کو ذکر، محبت اور اخلاص سے آباد فرمائے۔ آمین۔

حصہ:-9

روح اور روحانیت کی حقیقت

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

تمام حمد و ثنا اس اللہ ربِّ عظیم کے لیے ہے جو روحوں کا خالق، دلوں کا مالک، ظاہر و باطن کا جاننے والا اور انسان کو اپنی معرفت کے راستے عطا فرمانے والا ہے۔ وہی زندگی دینے والا، روحوں کو سنوارنے والا اور اپنے قرب سے دلوں کو زندہ فرمانے والا ہے۔

وہی اللہ ہے جس نے مٹی کے وجود میں روح کی امانت رکھی، انسان کو شعور، عقل اور معرفت کی صلاحیت عطا فرمائی، دل کو ایمان کا مقام بنایا اور اپنی رحمت سے بندوں کو روحانی بلندیوں تک پہنچنے کے راستے دکھائے۔ وہی ہر راز سے واقف، ہر حال سے باخبر اور ہر کمزوری پر مہربان ہے۔

وہی ربِّ کریم ہے جو بے جان کو زندگی عطا کرتا ہے، مردہ دلوں کو ذکر سے زندہ کرتا ہے، بھٹکی ہوئی روحوں کو ہدایت دیتا ہے اور اپنے فضل سے انسان کو قربِ الٰہی کی منزلوں تک پہنچاتا ہے۔ تمام تعریفیں، تمام عظمتیں، تمام قدرتیں اور تمام کمالات صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھری نگاہوں سے حاضرین کی طرف دیکھا، پھر فرمایا:

اے میرے عزیزو! انسان صرف جسم کا نام نہیں، انسان کے اندر ایک ایسی حقیقت بھی ہے جسے روح کہتے ہیں۔ جسم زمین سے تعلق رکھتا ہے، لیکن روح کا تعلق

اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے۔ جسم دنیا میں رہتا ہے، لیکن روح کی اصل غذا اپنے خالق کی معرفت، محبت اور ذکر ہے۔

حافظ صاحب نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی، پھر نہایت جذب و کیف کے ساتھ فرمایا:

میرے بھائیو! انسان اگر صرف جسم کی ضروریات پوری کرتا رہے اور روح کی پیاس کو بھول جائے تو بظاہر زندگی گزارتا ہے مگر اندر سے خالی ہو جاتا ہے۔ جیسے خوبصورت چراغ ہو مگر اس میں روشنی نہ ہو، اسی طرح دل میں ایمان اور اللہ تعالیٰ کی یاد نہ ہو تو زندگی کی رونق کم ہو جاتی ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھرے انداز میں فرمایا: قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے روح کے بارے میں فرمایا:

وَ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ؕ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ

(سورۃ الاسراء:85)

ترجمہ: اور وہ آپ سے روح کے بارے میں سوال کرتے ہیں، کہہ دیجیے کہ روح میرے رب کے حکم سے ہے۔

میرے دوستو! روح اللہ تعالیٰ کی عظیم نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے، جس کی مکمل حقیقت کا علم اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے۔

حافظ صاحب نے ایک مثال دیتے ہوئے فرمایا:

میرے عزیزو! ایک خوبصورت مکان ہو، اس میں بہترین سامان ہو، لیکن اگر اس میں رہنے والا کوئی نہ ہو تو وہ مکان خاموش محسوس ہوتا ہے۔ اسی طرح جسم بھی روح

کے بغیر بے جان ہے۔ اصل زندگی روح سے ہے، اور روح کی حقیقی زندگی اللہ تعالیٰ کے تعلق سے ہے۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے چند لمحوں کے بعد فرمایا:

میرے عزیز! کبھی اپنے دل سے یہ سوال کیا ہے کہ میں اپنے جسم کو سنوارنے کے لیے کتنا وقت لگاتا ہوں اور اپنی روح کی اصلاح کے لیے کتنا وقت نکالتا ہوں؟ کیا میری سب سے بڑی فکر دنیا کی آسائشیں ہیں یا اپنے رب کی رضا حاصل کرنا بھی میری زندگی کا مقصد ہے؟ کیا میرا دل اللہ تعالیٰ کے ذکر سے زندہ ہے یا دنیا کی خواہشات میں الجھا ہوا ہے؟

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

روحانیت کا مطلب دنیا سے بھاگ جانا نہیں، بلکہ دنیا میں رہتے ہوئے اللہ تعالیٰ کو نہ بھولنا ہے۔ روحانی انسان وہ نہیں جو لوگوں سے الگ ہو جائے، بلکہ وہ ہے جو لوگوں کے درمیان رہتے ہوئے بھی اپنے دل کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ جوڑے رکھے۔ وہ تجارت کرے مگر خیانت نہ کرے، گھر بسائے مگر اللہ کو نہ بھولے، دنیا کے کام کرے مگر آخرت کو مقدم رکھے۔

حافظ صاحب نے نہایت فکر انگیز انداز میں فرمایا:

روح کی کمزوریاں بھی ہوتی ہیں۔ حسد، تکبر، ریا، غفلت، بغض اور گناہوں کی محبت روح کو بیمار کر دیتی ہیں۔ جس طرح جسمانی بیماری کا علاج دوا سے ہوتا ہے، اسی طرح روحانی بیماریوں کا علاج توبہ، ذکر، قرآن، دعا، تقویٰ اور صالحین کی صحبت سے ہوتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت درد بھرے لہجے میں فرمایا:

قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ۝ وَ قَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا ۝

(سورۃ الشمس:9-10)

ترجمہ: بے شک وہ کامیاب ہوا جس نے نفس کو پاک کیا اور وہ ناکام ہوا جس نے اسے آلودہ کیا۔

میرے بھائیو! اصل کامیابی صرف دنیا بنانا نہیں، بلکہ اپنے اندر کو پاک کرنا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت شفقت سے فرمایا:

روحانیت کی بنیاد اللہ تعالیٰ کی معرفت ہے۔ جب انسان جان لیتا ہے کہ میرا رب مجھے دیکھ رہا ہے، میری بات سن رہا ہے، میری کیفیت جانتا ہے اور مجھ پر رحم فرمانے والا ہے تو اس کا دل بدل جاتا ہے۔ پھر عبادت بوجھ نہیں رہتی بلکہ محبت بن جاتی ہے، ذکر عادت نہیں رہتا بلکہ دل کی ضرورت بن جاتا ہے۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

میرے دوستو! روح کی غذا ذکرِ الٰہی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ۝

(سورۃ الرعد:28)

ترجمہ: یاد رکھو! اللہ کے ذکر ہی سے دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے۔

جس دل کو دنیا کی چیزیں سکون نہ دے سکیں، اسے اللہ تعالیٰ کا ذکر سکون عطا کر دیتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت جذب و کیف کے ساتھ فرمایا:

روحانی ترقی کا راستہ محبتِ رسول اللہ ﷺ سے بھی وابستہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی سنت پر چلنا، آپ ﷺ کے اخلاق اپنانا، آپ ﷺ کی رحمت اور شفقت کو اپنی زندگی میں لانا، روح کو پاکیزگی عطا کرتا ہے۔ جو دل حضور اکرم ﷺ کی محبت سے روشن ہو جاتا ہے، اس میں خیر کے چشمے جاری ہو جاتے ہیں۔

حافظ صاحب نے آبدیدہ آنکھوں سے فرمایا:

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیاں روحانیت کا روشن نمونہ تھیں۔ وہ دنیا میں رہتے تھے مگر دل اللہ تعالیٰ کے ساتھ رکھتے تھے۔ ان کے ہاتھ تجارت میں تھے مگر دل ذکر میں تھے، ان کے گھر دنیا میں تھے مگر ان کی نظریں آخرت پر تھیں۔

حافظ صاحب نے نہایت سوز و گداز کے ساتھ فرمایا:

اے اللہ کے بندو! اپنی روح کو بھوکا نہ رکھو۔ اسے قرآن کی روشنی دو، ذکر کی تازگی دو، دعا کی مٹھاس دو، توبہ کی پاکیزگی دو، خدمتِ خلق کی خوشبو دو۔ جس روح کا تعلق اللہ تعالیٰ سے مضبوط ہو جائے، دنیا کے طوفان اسے آسانی سے نہیں ہلا سکتے۔

حافظ صاحب نے عاجزی سے سر جھکا کر فرمایا:

میرے عزیزو! انسان کی اصل قدر اس کے جسم، لباس، مال یا مقام سے نہیں، بلکہ اس کے دل کی پاکیزگی اور روح کے تعلق باللہ سے ہے۔ اپنی روح کو پہچانو، کیونکہ یہی وہ امانت ہے جسے اللہ تعالیٰ نے تمہارے اندر رکھا ہے۔ اسے گناہوں سے بچاؤ، ایمان سے روشن کرو اور اللہ تعالیٰ کی محبت سے آباد کرو۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی روح کی حقیقت سمجھنے، اپنے باطن کی اصلاح کرنے، ذکرِ الٰہی سے دلوں کو زندہ رکھنے اور اپنی معرفت و محبت کی دولت عطا فرمائے۔ آمین۔

روح کی پہچان اور دل کی بیداری

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

تمام حمد و ثنا اس اللہ ربّ کریم کے لیے ہے جس نے انسان کو جسم کی صورت میں پیدا فرمایا، روح کی لطافت عطا فرمائی، دل کو معرفت کا مقام بنایا اور اپنی رحمت سے غافل دلوں کو بیداری کی نعمت عطا فرماتا ہے۔ وہی دلوں کے راز جاننے والا، سینوں کے حال سے واقف اور روحوں کا حقیقی پروردگار ہے۔

وہی اللہ ہے جس نے انسان کو زمین سے اٹھایا مگر آسمان کی معرفت عطا فرمائی، جسم کو مادی دنیا میں رکھا مگر روح کو اپنے قرب کی طلب دی۔ وہی دلوں کو بدلنے والا، اندھیروں کو نور میں تبدیل کرنے والا اور اپنے ذکر سے مردہ کیفیتوں کو زندگی دینے والا ہے۔

وہی ربّ ذوالجلال ہے جو اپنے بندوں کو غفلت سے نکال کر ہدایت کی روشنی عطا فرماتا ہے، جو ٹوٹے ہوئے دلوں کو سکون دیتا ہے اور جو اپنی محبت سے روحوں کو پاکیزگی عطا فرماتا ہے۔ تمام تعریفیں، تمام عظمتیں اور تمام کمالات صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھری نگاہوں سے حاضرین کی طرف دیکھا، پھر فرمایا:

اے میرے عزیزو! انسان کی سب سے بڑی بھول یہ ہے کہ وہ اپنے جسم کو پہچاننے میں تو پوری زندگی لگا دیتا ہے، لیکن اپنی روح کو پہچاننے کی کوشش نہیں کرتا۔ وہ گھر بناتا ہے، مال جمع کرتا ہے، جسم کو آرام دیتا ہے، مگر کبھی یہ نہیں سوچتا کہ میرے

اندر وہ کون سی حقیقت ہے جس کے سبب میں انسان ہوں۔

حافظ صاحب نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی، پھر فرمایا:

میرے بھائیو! روح اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم امانت ہے۔ اس کی مکمل حقیقت کا علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، لیکن اتنا ضرور ہے کہ روح کا تعلق اپنے خالق سے ہے۔ جس طرح جسم غذا کے بغیر کمزور ہو جاتا ہے، اسی طرح روح اللہ تعالیٰ کی یاد، محبت اور اطاعت کے بغیر کمزور ہو جاتی ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھرے انداز میں فرمایا:

دل انسان کی اندرونی دنیا کا مرکز ہے۔ اگر دل بیدار ہو تو انسان کو حق اور باطل میں فرق نظر آتا ہے، نیکی میں لذت محسوس ہوتی ہے، گناہ سے نفرت پیدا ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سفر آسان ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر دل غفلت میں چلا جائے تو آنکھیں دیکھتی ہیں مگر حقیقت نہیں دیکھتیں، کان سنتے ہیں مگر نصیحت اثر نہیں کرتی۔

حافظ صاحب نے قرآنِ کریم کی آیت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَ لٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ ﴿۴۶﴾

(سورۃ الحج:46)

ترجمہ: بے شک آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ وہ دل اندھے ہو جاتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔

میرے دوستو! اصل اندھا پن آنکھوں کا نہیں، بلکہ دل کی بصیرت کا ختم ہو جانا ہے۔

حافظ صاحب نے ایک مثال بیان کرتے ہوئے فرمایا:

میرے عزیزو! ایک چراغ اگر روشن ہو تو اندھیری رات میں راستہ دکھاتا ہے، لیکن اگر چراغ پر مٹی جم جائے تو وہ روشنی نہیں دے سکتا۔ اسی طرح دل بھی اللہ تعالیٰ کی معرفت کے نور کے لیے بنایا گیا ہے، مگر گناہوں، غفلت اور دنیا کی بے جا محبت کی گرد اس کی روشنی کو کمزور کر دیتی ہے۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے چند لمحوں کے بعد فرمایا:

میرے عزیز! کبھی اپنے دل سے یہ سوال کیا ہے کہ میرا دل کس چیز سے زیادہ خوش ہوتا ہے؟ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے یا دنیا کی تعریف سے؟ کیا میں تنہائی میں بھی اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہوں یا صرف لوگوں کے سامنے نیکی کا اظہار کرتا ہوں؟ کیا میرے دل میں آخرت کی فکر زندہ ہے یا صرف دنیا کے منصوبے آباد ہیں؟

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

دل کی بیداری کا آغاز اپنے عیب دیکھنے سے ہوتا ہے۔ جو شخص دوسروں کی خامیاں تلاش کرتا رہتا ہے، اس کا دل غفلت میں رہتا ہے، لیکن جو اپنے نفس کا محاسبہ کرتا ہے، اپنی کوتاہیوں پر نادم ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے اصلاح مانگتا ہے، اس کے دل پر رحمت کے دروازے کھلنے لگتے ہیں۔

حافظ صاحب نے نہایت فکر انگیز انداز میں فرمایا:

روح کی پہچان یہ نہیں کہ انسان عجیب و غریب باتوں کا دعویٰ کرے، بلکہ روحانیت کی حقیقت یہ ہے کہ انسان کے اخلاق بہتر ہوں، دل نرم ہو، عبادت میں لذت آئے، مخلوق کے لیے خیر خواہی پیدا ہو، گناہوں سے بچنے کا جذبہ بڑھے اور اللہ تعالیٰ کی رضا زندگی کا مقصد بن جائے۔

حافظ صاحب نے نہایت درد بھرے لہجے میں فرمایا:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

أَلَا وَإِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً، إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ، وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ، أَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ

(صحیح البخاری، حدیث:52، صحیح مسلم، حدیث:1599)

ترجمہ: سن لو! جسم میں ایک ٹکڑا ہے، اگر وہ درست ہو جائے تو پورا جسم درست ہو جاتا ہے اور اگر وہ خراب ہو جائے تو پورا جسم خراب ہو جاتا ہے، سن لو! وہ دل ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت شفقت سے فرمایا:

میرے بھائیو! دل کی بیداری کے لیے ذکرِ الٰہی کو اپنا ساتھی بناؤ۔ صبح وشام اللہ تعالیٰ کو یاد کرو، قرآنِ کریم سے تعلق مضبوط کرو، نماز کو دل کی راحت بناؤ، درود شریف کو اپنی زبان کی زینت بناؤ اور استغفار کو اپنی زندگی کا معمول بناؤ۔ ذکر وہ روشنی ہے جو دل کے اندھیروں کو دور کرتی ہے۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

توبہ دل کو زندہ کرتی ہے۔ جب بندہ اپنے گناہوں کو یاد کر کے اللہ تعالیٰ کے سامنے جھک جاتا ہے تو دل کی سختی ختم ہونے لگتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید رکھو، کیونکہ جو دل اپنے رب کے سامنے جھک جاتا ہے، وہ کبھی محروم نہیں رہتا۔

حافظ صاحب نے نہایت جذب وکیف کے ساتھ فرمایا:

صالحین کی صحبت بھی دل کی بیداری کا ذریعہ ہے۔ ایسے لوگوں کے ساتھ بیٹھو جنہیں دیکھ کر اللہ تعالیٰ یاد آئے، جن کی باتوں سے آخرت کی فکر پیدا ہو، جن کے اخلاق تمہیں بہتر بنائیں۔ دل دل سے اثر لیتا ہے، اس لیے اپنی روحانی غذا کے لیے

پاکیزہ ماحول اختیار کرو۔

حافظ صاحب نے آبدیدہ آنکھوں سے فرمایا:

میرے عزیزو! دنیا کی نیند سے بیدار ہونا آسان ہے، مگر دل کی غفلت سے بیدار ہونا اصل کامیابی ہے۔ بہت سے لوگ آنکھوں سے جاگتے ہیں مگر دل سوئے رہتے ہیں۔ خوش نصیب وہ ہے جس کا دل اپنے رب کی طرف متوجہ ہو جائے، کیونکہ جب دل اللہ تعالیٰ کو پہچان لیتا ہے تو زندگی کا مقصد واضح ہو جاتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت سوز و گداز کے ساتھ فرمایا:

اے اللہ کے بندو! اپنے دل کو دنیا کے شور میں گم نہ ہونے دو۔ اس دل کو اللہ تعالیٰ کی محبت کا گھر بناؤ، اس روح کو ذکر کا لباس پہناؤ، اس زندگی کو اطاعتِ الٰہی سے روشن کرو۔ یاد رکھو! جس دل میں اللہ تعالیٰ کی معرفت کا چراغ روشن ہو جائے، اسے دنیا کی تاریکیاں نقصان نہیں پہنچا سکتیں۔

حافظ صاحب نے عاجزی سے سر جھکا کر فرمایا:

میرے عزیزو! اپنی روح کو پہچانو، اپنے دل کو جگاؤ، اپنے رب سے تعلق مضبوط کرو۔ کیونکہ اصل کامیابی یہ نہیں کہ انسان دنیا کو پا لے، بلکہ اصل کامیابی یہ ہے کہ انسان اپنے رب کو پا لے، اس کی رضا حاصل کر لے اور اس حال میں دنیا سے جائے کہ اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی معرفت عطا فرمائے، ہمارے دلوں کو غفلت سے نکال کر ذکر، محبت اور ایمان کے نور سے روشن فرمائے، ہماری روحوں کو پاکیزگی اور اپنے قرب کی دولت عطا فرمائے۔ آمین۔

دل کی پاکیزگی اور نفس کی اصلاح

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

تمام حمد وثنا اس اللہ ربّ پاک کے لیے ہے جو دلوں کو پاک کرنے والا، نفسوں کو سنوارنے والا، عیبوں کو چھپانے والا اور اپنے فضل سے بندوں کو اصلاح کی توفیق عطا فرمانے والا ہے۔ وہی ظاہر و باطن کا مالک، نیتوں کا جاننے والا اور روحوں کا حقیقی مربی ہے۔

وہی اللہ ہے جس نے انسان کے اندر خیر وشر کی پہچان رکھی، اسے عقل وشعور عطا فرمایا، نفس کی آزمائش دی اور اپنی ہدایت کے ذریعے پاکیزگی کا راستہ دکھایا۔ وہی گناہوں سے پلٹنے والوں کو قبول فرماتا ہے، توبہ کرنے والوں پر رحم فرماتا ہے اور ٹوٹے ہوئے دلوں کو اپنی رحمت سے جوڑ دیتا ہے۔

وہی ربّ کریم ہے جس کے حکم سے دلوں کو سکون ملتا ہے، جس کی یاد سے روحوں کو زندگی ملتی ہے، جس کی محبت سے نفس کی سرکشی ختم ہوتی ہے اور جس کے قرب سے انسان حقیقی عزت پاتا ہے۔ تمام تعریفیں، تمام عظمتیں اور تمام کمالات صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھری نگاہوں سے حاضرین کی طرف دیکھا، پھر فرمایا:

اے میرے عزیزو! انسان کی سب سے بڑی ذمہ داری اپنے دل کی حفاظت اور اپنے نفس کی اصلاح ہے۔ دنیا کی چیزوں کو سنوارنے کے لیے انسان بہت محنت کرتا ہے، گھر کو صاف رکھتا ہے، لباس کو درست رکھتا ہے، جسم کی حفاظت کرتا ہے، لیکن

اکثر اپنے دل کی کیفیت سے غافل ہو جاتا ہے، حالانکہ یہی دل اللہ تعالیٰ کی نظر میں سب سے زیادہ اہم ہے۔

حافظ صاحب نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی، پھر فرمایا:

میرے بھائیو! دل ایک ایسی زمین ہے جس میں جو بیج بویا جائے گا، وہی پھل پیدا ہوگا۔ اگر دل میں ذکر، محبت، اخلاص اور تقویٰ کے بیج بوئے جائیں گے تو نور پیدا ہوگا، اور اگر حسد، تکبر، بغض، حرص اور غفلت کے بیج ڈالے جائیں گے تو دل کی پاکیزگی متاثر ہو جائے گی۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھرے انداز میں فرمایا:

دل کی پاکیزگی کا مطلب یہ نہیں کہ انسان کبھی غلطی نہ کرے، کیونکہ انسان خطا کا پتلا ہے، بلکہ پاکیزگی یہ ہے کہ غلطی کے بعد دل زندہ رہے، ندامت پیدا ہو، توبہ کی طرف رجوع ہو اور بندہ اپنے رب کے سامنے جھک جائے۔ مردہ دل وہ ہے جو گناہ کو گناہ نہ سمجھے اور نصیحت سے اثر نہ لے۔

حافظ صاحب نے قرآنِ کریم کی آیت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ۝ وَ قَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا ۝

(سورۃ الشمس:9-10)

ترجمہ: بے شک وہ کامیاب ہو گیا جس نے اپنے نفس کو پاک کر لیا، اور وہ ناکام ہو گیا جس نے اسے آلودہ کر دیا۔

میرے دوستو! اصل کامیابی مال و دولت میں نہیں بلکہ اپنے باطن کی اصلاح میں

ہے۔

حافظ صاحب نے ایک مثال بیان کرتے ہوئے فرمایا:

میرے عزیزو! ایک باغبان اپنے باغ میں اگنے والی ہر چیز پر نظر رکھتا ہے۔ اگر کوئی کانٹا یا نقصان دہ پودا اگ آئے تو اسے نکال دیتا ہے، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اگر اسے چھوڑ دیا گیا تو یہ اچھے پودوں کو بھی نقصان پہنچائے گا۔ اسی طرح مومن کو اپنے دل میں پیدا ہونے والی بری خواہشات اور منفی صفات کو پہچان کر دور کرنا چاہیے۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے چند لمحوں کے بعد فرمایا:

میرے عزیز! کبھی اپنے دل سے یہ سوال کیا ہے کہ میرے اندر کون سی صفت اللہ تعالیٰ کو پسند آئے گی اور کون سی صفت مجھے اپنے رب سے دور کر رہی ہے؟ کیا میں دوسروں کی اصلاح سے پہلے اپنی اصلاح کی فکر کرتا ہوں؟ کیا میں اپنے نفس کی خواہشات کو حکم دیتا ہوں یا میرا نفس مجھے اپنے حکم پر چلاتا ہے؟

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

نفس انسان کا ایک امتحان ہے۔ نفس ہمیشہ اپنی خواہشات کی طرف بلاتا ہے، لیکن عقل اور ایمان اسے اللہ تعالیٰ کی رضا کی طرف لے جاتے ہیں۔ اگر نفس کو تربیت نہ دی جائے تو یہ انسان کو تکبر، غفلت اور گناہوں کی طرف لے جا سکتا ہے، لیکن اگر اسے ذکر، عبادت اور تقویٰ سے سنوارا جائے تو یہی نفس نیکی کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت فکر انگیز انداز میں فرمایا:

نفس کی اصلاح کا پہلا قدم محاسبہ ہے۔ انسان ہر رات اپنے دن کا جائزہ لے کہ آج میری زبان سے کیا نکلا؟ میرے ہاتھوں سے کیا عمل ہوا؟ میرے دل میں کون سے خیالات آئے؟ میں نے کس کا دل دکھایا؟ کہاں اللہ تعالیٰ کو یاد رکھا اور کہاں غفلت ہوئی؟ جو شخص اپنا محاسبہ کرتا ہے، اس کی اصلاح کے دروازے کھلتے ہیں۔

حافظ صاحب نے نہایت درد بھرے لہجے میں فرمایا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَلْمُجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهُ فِي طَاعَةِ اللهِ

(سنن الترمذی، حدیث:1621)

مجاہد وہ ہے جو اللہ کی اطاعت میں اپنے نفس سے جہاد کرے۔

میرے بھائیو! سب سے بڑا جہاد اپنے نفس کی اصلاح اور خواہشات کو اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع کرنا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت شفقت سے فرمایا:

دل کی پاکیزگی کے لیے اپنے اندر سے کینہ نکالو، معافی کا مزاج پیدا کرو، دوسروں کے لیے خیر چاہو، اپنی زبان کو جھوٹ، غیبت اور سختی سے بچاؤ۔ جس دل میں بندوں کے لیے رحمت پیدا ہوتی ہے، اس دل پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کے دروازے کھلتے ہیں۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

ذکرِ الٰہی دل کی صفائی کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ جیسے پانی جسم کی ظاہری گندگی کو دور کرتا ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ذکر دل کی باطنی آلودگیوں کو دور کرتا ہے۔ قرآن کی تلاوت، استغفار، درود شریف اور دعا دل کو نرم کرتے ہیں اور انسان کو اپنے رب کے قریب لے جاتے ہیں۔

حافظ صاحب نے نہایت جذب و کیف کے ساتھ فرمایا:

صالحین کی صحبت بھی نفس کی اصلاح میں مدد دیتی ہے۔ انسان تنہا اپنی کمزوریوں سے لڑتے لڑتے تھک جاتا ہے، لیکن نیک لوگوں کی صحبت اسے ہمت دیتی ہے، اس کے اندر خیر کا شوق پیدا کرتی ہے اور اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سفر میں مضبوط بناتی ہے۔

حافظ صاحب نے آبدیدہ آنکھوں سے فرمایا:

میرے عزیزو! اپنے دل کو نفرتوں کا گھر نہ بناؤ، اسے محبت کا مقام بناؤ۔ اپنے نفس کو خواہشات کا غلام نہ بناؤ، اسے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا عادی بناؤ۔ یاد رکھو! جس دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت آباد ہو جائے، وہاں دنیا کی آلودگیاں زیادہ دیر نہیں ٹھہر سکتیں۔

حافظ صاحب نے نہایت سوز و گداز کے ساتھ فرمایا:

اے اللہ کے بندو! اصل خوبصورتی چہرے کی نہیں، دل کی ہے۔ اصل عزت لباس کی نہیں، کردار کی ہے۔ اصل کامیابی دنیا کے سامنے بلند ہونے کی نہیں، اللہ تعالیٰ کے سامنے سرخرو ہونے کی ہے۔ اپنے دل کو پاک کرو، اپنے نفس کو سنوارو، کیونکہ یہی وہ راستہ ہے جو بندے کو معرفت، محبت اور قربِ الٰہی تک لے جاتا ہے۔

حافظ صاحب نے عاجزی سے سر جھکا کر فرمایا:

میرے عزیزو! اپنی اصلاح کا سفر آج سے شروع کرو۔ چھوٹی چھوٹی نیکیوں کو اختیار کرو، گناہوں سے بچنے کی کوشش کرو، توبہ کو اپنا ساتھی بناؤ اور اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتے رہو۔ جو بندہ اپنے دل کی حفاظت کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی زندگی کو نور سے بھر دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں دل کی پاکیزگی، نفس کی اصلاح، اخلاص، تقویٰ، ذکرِ الٰہی اور اپنی سچی محبت عطا فرمائے، ہمارے باطن کو ہر میل اور ہر برائی سے پاک فرما کر اپنے قرب کی نعمت عطا فرمائے۔ آمین۔

تزکیۂ نفس اور تصفیۂ قلب

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان

الفاظ میں بیان کیا:

تمام حمد وثنا اس اللہ ربّ رحیم کے لیے ہے جو نفسوں کو پاک کرنے والا، دلوں کو نور عطا فرمانے والا، بندوں کے عیبوں سے باخبر اور ان کی اصلاح کا سب سے بڑا مددگار ہے۔ وہی دلوں کے زنگ کو دور کرنے والا، روحوں کو پاکیزگی دینے والا اور اپنے فضل سے انسان کو بلندی عطا فرمانے والا ہے۔

وہی اللہ ہے جس نے انسان کو کمزوری کے ساتھ پیدا فرمایا مگر ہدایت کا راستہ دکھایا، نفس کی خواہشات کے درمیان تقویٰ کی روشنی عطا فرمائی، دل کو معرفت کا خزانہ بنایا اور توبہ کے ذریعے واپسی کا دروازہ ہمیشہ کھلا رکھا۔ وہی گناہوں کو معاف فرمانے والا، نیتوں کو جاننے والا اور چھپی ہوئی کیفیتوں سے واقف ہے۔

وہی ربّ کریم ہے جو بندے کے ظاہر کو بھی سنوارتا ہے اور باطن کو بھی پاک فرماتا ہے، جو آلودہ دلوں کو ذکر سے زندہ کرتا ہے، جو شکستہ روحوں کو اپنی رحمت سے مضبوط کرتا ہے اور جو اپنے چاہنے والوں کو پاکیزگی کے راستے پر چلاتا ہے۔ تمام تعریفیں، تمام عظمتیں اور تمام کمالات صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھری نگاہوں سے حاضرین کی طرف دیکھا، پھر فرمایا:

اے میرے عزیزو! انسان کی سب سے بڑی دولت پاکیزہ دل اور سنوارا ہوا نفس ہے۔ دنیا کا مال اگر دل کو سکون نہ دے تو بے فائدہ ہے، لیکن اگر دل اللہ تعالیٰ کی محبت سے آباد ہو جائے تو تھوڑی چیز بھی برکت والی بن جاتی ہے۔ اسی لیے انبیائے کرام علیہم السلام کی تعلیمات میں دل کی صفائی اور نفس کی اصلاح کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔

حافظ صاحب نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی، پھر فرمایا:

میرے بھائیو! تزکیۂ نفس کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنے نفس کو برائیوں سے

پاک کرے اور اسے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا عادی بنائے۔ نفس اگر بے لگام چھوڑ دیا جائے تو انسان کو خواہشات، غرور اور غفلت کی طرف لے جا سکتا ہے، لیکن اگر اسے ایمان، ذکر اور تقویٰ کی تربیت دی جائے تو یہی نفس خیر اور نیکی کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھرے انداز میں فرمایا:

تصفیۂ قلب کا مطلب ہے دل کو کینہ، حسد، تکبر، ریا، بغض اور دنیا کی بے جا محبت سے پاک کرنا۔ دل وہ مقام ہے جہاں اللہ تعالیٰ کی معرفت کا نور اترتا ہے، اس لیے اس مقام کو صاف رکھنا ضروری ہے۔ جس دل میں میل ہو، وہاں حق کی روشنی کم محسوس ہوتی ہے۔

حافظ صاحب نے قرآنِ کریم کی آیت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّ لَا بَنُوْنَ ﴿۸۸﴾ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ﴿۸۹﴾

(سورۃ الشعراء:88-89)

ترجمہ: جس دن نہ مال فائدہ دے گا نہ اولاد، مگر وہ شخص کامیاب ہوگا جو اللہ کے پاس پاک دل لے کر آئے گا۔

میرے دوستو! آخرت کی اصل کامیابی پاکیزہ قلب کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہونے میں ہے۔

حافظ صاحب نے ایک مثال بیان کرتے ہوئے فرمایا:

میرے عزیزو! اگر کسی قیمتی برتن میں میل جمع ہو جائے تو اس میں صاف پانی بھی ڈالیں تو وہ پاکیزہ نہیں رہے گا۔ پہلے برتن کو صاف کرنا ضروری ہے۔ اسی طرح دل بھی

ایک برتن ہے، اس میں ایمان، حکمت اور معرفت کا نور بھرنے سے پہلے اسے حسد، تکبر اور گناہوں کی گندگی سے پاک کرنا ضروری ہے۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے چند لمحوں کے بعد فرمایا:

میرے عزیز! کبھی اپنے دل سے یہ سوال کیا ہے کہ میرے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت کے ساتھ کون سی چیزیں جگہ بنائے بیٹھی ہیں؟ کیا میں دوسروں کی کامیابی دیکھ کر خوش ہوتا ہوں یا دل میں حسد پیدا ہوتا ہے؟ کیا میں اپنی غلطیوں کو پہچان کر اصلاح کرتا ہوں یا ہمیشہ دوسروں کو ذمہ دار ٹھہراتا ہوں؟

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

نفس کی اصلاح ایک مسلسل سفر ہے۔ انسان ایک دن میں کامل نہیں بن جاتا، بلکہ ہر دن اپنے نفس کو تربیت دینی ہوتی ہے۔ کبھی زبان کی حفاظت کرنی ہوتی ہے، کبھی نگاہ کی، کبھی خیالات کی، کبھی خواہشات کی۔ جو شخص اپنے نفس کو اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع کر لیتا ہے، اس کی زندگی میں سکون پیدا ہو جاتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت فکر انگیز انداز میں فرمایا:

نفس کی سب سے بڑی بیماری اپنی بڑائی کا احساس ہے۔ جب انسان اپنے آپ کو دوسروں سے بہتر سمجھنے لگتا ہے تو روحانی ترقی رک جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے وہ ہیں جو اپنی نیکیوں پر فخر نہیں کرتے بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل کو دیکھتے ہیں۔

حافظ صاحب نے نہایت درد بھرے لہجے میں فرمایا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

أَلَا وَإِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً...

(صحیح البخاری، حدیث:52، صحیح مسلم، حدیث:1599)

خبردار! جسم میں ایک ٹکڑا ہے، اگر وہ درست ہو جائے تو پورا جسم درست ہو جاتا ہے، اور وہ دل ہے۔

میرے عزیزو! دل کی اصلاح ہی انسان کی اصل اصلاح ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت شفقت سے فرمایا: تصفیۂ قلب کے لیے اپنے دل کو ذکرِ الٰہی سے آباد کرو۔ قرآن پڑھو، اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو، استغفار کرو، درود شریف پڑھو، کیونکہ ذکر دل کے لیے ایسی روشنی ہے جو اندر کے اندھیروں کو ختم کرتی ہے۔ جس دل میں اللہ تعالیٰ کی یاد بڑھتی ہے، وہاں گناہوں کی محبت کم ہونے لگتی ہے۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

توبہ تزکیۂ نفس کا دروازہ ہے۔ اگر کوئی انسان اپنی کمزوریوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف واپس آتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے دور نہیں کرتا۔ اپنے گناہوں پر ندامت، اپنی اصلاح کا ارادہ اور اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنا تزکیہ کا راستہ ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت جذب و کیف کے ساتھ فرمایا:

صالحین کی صحبت بھی نفس کی تربیت کا ذریعہ ہے۔ جس طرح خوشبو کے قریب رہنے والا خوشبو محسوس کرتا ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کے قریب رہنے والا بھی ان کے اخلاص، عبادت اور اخلاق سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ نیک صحبت انسان کے اندر خیر کی رغبت پیدا کرتی ہے۔

حافظ صاحب نے آبدیدہ آنکھوں سے فرمایا:

میرے عزیزو! اپنے دل کو لوگوں کی نفرتوں سے نہیں، اللہ تعالیٰ کی محبت سے بھر دو۔ اپنے نفس کو دنیا کی غلامی سے نہیں، اپنے رب کی بندگی سے وابستہ کرو۔ دل کی پاکیزگی یہی ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے لیے محبت کرے، اللہ تعالیٰ کے لیے معاف کرے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے زندگی گزارے۔

حافظ صاحب نے نہایت سوز و گداز کے ساتھ فرمایا:

اے اللہ کے بندو! اپنے اندر کی دنیا کو آباد کرو۔ ظاہری زندگی کو سنوارنے کے ساتھ باطن کی اصلاح کی فکر کرو۔ کیونکہ انسان کی اصل قدر اس کے لباس، مال یا مقام سے نہیں، بلکہ اس کے دل کی کیفیت اور نفس کی پاکیزگی سے ہوتی ہے۔

حافظ صاحب نے عاجزی سے سر جھکا کر فرمایا:

میرے عزیزو! تزکیۂ نفس اور تصفیۂ قلب کا سفر اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر ممکن نہیں۔ اس لیے ہمیشہ اپنے رب سے دعا کرتے رہو کہ وہ دل کو پاک، نیت کو خالص، عمل کو قبول اور زندگی کو اپنی رضا کے مطابق بنا دے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں نفس کی پاکیزگی، دل کی صفائی، اخلاص، تقویٰ، ذکرِ الٰہی اور اپنی سچی محبت عطا فرمائے، ہمارے دلوں کو کینہ، حسد، تکبر اور غفلت سے محفوظ فرمائے۔ آمین۔

اخلاصِ نیت اور فکرِ آخرت

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

تمام حمد و ثنا اس اللہ ربِّ کریم کے لیے ہے جو دلوں کے بھید جانتا ہے، نیتوں کی حقیقت سے واقف ہے، اعمال کو قبول فرمانے والا ہے اور اپنے فضل سے بندوں کو آخرت کی تیاری کی توفیق عطا فرماتا ہے۔ وہی ظاہر و باطن کا مالک، ارادوں کا جاننے والا اور دلوں کا حقیقی اصلاح فرمانے والا ہے۔

وہی اللہ ہے جس نے انسان کو دنیا میں آزمائش کے لیے بھیجا، مگر آخرت کو اصل منزل قرار دیا، نیتوں کو اعمال کی روح بنایا، اخلاص کو عبادت کی جان بنایا اور اپنی رضا کو کامیابی کا معیار مقرر فرمایا۔ وہی بندوں کے چھپے ہوئے ارادوں کو جاننے والا اور

ان کے ہر عمل کا حساب رکھنے والا ہے۔

وہی ربِّ رحیم ہے جو معمولی عمل کو خلوص کے سبب عظیم بنا دیتا ہے، کمزور بندے کی کوشش کو اپنی رحمت سے قبول فرماتا ہے اور آخرت کی فکر رکھنے والوں کے لیے ہدایت کے راستے آسان فرما دیتا ہے۔ تمام تعریفیں، تمام عظمتیں اور تمام کمالات صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھری نگاہوں سے حاضرین کی طرف دیکھا، پھر فرمایا:

اے میرے عزیزو! انسان کے اعمال کی اصل قیمت ان کی ظاہری شکل سے نہیں بلکہ دل کی نیت سے ہوتی ہے۔ ایک ہی کام دو انسان کریں، مگر ایک کا عمل اللہ تعالیٰ کے لیے ہو اور دوسرے کا لوگوں کی تعریف کے لیے، تو دونوں کے درمیان زمین و آسمان کا فرق ہو جاتا ہے۔

حافظ صاحب نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی، پھر فرمایا:

میرے بھائیو! اخلاص یہ ہے کہ بندہ اپنے ہر عمل میں صرف اللہ تعالیٰ کی رضا چاہے۔ وہ نماز پڑھے تو اللہ کے لیے، صدقہ کرے تو اللہ کے لیے، خدمت کرے تو اللہ کے لیے، علم حاصل کرے تو اللہ کے لیے۔ اسے لوگوں کی تعریف کی خوشی اور ان کی تنقید کا خوف اپنے مقصد سے دور نہ کرے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھرے انداز میں فرمایا:

قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ مَآ اُمِرُوْۤا اِلَّا لِیَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ۙ

(سورۃ البینہ:5)

ترجمہ: اور انہیں یہی حکم دیا گیا تھا کہ اللہ کی عبادت کریں اس حال میں کہ دین کو اسی کے لیے خالص رکھنے والے ہوں۔

میرے دوستو! عبادت کی روح اخلاص ہے۔

حافظ صاحب نے ایک مثال بیان کرتے ہوئے فرمایا:

میرے عزیزو! ایک شخص درخت لگاتا ہے۔ اگر وہ صرف لوگوں کو دکھانے کے لیے لگائے کہ لوگ اسے سراہیں، تو اس کی خوشی لوگوں کے ہاتھ میں ہوگی۔ لیکن اگر وہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو فائدہ پہنچانے کی نیت سے لگائے تو اس کا تعلق اللہ تعالیٰ سے جڑ جائے گا۔ نیت کا فرق عمل کی قدر بدل دیتا ہے۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے چند لمحوں کے بعد فرمایا:

میرے عزیز! کبھی اپنے دل سے یہ سوال کیا ہے کہ میں جو نیکی کرتا ہوں، اگر دنیا میں کوئی میری تعریف نہ کرے تو کیا میں پھر بھی وہ نیکی کرتا رہوں گا؟ اگر میرے اعمال کا ذکر کسی انسان کے سامنے نہ ہو بلکہ صرف اللہ تعالیٰ کے علم میں ہو تو کیا میرا شوق باقی رہے گا؟

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

اخلاص دل کی وہ کیفیت ہے جو انسان کو لوگوں کی غلامی سے نکال کر اللہ تعالیٰ کی بندگی میں لے آتی ہے۔ جب بندے کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا بن جاتا ہے تو دنیا کی تعریف اور مذمت اس کے لیے برابر ہو جاتی ہے، کیونکہ اسے معلوم ہوتا ہے کہ اصل فیصلہ قیامت کے دن ہونا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت فکر انگیز انداز میں فرمایا:

میرے بھائیو! آج انسان دنیا کے لیے بہت منصوبے بناتا ہے، مستقبل کے لیے جمع کرتا ہے، اپنے گھر اور آرام کے لیے سوچتا ہے، مگر آخرت کے لیے کتنی تیاری

کرتا ہے؟ عقل مند وہ ہے جو دنیا کو آخرت کی کھیتی بنائے، نہ کہ آخرت کو دنیا کی خاطر بھلا دے۔

حافظ صاحب نے نہایت درد بھرے لہجے میں فرمایا:

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں ارشاد فرماتا ہے:

وَ ابْتَغِ فِيْمَآ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَ لَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا

(سورۃ القصص:77)

ترجمہ: اور جو کچھ اللہ نے تمہیں دیا ہے اس سے آخرت کا گھر تلاش کرو اور دنیا میں اپنا حصہ نہ بھولو۔

میرے عزیزو! اسلام دنیا چھوڑنے کا نہیں، بلکہ دنیا کو آخرت کے لیے استعمال کرنے کا نام ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت شفقت سے فرمایا:

فکرِ آخرت انسان کے دل کو درست کر دیتی ہے۔ جس شخص کو معلوم ہو کہ ایک دن اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہونا ہے، وہ ظلم سے بچے گا، حق ادا کرے گا، والدین کی خدمت کرے گا، لوگوں کے ساتھ حسنِ سلوک کرے گا اور اپنے اعمال کی فکر کرے گا۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

موت کا ذکر دل کو خوف زدہ کرنے کے لیے نہیں بلکہ غافل دل کو جگانے کے لیے ہے۔ انسان جب یاد رکھتا ہے کہ یہ دنیا ہمیشہ رہنے کی جگہ نہیں، تو وہ تکبر چھوڑ دیتا ہے، توبہ کی طرف آتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کو مقدم کرتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت جذب و کیف کے ساتھ فرمایا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ

(صحیح البخاری، حدیث:1، صحیح مسلم، حدیث:1907)

ترجمہ: اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔

میرے عزیزو! اس حدیث میں ہمارے لیے بہت بڑا سبق ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ظاہر کے ساتھ ہمارے دل کے ارادوں کو بھی دیکھتا ہے۔

حافظ صاحب نے آبدیدہ آنکھوں سے فرمایا:

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیاں اخلاص اور آخرت کی فکر سے روشن تھیں۔ وہ دنیا میں رہتے تھے مگر ان کے دل آخرت سے وابستہ تھے۔ وہ نیکی کرتے تھے مگر اپنے عمل پر ناز نہیں کرتے تھے، بلکہ اللہ تعالیٰ سے قبولیت مانگتے تھے۔

حافظ صاحب نے نہایت سوز و گداز کے ساتھ فرمایا:

اے اللہ کے بندو! اپنے دل کو دنیا کی واہ واہ سے آزاد کرو، اپنے عمل کو اللہ تعالیٰ کی رضا سے جوڑو، اور ہر دن اپنے آپ سے پوچھو کہ اگر آج مجھے اپنے رب کے سامنے پیش ہونا پڑ جائے تو میرے پاس کیا ہے؟ میری نمازیں، میری نیتیں، میرے اخلاق، میرے معاملات کس حال میں ہیں؟

حافظ صاحب نے عاجزی سے سر جھکا کر فرمایا:

میرے عزیزو! اخلاصِ نیت انسان کے چھوٹے عمل کو بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑا بنا دیتا ہے، اور آخرت کی فکر انسان کی پوری زندگی کو سنوار دیتی ہے۔ اس لیے اپنے دل کو صاف رکھو، نیتوں کو درست کرو، دنیا میں رہو مگر دل کو آخرت کے لیے تیار کرو۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اخلاصِ کامل نصیب فرمائے، ہماری نیتوں کو پاک فرمائے، ہمارے اعمال کو اپنی بارگاہ میں قبول فرما۔

خوفِ خدا اور امیدِ رحمت

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

تمام حمد و ثنا اس اللہ ربِّ رحمٰن کے لیے ہے جو اپنے بندوں پر بے شمار رحمتیں نازل فرماتا ہے، دلوں میں خشیت پیدا کرتا ہے، خطاؤں کو معاف فرماتا ہے اور خوف و امید کے درمیان بندے کو اپنی طرف چلنے کا راستہ دکھاتا ہے۔ وہی سزا دینے پر قادر، مگر معاف فرمانے میں سب سے بڑھ کر مہربان ہے۔

وہی اللہ ہے جس کی عظمت کے سامنے دل جھک جاتے ہیں، جس کی رحمت سے مایوس لوگ امید پاتے ہیں، جس کے خوف سے گناہگار رک جاتے ہیں اور جس کی محبت سے نیک لوگ عبادت میں لذت محسوس کرتے ہیں۔ وہی ظاہر و باطن کا جاننے والا، بندوں کی کمزوریوں سے واقف اور اپنی رحمت کے دروازے کھولنے والا ہے۔

وہی ربِّ کریم ہے جس کے قبضۂ قدرت میں عزت بھی ہے اور ذلت بھی، آزمائش بھی ہے اور آسانی بھی، گرفت بھی ہے اور مغفرت بھی۔ وہ اپنے بندوں کو خوف کے ذریعے غفلت سے بچاتا ہے اور امیدِ رحمت کے ذریعے مایوسی سے نکالتا ہے۔ تمام تعریفیں اور تمام بزرگیاں صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھری نگاہوں سے حاضرین کی طرف دیکھا، پھر فرمایا: اے میرے عزیزو! مومن کی زندگی خوف اور امید کے درمیان ایک خوبصورت سفر ہے۔ صرف خوف ہو تو انسان مایوسی میں چلا جاتا ہے، اور صرف امید ہو تو غفلت پیدا ہو سکتی ہے۔ کامل ایمان یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کی عظمت سے ڈرتا بھی رہے اور اس کی رحمت سے امید بھی رکھے۔

حافظ صاحب نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی، پھر فرمایا:

میرے بھائیو! خوفِ خدا کا مطلب یہ نہیں کہ انسان اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہو جائے یا ہر وقت ناامیدی میں مبتلا رہے، بلکہ حقیقی خوف یہ ہے کہ بندہ اپنے رب کی عظمت کو پہچان کر نافرمانی سے بچنے لگے۔ جس دل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت پیدا ہو جاتی ہے، وہ دل گناہ سے شرمندہ ہونے لگتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھرے انداز میں فرمایا:

قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَ خَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷۵﴾

(سورۃ آل عمران:175)

ترجمہ: پس ان سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو اگر تم ایمان والے ہو۔

میرے دوستو! اصل خوف اللہ تعالیٰ کا ہونا چاہیے، کیونکہ وہی ہماری زندگی، موت، رزق اور آخرت کا مالک ہے۔

حافظ صاحب نے ایک مثال بیان کرتے ہوئے فرمایا:

میرے عزیزو! ایک کسان جب فصل بوتا ہے تو صرف بیج ڈال کر مطمئن نہیں ہو جاتا، بلکہ زمین کی دیکھ بھال بھی کرتا ہے اور فصل کے خراب ہونے سے بچنے کی فکر بھی رکھتا ہے، ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے اچھی پیداوار کی امید بھی رکھتا ہے۔ اسی طرح مومن نیکی کرتا ہے، گناہوں سے بچتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کی امید رکھتا ہے۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے چند لمحوں کے بعد فرمایا:

میرے عزیز! کبھی اپنے دل سے یہ سوال کیا ہے کہ میں گناہ کرتے وقت اللہ تعالیٰ کی عظمت کو یاد رکھتا ہوں یا صرف دنیا کے انجام سے ڈرتا ہوں؟ کیا مجھے اپنی کمزوریوں پر ندامت ہے؟ کیا میری امید اللہ تعالیٰ کی رحمت سے جڑی ہوئی ہے یا میں اپنی نیکیوں پر بھروسہ کرنے لگا ہوں؟

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

خوفِ خدا دل کو زندہ رکھتا ہے۔ جس انسان کے دل میں یہ احساس ہو کہ میرا رب مجھے دیکھ رہا ہے، میرے اعمال جانتا ہے اور ایک دن مجھے اس کے سامنے حاضر ہونا ہے، وہ تنہائی میں بھی اپنے آپ کو سنبھال لیتا ہے۔ یہی تقویٰ کی بنیاد ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت فکر انگیز انداز میں فرمایا:

لیکن میرے بھائیو! شیطان انسان کو کبھی گناہوں کے بعد مایوسی میں ڈال دیتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اب تمہارے لیے معافی نہیں۔ یاد رکھو! یہ بھی شیطان کا دھوکا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت بہت وسیع ہے۔ گناہ بڑا ہو سکتا ہے، مگر اللہ تعالیٰ کی رحمت اس سے کہیں زیادہ بڑی ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت درد بھرے لہجے میں فرمایا:

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں ارشاد فرماتا ہے:

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ

(سورۃ الزمر:53)

ترجمہ: فرما دیجیے! اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی،

اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہونا، بے شک اللہ سب گناہ بخش دیتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت شفقت سے فرمایا:

میرے عزیزو! اللہ تعالیٰ سے خوف انسان کو گناہ سے روکتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کی امید انسان کو دوبارہ اٹھنے کا حوصلہ دیتی ہے۔ اگر کوئی بندہ گر جائے تو اسے چاہیے کہ مایوس نہ ہو بلکہ توبہ کر کے اپنے رب کی طرف واپس آ جائے۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لَوْ يَعْلَمُ الْمُؤْمِنُ مَا عِنْدَ اللهِ مِنَ الْعُقُوبَةِ مَا طَمِعَ فِي جَنَّتِهِ أَحَدٌ، وَلَوْ يَعْلَمُ الْكَافِرُ مَا عِنْدَ اللهِ مِنَ الرَّحْمَةِ مَا قَنَطَ مِنْ رَحْمَتِهِ أَحَدٌ

(صحیح مسلم، حدیث:2755)

ترجمہ: اگر مومن جان لے کہ اللہ کے پاس کتنی سخت سزا ہے تو کوئی بھی اس کی جنت کی امید نہ رکھے، اور اگر کافر جان لے کہ اللہ کے پاس کتنی وسیع رحمت ہے تو کوئی بھی اس کی رحمت سے نا اُمید نہ ہو۔

حافظ صاحب نے نہایت جذب و کیف کے ساتھ فرمایا:

میرے دوستو! خوف اور امید دونوں انسان کے لیے ضروری ہیں۔ خوف اسے سیدھا رکھتا ہے اور امید اسے آگے بڑھاتی ہے۔ جیسے پرندہ دو پروں کے بغیر پرواز نہیں کر سکتا، اسی طرح مومن خوف اور امید دونوں کے بغیر روحانی سفر مکمل نہیں کر

سکتا۔

حافظ صاحب نے آبدیدہ آنکھوں سے فرمایا:

ہمارے بزرگوں کا حال یہ تھا کہ وہ نیک اعمال کرتے تھے مگر اللہ تعالیٰ کی قبولیت سے ڈرتے تھے، اور گناہوں کے باوجود اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید رکھتے تھے۔ وہ اپنی عبادت پر فخر نہیں کرتے تھے بلکہ اپنے رب کے فضل کے محتاج رہتے تھے۔

حافظ صاحب نے نہایت سوز و گداز کے ساتھ فرمایا:

اے اللہ کے بندو! اپنے دل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت پیدا کرو، مگر اس کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔ گناہ سے بچو، مگر گناہگار کو حقیر نہ سمجھو۔ اپنے نفس کی اصلاح کرو، مگر اللہ تعالیٰ کی رحمت کے دروازے ہمیشہ کھلے سمجھو۔

حافظ صاحب نے عاجزی سے سر جھکا کر فرمایا:

میرے عزیزو! خوفِ خدا آنکھوں کو گناہ سے روکتا ہے، اور امیدِ رحمت دل کو اللہ تعالیٰ کی طرف لے جاتی ہے۔ ایسا دل بناؤ جس میں اللہ تعالیٰ کی عظمت بھی ہو، اس کی محبت بھی ہو، اس کا خوف بھی ہو اور اس کی رحمت کی امید بھی ہو۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی عظمت کا سچا خوف، اپنی رحمت پر کامل یقین، اپنی محبت، اپنی معرفت اور اپنی رضا والی زندگی عطا فرمائے، ہمارے دلوں کو غفلت، مایوسی اور گناہوں سے محفوظ فرمائے۔ آمین۔

توکل علی اللہ اور رضا بالقضا

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

تمام حمد و ثنا اس اللہ ربِّ کریم کے لیے ہے جو تمام امور کا کارساز، بے سہاروں کا

سہارا، کمزوروں کا مددگار اور اپنے بندوں کے لیے بہترین تدبیر فرمانے والا ہے۔ وہی دلوں کو اطمینان عطا کرتا ہے، پریشان حالوں کو سکون دیتا ہے اور اپنی حکمت سے ہر معاملے کو انجام تک پہنچاتا ہے۔

وہی اللہ ہے جس کے حکم کے بغیر کوئی پتّا نہیں گرتا، جس کی مشیت کے بغیر کوئی معاملہ واقع نہیں ہوتا، جو بندوں کے حالات سے باخبر ہے اور جو اپنی رحمت سے ان کے لیے وہ راستے کھول دیتا ہے جن کا انہیں گمان بھی نہیں ہوتا۔ وہی حقیقی مالک، حقیقی مددگار اور حقیقی کارساز ہے۔

وہی ربِّ ذوالجلال ہے جو آزمائشوں میں صبر دیتا ہے، مشکلات میں راستہ دکھاتا ہے، دلوں کو اپنے فیصلوں پر مطمئن کرتا ہے اور اپنے فضل سے بندوں کو اپنی رضا کے مقام تک پہنچاتا ہے۔ تمام تعریفیں، تمام عظمتیں اور تمام کمالات صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھری نگاہوں سے حاضرین کی طرف دیکھا، پھر فرمایا:

اے میرے عزیزو! انسان کی زندگی آزمائشوں، فیصلوں اور حالات کے بدلنے کا نام ہے۔ کبھی خوشی آتی ہے، کبھی غم آتا ہے، کبھی آسانی ملتی ہے اور کبھی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ایسے وقت میں مومن کا سب سے بڑا سرمایہ توکل علی اللہ اور رضا بالقضا ہے۔

حافظ صاحب نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی، پھر فرمایا:

میرے بھائیو! توکل کا مطلب یہ نہیں کہ انسان کوشش چھوڑ دے، بلکہ توکل یہ ہے کہ بندہ پوری کوشش کرے، تدبیر اختیار کرے، مگر دل کا بھروسہ صرف اللہ تعالیٰ پر رکھے۔ ہاتھ کام میں ہوں لیکن دل اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہو، یہی حقیقی توکل ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھرے انداز میں فرمایا:

قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ مَنْ یَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ؕ

(سورۃ الطلاق:3)

اور جو اللہ پر بھروسہ کرے تو وہ اس کے لیے کافی ہے۔

میرے دوستو! جس انسان کا سہارا اللہ تعالیٰ بن جائے، اسے دنیا کے سہاروں کی کمی پریشان نہیں کرتی۔

حافظ صاحب نے ایک مثال بیان کرتے ہوئے فرمایا:

میرے عزیزو! ایک کسان زمین میں بیج ڈالتا ہے، محنت کرتا ہے، پانی دیتا ہے، اپنی ذمہ داری پوری کرتا ہے، لیکن فصل اگانے کا اختیار اللہ تعالیٰ کے پاس سمجھتا ہے۔ وہ محنت بھی کرتا ہے اور رب پر بھروسہ بھی رکھتا ہے۔ یہی توکل ہے کہ کوشش انسان کی ہو اور نتیجہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہو۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے چند لمحوں کے بعد فرمایا:

میرے عزیز! کبھی اپنے دل سے یہ سوال کیا ہے کہ مشکل وقت میں میرا دل کس طرف بھاگتا ہے؟ کیا میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہوں یا صرف دنیا کے سہاروں کو تلاش کرتا ہوں؟ کیا میں اللہ تعالیٰ کے فیصلوں پر راضی رہتا ہوں یا اپنی خواہش کے خلاف ہونے پر دل میں شکوہ پیدا کرتا ہوں؟

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

رضا بالقضا کا مطلب یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے فیصلوں کو حکمت والا سمجھ کر قبول کرے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ انسان تکلیف محسوس نہ کرے یا دعا نہ کرے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ دل میں اللہ تعالیٰ کی ذات پر اعتراض نہ ہو۔ بندہ جانتا ہو کہ میرا رب مجھ سے زیادہ میرے حال کو جانتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت فکر انگیز انداز میں فرمایا:

کبھی انسان کسی چیز کے نہ ملنے پر غمگین ہو جاتا ہے، حالانکہ ممکن ہے وہ چیز اس کے حق میں نقصان دہ ہو۔ کبھی انسان کسی آزمائش کو مصیبت سمجھتا ہے، حالانکہ وہی آزمائش اس کے ایمان، صبر اور قربِ الٰہی کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی حکمت ہماری سوچ سے کہیں بلند ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت درد بھرے لہجے میں فرمایا:

قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَ عَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَ عَسٰۤى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْـًٔا وَّ هُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۠ ﴿۲۱۶﴾

(سورۃ البقرۃ:216)

ترجمہ: اور ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو حالانکہ وہ تمہارے لیے بہتر ہو، اور ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو پسند کرو حالانکہ وہ تمہارے لیے نقصان دہ ہو، اور اللہ جانتا ہے جبکہ تم نہیں جانتے۔

حافظ صاحب نے نہایت شفقت سے فرمایا:

میرے بھائیو! توکل دل کو مضبوط کرتا ہے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہے وہ حالات سے ٹوٹتا نہیں، کیونکہ اسے یقین ہوتا ہے کہ میرا رب میرے ساتھ ہے۔ آزمائش آئے تو صبر کرتا ہے، نعمت ملے تو شکر کرتا ہے اور ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے

تعلق قائم رکھتا ہے۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

رسول اللہ ﷺ کی زندگی توکل کی روشن مثال تھی۔ آپ ﷺ نے ہجرت کے موقع پر تمام ظاہری تدابیر اختیار فرمائیں، مگر دل کا بھروسہ صرف اللہ تعالیٰ پر رکھا۔ غارِ ثور میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ

(سورۃ التوبۃ:40)

ترجمہ: غم نہ کرو، بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت جذب و کیف کے ساتھ فرمایا: میرے عزیزو! جب دل اللہ تعالیٰ سے جڑ جاتا ہے تو انسان لوگوں کی محتاجی سے آزاد ہو جاتا ہے۔ وہ رزق کے لیے کوشش کرتا ہے مگر رزاق اللہ کو سمجھتا ہے، بیماری میں علاج کرتا ہے مگر شفا دینے والا اللہ کو جانتا ہے، مشکلات میں تدبیر کرتا ہے مگر کامیابی اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں سمجھتا ہے۔

حافظ صاحب نے آبدیدہ آنکھوں سے فرمایا:

میرے دوستو! اللہ تعالیٰ کے فیصلوں پر راضی رہنے والا انسان اندر سے پرسکون ہو جاتا ہے۔ اسے معلوم ہوتا ہے کہ میرا رب کبھی ظلم نہیں کرتا، اس کے ہر حکم میں حکمت ہے، ہر آزمائش میں تربیت ہے اور ہر فیصلے میں میرے لیے کوئی نہ کوئی بھلائی پوشیدہ ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت سوز و گداز کے ساتھ فرمایا: اے اللہ کے بندو! اپنی پریشانیوں کو اللہ تعالیٰ کے سامنے رکھو، اپنی امیدیں اسی سے وابستہ کرو، اپنے دل کو لوگوں کے دروازوں سے ہٹا کر رب کے دروازے سے جوڑو۔ دنیا کے حالات

بدلتے رہتے ہیں، مگر اللہ تعالیٰ کی ذات ہمیشہ باقی رہتی ہے۔

حافظ صاحب نے عاجزی سے سر جھکا کر فرمایا:

میرے عزیزو! توکل علی اللہ ایمان کی طاقت ہے اور رضا بالقضا دل کا سکون ہے۔ جس نے اللہ تعالیٰ کو اپنا کارساز بنالیا، اسے کوئی تنہائی نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ اللہ کے فیصلوں پر راضی رہو، کیونکہ وہ تمہارے لیے تم سے زیادہ بہتر جانتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں کامل توکل، اپنے فیصلوں پر رضا، صبر، شکر، یقینِ کامل اور اپنی ذات پر مضبوط بھروسہ عطا فرمائے، ہمارے دلوں کو بے چینی، شکوے اور مایوسی سے محفوظ فرمائے۔ آمین۔

توبہ واستغفار اور خشوع وخضوع

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

تمام حمد وثنا اس اللہ ربّ غفور کے لیے ہے جو گناہگار بندوں کو معافی کا دروازہ عطا فرماتا ہے، توبہ کرنے والوں کو اپنی رحمت میں جگہ دیتا ہے، جھکے ہوئے دلوں کو قبول فرماتا ہے اور اپنے فضل سے آلودہ روحوں کو پاکیزگی عطا کرتا ہے۔ وہی خطاؤں کو بخشنے والا، عیبوں پر پردہ ڈالنے والا اور بندوں پر بے حد مہربان ہے۔

وہی اللہ ہے جس کی رحمت گناہوں سے وسیع تر ہے، جس کا دروازہ کبھی بند نہیں ہوتا، جس کے سامنے آنسو بہانے والا محروم نہیں رہتا اور جس کے حضور عاجزی اختیار کرنے والا عزت پاتا ہے۔ وہی دلوں کے حال جاننے والا، آنکھوں کے آنسو دیکھنے والا اور سینوں کے رازوں سے واقف ہے۔

وہی ربّ کریم ہے جو توبہ کو بندے کی واپسی کا راستہ بناتا ہے، استغفار کو گناہوں

کی صفائی کا ذریعہ بناتا ہے اور خشوع وخضوع کو اپنی قربت کا وسیلہ عطا فرماتا ہے۔ تمام تعریفیں، تمام عظمتیں اور تمام کمالات صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھری نگاہوں سے حاضرین کی طرف دیکھا، پھر فرمایا:

اے میرے عزیزو! انسان کمزور ہے، اس سے غلطیاں ہوتی ہیں، کبھی زبان سے لغزش ہوتی ہے، کبھی نگاہ سے، کبھی دل کے ارادوں میں کمزوری آجاتی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو مایوسی کے حوالے نہیں کیا بلکہ توبہ اور استغفار کا دروازہ کھول دیا۔

حافظ صاحب نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی، پھر نہایت درد بھرے لہجے میں فرمایا:

میرے بھائیو! توبہ صرف الفاظ ادا کرنے کا نام نہیں، بلکہ دل کے اندر ایک انقلاب کا نام ہے۔ جب بندہ اپنی غلطی کو پہچانتا ہے، اپنے رب کے سامنے شرمندہ ہوتا ہے، گناہ چھوڑنے کا ارادہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف پلٹ آتا ہے تو یہی سچی توبہ ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھرے انداز میں فرمایا:

قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ تُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۳۱﴾

(سورۃ النور:31)

اے ایمان والو! تم سب اللہ کی طرف توبہ کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ میرے

دوستو! کامیابی کا راستہ توبہ کے بغیر مکمل نہیں ہوتا۔

حافظ صاحب نے ایک مثال بیان کرتے ہوئے فرمایا:

میرے عزیزو! ایک مسافر اگر راستہ بھول جائے اور اسے احساس ہو جائے کہ میں غلط سمت میں جا رہا ہوں تو وہ واپس پلٹ آتا ہے۔ جتنا جلدی وہ درست راستہ اختیار کرے گا، اتنا ہی آسانی سے منزل تک پہنچ جائے گا۔ اسی طرح انسان جب گناہ کے راستے پر چل پڑے تو توبہ اسے دوبارہ اللہ تعالیٰ کی طرف لے آتی ہے۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے چند لمحوں کے بعد فرمایا:

میرے عزیز! کبھی اپنے دل سے یہ سوال کیا ہے کہ جب مجھ سے کوئی غلطی ہو جاتی ہے تو کیا میں فوراً اپنے رب کے سامنے جھک جاتا ہوں یا اپنی خطاؤں کے لیے بہانے تلاش کرتا ہوں؟ کیا میری زبان استغفار سے تر رہتی ہے؟ کیا میرا دل اللہ تعالیٰ کے سامنے واقعی عاجز ہوتا ہے؟

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

استغفار مومن کا زیور ہے۔ استغفار صرف گناہوں کی معافی مانگنا نہیں بلکہ اپنے رب کے سامنے اپنی محتاجی کا اقرار بھی ہے۔ جب بندہ کہتا ہے: اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ، تو گویا وہ کہتا ہے کہ اے اللہ! میں کمزور ہوں، تو طاقت والا ہے، میں خطا کار ہوں، تو بخشنے والا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت فکر انگیز انداز میں فرمایا:

بہت سے لوگ گناہ سے زیادہ خطرناک چیز میں مبتلا ہو جاتے ہیں، وہ اپنی غلطی کو غلطی سمجھنا چھوڑ دیتے ہیں۔ دل کی یہ سختی انسان کو اصلاح سے دور کر دیتی ہے۔ زندہ دل وہ ہے جو اپنی کوتاہی محسوس کرے اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے۔

حافظ صاحب نے نہایت درد بھرے لہجے میں فرمایا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ تُوبُوا إِلَى اللهِ وَاسْتَغْفِرُوهُ فَإِنِّي أَتُوبُ فِي الْيَوْمِ إِلَيْهِ مِائَةَ مَرَّةٍ

(صحیح مسلم، حدیث:2702)

ترجمہ: اے لوگو! اللہ کے حضور توبہ کرو اور اس سے مغفرت مانگو، کیونکہ میں بھی دن میں سو مرتبہ اس کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں۔

حافظ صاحب نے نہایت شفقت سے فرمایا:

میرے بھائیو! جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسی عظیم ہستی کثرت سے استغفار فرماتی تھیں تو ہمیں اپنی حالت پر غور کرنا چاہیے۔ ہمیں اپنے دلوں کی صفائی، اپنے اعمال کی اصلاح اور اپنے رب کے قرب کے لیے استغفار کو اپنا معمول بنانا چاہیے۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

خشوع و خضوع عبادت کی روح ہے۔ خشوع یہ ہے کہ دل اللہ تعالیٰ کی عظمت کے سامنے جھک جائے، آنکھیں اللہ کے خوف و محبت سے نم ہو جائیں، جسم عبادت میں حاضر ہو اور دل اپنے رب کے سامنے عاجزی اختیار کرے۔

حافظ صاحب نے ایک اور مثال بیان کرتے ہوئے فرمایا:

میرے عزیزو! ایک شخص اگر بادشاہ کے سامنے کھڑا ہو تو اپنی آواز، انداز اور حرکات کا خیال رکھتا ہے، کیونکہ اسے بادشاہ کی عظمت کا احساس ہوتا ہے۔ جب ایک انسان دنیا کے بادشاہ کے سامنے ادب اختیار کرتا ہے تو سوچو، ربِّ کائنات کے سامنے کھڑے ہوتے وقت دل میں کتنی عاجزی ہونی چاہیے۔

حافظ صاحب نے نہایت جذب و کیف کے ساتھ فرمایا:

نماز خشوع و خضوع کی سب سے بڑی تربیت گاہ ہے۔ جب بندہ نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو اسے یاد رکھنا چاہیے کہ وہ اس ذات کے سامنے کھڑا ہے جو اس کے دل کے

راز بھی جانتی ہے اور اس کی ہر ضرورت سے واقف ہے۔

حافظ صاحب نے آبدیدہ آنکھوں سے فرمایا:

میرے عزیزو! اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکنے والا کبھی ذلیل نہیں ہوتا۔ جو بندہ اپنی پیشانی اپنے رب کے سامنے رکھ دیتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے دل کو عزت، سکون اور اطمینان عطا فرماتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت سوز و گداز کے ساتھ فرمایا:

اے اللہ کے بندو! اپنے دلوں کو سخت نہ ہونے دو۔ گناہ ہو جائے تو توبہ کرو، آنکھ نم ہو جائے تو اسے نعمت سمجھو، دل میں ندامت پیدا ہو تو اسے اللہ تعالیٰ کی رحمت سمجھو۔ کیونکہ یہ احساس کہ میں اپنے رب کا محتاج ہوں، ایمان کی علامت ہے۔

حافظ صاحب نے عاجزی سے سر جھکا کر فرمایا:

میرے عزیزو! توبہ انسان کو پاک کرتی ہے، استغفار دل کو روشن کرتا ہے اور خشوع و خضوع بندے کو اللہ تعالیٰ کے قریب کر دیتا ہے۔ اپنی زندگی میں ہر وقت واپسی کا راستہ کھلا رکھو اور اپنے رب کے سامنے عاجزی کو اپنا زیور بنا لو۔

اللہ تعالیٰ ہمیں سچی توبہ، کثرتِ استغفار، کامل خشوع و خضوع، اپنے سامنے عاجزی، اپنے ذکر کی لذت اور اپنی قربت کی نعمت عطا فرمائے، ہمارے دلوں کو گناہوں کی تاریکی سے پاک فرما دے۔ آمین۔

مجاہدۂ نفس اور محاسبۂ نفس

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

تمام حمد و ثنا اس اللہ ربِّ حکیم کے لیے ہے جو انسان کے ظاہر و باطن کو جاننے

والا، نفسوں کے احوال سے واقف، کمزوریوں کو طاقت میں بدلنے والا اور اپنے فضل سے بندوں کو اصلاح کی راہ دکھانے والا ہے۔ وہی دلوں کا مالک، نیتوں کا جاننے والا اور ہر چھپی ہوئی کیفیت سے باخبر ہے۔

وہی اللہ ہے جس نے انسان کو عقل عطا فرمائی، اسے خیر و شر کی پہچان دی، نفس کی آزمائش میں ڈالا اور ہدایت کے ذریعے کامیابی کا راستہ دکھایا۔ وہی بندے کو اپنے نفس کے مقابلے میں ثابت قدمی دیتا ہے، صبر عطا کرتا ہے اور اپنی رضا کے راستے پر چلنے کی توفیق بخشتا ہے۔

وہی ربِّ کریم ہے جو اپنے بندوں کی کوششوں کو دیکھتا ہے، ان کی جدوجہد کو قبول فرماتا ہے، لغزشوں پر معافی عطا کرتا ہے اور اصلاح کی طرف بڑھنے والوں کو اپنی رحمت سے نوازتا ہے۔ تمام تعریفیں، تمام عظمتیں اور تمام کمالات صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھری نگاہوں سے حاضرین کی طرف دیکھا، پھر فرمایا:

اے میرے عزیزو! انسان کا سب سے بڑا دشمن ہمیشہ باہر نہیں ہوتا، کبھی کبھی اس کا اپنا نفس بھی اسے بھٹکانے والا بن جاتا ہے۔ یہی نفس کبھی خواہشات کی طرف کھینچتا ہے، کبھی غفلت میں ڈالتا ہے اور کبھی انسان کو اپنی حقیقت بھلا دیتا ہے۔ اس لیے ایمان کی حفاظت کے لیے مجاہدۂ نفس ضروری ہے۔

حافظ صاحب نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی، پھر فرمایا:

میرے بھائیو! مجاہدۂ نفس کا مطلب اپنے نفس کو ختم کرنا نہیں بلکہ اسے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا پابند بنانا ہے۔ نفس کو پاکیزہ بنانا، خواہشات کو شریعت کے تابع کرنا، غصے پر قابو پانا، زبان کی حفاظت کرنا، نگاہوں کو پاک رکھنا اور دل کو اللہ تعالیٰ کی محبت سے آباد کرنا ہی حقیقی مجاہدہ ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھرے انداز میں فرمایا:

قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ الَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۶۹﴾

(سورۃ العنکبوت:69)

ترجمہ: اور جو لوگ ہماری راہ میں کوشش کرتے ہیں ہم ضرور انہیں اپنے راستے دکھاتے ہیں، اور بے شک اللہ نیکوکاروں کے ساتھ ہے۔

میرے دوستو! اللہ تعالیٰ کی طرف سفر میں کوشش کرنے والے کبھی محروم نہیں ہوتے۔

حافظ صاحب نے ایک مثال بیان کرتے ہوئے فرمایا:

میرے عزیزو! ایک گھوڑا اگر تربیت یافتہ نہ ہو تو اپنی طاقت کے باوجود نقصان پہنچا سکتا ہے، لیکن جب اسے تربیت دی جائے تو وہ اپنے مالک کے لیے فائدہ مند بن جاتا ہے۔ اسی طرح نفس بھی اگر بے قابو ہو تو انسان کو نقصان پہنچا سکتا ہے، لیکن تربیت پالے تو یہی نفس نیکی اور قربِ الٰہی کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے چند لمحوں کے بعد فرمایا:

میرے عزیز! کبھی اپنے دل سے یہ سوال کیا ہے کہ میرا نفس مجھے کہاں لے جا رہا ہے؟ کیا میری خواہشات اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع ہیں یا میں اپنی خواہشوں کا غلام بن چکا ہوں؟ کیا میں اپنی خامیوں کو دیکھنے کی ہمت رکھتا ہوں یا ہمیشہ دوسروں کی غلطیاں تلاش کرتا رہتا ہوں؟

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

میرے بھائیو! نفس کی اصلاح کے لیے انسان کو اپنے اندر جھانکنا پڑتا ہے۔ جو شخص اپنے نفس کی نگرانی نہیں کرتا، وہ آہستہ آہستہ غفلت کا شکار ہو جاتا ہے۔ لیکن جو شخص اپنے اعمال، نیتوں اور عادات کا جائزہ لیتا رہتا ہے، اس کے لیے اصلاح کے دروازے کھلتے رہتے ہیں۔

حافظ صاحب نے نہایت فکر انگیز انداز میں فرمایا:

محاسبۂ نفس یہ ہے کہ انسان روزانہ اپنے دل کی عدالت لگائے۔ وہ دیکھے کہ آج میری زبان سے کیا نکلا؟ میری نگاہ کہاں گئی؟ میرے دل میں کس کے لیے محبت اور کس کے لیے نفرت پیدا ہوئی؟ میں نے اللہ تعالیٰ کے حقوق اور بندوں کے حقوق کس حد تک ادا کیے؟

حافظ صاحب نے نہایت درد بھرے لہجے میں فرمایا:

بہت سے لوگ دوسروں کے اعمال کا حساب رکھتے ہیں مگر اپنے نفس کا حساب بھول جاتے ہیں۔ یاد رکھو! قیامت کے دن انسان سے پہلے اپنے ہی اعمال کے بارے میں سوال ہوگا۔ اس لیے عقل مند وہ ہے جو دنیا میں رہتے ہوئے اپنا محاسبہ کر لے۔

حافظ صاحب نے قرآنِ کریم کی آیت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ لْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ

(سورۃ الحشر:18)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور ہر شخص یہ دیکھے کہ اس نے کل کے لیے کیا

آ گے بھیجا ہے۔

میرے عزیزو! یہ آیت ہمیں اپنے اعمال کا جائزہ لینے کی دعوت دیتی ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت شفقت سے فرمایا: میرے دوستو! مجاہدۂ نفس صرف عبادات میں نہیں بلکہ معاملات میں بھی ہوتا ہے۔ گھر میں حسنِ اخلاق اختیار کرنا، غصے کے وقت خاموش رہنا، کسی کی غلطی معاف کر دینا، والدین کے ساتھ نرمی کرنا، لوگوں کے حقوق ادا کرنا، یہ سب نفس کی تربیت کے مراحل ہیں۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اَلْكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهُ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ

(سنن الترمذی، حدیث:2459)

ترجمہ: عقل مند وہ ہے جو اپنے نفس کا محاسبہ کرے اور موت کے بعد کے لیے عمل کرے۔

میرے عزیزو! اصل دانائی یہی ہے کہ انسان اپنی آخرت کو نہ بھولے۔

حافظ صاحب نے نہایت جذب و کیف کے ساتھ فرمایا:

نفس کی اصلاح کے لیے ذکرِ الٰہی کو لازم پکڑو، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی یاد دل کو مضبوط کرتی ہے۔ جب دل اللہ تعالیٰ سے جڑ جاتا ہے تو نفس کی خواہشات کمزور ہونے لگتی ہیں۔ قرآن کی تلاوت، دعا، استغفار اور نیک صحبت انسان کے اندر پاکیزگی پیدا کرتی ہے۔

حافظ صاحب نے آبدیدہ آنکھوں سے فرمایا:

میرے عزیزو! اپنے نفس کو دشمن سمجھ کر نہیں بلکہ تربیت کے محتاج بچے کی طرح

سنبھالو۔ اسے نیکی کا عادی بناؤ، اسے صبر سکھاؤ، اسے شکر سکھاؤ، اسے اللہ تعالیٰ کی محبت سکھاؤ۔ جو شخص اپنے نفس کو قابو کر لیتا ہے، وہ اپنی زندگی کا سب سے بڑا معرکہ جیت لیتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت سوز و گداز کے ساتھ فرمایا:

اے اللہ کے بندو! ہر رات سونے سے پہلے چند لمحے اپنے رب کے لیے نکالو، اپنے دن کا جائزہ لو، اپنی کوتاہیوں پر استغفار کرو، اپنی نیکیوں پر شکر کرو اور اگلے دن بہتر بننے کا ارادہ کرو۔ یہی محاسبہ انسان کو غفلت سے نکال کر بیداری کی طرف لے جاتا ہے۔

حافظ صاحب نے عاجزی سے سر جھکا کر فرمایا:

میرے عزیزو! مجاہدۂ نفس اور محاسبۂ نفس وہ راستہ ہے جو انسان کو اپنے رب کے قریب کرتا ہے۔ جو اپنے نفس کو سنوار لیتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے دل کو نور، اس کے عمل کو برکت اور اس کی زندگی کو سکون عطا فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے نفس کی اصلاح، اپنے اعمال کا محاسبہ، اخلاص، تقویٰ، صبر، شکر اور اپنی کامل اطاعت نصیب فرمائے، ہمارے دلوں کو غفلت اور خواہشات کی غلامی سے محفوظ فرمائے۔ آمین۔

حیاتِ قلب اور صفائے باطن

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

تمام حمد و ثنا اس اللہ ربِّ حیّ و قیوم کے لیے ہے جو مردہ دلوں کو زندگی عطا فرمانے والا، غافل روحوں کو بیدار کرنے والا، باطن کی تاریکیوں کو نور میں بدلنے والا اور اپنے

ذکر سے دلوں کو اطمینان بخشنے والا ہے۔ وہی دلوں کا خالق، روحوں کا مالک اور سینوں کے رازوں سے واقف ہے۔

وہی اللہ ہے جس نے انسان کو جسمانی زندگی کے ساتھ روحانی زندگی کا راستہ دکھایا، جس نے دل کو معرفت کا مقام بنایا، ذکر کو اس کی غذا بنایا اور اپنی محبت کو اس کی حقیقی حیات قرار دیا۔ وہی دلوں کے زنگ کو دور کرنے والا، باطن کو پاک کرنے والا اور بندوں پر بے پایاں رحمت فرمانے والا ہے۔

وہی ربِّ کریم ہے جو اپنے فضل سے بے نور دلوں میں ایمان کا چراغ روشن کرتا ہے، اپنی یاد سے بے چین روحوں کو سکون دیتا ہے اور اپنے قرب کی طلب رکھنے والوں کو ہدایت کے راستے دکھاتا ہے۔ تمام تعریفیں، تمام عظمتیں اور تمام کمالات صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھری نگاہوں سے حاضرین کی طرف دیکھا، پھر فرمایا:

اے میرے عزیزو! جس طرح جسم کو زندہ رہنے کے لیے غذا کی ضرورت ہوتی ہے، اسی طرح دل کو زندہ رہنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی یاد، قرآنِ کریم کی روشنی اور ایمان کی حرارت کی ضرورت ہوتی ہے۔ جسم کی زندگی چند سالوں کی ہے، لیکن دل کی زندگی وہ دولت ہے جو انسان کو دنیا میں بھی سکون دیتی ہے اور آخرت میں بھی کامیابی کا ذریعہ بنتی ہے۔

حافظ صاحب نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی، پھر فرمایا:

میرے بھائیو! بہت سے لوگ ظاہری اعتبار سے زندہ ہوتے ہیں، چلتے پھرتے ہیں، بولتے ہیں، دنیا کے کام کرتے ہیں، مگر ان کے دل غفلت کی تاریکی میں ہوتے ہیں۔ حقیقی زندگی یہ ہے کہ دل اپنے رب کو پہچانے، اس کی محبت محسوس کرے، اس کے حکم کے سامنے جھکے اور اس کی رضا کو اپنی خواہش پر مقدم رکھے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھرے انداز میں فرمایا:

قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ﴿۲۸﴾

(سورۃ الرعد:28)

ترجمہ: یاد رکھو! اللہ کے ذکر ہی سے دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے۔

میرے دوستو! دل کا سکون دنیا کی کثرت میں نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے تعلق میں ہے۔

حافظ صاحب نے ایک مثال بیان کرتے ہوئے فرمایا:

میرے عزیزو! ایک آئینہ اگر مسلسل گرد و غبار کا شکار ہو جائے تو اس میں خوبصورت چہرہ بھی واضح نظر نہیں آتا۔ جب اسے صاف کیا جائے تو حقیقت دکھائی دینے لگتی ہے۔ اسی طرح دل بھی جب گناہوں، غفلت اور دنیا کی بے جا محبت سے دھندلا جائے تو حق کی روشنی کم محسوس ہوتی ہے، لیکن ذکر، توبہ اور تقویٰ سے اس کا صفایا ہو جاتا ہے۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے چند لمحوں کے بعد فرمایا:

میرے عزیز! کبھی اپنے دل سے یہ سوال کیا ہے کہ میرا دل کن چیزوں سے آباد ہے؟ کیا اس میں اللہ تعالیٰ کی محبت زیادہ ہے یا دنیا کی خواہشات زیادہ ہیں؟ کیا میری تنہائی اللہ تعالیٰ کی یاد میں گزرتی ہے یا غفلت کے خیالات میں؟ کیا میرا باطن اس حالت میں ہے کہ میں اپنے رب کے سامنے حاضر ہونے کی امید رکھ سکوں؟

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

صفائے باطن کا آغاز اپنے دل کو پہچاننے سے ہوتا ہے۔ انسان جب اپنے اندر تکبر، حسد، کینہ، حرص اور ریا کو دیکھتا ہے تو اسے ان کے علاج کی فکر کرنی چاہیے۔ جس

طرح جسم کی بیماری کا علاج کیا جاتا ہے، اسی طرح دل کی بیماریوں کا علاج بھی ضروری ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت فکر انگیز انداز میں فرمایا:

دل کی سب سے بڑی بیماری اللہ تعالیٰ سے دوری ہے۔ جب دل دنیا میں ایسا الجھ جائے کہ اپنے رب کو بھول جائے تو انسان کے اندر بے سکونی پیدا ہوتی ہے۔ مال بڑھ سکتا ہے، مقام بڑھ سکتا ہے، لیکن اگر دل اللہ تعالیٰ سے خالی ہو تو انسان اندر سے پریشان رہتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت درد بھرے لہجے میں فرمایا:

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں ارشاد فرماتا ہے:

وَ اذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّ خِيْفَةً

(سورۃ الاعراف:205)

ترجمہ: اور اپنے رب کو اپنے دل میں عاجزی اور خوف کے ساتھ یاد کرو۔

میرے عزیزو! ذکر صرف زبان کی حرکت نہیں بلکہ دل کا اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت شفقت سے فرمایا:

میرے بھائیو! دل کی حیات کے لیے قرآن سے تعلق مضبوط کرو۔ قرآن صرف تلاوت کی کتاب نہیں بلکہ زندگی کی رہنمائی ہے۔ جب بندہ قرآن کو سمجھ کر پڑھتا ہے تو اسے اپنے رب کی طرف سے پیغام محسوس ہوتا ہے، اس کی سوچ بدلتی ہے اور اس کا دل نور سے بھرنے لگتا ہے۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

صفائے باطن کے لیے توبہ کو لازم پکڑو۔ اگر دل پر گناہوں کا بوجھ محسوس ہو تو اللہ

تعالیٰ کے سامنے جھک جاؤ۔ اپنے آنسوؤں کو قیمتی سمجھو، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے خوف اور محبت میں بہنے والا آنسو دل کی زندگی کی علامت ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت جذب و کیف کے ساتھ فرمایا:

نیک صحبت بھی دل کی زندگی کا ذریعہ ہے۔ انسان جس ماحول میں رہتا ہے، اس کا اثر اس کے دل پر پڑتا ہے۔ ایسے لوگوں کے قریب رہو جن کے دل اللہ تعالیٰ کی محبت سے روشن ہوں، جن کی گفتگو سے آخرت یاد آئے اور جن کے اخلاق تمہیں بہتر انسان بنائیں۔

حافظ صاحب نے آبدیدہ آنکھوں سے فرمایا:

میرے عزیزو! دل کو مردہ ہونے سے بچاؤ۔ ایسا وقت نہ آنے دو کہ گناہ تمہیں پریشان نہ کریں، عبادت میں لذت نہ رہے اور اللہ تعالیٰ کی یاد سے دل متاثر نہ ہو۔ زندہ دل وہ ہے جو نیکی سے خوش ہو، گناہ پر نادم ہو اور اپنے رب کی طرف پلٹنے میں دیر نہ کرے۔

حافظ صاحب نے نہایت سوز و گداز کے ساتھ فرمایا:

اے اللہ کے بندو! اپنے باطن کو سنوارو، کیونکہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے۔ لوگوں کے سامنے خوبصورت نظر آنے سے پہلے اپنے رب کے سامنے خوبصورت بنو۔ اپنے اخلاق کو پاک کرو، اپنی نیتوں کو درست کرو، اپنے دل کو محبت، رحم اور اخلاص کا مقام بناؤ۔

حافظ صاحب نے عاجزی سے سر جھکا کر فرمایا:

میرے عزیزو! حیاتِ قلب یہی ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہوئے زندہ رہے، اس کی رضا کے لیے عمل کرے، اس کے سامنے جھکے اور اس کی رحمت کا امیدوار بنے۔ جس دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت آباد ہو جائے، وہ دل کبھی حقیقتاً مردہ نہیں ہوتا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں زندہ دل، پاکیزہ باطن، سچی معرفت، اپنی محبت، اپنے ذکر کی

لذت اور اپنے قرب کی نعمت عطا فرمائے، ہمارے دلوں کو غفلت، گناہوں اور دنیا کی بے جا محبت سے محفوظ فرمائے۔ آمین۔

روح کی غذا اور عبادت کا ذوق

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

تمام حمد و ثنا اس اللہ ربّ لطیف کے لیے ہے جو روحوں کا خالق، دلوں کا راز دار، بندوں کی حاجتوں سے باخبر اور اپنی یاد سے بے قرار دلوں کو سکون عطا فرمانے والا ہے۔ وہی عبادت کے شوق کو دلوں میں پیدا کرتا ہے، ایمان کی مٹھاس عطا فرماتا ہے اور اپنے قرب کے راستے آسان کرتا ہے۔

وہی اللہ ہے جس نے انسان کو صرف دنیا کی زندگی کے لیے نہیں بلکہ اپنی معرفت اور بندگی کے لیے پیدا فرمایا، جس نے روح کو پاکیزگی کی طلب عطا کی، دل کو محبت کا مقام بنایا اور عبادت کو اپنے قرب کا ذریعہ قرار دیا۔ وہی ہر کمزوری میں سہارا، ہر اندھیرے میں روشنی اور ہر پریشان روح کے لیے اطمینان کا سرچشمہ ہے۔

وہی ربّ رحیم ہے جو تھوڑے عمل کو اخلاص کے سبب قبول فرماتا ہے، اپنے ذکر سے دلوں کو زندہ کرتا ہے، سجدوں میں سکون عطا کرتا ہے اور اپنے محبوب بندوں کو عبادت کی حلاوت نصیب فرماتا ہے۔ تمام تعریفیں، تمام عظمتیں اور تمام کمالات صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھری نگاہوں سے حاضرین کی طرف دیکھا، پھر فرمایا:

اے میرے عزیزو! انسان صرف جسم کا نام نہیں، انسان ایک روح بھی رکھتا

ہے۔جس طرح جسم بھوک محسوس کرتا ہے اور غذا کا محتاج ہوتا ہے، اسی طرح روح بھی ایک غذا چاہتی ہے۔روح کی اصل غذا اللہ تعالیٰ کی معرفت، اس کا ذکر، اس کی محبت اور اس کی عبادت ہے۔

حافظ صاحب نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی، پھر فرمایا:

میرے بھائیو! اگر جسم کو ہر نعمت مل جائے لیکن روح اللہ تعالیٰ سے دور ہو جائے تو انسان کے اندر خالی پن پیدا ہو جاتا ہے۔دنیا کی آسائشیں دل کو وقتی خوشی دے سکتی ہیں، لیکن حقیقی اطمینان صرف اس وقت ملتا ہے جب بندہ اپنے رب سے تعلق مضبوط کر لیتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھرے انداز میں فرمایا:

عبادت صرف چند ظاہری اعمال کا نام نہیں، بلکہ عبادت بندے کے پورے وجود کا اللہ تعالیٰ کے سامنے جھک جانا ہے۔نماز میں عاجزی، دعا میں یقین، ذکر میں محبت، معاملات میں دیانت، اخلاق میں نرمی اور زندگی کے ہر فیصلے میں اللہ تعالیٰ کی رضا تلاش کرنا عبادت کی حقیقت ہے۔

حافظ صاحب نے قرآنِ کریم کی آیت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ﴿۵۶﴾

(سورۃ الذاریات:56)

ترجمہ: اور میں نے جنات اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا۔

میرے دوستو! انسان کی تخلیق کا سب سے بڑا مقصد اپنے رب کی بندگی اور معرفت حاصل کرنا ہے۔

حافظ صاحب نے ایک مثال بیان کرتے ہوئے فرمایا:

میرے عزیزو! ایک پودا اگر خوبصورت برتن میں لگا ہو، مگر اسے پانی نہ ملے تو آہستہ آہستہ مرجھا جاتا ہے۔ اسی طرح انسان کا جسم دنیا کی سہولتوں میں رہ سکتا ہے، مگر اگر روح کو ذکر اور عبادت کی غذا نہ ملے تو اندر کی تازگی ختم ہونے لگتی ہے۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے چند لمحوں کے بعد فرمایا:

میرے عزیز! کبھی اپنے دل سے یہ سوال کیا ہے کہ مجھے عبادت میں سکون کیوں محسوس ہوتا ہے یا کیوں نہیں ہوتا؟ کیا میں نماز کو صرف ایک ذمہ داری سمجھتا ہوں یا اپنے رب سے ملاقات کا موقع سمجھتا ہوں؟ کیا میری روح اللہ تعالیٰ کے ذکر کی پیاسی ہے یا دنیا کی مصروفیات نے اسے غافل کر دیا ہے؟

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

عبادت کا ذوق ایمان کی علامت ہے۔ جب دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت بڑھتی ہے تو عبادت بوجھ نہیں رہتی بلکہ راحت بن جاتی ہے۔ جس طرح محبت کرنے والا اپنے محبوب سے ملاقات کا انتظار کرتا ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ سے محبت رکھنے والا بندہ عبادت کے لمحات کا منتظر رہتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت فکر انگیز انداز میں فرمایا:

بعض لوگ عبادت اس لیے کرتے ہیں کہ لوگ انہیں نیک سمجھیں، لیکن اہلِ محبت عبادت اس لیے کرتے ہیں کہ ان کا رب ان سے راضی ہو جائے۔ اخلاص عبادت کو روح عطا کرتا ہے اور ریا عبادت کی خوبصورتی کو کم کر دیتی ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت درد بھرے لہجے میں فرمایا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ذَاقَ طَعْمَ الْإِيْمَانِ مَنْ رَضِيَ بِاللهِ رَبًّا وَّبِالْإِسْلَامِ دِيْنًا وَبِمُحَمَّدٍ رَسُوْلًا

(صحیح مسلم، حدیث:34)

ترجمہ: اس شخص نے ایمان کا ذائقہ پالیا جو اللہ کو رب، اسلام کو دین اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رسول مان کر راضی ہو گیا۔

حافظ صاحب نے نہایت شفقت سے فرمایا:

میرے بھائیو! عبادت میں ذوق پیدا کرنے کے لیے اپنے دل کو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی یاد دلاؤ۔ سوچو کہ جس رب نے تمہیں وجود دیا، سانسیں دیں، صحت دی، رزق دیا، محبت کرنے والے رشتے دیے، کیا وہ اس بات کا حق دار نہیں کہ تم اس کے سامنے محبت سے جھک جاؤ؟

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

نماز کو صرف فرض نہ سمجھو بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بلانے کا پیغام سمجھو۔ قرآن کی تلاوت کو صرف آواز کی خوبصورتی نہ بناؤ بلکہ اسے اپنے رب کا کلام سمجھ کر دل سے سنو۔ ذکر کو صرف زبان کی حرکت نہ بناؤ بلکہ دل کی زندگی بناؤ۔

حافظ صاحب نے نہایت جذب و کیف کے ساتھ فرمایا:

نیک لوگ عبادت میں اس لیے لذت پاتے ہیں کہ ان کا دل دنیا سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے جڑا ہوتا ہے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان کے وقت راحت محسوس کرتے تھے، کیونکہ ان کا دل اپنے رب کی یاد سے وابستہ تھا۔ عبادت محبت والوں کے لیے بوجھ نہیں بلکہ سکون کا ذریعہ ہوتی ہے۔

حافظ صاحب نے آبدیدہ آنکھوں سے فرمایا:

میرے عزیزو! اگر کبھی عبادت میں دل نہ لگے تو عبادت چھوڑنا نہیں، بلکہ اللہ

تعالیٰ سے دعا کرو کہ اے میرے رب! میرے بے ذوق دل کو اپنی محبت عطا فرما۔ کیونکہ دلوں کو بدلنے والا بھی وہی ہے، عبادت کی لذت دینے والا بھی وہی ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت سوز و گداز کے ساتھ فرمایا:

اے اللہ کے بندو! اپنی روح کو دنیا کی غفلت سے بھوکا نہ رکھو۔ اسے قرآن کی روشنی دو، ذکر کی مٹھاس دو، دعا کی کیفیت دو، سجدوں کی عاجزی دو۔ جس روح کا تعلق اللہ تعالیٰ سے مضبوط ہو جائے، اسے دنیا کی مشکلات توڑ نہیں سکتیں۔

حافظ صاحب نے عاجزی سے سر جھکا کر فرمایا:

میرے عزیزو! روح کی غذا اللہ تعالیٰ کی یاد ہے اور زندگی کی خوبصورتی عبادت کے ذوق میں ہے۔ اپنے دل کو اپنے رب کے ساتھ جوڑ لو، کیونکہ جو دل اللہ تعالیٰ کی محبت پا لیتا ہے، وہ دنیا میں بھی سکون پاتا ہے اور آخرت میں بھی کامیاب ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی محبت، اپنی معرفت، عبادت کی لذت، ذکر کی حلاوت، اخلاص، خشوع و خضوع اور اپنی کامل بندگی نصیب فرمائے، ہماری روحوں کو ایمان کے نور سے زندہ فرمائے۔ آمین۔

ادبِ بندگی اور حسنِ اخلاق

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

تمام حمد و ثنا اس اللہ ربّ ذوالجلال کے لیے ہے جو بندوں کو ادب سکھانے والا، دلوں کو پاکیزہ بنانے والا، اخلاق کو سنوارنے والا اور اپنی رضا کے راستے دکھانے والا ہے۔ وہی عظمت والا رب ہے جس کے سامنے جھکنا انسان کی عزت ہے، جس کی اطاعت زندگی کی خوبصورتی ہے اور جس کی محبت دلوں کی زینت ہے۔

وہی اللہ ہے جس نے انسان کو بہترین صورت عطا فرمائی، اسے عقل وشعور بخشا، اسے خیر وشر کی پہچان دی اور اسے ایسا کردار اپنانے کا حکم دیا جو اس کے رب کی رضا کا ذریعہ بنے۔ وہی دلوں کی اصلاح فرمانے والا، نیتوں کو پاک کرنے والا اور بندوں کے ظاہر و باطن کو جاننے والا ہے۔

وہی ربِّ کریم ہے جو اچھے اخلاق کو ایمان کی خوبصورتی بناتا ہے، عاجزی کو بلندی عطا کرتا ہے، نرمی کو دلوں کی فتح کا ذریعہ بناتا ہے اور اپنے محبوب بندوں کو ادب وحسنِ کردار کی دولت عطا فرماتا ہے۔ تمام تعریفیں، تمام عظمتیں اور تمام کمالات صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھری نگاہوں سے حاضرین کی طرف دیکھا، پھر فرمایا:

اے میرے عزیزو! بندگی صرف سجدہ کرنے کا نام نہیں، بلکہ بندگی یہ ہے کہ انسان کا ہر انداز اپنے رب کی رضا کے مطابق ہو جائے۔ اس کی زبان میں نرمی ہو، دل میں عاجزی ہو، معاملات میں دیانت ہو اور لوگوں کے ساتھ حسنِ سلوک ہو۔

حافظ صاحب نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی، پھر فرمایا:

میرے بھائیو! جس دل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت پیدا ہو جاتی ہے، اس کے اندر ادب پیدا ہو جاتا ہے۔ وہ اپنے رب کے سامنے جھکتا ہے، مخلوق کے ساتھ محبت سے پیش آتا ہے اور اپنی ذات کو دوسروں سے بڑا سمجھنے کے مرض سے بچتا ہے۔ ادبِ بندگی انسان کو حقیقت میں انسان بناتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھرے انداز میں فرمایا:

قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ قُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا

(سورۃ البقرۃ:83)

اور لوگوں سے اچھی بات کہو۔

میرے دوستو! اچھا اخلاق صرف ایک سماجی خوبی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا حکم اور ایمان کا حصہ ہے۔

حافظ صاحب نے ایک مثال بیان کرتے ہوئے فرمایا:

میرے عزیزو! ایک خوشبو دار پھول جہاں رکھا جاتا ہے، اپنے اردگرد کے ماحول کو خوشبودار بنا دیتا ہے۔ اسی طرح اچھے اخلاق والا انسان جہاں جاتا ہے، محبت، سکون اور خیر کا ماحول پیدا کرتا ہے۔ لیکن سخت مزاجی اور بداخلاقی انسان کو لوگوں کے دلوں سے دور کر دیتی ہے۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے چند لمحوں کے بعد فرمایا:

میرے عزیز! کبھی اپنے دل سے یہ سوال کیا ہے کہ میرے گھر والے، میرے دوست، میرے ساتھی اور میرے پڑوسی میرے اخلاق سے کیا محسوس کرتے ہیں؟ کیا میری گفتگو سے کسی کا دل خوش ہوتا ہے یا میری سختی سے دل زخمی ہوتے ہیں؟ کیا میں اللہ تعالیٰ کی بندگی کا حق اپنے کردار سے ادا کر رہا ہوں؟

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

میرے بھائیو! عبادت کا حسن اخلاق سے ظاہر ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص نماز پڑھتا ہے لیکن تکبر، غصے، حسد اور بدکلامی سے نہیں بچتا تو اسے اپنے دل کی اصلاح کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قریب وہی ہے جس کے دل میں عاجزی اور مخلوق کے لیے رحمت ہو۔

حافظ صاحب نے نہایت فکر انگیز انداز میں فرمایا:

ادبِ بندگی یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو پہچانے، اپنی حیثیت کو سمجھے اور ہر حال میں اپنے رب کا شکر ادا کرے۔ وہ نعمت ملنے پر مغرور نہ ہو، آزمائش آنے پر

بے صبر نہ ہو اور کامیابی ملنے پر دوسروں کو حقیر نہ سمجھے۔

حافظ صاحب نے نہایت درد بھرے لہجے میں فرمایا:

رسول اللہ ﷺ نے اخلاق کو ایمان کی عظیم علامت قرار دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

أَكْمَلُ الْمُؤْمِنِينَ إِيمَانًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا

(سنن الترمذی، حدیث:1162)

ترجمہ: ایمان کے اعتبار سے کامل ترین مومن وہ ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں۔

حافظ صاحب نے نہایت شفقت سے فرمایا:

میرے عزیزو! حسنِ اخلاق کا آغاز گھر سے ہوتا ہے۔ والدین کے ساتھ ادب، اہلِ خانہ کے ساتھ محبت، بچوں کے ساتھ شفقت، رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی اور لوگوں کے ساتھ خیر خواہی، یہ سب بندگی کے مظاہر ہیں۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

کبھی کبھی انسان مسجد میں تو نرم ہوتا ہے لیکن گھر میں سخت مزاج بن جاتا ہے۔ یاد رکھو! اللہ تعالیٰ کی رضا صرف عبادت گاہ میں نہیں بلکہ زندگی کے ہر معاملے میں مطلوب ہے۔ اصل نیکی یہ ہے کہ انسان ہر جگہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق کردار اختیار کرے۔

حافظ صاحب نے نہایت جذب و کیف کے ساتھ فرمایا:

رسول اللہ ﷺ کی پوری زندگی حسنِ اخلاق کا نمونہ تھی۔ آپ ﷺ نے دشمنوں کو بھی معاف کیا، کمزوروں پر رحم فرمایا، بچوں سے محبت فرمائی اور لوگوں کے ساتھ ایسا برتاؤ کیا کہ سخت دل بھی نرم ہو جاتے تھے۔

حافظ صاحب نے آبدیدہ آنکھوں سے فرمایا:

میرے عزیزو! زبان کی حفاظت کرو، کیونکہ ایک نرم لفظ کسی ٹوٹے ہوئے دل کو جوڑ سکتا ہے اور ایک سخت لفظ کسی کے دل میں گہرا زخم چھوڑ سکتا ہے۔ اپنے الفاظ کو بھی عبادت کا حصہ بنالو۔

حافظ صاحب نے نہایت سوز و گداز کے ساتھ فرمایا:

اے اللہ کے بندو! اپنے رب کے سامنے ادب اختیار کرو، کیونکہ وہ تمہارا خالق ہے۔ اپنی عبادت میں عاجزی پیدا کرو، اپنے معاملات میں سچائی پیدا کرو، اپنے اخلاق میں محبت پیدا کرو۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کے لیے جھکتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے لوگوں کے دلوں میں عزت عطا فرماتا ہے۔

حافظ صاحب نے عاجزی سے سر جھکا کر فرمایا:

میرے عزیزو! ادبِ بندگی انسان کو اللہ تعالیٰ سے جوڑتا ہے اور حسنِ اخلاق انسان کو مخلوق کے قریب کرتا ہے۔ ایسا کردار اختیار کرو کہ تمہیں دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی رحمت یاد آئے اور تمہاری گفتگو سے محبت پیدا ہو۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ادبِ بندگی، حسنِ اخلاق، عاجزی، نرمی، اخلاص، تقویٰ اور اپنی رضا والی زندگی عطا فرمائے، ہماری زبانوں، دلوں اور اعمال کو پاکیزہ فرمائے۔ آمین۔

فنا فی اللہ اور بقا باللہ

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

تمام حمد و ثنا اس اللہ ربِّ واحد کے لیے ہے جو دلوں کو اپنی معرفت عطا فرمانے

والا، روحوں کو اپنی محبت سے زندہ کرنے والا، بندوں کو اپنی قربت کے راستے دکھانے والا اور اپنی ذات کے نور سے دلوں کو منور فرمانے والا ہے۔ وہی ابتدا کا مالک، انتہا کا مالک، ہر وجود کا حقیقی سہارا اور ہر کمال کا سرچشمہ ہے۔

وہی اللہ ہے جس کے سامنے ہر مخلوق محتاج ہے، جس کی ذات ہمیشہ باقی رہنے والی ہے، جس کی محبت میں دلوں کو قرار ملتا ہے اور جس کے قرب میں روحوں کو حقیقی زندگی نصیب ہوتی ہے۔ وہی بندوں کو اپنی طرف بلاتا ہے، اپنی یاد سے دلوں کو پاک کرتا ہے اور اپنی رضا کے مقام تک پہنچاتا ہے۔

وہی ربِّ کریم ہے جو اپنے فضل سے بندے کے دل سے غیر اللہ کی محبتوں کو کم کرتا ہے، اپنی محبت کو غالب فرماتا ہے، نفس کی خود پسندی کو توڑتا ہے اور اپنے قرب کی لذت عطا فرماتا ہے۔ تمام تعریفیں، تمام عظمتیں اور تمام کمالات صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھری نگاہوں سے حاضرین کی طرف دیکھا، پھر فرمایا:

اے میرے عزیزو! تصوف کے راستے میں فنا فی اللہ اور بقا باللہ ایک بلند روحانی مقام کا نام ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ انسان اپنی ذات یا وجود کو ختم کر دے، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ بندہ اپنی خواہشات، اپنی خود پسندی اور اپنی انا کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے تابع کر دے۔

حافظ صاحب نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی، پھر فرمایا:

میرے بھائیو! فنا فی اللہ یہ ہے کہ دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت اس قدر غالب ہو جائے کہ انسان اپنی خواہش کو اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے قربان کر دے۔ وہ اپنی پسند کو نہیں بلکہ اپنے رب کی رضا کو مقدم رکھے۔ وہ اپنی تعریف کا طالب نہ ہو بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا کا طالب بن جائے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھرے انداز میں فرمایا:

قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۶۲﴾

(سورۃ الانعام:162)

ترجمہ: فرما دیجیے! بے شک میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور میری موت اللہ رب العالمین کے لیے ہے۔

میرے دوستو! یہی بندگی کی وہ کیفیت ہے جہاں انسان اپنی پوری زندگی اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیتا ہے۔

حافظ صاحب نے ایک مثال بیان کرتے ہوئے فرمایا:

میرے عزیزو! جب لوہا آگ میں رکھا جاتا ہے تو وہ آگ کی حرارت سے سرخ ہو جاتا ہے، لیکن وہ آگ نہیں بن جاتا، بلکہ آگ کی تاثیر اس میں ظاہر ہوتی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے ذکر، محبت اور اطاعت میں ڈوبا ہوا بندہ اپنی ذات کو ختم نہیں کرتا بلکہ اس کی زندگی میں اللہ تعالیٰ کی رضا کی نشانیاں ظاہر ہونے لگتی ہیں۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے چند لمحوں کے بعد فرمایا:

میرے عزیز! کبھی اپنے دل سے یہ سوال کیا ہے کہ میری زندگی میں سب سے بڑی محبت کس کی ہے؟ کیا میری خواہشات اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع ہیں؟ کیا میں اپنی عزت، اپنی تعریف اور اپنی پسند سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی رضا کو اہمیت دیتا ہوں؟

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

فنا فی اللہ کا سفر دراصل نفس کی اصلاح کا سفر ہے۔ انسان جب تک اپنی انا،

تکبر، حسد، حرص اور خود غرضی سے آزاد نہیں ہوتا، اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت کا نور پوری طرح ظاہر نہیں ہوتا۔ دل کو غیر اللہ کی غلامی سے نکال کر اللہ تعالیٰ کی بندگی میں لانا ہی اصل کامیابی ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت فکر انگیز انداز میں فرمایا:

میرے بھائیو! بقا باللہ کا مطلب یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے ساتھ زندگی گزارنے لگے۔ اس کے اعمال، اخلاق، معاملات اور تعلقات سب اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ہو جائیں۔ وہ دنیا میں رہے مگر دل اللہ تعالیٰ کے ساتھ وابستہ رہے۔

حافظ صاحب نے نہایت درد بھرے لہجے میں فرمایا:

بعض لوگ روحانیت کو دنیا سے الگ سمجھتے ہیں، حالانکہ حقیقی روحانیت یہ ہے کہ انسان بازار میں ہو مگر دل اللہ تعالیٰ کو یاد کر رہا ہو، گھر میں ہو مگر اخلاقِ نبوی ﷺ پر قائم ہو، لوگوں کے درمیان ہو مگر نیت اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہو۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

رسول اللہ ﷺ کی زندگی فنا فی اللہ اور بقا باللہ کی کامل مثال تھی۔ آپ ﷺ کی ہر خواہش، ہر عمل، ہر فیصلہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے تابع تھا۔ آپ ﷺ نے اپنی پوری زندگی امت کی خیر خواہی، اللہ تعالیٰ کی عبادت اور حق کی سربلندی کے لیے وقف فرما دی۔

حافظ صاحب نے نہایت شفقت سے فرمایا:

میرے عزیزو! اس مقام تک پہنچنے کے لیے ذکرِ الٰہی، اتباعِ رسول ﷺ، اخلاص، تقویٰ، مجاہدۂ نفس اور صحبتِ صالحین ضروری ہیں۔ دل کو پاک کرنا پڑتا ہے، کیونکہ پاک دل ہی اللہ تعالیٰ کی محبت کا آئینہ بنتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت جذب و کیف کے ساتھ فرمایا:

اولیائے کرام کی زندگیاں ہمیں یہی سبق دیتی ہیں کہ بندہ جتنا اللہ تعالیٰ کے

قریب ہوتا ہے، اتنا ہی عاجز ہوتا جاتا ہے۔ حقیقی معرفت انسان میں غرور نہیں بلکہ عاجزی پیدا کرتی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کو پہچان لیتا ہے، وہ اپنی حقیقت کو بھی پہچان لیتا ہے۔

حافظ صاحب نے آبدیدہ آنکھوں سے فرمایا:

میرے عزیزو! اپنے دل میں دیکھو کہ وہاں کون بسا ہوا ہے۔ اگر دنیا، شہرت اور نفس کی خواہشات غالب ہیں تو دل کو اللہ تعالیٰ کی طرف واپس لاؤ۔ ذکر، دعا، توبہ اور محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے اپنے باطن کو روشن کرو۔

حافظ صاحب نے نہایت سوز و گداز کے ساتھ فرمایا:

اے اللہ کے بندو! فنا فی اللہ کا راستہ خود کو بڑا بنانے کا نہیں بلکہ خود کو اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکانے کا راستہ ہے۔ بقا باللہ کا مقام اپنی ذات کی نمائش کا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے ساتھ خدمت، محبت اور خیر خواہی کی زندگی گزارنے کا نام ہے۔

حافظ صاحب نے عاجزی سے سر جھکا کر فرمایا:

میرے عزیزو! جس دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت غالب آ جائے، وہاں نفس کی حکومت کمزور ہو جاتی ہے۔ اور جس زندگی کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا بن جائے، وہ زندگی دنیا میں بھی بابرکت ہوتی ہے اور آخرت میں بھی کامیاب۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی سچی معرفت، اپنی خالص محبت، اپنی کامل بندگی، نفس کی اصلاح، اخلاص، تقویٰ اور اپنی رضا والا مقام عطا فرمائے، ہمارے دلوں کو غیر اللہ کی غلامی سے آزاد فرمائے۔ آمین۔

روحانی بیماریاں اور علاج

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان

الفاظ میں بیان کیا:

تمام حمد وثنا اس اللہ ربّ شافی کے لیے ہے جو جسموں کا بھی مالک ہے اور دلوں کا بھی، جو ظاہری بیماریوں کو شفا دیتا ہے اور باطن کی تاریکیوں کو اپنے نور سے دور فرماتا ہے۔ وہی دلوں کے راز جاننے والا، روحوں کے زخموں پر رحمت کا مرہم رکھنے والا اور اپنے بندوں کی اصلاح فرمانے والا ہے۔

وہی اللہ ہے جس نے انسان کو جسم اور روح دونوں عطا فرمائے، جس نے روح کی پاکیزگی کے لیے ایمان، ذکر، توبہ اور تقویٰ کے راستے کھولے، جو بھٹکے ہوئے دلوں کو ہدایت دیتا ہے اور شکستہ باطن کو اپنی رحمت سے دوبارہ زندہ فرماتا ہے۔ وہی دلوں کا طبیب، غموں کا مداوا اور پریشان حالوں کا سہارا ہے۔

وہی ربّ کریم ہے جو بندے کی چھپی ہوئی کمزوریوں کو جانتا ہے، اس کے دل کی بیماریوں سے واقف ہے اور اپنی رحمت سے ان کے علاج کے اسباب عطا فرماتا ہے۔ وہی گناہوں کو معاف کرنے والا، دلوں کو پاک کرنے والا اور روحوں کو نور عطا فرمانے والا ہے۔ تمام تعریفیں، تمام عظمتیں اور تمام کمالات صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھری نگاہوں سے حاضرین کی طرف دیکھا، پھر فرمایا:

اے میرے عزیزو! جس طرح جسم کو بیماری لاحق ہوتی ہے اور انسان علاج کی طرف متوجہ ہوتا ہے، اسی طرح دل اور روح کو بھی بیماریاں لاحق ہو جاتی ہیں۔ جسم کی بیماری نظر آتی ہے، مگر روح کی بیماری کبھی کبھی چھپ جاتی ہے۔ انسان مسکراتا رہتا ہے، دنیا کے کام کرتا رہتا ہے، لیکن اندر سے دل کمزور ہو چکا ہوتا ہے۔

حافظ صاحب نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی، پھر فرمایا:

میرے بھائیو! روحانی بیماریوں میں سب سے بڑی بیماری اللہ تعالیٰ سے دوری

ہے۔ جب دل ذکر سے خالی ہو جائے، قرآن سے تعلق کمزور ہو جائے، گناہ پر ندامت ختم ہو جائے اور دنیا کی محبت آخرت پر غالب آ جائے تو سمجھ لینا چاہیے کہ دل کو علاج کی ضرورت ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھرے انداز میں فرمایا:

قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ۙ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا ۚ

(سورۃ البقرۃ:10)

ترجمہ: ان کے دلوں میں بیماری ہے، پھر اللہ نے ان کی بیماری کو اور بڑھا دیا۔

میرے دوستو! قرآن نے دل کی بیماری کا ذکر کیا ہے، کیونکہ دل کی اصلاح کے بغیر انسان کی زندگی کی حقیقت سنور نہیں سکتی۔

حافظ صاحب نے ایک مثال بیان کرتے ہوئے فرمایا:

میرے عزیزو! اگر گھر میں کہیں چھوٹا سا سوراخ ہو اور وقت پر اسے بند نہ کیا جائے تو آہستہ آہستہ وہ بڑا نقصان پیدا کر سکتا ہے۔ اسی طرح دل میں اگر تکبر، حسد، کینہ، ریا، حرص یا غفلت کا چھوٹا سا اثر پیدا ہو جائے اور انسان اس کی اصلاح نہ کرے تو یہ روحانی کمزوری بن جاتی ہے۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے چند لمحوں کے بعد فرمایا:

میرے عزیز! کبھی اپنے دل سے یہ سوال کیا ہے کہ میرے دل میں کون سی کیفیت سب سے زیادہ بڑھ رہی ہے؟ اللہ تعالیٰ کی محبت یا دنیا کی محبت؟ عاجزی یا تکبر؟ شکر یا ناشکری؟ کیا میں اپنی روحانی کمزوریوں کو پہچاننے اور ان کا علاج کرنے کے لیے تیار ہوں؟

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

میرے بھائیو! تکبر دل کی خطرناک بیماری ہے، کیونکہ یہ انسان کو اپنی حقیقت بھلا دیتا ہے۔ وہ دوسروں کو کم سمجھنے لگتا ہے اور اپنی اصلاح سے غافل ہو جاتا ہے۔ اس کا علاج عاجزی، اللہ تعالیٰ کی عظمت کا احساس اور اپنی کمزوریوں کا اعتراف ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت فکر انگیز انداز میں فرمایا:

حسد بھی دل کا ایک زہر ہے۔ حسد کرنے والا دوسرے کی نعمت دیکھ کر بے چین ہوتا ہے، حالانکہ نعمت دینے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ اس بیماری کا علاج یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے فیصلوں پر راضی ہو، دوسروں کے لیے خیر چاہے اور اپنی نعمتوں پر شکر ادا کرے۔

حافظ صاحب نے نہایت درد بھرے لہجے میں فرمایا:

ریا بھی روح کی بیماری ہے۔ جب انسان نیکی اللہ تعالیٰ کے لیے نہیں بلکہ لوگوں کو دکھانے کے لیے کرنے لگے تو عمل کی روح کمزور ہو جاتی ہے۔ اخلاص اس بیماری کا علاج ہے۔ بندہ یاد رکھے کہ اصل دیکھنے والا اللہ تعالیٰ ہے، دنیا کے لوگ نہیں۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

میرے عزیزو! روحانی بیماریوں کا سب سے بڑا علاج اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہے۔ توبہ دل کو پاک کرتی ہے، ذکر دل کو زندہ کرتا ہے، قرآن دل کو نور دیتا ہے، دعا دل کو مضبوط کرتی ہے اور نیک صحبت انسان کی اصلاح میں مددگار بنتی ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت شفقت سے فرمایا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

أَلَا وَإِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ

الْجَسَدُ كُلُّهُ أَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ

(صحیح البخاری، حدیث:52، صحیح مسلم، حدیث:1599)

ترجمہ: سن لو! جسم میں ایک ٹکڑا ہے، جب وہ درست ہو جائے تو پورا جسم درست ہو جاتا ہے اور جب وہ خراب ہو جائے تو پورا جسم خراب ہو جاتا ہے، سن لو وہ دل ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت جذب وکیف کے ساتھ فرمایا:

میرے دوستو! دل کی حفاظت کے لیے روزانہ اپنا جائزہ لو۔ دیکھو آج میری زبان سے کیا نکلا؟ میرے دل میں کس کے لیے کیا جذبات پیدا ہوئے؟ میں نے اللہ تعالیٰ کی کتنی یاد کی؟ میں نے کسی کا حق تو نہیں مارا؟ یہی محاسبہ انسان کو اندر سے پاک کرتا ہے۔

حافظ صاحب نے آبدیدہ آنکھوں سے فرمایا:

میرے عزیزو! کبھی دل پر گناہوں کی دھول جم جائے تو مایوس نہ ہونا۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا دروازہ کھلا ہے۔ آنسوؤں کے ساتھ توبہ کرو، سچے دل سے استغفار کرو، دوبارہ نیکی کا راستہ اختیار کرو۔ شفا دینے والا اللہ تعالیٰ ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت سوز وگداز کے ساتھ فرمایا:

اے اللہ کے بندو! اپنے جسم کی صفائی کے ساتھ اپنے دل کی صفائی کا بھی اہتمام کرو۔ لباس کو پاک رکھنے کے ساتھ نیتوں کو بھی پاک رکھو۔ گھر کو سنوارنے کے ساتھ اپنے باطن کو بھی سنوارو، کیونکہ اصل خوبصورتی دل کی پاکیزگی ہے۔

حافظ صاحب نے عاجزی سے سر جھکا کر فرمایا:

میرے عزیزو! روحانی بیماریوں کا علاج اللہ تعالیٰ کی محبت، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع، ذکر، توبہ، اخلاص، تقویٰ اور صالح صحبت میں ہے۔ جس نے اپنے دل کو پاک

کرلیا، اس نے اپنی زندگی کا سب سے بڑا خزانہ حاصل کرلیا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے دلوں کی اصلاح، روحانی بیماریوں سے نجات، اخلاص، تقویٰ، ذکر کی لذت اور اپنی کامل محبت عطا فرمائے، ہمارے باطن کو ایمان کے نور سے روشن فرمائے۔ آمین۔

اللہ کی یاد اور باطن کی روشنی

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

تمام حمد وثنا اس اللہ ربّ نور کے لیے ہے جو آسمانوں اور زمینوں کو روشن فرمانے والا، دلوں کی تاریکیوں کو ایمان کے نور سے دور کرنے والا اور اپنی یاد سے بے قرار روحوں کو سکون عطا فرمانے والا ہے۔ وہی دلوں کے اندر کے راز جانتا ہے، وہی بھٹکے ہوئے دلوں کو راستہ دکھاتا ہے اور وہی اپنے فضل سے باطن کو منور فرماتا ہے۔

وہی اللہ ہے جس کی یاد سے مردہ دل زندہ ہوتے ہیں، جس کے ذکر سے پریشانیاں کم ہوتی ہیں، جس کی محبت سے روحوں کو قرار ملتا ہے اور جس کی قربت سے انسان حقیقتِ زندگی کو پہچان لیتا ہے۔ وہی ظاہر و باطن کا مالک، ہر روشنی کا سرچشمہ اور ہر ہدایت کا اصل منبع ہے۔

وہی ربّ کریم ہے جو اپنے ذکر کو دلوں کی حیات بناتا ہے، اپنی معرفت کو سینوں کا نور بناتا ہے اور اپنے قرب کے راستے ان لوگوں کے لیے کھول دیتا ہے جو اخلاص کے ساتھ اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ تمام تعریفیں، تمام عظمتیں اور تمام کمالات صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھری نگاہوں سے حاضرین کی طرف دیکھا، پھر

فرمایا:

اے میرے عزیزو! دنیا کی ہر چیز کو روشنی کی ضرورت ہے۔ گھر میں چراغ ہو تو اندھیرا دور ہوتا ہے، راستہ روشن ہو تو مسافر منزل تک پہنچتا ہے، لیکن یاد رکھو! انسان کے دل کی روشنی کا چراغ اللہ تعالیٰ کی یاد ہے۔ جس دل میں ذکرِ الٰہی روشن ہو جائے، اس کے اندر ایمان کی روشنی پیدا ہو جاتی ہے۔

حافظ صاحب نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی، پھر فرمایا:

میرے بھائیو! باطن کی دنیا بھی ایک عالم ہے۔ جس طرح جسم کو آنکھوں سے دیکھا جاتا ہے، اسی طرح دل کی کیفیت اعمال، اخلاق اور تعلق باللہ سے ظاہر ہوتی ہے۔ اگر دل اللہ تعالیٰ کی یاد سے آباد ہو تو انسان کے اندر سکون، محبت، صبر اور خیر پیدا ہوتی ہے، اور اگر دل غفلت میں مبتلا ہو تو ظاہری آسائشوں کے باوجود بے چینی رہتی ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھرے انداز میں فرمایا:

قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ اذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۴۵﴾

(سورۃ الانفال:45)

ترجمہ: اور اللہ کو کثرت سے یاد کرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

میرے دوستو! حقیقی کامیابی صرف دنیا کے جمع کرنے میں نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ سے تعلق مضبوط کرنے میں ہے۔

حافظ صاحب نے ایک مثال بیان کرتے ہوئے فرمایا:

میرے عزیزو! ایک چراغ اگر تیل کے بغیر ہو تو اس میں روشنی نہیں رہتی۔ اسی طرح دل اگر ذکرِ الٰہی سے خالی ہو جائے تو اس کی روحانی روشنی کمزور پڑ جاتی ہے۔ ذکر دل کا وہ ایندھن ہے جو ایمان کے چراغ کو روشن رکھتا ہے۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے چند لمحوں کے بعد فرمایا:

میرے عزیز! کبھی اپنے دل سے یہ سوال کیا ہے کہ میرا دل کس چیز سے روشن ہے؟ کیا مجھے اللہ تعالیٰ کی یاد میں سکون ملتا ہے؟ کیا میری تنہائی ذکرِ الٰہی سے آباد ہوتی ہے یا دنیا کے خیالات میں گم رہتی ہے؟ کیا میرا باطن اس نور کو حاصل کر رہا ہے جو مجھے اپنے رب کے قریب لے جائے؟

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

میرے بھائیو! ذکر صرف زبان سے چند کلمات ادا کرنے کا نام نہیں، بلکہ ذکر یہ ہے کہ دل اللہ تعالیٰ کو یاد رکھے، انسان ہر حال میں اپنے رب کی نگرانی کا احساس رکھے، نعمت ملے تو شکر کرے، آزمائش آئے تو صبر کرے اور گناہ ہو جائے تو فوراً توبہ کی طرف لوٹ آئے۔

حافظ صاحب نے نہایت فکر انگیز انداز میں فرمایا:

بعض لوگ دنیا کی روشنیوں میں کھو جاتے ہیں، مگر اپنے دل کی تاریکی کو نہیں دیکھتے۔ بڑی بڑی عمارتیں، قیمتی لباس اور دنیاوی کامیابیاں انسان کو ظاہری خوشی دے سکتی ہیں، لیکن دل کا نور صرف اللہ تعالیٰ کی محبت اور ذکر سے پیدا ہوتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت درد بھرے لہجے میں فرمایا:

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں ارشاد فرماتا ہے:

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ

(سورۃ النور:35)

ترجمہ: اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔

میرے عزیزو! ہدایت کا ہر نور، ایمان کی ہر روشنی اور دل کی ہر پاکیزگی اللہ تعالیٰ ہی کی عطا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت شفقت سے فرمایا:

میرے عزیزو! دل کو روشن رکھنے کے لیے قرآن کے ساتھ تعلق مضبوط کرو، کیونکہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ جس گھر میں قرآن کی تلاوت ہوتی ہے، جس دل میں قرآن کی محبت ہوتی ہے، وہاں رحمت کے آثار ظاہر ہوتے ہیں۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

ذکرِ الٰہی انسان کے اخلاق کو بھی بدل دیتا ہے۔ جو دل اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے، وہ دوسروں پر ظلم نہیں کرتا، زبان سے تکلیف نہیں دیتا، والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرتا ہے، بندوں کے حقوق ادا کرتا ہے اور ہر معاملے میں اللہ تعالیٰ کی رضا تلاش کرتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت جذب و کیف کے ساتھ فرمایا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَثَلُ الَّذِیْ یَذْکُرُ رَبَّهُ وَالَّذِیْ لَا یَذْکُرُ رَبَّهُ مَثَلُ الْحَیِّ وَالْمَیِّتِ

(صحیح البخاری، حدیث: 6407)

ترجمہ: جو اپنے رب کو یاد کرتا ہے اور جو یاد نہیں کرتا، ان دونوں کی مثال زندہ اور مردہ کی طرح ہے۔

میرے دوستو! ذکر دل کو زندگی عطا کرتا ہے۔

حافظ صاحب نے آبدیدہ آنکھوں سے فرمایا: میرے عزیزو! اگر دل میں سختی محسوس ہو، عبادت میں لذت کم ہو، گناہ معمولی لگنے لگیں تو ذکر، استغفار اور توبہ کی

طرف لوٹ آؤ۔ اللہ تعالیٰ کی یاد وہ بارش ہے جو خشک دلوں کو دوبارہ زندہ کر دیتی ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت سوز و گداز کے ساتھ فرمایا:

اے اللہ کے بندو! اپنے دلوں کو دنیا کی دھول سے پاک کرو۔ ذکر کو اپنی زندگی کا ساتھی بناؤ، کیونکہ جو زبان اللہ تعالیٰ کے ذکر سے تر رہتی ہے، وہ خیر کے راستے پر قائم رہتی ہے اور جو دل اللہ تعالیٰ کی یاد سے روشن ہو جاتا ہے، وہ گمراہی کے اندھیروں سے محفوظ رہتا ہے۔

حافظ صاحب نے عاجزی سے سر جھکا کر فرمایا:

میرے عزیزو! اللہ کی یاد اور باطن کی روشنی ایک دوسرے سے جدا نہیں۔ جس قدر دل اللہ تعالیٰ کے ذکر سے وابستہ ہوگا، اسی قدر اس میں ایمان، محبت، اخلاص اور سکون کا نور بڑھتا جائے گا۔ اپنے دل کا چراغ ہمیشہ ذکرِ الٰہی سے روشن رکھو۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنا کثرت سے ذکر کرنے والا، اپنی محبت میں زندہ دل رکھنے والا، اپنے نورِ ہدایت سے منور فرمانے والا اور اپنے قرب کی نعمت سے نوازنے والا بنائے۔ آمین۔

روحانی سفر اور اہلِ دل کی صحبت

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان الفاظ میں بیان کیا:

تمام حمد و ثنا اس اللہ ربّ ہادی کے لیے ہے جو بھٹکے ہوئے دلوں کو راستہ دکھانے والا، روحوں کو پاکیزگی کی طرف لے جانے والا، اپنے فضل سے بندوں کو نیکی کی منزلوں تک پہنچانے والا اور اہلِ محبت کے دلوں کو اپنی یاد سے آباد فرمانے والا ہے۔

وہی ہر سفر کا حقیقی رہنما، ہر ہدایت کا سرچشمہ اور ہر کامیابی کا مالک ہے۔

وہی اللہ ہے جس نے انسان کے لیے معرفت کا راستہ کھولا، دل کی بیداری کے دروازے عطا کیے، اپنے ذکر کو روحوں کی غذا بنایا اور صالحین کی صحبت کو اصلاحِ باطن کا ذریعہ بنایا۔ وہی بندوں کے ظاہر و باطن سے واقف، ان کے قدموں کو ثابت رکھنے والا اور اپنی رحمت سے منزل تک پہنچانے والا ہے۔

وہی ربِّ کریم ہے جو اپنے طالب بندوں کو اپنی طرف بلاتا ہے، ان کے دلوں سے غفلت کے پردے ہٹاتا ہے، محبت و اخلاص کی دولت عطا فرماتا ہے اور اپنے قرب کے راستے آسان فرماتا ہے۔ تمام تعریفیں، تمام عظمتیں اور تمام کمالات صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھری نگاہوں سے حاضرین کی طرف دیکھا، پھر فرمایا:

اے میرے عزیزو! انسان کی زندگی صرف دنیا سے دنیا تک کا سفر نہیں، بلکہ یہ روح کا اپنے رب کی طرف سفر بھی ہے۔ جسم زمین پر چلتا ہے، مگر دل کا سفر آسمانوں کی طرف ہوتا ہے۔ خوش نصیب وہ ہے جو اپنے دل کو غفلت کی وادیوں سے نکال کر معرفت، محبت اور بندگی کے راستے پر لے جائے۔

حافظ صاحب نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی، پھر فرمایا:

میرے بھائیو! روحانی سفر کا آغاز انسان کے اپنے دل سے ہوتا ہے۔ جب بندہ اپنی کمزوریوں کو پہچانتا ہے، اپنے گناہوں پر نادم ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کی عظمت کو سمجھتا ہے اور اپنی زندگی کو اس کے حکم کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کرتا ہے تو اس کے اندر ایک نیا سفر شروع ہو جاتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھرے انداز میں فرمایا: قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ اَنَّ اِلٰى رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى ﴿۴۲﴾

(سورۃ النجم:42)

ترجمہ: اور بے شک تمہارے رب ہی کی طرف پہنچنا ہے۔

میرے دوستو! انسان کا آخری مقصد اپنے رب کی رضا اور قرب حاصل کرنا ہے۔

حافظ صاحب نے ایک مثال بیان کرتے ہوئے فرمایا:

میرے عزیزو! ایک مسافر اگر کسی انجان راستے پر اکیلا چل رہا ہو تو اس کے بھٹکنے کا امکان زیادہ ہوتا ہے، لیکن اگر اسے راستہ جاننے والا رہنما مل جائے تو وہ آسانی سے منزل تک پہنچ سکتا ہے۔ اسی طرح روحانی سفر میں اہلِ دل، صالحین اور نیک لوگوں کی صحبت انسان کے لیے رہنمائی کا ذریعہ بنتی ہے۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے چند لمحوں کے بعد فرمایا:

میرے عزیز! کبھی اپنے دل سے یہ سوال کیا ہے کہ میں کن لوگوں کے ساتھ رہتا ہوں؟ میری مجلسیں میرے دل پر کیا اثر ڈال رہی ہیں؟ کیا میری صحبت مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف لے جا رہی ہے یا دنیا کی غفلتوں میں مزید مبتلا کر رہی ہے؟

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

میرے بھائیو! انسان اپنی صحبت سے بہت متاثر ہوتا ہے۔ خوشبو فروش کے پاس بیٹھنے والا خوشبو سے محروم نہیں رہتا اور بدبو والی جگہ پر بیٹھنے والا متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا۔ اسی طرح نیک لوگوں کی مجلس دل میں نیکی کی رغبت پیدا کرتی ہے اور غافل لوگوں کی صحبت دل کو غفلت کی طرف لے جا سکتی ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت فکر انگیز انداز میں فرمایا:

اہلِ دل وہ لوگ ہیں جن کے دل اللہ تعالیٰ کی یاد سے زندہ ہوتے ہیں، جن کی

گفتگو سے ایمان تازہ ہوتا ہے، جن کے اخلاق سے محبت پیدا ہوتی ہے اور جن کی زندگی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنتوں کا آئینہ ہوتی ہے۔ ان کی صحبت انسان کو اپنے عیب دیکھنے، اپنی اصلاح کرنے اور اللہ تعالیٰ کے قریب ہونے کی ترغیب دیتی ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت درد بھرے لہجے میں فرمایا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَثَلُ الْجَلِيْسِ الصَّالِحِ وَالسَّوْءِ كَحَامِلِ الْمِسْكِ وَنَافِخِ الْكِيْرِ

(صحیح البخاری، حدیث:5534، صحیح مسلم، حدیث:2628)

ترجمہ: نیک ساتھی اور برے ساتھی کی مثال مشک رکھنے والے اور بھٹی دھونکنے والے کی طرح ہے۔

میرے عزیزو! صحبت انسان کی روحانی کیفیت پر گہرا اثر ڈالتی ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت شفقت سے فرمایا:

میرے عزیزو! صالحین کی صحبت کا مقصد کسی انسان کی ذات سے وابستگی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف رہنمائی حاصل کرنا ہے۔ وہ لوگ جو خود اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار ہوں، وہ دوسروں کو بھی اللہ تعالیٰ کی اطاعت، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اور اچھے اعمال کی طرف بلاتے ہیں۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

روحانی سفر میں ذکرِ الٰہی کو اپنا ساتھی بناؤ، قرآن کو اپنا رہنما بناؤ، سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا راستہ بناؤ اور ایسے لوگوں کے قریب رہو جن کے اندر اللہ تعالیٰ کا خوف، محبت اور اخلاص نظر آئے۔

حافظ صاحب نے نہایت جذب و کیف کے ساتھ فرمایا:

میرے دوستو! روحانی ترقی اچانک نہیں آتی، یہ مسلسل کوشش سے حاصل ہوتی ہے۔ جیسے ایک طالب علم روزانہ تھوڑا تھوڑا علم حاصل کر کے عالم بنتا ہے، اسی طرح بندہ ذکر، عبادت، توبہ، مجاہدہ اور اچھی صحبت کے ذریعے اپنے دل کو سنوارتا ہے۔

حافظ صاحب نے آبدیدہ آنکھوں سے فرمایا:

میرے عزیزو! اپنے دل کو ایسا مسافر بناؤ جو راستے کی خوبصورتی میں نہ کھو جائے بلکہ منزل کو یاد رکھے۔ دنیا کے تعلقات رکھو مگر دل کا تعلق اللہ تعالیٰ سے مضبوط رکھو۔ لوگوں سے محبت کرو مگر سب سے بڑھ کر اپنے رب کی محبت کو جگہ دو۔

حافظ صاحب نے نہایت سوز و گداز کے ساتھ فرمایا:

اے اللہ کے بندو! اپنی مجلسوں کا خیال رکھو، کیونکہ مجلسیں دلوں کی تعمیر بھی کرتی ہیں اور بربادی بھی۔ ایسی صحبت اختیار کرو جہاں اللہ تعالیٰ کی یاد ہو، جہاں خیر خواہی ہو، جہاں آخرت کی فکر ہو اور جہاں دلوں کو پاکیزگی کی طرف بلایا جائے۔

حافظ صاحب نے عاجزی سے سر جھکا کر فرمایا:

میرے عزیزو! روحانی سفر کا مسافر وہ ہے جو ہر دن اپنے رب کے قریب ہونے کی کوشش کرے۔ اہلِ دل کی صحبت اسے راستہ دکھاتی ہے، مگر چلنا خود بندے کو ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف قدم بڑھاؤ، وہ اپنے فضل سے تمہیں اپنی رحمت کے راستے دکھا دے گا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں سچی معرفت، صالحین کی محبت، اہلِ دل کی پاکیزہ صحبت، ذکر کی لذت، اخلاص، تقویٰ اور اپنی رضا کے راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

ولایت کا راستہ اور روحانی ارتقا

الشیخ طریقت حافظ محمد حبیب اللہ نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی حمد کو ان

الفاظ میں بیان کیا:

تمام حمد وثنا اس اللہ ربّ ولی کے لیے ہے جو اپنے نیک بندوں کو اپنی محبت عطا فرمانے والا، دلوں کو ہدایت کے نور سے روشن کرنے والا، روحوں کو پاکیزگی کی منزلوں تک پہنچانے والا اور اپنے قرب کی راہیں کھولنے والا ہے۔ وہی حقیقی مالک، حقیقی مددگار اور ہر روحانی کمال کا عطا فرمانے والا ہے۔

وہی اللہ ہے جس نے ایمان والوں کے لیے ولایت کا راستہ کھولا، اپنے ذکر کو دلوں کی زندگی بنایا، تقویٰ کو قرب کا وسیلہ بنایا اور اپنی محبت کو بندوں کے لیے سب سے بڑی نعمت قرار دیا۔ وہی بندوں کے ظاہر و باطن سے واقف، ان کے درجات بلند فرمانے والا اور اپنی رحمت سے انہیں سنوارنے والا ہے۔

وہی ربّ کریم ہے جو اپنے فضل سے بندوں کے دلوں کو دنیا کی غفلت سے نکالتا ہے، انہیں اخلاص، محبت، عبادت اور معرفت کی منزلوں تک پہنچاتا ہے اور اپنے مقبول بندوں کو اپنی رضا کی نشانیاں عطا فرماتا ہے۔ تمام تعریفیں، تمام عظمتیں اور تمام کمالات صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھری نگاہوں سے حاضرین کی طرف دیکھا، پھر فرمایا:

اے میرے عزیزو! ولایت کوئی ظاہری لباس، کوئی دعویٰ یا کوئی مقام کا نام نہیں، بلکہ ولایت اللہ تعالیٰ سے گہری محبت، کامل اطاعت، تقویٰ، اخلاص اور سنتِ رسول ﷺ پر چلنے کا نام ہے۔ اللہ کا ولی وہ ہے جس کا دل اللہ تعالیٰ کے ساتھ جڑا ہو اور جس کی زندگی اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق ہو۔

حافظ صاحب نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی، پھر فرمایا:

میرے بھائیو! روحانی ارتقا کا راستہ دل کی اصلاح سے شروع ہوتا ہے۔ انسان جب اپنے نفس کی خواہشات کو قابو کرتا ہے، گناہوں سے بچنے کی کوشش کرتا ہے، اللہ

تعالیٰ کی یاد میں مشغول رہتا ہے اور رسول اللہ ﷺ کے طریقے کو اپنی زندگی کا راستہ بناتا ہے تو اس کے اندر قربِ الٰہی کی کیفیت پیدا ہونے لگتی ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھرے انداز میں فرمایا:

قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٦٢﴾ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ كَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿٦٣﴾

(سورۃ یونس:62-63)

ترجمہ: سن لو! بے شک اللہ کے دوستوں پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے، یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور تقویٰ اختیار کرتے رہے۔

حافظ صاحب نے ایک مثال بیان کرتے ہوئے فرمایا:

میرے عزیزو! ایک درخت جب زمین میں مضبوط جڑیں پیدا کر لیتا ہے تو آندھیاں اسے آسانی سے نہیں گرا سکتیں اور وہ وقت کے ساتھ مضبوط ہوتا جاتا ہے۔ اسی طرح جس دل کی جڑیں ایمان، تقویٰ اور ذکرِ الٰہی میں مضبوط ہو جائیں، وہ آزمائشوں میں ثابت قدم رہتا ہے اور روحانی بلندی کی طرف بڑھتا ہے۔

حافظ صاحب نے خاموشی کے چند لمحوں کے بعد فرمایا:

میرے عزیز! کبھی اپنے دل سے یہ سوال کیا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لیے کیا کوشش کر رہا ہوں؟ کیا میری زندگی میں تقویٰ بڑھ رہا ہے؟ کیا میری عبادت مجھے عاجزی، محبت اور حسنِ اخلاق کی طرف لے جا رہی ہے؟ کیا میں اللہ تعالیٰ کا دوست بننے کے راستے پر چل رہا ہوں؟

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

میرے بھائیو! ولایت کا پہلا زینہ ایمان کی حفاظت ہے۔ جس دل میں عقیدہ درست ہو، اللہ تعالیٰ کی محبت ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سچی اتباع ہو اور گناہوں سے بچنے کی فکر ہو، وہ دل اللہ تعالیٰ کی رحمت کا مستحق بنتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت فکر انگیز انداز میں فرمایا:

روحانی ارتقا کا مطلب یہ نہیں کہ انسان دنیا کے فرائض چھوڑ دے، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ انسان دنیا میں رہتے ہوئے اپنے دل کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ وابستہ رکھے۔ تجارت کرے مگر دیانت کے ساتھ، خاندان میں رہے مگر حسنِ اخلاق کے ساتھ، لوگوں سے تعلق رکھے مگر دل کا تعلق اللہ تعالیٰ سے مضبوط رکھے۔

حافظ صاحب نے نہایت درد بھرے لہجے میں فرمایا:

بعض لوگ روحانیت کو صرف ظاہری اعمال میں تلاش کرتے ہیں، لیکن اصل روحانیت دل کی تبدیلی کا نام ہے۔ اگر عبادت کے باوجود دل میں تکبر، حسد، کینہ اور نفرت باقی ہے تو انسان کو اپنے باطن کی اصلاح کی ضرورت ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت شفقت سے فرمایا:

میرے عزیزو! اللہ تعالیٰ کے اولیاء کی پہچان یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کے سامنے جھکے ہوئے ہوتے ہیں، مخلوق پر رحم کرتے ہیں، اپنے نفس کو بڑا نہیں سمجھتے، اپنی نیکیوں پر فخر نہیں کرتے بلکہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے فضل کے محتاج رہتے ہیں۔

حافظ صاحب نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ اللهَ قَالَ: مَنْ عَادٰى لِيْ وَلِيًّا فَقَدْ اٰذَنْتُهُ بِالْحَرْبِ

(صحیح البخاری، حدیث:6502)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو میرے کسی ولی سے دشمنی کرے، تو میں اس کے خلاف اعلانِ جنگ کرتا ہوں۔

میرے دوستو! اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے وہ ہیں جو ایمان اور تقویٰ کے راستے پر قائم رہتے ہیں۔

حافظ صاحب نے نہایت جذب و کیف کے ساتھ فرمایا:

ولایت کا راستہ محبتِ الٰہی سے شروع ہوتا ہے اور اطاعتِ رسول ﷺ پر چلتے ہوئے کمال تک پہنچتا ہے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ سے محبت کا دعویٰ کرے لیکن رسول اللہ ﷺ کی سنت سے دور ہو، اسے اپنے دعوے پر غور کرنا چاہیے۔

حافظ صاحب نے آبدیدہ آنکھوں سے فرمایا:

میرے عزیزو! روحانی ترقی کا سفر آہستہ آہستہ طے ہوتا ہے۔ ایک دن میں دل کا انقلاب نہیں آتا، بلکہ مسلسل ذکر، مسلسل توبہ، مسلسل محاسبہ اور مسلسل کوشش سے انسان کا باطن پاک ہوتا ہے۔

حافظ صاحب نے نہایت سوز و گداز کے ساتھ فرمایا:

اے اللہ کے بندو! اپنے دلوں کو اللہ تعالیٰ کی محبت کا گھر بناؤ۔ اپنے اندر اخلاص پیدا کرو، اپنی نیتوں کو پاک کرو، والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرو، بندوں کے حقوق ادا کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ولایت کا راستہ صرف عبادت سے نہیں بلکہ پاکیزہ کردار سے بھی روشن ہوتا ہے۔

حافظ صاحب نے عاجزی سے سر جھکا کر فرمایا:

میرے عزیزو! ولایت کسی انسان کو فرشتہ نہیں بناتی بلکہ اسے بہترین بندہ بناتی ہے۔ اللہ کا ولی وہ ہے جو ہر حال میں اپنے رب کا محتاج رہے، اپنی کامیابی کو اللہ تعالیٰ کا فضل سمجھے اور اپنی زندگی کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے وقف کر دے۔

حصہ:-10

حقیقتِ زندگی

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھرے انداز میں حاضرین کی طرف دیکھا، چند لمحے خاموش رہے، پھر آسمان کی طرف نگاہ اُٹھائی اور فرمایا:

فرمایا: لوگ زندگی کو صرف سانس لینے، کھانے، کمانے اور دنیا بنانے کا نام سمجھتے ہیں، حالانکہ یہ زندگی نہیں، بلکہ زندگی کا ایک چھوٹا سا حصہ ہے۔ حقیقی زندگی وہ ہے جو انسان کو اپنے رب کی پہچان عطا کر دے۔ جس دل میں اللہ کی معرفت آ جائے، وہی زندہ دل ہے، اور جو دل اپنے رب سے غافل ہو جائے، وہ چلتا پھرتا جسم تو ہو سکتا ہے، مگر حقیقت میں زندہ نہیں ہوتا۔

پھر فرمایا: دنیا ایک مسافر خانہ ہے، یہاں کسی نے ہمیشہ نہیں رہنا۔ جو آج جوان ہے وہ کل بوڑھا ہوگا، جو آج طاقتور ہے وہ کل کمزور ہوگا، اور جو آج دوسروں کو رخصت کر رہا ہے، ایک دن خود بھی رخصت ہو جائے گا۔ اس لیے عقل مند وہ ہے جو دنیا میں رہ کر آخرت کی تیاری کرے اور ہر لمحہ یہ یاد رکھے کہ اسے ایک دن اپنے رب کے سامنے حاضر ہونا ہے۔

پھر تلاوت فرمائی:

وَ مَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴿۱۸۵﴾

(سورۃ آلِ عمران:185)

ترجمہ: اور دنیا کی زندگی دھوکے کے سامان کے سوا کچھ نہیں۔

حافظ صاحب نے فرمایا:

اس آیت کو دل میں اتار لو۔ دنیا کو دل میں مت بساؤ، دنیا کو ہاتھ میں رکھو۔ کشتی

پانی پر رہے تو منزل تک پہنچ جاتی ہے، لیکن اگر پانی کشتی کے اندر آ جائے تو وہ ڈوب جاتی ہے۔ اسی طرح دنیا ہاتھ میں ہو تو نعمت ہے، دل میں اتر جائے تو ہلاکت ہے۔

پھر فرمایا: زندگی کی اصل خوبصورتی دولت، شہرت اور منصب میں نہیں، بلکہ اس بات میں ہے کہ اللہ تم سے راضی ہو۔ کتنے ہی لوگ بڑے گھروں میں رہتے ہیں مگر دل بے سکون ہیں، اور کتنے ہی لوگ مٹی کے گھروں میں رہتے ہیں مگر ان کے سینے سکونِ الٰہی سے بھرے ہوتے ہیں۔ سکون مال سے نہیں، مالک سے ملتا ہے۔

پھر ارشاد فرمایا:

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ﴿٢٨﴾

(سورۃ الرعد:28)

ترجمہ: یاد رکھو! اللہ کے ذکر ہی سے دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے۔

حافظ صاحب نے فرمایا: اپنی زندگی کا مقصد صرف کامیاب انسان بننا نہ رکھو، بلکہ اللہ کا محبوب بندہ بننے کی کوشش کرو۔ دنیا کی کامیابی چند سال ساتھ دے گی، لیکن اللہ کی رضا قبر سے لے کر جنت تک تمہارے ساتھ رہے گی۔

پھر آپ ﷺ کا یہ فرمان سنایا:

كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيبٌ أَوْ عَابِرُ سَبِيلٍ

ترجمہ: دنیا میں اس طرح رہو جیسے تم اجنبی ہو یا راستہ چلنے والے مسافر۔

(صحیح البخاری:6416)

حافظ صاحب نے فرمایا:

مسافر راستے میں محل نہیں بناتا، وہ منزل کی فکر کرتا ہے۔ تم بھی دنیا کو اپنی دائمی

منزل نہ سمجھو۔ یہاں نیکیاں جمع کرو، دلوں کو نہ توڑو، اللہ کو راضی کرو، رسول اللہ ﷺ کی سنت کو اپنا لو، کیونکہ اصل زندگی موت کے بعد شروع ہوگی، اور وہی زندگی ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔

آخر میں حافظ صاحب نے دعا کرتے ہوئے فرمایا:

اے اللہ! ہمیں زندگی کی حقیقت سمجھنے والا دل عطا فرما، دنیا کی محبت سے ہماری حفاظت فرما، اپنے ذکر، اپنی محبت اور اپنی اطاعت میں ہماری زندگی گزار دے، اور جب اس دنیا سے رخصت کریں تو ایمانِ کامل، حسنِ خاتمہ اور اپنی رضا کے ساتھ اپنے حضور بلا لینا۔ آمین۔

حقیقتِ موت

حافظ صاحب نے نہایت سنجیدہ انداز میں حاضرین کی طرف دیکھا، پھر چند لمحے خاموش رہے، گویا دلوں کو کسی عظیم حقیقت کے لیے تیار کر رہے ہوں۔ پھر آہستہ آواز میں فرمایا:

فرمایا: موت زندگی کا خاتمہ نہیں بلکہ ایک نئی زندگی کا آغاز ہے۔ لوگ موت سے اس لیے ڈرتے ہیں کہ انہوں نے دنیا کو اپنا گھر اور آخرت کو بھلا دیا ہے۔ جس نے اپنے رب کو پہچان لیا، اس کے لیے موت محبوب سے ملاقات کا دروازہ بن جاتی ہے، اور جس نے دنیا ہی کو سب کچھ سمجھ لیا، اس کے لیے موت سب سے بڑی جدائی بن جاتی ہے۔

پھر فرمایا: تم روزانہ جنازے دیکھتے ہو، قبروں کے پاس سے گزرتے ہو، اپنے عزیزوں کو مٹی میں اتارتے ہو، مگر چند ہی لمحوں بعد دوبارہ دنیا کی غفلت میں گم ہو جاتے ہو۔ اگر ہر انسان اپنے آپ کو قبر میں لیٹا ہوا تصور کر لے تو اس کی زندگی کا انداز

بدل جائے، اس کی زبان، اس کا کردار، اس کی تجارت، اس کی عبادت، سب کچھ بدل جائے۔

پھر تلاوت فرمائی:

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ط

(سورۃ آلِ عمران:185)

ترجمہ: ہر جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔

حافظ صاحب نے فرمایا:

اس آیت میں کسی کے لیے استثنا نہیں۔ بادشاہ بھی مرے گا، فقیر بھی مرے گا، عالم بھی مرے گا، جاہل بھی مرے گا، جوان بھی مرے گا اور بوڑھا بھی مرے گا۔ فرق صرف یہ ہوگا کہ کوئی اللہ کی رضا لے کر جائے گا اور کوئی اپنی غفلت کا بوجھ اٹھائے ہوئے۔

پھر فرمایا: موت انسان سے اس کا مال، اس کی جائیداد، اس کی شہرت اور اس کے عہدے سب کچھ چھین لیتی ہے، مگر اس کے اعمال اس کے ساتھ قبر میں اترتے ہیں۔ اس لیے دولت جمع کرنے سے زیادہ نیکیاں جمع کرنے کی فکر کرو، کیونکہ قبر میں سونے چاندی کے خزانے نہیں، صرف اعمال کام آئیں گے۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان سنایا:

أَكْثِرُوا ذِكْرَ هَاذِمِ اللَّذَّاتِ

ترجمہ: لذتوں کو ختم کر دینے والی چیز یعنی موت کو کثرت سے یاد کیا کرو۔

(سنن الترمذی:2307، سنن النسائی:1824)

حافظ صاحب نے فرمایا:

موت کو یاد کرنا مایوسی نہیں، بلکہ بیداری ہے۔ جو موت کو یاد رکھتا ہے وہ ظلم نہیں کرتا، تکبر نہیں کرتا، حرام نہیں کھاتا، کسی کا حق نہیں مارتا، کیونکہ اسے معلوم ہوتا ہے کہ مجھے ایک دن اللہ کے سامنے حاضر ہونا ہے۔

پھر فرمایا: قبر اندھیری نہیں ہوتی، اگر دل ایمان کے نور سے روشن ہو۔ قبر تنگ نہیں ہوتی، اگر زندگی سنتِ رسول ﷺ کے مطابق گزری ہو۔ قبر خوفناک نہیں ہوتی، اگر بندہ اللہ کی رحمت کا امیدوار اور اس کی اطاعت میں زندگی گزارنے والا ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ قبر ہر انسان کے لیے یا جنت کے باغوں میں سے ایک باغ بنے گی یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا۔

پھر تلاوت فرمائی:

يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ﴿٢٧﴾ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ﴿٢٨﴾ فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ ﴿٢٩﴾ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ ﴿٣٠﴾

(سورۃ الفجر: 27-30)

ترجمہ: اے اطمینان والی جان! اپنے رب کی طرف لوٹ چل، اس حال میں کہ تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی ہے۔ پس میرے بندوں میں شامل ہو جا، اور میری جنت میں داخل ہو جا۔

حافظ صاحب نے گفتگو سمیٹتے ہوئے فرمایا:

ایسی زندگی گزارو کہ موت تمہارے لیے خوف کا نہیں بلکہ ملاقات کا پیغام بن جائے۔ ہر صبح یہ سوچ کر اٹھو کہ شاید یہ میری آخری صبح ہو، اور ہر رات یہ سمجھ کر سوؤ کہ شاید یہ میری آخری رات ہو۔ پھر دیکھنا تمہارا ہر عمل خلوص سے بھر جائے گا، ہر نماز

میں خشوع پیدا ہو جائے گا، ہر دعا میں تڑپ آ جائے گی، اور ہر سانس تمہیں اپنے رب کے قریب کر دے گی۔

آخر میں حافظ صاحب نے ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی:

اے اللہ! ہمیں موت کی حقیقت کو سمجھنے والا دل عطا فرما، ہمیں ہر لمحہ اپنی ملاقات کی تیاری کی توفیق عطا فرما، ہمارا خاتمہ ایمان، تقویٰ، اخلاص اور محبتِ رسول ﷺ پر فرما، ہماری قبروں کو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ بنا دے، اور قیامت کے دن ہمیں اپنے نیک بندوں کے ساتھ اٹھانا۔ آمین یارب العالمین۔

مقصدِ زندگی

حافظ صاحب نے مجمع پر ایک محبت بھری نگاہ ڈالی، پھر نہایت پُرسکون لہجے میں فرمایا:

فرمایا: انسان اس دنیا میں بے مقصد نہیں آیا۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں یونہی پیدا نہیں کیا کہ چند دن ہنسو، کھیلو، مال جمع کرو اور پھر مٹی میں مل جاؤ۔ ہر انسان کی پیدائش کے پیچھے ایک عظیم مقصد ہے، اور وہ مقصد اپنے رب کی معرفت، اس کی عبادت، اس کی اطاعت اور اس کی رضا کا حصول ہے۔ جس نے اس مقصد کو پا لیا، اس نے زندگی پا لی، اور جس نے اسے کھو دیا، اس نے سب کچھ کھو دیا، خواہ دنیا کی ہر نعمت اس کے پاس کیوں نہ ہو۔

پھر فرمایا: افسوس! آج انسان اپنے پیشے کو جانتا ہے مگر اپنے مقصد کو نہیں جانتا، اپنے کاروبار کو پہچانتا ہے مگر اپنے خالق کو نہیں پہچانتا۔ وہ اپنی دنیا سنوارنے میں تو دن رات مصروف رہتا ہے، مگر اپنی آخرت کی فکر سے غافل رہتا ہے۔ یاد رکھو! مقصد کے بغیر زندگی بھٹک جاتی ہے، اور رب کے بغیر دل ویران ہو جاتا ہے۔

پھر قرآنِ مجید کی یہ آیت تلاوت فرمائی:

وَ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ﴿۵۶﴾

ترجمہ: اور میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔

(سورۃ الذاریات:56)

حافظ صاحب نے فرمایا:

عبادت صرف نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کا نام نہیں، بلکہ پوری زندگی کو اللہ کے حکم کے مطابق گزارنے کا نام عبادت ہے۔ جب تمہارا کاروبار حلال ہو، تمہاری زبان سچی ہو، تمہارا دل پاک ہو، تمہارا کردار امانت دار ہو اور تمہاری نیت اللہ کے لیے ہو، تو تمہاری زندگی کا ہر لمحہ عبادت بن جاتا ہے۔

پھر فرمایا: دنیا تمہاری منزل نہیں، یہ تمہارا امتحان ہے۔ یہاں ہر نعمت آزمائش ہے، ہر مصیبت آزمائش ہے، ہر خوشی آزمائش ہے اور ہر غم بھی آزمائش ہے۔ کامیاب وہ نہیں جس کے پاس سب سے زیادہ مال ہو، بلکہ کامیاب وہ ہے جو ہر حال میں اپنے رب کا وفادار رہے۔

پھر ارشادِ باری تعالیٰ سنایا:

الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَ الْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ

(سورۃ الملک:2)

وہی ہے جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تا کہ تمہیں آزمائے کہ تم میں عمل کے اعتبار سے کون بہتر ہے۔

حافظ صاحب نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ تمہارے چہرے، لباس اور دولت کو نہیں دیکھتا، بلکہ تمہارے دل، نیت اور اعمال کو دیکھتا ہے۔ اگر تمہارا دل اللہ کی محبت سے آباد ہے تو تم دنیا کے سب سے کامیاب انسان ہو، چاہے تمہارے پاس دنیا کی کوئی ظاہری شان وشوکت نہ ہو۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ مبارک فرمان سنایا:

إِنَّ اللهَ لَا يَنْظُرُ إِلٰى صُوَرِكُمْ وَأَمْوَالِكُمْ وَلٰكِنْ يَنْظُرُ إِلٰى قُلُوبِكُمْ وَأَعْمَالِكُمْ

ترجمہ: بے شک اللہ تمہاری صورتوں اور تمہارے مال کو نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے دلوں اور تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے۔

(صحیح مسلم:2564)

حافظ صاحب نے فرمایا:

اپنی زندگی کا ایسا مقصد بناؤ جو موت کے بعد بھی تمہارے ساتھ رہے۔ علم سیکھو مگر اللہ کے لیے، مال کماؤ مگر حلال طریقے سے، لوگوں سے محبت کرو مگر اللہ کی رضا کے لیے، خدمت کرو مگر شہرت کے لیے نہیں بلکہ خالق کی خوشنودی کے لیے۔ جب ہر عمل کا مرکز اللہ بن جائے تو زندگی عبادت بن جاتی ہے اور انسان دنیا میں رہتے ہوئے بھی آخرت کی تیاری کرتا رہتا ہے۔

آخر میں حافظ صاحب نے نہایت رقت بھرے لہجے میں فرمایا:

ہر صبح اپنے دل سے ایک سوال کیا کرو کہ میں کس کے لیے جی رہا ہوں؟ اگر جواب اللہ کے لیے ہو تو تم صحیح راستے پر ہو، اور اگر جواب دنیا، خواہشات یا لوگوں کی

تعریف ہوتو اپنے دل کی اصلاح کرلو، کیونکہ زندگی بہت مختصر ہے اور ملاقات اپنے رب سے ہونی ہے۔

پھر دعا کرتے ہوئے فرمایا: اے اللہ! ہمیں اپنی معرفت عطا فرما، ہماری زندگی کا مقصد صرف تیری رضا بنا دے، ہمارے اعمال میں اخلاص پیدا فرما، ہمیں اپنی اطاعت پر ثابت قدم رکھ، اور جب ہم تیرے حضور حاضر ہوں تو تو ہم سے راضی ہو۔ آمین یارب العالمین۔

زندگی کا سفر

حافظ صاحب نے حاضرین کی طرف محبت بھری نگاہ ڈالی، پھر خاموشی سے اپنے ہاتھ میں موجود تسبیح کے دانوں کو حرکت دی اور نہایت نرم مگر پُراثر لہجے میں فرمایا:

فرمایا: انسان کی زندگی ایک سفر ہے، اور ہر سفر کی ایک منزل ہوتی ہے۔ افسوس! بہت سے لوگ سفر کی زینت میں ایسے کھو جاتے ہیں کہ منزل کو ہی بھول جاتے ہیں۔ یہ دنیا تمہارا مستقل گھر نہیں، بلکہ ایک راستہ ہے۔ جو اس راستے کو منزل سمجھ بیٹھا، وہ ہمیشہ خسارے میں رہا، اور جس نے اسے آخرت تک پہنچنے کا ذریعہ بنایا، وہی کامیاب ہوا۔

پھر فرمایا: ذرا اپنے بچپن کو یاد کرو، پھر جوانی پر نظر ڈالو، اور اب اپنی موجودہ عمر پر غور کرو۔ وقت کتنی خاموشی سے گزرتا چلا گیا۔ کل جو بچہ تھا، آج جوان ہے، اور جو آج جوان ہے، کل بڑھاپے کی دہلیز پر ہوگا۔ یہی زندگی کا سفر ہے، جو ہر لمحہ انسان کو اپنے رب کی ملاقات کے قریب کر رہا ہے۔

پھر قرآنِ مجید کی یہ آیت تلاوت فرمائی:

يٰٓاَيُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ

كَدْحًا فَمُلٰقِيْهِ ۚ﴿۶﴾

(سورۃ الانشقاق:6)

ترجمہ: اے انسان! بے شک تو اپنے رب کی طرف مسلسل محنت اور سفر کیے جا رہا ہے، پھر آخر کار اسی سے جا ملے گا۔

حافظ صاحب نے فرمایا:

اس آیت میں پوری زندگی کا خلاصہ بیان کر دیا گیا ہے۔ تم چاہو یا نہ چاہو، تمہارا ہر دن، ہر رات، ہر سانس اور ہر قدم تمہیں اللہ کی بارگاہ کی طرف لے جا رہا ہے۔ اس لیے سوچو کہ جب اس کے حضور پہنچو گے تو تمہارے ہاتھ میں کیا ہوگا؟ نیک اعمال یا حسرتوں کا بوجھ؟

پھر فرمایا: اس سفر میں انسان کے بہت سے ساتھی ہوتے ہیں۔ والدین، اولاد، دوست، عزیز، مال، جائیداد اور شہرت، مگر ایک وقت ایسا آتا ہے کہ سب ساتھ چھوڑ دیتے ہیں۔ قبر تک لوگ پہنچاتے ہیں، پھر واپس چلے جاتے ہیں۔ وہاں صرف تمہارے اعمال تمہارے ساتھی بنتے ہیں۔ اس لیے ایسے ساتھی جمع کرو جو قبر اور آخرت میں بھی تمہارا ساتھ دیں۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ مبارک فرمان سنایا:

يَتْبَعُ الْمَيِّتَ ثَلَاثَةٌ: أَهْلُهُ، وَمَالُهُ، وَعَمَلُهُ، فَيَرْجِعُ اثْنَانِ وَيَبْقَى وَاحِدٌ، يَرْجِعُ أَهْلُهُ وَمَالُهُ، وَيَبْقَى عَمَلُهُ

ترجمہ: میت کے ساتھ تین چیزیں جاتی ہیں: اس کے اہل، اس کا مال اور اس

کے اعمال۔ پھر دو واپس آ جاتے ہیں، اہل اور مال واپس لوٹ جاتے ہیں، جبکہ اس کے اعمال اس کے ساتھ رہ جاتے ہیں۔

(صحیح البخاری:6514، صحیح مسلم:2960)

حافظ صاحب نے فرمایا:

اگر تم زندگی کے سفر کو آسان بنانا چاہتے ہو تو ہر قدم اللہ کی اطاعت میں اٹھاؤ، ہر لفظ سچائی کا بولو، ہر رزق حلال کماؤ، ہر تعلق کو اللہ کی رضا کے لیے نبھاؤ، اور ہر رات اپنا محاسبہ کرو کہ آج میں نے اپنے سفرِ آخرت کے لیے کیا جمع کیا؟

پھر فرمایا: مسافر راستے میں بوجھ کم رکھتا ہے تاکہ منزل آسانی سے مل جائے۔ تم بھی اپنے دل کو حسد، تکبر، بغض، کینہ، لالچ اور دنیا کی بے جا محبت سے خالی کر دو۔ دل جتنا پاک ہوگا، سفر اتنا ہی ہلکا اور منزل اتنی ہی روشن ہوگی۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى

(سورۃ البقرۃ:197)

ترجمہ: اور سفر کے لیے زادِ راہ لے لو، بے شک بہترین زادِ راہ تقویٰ ہے۔

حافظ صاحب نے گفتگو سمیٹتے ہوئے فرمایا:

یاد رکھو! زندگی کا سفر لمحوں میں ختم ہو جائے گا، لیکن اس سفر کے نتائج ہمیشہ باقی رہیں گے۔ اس لیے اپنی منزل کو کبھی نگاہوں سے اوجھل نہ ہونے دو۔ جس نے اللہ کی رضا کو اپنی منزل بنا لیا، اس کا ہر قدم کامیابی ہے، اور جس نے دنیا کو اپنی آخری منزل سمجھ لیا، وہ راستے ہی میں بھٹک گیا۔

آخر میں حافظ صاحب نے دعا فرمائی:

اے اللہ! ہمارے زندگی کے سفر کو اپنی اطاعت، اپنے ذکر، اپنی محبت اور اپنے

نور سے آراستہ فرما۔ ہمیں تقویٰ کو اپنا زادِ راہ بنانے کی توفیق عطا فرما، ہمارے قدم صراطِ مستقیم پر ثابت رکھ، اور جب ہمارا سفر مکمل ہو تو اپنی رضا، اپنی رحمت اور جنت الفردوس کے ساتھ ہمارا استقبال فرما۔ آمین یارب العالمین۔

زندگی کا انجام

حافظ صاحب نے نہایت گہرے سکوت کے ساتھ حاضرین کی طرف دیکھا، پھر آہستہ سے فرمایا:

انسان اپنی زندگی کے آغاز پر بہت خوش ہوتا ہے، مگر اس کے انجام پر کم ہی غور کرتا ہے۔ یہ کہہ کر چند لمحے خاموش رہے، پھر محبت بھرے انداز میں گفتگو شروع فرمائی۔

فرمایا: زندگی کا انجام موت نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کے حضور حاضری ہے۔ دنیا کا ہر راستہ ختم ہو جاتا ہے، مگر آخرت کا راستہ کبھی ختم نہیں ہوتا۔ یہاں ہر چیز فانی ہے، مگر وہاں ہر چیز باقی رہنے والی ہے۔ عقل مند وہ نہیں جو صرف دنیا کے چند سال سنوار لے، بلکہ وہ ہے جو ہمیشہ کی زندگی کے لیے اپنے اعمال سنوار لے۔

پھر فرمایا: انسان اپنی زندگی میں بے شمار منصوبے بناتا ہے، گھر تعمیر کرتا ہے، تجارت بڑھاتا ہے، اولاد کے مستقبل کی فکر کرتا ہے، لیکن کتنے لوگ ہیں جو اپنی قبر کی تیاری کرتے ہیں؟ کتنے لوگ ہیں جو یہ سوچتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ پوچھے گا کہ اے میرے بندے! میں نے تجھے زندگی دی تھی، تو نے اسے کس کام میں گزارا؟

پھر قرآنِ مجید کی یہ آیت تلاوت فرمائی:

اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا ؕ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ

(سورۃ یونس:4)

ترجمہ: تم سب کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے، اللہ کا وعدہ سچا ہے۔

حافظ صاحب نے فرمایا:

یہ دنیا واپسی کا نہیں بلکہ روانگی کا مقام ہے۔ ہر دن جو گزر جاتا ہے، وہ تمہاری عمر کو کم اور آخرت کو قریب کر دیتا ہے۔ جو آج تمہارے پاس ہے، کل کسی اور کے پاس ہوگا، لیکن جو نیکی تم آج کرو گے، وہ ہمیشہ تمہاری ہوگی۔

پھر فرمایا: زندگی کے انجام پر انسان کے ساتھ نہ اس کا مال ہوگا، نہ اس کا عہدہ، نہ اس کی شہرت اور نہ اس کی تعریفیں۔ اگر کوئی چیز اس کے لیے روشنی بنے گی تو وہ اس کا ایمان، اخلاص، تقویٰ، ذکرِ الٰہی، محبتِ رسول ﷺ اور نیک اعمال ہوں گے۔

پھر رسول اللہ ﷺ کا یہ مبارک فرمان سنایا:

الْكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهُ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ

ترجمہ: عقلمند وہ ہے جو اپنے نفس کا محاسبہ کرے اور موت کے بعد کی زندگی کے لیے عمل کرے۔

(سنن الترمذی:2459)

حافظ صاحب نے فرمایا:

ہر شام اپنے دل سے پوچھا کرو کہ اگر آج میری زندگی کا آخری دن ہو تو کیا میں اپنے رب سے ملنے کے لیے تیار ہوں؟ اگر دل مطمئن نہ ہو تو سمجھ لو کہ ابھی سفر کی تیاری باقی ہے۔ توبہ کر لو، حقوق ادا کر دو، دلوں کو صاف کر لو، اور اپنے رب سے تعلق مضبوط کر لو، کیونکہ معلوم نہیں اگلا سانس نصیب ہو یا نہ ہو۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

وَ مَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴿۱۸۵﴾

(سورۃ آلِ عمران:185)

پس جو شخص آگ سے بچا لیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا، وہی حقیقت میں کامیاب ہے۔

حافظ صاحب نے فرمایا:

دنیا کی کامیابی وقتی ہے، مگر آخرت کی کامیابی ابدی ہے۔ اگر تم نے اللہ کو راضی کر لیا تو زندگی کا انجام سعادت ہے، قبر راحت ہے، حشر آسان ہے اور جنت تمہارا ٹھکانہ ہے۔ لیکن اگر دنیا کی محبت میں اپنے رب کو بھلا دیا تو زندگی کا انجام حسرت، ندامت اور جواب دہی کے سوا کچھ نہیں ہوگا۔

آخر میں حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں دعا فرمائی:

اے اللہ! ہماری زندگی کا انجام ایمان، تقویٰ، اخلاص اور اپنی کامل رضا پر فرما۔ ہمیں دنیا کی فریب کاری سے محفوظ رکھ، ہمارے دلوں کو اپنی یاد سے زندہ رکھ، ہماری قبروں کو نور سے بھر دے، قیامت کے دن ہمیں اپنے محبوب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جھنڈے تلے جمع فرما، اور ہمیں جنت الفردوس میں اپنے دیدار کی نعمت عطا فرما۔ آمین یارب العالمین۔

موت کی یاد

حافظ صاحب نے نہایت سنجیدہ انداز میں حاضرین کی طرف دیکھا، پھر کچھ دیر خاموش رہے، گویا ہر دل کو اپنے اندر جھانکنے کی دعوت دے رہے ہوں۔ اس کے بعد نہایت درد بھرے لہجے میں فرمایا:

فرمایا: موت کو بھول جانا دل کی سب سے بڑی غفلت ہے، اور موت کو یاد رکھنا

دل کی سب سے بڑی بیداری ہے۔ جو انسان ہر وقت موت کو اپنے سامنے رکھتا ہے، اس کے قدم گناہ کی طرف نہیں بڑھتے، اس کی زبان جھوٹ سے محفوظ رہتی ہے، اس کا دل تکبر سے پاک رہتا ہے اور اس کی آنکھیں آخرت کی طرف لگی رہتی ہیں۔

پھر فرمایا: انسان دنیا کے کاموں کے لیے کتنی منصوبہ بندی کرتا ہے۔ سالوں کا حساب رکھتا ہے، آنے والے کل کی فکر کرتا ہے، لیکن یہ نہیں جانتا کہ شاید اگلا لمحہ اس کی زندگی کا آخری لمحہ ہو۔ موت نے کبھی کسی سے اجازت نہیں لی، نہ کسی کی جوانی دیکھی، نہ دولت، نہ منصب اور نہ شہرت۔ جب اللہ کا حکم آتا ہے تو فرشتۂ موت اپنا فرض ادا کر دیتا ہے۔

پھر قرآنِ مجید کی یہ آیت تلاوت فرمائی:

اَیۡنَ مَا تَکُوۡنُوۡا یُدۡرِکۡکُّمُ الۡمَوۡتُ وَ لَوۡ کُنۡتُمۡ فِیۡ بُرُوۡجٍ مُّشَیَّدَۃٍ ؕ

(سورۃ النساء:78)

ترجمہ: تم جہاں کہیں بھی ہو، موت تمہیں آ پکڑے گی، اگرچہ تم مضبوط قلعوں میں ہی کیوں نہ ہو۔

حافظ صاحب نے فرمایا:

موت سے بھاگا نہیں جا سکتا، لیکن موت کی تیاری ضرور کی جا سکتی ہے۔ جو شخص توبہ کرتا ہے، نماز کی حفاظت کرتا ہے، حلال روزی کماتا ہے، بندوں کے حقوق ادا کرتا ہے اور اپنے رب کو راضی کرنے کی کوشش کرتا ہے، اس کے لیے موت خوف نہیں بلکہ رحمت کا دروازہ بن جاتی ہے۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ مبارک فرمان سنایا:

أَكْثِرُوْا ذِكْرَ هَاذِمِ اللَّذَّاتِ

ترجمہ: لذتوں کو ختم کر دینے والی چیز یعنی موت کو کثرت سے یاد کیا کرو۔

(سنن الترمذی:2307، سنن النسائی:1824)

حافظ صاحب نے فرمایا:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے موت کو یاد کرنے کا حکم اس لیے دیا تا کہ انسان دنیا کی بے ثباتی کو سمجھے، اپنی خواہشات کو قابو میں رکھے، گناہوں سے بچے اور ہر وقت اپنے رب کی ملاقات کے لیے تیار رہے۔ جو موت کو یاد رکھتا ہے، وہ دوسروں پر ظلم نہیں کرتا، کسی کا حق نہیں مارتا، کسی کے دل کو نہیں توڑتا، کیونکہ اسے یقین ہوتا ہے کہ ایک دن ہر عمل کا حساب دینا ہے۔

پھر فرمایا: روزانہ چند لمحے قبر کو یاد کیا کرو۔ تصور کرو کہ ایک دن تمہیں بھی سفید کفن پہنایا جائے گا، تمہارا جنازہ اٹھایا جائے گا، لوگ تمہارے لیے دعا کریں گے اور پھر تم اکیلے اپنی قبر میں رہ جاؤ گے۔ اس وقت نہ دوست ساتھ ہوگا، نہ مال، نہ اولاد، بلکہ صرف تمہارا ایمان اور تمہارے اعمال تمہارے ساتھی ہوں گے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ﴿٢٦﴾ وَّ يَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَ الْاِكْرَامِ ﴿٢٧﴾

(سورۃ الرحمٰن:26-27)

ترجمہ: زمین پر جو کچھ ہے سب فنا ہونے والا ہے، اور صرف آپ کے رب کی ذات باقی رہے گی جو بڑی شان اور عزت والی ہے۔

حافظ صاحب نے فرمایا:

اگر تم چاہتے ہو کہ موت تمہارے لیے راحت کا پیغام بنے تو اپنی زندگی کو اللہ کی اطاعت، رسول اللہ ﷺ کی سنت، ذکرِ الٰہی، اخلاص، تقویٰ اور خدمتِ خلق سے آراستہ کرلو۔ جس نے اپنی زندگی سنوار لی، اس کی موت بھی حسین ہوگی، اس کی قبر بھی روشن ہوگی اور اس کا انجام بھی مبارک ہوگا۔

آخر میں حافظ صاحب نے نہایت رقت کے ساتھ دعا فرمائی:

اے اللہ! ہمیں موت کو یاد رکھنے والا، غفلت سے بچنے والا اور ہر لمحہ اپنی ملاقات کی تیاری کرنے والا بنا۔ ہمارے دلوں کو اپنی یاد سے زندہ رکھ، ہماری زبانوں کو اپنے ذکر سے تر رکھ، ہمارا خاتمہ ایمانِ کامل پر فرما، ہماری قبروں کو نور سے بھر دے اور قیامت کے دن ہمیں اپنے محبوب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی شفاعت نصیب فرما۔ آمین یارب العالمین۔

موت کی تیاری

حافظ صاحب نے نہایت شفقت بھرے انداز میں حاضرین کی طرف دیکھا، پھر کچھ دیر سر جھکائے خاموش بیٹھے رہے، جیسے اپنے دل میں کسی حقیقت کو محسوس کر رہے ہوں۔ پھر آہستہ آواز میں فرمایا:

دنیا میں آنے والا ہر شخص موت کی طرف سفر کر رہا ہے، مگر افسوس! لوگ سفر سے زیادہ سامان میں مشغول ہیں، منزل کی تیاری میں نہیں۔ عقل مند وہ نہیں جو صرف دنیا کے لیے تیاری کرے، بلکہ حقیقی عقل مند وہ ہے جو اس دن کی تیاری کرے جس دن اسے اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونا ہے۔

پھر فرمایا: موت کی تیاری کفن خریدنے کا نام نہیں، بلکہ اپنے دل کو پاک کرنے، اپنے اعمال کو سنوارنے اور اپنے رب کو راضی کرنے کا نام ہے۔ جس نے اپنے دل

سے حسد، تکبر، بغض، ریا اور دنیا کی بے جا محبت نکال دی، اس نے موت کی تیاری شروع کر دی۔ جس نے توبہ کر لی، نماز کو اپنا لیا، قرآن سے تعلق جوڑ لیا اور سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی زندگی بنا لیا، اس نے اپنے سفرِ آخرت کا بہترین سامان جمع کر لیا۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

وَ تُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۳۱﴾

(سورۃ النور:31)

ترجمہ: اور اے ایمان والو! تم سب اللہ کے حضور توبہ کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

حافظ صاحب نے فرمایا: موت کی تیاری کا پہلا قدم سچی توبہ ہے۔ معلوم نہیں اگلا لمحہ ملے یا نہ ملے، اس لیے گناہوں کو کل پر مت چھوڑو۔ جو آنسو آج اللہ کے خوف سے بہہ جائیں، وہ قیامت کے دن آگ سے بچانے کا سبب بن سکتے ہیں۔

پھر فرمایا: اگر کسی کا حق تمہارے ذمہ ہے تو اسے ادا کر دو۔ اگر کسی کا دل دکھایا ہے تو اس سے معافی مانگ لو۔ اگر کسی سے تعلق ٹوٹ گیا ہے تو اسے جوڑ لو۔ اللہ تعالیٰ اپنے حقوق معاف فرما سکتا ہے، مگر بندوں کے حقوق ادا کیے بغیر معاملہ مکمل نہیں ہوتا۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ مبارک فرمان سنایا:

اَلْكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهُ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ

ترجمہ: عقلمند وہ ہے جو اپنے نفس کا محاسبہ کرے اور موت کے بعد کی زندگی

کے لیے عمل کرے۔

(سنن الترمذی:2459)

حافظ صاحب نے فرمایا:

ہر رات سونے سے پہلے اپنا محاسبہ کیا کرو۔ دیکھو آج تمہاری زبان سے کیا نکلا، تمہاری آنکھوں نے کیا دیکھا، تمہارے ہاتھوں نے کیا کیا، تمہارے دل میں کون سے خیالات آئے۔ اگر کوئی لغزش ہوگئی ہے تو فوراً اپنے رب سے معافی مانگو، کیونکہ معلوم نہیں یہ رات آخری ہو۔

پھر فرمایا: موت کی تیاری کا ایک اہم ذریعہ اللہ کا ذکر ہے۔ جس دل میں اللہ کی یاد آباد ہو، اس پر موت بھی رحمت بن کر اترتی ہے۔ قرآن کی تلاوت، درودِ پاک، استغفار، تہجد، صدقہ، والدین کی خدمت، صلہ رحمی اور مخلوقِ خدا کے ساتھ حسنِ سلوک، یہ سب وہ زادِ راہ ہیں جو قبر میں نور بن جاتے ہیں۔

پھر قرآنِ کریم کی یہ آیت تلاوت فرمائی:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ

(سورۃ الحشر:18)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو، اور ہر شخص یہ دیکھے کہ اس نے آنے والے کل کے لیے کیا آگے بھیجا ہے۔

حافظ صاحب نے فرمایا:

آنے والا کل دنیا کا کل نہیں، آخرت کا کل ہے۔ تمہارا اصل سرمایہ وہ نیکی ہے جو تم اللہ کے لیے کرتے ہو۔ دنیا کی ہر چیز یہیں رہ جائے گی، مگر ایک سجدہ، ایک آنسو،

ایک سچا استغفار، ایک خالص صدقہ اور ایک مظلوم کے حق میں کیا گیا انصاف ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گا۔

آخر میں حافظ صاحب نے نہایت عاجزی کے ساتھ ہاتھ اٹھائے اور دعا فرمائی:

اے اللہ! ہمیں موت سے پہلے سچی توبہ نصیب فرما، ہمارے دلوں کو تقویٰ، اخلاص اور اپنی محبت سے بھر دے، ہمیں ہر لمحہ اپنی ملاقات کی تیاری کرنے کی توفیق عطا فرما، ہمارا خاتمہ ایمانِ کامل، سنتِ رسول ﷺ اور اپنی کامل رضا پر فرما، ہماری قبروں کو نور، رحمت اور سکون کا گہوارہ بنا دے، اور قیامت کے دن ہمیں اپنے مقرب بندوں کے ساتھ جنت الفردوس میں جگہ عطا فرما۔ آمین یا رب العالمین۔

آخری سانس اور موت کی ہچکی

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز انداز میں حاضرین کی طرف دیکھا، پھر ایک گہری سانس لی اور فرمایا:

انسان اپنی پوری زندگی میں ہزاروں سانسیں لیتا ہے، مگر اسے معلوم نہیں ہوتا کہ ان میں سے کون سی سانس آخری ہوگی۔ جس سانس پر انسان کو اتنا غرور ہے، وہی ایک دن اس کا ساتھ چھوڑ دے گی۔ آخری سانس آتے ہی دنیا کی ساری طاقت، دولت، شہرت، رشتے اور آرزوئیں بے معنی ہو جائیں گی، اور انسان اپنے رب کے سامنے حاضری کے سفر پر روانہ ہو جائے گا۔

پھر فرمایا: موت کی ہچکی انسان کو یہ بتاتی ہے کہ اب دنیا کا ہر سودا ختم ہو چکا، اب نہ کوئی نئی مہلت ملے گی، نہ توبہ کا وقت باقی رہے گا، نہ کوئی نیکی بڑھائی جا سکے گی۔ اس وقت صرف وہی سرمایہ ساتھ ہوگا جو زندگی میں اللہ کی رضا کے لیے جمع کیا گیا ہوگا۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ ﴿۹۹﴾ لَعَلِّيْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ كَلَّا ؕ

(سورۃ المؤمنون:99-100)

ترجمہ: یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کے پاس موت آجاتی ہے تو وہ کہتا ہے: اے میرے رب! مجھے واپس بھیج دے، شاید میں وہ نیک عمل کرلوں جو چھوڑ آیا ہوں۔ ہرگز نہیں!

حافظ صاحب نے فرمایا:

آج جو توبہ مؤخر کر رہے ہو، کل اس کی مہلت نہیں ملے گی۔ آج جو نماز چھوڑ رہے ہو، کل اس کی قضا دنیا میں آکر ادا نہیں کرسکو گے۔ آج جو کسی کا دل دکھا رہے ہو، کل اس کی معافی مانگنے کا موقع نہیں ہوگا۔ اس لیے موت سے پہلے اپنی زندگی کو سنوار لو۔

پھر فرمایا: جب آخری سانس سینے میں اترتی ہے تو انسان کو احساس ہوتا ہے کہ دنیا حقیقت میں چند لمحوں کا خواب تھی۔ جس مال کے لیے حلال وحرام کی تمیز بھلا دی، وہ دوسروں کا ہو جاتا ہے۔ جس مکان کو ہمیشہ کا گھر سمجھا تھا، وہ پیچھے رہ جاتا ہے، اور انسان صرف ایک سفید کفن میں اپنے رب کی بارگاہ کی طرف روانہ ہو جاتا ہے۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ مبارک فرمان سنایا:

مَنْ أَحَبَّ لِقَاءَ اللهِ أَحَبَّ اللهُ لِقَاءَهُ، وَمَنْ

كَرِهَ لِقَاءَ اللهِ كَرِهَ اللهُ لِقَاءَهُ

ترجمہ: جو اللہ کی ملاقات کو پسند کرتا ہے، اللہ بھی اس کی ملاقات کو پسند فرماتا ہے، اور جو اللہ کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے، اللہ بھی اس کی ملاقات کو ناپسند فرماتا ہے۔

(صحیح البخاری:6507، صحیح مسلم:2683)

حافظ صاحب نے فرمایا: مومن کی آخری سانس خوف اور امید کے درمیان ہوتی ہے۔ اسے اپنے گناہوں پر ندامت بھی ہوتی ہے اور اپنے رب کی رحمت پر کامل یقین بھی ہوتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ اگر میں نے اخلاص کے ساتھ توبہ کی، ایمان کی حفاظت کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت پر زندگی گزاری تو میرا رب مجھے مایوس نہیں کرے گا۔

پھر قرآنِ کریم کی یہ آیات تلاوت فرمائیں:

يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ﴿٢٧﴾ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ﴿٢٨﴾ فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ ﴿٢٩﴾ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ ﴿٣٠﴾

(سورۃ الفجر:27-30)

ترجمہ: اے اطمینان والی جان! اپنے رب کی طرف لوٹ چل، اس حال میں کہ تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی ہے۔ پس میرے بندوں میں شامل ہو جا، اور میری جنت میں داخل ہو جا۔

حافظ صاحب نے فرمایا:

کوشش یہ نہ کرو کہ تمہاری زندگی لمبی ہو، بلکہ یہ کوشش کرو کہ تمہاری آخری سانس ایمان، کلمۂ طیبہ، ذکرِ الٰہی اور محبتِ رسول ﷺ پر نکلے۔ یہی وہ کامیابی ہے جس کے بعد کبھی ناکامی نہیں، یہی وہ زندگی ہے جس کے بعد کبھی موت نہیں۔

آخر میں حافظ صاحب نے آنکھوں میں نمی لیے دعا فرمائی:

اے اللہ! ہماری آخری سانس کو ایمان کی خوشبو سے معطر فرما، ہماری زبان پر لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ ﷺ جاری فرما، ہمیں سکراتِ موت کی سختیوں میں اپنی رحمت کا سہارا عطا فرما، ہمارے خاتمے کو حسنِ خاتمہ بنا، ہماری قبروں کو نور سے بھر دے، اور قیامت کے دن ہمیں اپنے محبوب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی شفاعت نصیب فرما۔ آمین یارب العالمین۔

قبر کی منزل اور وحشت و تنہائی

حافظ صاحب نے نہایت درد بھرے انداز میں حاضرین کی طرف دیکھا، پھر چند لمحے خاموش رہے، جیسے دلوں کو آخرت کی ایک عظیم حقیقت کے لیے تیار کر رہے ہوں۔ پھر دھیمی آواز میں فرمایا:

دنیا میں انسان کبھی تنہا رہنا پسند نہیں کرتا، مگر ایک ایسی منزل ضرور آنے والی ہے جہاں نہ دوست ساتھ ہوگا، نہ عزیز، نہ مال، نہ اولاد، نہ کوئی عہدہ اور نہ کوئی شہرت۔ وہ منزل قبر کی منزل ہے۔ وہاں ہر انسان اپنے رب کے سامنے پیش ہونے تک تنہا رہے گا، اور اس کی تنہائی کو صرف اس کے اعمال آباد کریں گے۔

پھر فرمایا: لوگ دنیا میں خوبصورت گھر بنانے کی فکر کرتے ہیں، مگر اس گھر کی تیاری نہیں کرتے جس میں سب سے زیادہ دیر رہنا ہے۔ قبر مٹی کا ایک گڑھا نہیں، بلکہ آخرت کا پہلا پڑاؤ ہے۔ اگر یہاں کامیابی مل گئی تو آگے کی منزلیں آسان ہو جائیں

گی، اور اگر یہاں ناکامی ہوئی تو آگے کی راہیں سخت ہو جائیں گی۔

پھر قرآنِ مجید کی یہ آیت تلاوت فرمائی:

ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ ﴿١٥﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ ﴿١٦﴾

(سورۃ المؤمنون: 15-16)

ترجمہ: پھر اس کے بعد یقیناً تمہیں مرنا ہے، پھر قیامت کے دن تم سب اٹھائے جاؤ گے۔

حافظ صاحب نے فرمایا:

قبر میں نہ کسی کی سفارش چلے گی، نہ دنیا کی چالاکیاں کام آئیں گی۔ وہاں صرف ایمان، اخلاص، تقویٰ اور نیک اعمال انسان کے ساتھی ہوں گے۔ جس نے دنیا میں اللہ کی اطاعت کی، اس کے لیے قبر راحت کا باغ بن جائے گی، اور جس نے غفلت میں زندگی گزاری، اس کے لیے قبر حسرت کی ابتدا ہوگی۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ مبارک فرمان سنایا:

إِنَّ الْقَبْرَ أَوَّلُ مَنْزِلٍ مِنْ مَنَازِلِ الْآخِرَةِ، فَإِنْ نَجَا مِنْهُ فَمَا بَعْدَهُ أَيْسَرُ مِنْهُ، وَإِنْ لَمْ يَنْجُ مِنْهُ فَمَا بَعْدَهُ أَشَدُّ مِنْهُ

ترجمہ: بے شک قبر آخرت کی پہلی منزل ہے، اگر انسان وہاں کامیاب ہو گیا تو اس کے بعد کی منزلیں آسان ہوں گی، اور اگر وہاں کامیاب نہ ہوا تو اس

کے بعد کی منزلیں اس سے بھی زیادہ سخت ہوں گی۔

(سنن الترمذی:2308، سنن ابن ماجہ:4267)

حافظ صاحب نے فرمایا:

قبر کی وحشت سے وہی محفوظ رہے گا جس نے دنیا میں اللہ کو اپنا مونس بنایا۔ جو راتوں کو اپنے رب کے حضور جھکتا رہا، جس کی آنکھیں اللہ کے خوف سے نم رہیں، جس کی زبان ذکرِ الٰہی سے تر رہی، جس کے ہاتھ مخلوقِ خدا کی خدمت میں اٹھتے رہے، اس کے لیے قبر کی تنہائی بھی رحمت بن جائے گی۔

پھر فرمایا: ہر روز چند لمحے اپنے آپ کو قبر میں تصور کیا کرو۔ سوچو! جب لوگ تمہیں دفنا کر واپس چلے جائیں گے، جب قدموں کی آوازیں بھی دور ہو جائیں گی، جب اندھیری مٹی تمہیں اپنے حصار میں لے لے گی، اس وقت تمہارے دل کو سکون کون دے گا؟ اس وقت صرف اللہ کی رحمت، تمہارا ایمان اور تمہارے اعمال تمہارے ساتھی ہوں گے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ

(سورۃ ابراہیم:27)

اللہ ایمان والوں کو دنیا کی زندگی میں بھی ثابت قدم رکھتا ہے اور آخرت میں بھی۔

حافظ صاحب نے فرمایا:

قبر کی تیاری روزانہ کرو۔ نماز کی حفاظت کرو، قرآن سے تعلق مضبوط کرو،

استغفار کو اپنا معمول بنا لو، درودِ پاک کی کثرت کرو، حلال رزق کھاؤ، بندوں کے حقوق ادا کرو اور دل کو کینہ، حسد اور تکبر سے پاک رکھو۔ یہی وہ چراغ ہیں جو قبر کی تاریکی کو نور میں بدل دیتے ہیں۔

آخر میں حافظ صاحب نے نہایت عاجزی سے ہاتھ اٹھائے اور دعا فرمائی:

اے اللہ! ہماری قبروں کو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ بنا دے، قبر کی وحشت کو اپنی رحمت سے راحت میں بدل دے، منکر نکیر کے سوالات میں ہمیں ثابت قدم رکھ، ہمیں ایمانِ کامل، حسنِ عمل اور اپنی رضا کے ساتھ اس دنیا سے رخصت فرما، اور قیامت کے دن اپنے محبوب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی شفاعت کے سائے میں جگہ عطا فرما۔ آمین یا رب العالمین۔

عالمِ برزخ کی زندگی

حافظ صاحب نے نہایت وقار کے ساتھ حاضرین کی طرف دیکھا، پھر خاموشی اختیار کر لی۔ مجلس پر سکوت طاری ہو گیا۔ چند لمحوں بعد آپ نے نہایت نرم مگر پُراثر لہجے میں فرمایا:

فرمایا: موت کے بعد انسان فنا نہیں ہوتا، بلکہ ایک نئی زندگی میں داخل ہو جاتا ہے، جسے عالمِ برزخ کہا جاتا ہے۔ یہ دنیا اور قیامت کے درمیان کی زندگی ہے۔ یہاں جسم مٹی میں ہوتا ہے، مگر روح اپنے رب کے طے کیے ہوئے نظام کے مطابق ایک خاص کیفیت میں رہتی ہے۔ یہ ایسی حقیقت ہے جس کی خبر ہمیں قرآنِ کریم اور رسول اللہ ﷺ نے دی ہے، اس لیے اس پر ایمان رکھنا ہر مومن کے ایمان کا حصہ ہے۔

پھر فرمایا: دنیا میں انسان آنکھوں سے دیکھ کر یقین کرتا ہے، لیکن برزخ وہ عالم

ہے جہاں ایمان بالغیب کی حقیقت سامنے آتی ہے۔ آج تم جس آخرت کو غیب سمجھتے ہو، موت کے بعد وہی حقیقت بن جائے گی۔ اس لیے عقلمند وہ ہے جو غیب پر ایمان رکھتے ہوئے اپنے انجام کی تیاری کرے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ ﴿۹۹﴾ لَعَلِّيْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ كَلَّا ۭ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَاۗىِٕلُهَا ۭ وَمِنْ وَّرَاۗىِٕهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۱۰۰﴾

(سورۃ المؤمنون:99-100)

ترجمہ: یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کے پاس موت آتی ہے تو وہ کہتا ہے: اے میرے رب! مجھے واپس بھیج دے تاکہ میں نیک عمل کرلوں جو چھوڑ آیا ہوں۔ ہرگز نہیں، یہ تو ایک بات ہے جو وہ کہنے والا ہے، اور ان کے آگے دوبارہ اٹھائے جانے کے دن تک ایک برزخ ہے۔

حافظ صاحب نے فرمایا:

برزخ انتظار کا نام نہیں، بلکہ اعمال کے مطابق راحت یا تکلیف کی ابتدا ہے۔ جو دنیا میں اللہ کا وفادار رہا، اس کے لیے برزخ رحمت، سکون اور خوشخبری کا مقام ہے، اور جو اللہ سے غافل رہا، اس کے لیے ندامت اور جواب دہی کا آغاز ہے۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ مبارک فرمان سنایا:

إِنَّ الْقَبْرَ أَوَّلُ مَنْزِلٍ مِنْ مَنَازِلِ الْآخِرَةِ، فَإِنْ نَجَا مِنْهُ فَمَا بَعْدَهُ أَيْسَرُ مِنْهُ، وَإِنْ لَمْ يَنْجُ مِنْهُ فَمَا بَعْدَهُ أَشَدُّ مِنْهُ

ترجمہ: قبر آخرت کی پہلی منزل ہے، اگر انسان اس میں کامیاب ہو گیا تو اس کے بعد کی منزلیں اس سے آسان ہوں گی، اور اگر اس میں کامیاب نہ ہوا تو اس کے بعد کی منزلیں اس سے زیادہ سخت ہوں گی۔

(سنن الترمذی:2308، سنن ابن ماجہ:4267)

حافظ صاحب نے فرمایا:

اہلِ ایمان کے لیے عالمِ برزخ امید کا عالم ہے۔ فرشتے انہیں اللہ کی رحمت کی بشارت دیتے ہیں، ان کی قبریں نور سے بھر دی جاتی ہیں اور وہ اپنے رب کے وعدوں کی سچائی کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ لیکن جو لوگ کفر، نفاق اور نافرمانی پر دنیا سے گئے، ان کے لیے برزخ عبرت اور عذاب کا آغاز ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی پناہ میں رکھے۔

پھر فرمایا: یاد رکھو! برزخ کی زندگی کی حقیقت اور اس کی تمام کیفیات ہماری عقل کی گرفت سے باہر ہیں۔ ہمیں اتنا ہی یقین رکھنا چاہیے جتنا اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے بیان فرمایا ہے۔ غیب کے معاملات میں قیاس آرائی نہیں، بلکہ ایمان اور تسلیم ہی بندگی کا تقاضا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ

الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ

ترجمہ: اللہ ایمان والوں کو دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی ثابت اور پختہ بات (کلمۂ حق) پر قائم رکھتا ہے۔

(سورۃ ابراہیم:27)

حافظ صاحب نے فرمایا:

اگر تم چاہتے ہو کہ عالمِ برزخ تمہارے لیے سکون اور رحمت کا مقام بنے تو آج ہی اپنی زندگی کو قرآن، سنت، ذکرِ الٰہی، استغفار، درودِ پاک، حلال رزق، حسنِ اخلاق اور حقوق العباد کی ادائیگی سے مزین کرلو۔ دنیا کی چند روزہ غفلت برزخ کی طویل منزل کو مشکل نہ بنادے۔

آخر میں حافظ صاحب نے نہایت عاجزی کے ساتھ دعا فرمائی:

اے اللہ! ہمارے عالمِ برزخ کو نور، رحمت اور سکون کا عالم بنادے۔ ہماری قبروں کو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ بنا، ہمیں منکر ونکیر کے سوالات میں ثابت قدم رکھ، ہمارے گناہوں کو معاف فرما، اور ہمیں اپنے محبوب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی شفاعت نصیب فرما۔ قیامت کے دن ہمیں اپنے نیک بندوں کے ساتھ اٹھانا اور جنت الفردوس میں ہمیشہ کی نعمتیں عطا فرمانا۔ آمین یارب العالمین۔

حساب وکتاب اور میزان عدل

حافظ صاحب نے نہایت سنجیدہ انداز میں حاضرین کی طرف دیکھا، پھر اپنی نگاہیں جھکالیں، جیسے دل میں قیامت کا منظر تازہ ہوگیا ہو۔ کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد نہایت مؤثر لہجے میں فرمایا:

فرمایا: دنیا میں بہت سے لوگ اپنے اعمال کو بھول جاتے ہیں، مگر اللہ تعالیٰ کچھ

نہیں بھولتا۔ تمہارا ہر لفظ، ہر قدم، ہر نگاہ، ہر نیت اور ہر عمل اس کے علم میں ہے۔ ایک دن ایسا ضرور آئے گا جب ہر انسان کو اپنے رب کے حضور کھڑا ہونا ہوگا، اور اس کی پوری زندگی کا حساب لیا جائے گا۔ اس دن نہ کوئی سفارش بغیر اللہ کے اذن کے کام آئے گی، نہ کوئی مال، نہ اولاد اور نہ دنیا کی طاقت۔

پھر فرمایا: انسان دنیا میں دوسروں سے اپنے اعمال چھپا سکتا ہے، مگر اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔ رات کی تنہائی میں بہنے والا آنسو بھی محفوظ ہے، اور چھپ کر کیا گیا گناہ بھی محفوظ ہے۔ جس زبان سے تم نے کلمہ پڑھا، اسی زبان سے نکلنے والے ہر لفظ کا حساب ہوگا۔ جن ہاتھوں سے تم نے نیکی کی، انہی ہاتھوں سے کیے گئے ظلم کا بھی حساب ہوگا۔

پھر قرآنِ مجید کی یہ آیت تلاوت فرمائی:

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝۷ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝۸

(سورۃ الزلزال: 7-8)

ترجمہ: پس جس نے ذرہ برابر بھی نیکی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا، اور جس نے ذرہ برابر بھی برائی کی ہوگی وہ بھی اسے دیکھ لے گا۔

حافظ صاحب نے فرمایا:

یہ آیات انسان کو خوف بھی دیتی ہیں اور امید بھی۔ اگر تم نے کسی یتیم کے سر پر شفقت سے ہاتھ رکھا، کسی بھوکے کو کھانا کھلایا، کسی پریشان دل کو تسلی دی، یا خلوص سے ایک سجدہ کیا، تو وہ بھی میزان میں رکھا جائے گا۔ اور اگر کسی کا دل توڑا، کسی پر ظلم کیا یا کسی کا حق مارا، تو اس کا بھی حساب ہوگا۔

پھر فرمایا: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی میزانِ عدل میں نہ کسی پر ظلم ہوگا اور نہ کسی کی نیکی ضائع ہوگی۔ اللہ تعالیٰ سب سے بڑا عادل ہے۔ وہ بندے کی نیکی کو بڑھا کر عطا فرماتا ہے، مگر کسی پر ذرہ برابر بھی زیادتی نہیں کرتا۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

وَ نَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا ؕ وَ اِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ؕ وَ كَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ ﴿۴۷﴾

(سورۃ الانبیاء:47)

ترجمہ: اور ہم قیامت کے دن انصاف کے ترازو قائم کریں گے، پھر کسی جان پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں ہوگا، اور اگر کوئی عمل رائی کے دانے کے برابر بھی ہوگا تو ہم اسے بھی لے آئیں گے، اور حساب لینے کے لیے ہم ہی کافی ہیں۔

حافظ صاحب نے فرمایا: دنیا میں لوگ اپنے عیب چھپانے کی کوشش کرتے ہیں، مگر قیامت کے دن اعمال نامہ خود گواہی دے گا، زمین گواہی دے گی، فرشتے گواہی دیں گے، بلکہ انسان کے اپنے ہاتھ، پاؤں، آنکھیں اور زبان بھی اپنے اعمال کی شہادت دیں گے۔ اس دن انکار کی کوئی گنجائش نہیں ہوگی۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ مبارک فرمان سنایا:

لَا تَزُوْلُ قَدَمَا عَبْدٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتّٰى

يُسْأَلَ عَنْ أَرْبَعٍ: عَنْ عُمُرِهِ فِيمَا أَفْنَاهُ، وَعَنْ عِلْمِهِ مَاذَا عَمِلَ بِهِ، وَعَنْ مَالِهِ مِنْ أَيْنَ اكْتَسَبَهُ وَفِيمَا أَنْفَقَهُ، وَعَنْ جِسْمِهِ فِيمَا أَبْلَاهُ

(سنن الترمذی:2417)

ترجمہ: قیامت کے دن بندے کے قدم اس وقت تک نہیں ہٹیں گے جب تک اس سے چار چیزوں کے بارے میں سوال نہ کر لیا جائے: عمر کہاں گزاری، علم پر کتنا عمل کیا، مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا، اور جسم کو کن کاموں میں استعمال کیا۔

حافظ صاحب نے فرمایا:

آج اپنا محاسبہ کر لو، اس سے پہلے کہ تمہارا حساب لیا جائے۔ اپنے اعمال کو تول لو، اس سے پہلے کہ وہ میزان میں تولے جائیں۔ جس نے دنیا میں اپنے نفس کا احتساب کیا، اس کے لیے قیامت کا حساب آسان ہوگا۔ اور جس نے غفلت اختیار کی، وہ اس دن حسرت کے سوا کچھ نہ پائے گا۔

اے اللہ! قیامت کے دن ہمارا حساب آسان فرما، ہماری نیکیوں کے پلڑے کو اپنے فضل سے بھاری کر دے، ہمارے گناہوں کو اپنی رحمت سے معاف فرما، ہمیں اپنے عدل کے بجائے اپنے فضل سے نواز، اور ہمیں اپنے محبوب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی شفاعت نصیب فرما۔ ہمیں جنت الفردوس میں اپنے نیک بندوں کے ساتھ داخل فرما۔ آمین یارب العالمین۔

پلِ صراط اور آخرت کی کامیابی

حافظ صاحب نے نہایت پُرسوز لہجے میں حاضرین کی طرف دیکھا، پھر آہستہ سے فرمایا:

اے اللہ کے بندو! دنیا کی راہوں پر چلنے سے پہلے اس راستے کو یاد کرو جس پر ہر انسان کو ضرور گزرنا ہے۔ یہ کہہ کر چند لمحے خاموش رہے، پھر گفتگو شروع فرمائی۔

فرمایا: قیامت کے دن ایک ایسا پل ہوگا جس سے ہر انسان کو گزرنا ہوگا، اسے پلِ صراط کہا جاتا ہے۔ اس پل سے نہ کوئی بادشاہ بچ سکے گا، نہ فقیر، نہ عالم، نہ جاہل۔ ہر شخص کو اپنے اعمال کے مطابق اس پر چلنا ہوگا۔ کسی کے لیے وہ بجلی کی چمک کی طرح آسان ہوگا، کوئی ہوا کی رفتار سے گزر جائے گا، کوئی دوڑتا ہوا، کوئی چلتا ہوا، کوئی گھٹنوں کے بل، اور کوئی اپنے گناہوں کی وجہ سے پھسل جائے گا۔ اس لیے آج اپنے قدموں کو اللہ کی اطاعت پر جما لو، تاکہ کل پلِ صراط پر تمہارے قدم نہ ڈگمگائیں۔

پھر فرمایا: دنیا میں تم جس راستے کا انتخاب کرتے ہو، وہی آخرت کے راستے کا فیصلہ کرتا ہے۔ اگر تم نے قرآن کو اپنا رہنما بنایا، سنتِ رسول ﷺ کو اپنی زندگی بنایا، حلال کو اختیار کیا، حرام سے بچے، لوگوں کے حقوق ادا کیے اور اپنے رب کو راضی کرنے کی کوشش کی، تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے پلِ صراط کو تمہارے لیے آسان فرما دے گا۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ﴿۷۱﴾ ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا

وَّ نَذَرُ الظّٰلِمِیْنَ فِیْهَا جِثِیًّا ﴿۷۲﴾

(سورۃ مریم:71-72)

ترجمہ: اور تم میں سے ہر ایک کو اس (جہنم) پر سے گزرنا ہے، یہ تمہارے رب کے ذمہ ایک طے شدہ فیصلہ ہے۔ پھر ہم اہلِ تقویٰ کو نجات دیں گے اور ظالموں کو اسی میں گھٹنوں کے بل گرا ہوا چھوڑ دیں گے۔

حافظ صاحب نے فرمایا: یہ آیات دلوں کو ہلا دینے والی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے نجات کا راستہ بھی بتا دیا ہے، اور کامیابی کا معیار بھی۔ تقویٰ اختیار کرو، اللہ سے ڈرتے ہوئے زندگی گزارو، کیونکہ پلِ صراط پر وہی محفوظ ہوگا جس نے دنیا میں اپنے دل کو اللہ کے خوف اور محبت سے آباد رکھا۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ مبارک فرمان سنایا:

يُضْرَبُ الصِّرَاطُ بَيْنَ ظَهْرَانَيْ جَهَنَّمَ، فَأَكُوْنُ أَوَّلَ مَنْ يُجِيْزُ مِنَ الرُّسُلِ بِأُمَّتِهِ

ترجمہ: جہنم پر پلِ صراط قائم کیا جائے گا، اور میں اپنی امت کے ساتھ سب سے پہلے اس سے گزرنے والا رسول ہوں گا۔

(صحیح البخاری:7439، صحیح مسلم:182)

حافظ صاحب نے فرمایا:

اس دن کوئی اپنے عمل پر غرور نہ کرے گا، بلکہ ہر نیک بندہ بھی اللہ کی رحمت کا امیدوار ہوگا۔ اس لیے اپنی عبادتوں پر فخر نہ کرو، بلکہ ہر وقت اپنے رب سے دعا کرتے رہو کہ وہ اپنے فضل سے تمہیں ثابت قدم رکھے۔ بندے کا عمل نجات کا سبب بنتا ہے، مگر کامیابی اللہ کی رحمت سے ملتی ہے۔

پھر فرمایا: آخرت کی کامیابی صرف جہنم سے بچ جانے کا نام نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا، اس کا قرب، اس کا دیدار اور جنت الفردوس کا حصول ہے۔ دنیا کی ہر کامیابی ختم ہو جائے گی، مگر جنت کی کامیابی کبھی ختم نہیں ہوگی۔ وہاں نہ موت ہوگی، نہ غم، نہ بیماری، نہ جدائی، بلکہ ہمیشہ کی نعمتیں اور ہمیشہ کی رضا ہوگی۔

پھر قرآنِ کریم کی یہ آیت تلاوت فرمائی:

فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَ اُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ؕ وَ مَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴿۱۸۵﴾

ترجمہ: پس جو شخص آگ سے بچا لیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا، وہی حقیقت میں کامیاب ہے، اور دنیا کی زندگی تو صرف دھوکے کا سامان ہے۔

(سورۃ آلِ عمران:185)

حافظ صاحب نے فرمایا:

اے میرے عزیزو! اگر تم آخرت کی کامیابی چاہتے ہو تو اپنی نمازوں کی حفاظت کرو، قرآن سے محبت کرو، کثرت سے درودِ پاک پڑھو، استغفار کو اپنا معمول بنا لو، والدین کی خدمت کرو، بندوں کے حقوق ادا کرو، دل کو حسد، تکبر اور کینہ سے پاک رکھو، اور ہر کام میں اللہ کی رضا کو مقدم رکھو۔ یہی وہ اعمال ہیں جو پلِ صراط پر تمہارے لیے نور بن جائیں گے۔

آخر میں حافظ صاحب نے نہایت عاجزی اور گریہ کے ساتھ دعا فرمائی: اے اللہ! ہمیں دنیا میں صراطِ مستقیم پر ثابت قدم رکھ، تاکہ قیامت کے دن پلِ صراط پر بھی ہمارے قدم ثابت رہیں۔ اپنے فضل و کرم سے ہمارا حساب آسان فرما، ہماری

لغزشوں کو معاف فرما، ہمیں جہنم کی آگ سے محفوظ رکھ، جنت الفردوس میں اپنے محبوب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی معیت عطا فرما، اور اپنی رضا و دیدار کی ابدی نعمت سے سرفراز فرما۔ آمین یارب العالمین۔

جنت میں معیت و رفاقت

(انبیاء، صدیقین کی معیت، شہداء کی معیت، صدیقین کی معیت اور صالحین کی رفاقت)

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھرے انداز میں حاضرین کی طرف دیکھا، پھر آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی، آنکھوں میں شوق کی چمک پیدا ہوئی اور نہایت والہانہ انداز میں فرمایا:

جنت کی سب سے بڑی نعمت صرف اس کے باغات، نہریں، محلات اور پھل نہیں ہیں، بلکہ جنت کی سب سے عظیم نعمت اللہ تعالیٰ کی رضا، اس کا قرب، اس کا دیدار، اور اس کے محبوب بندوں کی معیت اور رفاقت ہے۔ دنیا میں انسان نیک لوگوں کی صحبت تلاش کرتا ہے، مگر جنت میں اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندوں کو اپنے محبوب ترین بندوں کے ساتھ جمع فرما دے گا۔

پھر فرمایا: سوچو! اگر اللہ تعالیٰ تمہیں جنت میں حضرت آدم علیہ السلام، حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی مجلس عطا فرما دے، تو اس سے بڑی سعادت اور کیا ہو سکتی ہے؟ یہی وہ نعمت ہے جس کے لیے عاشقانِ الٰہی اپنی پوری زندگی اطاعت، محبت اور اخلاص میں گزار دیتے ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ مبارک ارشاد تلاوت فرمایا:

وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِيْنَ ۚ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ﴿٦٩﴾

ترجمہ: اور جو اللہ اور رسول کی اطاعت کرے گا تو وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے، یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین، اور یہ کتنے بہترین رفیق ہیں۔

(سورۃ النساء:69)

حافظ صاحب نے فرمایا:

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے جنت کی ایک ایسی نعمت بیان فرمائی ہے جس کا تصور بھی دل کو بے قرار کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فرمانبردار بندوں کو انبیاء علیہم السلام، صدیقین، شہداء اور صالحین کی دائمی رفاقت عطا فرمائے گا۔ وہاں نہ جدائی ہوگی، نہ حسد ہوگا، نہ نفرت ہوگی، بلکہ صرف محبت، اخلاص اور اللہ کی رضا ہوگی۔

پھر فرمایا: انبیاء علیہم السلام کی معیت اس بندے کو نصیب ہوگی جس نے ان کی تعلیمات کو اپنی زندگی بنایا۔ صدیقین کی معیت اسے ملے گی جس کے دل میں سچائی، اخلاص اور کامل یقین ہوگا۔ شہداء کی معیت اس کے لیے ہوگی جس نے اللہ کے دین کی سربلندی اور حق کی محبت میں اپنی زندگی گزاری، اور صالحین کی رفاقت اسے ملے گی جس نے اپنے کردار، عبادت اور اخلاق کو صالح بنایا۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ مبارک فرمان سنایا:

اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ

ترجمہ: انسان اسی کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہے۔

(صحیح البخاری:6169، صحیح مسلم:2640)

حافظ صاحب نے فرمایا:

اگر تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرتے ہو تو ان کی سنت پر چلو۔ اگر تم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت کرتے ہو تو ان کے اخلاص کو اختیار کرو۔ اگر تم اولیائے کرام سے محبت کرتے ہو تو ان کی تقویٰ بھری زندگی اپناؤ۔ صرف زبانی محبت کافی نہیں، بلکہ سچی محبت اطاعت کا تقاضا کرتی ہے۔

پھر فرمایا: دنیا میں نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرو، کیونکہ دنیا کی صحبت ہی آخرت کی رفاقت کا راستہ بن جاتی ہے۔ برے دوست انسان کو جہنم کے راستے پر لے جاتے ہیں، اور صالح رفیق جنت کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔ جس نے اپنی مجلسوں کو ذکرِ الٰہی، تلاوتِ قرآن، درودِ پاک اور نیک صحبت سے آباد رکھا، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کی بہترین مجلسیں تیار فرماتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

اَلْاَخِلَّآءُ يَوْمَئِذٍۭ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ ﴿٦٧﴾

(سورۃ الزخرف:67)

ترجمہ: اس دن سب دوست ایک دوسرے کے دشمن بن جائیں گے، سوائے متقی لوگوں کے۔

حافظ صاحب نے فرمایا:

دنیا کی دوستی اگر اللہ کے لیے ہوتو وہ جنت تک ساتھ رہتی ہے، اور اگر دنیا، مفاد اور خواہشات کے لیے ہوتو قیامت کے دن دشمنی میں بدل جاتی ہے۔ اس لیے ایسے دوست بناؤ جو تمہیں اللہ کے قریب کریں، نہ کہ اللہ سے دور لے جائیں۔

آخر میں حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں ہاتھ اٹھائے اور دعا فرمائی:

اے اللہ! ہمیں اپنے محبوب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی سچی محبت عطا فرما، ہمیں ان کی سنت پر چلنے کی توفیق عطا فرما، ہمیں انبیاء علیہم السلام، صدیقین، شہداء اور صالحین کی معیت و رفاقت نصیب فرما۔ ہمیں جنت الفردوس میں اپنے محبوب بندوں کی مجلس عطا فرما، اپنے دیدار کی نعمت سے سرفراز فرما، اور ہمیں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اپنی رضا میں جگہ عطا فرما۔ آمین یارب العالمین۔

کامیابی اور ناکامیوں کے راز

حافظ صاحب نے حاضرین کی طرف محبت بھری نگاہ ڈالی، پھر مسکراتے ہوئے فرمایا: ہر انسان کامیاب ہونا چاہتا ہے، مگر افسوس! اکثر لوگ کامیابی کا راستہ نہیں جانتے۔ یہ کہہ کر چند لمحے خاموش رہے، پھر نہایت حکمت بھرے انداز میں گفتگو شروع فرمائی۔

فرمایا: دنیا نے کامیابی کا مطلب مال، شہرت، اقتدار اور ناموری بنا دیا ہے، مگر اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں کامیابی کا معیار کچھ اور ہے۔ اگر کسی کے پاس دنیا بھر کی دولت ہو، مگر وہ اپنے رب سے دور ہو، تو وہ کامیاب نہیں۔ اور اگر کوئی دنیا کے اعتبار سے غریب ہو، مگر اس کا دل اللہ کی محبت سے آباد ہو، تو وہی حقیقی کامیاب ہے۔

پھر فرمایا: کامیابی منزل پر پہنچنے سے پہلے راستہ درست کرنے کا نام ہے۔ جس نے اپنی زندگی کا رخ اللہ کی طرف موڑ لیا، اس نے کامیابی کا سفر شروع کر دیا۔ اور جس نے اپنی خواہشات کو اپنا رہنما بنا لیا، وہ منزل سے دور ہوتا چلا گیا، خواہ دنیا اسے کتنا ہی کامیاب کیوں نہ کہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۙ﴿۱﴾

ترجمہ: یقیناً ایمان والے کامیاب ہو گئے۔

(سورۃ المؤمنون:1)

حافظ صاحب نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے کامیابی کا آغاز ایمان سے کیا ہے۔ ایمان وہ چراغ ہے جو انسان کو اندھیروں سے نکال کر صراطِ مستقیم پر لے آتا ہے۔

ایمان کے بغیر دنیا کی ہر کامیابی عارضی ہے، اور ایمان کے ساتھ معمولی زندگی بھی عظیم کامیابی بن جاتی ہے۔

پھر فرمایا: کامیابی کا سفر نماز سے شروع ہوتا ہے، تقویٰ سے مضبوط ہوتا ہے، اخلاص سے خوبصورت بنتا ہے، صبر سے قائم رہتا ہے، شکر سے بڑھتا ہے اور اللہ پر توکل سے منزل تک پہنچتا ہے۔ جو شخص ان زادِ راہ کو اپنا لیتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے دنیا اور آخرت دونوں کے دروازے کھول دیتا ہے۔

پھر قرآنِ کریم کی یہ آیت تلاوت فرمائی:

وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ يَخْشَ اللّٰهَ وَ يَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿۵۲﴾

ترجمہ: اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے، اللہ سے ڈرے اور تقویٰ اختیار کرے، تو یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔

(سورۃ النور:52)

حافظ صاحب نے فرمایا: کامیابی دوسروں کو ہرانے کا نام نہیں، بلکہ اپنے نفس کو جیتنے کا نام ہے۔ جو اپنے غصے پر قابو پالے، اپنی زبان کی حفاظت کرے، اپنی نگاہ کو پاک رکھے، اپنے رزق کو حلال رکھے اور اپنے دل کو کینہ، حسد اور تکبر سے بچالے، وہ اللہ کے نزدیک کامیاب انسان ہے۔

پھر رسول اللہ ﷺ کا یہ مبارک فرمان سنایا:

لَيْسَ الْغِنٰى عَنْ كَثْرَةِ الْعَرَضِ، وَلٰكِنَّ الْغِنٰى غِنَى النَّفْسِ

ترجمہ: حقیقی مالداری مال کی کثرت نہیں، بلکہ دل کا غنی ہونا ہے۔

(صحیح البخاری:6446، صحیح مسلم:1051)

حافظ صاحب نے فرمایا: اپنے سفرِ کامیابی میں ہمیشہ اپنے رب کو ساتھ رکھو۔ جب خوشی ملے تو شکر ادا کرو، جب آزمائش آئے تو صبر کرو، جب گناہ ہو جائے تو فوراً توبہ کرو، جب نعمت ملے تو اسے اللہ کی امانت سمجھو، اور جب کامیابی ملے تو اسے اپنی قابلیت نہیں بلکہ اللہ کا فضل سمجھو۔ یہی وہ سفر ہے جو انسان کو دنیا میں عزت اور آخرت میں جنت تک پہنچا دیتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَ اُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ؕ

ترجمہ: پس جو شخص آگ سے بچا لیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا، وہی حقیقت میں کامیاب ہے۔

(سورۃ آلِ عمران:185)

حافظ صاحب نے فرمایا: یاد رکھو! دنیا کی کامیابی چند دن کی ہے، مگر آخرت کی کامیابی ہمیشہ ہمیشہ کی ہے۔ اس لیے اپنی محنت، اپنی صلاحیت، اپنا علم اور اپنی زندگی اس راہ میں لگاؤ جو تمہیں اللہ کی رضا تک پہنچا دے۔ یہی کامیابی کا راز ہے، اور یہی کامیابی کا حقیقی سفر ہے۔

آخر میں حافظ صاحب نے نہایت عاجزی سے دعا فرمائی: اے اللہ! ہمیں حقیقی کامیابی کی پہچان عطا فرما، ہمارے دلوں کو ایمان، اخلاص، تقویٰ اور اپنی محبت سے بھر دے، ہمیں دنیا و آخرت کی بھلائیاں عطا فرما، ہمیں ہر قدم پر صراطِ مستقیم پر قائم

رکھ، اور اپنے فضل و کرم سے ہمیں جنت الفردوس میں اپنے مقرب بندوں کی رفاقت نصیب فرما۔ آمین یارب العالمین۔

کامیابی کی نیت- کامیابی کا عزم

حافظ صاحب نے محبت بھری نگاہوں سے حاضرین کی طرف دیکھا، پھر فرمایا: ہر عمل کی ابتدا نیت سے ہوتی ہے، اور ہر کامیابی کی بنیاد عزم پر قائم ہوتی ہے۔ یہ کہہ کر چند لمحے خاموش رہے، پھر نہایت حکمت بھرے انداز میں گفتگو شروع فرمائی۔

فرمایا: اگر نیت پاک ہو تو چھوٹا عمل بھی اللہ تعالیٰ کے نزدیک عظیم بن جاتا ہے، اور اگر نیت میں ریا، شہرت یا دنیا کی خواہش ہو تو بڑے بڑے اعمال بھی اپنی روح کھو دیتے ہیں۔ اس لیے کامیابی کا پہلا راز نیت کی اصلاح ہے۔ اپنے دل سے پوچھو کہ تم جو کچھ کر رہے ہو، کس کے لیے کر رہے ہو؟ اگر جواب اللہ کی رضا ہے تو تمہارا سفر درست سمت میں ہے۔

پھر فرمایا: دنیا کے لوگ کامیابی کو لوگوں کی تعریف میں تلاش کرتے ہیں، مگر اللہ والے کامیابی کو اللہ کی رضا میں تلاش کرتے ہیں۔ لوگوں کی خوشنودی چند دن رہتی ہے، لیکن اللہ کی رضا ہمیشہ باقی رہتی ہے۔ جس نے اپنی نیت کو خالص کر لیا، اللہ تعالیٰ اس کے معمولی عمل میں بھی برکت عطا فرما دیتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

وَ مَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۙ

ترجمہ: اور انہیں اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا کہ خالص اسی کے لیے دین کو

خالص کرتے ہوئے اللہ کی عبادت کریں۔

(سورۃ البینۃ:5)

حافظ صاحب نے فرمایا: اخلاص کامیابی کی روح ہے۔ جس عمل میں اخلاص نہ ہو، وہ جسم تو رکھتا ہے مگر جان نہیں رکھتا۔ اللہ تعالیٰ عمل کی مقدار نہیں دیکھتا، بلکہ دل کی کیفیت اور نیت کی سچائی کو دیکھتا ہے۔

پھر فرمایا: نیت کے بعد عزم کی باری آتی ہے۔ بہت سے لوگ نیک ارادے تو کرتے ہیں مگر مضبوط عزم نہیں کرتے۔ راستے کی چھوٹی سی آزمائش انہیں واپس لوٹا دیتی ہے۔ یاد رکھو! کامیابی ان لوگوں کو ملتی ہے جو مشکلات کے باوجود اللہ پر بھروسہ رکھتے ہوئے اپنے مقصد پر ثابت قدم رہتے ہیں۔

پھر قرآنِ کریم کی یہ آیت تلاوت فرمائی:

فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ ﴿١٥٩﴾

ترجمہ: پھر جب آپ پختہ ارادہ کر لیں تو اللہ پر بھروسہ کریں، بے شک اللہ توکل کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے۔

(سورۃ آلِ عمران:159)

حافظ صاحب نے فرمایا:

عزم وہ چراغ ہے جو اندھیری راتوں میں بھی راستہ دکھاتا ہے۔ اگر تم نے اللہ کی رضا کے لیے عزم کر لیا، تو آزمائشیں تمہیں روک نہیں سکتیں۔ کبھی حالات سخت ہوں گے، کبھی لوگ تمہیں مایوس کریں گے، کبھی نفس تمہیں پیچھے کھینچے گا، مگر اللہ پر توکل کرنے والا کبھی ہمت نہیں ہارتا۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ مبارک فرمان سنایا:

إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ، وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِءٍ مَّا نَوٰى

اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے، اور ہر شخص کو وہی ملے گا جس کی اس نے نیت کی۔

(صحیح البخاری:1، صحیح مسلم:1907)

حافظ صاحب نے فرمایا:

ہر صبح اپنی نیت کی تجدید کیا کرو۔ علم حاصل کرو تو اللہ کے لیے، رزق کماؤ تو حلال کے لیے، عبادت کرو تو اخلاص کے ساتھ، لوگوں کی خدمت کرو تو اللہ کی رضا کے لیے۔ پھر اپنے عزم کو دعا، صبر، استقامت اور توکل سے مضبوط کرتے رہو۔ یہی وہ راستہ ہے جو دنیا میں عزت اور آخرت میں جنت تک پہنچاتا ہے۔

پھر فرمایا: یاد رکھو! نیت انسان کو سفر پر روانہ کرتی ہے، اور عزم اسے منزل تک پہنچاتا ہے۔ پاکیزہ نیت اور مضبوط عزم رکھنے والا انسان اگر گر بھی جائے تو دوبارہ اٹھ کھڑا ہوتا ہے، کیونکہ اسے اپنی طاقت پر نہیں بلکہ اپنے رب کی مدد پر یقین ہوتا ہے۔

آخر میں حافظ صاحب نے نہایت عاجزی کے ساتھ ہاتھ اٹھائے اور دعا فرمائی:

اے اللہ! ہماری نیتوں کو خالص اپنی رضا کے لیے بنا دے، ہمارے دلوں کو اخلاص، یقین اور تقویٰ سے بھر دے، ہمیں نیکی کے راستے پر مضبوط عزم عطا فرما، ہر آزمائش میں استقامت نصیب فرما، اور اپنی رحمت سے ہمیں دنیا و آخرت کی حقیقی کامیابی عطا فرما۔ آمین یارب العالمین۔

ناکامی کی حقیقت اور اسباب

حافظ صاحب نے نہایت فکر انگیز انداز میں حاضرین کی طرف دیکھا، پھر چند لمحے خاموش رہے۔ مجلس پر گہرا سکوت طاری ہو گیا۔ اس کے بعد آپ نے نہایت درد بھرے لہجے میں فرمایا:

فرمایا: لوگ دنیا میں ناکامی کو دولت کے نہ ہونے، منصب کے نہ ملنے یا خواہش پوری نہ ہونے کا نام دیتے ہیں، مگر اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں سب سے بڑی ناکامی یہ ہے کہ انسان اپنے رب کو ناراض کر دے، اپنی آخرت کو برباد کر لے اور دنیا کی چند روزہ لذتوں کے بدلے ہمیشہ کی نعمتوں سے محروم ہو جائے۔ یہی حقیقی خسارہ ہے، اور یہی سب سے بڑی ناکامی ہے۔

پھر فرمایا: بہت سے لوگ زندگی بھر دنیا کمانے میں لگے رہتے ہیں، مگر جب موت آتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنے لیے کچھ بھی جمع نہیں کیا۔ ان کے ہاتھ خالی ہوتے ہیں، دل حسرت سے بھرا ہوتا ہے اور اعمال نامہ گناہوں کے بوجھ سے جھکا ہوا ہوتا ہے۔ اس سے بڑی ناکامی اور کیا ہو سکتی ہے؟

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

قُلْ اِنَّ الْخٰسِرِیْنَ الَّذِیْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ وَ اَهْلِیْهِمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ اَلَا ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِیْنُ ﴿۱۵﴾

ترجمہ: فرما دیجیے! یقیناً حقیقی خسارے والے وہ ہیں جنہوں نے قیامت کے

دن اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو خسارے میں ڈال دیا۔ سن لو! یہی کھلا ہوا خسارہ ہے۔

(سورۃ الزمر:15)

حافظ صاحب نے فرمایا: ناکامی کا پہلا سبب اللہ سے غفلت ہے۔ جب دل اللہ کے ذکر سے خالی ہو جاتا ہے تو شیطان اس میں اپنی خواہشات کا بیج بو دیتا ہے۔ پھر انسان گناہ کو معمولی سمجھنے لگتا ہے، توبہ کو ٹالتا رہتا ہے، نماز میں سستی کرتا ہے اور دنیا کو اپنی آخری منزل سمجھ لیتا ہے۔

پھر فرمایا: دوسرا سبب تکبر ہے۔ متکبر انسان نہ نصیحت قبول کرتا ہے، نہ اپنی غلطی مانتا ہے اور نہ اپنے رب کے سامنے جھکتا ہے۔ یہی بیماری ابلیس کی ہلاکت کا سبب بنی۔ جو شخص عاجزی اختیار کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے بلند فرما دیتا ہے، اور جو تکبر کرتا ہے، وہ اپنے ہی غرور میں ڈوب جاتا ہے۔

پھر فرمایا: تیسرا سبب نفس اور خواہشات کی اندھی پیروی ہے۔ جب انسان قرآن وسنت کے بجائے اپنی خواہش کو اپنا رہنما بنا لیتا ہے تو وہ آہستہ آہستہ صراطِ مستقیم سے دور ہوتا چلا جاتا ہے۔ خواہشات وقتی خوشی دیتی ہیں، مگر آخر کار ندامت اور محرومی کا سبب بنتی ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

وَ لَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ

ترجمہ: اور خواہشِ نفس کی پیروی نہ کرو، ورنہ وہ تمہیں اللہ کے راستے سے بھٹکا دے گی۔

(سورۃ ص:26)

حافظ صاحب نے فرمایا: ناکامی کا ایک بڑا سبب گناہوں پر اصرار کرنا بھی ہے۔ جب بندہ توبہ کا دروازہ بند کر دیتا ہے تو اس کے دل پر غفلت کی تہیں جم جاتی ہیں۔ پھر نیکی مشکل لگتی ہے اور گناہ آسان محسوس ہونے لگتا ہے۔ اس لیے ہر لغزش کے بعد فوراً اپنے رب کی طرف رجوع کرو، کیونکہ توبہ دل کو زندہ کر دیتی ہے۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ مبارک فرمان سنایا:

كُلُّ بَنِيْ اٰدَمَ خَطَّاءٌ، وَخَيْرُ الْخَطَّائِيْنَ التَّوَّابُوْنَ

آدم کی تمام اولاد خطا کرنے والی ہے، اور بہترین خطا کار وہ ہیں جو کثرت سے توبہ کرنے والے ہیں۔

(سنن الترمذی:2499، سنن ابن ماجہ:4251)

حافظ صاحب نے فرمایا: دنیا کی وقتی ناکامی سے گھبرانا نہیں، کیونکہ وہ انسان کو سکھاتی ہے، سنوارتی ہے اور اللہ کی طرف متوجہ کرتی ہے۔ لیکن ایمان کی ناکامی، اخلاق کی ناکامی، اخلاص کی ناکامی اور آخرت کی ناکامی سے ہمیشہ ڈرتے رہو، کیونکہ یہی وہ خسارہ ہے جس کی تلافی موت کے بعد ممکن نہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

وَ الْعَصْرِ ۝۱ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ۝۲ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا

الصّٰلِحٰتِ وَ تَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَ تَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۧ ﴿۳﴾

ترجمہ: زمانے کی قسم! بے شک انسان خسارے میں ہے، سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے، نیک اعمال کیے، ایک دوسرے کو حق کی تلقین کی اور صبر کی نصیحت کرتے رہے۔

(سورۃ العصر: 1-3)

حافظ صاحب نے فرمایا:

اگر تم ناکامی سے بچنا چاہتے ہو تو ایمان کو مضبوط کرو، نماز کی حفاظت کرو، قرآن کو اپنا ساتھی بناؤ، اپنے نفس کا محاسبہ کرو، گناہوں سے توبہ کرو، نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرو اور ہر حال میں اللہ پر بھروسہ رکھو۔ یہی وہ راستہ ہے جو انسان کو خسارے سے نکال کر دنیا و آخرت کی حقیقی کامیابی تک پہنچاتا ہے۔

آخر میں حافظ صاحب نے نہایت عاجزی سے دعا فرمائی:

اے اللہ! ہمیں ہر اس ناکامی سے محفوظ فرما جو ہمیں تیری رضا سے دور کر دے۔ ہمارے دلوں کو ایمان، اخلاص، تقویٰ اور اپنی محبت سے بھر دے، ہمیں نفس اور شیطان کے فتنوں سے بچا، ہماری لغزشوں کو معاف فرما، اور ہمیں دنیا و آخرت کی دائمی کامیابی عطا فرما۔ آمین یارب العالمین۔

مایوسیوں کا علاج - خوف پر قابو

حافظ صاحب نے حاضرین کی طرف شفقت بھری نگاہ ڈالی۔ آپ کے چہرۂ مبارک پر امید کی روشنی نمایاں تھی۔ چند لمحے خاموش رہنے کے بعد نہایت محبت

بھرے لہجے میں فرمایا:

فرمایا: مومن کی زندگی میں آزمائشیں ضرور آتی ہیں، مگر مایوسی نہیں آتی۔ جو دل اللہ کو پہچان لیتا ہے، وہ ٹوٹ تو سکتا ہے مگر امید کا دامن نہیں چھوڑتا۔ یاد رکھو! مایوسی شیطان کا ہتھیار ہے، اور امید اللہ تعالیٰ کی رحمت کا دروازہ ہے۔ جب دل مایوس ہونے لگے تو اپنے رب کی رحمت کو یاد کرو، کیونکہ اس کی رحمت تمہارے گناہوں سے بھی زیادہ وسیع ہے۔

پھر فرمایا: دنیا میں خوف کی بہت سی صورتیں ہیں۔ کوئی رزق سے ڈرتا ہے، کوئی بیماری سے، کوئی مستقبل سے، کوئی لوگوں کی باتوں سے اور کوئی ناکامی سے۔ لیکن جو شخص اللہ تعالیٰ پر کامل بھروسہ کر لیتا ہے، اس کے دل سے ہر خوف آہستہ آہستہ نکلنے لگتا ہے، کیونکہ اسے یقین ہوتا ہے کہ میرا رب میرے ساتھ ہے اور وہ میرے لیے بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۵۳﴾

ترجمہ: فرما دیجیے: اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے! اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو، بے شک اللہ تمام گناہ معاف فرما دیتا ہے، یقیناً وہی بہت بخشنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے۔

(سورۃ الزمر:53)

حافظ صاحب نے فرمایا: اگر گناہ ہو جائیں تو مایوس نہ ہونا، بلکہ توبہ کرنا۔ اگر بار بار گر جاؤ تو بار بار اٹھنا۔ شیطان چاہتا ہے کہ تم گناہ کے بعد مایوس ہو جاؤ، لیکن اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم گناہ کے بعد اس کی طرف رجوع کرو۔ مایوسی گناہ سے بھی زیادہ خطرناک ہو سکتی ہے، کیونکہ مایوس انسان توبہ کا دروازہ بھی بند کر دیتا ہے۔

پھر فرمایا: خوف پر قابو پانے کا سب سے بڑا ذریعہ اللہ کا ذکر ہے۔ جس دل میں اللہ کی یاد بس جاتی ہے، اس میں دنیا کے خوف کم ہوتے چلے جاتے ہیں۔ جب تمہیں کوئی پریشانی گھیر لے تو اپنے رب سے بات کرو، سجدے میں روؤ، قرآن کی تلاوت کرو، کثرت سے استغفار اور درودِ پاک پڑھو، تم دیکھو گے کہ دل پر اطمینان اترنے لگے گا۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَىِٕنُّ الْقُلُوْبُ ﴿۲۸﴾

(سورۃ الرعد:28)

ترجمہ: یاد رکھو! اللہ کے ذکر ہی سے دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے۔

حافظ صاحب نے فرمایا: جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے سمندر تھا اور پیچھے فرعون کا لشکر، اس وقت بھی انہوں نے فرمایا:

كَلَّا ۚ اِنَّ مَعِيَ رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ ﴿۶۲﴾

ترجمہ: ہرگز نہیں! یقیناً میرا رب میرے ساتھ ہے، وہ ضرور میری رہنمائی فرمائے گا۔

(سورۃ الشعراء:62)

پھر فرمایا: یہی یقین مومن کی طاقت ہے۔ حالات کتنے ہی مشکل کیوں نہ ہوں، اگر اللہ ساتھ ہو تو راستے بند نہیں ہوتے بلکہ پیدا ہوتے ہیں۔ خوف اس وقت بڑھتا ہے جب نگاہ حالات پر ہو، اور خوف ختم ہونے لگتا ہے جب نگاہ اللہ کی قدرت پر ہو۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ مبارک فرمان سنایا:

احْرِصْ عَلَى مَا يَنْفَعُكَ، وَاسْتَعِنْ بِاللهِ، وَلَا تَعْجِزْ

ترجمہ: جو چیز تمہیں نفع دے، اس کی حرص رکھو، اللہ سے مدد مانگو اور عاجز نہ بنو۔

(صحیح مسلم:2664)

حافظ صاحب نے فرمایا:

اپنے دل میں امید کا چراغ ہمیشہ روشن رکھو۔ اللہ تعالیٰ جب آزمائش دیتا ہے تو اس کے ساتھ صبر بھی دیتا ہے، جب دروازہ بند کرتا ہے تو دوسرا کھول دیتا ہے، اور جب بندے کی آنکھوں سے آنسو بہتے ہیں تو اپنی رحمت کے دروازے بھی کھول دیتا ہے۔ اس لیے کبھی بھی اپنے رب سے بدگمان نہ ہونا۔

آخر میں حافظ صاحب نے نہایت عاجزی اور رقت کے ساتھ دعا فرمائی: اے اللہ! ہمارے دلوں سے مایوسی، بے یقینی اور ہر ناجائز خوف کو دور فرما۔ ہمارے سینوں کو ایمان، امید، توکل اور اپنے ذکر کے نور سے بھر دے۔ ہمیں ہر حال میں اپنی رحمت پر یقین رکھنے والا بنا، ہر آزمائش میں صبر عطا فرما، ہر مشکل میں آسانی پیدا فرما، اور دنیا و آخرت میں اپنی حفاظت، اپنی رضا اور اپنی قربت نصیب فرما۔ آمین یا رب العالمین۔

ہمت اور ارادے کی قوت

حافظ صاحب نے نہایت پُراعتماد انداز میں حاضرین کی طرف دیکھا، پھر محبت بھرے لہجے میں فرمایا: کمزور جسم انسان کو نہیں ہراتا، کمزور ہمت اور ٹوٹا ہوا ارادہ انسان کو شکست دیتا ہے۔ یہ کہہ کر چند لمحے خاموش رہے، پھر نہایت حکمت بھرے انداز میں گفتگو شروع فرمائی۔

فرمایا: مومن کی سب سے بڑی طاقت اس کا ایمان ہے، اور ایمان کا سب سے خوبصورت پھل مضبوط ہمت اور پختہ ارادہ ہے۔ جس دل میں اللہ پر یقین ہو، اس کے قدم مشکلات سے نہیں ڈگمگاتے۔ آزمائشیں اس کا راستہ نہیں روک سکتیں، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ میرا رب میرے ساتھ ہے۔

پھر فرمایا: دنیا میں بڑے بڑے کام طاقتور جسموں نے نہیں، بلکہ مضبوط ارادوں نے انجام دیے ہیں۔ کتنے ہی لوگ وسائل کے بغیر کامیاب ہوئے، کیونکہ ان کے دل میں یقین تھا، اور کتنے ہی لوگ ہر سہولت کے باوجود ناکام رہے، کیونکہ ان کے ارادے کمزور تھے۔ یاد رکھو! اللہ تعالیٰ ہمت والے بندوں کو پسند فرماتا ہے جو ہر حال میں اس کی رضا کی طرف بڑھتے رہتے ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ ﴿۱۵۹﴾

ترجمہ: پھر جب آپ پختہ ارادہ کر لیں تو اللہ پر بھروسہ کریں، بے شک اللہ توکل کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے۔

(سورۃ آلِ عمران:159)

حافظ صاحب نے فرمایا:

مضبوط ارادہ وہ ہے جو مشکلات دیکھ کر بھی نہ ٹوٹے، آزمائشوں میں بھی ثابت قدم رہے، اور کامیابی ملنے پر بھی عاجزی اختیار کرے۔ ارادہ اگر اللہ کے لیے ہو تو تھکاوٹ عبادت بن جاتی ہے، صبر قوت بن جاتا ہے، اور ہر رکاوٹ ترقی کا زینہ بن جاتی ہے۔

پھر فرمایا: شیطان ہمیشہ تمہارے دل میں کمزوری، سستی اور خوف پیدا کرنا چاہتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ تم یہ کام نہیں کر سکتے، تمہارے پاس صلاحیت نہیں، تمہارے حالات مناسب نہیں۔ لیکن مومن کا جواب یہ ہوتا ہے کہ اگر اللہ میرا مددگار ہے تو میرے لیے کوئی مشکل ناممکن نہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

اِنۡ یَّنۡصُرۡکُمُ اللّٰہُ فَلَا غَالِبَ لَکُمۡ ۚ

ترجمہ: اگر اللہ تمہاری مدد فرمائے تو کوئی تم پر غالب نہیں آ سکتا۔

(سورۃ آلِ عمران:160)

حافظ صاحب نے فرمایا: ہمت کا مطلب یہ نہیں کہ انسان کبھی نہ گرے، بلکہ ہمت یہ ہے کہ گرنے کے بعد دوبارہ اٹھ کھڑا ہو۔ ارادے کی قوت یہ نہیں کہ راستہ آسان ہو، بلکہ یہ ہے کہ راستہ مشکل ہونے کے باوجود انسان اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے آگے بڑھتا رہے۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ مبارک فرمان سنایا:

الْمُؤْمِنُ الْقَوِيُّ خَيْرٌ وَأَحَبُّ إِلَى اللهِ مِنَ

الْمُؤْمِنِ الضَّعِيفِ، وَفِي كُلٍّ خَيْرٌ

ترجمہ: طاقتور مومن اللہ کے نزدیک کمزور مومن سے بہتر اور زیادہ محبوب ہے، اگرچہ دونوں میں خیر ہے۔

(صحیح مسلم:2664)

حافظ صاحب نے فرمایا:

یہاں طاقت سے مراد صرف جسمانی قوت نہیں، بلکہ ایمان کی قوت، یقین کی قوت، صبر کی قوت، کردار کی قوت اور ارادے کی قوت بھی ہے۔ یہی وہ طاقت ہے جو انسان کو گناہوں سے بچاتی ہے، عبادت پر قائم رکھتی ہے اور حق پر ثابت قدم بناتی ہے۔

پھر فرمایا: اگر تم اپنی ہمت کو بلند کرنا چاہتے ہو تو نماز کو مضبوطی سے تھام لو، قرآن کو اپنا ساتھی بنالو، اللہ کا ذکر کثرت سے کرو، نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرو، اور ہر کام سے پہلے اپنے رب سے مدد مانگو۔ جو بندہ اللہ سے جڑ جاتا ہے، اس کے ارادوں میں استقامت اور اس کے دل میں عزم پیدا ہو جاتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

وَ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۶۹﴾

اور جن لوگوں نے ہماری راہ میں کوشش کی، ہم ضرور انہیں اپنے راستے دکھائیں گے، اور بے شک اللہ نیکی کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

(سورۃ العنکبوت:69)

حافظ صاحب نے فرمایا:

اپنی ہمت کو کبھی حالات کے حوالے نہ کرو، بلکہ اپنے رب کے حوالے کرو۔ جب تمہارا ارادہ اللہ کی رضا کے لیے ہوگا تو وہ تمہیں ایسی قوت عطا فرمائے گا جو دنیا کی کوئی طاقت نہیں دے سکتی۔ یہی قوت انسان کو دنیا میں عزت اور آخرت میں کامیابی عطا کرتی ہے۔

آخر میں حافظ صاحب نے نہایت عاجزی کے ساتھ ہاتھ اٹھائے اور دعا فرمائی:

اے اللہ! ہمارے دلوں کو مضبوط ایمان، بلند ہمت، پختہ عزم اور کامل توکل عطا فرما۔ ہمیں ہر آزمائش میں ثابت قدم رکھ، ہمارے ارادوں کو اپنی رضا کے تابع بنا دے، ہمیں نفس اور شیطان کے مقابلے میں کامیاب فرما، اور دنیا و آخرت میں حقیقی کامیابی، عزت اور جنت الفردوس عطا فرما۔ آمین یارب العالمین۔

خود اعتمادی اور درست فیصلہ

حافظ صاحب نے نہایت متانت کے ساتھ حاضرین کی طرف دیکھا، پھر تبسم فرمایا اور بولے: جس انسان کا دل اللہ پر یقین سے بھر جاتا ہے، اس کے قدموں میں اعتماد آ جاتا ہے اور اس کے فیصلوں میں حکمت پیدا ہو جاتی ہے۔ پھر چند لمحے خاموش رہے اور نہایت بصیرت افروز انداز میں فرمایا:

یاد رکھو! خود اعتمادی کا مطلب اپنے نفس پر غرور کرنا نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ صلاحیتوں کو اس کی رضا کے لیے استعمال کرنا ہے۔ مومن اپنی قوت پر نہیں، اپنے رب کی مدد پر بھروسہ کرتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ میں کمزور ہوں، مگر میرا رب ہر چیز پر قادر ہے۔ یہی یقین اس کے دل میں حقیقی اعتماد پیدا کرتا ہے۔

پھر فرمایا: بعض لوگ خود اعتمادی کو تکبر سمجھ بیٹھتے ہیں، اور بعض عاجزی کے نام پر

اپنی صلاحیتوں کو ضائع کر دیتے ہیں۔ اسلام ان دونوں انتہاؤں سے بچنے کی تعلیم دیتا ہے۔ نہ اپنے آپ کو دوسروں سے بڑا سمجھو اور نہ اپنے آپ کو اس قدر حقیر سمجھو کہ اللہ کی عطا کردہ نعمتوں کو استعمال ہی نہ کرو۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ ﴿۱۵۹﴾

ترجمہ: پھر جب آپ پختہ ارادہ کر لیں تو اللہ پر بھروسہ کریں، بے شک اللہ توکل کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے۔

(سورۃ آلِ عمران:159)

حافظ صاحب نے فرمایا:

اس آیت میں کامیاب زندگی کا ایک عظیم اصول بیان کیا گیا ہے۔ پہلے مشورہ، پھر غور و فکر، پھر مضبوط ارادہ، اور اس کے بعد اللہ پر توکل۔ یہی درست فیصلہ کرنے کا اسلامی طریقہ ہے۔ جلد بازی اکثر انسان کو پچھتاوے تک پہنچاتی ہے، جبکہ حکمت، صبر اور دعا انسان کو خیر تک پہنچاتے ہیں۔

پھر فرمایا: جو شخص ہر معاملے میں اللہ سے رہنمائی مانگتا ہے، قرآن و سنت کی روشنی میں سوچتا ہے، اہلِ علم سے مشورہ کرتا ہے اور اپنے نفس کی خواہشات کے بجائے حق کو اختیار کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے فیصلوں میں برکت عطا فرما دیتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

وَ شَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ۚ

ترجمہ: اور معاملات میں ان سے مشورہ کیا کریں۔

(سورۃ آلِ عمران:159)

حافظ صاحب نے فرمایا:

مشورہ کمزوری کی علامت نہیں، بلکہ دانائی کی نشانی ہے۔ جو شخص صرف اپنی رائے پر اڑ جاتا ہے، وہ غلطی کے زیادہ قریب ہوتا ہے، اور جو اللہ کے لیے مشورہ قبول کرتا ہے، اس کے لیے خیر کے دروازے کھلتے ہیں۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ مبارک فرمان سنایا:

احْرِصْ عَلَى مَا يَنْفَعُكَ، وَاسْتَعِنْ بِاللَّهِ، وَلَا تَعْجِزْ

ترجمہ: جو چیز تمہیں نفع دے، اس کی حرص رکھو، اللہ سے مدد مانگو اور عاجز نہ بنو۔

(صحیح مسلم:2664)

حافظ صاحب نے فرمایا:

خود اعتمادی کا مطلب یہ ہے کہ تم حق بات کہنے سے نہ ڈرو، نیکی کرنے میں سستی نہ کرو، اور آزمائشوں سے گھبرا کر اپنے مقصد کو نہ چھوڑو۔ لیکن ہر قدم پر اپنے رب کی طرف رجوع کرتے رہو، کیونکہ جس اعتماد کے ساتھ توکل نہ ہو، وہ غرور بن جاتا ہے، اور جس توکل کے ساتھ عمل نہ ہو، وہ محض خواہش رہ جاتا ہے۔

پھر فرمایا: درست فیصلہ وہی ہوتا ہے جس میں اللہ کی رضا، بندوں کی بھلائی، انصاف، دیانت اور تقویٰ جمع ہو جائیں۔ اگر کسی فیصلے سے تمہارا نفس خوش ہو مگر اللہ ناراض ہو، تو وہ فیصلہ نقصان ہے۔ اور اگر کسی فیصلے میں وقتی مشقت ہو مگر اللہ راضی ہو، تو وہی حقیقی کامیابی ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

وَ مَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۙ﴿۲﴾ وَّ يَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ؕ

ترجمہ: اور جو اللہ سے ڈرتا ہے، اللہ اس کے لیے نکلنے کا راستہ بنا دیتا ہے، اور اسے وہاں سے رزق عطا فرماتا ہے جہاں سے اسے گمان بھی نہیں ہوتا۔

(سورۃ الطلاق:2-3)

حافظ صاحب نے فرمایا:

اپنے فیصلوں کو نماز، استخارہ، دعا، مشورے اور تقویٰ سے مزین کرو۔ پھر جو فیصلہ اللہ کی رضا کے مطابق ہو، اس پر ثابت قدم رہو۔ اگر نیت خالص ہو تو اللہ تعالیٰ غلطیوں کی بھی اصلاح فرما دیتا ہے اور بندے کو بہترین انجام عطا کرتا ہے۔

آخر میں حافظ صاحب نے نہایت عاجزی سے ہاتھ اٹھائے اور دعا فرمائی:

اے اللہ! ہمارے دلوں کو ایمان کی قوت، ہمارے ارادوں کو اخلاص، ہمارے فیصلوں کو حکمت اور ہماری زندگی کو اپنی رضا کے مطابق بنا دے۔ ہمیں تکبر سے محفوظ رکھ، صحیح فیصلے کرنے کی بصیرت عطا فرما، ہر معاملے میں اپنی ہدایت نصیب فرما، اور دنیا و آخرت میں کامیابی، عزت اور جنت الفردوس عطا فرما۔ آمین یا رب العالمین۔

حصہ:-12

مظاہرِ فطرت سے معرفت کا سفر

حافظ صاحب نے صبح کی ٹھنڈی ہوا میں گہرا سانس لیا، پھر آسمان کی وسعتوں، بلند پہاڑوں، سرسبز درختوں اور چہچہاتے پرندوں کی طرف محبت بھری نگاہ ڈالی۔ چند لمحے خاموش رہے، پھر نہایت حکمت بھرے انداز میں فرمایا:

فرمایا: یہ کائنات صرف دیکھنے کے لیے نہیں، بلکہ سمجھنے کے لیے ہے۔ آسمان، زمین، سورج، چاند، ستارے، پہاڑ، دریا، بارش، پھول اور پرندے سب اپنے رب کا تعارف کرا رہے ہیں۔ جو شخص صرف آنکھ سے دیکھتا ہے، وہ حسنِ فطرت تک پہنچتا ہے، لیکن جو دل سے دیکھتا ہے، وہ خالقِ فطرت تک پہنچ جاتا ہے۔ یہی معرفت کا سفر ہے۔

پھر فرمایا: اہلِ دنیا فطرت میں تفریح تلاش کرتے ہیں، مگر اہلِ معرفت فطرت میں اپنے رب کی نشانیاں تلاش کرتے ہیں۔ وہ ہر طلوعِ آفتاب میں اللہ کی قدرت دیکھتے ہیں، ہر غروبِ آفتاب میں دنیا کی فنا کو یاد کرتے ہیں، ہر بہار میں اللہ کی رحمت اور ہر خزاں میں آخرت کی یاد تازہ کرتے ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اخْتِلَافِ الَّیْلِ وَ النَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ۙ﴿۱۹۰﴾

ترجمہ: بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش، اور رات دن کے بدلنے میں عقل والوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں۔

(سورۃ آلِ عمران:190)

حافظ صاحب نے فرمایا:

جب تم آسمان کی وسعت دیکھو تو اللہ کی عظمت کو یاد کرو، جب پہاڑوں کی مضبوطی دیکھو تو اپنے ایمان کو مضبوط بنانے کی فکر کرو، جب بہتے ہوئے دریا دیکھو تو اللہ کی رحمت کو یاد کرو، اور جب بارش کے قطروں کو دیکھو تو اپنے دل کی خشکی پر آنسوؤں کی بارش مانگو۔

پھر فرمایا: ایک چھوٹا سا پھول بھی معرفت کا سبق دیتا ہے۔ وہ خاموش رہ کر اپنی خوشبو بانٹتا ہے، کسی سے صلہ نہیں مانگتا۔ مومن بھی ایسا ہی ہونا چاہیے کہ جہاں رہے، وہاں خیر، محبت، اخلاق اور رحمت پھیلائے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

وَ فِی الۡاَرۡضِ اٰیٰتٌ لِّلۡمُوۡقِنِیۡنَ ﴿۲۰﴾ وَ فِیۡۤ اَنۡفُسِکُمۡ ؕ اَفَلَا تُبۡصِرُوۡنَ ﴿۲۱﴾

ترجمہ: اور زمین میں یقین رکھنے والوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں، اور خود تمہاری اپنی ذات میں بھی، کیا پھر تم غور نہیں کرتے؟

(سورۃ الذاریات:20-21)

حافظ صاحب نے فرمایا:

سب سے بڑی نشانی تم خود ہو۔ تمہاری آنکھیں، تمہارا دل، تمہاری سانسیں، تمہاری عقل، تمہاری روح، یہ سب اللہ تعالیٰ کی قدرت کے زندہ معجزے ہیں۔ جو اپنی

ذات میں غور نہیں کرتا، وہ کائنات کو بھی صحیح طور پر نہیں سمجھ سکتا۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ مبارک فرمان سنایا:

تَفَكَّرُوا فِيْ خَلْقِ اللّٰهِ، وَلَا تَفَكَّرُوا فِي اللّٰهِ

اللہ کی مخلوق میں غور وفکر کرو، اور اللہ کی ذات میں غور وفکر نہ کرو۔

(روایت کے طور پر محدثین نے اسے مختلف اسانید سے نقل کیا ہے، مفہوم کے اعتبار سے اہلِ علم نے مخلوقات میں غور وفکر کی ترغیب بیان کی ہے۔)

حافظ صاحب نے فرمایا:

فطرت کی ہر چیز تمہیں اللہ تک پہنچانے کے لیے ہے۔ اگر سورج دیکھ کر اللہ یاد نہ آئے، اگر بارش دیکھ کر شکر پیدا نہ ہو، اگر قبرستان دیکھ کر آخرت یاد نہ آئے، اگر پھول دیکھ کر خالق کی صناعی کا احساس نہ ہو، تو سمجھ لو کہ آنکھیں تو کھلی ہیں مگر دل ابھی سو رہا ہے۔

پھر فرمایا: اہلِ اللہ جب فطرت میں نکلتے ہیں تو خاموش ہو جاتے ہیں، کیونکہ ان کا دل ہر منظر سے اپنے رب کی تسبیح سنتا ہے۔ پرندوں کی آواز میں انہیں حمد سنائی دیتی ہے، ہوا کے جھونکوں میں رحمت کا پیغام محسوس ہوتا ہے، اور بہتے ہوئے پانی میں انہیں اللہ کی قدرت کا جلوہ نظر آتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ؕ

عنقریب ہم انہیں اپنی نشانیاں آفاق میں بھی دکھائیں گے اور خود ان کی اپنی ذات میں بھی، یہاں تک کہ ان پر واضح ہو جائے گا کہ یہی حق ہے۔

(سورۃ فصلت:53)

حافظ صاحب نے فرمایا:

اگر تم معرفت کا سفر طے کرنا چاہتے ہو تو اپنی نگاہ کو غور و فکر کی نگاہ بنالو، اپنے دل کو ذکر سے زندہ رکھو، قرآن کو اپنا رہنما بناؤ، اور فطرت کی ہر نشانی سے اپنے رب کو پہچاننے کی کوشش کرو۔ جب تم ہر چیز میں اللہ کی قدرت، حکمت، رحمت اور ربوبیت کا مشاہدہ کرنے لگو گے تو تمہارا ہر قدم معرفت کی منزلوں کی طرف اٹھنے لگے گا۔

آخر میں حافظ صاحب نے نہایت عاجزی، محبت اور رقت کے ساتھ دعا فرمائی:

اے اللہ! ہمیں اپنی قدرت کی نشانیوں میں غور و فکر کرنے کی توفیق عطا فرما، ہمارے دلوں کو معرفت کے نور سے منور فرما، ہمیں ہر منظر میں اپنی عظمت، اپنی حکمت اور اپنی رحمت کا مشاہدہ نصیب فرما، ہمارے ایمان کو مضبوط، ہمارے دلوں کو زندہ، ہماری روحوں کو اپنی محبت سے سیراب، اور ہماری زندگی کو اپنی رضا کے مطابق بنا دے۔ آمین یارب العالمین۔

آیاتِ کائنات قدرت کی نشانیاں

حافظ صاحب نے نہایت سکون کے ساتھ آسمان کی وسعتوں کی طرف دیکھا، پھر زمین پر نگاہ ڈالی، اپنے ہاتھ میں ایک خشک پتا اٹھایا اور فرمایا: یہ پتا بھی اللہ کی نشانی ہے، یہ ہوا بھی اللہ کی نشانی ہے، یہ سورج بھی اللہ کی نشانی ہے، اور تمہاری ہر سانس بھی اللہ کی نشانی ہے۔ افسوس! انسان نشانیاں تو دیکھتا ہے، مگر صاحبِ نشان کو بھول جاتا ہے۔ پھر چند لمحے خاموش رہے اور نہایت بصیرت افروز انداز میں گفتگو شروع فرمائی۔

فرمایا: قرآنِ مجید بار بار انسان کو کائنات کی طرف متوجہ کرتا ہے، کیونکہ یہ پوری

کائنات اللہ تعالیٰ کی قدرت، حکمت، رحمت اور ربوبیت کی کھلی ہوئی کتاب ہے۔ جو شخص ان نشانیوں کو ایمان کی نگاہ سے پڑھتا ہے، اس کا یقین بڑھتا ہے، اس کا دل بیدار ہوتا ہے اور اس کی روح اپنے خالق کے قریب ہوجاتی ہے۔

پھر فرمایا: سورج ہر روز وقت پر طلوع ہوتا ہے، چاند اپنی مقررہ منزلیں طے کرتا ہے، ستارے اپنے نظام میں قائم ہیں، زمین اپنے مدار میں گردش کررہی ہے، بارش اپنے وقت پر برستی ہے، بیج سے درخت نکلتا ہے، درخت سے پھل پیدا ہوتا ہے۔ یہ سب اتفاق نہیں، بلکہ ربِ حکیم کی کامل تدبیر اور قدرت کا عظیم مظہر ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

اِنَّ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ وَ اخۡتِلَافِ الَّیۡلِ وَ النَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الۡاَلۡبَابِ ۙ﴿۱۹۰﴾

بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش، اور رات اور دن کے بدلنے میں عقل والوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں۔

(سورۃ آلِ عمران:190)

حافظ صاحب نے فرمایا:

جب تم رات کے اندھیرے میں ستاروں کو جگمگاتے دیکھو تو اللہ کی عظمت کو یاد کرو، جب صبح کی روشنی پھیلتی دیکھو تو اس کی رحمت کو یاد کرو، جب بارش برستی دیکھو تو اس کی بخشش کو یاد کرو، اور جب زمین سے سبزہ اگتا دیکھو تو قیامت کے دن دوبارہ زندہ ہونے پر یقین تازہ کرو۔

پھر فرمایا: پہاڑ ہمیں استقامت کا سبق دیتے ہیں، دریا سخاوت کا سبق دیتے

ہیں، درخت ایثار کا سبق دیتے ہیں، اور پھول حسنِ اخلاق کا درس دیتے ہیں۔ اہلِ ایمان کے لیے کائنات کا ہر منظر ایک درسگاہ ہے اور ہر مخلوق اپنے رب کی معرفت کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

وَ فِی الۡاَرۡضِ اٰیٰتٌ لِّلۡمُوۡقِنِیۡنَ ﴿۲۰﴾ وَ فِیۡۤ اَنۡفُسِکُمۡ ؕ اَفَلَا تُبۡصِرُوۡنَ ﴿۲۱﴾

ترجمہ: اور زمین میں یقین رکھنے والوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں، اور خود تمہاری اپنی ذات میں بھی، کیا تم دیکھتے نہیں؟

(سورۃ الذاریات: 20-21)

حافظ صاحب نے فرمایا:

انسان اگر اپنی ہی تخلیق پر غور کرے تو حیران رہ جائے۔ ایک قطرۂ پانی سے پیدا ہونے والا انسان عقل، شعور، محبت، زبان، سماعت، بصارت اور بے شمار نعمتوں کا مالک کیسے بن گیا؟ یہ سب اللہ تعالیٰ کی قدرت کی روشن دلیلیں ہیں۔ جو اپنی ذات میں غور کرتا ہے، وہ اپنے رب کو پہچاننے لگتا ہے۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ مبارک فرمان سنایا:

إِنَّ اللهَ جَمِيلٌ يُحِبُّ الْجَمَالَ

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند فرماتا ہے۔

(صحیح مسلم: 91)

حافظ صاحب نے فرمایا:

کائنات کی خوبصورتی صرف آنکھوں کی لذت کے لیے نہیں، بلکہ دلوں کی

بیداری کے لیے ہے۔ ہر خوبصورتی انسان کو خالقِ حقیقی کی بے مثال جمالیات کی طرف متوجہ کرتی ہے۔ اگر حسنِ کائنات دیکھ کر اللہ یاد نہ آئے تو نگاہ نے صرف منظر دیکھا، حقیقت نہیں دیکھی۔

پھر فرمایا: آیاتِ کائنات ہمیں یہ بھی سکھاتی ہیں کہ جس رب نے اس عظیم کائنات کو پیدا کیا، وہ تمہاری دعاؤں کو قبول کرنے، تمہارے گناہوں کو معاف کرنے اور تمہاری مشکلات کو دور کرنے پر بھی پوری قدرت رکھتا ہے۔ اس لیے کبھی اپنے رب کی رحمت سے مایوس نہ ہونا۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ؕ

عنقریب ہم انہیں اپنی نشانیاں آفاق میں بھی دکھائیں گے اور خود ان کی اپنی ذات میں بھی، یہاں تک کہ ان پر واضح ہو جائے گا کہ یہی حق ہے۔

(سورۃ فصلت:53)

حافظ صاحب نے فرمایا:

اپنے دل کو قرآن کے نور سے روشن کرو، اپنی نگاہ کو غور و فکر کی نگاہ بنا لو، اور کائنات کی ہر نشانی کو اللہ تعالیٰ کی معرفت کا ذریعہ بنا لو۔ جب تم ہر طلوعِ آفتاب میں رب کی قدرت، ہر غروبِ آفتاب میں دنیا کی ناپائیداری، ہر بارش میں رحمت، اور ہر سانس میں اللہ کی نعمت کو محسوس کرنے لگو گے، تو تمہاری پوری زندگی عبادت اور معرفت کا سفر بن جائے گی۔

آخر میں حافظ صاحب نے نہایت عاجزی، رقت اور محبت کے ساتھ دعا فرمائی:

اے اللہ! ہمیں اپنی کائنات کی نشانیوں میں غور وفکر کرنے کی توفیق عطا فرما، ہمارے دلوں کو ایمان ومعرفت کے نور سے بھر دے، ہمیں اپنی قدرت، اپنی حکمت اور اپنی رحمت کا سچا مشاہدہ نصیب فرما، ہماری نگاہوں کو بصیرت، ہمارے دلوں کو خشیت، اور ہماری زندگی کو اپنی رضا کے راستے پر قائم فرما۔ آمین یارب العالمین۔

تخلیق حسن اور عظمتِ کائنات

حافظ صاحب نے نہایت سکون اور وقار کے ساتھ حاضرین کی طرف دیکھا، پھر نیلے آسمان، چمکتے سورج، لہلہاتے درختوں اور دور افق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: اگر تم حسن کو دیکھ کر صرف منظر میں کھو جاؤ تو تمہاری نگاہ وہیں رک جائے گی، لیکن اگر حسن کو دیکھ کر حسن پیدا کرنے والے رب کو پہچان لو تو یہی منظر تمہیں معرفت کی منزل تک پہنچا دے گا۔ پھر چند لمحے خاموش رہے اور نہایت بصیرت افروز انداز میں گفتگو شروع فرمائی۔

فرمایا: یہ پوری کائنات اللہ تعالیٰ کے حسنِ تخلیق اور کمالِ قدرت کا عظیم شاہکار ہے۔ زمین کا فرش، آسمان کی چھت، سورج کی روشنی، چاند کی چاندنی، ستاروں کی چمک، پہاڑوں کی ہیبت، سمندروں کی گہرائی، دریاؤں کی روانی، پھولوں کی خوشبو اور پرندوں کی نغمگی، یہ سب اپنے خالق کی عظمت کا اعلان کر رہے ہیں۔ ہر ذرہ زبانِ حال سے کہہ رہا ہے کہ ہمارا ایک رب ہے، جو بے مثال، بے نیاز اور ہر کمال کا مالک ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

الَّذِیْٓ اَحْسَنَ كُلَّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ

وہی اللہ ہے جس نے ہر چیز کو بہترین انداز میں پیدا فرمایا۔

(سورۃ السجدۃ:7)

حافظ صاحب نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی تخلیق میں حسن بھی ہے، حکمت بھی ہے، ترتیب بھی ہے اور مقصد بھی ہے۔ اس کائنات میں کوئی چیز بے کار، بے مقصد یا بے ترتیب نہیں۔ جو شخص غور و فکر کرتا ہے، وہ ہر چیز میں اپنے رب کی قدرت اور حکمت کی جھلک دیکھتا ہے۔

پھر فرمایا: ایک ننھا سا بیج زمین میں دفن ہوتا ہے، پھر وہ درخت بن کر ہزاروں پھل پیدا کرتا ہے۔ ایک بارش کا قطرہ بنجر زمین کو سرسبز کر دیتا ہے۔ ایک معمولی سی مکھی شہد تیار کرتی ہے، اور ایک ننھی چیونٹی اپنی روزی جمع کرتی ہے۔ یہ سب ہمیں بتا رہے ہیں کہ اس کائنات کا نظام ایک حکیم، قادر اور علیم رب کے قبضۂ قدرت میں ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِیْٓ اَتْقَنَ كُلَّ شَیْءٍ ؕ

یہ اللہ کی کاریگری ہے، جس نے ہر چیز کو نہایت مضبوط اور کامل بنایا۔

(سورۃ النمل:88)

حافظ صاحب نے فرمایا:

عظمتِ کائنات کو دیکھ کر انسان کو اپنی حقیقت بھی یاد رکھنی چاہیے۔ اتنی وسیع کائنات میں انسان کی حیثیت کتنی چھوٹی ہے، مگر اللہ تعالیٰ نے اسی انسان کو عقل، ایمان اور معرفت کی دولت عطا فرمائی۔ یہ اس کی رحمت کا سب سے بڑا اظہار ہے کہ اس نے ہمیں اپنی پہچان کا شعور عطا کیا۔

پھر فرمایا: جو شخص کائنات کی وسعتوں کو دیکھ کر اپنے رب کے سامنے جھک جاتا ہے، وہی حقیقی دانا ہے۔ اور جو ان سب نشانیوں کو دیکھ کر بھی غفلت میں رہتا ہے، وہ اپنی آنکھوں کے ہوتے ہوئے بھی حقیقت سے محروم رہتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

مَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ؕ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ ۝۳

ترجمہ: تم رحمٰن کی تخلیق میں کوئی بے ربطی نہیں دیکھو گے، پھر نگاہ اٹھا کر دیکھو، کیا تمہیں کوئی نقص نظر آتا ہے؟

(سورۃ الملک:3)

حافظ صاحب نے فرمایا:

جب تم رات کے آسمان کو دیکھو تو اپنے رب کی کبریائی کو یاد کرو، جب سمندر کی وسعت دیکھو تو اس کی رحمت کو یاد کرو، جب پہاڑوں کی بلندی دیکھو تو اس کی عظمت کو یاد کرو، اور جب ایک پھول کی نزاکت دیکھو تو اس کے حسنِ تخلیق پر سجدۂ شکر ادا کرو۔ یہی غور و فکر دل کو معرفت کے نور سے بھر دیتا ہے۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ مبارک فرمان سنایا:

إِنَّ اللهَ جَمِيلٌ يُحِبُّ الْجَمَالَ

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند فرماتا ہے۔

(صحیح مسلم:91)

حافظ صاحب نے فرمایا:

کائنات کا ہر حسن تمہیں خالق کے حسنِ تدبیر کی طرف بلاتا ہے۔ لیکن یاد رکھو! مخلوق کا حسن فانی ہے اور خالق کی شان ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔ اس لیے دل کو مخلوق کے حسن میں گم نہ کر دینا، بلکہ اس حسن کو خالق کی معرفت کا وسیلہ بنا لینا۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

اِنَّ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ وَ اخۡتِلَافِ الَّیۡلِ وَ النَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الۡاَلۡبَابِ ۙ﴿۱۹۰﴾

بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش، اور رات دن کے بدلنے میں عقل والوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں۔

(سورۃ آلِ عمران:190)

حافظ صاحب نے فرمایا:

اگر تم حسنِ تخلیق کو دیکھ کر اللہ کی حمد کرو، عظمتِ کائنات کو دیکھ کر اس کی کبریائی بیان کرو، اور ہر نعمت کو دیکھ کر شکر ادا کرو، تو تمہارا ہر دن معرفت کا سفر اور ہر لمحہ عبادت بن جائے گا۔ یہی وہ نگاہ ہے جو انسان کو خالق سے جوڑ دیتی ہے اور دنیا کو آخرت کی کھیتی بنا دیتی ہے۔

آخر میں حافظ صاحب نے نہایت عاجزی، محبت اور رقت کے ساتھ دعا فرمائی:

اے اللہ! ہمیں اپنی قدرت کی نشانیوں میں غور و فکر کرنے کی توفیق عطا فرما، ہمارے دلوں کو اپنی معرفت کے نور سے منور فرما، ہمیں اپنی عظمت، اپنی حکمت اور اپنے حسنِ تخلیق کا صحیح ادراک عطا فرما، ہماری نگاہوں کو بصیرت، ہمارے دلوں کو خشیت، اور ہماری زندگی کو اپنی رضا اور اپنی محبت کے راستے پر قائم فرما۔ آمین یارب العالمین۔

آسمان کی وسعت اور زمین کی برکت

حافظ صاحب صبح کی ٹھنڈی ہوا میں نہایت سکون کے ساتھ کھڑے تھے۔ آپ نے آسمان کی بے کنار وسعتوں کی طرف نگاہ اٹھائی، پھر جھک کر زمین کی مٹی کو اپنے ہاتھ میں لیا، چند لمحے خاموش رہے، پھر نہایت محبت اور حکمت بھرے انداز میں فرمایا:

انسان جب آسمان کو دیکھتا ہے تو اللہ کی عظمت کا احساس ہوتا ہے، اور جب زمین کو دیکھتا ہے تو اللہ کی رحمت کا مشاہدہ کرتا ہے۔ آسمان اس کی کبریائی کی نشانی ہے اور زمین اس کی ربوبیت کا مظہر ہے۔ ایک ہمیں اوپر دیکھنا سکھاتا ہے اور دوسرا عاجزی کے ساتھ جھکنا سکھاتا ہے۔ جو ان دونوں سے سبق سیکھ لے، وہ اپنے رب کی معرفت کے راستے پر چل پڑتا ہے۔

پھر فرمایا: اس وسیع آسمان کو دیکھو، نہ اس کا کوئی ستون دکھائی دیتا ہے، نہ کوئی سہارا۔ پھر بھی وہ اپنے رب کے حکم سے قائم ہے۔ سورج اپنے وقت پر طلوع ہوتا ہے، چاند اپنی منزلیں طے کرتا ہے، ستارے اپنی راہوں پر چلتے ہیں، بادل اپنے مقررہ نظام کے مطابق سفر کرتے ہیں۔ یہ سب اس بات کی گواہی دے رہے ہیں کہ اس کائنات کا ایک ہی مالک، ایک ہی مدبر اور ایک ہی فرمانروا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

اَللّٰهُ الَّذِیْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا

ترجمہ: اللہ وہی ہے جس نے آسمانوں کو ایسے ستونوں کے بغیر بلند کیا جنہیں تم

دیکھتے ہو۔

(سورۃ الرعد:2)

حافظ صاحب نے فرمایا:

آسمان کی وسعت انسان کو یہ سبق دیتی ہے کہ اپنے دل کو بھی وسیع بناؤ۔ دل میں ایمان، محبت، صبر، عفو، شکر اور اخلاص کے لیے جگہ پیدا کرو۔ تنگ دل انسان دنیا میں بھی بے سکون رہتا ہے اور آخرت کی تیاری سے بھی غافل رہتا ہے۔

پھر فرمایا: اب اس زمین کو دیکھو، یہی زمین تمہارا بستر بھی ہے، یہی تمہاری روزی کا خزانہ بھی ہے، یہی تمہارے قدموں کا سہارا بھی ہے، اور ایک دن یہی تمہیں اپنی آغوش میں لے لے گی۔ اللہ تعالیٰ نے اس زمین کو برکتوں سے بھر دیا، اس میں کھیت اگائے، باغات پیدا کیے، دریا بہائے، پہاڑ نصب کیے اور ہر مخلوق کے لیے رزق کا سامان مہیا فرمایا۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

وَ الْاَرْضَ وَ ضَعَهَا لِلْاَنَامِ ۙ﴿۱۰﴾ فِیْهَا فَاكِهَةٌ ۙ وَّ النَّخْلُ ذَاتُ الْاَكْمَامِ ۖ﴿۱۱﴾

ترجمہ: اور اسی نے زمین کو تمام مخلوق کے لیے بچھایا، اس میں پھل ہیں اور خوشوں والے کھجور کے درخت ہیں۔

(سورۃ الرحمٰن:10-11)

حافظ صاحب نے فرمایا:

زمین کی برکت صرف اس کے پھلوں اور فصلوں میں نہیں، بلکہ اس پر سجدہ کرنے میں بھی ہے۔ یہی زمین بندے کی پیشانی کو اپنے رب کے حضور جھکانے کا

مقام بنتی ہے۔جس زمین پر اللہ کا ذکر ہوتا ہے، وہ زمین بھی بابرکت ہوجاتی ہے، اور جس دل میں اللہ کا ذکر آباد ہوجائے، وہ دل بھی رحمت کا مسکن بن جاتا ہے۔

پھر فرمایا: آسمان سے بارش اترتی ہے اور زمین اسے اپنے اندر سمو لیتی ہے۔پھر مردہ زمین زندہ ہوجاتی ہے۔اسی طرح اللہ کا کلام دل پر اترتا ہے، اور اگر دل نرم ہو تو ایمان کی فصل لہلہانے لگتی ہے، لیکن اگر دل سخت ہو تو رحمت کی بارش بھی اثر نہیں کرتی۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

وَ نَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ جَنّٰتٍ وَّ حَبَّ الْحَصِيْدِ ۙ﴿۹﴾

ترجمہ: اور ہم نے آسمان سے بابرکت پانی برسایا، پھر اس کے ذریعے باغات اور کھیتوں کا اناج اگایا۔

(سورۃ ق:9)

حافظ صاحب نے فرمایا:

اہلِ ایمان جب آسمان کی طرف دیکھتے ہیں تو ان کے دل میں امید پیدا ہوتی ہے، اور جب زمین کی طرف دیکھتے ہیں تو ان کے دل میں عاجزی پیدا ہوتی ہے۔ امید اور عاجزی جب ایک دل میں جمع ہوجائیں تو وہ دل اللہ کا محبوب بن جاتا ہے۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ مبارک فرمان سنایا:

جُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَّطَهُوْرًا

ترجمہ: میرے لیے پوری زمین کو مسجد اور پاکیزگی کا ذریعہ بنادیا گیا ہے۔

(صحیح البخاری:335، صحیح مسلم:521)

حافظ صاحب نے فرمایا:

آسمان کی وسعت تمہیں اللہ کی کبریائی یاد دلائے، زمین کی برکت تمہیں اس کی ربوبیت یاد دلائے، بارش تمہیں اس کی رحمت یاد دلائے، اور ہر سانس تمہیں اس کی نعمت یاد دلائے۔ جب تمہاری نگاہ ہر مخلوق سے خالق کی طرف اٹھنے لگے گی، تو تمہاری پوری زندگی معرفت، شکر اور عبادت کا سفر بن جائے گی۔

آخر میں حافظ صاحب نے نہایت رقت، محبت اور عاجزی کے ساتھ دعا فرمائی:

اے اللہ! ہمیں آسمان کی وسعتوں میں اپنی عظمت، زمین کی برکتوں میں اپنی رحمت، بارش میں اپنی بخشش اور ہر نعمت میں اپنی ربوبیت کا مشاہدہ نصیب فرما۔ ہمارے دلوں کو ایمان کی وسعت، اخلاص کی برکت، شکر کی دولت اور اپنی دائمی معرفت سے منور فرما، اور ہمیں ہر حال میں اپنا شکر گزار، مطیع اور مقرب بندہ بنا۔ آمین یارب العالمین۔

سورج کی روشنی اور چاند کی چاندنی

حافظ صاحب نے فجر کے بعد مشرق کی طرف نگاہ اٹھائی۔ سورج کی پہلی کرنیں زمین پر اتر رہی تھیں اور رات کی تاریکی آہستہ آہستہ ختم ہو رہی تھی۔ آپ نے مسکراتے ہوئے فرمایا: دیکھو! ایک سورج پوری دنیا کو روشنی دے رہا ہے، اور ایک چاند اندھیری رات کو سکون بخش رہا ہے۔ دونوں اپنے رب کے حکم کے پابند ہیں، نہ کبھی اپنی حد سے بڑھتے ہیں اور نہ اپنے فرض میں کوتاہی کرتے ہیں۔ پھر نہایت حکمت اور محبت بھرے انداز میں گفتگو شروع فرمائی۔

فرمایا: سورج کی روشنی ہمیں اللہ تعالیٰ کی قدرت، اس کی رحمت اور اس کی ربوبیت کی یاد دلاتی ہے۔ اگر سورج ایک دن بھی طلوع نہ ہو تو زندگی کا نظام درہم برہم ہو جائے۔ یہ روشنی ہمیں بتاتی ہے کہ جس طرح دنیا سورج کی محتاج ہے، اسی طرح دل

اللہ کے نور کے محتاج ہیں۔ اگر دل سے ایمان کا نور چلا جائے تو انسان زندہ ہو کر بھی اندھیروں میں بھٹکتا رہتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

وَّ جَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا ﴿۱۳﴾

ترجمہ: اور ہم نے سورج کو نہایت روشن چراغ بنایا۔

(سورۃ النبا:13)

حافظ صاحب نے فرمایا:

سورج ہر صبح بغیر کسی تاخیر کے طلوع ہوتا ہے۔ وہ کسی سے تعریف نہیں مانگتا، کسی پر احسان نہیں جتاتا، بلکہ خاموشی سے اپنی ذمہ داری پوری کرتا ہے۔ مومن کو بھی ایسا ہی ہونا چاہیے کہ وہ اخلاص کے ساتھ اپنی ذمہ داریاں ادا کرے، لوگوں کو فائدہ پہنچائے اور ہر نیکی صرف اللہ کی رضا کے لیے کرے۔

پھر فرمایا: چاند کی چاندنی ہمیں نرمی، سکون اور جمال کا درس دیتی ہے۔ سورج کی روشنی میں جلال ہے اور چاند کی چاندنی میں جمال۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کائنات میں دونوں پہلو جمع فرما دیے تاکہ انسان سمجھ سکے کہ زندگی میں کبھی قوت کی ضرورت ہوتی ہے اور کبھی نرمی کی، کبھی عزم کی ضرورت ہوتی ہے اور کبھی شفقت کی۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِیَآءً وَّ الْقَمَرَ نُوْرًا

ترجمہ: وہی اللہ ہے جس نے سورج کو روشن چراغ بنایا اور چاند کو نور عطا فرمایا۔

(سورۃ یونس:5)

حافظ صاحب نے فرمایا:

جس طرح چاند اپنی روشنی سورج سے حاصل کرتا ہے، اسی طرح مومن کا دل بھی اپنا نور وحیِ الٰہی اور سنتِ رسول ﷺ سے حاصل کرتا ہے۔ اگر چاند سورج سے منہ موڑ لے تو اندھیرا رہ جائے، اور اگر دل قرآن وسنت سے دور ہو جائے تو اس میں غفلت کی تاریکی چھا جاتی ہے۔

پھر فرمایا: غور کرو! سورج اور چاند کبھی آپس میں ٹکراتے نہیں، ہر ایک اپنی مقررہ راہ پر چلتا ہے۔ یہ ہمیں نظم، اطاعت اور حدود کی پاسداری کا درس دیتے ہیں۔ جو اللہ کے مقرر کردہ حدود میں زندگی گزارتا ہے، اس کی زندگی بھی متوازن اور بابرکت ہو جاتی ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَ لَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ؕ وَ كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ﴿۴۰﴾

ترجمہ: نہ سورج کے لیے ممکن ہے کہ وہ چاند کو جا پکڑے، اور نہ رات دن سے آگے بڑھ سکتی ہے، اور سب اپنے اپنے مدار میں تیر رہے ہیں۔

(سورۃ یٰسین:40)

حافظ صاحب نے فرمایا:

اے اللہ کے بندو! اپنے دل کو سورج کی طرح ایمان کے نور سے روشن کرو، اپنے اخلاق کو چاند کی چاندنی کی طرح نرم اور خوشگوار بنا لو۔ تمہاری زبان سے خیر

نکلے، تمہارے ہاتھ سے راحت پہنچے، تمہاری نگاہ میں شفقت ہو اور تمہاری زندگی دوسروں کے لیے روشنی کا ذریعہ بن جائے۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ مبارک فرمان سنایا:

إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ اٰيَتَانِ مِنْ اٰيَاتِ اللهِ

بے شک سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں۔

(صحیح البخاری:1041، صحیح مسلم:911)

حافظ صاحب نے فرمایا:

جب سورج طلوع ہو تو اپنے رب کا شکر ادا کرو کہ اس نے تمہیں ایک نیا دن عطا فرمایا، اور جب چاند کو دیکھو تو اپنے رب کی حمد کرو کہ اس نے رات کو سکون کا لباس بنایا۔ ہر طلوعِ آفتاب تمہیں عمل کی دعوت دیتا ہے اور ہر طلوعِ ماہتاب تمہیں محاسبۂ نفس کی یاد دلاتا ہے۔

آخر میں حافظ صاحب نے نہایت رقت، محبت اور عاجزی کے ساتھ دعا فرمائی:

اے اللہ! ہمارے دلوں کو ایمان کے سورج سے منور فرما، ہماری روحوں کو اپنی معرفت کی چاندنی سے روشن کر دے، ہمیں اپنی قدرت کی نشانیوں میں غور و فکر کرنے کی توفیق عطا فرما، ہمارے ظاہر و باطن کو نورِ ہدایت سے بھر دے، اور ہمیں دنیا و آخرت میں اپنی رضا، اپنی رحمت اور اپنے قرب کی دائمی نعمت عطا فرما۔ آمین یا رب العالمین۔

ستاروں کا نظام اور بادلوں کا سفر

حافظ صاحب ایک شام کھلے میدان میں بیٹھے تھے۔ آسمان پر بے شمار ستارے جگمگا رہے تھے اور دور افق پر بادل آہستہ آہستہ اپنی منزل کی طرف بڑھ رہے تھے۔

آپ نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی، پھر نہایت سکون اور محبت بھرے انداز میں فرمایا: ذرا غور کرو! یہ ستارے اپنی جگہ قائم ہیں، یہ بادل اپنے راستے پر رواں ہیں، نہ کوئی اپنی حد سے آگے بڑھتا ہے اور نہ اپنے رب کے حکم سے سرکشی کرتا ہے۔ پوری کائنات اپنے مالک کی اطاعت میں مصروف ہے، مگر انسان ہی وہ مخلوق ہے جو اکثر اپنے رب کے حکم کو بھول جاتا ہے۔

فرمایا: رات کے اندھیرے میں ستارے صرف آسمان کی زینت نہیں ہوتے بلکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت، حکمت اور کامل تدبیر کی روشن نشانیاں بھی ہیں۔ ان کی بے شمار تعداد، ان کی مقررہ گردش اور ان کا حیرت انگیز نظام اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اس کائنات کا ایک ہی خالق، ایک ہی مدبر اور ایک ہی فرمانروا ہے۔ اگر ایک لمحے کے لیے بھی یہ نظام بگڑ جائے تو پوری کائنات کا توازن متاثر ہو جائے، مگر اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو کامل نظم اور حکمت کے ساتھ قائم فرمایا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

وَ هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِیْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ ؕ

ترجمہ: اور وہی ہے جس نے تمہارے لیے ستارے بنائے تاکہ تم خشکی اور سمندر کے اندھیروں میں ان کے ذریعے راستہ پاؤ۔

(سورۃ الانعام:97)

حافظ صاحب نے فرمایا:

جس طرح مسافر تاریک رات میں ستاروں سے راستہ تلاش کرتا ہے، اسی طرح مومن زندگی کے سفر میں قرآنِ مجید اور سنتِ رسول ﷺ سے ہدایت حاصل کرتا

ہے۔ اگر آسمان سے ستارے چھپ جائیں تو مسافر بھٹک جاتا ہے، اور اگر دل سے قرآن وسنت کا نور نکل جائے تو انسان خواہشات کے اندھیروں میں گم ہو جاتا ہے۔

پھر فرمایا: بادلوں کو دیکھو! وہ اپنے اختیار سے نہیں چلتے بلکہ اپنے رب کے حکم سے سفر کرتے ہیں۔ کبھی رحمت بن کر برستے ہیں، کبھی آزمائش کا ذریعہ بنتے ہیں، کبھی سایہ فراہم کرتے ہیں اور کبھی خشک زمین کو سرسبز کر دیتے ہیں۔ ان کا ہر سفر ہمیں یہ سکھاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت بھی اسی کے حکم سے آتی ہے اور اس کی تدبیر بھی کامل حکمت پر مبنی ہوتی ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

اَللّٰهُ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیٰحَ فَتُثِیْرُ سَحَابًا فَیَبْسُطُهٗ فِی السَّمَآءِ كَیْفَ یَشَآءُ

اللہ ہی وہ ہے جو ہواؤں کو بھیجتا ہے، پھر وہ بادل اٹھاتی ہیں، پھر وہ انہیں آسمان میں جس طرح چاہتا ہے پھیلا دیتا ہے۔

(سورۃ الروم:48)

حافظ صاحب نے فرمایا:

کبھی اپنے دل کو بھی بادل کی طرح بنا لو۔ جس طرح بادل اپنے اندر پانی جمع کر کے پیاسی زمین پر برسا دیتا ہے، اسی طرح اپنے دل میں محبت، رحمت، علم اور خیر جمع کرو، پھر اسے اللہ کی مخلوق پر بانٹ دو۔ جو دوسروں کے لیے رحمت بنتا ہے، اللہ تعالیٰ اس پر اپنی رحمتوں کے دروازے کھول دیتا ہے۔

پھر فرمایا: ستارے ہمیں استقامت کا درس دیتے ہیں اور بادل ہمیں سخاوت کا سبق دیتے ہیں۔ ستارے اپنی جگہ قائم رہتے ہیں، اور بادل اپنا سب کچھ لٹا کر زمین کو

آباد کر دیتے ہیں۔ ایک مومن کو بھی ایمان میں ثابت قدم اور اخلاق میں فیاض ہونا چاہیے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

اِنَّ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ وَ اخۡتِلَافِ الَّیۡلِ وَ النَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الۡاَلۡبَابِ ۙ﴿۱۹۰﴾

ترجمہ: بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش، اور رات دن کے بدلنے میں عقل والوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں۔

(سورۃ آلِ عمران:190)

حافظ صاحب نے فرمایا:

جب رات کو ستاروں کی طرف دیکھو تو اپنے دل میں ہدایت کی روشنی مانگو، اور جب بادلوں کو دیکھو تو اللہ تعالیٰ سے رحمت کی بارش کی دعا کرو۔ یاد رکھو! جس طرح مردہ زمین بارش سے زندہ ہو جاتی ہے، اسی طرح مردہ دل اللہ کے ذکر، قرآن اور سچی توبہ سے زندہ ہو جاتے ہیں۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ مبارک فرمان سنایا:

إِنَّ اللهَ إِذَا أَرَادَ رَحْمَةَ قَوْمٍ أَنْزَلَ عَلَيْهِمُ الْغَيْثَ

ترجمہ: جب اللہ تعالیٰ کسی قوم پر رحمت فرمانا چاہتا ہے تو ان پر بارش نازل

فرماتا ہے۔(مفہومِ احادیث کے مطابق بارش کو رحمت قرار دیا گیا ہے۔)

حافظ صاحب نے فرمایا:

اپنی زندگی کو بھی اس آسمان کی طرح منظم، ستاروں کی طرح روشن، بادلوں کی طرح فیاض اور بارش کی طرح نفع بخش بنالو۔ جب تمہارا وجود دوسروں کے لیے خیر اور رحمت کا ذریعہ بن جائے گا، تب تم اللہ تعالیٰ کی رضا کے قریب ہو جاؤ گے۔

آخر میں حافظ صاحب نے نہایت عاجزی، محبت اور گریہ کے ساتھ دعا فرمائی:

اے اللہ! ہمارے دلوں کو ہدایت کے ستاروں سے روشن فرما، ہماری روحوں پر اپنی رحمت کے بادل سایہ فگن فرما، ہمارے ایمان کو استقامت عطا فرما، ہمیں اپنی قدرت کی نشانیوں میں غور و فکر کرنے کی توفیق دے، اور ہماری زندگی کو اپنی رحمت، اپنی معرفت اور اپنی رضا کا آئینہ بنا دے۔ آمین یا رب العالمین۔

بارش کی رحمت – ہوا کا راز

حافظ صاحب ایک دن بارش کے بعد کھلے میدان میں تشریف فرما تھے۔ زمین سے مٹی کی خوشبو اٹھ رہی تھی، ٹھنڈی ہوا کے جھونکے دلوں کو تازگی بخش رہے تھے، درخت بارش کے قطروں سے دھل کر نکھر چکے تھے۔ آپ نے نہایت محبت سے آسمان کی طرف دیکھا، پھر فرمایا: اللہ تعالیٰ جب اپنی رحمت بھیجتا ہے تو بارش کی صورت میں زمین پر اترتی ہے، اور جب اپنی قدرت کا نظام دکھاتا ہے تو ہوا کے ذریعے بادلوں کو چلاتا ہے۔ ہر قطرہ اور ہر جھونکا اپنے رب کی اطاعت کا گواہ ہے۔

فرمایا: بارش صرف پانی نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا پیغام ہے۔ خشک زمین کو زندگی دینا، کھیتوں کو سرسبز کرنا، چشموں کو جاری کرنا، درختوں کو پھل دینا اور انسانوں، جانوروں اور پرندوں کی پیاس بجھانا، یہ سب اس رحمتِ الٰہی کے مظاہر

ہیں۔ جو شخص بارش کو صرف ایک موسمی عمل سمجھتا ہے، وہ اس کے پیچھے کارفرما رب کی قدرت اور مہربانی کو نہیں پہچانتا۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

وَ هُوَ الَّذِیْ یُنَزِّلُ الْغَیْثَ مِنْۢ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا وَ یَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ ؕ

ترجمہ: اور وہی ہے جو لوگوں کے مایوس ہو جانے کے بعد بارش نازل فرماتا ہے اور اپنی رحمت پھیلا دیتا ہے۔

(سورۃ الشوریٰ:28)

حافظ صاحب نے فرمایا:

جس طرح بارش مردہ زمین کو زندہ کر دیتی ہے، اسی طرح اللہ کا ذکر، قرآن کی تلاوت اور سچی توبہ مردہ دلوں کو زندہ کر دیتی ہے۔ اگر زمین نرم ہو تو بارش اسے سرسبز بنا دیتی ہے، اور اگر دل نرم ہو تو اللہ کی نصیحت اسے ایمان، اخلاص اور معرفت سے بھر دیتی ہے۔

پھر فرمایا: ہوا کو دیکھو، نہ وہ نظر آتی ہے اور نہ اسے کوئی روک سکتا ہے، مگر اس کے اثرات ہر طرف دکھائی دیتے ہیں۔ کبھی وہ ٹھنڈک بن کر راحت دیتی ہے، کبھی بادلوں کو اٹھاتی ہے، کبھی بارش کا ذریعہ بنتی ہے، اور کبھی اللہ کی قدرت کی یاد دلاتی ہے۔ یہ ہمیں سکھاتی ہے کہ ہر وہ چیز جو نظر نہ آئے، اس کا وجود ضروری نہیں کہ انکار کے قابل ہو۔ ایمان بھی دل میں ہوتا ہے، نظر نہیں آتا، مگر اس کے آثار کردار، اخلاق اور عبادت میں نمایاں ہوتے ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

وَ اَرۡسَلۡنَا الرِّیٰحَ لَوَاقِحَ فَاَنۡزَلۡنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَسۡقَیۡنٰکُمُوۡہُ ۚ

ترجمہ: اور ہم نے ہواؤں کو بارآور کرنے والی بنا کر بھیجا، پھر آسمان سے پانی نازل کیا اور تمہیں وہ پانی پلایا۔

(سورۃ الحجر:22)

حافظ صاحب نے فرمایا:

مومن کو بھی ہوا کی طرح ہونا چاہیے۔ جہاں جائے، راحت پہنچائے، امید پیدا کرے، دلوں کی گرمی کو محبت کی ٹھنڈک میں بدل دے، اختلاف کی آگ کو بجھا دے اور اللہ کی رحمت کا پیغام عام کرے۔ جو شخص دوسروں کے لیے سکون کا سبب بنتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے دل کو بھی سکون عطا فرماتا ہے۔

پھر فرمایا: کبھی بارش زیادہ ہوتی ہے اور کبھی کم، کبھی ہوا نرم چلتی ہے اور کبھی تیز۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کائنات کا ہر نظام اللہ تعالیٰ کی حکمت کے مطابق چل رہا ہے۔ بندے کا کام ہر حال میں شکر، صبر اور رضا اختیار کرنا ہے، نہ کہ شکایت اور ناشکری۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

هُوَ الَّذِیۡ یُرۡسِلُ الرِّیٰحَ بُشۡرًۢا بَیۡنَ یَدَیۡ رَحۡمَتِہٖ ؕ

اور وہی ہے جو اپنی رحمت (بارش) سے پہلے خوشخبری دینے والی ہوائیں بھیجتا ہے۔

(سورۃ الاعراف:57)

حافظ صاحب نے فرمایا:

جب بارش برسے تو اللہ کی رحمت کو یاد کرو، جب ہوا چلے تو اس کی قدرت کو یاد کرو، جب زمین مہکے تو اس کا شکر ادا کرو، اور جب دل نرم ہو جائے تو اپنے رب کے حضور سجدۂ شکر بجالاؤ۔ یہی نگاہ انسان کو مخلوق سے خالق کی طرف لے جاتی ہے۔

پھر رسول اللہ ﷺ کا یہ مبارک عمل بیان فرمایا کہ جب بارش ہوتی تو آپ ﷺ دعا فرماتے:

اَللّٰهُمَّ صَيِّبًا نَافِعًا

ترجمہ: اے اللہ! اسے نفع بخش بارش بنا۔

(صحیح البخاری:1032)

حافظ صاحب نے فرمایا:

اللہ کی ہر نعمت میں اس کی محبت کا پیغام پوشیدہ ہے۔ بارش تمہیں اس کی رحمت یاد دلائے، ہوا تمہیں اس کی قدرت یاد دلائے، اور یہ دونوں مل کر تمہارے دل میں شکر، توکل اور معرفت پیدا کریں۔ یہی اہلِ ایمان کی نگاہ ہے اور یہی اہلِ دل کا راستہ ہے۔

آخر میں حافظ صاحب نے نہایت عاجزی، رقت اور محبت کے ساتھ دعا فرمائی:

اے اللہ! ہمارے دلوں پر اپنی رحمت کی ایسی بارش نازل فرما کہ ایمان کی فصل ہمیشہ سرسبز رہے۔ ہمارے دلوں میں اپنی محبت کی ٹھنڈی ہوا جاری فرما، ہمیں اپنی قدرت کی نشانیوں سے صحیح سبق لینے کی توفیق عطا فرما، اور ہماری زندگی کو اپنی رحمت، اپنی معرفت اور اپنی رضا کا آئینہ بنا دے۔ آمین یارب العالمین۔

پہاڑوں کی عظمت-سمندر کا جلال

حافظ صاحب ایک سفر کے دوران بلند پہاڑوں کے دامن میں بیٹھے تھے۔ سامنے فلک بوس چوٹیاں آسمان سے ہم کلام معلوم ہوتی تھیں، اور دور افق پر پھیلا ہوا سمندر اپنی موجوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی کبریائی کا منظر پیش کر رہا تھا۔ آپ نے گہری نگاہ سے ان دونوں عظیم مخلوقات کو دیکھا، پھر نہایت وقار اور محبت بھرے انداز میں فرمایا: پہاڑ خاموش رہ کر بھی عظمت کا سبق دیتے ہیں، اور سمندر شور مچا کر بھی اپنے رب کی اطاعت سے باہر نہیں نکلتا۔ انسان اگر ان دونوں سے سبق سیکھ لے تو اس کی زندگی ایمان، صبر اور معرفت سے بھر جائے

فرمایا: پہاڑ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ایسا شاہکار ہیں جو زمین کو استحکام عطا کرتے ہیں۔ ان کی بلندی انسان کو اللہ کی کبریائی یاد دلاتی ہے اور ان کی مضبوطی استقامت کا درس دیتی ہے۔ مومن کا ایمان بھی پہاڑ کی طرح مضبوط ہونا چاہیے، تاکہ دنیا کی آزمائشیں، خواہشات کی آندھیاں اور شیطان کے وسوسے اسے اپنے مقام سے ہٹا نہ سکیں۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

وَ اَلْقٰی فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ اَنْ تَمِیْدَ بِكُمْ

ترجمہ: اور اس نے زمین میں مضبوط پہاڑ جما دیے تاکہ وہ تمہیں لے کر نہ ہلنے لگے۔

(سورۃ النحل:15)

حافظ صاحب نے فرمایا:

پہاڑ جتنا بلند ہوتا ہے، اتنا ہی اس کی بنیاد زمین میں گہری ہوتی ہے۔ اسی طرح

جس انسان کا ایمان بلند ہوتا ہے، اس کی عاجزی بھی اتنی ہی گہری ہوتی ہے۔ جو صرف بلندی چاہتا ہے مگر عاجزی اختیار نہیں کرتا، وہ پہلی آزمائش میں گر جاتا ہے۔

پھر فرمایا: اب سمندر کو دیکھو۔ اس کی وسعت، اس کی گہرائی، اس کی موجیں اور اس کا جلال انسان کو اپنی کمزوری یاد دلاتا ہے۔ لاکھوں دریا اس میں گرتے ہیں، مگر وہ اپنے رب کے مقرر کردہ حدود سے آگے نہیں بڑھتا۔ یہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی کامل اطاعت کی عظیم مثال ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

وَ هُوَ الَّذِیْ سَخَّرَ الْبَحْرَ

ترجمہ: اور وہی ہے جس نے سمندر کو تمہارے لیے مسخر کر دیا۔

(سورۃ النحل:14)

حافظ صاحب نے فرمایا: سمندر کی سطح پر شور ہوتا ہے، مگر اس کی گہرائی میں سکون ہوتا ہے۔ مومن کا دل بھی ایسا ہی ہونا چاہیے۔ باہر حالات کتنے ہی پرآشوب ہوں، مگر اس کے باطن میں اللہ پر یقین، توکل اور اطمینان کا سکون قائم رہنا چاہیے۔ جو دل اللہ سے جڑ جاتا ہے، دنیا کی طوفانی موجیں بھی اسے بے چین نہیں کر سکتیں۔

پھر فرمایا: پہاڑ ہمیں استقامت سکھاتے ہیں اور سمندر ہمیں وسعتِ ظرف سکھاتا ہے۔ پہاڑ اپنے مقام پر ثابت رہتا ہے، اور سمندر ہر آنے والے دریا کو اپنے اندر سمو لیتا ہے۔ مومن کو بھی حق پر ثابت قدم رہنا چاہیے اور اخلاق میں ایسا وسیع ہونا چاہیے کہ دوسروں کی غلطیوں کو معاف کر سکے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ یَلْتَقِیٰنِ ۙ﴿۱۹﴾ بَیْنَهُمَا

بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ ﴿٢٠﴾

ترجمہ: اسی نے دو سمندروں کو جاری کیا جو آپس میں ملتے ہیں، ان کے درمیان ایک آڑ ہے جس سے وہ ایک دوسرے کی حد سے تجاوز نہیں کرتے۔

(سورۃ الرحمٰن: 19-20)

حافظ صاحب نے فرمایا:

انسان جب پہاڑوں کی بلندی دیکھے تو اپنے رب کی عظمت کو یاد کرے، اور جب سمندر کی وسعت دیکھے تو اس کی رحمت اور قدرت کا تصور کرے۔ یہ دونوں مخلوقات زبانِ حال سے اعلان کر رہی ہیں کہ ہمارا خالق ایک ہے، ہمارا مالک ایک ہے اور ہم سب اسی کے حکم کے تابع ہیں۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ مبارک فرمان سنایا:

اَللّٰهُمَّ أَنْتَ الْأَوَّلُ فَلَيْسَ قَبْلَكَ شَيْءٌ، وَأَنْتَ الْآخِرُ فَلَيْسَ بَعْدَكَ شَيْءٌ، وَأَنْتَ الظَّاهِرُ فَلَيْسَ فَوْقَكَ شَيْءٌ، وَأَنْتَ الْبَاطِنُ فَلَيْسَ دُونَكَ شَيْءٌ

ترجمہ: اے اللہ! تو ہی اول ہے، تجھ سے پہلے کوئی نہیں، تو ہی آخر ہے، تیرے بعد کوئی نہیں، تو ہی سب سے بلند ہے، تجھ سے اوپر کوئی نہیں، اور تو ہی باطن ہے، تجھ سے زیادہ قریب کوئی نہیں۔

(صحیح مسلم: 2713)

حافظ صاحب نے فرمایا:

اپنے ایمان کو پہاڑ کی طرح مضبوط بنالو، اپنے اخلاق کو سمندر کی طرح وسیع کرلو، اپنے دل کو اللہ کے ذکر سے آباد کرلو، اور اپنی زندگی کو اس کے حکم کے تابع بنالو۔ جب بندہ اپنی خواہشات کے بجائے اپنے رب کی رضا کو اختیار کرتا ہے، تب وہ حقیقی استقامت، حقیقی وسعت اور حقیقی کامیابی پالیتا ہے۔

آخر میں حافظ صاحب نے نہایت عاجزی، محبت اور رقت کے ساتھ دعا فرمائی:

اے اللہ! ہمارے ایمان کو پہاڑوں کی طرح مضبوط، ہمارے دلوں کو سمندر کی طرح وسیع، ہماری روحوں کو اپنی معرفت سے سیراب، اور ہماری زندگی کو اپنی اطاعت سے مزین فرما۔ ہمیں ہر حال میں ثابت قدمی، صبر، توکل اور اپنی رضا نصیب فرما، اور ہمیں دنیا و آخرت میں اپنے مقرب بندوں میں شامل فرما۔ آمین یارب العالمین۔

دریاؤں کی روانی - چشموں کی مٹھاس

حافظ صاحب ایک سرسبز و شاداب وادی میں تشریف فرما تھے۔ سامنے ایک دریا خاموشی سے اپنی منزل کی طرف بہہ رہا تھا، قریب ہی ایک شفاف چشمہ زمین کے سینے سے پھوٹ کر اپنی مٹھاس اور ٹھنڈک بکھیر رہا تھا۔ آپ نے پانی کی روانی کو دیر تک دیکھا، پھر نہایت محبت اور حکمت بھرے انداز میں فرمایا: دریا اور چشمے صرف پانی نہیں بہاتے، بلکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت، سخاوت اور حکمت کے سبق بھی بہاتے ہیں۔ جو ان کی زبان کو سمجھ لے، وہ اپنے رب کی معرفت کے قریب پہنچ جاتا ہے۔

فرمایا: دریا ہمیں یہ سکھاتا ہے کہ زندگی رکی ہوئی نہیں، بلکہ مسلسل سفر کا نام ہے۔ جو پانی رک جاتا ہے، وہ بدبو پیدا کرنے لگتا ہے، اور جو بہتا رہتا ہے، وہ زمینوں کو آباد کرتا، باغات کو سیراب کرتا اور مخلوق کو زندگی عطا کرتا ہے۔ اسی طرح مومن کا دل بھی

خیر، محبت، علم، خدمت اور احسان میں ہمیشہ رواں رہنا چاہیے۔ جو شخص اپنے وجود کو دوسروں کے لیے نفع بخش بنالیتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی زندگی میں برکت عطا فرما دیتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

وَ اَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ فَاَسْكَنّٰهُ فِي الْاَرْضِ ۪

ترجمہ: اور ہم نے آسمان سے اندازے کے ساتھ پانی نازل کیا، پھر اسے زمین میں محفوظ کر دیا۔

(سورۃ المؤمنون:18)

حافظ صاحب نے فرمایا:

دریا اپنی منزل تک پہنچنے کے لیے راستے کی رکاوٹوں سے نہیں گھبراتا۔ کبھی چٹانیں آتی ہیں، کبھی موڑ آتے ہیں، کبھی تنگ راستے اور کبھی وسیع میدان، مگر وہ بہتا رہتا ہے۔ مومن بھی ایسا ہی ہوتا ہے۔ آزمائشیں اسے روکتی نہیں بلکہ اس کے یقین، صبر اور توکل کو مزید مضبوط کر دیتی ہیں۔

پھر فرمایا: اب اس چشمے کو دیکھو۔ یہ نہ شور مچاتا ہے، نہ اپنی تعریف کرتا ہے، مگر خاموشی سے ہر پیاسے کو سیراب کرتا ہے۔ اس کی مٹھاس ہمیں اخلاص کا درس دیتی ہے۔ مومن کا اخلاق بھی چشمے کے پانی کی طرح شیریں ہونا چاہیے، اس کی گفتگو میں نرمی، اس کے رویے میں محبت اور اس کے کردار میں پاکیزگی ہونی چاہیے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

فِيْهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ ﴿۱۲﴾

ترجمہ: اس میں ایک جاری رہنے والا چشمہ ہوگا۔

(سورۃ الغاشیہ:12)

حافظ صاحب نے فرمایا:

جس دل میں ایمان کا چشمہ جاری ہو جائے، وہاں حسد، کینہ، غرور اور نفرت کی جگہ باقی نہیں رہتی۔ ایسے دل سے محبت، رحمت، عفو اور خیر کے چشمے پھوٹتے ہیں، اور اس کی صحبت سے دوسرے دل بھی تازگی محسوس کرتے ہیں۔

پھر فرمایا: دریا اور چشمے دونوں ہمیں اللہ تعالیٰ کی بے پایاں رحمت کی یاد دلاتے ہیں۔ ایک اپنی وسعت سے حیران کرتا ہے اور دوسرا اپنی لطافت سے دل کو خوش کر دیتا ہے۔ دونوں اس بات کی گواہی دے رہے ہیں کہ ہمارا رب صرف قادر ہی نہیں، بلکہ رحیم، کریم اور رزاق بھی ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

وَ جَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ ؕ

ترجمہ: اور ہم نے ہر جاندار چیز کو پانی سے پیدا کیا۔

(سورۃ الانبیاء:30)

حافظ صاحب نے فرمایا:

اے اللہ کے بندو! اپنے ایمان کو دریا کی طرح جاری رکھو، اپنے اخلاق کو چشمے کی طرح شیریں بنالو، اپنے دل کو اللہ کے ذکر سے سیراب رکھو، اور اپنی زندگی کو مخلوقِ خدا کے لیے خیر و برکت کا ذریعہ بنادو۔ جو شخص دوسروں کے دلوں کی پیاس بجھاتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے دل کو اپنی محبت سے سیراب فرما دیتا ہے۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ مبارک فرمان سنایا:

أَحَبُّ النَّاسِ إِلَى اللهِ أَنْفَعُهُمْ لِلنَّاسِ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے محبوب انسان وہ ہے جو لوگوں کو سب سے زیادہ فائدہ پہنچانے والا ہو۔ (المعجم الأوسط للطبرانی، حسنہ بعض اہلِ علم)

حافظ صاحب نے فرمایا: دریا اپنی روانی سے زندگی دیتا ہے، چشمہ اپنی مٹھاس سے راحت دیتا ہے، اور مومن اپنے ایمان، اخلاق اور خدمت سے معاشرے کو زندگی بخشتا ہے۔ اگر تم چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی رحمت کا ذریعہ بنا دے، تو اپنے وجود کو خیر، محبت، نرمی اور سخاوت سے بھر لو۔

آخر میں حافظ صاحب نے نہایت عاجزی، محبت اور رقت کے ساتھ دعا فرمائی:

اے اللہ! ہمارے دلوں میں ایمان کا چشمہ جاری فرما، ہماری زندگی کو خیر کے دریا کی طرح نفع بخش بنا دے، ہمارے اخلاق میں مٹھاس، ہماری زبان میں سچائی، ہمارے اعمال میں اخلاص، اور ہماری روحوں میں اپنی محبت و معرفت کی تازگی عطا فرما۔ ہمیں اپنی رحمت کا ذریعہ بنا، اپنی رضا نصیب فرما، اور دنیا و آخرت میں اپنی دائمی قربت عطا فرما۔ آمین یا رب العالمین۔

پھولوں کی خوشبو۔ پھلوں کی نعمت

حافظ صاحب ایک باغ میں تشریف فرما تھے۔ ہر طرف رنگ برنگے پھول اپنی خوشبو بکھیر رہے تھے، درختوں پر طرح طرح کے پھل اپنی بہار دکھا رہے تھے، اور ٹھنڈی ہوا ان کی مہک کو دور دور تک پہنچا رہی تھی۔ آپ نے ایک پھول کو اپنے ہاتھ میں لیا، اس کی خوشبو کو محسوس کیا، پھر ایک پھل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے نہایت محبت اور حکمت بھرے انداز میں فرمایا: دیکھو! ایک پھول اپنی خوشبو سے دلوں کو معطر کرتا ہے، اور ایک پھل اپنی مٹھاس سے جسموں کو طاقت دیتا ہے۔ دونوں اپنے رب کی نعمت ہیں، دونوں اس کی رحمت کی نشانی ہیں، اور دونوں انسان کو شکر اور معرفت کا

درس دیتے ہیں۔

فرمایا: پھول اپنی خوبصورتی پر کبھی تکبر نہیں کرتا، نہ اپنی خوشبو کو اپنے لیے روکتا ہے۔ وہ خاموشی سے ہر آنے والے کو اپنی مہک عطا کرتا ہے۔ مومن کا اخلاق بھی ایسا ہی ہونا چاہیے کہ اس کی صحبت سے لوگوں کو سکون ملے، اس کی گفتگو سے دلوں کو راحت ملے، اور اس کے کردار سے محبت اور خیر کی خوشبو پھیلے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

وَ اَنۡۢبَتۡنَا فِیۡهَا مِنۡ كُلِّ زَوۡجٍۭ بَهِیۡجٍ ۙ﴿۷﴾

پھر ہم نے اس زمین میں ہر قسم کی خوشنما نباتات اگائیں۔

(سورۃ ق:7)

حافظ صاحب نے فرمایا:

اگر اللہ چاہتا تو دنیا کو صرف ضرورت کے مطابق بنا دیتا، مگر اس نے رنگوں کی خوبصورتی، پھولوں کی لطافت اور خوشبو کی دلکشی بھی عطا فرمائی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارا رب صرف رزق دینے والا ہی نہیں بلکہ حسن، جمال اور لطافت عطا کرنے والا بھی ہے۔

پھر فرمایا: پھلوں کو دیکھو! ایک ہی زمین، ایک ہی پانی، ایک ہی سورج کی روشنی، لیکن ذائقے الگ الگ، رنگ جدا جدا، خوشبو مختلف اور شکلیں ایک دوسرے سے منفرد۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی بے مثال قدرت اور حکمت کا روشن ثبوت ہے۔ کوئی میٹھا ہے، کوئی ترش، کوئی نرم ہے، کوئی سخت، مگر ہر ایک میں انسان کے لیے فائدہ رکھا گیا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

وَ فِی الۡاَرۡضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّ جَنّٰتٌ مِّنۡ اَعۡنَابٍ وَّ زَرۡعٌ وَّ نَخِیۡلٌ صِنۡوَانٌ وَّ غَیۡرُ صِنۡوَانٍ یُّسۡقٰی بِمَآءٍ وَّاحِدٍ ۟ قف وَ نُفَضِّلُ بَعۡضَهَا عَلٰی بَعۡضٍ فِی الۡاُکُلِ ؕ

ترجمہ: اور زمین میں ایک دوسرے سے ملے ہوئے مختلف خطے ہیں، اور انگوروں کے باغات ہیں، کھیت ہیں، اور کھجور کے درخت ہیں، کچھ ایک ہی جڑ سے کئی تنے رکھنے والے ہیں اور کچھ الگ الگ جڑوں والے۔ ان سب کو ایک ہی پانی سے سیراب کیا جاتا ہے، پھر بھی ہم ذائقے اور پھل کے لحاظ سے بعض کو بعض پر فضیلت دیتے ہیں۔

(سورۃ الرعد:4)

حافظ صاحب نے فرمایا:

پھل ہمیں رزق کی نعمت یاد دلاتے ہیں، اور پھول ہمیں حسنِ اخلاق کا سبق دیتے ہیں۔ اگر تمہارے پاس علم ہو تو اسے پھل کی طرح دوسروں کو فائدہ پہنچانے والا بنادو، اور اگر تمہارے پاس اخلاق ہو تو اسے پھول کی خوشبو کی طرح ہر طرف پھیلا دو۔

پھر فرمایا: مومن کی پہچان صرف اس کی عبادت نہیں، بلکہ اس کا کردار بھی ہے۔ اگر تمہاری زبان سے خیر نکلے، تمہارے ہاتھ سے آسانی پہنچے، تمہارے چہرے پر مسکراہٹ ہو اور تمہاری موجودگی سے دوسروں کے دل مطمئن ہوں، تو تم بھی ایک خوشبودار پھول کی مانند ہو جس سے معاشرہ مہک اٹھتا ہے۔

پھر رسول اللہ ﷺ کا یہ مبارک فرمان سنایا:

إِنَّ اللّٰهَ جَمِيلٌ يُحِبُّ الْجَمَالَ

بے شک اللہ تعالیٰ خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند فرماتا ہے۔

(صحیح مسلم:91)

حافظ صاحب نے فرمایا: ہر نعمت کو کھاتے وقت صرف ذائقہ نہ دیکھو، بلکہ نعمت دینے والے رب کو یاد کرو۔ ہر پھول کو دیکھتے وقت صرف اس کا رنگ نہ دیکھو، بلکہ اس کے خالق کی صناعی پر غور کرو۔ جب تمہاری نگاہ نعمت سے بڑھ کر منعم تک پہنچ جائے گی، تب تمہارے دل میں حقیقی شکر اور معرفت پیدا ہوگی۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿١٦﴾

ترجمہ: پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

(سورۃ الرحمٰن:16)

حافظ صاحب نے فرمایا:

اپنی زندگی کو پھول کی خوشبو کی طرح دوسروں کے لیے باعثِ راحت بنالو، اور اپنے اعمال کو پھل کی طرح نفع بخش بنالو۔ خوشبو اپنا تعارف نہیں کراتی، لوگ خود اسے محسوس کرتے ہیں۔ اسی طرح اخلاص والے اعمال بھی شور نہیں مچاتے، مگر ان کی برکت دلوں تک پہنچ جاتی ہے۔

آخر میں حافظ صاحب نے نہایت عاجزی، محبت اور رقت کے ساتھ دعا فرمائی:

اے اللہ! ہمارے دلوں کو ایمان کی خوشبو سے معطر فرما، ہمارے اعمال کو نفع بخش پھلوں کی مانند قبول فرما، ہمارے اخلاق میں نرمی، ہماری گفتگو میں مٹھاس، ہمارے کردار میں اخلاص، اور ہماری زندگی میں اپنی بے شمار نعمتوں کا شکر ادا کرنے

کی توفیق عطا فرما۔ ہمیں اپنی معرفت، اپنی محبت اور اپنی رضا کا پھل نصیب فرما، اور دنیا و آخرت میں اپنی رحمت کے سائے میں جگہ عطا فرما۔ آمین یارب العالمین۔

درختوں کی زبان- پرندوں کی تسبیح

حافظ صاحب ایک سرسبز باغ میں تشریف فرما تھے۔ بلند و بالا درخت اپنی شاخیں ہوا کے ساتھ آہستہ آہستہ ہلا رہے تھے، اور ہر طرف پرندوں کی دلنشین آوازیں گونج رہی تھیں۔ آپ نے نہایت غور سے اس منظر کو دیکھا، پھر مسکراتے ہوئے فرمایا: جو شخص دل کی آنکھ سے دیکھتا ہے، وہ درختوں کی خاموش زبان بھی سمجھ لیتا ہے اور پرندوں کی چہچہاہٹ میں بھی اپنے رب کی تسبیح سن لیتا ہے۔ پوری کائنات اپنے خالق کی حمد میں مصروف ہے، خاموش صرف انسان کا غافل دل ہے۔

فرمایا: درخت اپنی زبان سے نہیں بولتے، مگر ان کا وجود اللہ تعالیٰ کی قدرت کا اعلان کرتا ہے۔ ان کی جڑیں زمین میں، شاخیں آسمان کی طرف، سایہ مسافروں کے لیے، پھل بھوکوں کے لیے، اور لکڑی انسان کے فائدے کے لیے ہے۔ وہ اپنی پوری زندگی دوسروں کو دیتے ہیں، مگر کبھی بدلے کا مطالبہ نہیں کرتے۔ یہی اخلاص ہے، یہی ایثار ہے، اور یہی بندگی کا حسن ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّ فَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ ﴿۲۴﴾

ترجمہ: کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے پاکیزہ کلمے کی مثال ایک پاکیزہ درخت کی طرح بیان فرمائی ہے، جس کی جڑ مضبوطی سے زمین میں جمی ہوئی ہے اور جس کی شاخیں آسمان تک پہنچی ہوئی ہیں۔

(سورۃ ابراہیم:24)

حافظ صاحب نے فرمایا:

مومن کو بھی ایسے درخت کی مانند ہونا چاہیے۔ اس کا ایمان مضبوط جڑوں کی طرح ثابت ہو، اس کے اخلاق شاخوں کی طرح بلند ہوں، اس کی گفتگو پھلوں کی طرح شیریں ہو، اور اس کی زندگی دوسروں کے لیے سایۂ رحمت بن جائے۔

پھر فرمایا: پرندوں کو دیکھو! نہ ان کے پاس خزانے ہیں، نہ کل کی فکر میں وہ بے چین ہوتے ہیں، مگر ہر صبح اپنے رب کی حمد کرتے ہوئے نکلتے ہیں اور شام کو اپنا رزق لے کر واپس آتے ہیں۔ ان کی ہر آواز میں توکل، شکر اور تسبیح کا پیغام پوشیدہ ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ الطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ ؕ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَ تَسْبِيْحَهٗ ؕ

ترجمہ: کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جو بھی آسمانوں اور زمین میں ہے سب اللہ کی تسبیح کرتے ہیں، اور پرندے بھی اپنے پر پھیلائے ہوئے (اس کی حمد و تسبیح میں مشغول ہیں)۔ ہر ایک اپنی عبادت اور اپنی تسبیح کا طریقہ خوب جانتا ہے۔

(سورۃ النور:41)

حافظ صاحب نے فرمایا:

جب صبح پرندوں کی آواز سنو تو اسے صرف ایک خوبصورت آواز نہ سمجھو، بلکہ یہ یاد کرو کہ وہ اپنے رب کی تسبیح میں مشغول ہیں۔ اگر ایک چھوٹا سا پرندہ اپنے رب کو نہیں بھولتا، تو انسان کو کیسے زیب دیتا ہے کہ وہ اپنی مصروفیات میں اپنے رب سے غافل ہو جائے؟

پھر فرمایا: درخت آندھیوں میں بھی اپنی جڑیں نہیں چھوڑتے، اور پرندے تاریک رات کے بعد بھی صبح کی امید نہیں چھوڑتے۔ درخت ہمیں استقامت سکھاتے ہیں، اور پرندے ہمیں حسنِ توکل اور امید کا سبق دیتے ہیں۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ مبارک فرمان سنایا:

لَوْ أَنَّكُمْ تَتَوَكَّلُونَ عَلَى اللهِ حَقَّ تَوَكُّلِهِ، لَرَزَقَكُمْ كَمَا يَرْزُقُ الطَّيْرَ، تَغْدُو خِمَاصًا وَتَرُوحُ بِطَانًا

ترجمہ: اگر تم اللہ پر ایسا بھروسہ کرو جیسا اس پر بھروسا کرنے کا حق ہے، تو وہ تمہیں بھی اسی طرح رزق عطا فرمائے گا جس طرح پرندوں کو رزق دیتا ہے؛ وہ صبح خالی پیٹ نکلتے ہیں اور شام کو بھرے ہوئے پیٹ کے ساتھ واپس لوٹتے ہیں۔

(سنن الترمذی: 2344)

حافظ صاحب نے فرمایا:

اے اللہ کے بندو! اپنے ایمان کو درخت کی جڑوں کی طرح مضبوط بنالو، اپنے کردار کو اس کے پھلوں کی طرح نفع بخش بنالو، اپنی زبان کو پرندوں کی طرح اللہ کے

ذکر سے تر رکھو، اور اپنے دل کو توکل، شکر اور تسبیح سے آباد کر لو۔ جب تمہاری زندگی مخلوق کے لیے رحمت بن جائے گی، تب تم اپنے رب کے محبوب بندوں میں شامل ہو جاؤ گے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَ الْاَرْضُ وَ مَنْ فِيْهِنَّ ؕ وَ اِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَ لٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ؕ

ساتوں آسمان، زمین اور جو کچھ ان میں ہے سب اس کی تسبیح کرتے ہیں، اور کوئی چیز ایسی نہیں جو اس کی حمد کے ساتھ تسبیح نہ کرتی ہو، لیکن تم ان کی تسبیح کو سمجھ نہیں سکتے۔

(سورۃ الاسراء:44)

حافظ صاحب نے فرمایا:

جب تم درختوں کو دیکھو تو خدمت اور ایثار یاد کرو، جب پرندوں کو دیکھو تو توکل اور تسبیح یاد کرو، اور جب پوری کائنات کو دیکھو تو اپنے دل کو اللہ تعالیٰ کی معرفت، محبت اور عظمت سے بھر لو۔ یہی نگاہ انسان کو مخلوق سے خالق تک پہنچاتی ہے، اور یہی معرفت کا حقیقی راستہ ہے۔

آخر میں حافظ صاحب نے نہایت عاجزی، محبت اور رقت کے ساتھ دعا فرمائی:

اے اللہ! ہمارے دلوں کو اپنے ذکر سے آباد فرما، ہمیں درختوں جیسا ایثار، پرندوں جیسا توکل، اور پوری کائنات کی طرح اپنی اطاعت اور تسبیح میں مشغول رہنے کی توفیق عطا فرما۔ ہمارے ایمان کو مضبوط، ہمارے اخلاق کو خوشبودار، اور ہماری

زندگی کو اپنی رضا اور اپنی رحمت کا ذریعہ بنا دے۔ آمین یارب العالمین۔

شہد کی مکھی - چیونٹی کی محنت

حافظ صاحب ایک باغ میں تشریف فرما تھے۔ رنگ برنگے پھولوں پر شہد کی مکھیاں مسلسل منڈلا رہی تھیں، اور زمین پر چیونٹیوں کی قطار اپنے رزق کو اٹھائے خاموشی سے اپنی منزل کی طرف بڑھ رہی تھی۔ آپ نے نہایت غور سے اس منظر کو دیکھا، پھر محبت بھرے لہجے میں فرمایا: اللہ تعالیٰ کی چھوٹی چھوٹی مخلوقات بھی انسان کو بڑے بڑے سبق دیتی ہیں۔ شہد کی مکھی ہمیں اخلاص، نفع رسانی اور پاکیزگی سکھاتی ہے، جبکہ چیونٹی ہمیں محنت، نظم، صبر اور دور اندیشی کا درس دیتی ہے۔

فرمایا: شہد کی مکھی ہر پھول پر نہیں بیٹھتی، بلکہ پاکیزہ اور عمدہ پھولوں کا انتخاب کرتی ہے۔ پھر ان سے رس جمع کرتی ہے اور اللہ کے حکم سے ایسا شہد تیار کرتی ہے جس میں انسان کے لیے شفا رکھی گئی ہے۔ مومن کو بھی اپنی نگاہ، اپنی زبان، اپنے کان اور اپنے دل کو پاکیزہ رکھنا چاہیے۔ وہ صرف خیر قبول کرے، خیر سوچے، خیر بولے اور خیر ہی دوسروں تک پہنچائے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

وَ اَوۡحٰی رَبُّكَ اِلَی النَّحۡلِ اَنِ اتَّخِذِیۡ
مِنَ الۡجِبَالِ بُیُوۡتًا وَّ مِنَ الشَّجَرِ وَ مِمَّا
یَعۡرِشُوۡنَ ﴿۶۸﴾ ثُمَّ كُلِیۡ مِنۡ كُلِّ الثَّمَرٰتِ
فَاسۡلُكِیۡ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا ؕ یَخۡرُجُ مِنۡ

بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ ؕ

ترجمہ: اور آپ کے رب نے شہد کی مکھی کو الہام فرمایا کہ پہاڑوں میں، درختوں میں اور ان چھتوں میں جو لوگ بناتے ہیں، اپنے گھر بنا۔ پھر ہر قسم کے پھلوں سے کھا، اور اپنے رب کے ہموار کیے ہوئے راستوں پر چلتی رہ۔ اس کے پیٹ سے مختلف رنگوں کا ایک مشروب (شہد) نکلتا ہے، جس میں لوگوں کے لیے شفا ہے۔

(سورۃ النحل:68-69)

حافظ صاحب نے فرمایا:

شہد کی مکھی پھول کو نقصان نہیں پہنچاتی بلکہ اس سے فائدہ لے کر دوسروں کو فائدہ پہنچاتی ہے۔ اسی طرح مومن کسی کو تکلیف نہیں دیتا بلکہ جہاں جاتا ہے وہاں خیر، محبت، علم اور بھلائی چھوڑ کر آتا ہے۔ اس کی موجودگی رحمت ہوتی ہے اور اس کی جدائی بھی اچھے آثار چھوڑ جاتی ہے۔

پھر فرمایا: اب چیونٹی کو دیکھو۔ اس کا جسم کتنا چھوٹا ہے، مگر اس کی محنت کتنی عظیم ہے۔ وہ کبھی سستی نہیں کرتی، کبھی مایوس نہیں ہوتی، کبھی دوسروں کا بوجھ نہیں بنتی۔ وہ مسلسل اپنے مقصد کی طرف بڑھتی رہتی ہے اور اپنی پوری جماعت کے ساتھ نظم وضبط سے زندگی گزارتی ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

حَتّٰۤى اِذَاۤ اَتَوْا عَلٰى وَادِ النَّمْلِ ۙ قَالَتْ نَمْلَةٌ يّٰۤاَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ ۚ

لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٰنُ وَ جُنُوْدُهٗ ۙ وَ هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۸﴾

ترجمہ: یہاں تک کہ جب وہ چیونٹیوں کی وادی میں پہنچے تو ایک چیونٹی نے کہا: اے چیونٹیو! اپنے اپنے گھروں میں داخل ہو جاؤ، کہیں ایسا نہ ہو کہ سلیمان اور ان کے لشکر بے خبری میں تمہیں اپنے پاؤں تلے کچل دیں۔

(سورۃ النمل:18)

حافظ صاحب نے فرمایا:

اس ایک چیونٹی نے اپنی قوم کی فکر کی، انہیں خطرے سے آگاہ کیا اور اپنی ذمہ داری ادا کی۔ مومن بھی ایسا ہی ہوتا ہے، وہ صرف اپنی فکر نہیں کرتا بلکہ اپنے اہلِ خانہ، اپنے معاشرے اور پوری امت کی خیر خواہی کرتا ہے۔

پھر فرمایا: شہد کی مکھی ہمیں یہ سکھاتی ہے کہ دوسروں کے لیے شفا اور راحت بنو، اور چیونٹی ہمیں یہ سکھاتی ہے کہ محنت، صبر اور مستقل مزاجی کو کبھی نہ چھوڑو۔ جو شخص محنت کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی کوشش میں برکت عطا فرماتا ہے، اور جو دوسروں کے لیے فائدہ مند بنتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے اپنی محبت عطا فرماتا ہے۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ مبارک فرمان سنایا:

الْمُؤْمِنُ الَّذِيْ يُخَالِطُ النَّاسَ وَيَصْبِرُ عَلٰى أَذَاهُمْ، خَيْرٌ مِنَ الْمُؤْمِنِ الَّذِيْ لَا يُخَالِطُ النَّاسَ وَلَا يَصْبِرُ عَلٰى أَذَاهُمْ

ترجمہ: وہ مومن جو لوگوں کے ساتھ میل جول رکھتا ہے اور ان کی ایذا رسانی پر صبر کرتا ہے، اس مومن سے بہتر ہے جو نہ لوگوں سے میل جول رکھتا ہے اور نہ ہی ان کی تکلیفوں پر صبر کرتا ہے۔

(سنن ابن ماجہ:4032، جامع الترمذی:2507)

حافظ صاحب نے فرمایا:

اپنے کردار کو شہد کی طرح شیریں بنالو، اپنی محنت کو چیونٹی کی طرح مسلسل رکھو، اپنے دل کو اخلاص سے بھر لو، اور اپنی زندگی کو دوسروں کے لیے فائدہ مند بنادو۔ اللہ تعالیٰ کو وہ بندہ محبوب ہے جس کے وجود سے خیر پھیلے، جس کی محنت میں اخلاص ہو اور جس کے اعمال میں استقامت ہو۔

آخر میں حافظ صاحب نے نہایت عاجزی، محبت اور رقت کے ساتھ دعا فرمائی:

اے اللہ! ہمیں شہد کی مکھی جیسا اخلاص، پاکیزگی اور نفع رسانی عطا فرما، چیونٹی جیسی محنت، صبر، نظم اور استقامت عطا فرما۔ ہمارے اعمال کو قبول فرما، ہمارے اخلاق کو شیریں بنا، ہمارے دلوں کو اپنی محبت سے بھر دے، اور ہمیں اپنی مخلوق کے لیے خیر و برکت کا ذریعہ بنادے۔ آمین یارب العالمین۔

موسموں کی تبدیلیوں کے راز

حافظ صاحب ایک صبح باغ میں تشریف فرما تھے۔ بہار کی نرم ہوا پھولوں کی خوشبو بکھیر رہی تھی، درخت نئی کونپلوں سے سجے ہوئے تھے۔ آپ نے مسکراتے ہوئے فرمایا: کبھی بہار آتی ہے، کبھی گرمی، کبھی خزاں، کبھی سردی۔ موسم بدلتے رہتے ہیں، مگر ان سب کے پیچھے ایک ہی رب کی حکمت کارفرما ہے۔ جو موسموں کے بدلنے میں اللہ کی قدرت کو دیکھ لیتا ہے، اس کے دل میں ایمان تازہ ہو جاتا ہے۔

فرمایا: موسموں کی تبدیلی محض قدرتی عمل نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی عظیم نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔ ہر موسم اپنے ساتھ ایک پیغام لے کر آتا ہے۔ بہار امید کا پیغام دیتی ہے، گرمی محنت کا سبق دیتی ہے، خزاں فنا کا احساس دلاتی ہے، اور سردی صبر، سکون اور تیاری کا درس دیتی ہے۔ مومن ہر موسم میں اپنے رب کی حکمت کو پہچانتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

اِنَّ فِی اخۡتِلَافِ الَّیۡلِ وَ النَّهَارِ وَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یَّتَّقُوۡنَ ﴿۶﴾

ترجمہ: بے شک رات اور دن کے بدلتے رہنے میں، اور جو کچھ اللہ نے آسمانوں اور زمین میں پیدا فرمایا ہے، ان سب میں تقویٰ اختیار کرنے والوں کے لیے بڑی نشانیاں ہیں۔

(سورۃ یونس:6)

حافظ صاحب نے فرمایا:

بہار آتی ہے تو مردہ دکھائی دینے والے درخت زندہ ہو جاتے ہیں۔ یہی منظر ہمیں قیامت کے دن دوبارہ زندہ کیے جانے کی یاد دلاتا ہے۔ جس رب نے خشک زمین کو دوبارہ سرسبز کر دیا، وہ انسان کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنے پر بھی پوری قدرت رکھتا ہے۔

پھر فرمایا: گرمی کی شدت ہمیں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی قدر سکھاتی ہے۔ جب سورج کی تپش بڑھتی ہے تو انسان سایہ تلاش کرتا ہے، پانی کی قیمت پہچانتا ہے اور

راحت کی نعمت کا احساس کرتا ہے۔ اسی طرح دنیا کی سختیاں انسان کو اپنے رب کی طرف رجوع کرنے کا موقع دیتی ہیں۔

پھر فرمایا: خزاں کا موسم یہ پیغام دیتا ہے کہ دنیا کی ہر بہار کے بعد ایک خزاں بھی آتی ہے۔ جوانی کے بعد بڑھاپا، صحت کے بعد کمزوری، اور زندگی کے بعد موت ہے۔ اس لیے دنیا کی رونقوں پر مغرور نہ ہونا، بلکہ ہر حال میں آخرت کی تیاری کرتے رہنا۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّ شَیْبَةً ؕ

ترجمہ: اللہ ہی وہ ہے جس نے تمہیں کمزوری کی حالت میں پیدا کیا، پھر کمزوری کے بعد تمہیں قوت عطا فرمائی، پھر قوت کے بعد دوبارہ کمزوری اور بڑھاپا مقدر کر دیا۔

(سورۃ الروم:54)

حافظ صاحب نے فرمایا:

سردی کا موسم انسان کو سکون، تفکر اور عبادت کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ لمبی راتیں قیامِ اللیل کا موقع دیتی ہیں اور مختصر دن روزے کی آسانی پیدا کرتے ہیں۔ اہلِ ایمان ہر موسم کو اللہ کی عبادت کا ذریعہ بنا لیتے ہیں۔

پھر فرمایا: موسم بدلتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کی رحمت نہیں بدلتی، اس کی قدرت نہیں بدلتی، اس کا علم نہیں بدلتا، اور اس کی محبت اپنے مخلص بندوں کے لیے ہمیشہ باقی رہتی

ہے۔اس لیے اپنے دل کو بھی ہر حال میں اپنے رب کے ساتھ جوڑے رکھو، خواہ زندگی میں بہار ہو یا خزاں۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ مبارک فرمان سنایا:

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ لِرَجُلٍ وَّ هُوَ يَعِظُهُ: اغْتَنِمْ خَمْسًا قَبْلَ خَمْسٍ: شَبَابَكَ قَبْلَ هَرَمِكَ، وَصِحَّتَكَ قَبْلَ سَقَمِكَ، وَغِنَاكَ قَبْلَ فَقْرِكَ، وَفَرَاغَكَ قَبْلَ شُغْلِكَ، وَحَيَاتَكَ قَبْلَ مَوْتِكَ.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت جانو: اپنی جوانی کو بڑھاپے سے پہلے، اپنی صحت کو بیماری سے پہلے، اپنی خوش حالی کو محتاجی سے پہلے، اپنے فراغت کے وقت کو مصروفیت سے پہلے، اور اپنی زندگی کو اپنی موت سے پہلے۔

(المستدرک للحاکم:7846)

حافظ صاحب نے فرمایا:

جس طرح موسم ہمیشہ ایک جیسے نہیں رہتے، اسی طرح انسان کی زندگی بھی ایک حال پر قائم نہیں رہتی۔ خوشی آئے تو شکر کرو، آزمائش آئے تو صبر کرو، آسانی ملے تو

عاجزی اختیار کرو، اور تنگی آئے تو اللہ پر توکل مضبوط کر لو۔ یہی ایمان کی خوبصورتی ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

وَ تِلْكَ الْاَیَّامُ نُدَاوِلُهَا بَیْنَ النَّاسِ ۚ

ترجمہ: اور یہ دن ہیں جنہیں ہم لوگوں کے درمیان بدلتے رہتے ہیں۔

(سورۃ آلِ عمران:140)

حافظ صاحب نے فرمایا:

موسموں کی تبدیلی تمہیں یہ یاد دلانے آئی ہے کہ دنیا بدلنے والی ہے، صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔ لہٰذا اپنا دل فانی موسموں سے نہیں بلکہ باقی رہنے والے رب سے وابستہ کرو۔ جب دل اللہ کے ساتھ جڑ جائے تو زندگی کا ہر موسم رحمت، برکت اور سکون کا موسم بن جاتا ہے۔

آخر میں حافظ صاحب نے نہایت عاجزی، محبت اور گریہ کے ساتھ دعا فرمائی:

اے اللہ! ہمیں اپنی قدرت کی نشانیوں میں غور و فکر کرنے کی توفیق عطا فرما، موسموں کی تبدیلی سے اپنی حکمت اور اپنی عظمت کو پہچاننے والا بنا، ہمارے دلوں کو ہر حال میں اپنے ذکر سے آباد رکھ، ہمیں شکر، صبر، توکل اور رضا کی دولت عطا فرما، اور ہماری زندگی کے ہر موسم کو اپنی رحمت، اپنی محبت اور اپنی رضا کا ذریعہ بنا دے۔ آمین یارب العالمین۔

جنگل کی خاموشی – بہار کا پیغام

حافظ صاحب ایک گھنے جنگل کے کنارے تشریف فرما تھے۔ چاروں طرف درخت خاموش کھڑے تھے، ہلکی ہلکی ہوا پتوں کو آہستگی سے ہلا رہی تھی، پرندوں کی

مدھم آوازیں فضا میں گونج رہی تھیں، اور بہار کی آمد سے ہر طرف سبزہ اور پھول اپنی خوبصورتی بکھیر رہے تھے۔ آپ نے دیر تک اس منظر کو دیکھا، پھر نہایت محبت اور حکمت بھرے انداز میں فرمایا: جنگل کی خاموشی بھی بولتی ہے، اور بہار کا ہر پھول بھی پیغام دیتا ہے۔ سننے والا دل چاہیے، ورنہ قدرت کی یہ عظیم کتاب انسان کی نگاہوں کے سامنے کھلی رہتی ہے اور وہ پھر بھی غافل رہتا ہے۔

فرمایا: جنگل کی خاموشی انسان کو اپنے باطن کی آواز سننا سکھاتی ہے۔ جب زبان خاموش ہوتی ہے تو دل بولنے لگتا ہے، اور جب دل اللہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو معرفت کے دروازے کھلنے لگتے ہیں۔ آج انسان شور میں رہ کر اپنے آپ کو کھو بیٹھا ہے، حالانکہ کبھی تنہائی میں بیٹھ کر اپنے رب کو یاد کرے تو دل کو حقیقی سکون نصیب ہو۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَ يَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ

ترجمہ: جو لوگ کھڑے، بیٹھے اور اپنی کروٹوں کے بل (ہر حال میں) اللہ کو یاد کرتے رہتے ہیں، اور آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں غور و فکر کرتے ہیں۔

(سورۃ آلِ عمران: 191)

حافظ صاحب نے فرمایا:

جنگل میں کھڑا ہر درخت اللہ کی حمد کر رہا ہے، ہر پتا اس کی تسبیح میں مصروف ہے، ہر ہوا کا جھونکا اس کے حکم کا پابند ہے۔ اگر انسان کا دل بھی ذکرِ الٰہی سے آباد ہو جائے تو اس کی خاموشی بھی عبادت بن جاتی ہے۔

پھر فرمایا: بہار کو دیکھو! چند روز پہلے یہی درخت خشک دکھائی دیتے تھے، شاخیں سنسان تھیں، زمین بے رونق تھی، مگر اللہ تعالیٰ کے ایک حکم سے ہر طرف زندگی لوٹ آئی۔ نئی کونپلیں نکل آئیں، پھول کھل گئے، خوشبو پھیل گئی اور مردہ زمین پھر زندہ ہوگئی۔ یہ منظر ہمیں قیامت، بعث بعد الموت اور اللہ تعالیٰ کی کامل قدرت کی یاد دلاتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

فَانْظُرْ اِلٰٓى اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ ذٰلِكَ لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۵۰

ترجمہ: پس اللہ کی رحمت کے آثار کو دیکھو کہ وہ کس طرح زمین کو اس کے مردہ ہو جانے کے بعد زندہ کر دیتا ہے۔ بے شک وہی مردوں کو بھی ضرور زندہ کرنے والا ہے، اور وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔

(سورۃ الروم:50)

حافظ صاحب نے فرمایا:

بہار ہمیں امید کا سبق دیتی ہے۔ اگر تمہارا دل گناہوں کی وجہ سے خشک ہو گیا ہو تو توبہ کی بارش اسے پھر سے سرسبز کر سکتی ہے۔ اگر زندگی میں مایوسی چھا گئی ہو تو اللہ کی رحمت کی بہار ہر خزاں کو خوش حالی میں بدل سکتی ہے۔

پھر فرمایا: جنگل کی خاموشی یہ بھی سکھاتی ہے کہ ہر وقت بولنا حکمت نہیں، کبھی خاموش رہنا بھی عبادت بن جاتا ہے۔ خاموشی انسان کو اپنے نفس کا محاسبہ سکھاتی ہے، اپنے عیب دکھاتی ہے اور اللہ کے قریب لے جاتی ہے۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ مبارک فرمان سنایا:

مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ

ترجمہ: جو اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے، اسے چاہیے کہ بھلائی کی بات کہے یا خاموش رہے۔

(صحیح البخاری:6018، صحیح مسلم:47)

حافظ صاحب نے فرمایا:

اے اللہ کے بندو! اپنے دل کو جنگل کی خاموشی جیسا پرسکون بنالو، اپنی روح کو بہار کی تازگی جیسی زندگی عطا کرو، اپنی زبان کو ذکرِ الٰہی سے تر رکھو، اور اپنے اعمال کو ایسے پھول بنادو جن کی خوشبو دنیا اور آخرت دونوں میں باقی رہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ ﴿٣٧﴾

بے شک اس میں اس شخص کے لیے نصیحت ہے جس کے پاس بیدار دل ہو یا جو پوری توجہ سے سنے۔

(سورۃ ق:37)

حافظ صاحب نے فرمایا:

دنیا کے جنگل ایک دن ختم ہو جائیں گے، بہار کے پھول بھی مرجھا جائیں گے، مگر جس دل میں اللہ کی محبت کھل جائے، اس کی بہار کبھی ختم نہیں ہوتی۔ لہٰذا اپنے دل کو

ایمان، ذکر، شکر اور معرفت سے آباد کرو، تا کہ تمہاری روح ہمیشہ ربِ کریم کی رحمت کی بہار میں رہے۔

آخر میں حافظ صاحب نے نہایت عاجزی، محبت اور گریہ کے ساتھ دعا فرمائی:

اے اللہ! ہمارے دلوں کو اپنی یاد کی خاموشی عطا فرما، ہماری روحوں کو اپنی محبت کی بہار عطا فرما، ہمیں اپنی قدرت کی نشانیوں میں غور و فکر کرنے والا بنا، ہمارے باطن کو ایمان کے نور سے منور فرما، اور ہماری زندگی کو اپنی رضا، اپنی معرفت اور اپنی دائمی رحمت کا گلستان بنا دے۔ آمین یا رب العالمین۔

حصہ:-13

انسان صانع قدرت کا عظیم شاہکار

حافظ صاحب ایک مجلس میں خاموش بیٹھے تھے۔ سامنے مختلف عمر کے لوگ موجود تھے؛ کوئی بچہ تھا، کوئی نوجوان، کوئی بوڑھا۔ آپ نے سب کی طرف محبت بھری نگاہ سے دیکھا، پھر نہایت وقار اور درد بھرے لہجے میں فرمایا: تم نے پہاڑ دیکھے، سمندر دیکھے، ستارے دیکھے، درخت اور پرندے دیکھے، مگر اللہ تعالیٰ کی سب سے حیرت انگیز نشانی خود انسان ہے۔ اگر انسان اپنے آپ کو پہچان لے تو اپنے رب کو پہچاننے کا راستہ آسان ہو جاتا ہے۔

فرمایا: انسان مٹی سے بنایا گیا، مگر اس کے اندر ایسی عظیم روح پھونکی گئی جس نے اسے تمام مخلوقات میں ممتاز کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے عقل عطا کی، شعور عطا کیا، محبت عطا کی، اختیار عطا کیا اور پھر اسے اپنی بندگی کے لیے منتخب فرمایا۔ یہی انسان کی اصل عظمت ہے، نہ اس کا مال، نہ اس کا منصب اور نہ اس کی شہرت۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ۝۴

ترجمہ: بے شک ہم نے انسان کو نہایت بہترین ساخت اور عمدہ انداز میں پیدا فرمایا ہے۔

(سورۃ التین: 4)

حافظ صاحب نے فرمایا:

اپنے جسم پر غور کرو۔ آنکھ دیکھتی ہے مگر خود کو نہیں دیکھ سکتی، دل دھڑکتا ہے مگر تمہارے حکم سے نہیں، سانس چلتی ہے مگر تم اسے مستقل اپنے اختیار میں نہیں رکھ سکتے۔ ہر عضو زبانِ حال سے پکار رہا ہے کہ ہمارا ایک رب ہے، ایک خالق ہے، ایک مدبر ہے جو ہر لمحہ ہمیں سنبھالے ہوئے ہے۔

پھر فرمایا: انسان کی اصل خوبصورتی اس کے چہرے میں نہیں بلکہ اس کے دل میں ہے۔ اگر دل ایمان سے روشن ہو تو چہرہ بھی نورانی ہو جاتا ہے، زبان بھی پاکیزہ ہو جاتی ہے اور کردار بھی خوشبو بن جاتا ہے۔ لیکن اگر دل گناہوں سے تاریک ہو جائے تو ظاہری حسن بھی انسان کو حقیقی عزت نہیں دے سکتا۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۲۱﴾

اور تمہارے اپنے وجود میں بھی (بہت سی نشانیاں ہیں)، کیا تم دیکھتے نہیں؟

(سورۃ الذاریات: 21)

حافظ صاحب نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا، مگر ساتھ ہی امتحان میں بھی رکھا۔ فرشتے نافرمانی نہیں کرتے، جانور خواہشات کے تابع ہیں، مگر انسان کو عقل بھی دی گئی اور نفس بھی۔ جو اپنے نفس کو اللہ کے حکم کے تابع کر لیتا ہے، وہ فرشتوں سے بھی بلند مقام پا لیتا ہے، اور جو خواہشات کا غلام بن جاتا ہے، وہ اپنی عظمت کھو دیتا ہے۔

پھر فرمایا: اپنے وجود کو صرف جسم نہ سمجھو۔ تمہارا جسم مٹی سے ہے، مگر تمہاری روح آسمانی امانت ہے۔ جسم کی غذا روٹی ہے، مگر روح کی غذا اللہ کا ذکر، قرآنِ کریم، محبتِ رسول ﷺ اور اطاعتِ الٰہی ہے۔ اگر جسم توانا ہو اور روح کمزور ہو تو انسان اندر سے خالی رہ جاتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

ثُمَّ سَوّٰىهُ وَ نَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَ جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ الْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝۹

ترجمہ: پھر اس نے اسے درست اور متناسب بنایا، اور اس میں اپنی طرف سے روح پھونک دی، اور تمہارے لیے کان، آنکھیں اور دل عطا فرمائے، مگر تم بہت ہی کم شکر ادا کرتے ہو۔

(سورۃ السجدۃ:9)

حافظ صاحب نے فرمایا: اے انسان! اپنے آپ کو معمولی نہ سمجھ۔ اگر تو اللہ کا بندہ بن جائے تو تیرا مقام بہت بلند ہے، اور اگر اپنے رب سے منہ موڑ لے تو دنیا کی کوئی چیز تجھے عزت نہیں دے سکتی۔ تیری اصل پہچان یہ ہے کہ تو اپنے خالق کا عبد ہے، اور یہی عبدیت تیری سب سے بڑی شان ہے۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ مبارک فرمان سنایا:

إِنَّ اللهَ لَا يَنظُرُ إِلٰى صُوَرِكُمْ وَلَا إِلٰى أَجْسَادِكُمْ، وَلٰكِنْ يَنظُرُ إِلٰى قُلُوبِكُمْ وَأَعْمَالِكُمْ

ترجمہ: بے شک اللہ تمہاری صورتوں اور تمہارے جسموں کو نہیں دیکھتا، بلکہ وہ تمہارے دلوں اور تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے۔

(صحیح مسلم:2564)

حافظ صاحب نے فرمایا:

اپنے دل کو ایمان کا گھر بنالو، اپنی زبان کو ذکر سے آباد رکھو، اپنی آنکھوں کو حیا کا نور عطا کرو، اپنے ہاتھوں کو خدمت کے لیے استعمال کرو، اپنے قدموں کو نیکی کی راہوں پر چلاؤ، اور اپنی پوری زندگی اپنے رب کی رضا کے لیے وقف کر دو۔ تب تم واقعی صانعِ قدرت کے عظیم شاہکار ہونے کا حق ادا کرو گے۔

آخر میں حافظ صاحب نے نہایت رقت، عاجزی اور محبت کے ساتھ دعا فرمائی:

اے اللہ! ہمیں اپنی تخلیق کی عظمت پہچاننے کی توفیق عطا فرما، ہمارے دلوں کو ایمان کے نور سے منور فرما، ہماری روحوں کو اپنی معرفت سے زندہ رکھ، ہمیں اپنی بندگی کا حقیقی ذوق عطا فرما، اور ہماری زندگی کو اپنے محبوب رسول ﷺ کی سنت کے مطابق گزارنے کی توفیق عطا فرما۔ ہمیں دنیا و آخرت میں اپنی رضا، اپنی رحمت اور اپنے قربِ خاص سے نواز دے۔ آمین یارب العالمین۔

جسم کا نظام – روح کا راز

حافظ صاحب ایک مجلسِ ذکر میں خاموش بیٹھے تھے۔ آپ نے حاضرین کی طرف محبت بھری نگاہ سے دیکھا، پھر اپنے سینے پر ہاتھ رکھا اور فرمایا: انسان اپنے جسم کی حفاظت کے لیے کتنی فکر کرتا ہے، مگر اپنی روح کی خبر کم لیتا ہے۔ یاد رکھو! جسم اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم تخلیق ہے، مگر روح اس کی ایک عظیم امانت ہے۔ جب جسم اور روح دونوں اپنے رب کے تابع ہو جائیں تو انسان حقیقی کامیابی پا لیتا ہے۔

فرمایا: اپنے جسم پر غور کرو۔ دل مسلسل دھڑک رہا ہے، خون رگوں میں دوڑ رہا ہے، سانس بغیر رکے چل رہی ہے، آنکھیں دیکھ رہی ہیں، کان سن رہے ہیں، دماغ

سوچ رہا ہے، زبان بول رہی ہے۔ یہ سب نظام ایک لمحہ بھی اللہ تعالیٰ کی مشیت کے بغیر قائم نہیں رہ سکتا۔ اگر ربِ کریم ایک لمحے کے لیے اپنی حفاظت اٹھالے تو انسان اپنی کسی طاقت سے ایک سانس بھی برقرار نہیں رکھ سکتا۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

وَ فِیۡۤ اَنۡفُسِکُمۡ ؕ اَفَلَا تُبۡصِرُوۡنَ ﴿۲۱﴾

ترجمہ: اور تمہارے اپنے وجود میں بھی (بہت سی نشانیاں ہیں)، کیا تم غور نہیں کرتے؟

(سورۃ الذاریات: 21)

حافظ صاحب نے فرمایا:

جسم کی ہر رگ، ہر ہڈی، ہر پٹھا اور ہر خلیہ اپنے خالق کی قدرت کی گواہی دے رہا ہے۔ انسان جتنا اپنے جسم کے نظام پر غور کرتا ہے، اتنا ہی اس کے دل میں اپنے رب کی عظمت بڑھتی جاتی ہے۔

پھر فرمایا: مگر اے اللہ کے بندو! جسم سے بھی زیادہ عظیم راز روح ہے۔ روح نہ آنکھوں سے دکھائی دیتی ہے اور نہ عقل اس کی حقیقت کو پوری طرح پا سکتی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا ایک ایسا راز ہے جس کی مکمل حقیقت صرف وہی جانتا ہے۔ جسم مٹی سے تعلق رکھتا ہے، مگر روح کا تعلق عالمِ امر سے ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

وَ یَسۡـَٔلُوۡنَکَ عَنِ الرُّوۡحِ ؕ قُلِ الرُّوۡحُ مِنۡ اَمۡرِ رَبِّیۡ وَ مَاۤ اُوۡتِیۡتُمۡ مِّنَ الۡعِلۡمِ اِلَّا

قَلِيْلًا ﴿۸۵﴾

ترجمہ: اور وہ آپ سے روح کے بارے میں پوچھتے ہیں، آپ فرما دیجیے: روح میرے رب کے حکم میں سے ہے، اور تمہیں بہت ہی تھوڑا علم دیا گیا ہے۔

(سورۃ الاسراء:85)

حافظ صاحب نے فرمایا:

جسم کی غذا کھانا اور پانی ہے، لیکن روح کی غذا ایمان، ذکرِ الٰہی، تلاوتِ قرآن، محبتِ رسول ﷺ، اخلاص، توبہ اور عبادت ہے۔ اگر جسم مضبوط ہو مگر روح بھوکی ہو تو انسان اندر سے ٹوٹ جاتا ہے، اور اگر روح اللہ کی محبت سے زندہ ہو تو کمزور جسم بھی عظیم کارنامے انجام دے سکتا ہے۔

پھر فرمایا: جسم بیمار ہوتا ہے تو انسان فوراً طبیب کے پاس جاتا ہے، مگر جب روح حسد، تکبر، ریا، غفلت، حرص اور گناہوں سے بیمار ہو جائے تو اکثر اس کی فکر نہیں کرتا۔ حالانکہ روح کی بیماری جسم کی بیماری سے کہیں زیادہ خطرناک ہے، کیونکہ جسم کی بیماری دنیا تک محدود ہوتی ہے، جبکہ روح کی بیماری آخرت کو بھی متاثر کرتی ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ۝ وَ قَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا ۝

ترجمہ: یقیناً وہ کامیاب ہو گیا جس نے اپنے نفس کو پاک کر لیا، اور یقیناً وہ نامراد ہوا جس نے اسے آلودہ کر دیا۔

(سورۃ الشمس:9-10)

حافظ صاحب نے فرمایا:

اپنے جسم کو حلال رزق سے طاقت دو، اور اپنی روح کو حلال اعمال سے قوت دو۔ جسم کو پاکیزگی سے آراستہ کرو، اور روح کو تقویٰ سے مزین کرو۔ جسم کو سجدوں کی عادت ڈالو، اور روح کو اللہ کی محبت کا ذوق عطا کرو۔ یہی زندگی کا حسن ہے اور یہی بندگی کی معراج ہے۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ مبارک فرمان سنایا:

أَلَا وَ إِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً، إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ، وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ، أَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ

خبردار! جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے، جب وہ درست ہو جائے تو سارا جسم درست ہو جاتا ہے، اور جب وہ خراب ہو جائے تو سارا جسم خراب ہو جاتا ہے۔ سن لو! وہ دل ہے۔

(صحیح البخاری:52، صحیح مسلم:1599)

حافظ صاحب نے فرمایا:

اپنے دل کو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے زندہ رکھو، کیونکہ یہی روح کا نور ہے۔ اپنے جسم کو اللہ کی اطاعت میں لگاؤ، کیونکہ یہی جسم کا شرف ہے۔ جب جسم سجدے میں ہو اور روح محبتِ الٰہی میں ڈوبی ہو، تب بندہ اپنے رب کے سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے۔

آخر میں حافظ صاحب نے نہایت رقت، محبت اور عاجزی کے ساتھ دعا فرمائی:

اے اللہ! ہمارے جسموں کو اپنی اطاعت کی قوت عطا فرما، ہماری روحوں کو اپنی

محبت اور معرفت سے زندہ رکھ، ہمارے دلوں کو ایمان کے نور سے منور فرما، ہمارے ظاہر و باطن کو پاکیزہ بنا، اور ہمیں ایسی زندگی عطا فرما جس میں ہمارا جسم بھی تیرا فرمانبردار ہو اور ہماری روح بھی تیرے قرب سے ہمیشہ سرشار رہے۔ آمین یا رب العالمین۔

عقل کی نعمت - دل کی دنیا

حافظ صاحب ایک دن اہلِ مجلس کے درمیان تشریف فرما تھے۔ آپ نے نہایت محبت سے حاضرین کی طرف دیکھا، پھر اپنے سر کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل عطا فرمائی تاکہ وہ حق کو پہچانے، اور دل عطا فرمایا تاکہ وہ اپنے رب سے محبت کرے۔ عقل راستہ دکھاتی ہے، مگر دل اس راستے پر چلنے کی قوت دیتا ہے۔ جب عقل نورِ وحی سے روشن ہو اور دل ذکرِ الٰہی سے آباد ہو جائے تو انسان معرفت کی منزلیں طے کرتا ہے۔

فرمایا: عقل اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ اسی کے ذریعے انسان غور و فکر کرتا ہے، حق و باطل میں فرق کرتا ہے، نفع و نقصان کو سمجھتا ہے اور اپنی زندگی کے فیصلے کرتا ہے۔ لیکن یاد رکھو! وہ عقل جو اپنے خالق کو نہ پہچانے، وہ اپنی اصل مقصد سے محروم رہ جاتی ہے۔ حقیقی عقل وہ ہے جو انسان کو اللہ تعالیٰ کی معرفت، رسول اللہ ﷺ کی محبت اور آخرت کی کامیابی کی طرف لے جائے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ﴿۲۴﴾

ترجمہ: بے شک اس میں عقل رکھنے والوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں۔

(سورۃ الروم: 24)

حافظ صاحب نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کی نشانیاں آسمانوں میں بھی رکھیں، زمین میں بھی رکھیں اور خود انسان کے وجود میں بھی رکھ دیں، تاکہ عقل رکھنے والا ہر طرف اپنے رب کی عظمت کو پہچان لے۔ جو شخص صرف دنیا کو دیکھتا ہے، وہ آدھا دیکھتا ہے، اور جو دنیا میں اپنے رب کی قدرت کو دیکھتا ہے، وہ حقیقت کو دیکھ لیتا ہے۔

پھر فرمایا: مگر اے اللہ کے بندو! عقل سے بھی زیادہ قیمتی دل ہے۔ یہی دل ایمان کا گھر ہے، یہی محبتِ الٰہی کا مرکز ہے، یہی خشیتِ خدا کا مقام ہے، اور یہی معرفت کا خزانہ ہے۔ اگر دل زندہ ہو تو عقل صحیح فیصلے کرتی ہے، اور اگر دل مردہ ہو جائے تو عقل بھی خواہشات کی غلام بن جاتی ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَ لٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ ﴿۴۶﴾

ترجمہ: حقیقت یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ وہ دل اندھے ہو جاتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔

(سورۃ الحج:46)

حافظ صاحب نے فرمایا:

دل ایک باغ کی مانند ہے۔ اگر اس میں ایمان، ذکر، اخلاص، محبت، صبر، شکر اور توکل کے پھول کھلیں تو پوری زندگی معطر ہو جاتی ہے۔ لیکن اگر اس میں حسد، تکبر، ریا، کینہ اور دنیا کی محبت اگ آئے تو یہی دل انسان کی ہلاکت کا سبب بن جاتا ہے۔

پھر فرمایا: عقل سوال کرتی ہے، دل یقین پیدا کرتا ہے۔ عقل دلائل تلاش کرتی

ہے، دل اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہے۔ عقل انسان کو علم تک پہنچاتی ہے، اور پاکیزہ دل انسان کو معرفت تک پہنچا دیتا ہے۔ اس لیے اپنی عقل کو قرآن سے روشن کرو اور اپنے دل کو ذکرِ الٰہی سے آباد رکھو۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَىِٕنُّ الْقُلُوْبُ ﴿۲۸﴾

(سورۃ الرعد:28)

ترجمہ: یاد رکھو! اللہ کے ذکر ہی سے دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے۔

حافظ صاحب نے فرمایا: دنیا کی تعلیم عقل کو ترقی دیتی ہے، مگر قرآنِ کریم دل کو زندہ کرتا ہے۔ اسی لیے ایسے بہت سے لوگ ہیں جن کے پاس علم بہت ہے مگر سکون نہیں، اور ایسے بھی ہیں جن کے دل اللہ کے ذکر سے آباد ہیں، اس لیے وہ ہر حال میں مطمئن رہتے ہیں۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ مبارک فرمان سنایا:

اَلتَّقْوٰى هَاهُنَا

''تقویٰ یہاں ہے۔''

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے سینۂ مبارک کی طرف تین مرتبہ اشارہ فرمایا۔

(صحیح مسلم:2564)

حافظ صاحب نے فرمایا:

اپنی عقل کو تکبر سے بچاؤ، اپنے دل کو غفلت سے بچاؤ، اپنی سوچ کو قرآن کے تابع کرو، اور اپنی محبت کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے خالص کر دو۔ جب عقل اور دل دونوں اللہ کے نور سے منور ہو جائیں گے تو انسان نہ دنیا میں گمراہ ہوگا اور

نہ آخرت میں محروم رہے گا۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّ لَا بَنُوْنَ ﴿۸۸﴾ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ﴿۸۹﴾

ترجمہ: جس دن نہ مال فائدہ دے گا اور نہ اولاد، مگر وہ شخص کامیاب ہوگا جو اللہ کے حضور پاکیزہ دل لے کر حاضر ہوگا۔

(سورۃ الشعراء:88-89)

حافظ صاحب نے فرمایا:

اپنی عقل کو علمِ نافع سے آراستہ کرو، اپنے دل کو ایمان اور محبتِ الٰہی سے روشن کرو، اور اپنی زندگی کو ایسے اعمال سے بھر دو جو تمہیں اپنے رب کے قریب کر دیں۔ یہی عقل کی حقیقی کامیابی ہے اور یہی دل کی حقیقی دنیا ہے۔

آخر میں حافظ صاحب نے نہایت عاجزی، محبت اور گریہ کے ساتھ دعا فرمائی:

اے اللہ! ہمیں صحیح عقل، پاکیزہ دل، نورِ ایمان، اخلاصِ عمل، محبتِ رسول ﷺ اور اپنی کامل معرفت عطا فرما۔ ہمارے دلوں کو ہر قسم کی بیماری سے پاک فرما، ہماری عقلوں کو حق کی پہچان عطا فرما، اور ہمیں دنیا و آخرت میں قلبِ سلیم کے ساتھ اپنی بارگاہ میں حاضر ہونے کی سعادت نصیب فرما۔ آمین یارب العالمین۔

دماغ کا کمال-آنکھ کا نور

حافظ صاحب ایک مجلس میں خاموش بیٹھے تھے۔ آپ نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی، پھر حاضرین کی طرف متوجہ ہو کر نہایت محبت بھرے انداز میں فرمایا: انسان

اپنے دماغ کے کمال پر حیران ہوتا ہے اور اپنی آنکھوں کے نور پر خوش ہوتا ہے، مگر بہت کم لوگ اس رب کو یاد کرتے ہیں جس نے یہ دونوں نعمتیں عطا فرمائیں۔ اگر دماغ میں عقل نہ ہو اور آنکھ میں نور نہ ہو تو دنیا کی ساری رونقیں بے معنی ہو جاتی ہیں۔

فرمایا: اللہ تعالیٰ نے انسان کے دماغ کو ایسا حیرت انگیز نظام عطا فرمایا ہے کہ وہ سوچتا ہے، سمجھتا ہے، یاد رکھتا ہے، سیکھتا ہے، فیصلہ کرتا ہے اور بے شمار علوم حاصل کرتا ہے۔ انسان کی تمام ایجادات، تحقیقات اور مہارتیں اسی عقل و شعور کی بدولت ہیں، مگر یہ سب اللہ تعالیٰ کی عطا ہے، انسان کا ذاتی کمال نہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

وَ اللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا ۙ وَّ جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ الْاَفْـِٕدَةَ ۙ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۸﴾

اور اللہ نے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے اس حال میں نکالا کہ تم کچھ نہیں جانتے تھے، پھر اس نے تمہیں کان، آنکھیں اور دل عطا کیے تا کہ تم شکر گزار بنو۔

(سورۃ النحل:78)

حافظ صاحب نے فرمایا:

دماغ کا حقیقی کمال یہ نہیں کہ وہ دنیا کما لے، بلکہ یہ ہے کہ وہ اپنے رب کو پہچان لے۔ جو عقل انسان کو اللہ تعالیٰ سے دور کر دے، وہ عقل نہیں بلکہ آزمائش ہے، اور جو

عقل انسان کو سجدے تک پہنچا دے، وہی حقیقی نعمت ہے۔

پھر فرمایا: اب اپنی آنکھوں پر غور کرو۔ یہی آنکھیں سورج کی روشنی دیکھتی ہیں، قرآنِ کریم کے الفاظ پڑھتی ہیں، اپنے والدین، اولاد اور دوستوں کو پہچانتی ہیں، اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کی بے شمار نشانیاں دیکھتی ہیں۔ اگر ایک لمحے کے لیے یہ نور چھن جائے تو دنیا کی تمام رنگینیاں اندھیرے میں بدل جائیں۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

قُلْ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَكُمْ وَ جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ الْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿۲۳﴾

ترجمہ: فرما دیجیے! وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا اور تمہارے لیے کان، آنکھیں اور دل بنائے، مگر تم بہت کم شکر ادا کرتے ہو۔

(سورۃ الملک:23)

حافظ صاحب نے فرمایا:

آنکھ کا اصل نور صرف دیکھنے میں نہیں بلکہ حق کو پہچاننے میں ہے۔ بہت سے لوگ دیکھتے ہوئے بھی حقیقت کو نہیں دیکھتے، کیونکہ ان کے دل غفلت کے اندھیرے میں ڈوبے ہوتے ہیں۔ اور بہت سے ایسے بھی ہیں جن کی ظاہری نگاہ کمزور ہوتی ہے مگر ان کے دل نورِ ایمان سے روشن ہوتے ہیں۔

پھر فرمایا: اپنے دماغ کو علمِ نافع سے آباد کرو، اپنی آنکھوں کو حرام سے بچاؤ، اپنی نگاہوں کو عبرت کا ذریعہ بناؤ، اور اپنی سوچ کو قرآن وسنت کے تابع کر دو۔ جب دماغ وحی کے نور سے منور ہو اور آنکھ حیا سے جھکی ہوئی ہو تو انسان کا کردار بھی نورانی ہو جاتا

ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَ يَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ؕ

ترجمہ: مومنوں سے کہہ دیجیے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی پاکدامنی کی حفاظت کریں۔

(سورۃ النور:30)

حافظ صاحب نے فرمایا:

نگاہ کی حفاظت دل کی حفاظت ہے، اور دل کی حفاظت ایمان کی حفاظت ہے۔ شیطان اکثر نگاہ کے راستے دل میں داخل ہوتا ہے، اس لیے اپنی آنکھوں کو اللہ تعالیٰ کی امانت سمجھو اور انہیں صرف ان چیزوں پر استعمال کرو جن سے تمہارا رب راضی ہو۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ مبارک فرمان سنایا:

إِنَّ اللهَ كَتَبَ عَلَى ابْنِ اٰدَمَ حَظَّهُ مِنَ الزِّنَا، أَدْرَكَ ذٰلِكَ لَا مَحَالَةَ، فَالْعَيْنَانِ زِنَاهُمَا النَّظَرُ، وَالْأُذُنَانِ زِنَاهُمَا الْاِسْتِمَاعُ، وَاللِّسَانُ زِنَاهُ الْكَلَامُ، وَالْيَدُ زِنَاهَا

الْبَطْشُ، وَالرِّجْلُ زِنَاهَا الْخُطَا، وَالْقَلْبُ يَهْوَى وَيَتَمَنّٰى، وَيُصَدِّقُ ذٰلِكَ الْفَرْجُ أَوْ يُكَذِّبُهُ.

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے ابنِ آدم پر زنا میں سے اس کا حصہ لکھ دیا ہے، جسے وہ ضرور پائے گا۔ پس آنکھوں کا زنا (ناجائز چیزوں کی طرف) نظر کرنا ہے، کانوں کا زنا (ناجائز باتوں کو) سننا ہے، زبان کا زنا (ناجائز گفتگو) کرنا ہے، ہاتھ کا زنا (ناجائز کام کی طرف) بڑھنا ہے، پاؤں کا زنا (ناجائز راستے کی طرف) چلنا ہے، دل خواہش اور تمنا کرتا ہے، اور شرم گاہ اس کی تصدیق کرتی ہے یا اسے جھٹلا دیتی ہے۔

(صحیح البخاری، 6612؛ صحیح مسلم، 2657)

حافظ صاحب نے فرمایا:

اے اللہ کے بندو! اپنے دماغ کو تکبر سے نہیں بلکہ علم وحکمت سے آراستہ کرو، اپنی آنکھوں کو گناہوں سے نہیں بلکہ قرآن، قدرتِ الٰہی کی نشانیوں اور نیک اعمال کے مشاہدے سے روشن رکھو۔ جب تمہاری عقل، تمہاری نگاہ اور تمہارا دل سب اللہ تعالیٰ کے تابع ہو جائیں گے تو تمہاری پوری زندگی نور سے بھر جائے گی۔

آخر میں حافظ صاحب نے نہایت عاجزی، محبت اور رقت کے ساتھ دعا فرمائی:

اے اللہ! ہمارے دماغوں کو علمِ نافع، حکمت اور ہدایت سے منور فرما، ہماری آنکھوں کو نورِ ایمان، حیا اور عبرت کی نگاہ عطا فرما، ہمارے دلوں کو اپنی محبت سے آباد رکھ، اور ہمارے تمام اعضاء کو اپنی اطاعت میں استعمال ہونے کی توفیق عطا فرما۔

ہمیں دنیا و آخرت میں اپنے نور، اپنی رحمت اور اپنی رضا کا مستحق بنا دے۔ آمین یا رب العالمین۔

کان کی سماعت - زبان کی نعمت

حافظ صاحب ایک مجلسِ نصیحت میں تشریف فرما تھے۔ حاضرین نہایت ادب سے بیٹھے تھے۔ آپ نے چند لمحے خاموشی اختیار کی، پھر اپنے کان کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہیں دو کان دیے اور ایک زبان دی۔ اس میں بھی ایک حکمت ہے کہ انسان زیادہ سنے، کم بولے، اور جو بولے وہ حق، خیر اور حکمت کی بات بولے۔

فرمایا: کان اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہیں۔ انہی کے ذریعے انسان قرآنِ کریم سنتا ہے، اذان کی آواز سنتا ہے، والدین کی نصیحت سنتا ہے، علم حاصل کرتا ہے اور حق کی دعوت کو قبول کرتا ہے۔ اگر سماعت نہ ہو تو علم کے بے شمار دروازے بند ہو جائیں۔ اس لیے ہر آواز نہ سنو، بلکہ وہی سنو جو تمہیں اپنے رب کے قریب لے جائے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

اِنَّ السَّمْعَ وَ الْبَصَرَ وَ الْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔوْلًا ﴿۳۶﴾

ترجمہ: بے شک کان، آنکھ اور دل، ان سب کے بارے میں ضرور پوچھا جائے گا۔

(سورۃ الاسراء:36)

حافظ صاحب نے فرمایا:

اپنے کانوں کو غیبت، بہتان، جھوٹ، بے حیائی اور فضول باتوں سے بچاؤ۔ جس

دل میں ہر طرح کی آوازیں بھر دی جائیں، وہاں ذکرِ الٰہی کی مٹھاس باقی نہیں رہتی۔ اپنے کانوں کو قرآنِ کریم کی تلاوت، رسول اللہ ﷺ کی سنت، علمِ دین اور نیک لوگوں کی نصیحت کا عادی بنالو، کیونکہ جو کچھ کان سنتے ہیں، وہ آہستہ آہستہ دل کا حصہ بن جاتا ہے۔

پھر فرمایا: اب زبان کی نعمت کو دیکھو۔ یہی زبان کلمۂ طیبہ پڑھتی ہے، قرآنِ کریم کی تلاوت کرتی ہے، اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتی ہے، درودِ پاک پڑھتی ہے، دعا مانگتی ہے، اور اسی زبان سے انسان دل بھی جیت لیتا ہے۔ لیکن اگر یہی زبان جھوٹ، غیبت، تہمت، گالی اور تکبر میں لگ جائے تو یہی نعمت وبال بن جاتی ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ ﴿۱۸﴾

ترجمہ: انسان جو بات بھی زبان سے نکالتا ہے، اس پر ایک نگہبان فرشتہ حاضر ہوتا ہے۔

(سورۃ ق:18)

حافظ صاحب نے فرمایا:

زبان دل کا ترجمان ہے۔ اگر دل اللہ تعالیٰ کی محبت سے بھرا ہو تو زبان سے ذکر، شکر، دعا، خیر خواہی اور حکمت کی باتیں نکلتی ہیں، اور اگر دل گناہوں سے آلودہ ہو تو زبان سے تلخی، جھوٹ اور تکبر ظاہر ہونے لگتا ہے۔ اس لیے زبان کی اصلاح سے پہلے دل کی اصلاح ضروری ہے۔

پھر فرمایا: یاد رکھو! بعض اوقات ایک اچھا جملہ کسی ٹوٹے ہوئے دل کو جوڑ دیتا

ہے، اور ایک سخت لفظ برسوں کی محبت کو ختم کر دیتا ہے۔ اس لیے اپنی زبان کو رحمت کا ذریعہ بناؤ، زحمت کا نہیں۔ تمہاری گفتگو میں نرمی، سچائی، خیر خواہی اور محبت ہونی چاہیے، کیونکہ یہی انبیاء علیہم السلام کا طریقہ ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

وَ قُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا

ترجمہ: اور لوگوں سے اچھی بات کہا کرو۔

(سورۃ البقرۃ:83)

حافظ صاحب نے فرمایا:

مومن پہلے سنتا ہے، پھر سوچتا ہے، پھر بولتا ہے۔ وہ ہر سنی ہوئی بات آگے نہیں پہنچاتا، بلکہ اسے حق و باطل کی کسوٹی پر پرکھتا ہے۔ اور جب بولتا ہے تو اس کی زبان سے خیر، سلامتی اور محبت کے پھول جھڑتے ہیں۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ مبارک فرمان سنایا:

مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ

ترجمہ: جو اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے، اسے چاہیے کہ بھلائی کی بات کہے یا خاموش رہے۔

(صحیح البخاری:6018، صحیح مسلم:47)

حافظ صاحب نے فرمایا:

اپنے کانوں کو قرآنِ کریم کا سامع بنالو، اپنی زبان کو ذکرِ الٰہی کا عادی بنالو، اپنے دل کو اخلاص سے بھر لو، اور اپنی گفتگو کو ایسی خوشبو بنا دو جس سے ہر سننے والے کے دل

میں محبت، سکون اور ایمان پیدا ہو۔ یہی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ہے اور یہی بندگی کا حسن ہے۔

آخر میں حافظ صاحب نے نہایت عاجزی، محبت اور رقت کے ساتھ دعا فرمائی:
اے اللہ! ہمارے کانوں کو حق سننے، قرآن سمجھنے اور نیک نصیحت قبول کرنے کی توفیق عطا فرما۔ ہماری زبان کو جھوٹ، غیبت، تہمت اور ہر برائی سے محفوظ فرما، اسے اپنے ذکر، تلاوتِ قرآن، درودِ پاک، سچی گفتگو اور خیر خواہی سے ہمیشہ تر رکھ۔ ہمارے دلوں کو پاکیزہ، ہماری باتوں کو نفع بخش، اور ہماری زندگی کو اپنی رضا اور اپنی رحمت کا آئینہ بنا دے۔ آمین یارب العالمین۔

ہاتھ کی طاقت – قدموں کا سفر

حافظ صاحب ایک دن اپنے مریدین اور اہلِ مجلس کے ساتھ راستے پر تشریف لے جا رہے تھے۔ ایک مزدور اپنے ہاتھوں سے محنت کر رہا تھا، ایک بوڑھا شخص آہستہ آہستہ قدم بڑھا رہا تھا، اور چند نوجوان تیزی سے اپنی منزل کی طرف جا رہے تھے۔ حافظ صاحب نے یہ منظر دیکھا، پھر نہایت محبت اور حکمت بھرے انداز میں فرمایا:
اللہ تعالیٰ نے انسان کو ہاتھ بھی دیے اور قدم بھی دیے۔ ہاتھ عمل کے لیے ہیں اور قدم سفر کے لیے۔ اگر یہ دونوں اللہ کی اطاعت میں لگ جائیں تو انسان دنیا و آخرت دونوں میں کامیاب ہو جاتا ہے۔

فرمایا: ہاتھ اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہیں۔ انہی ہاتھوں سے انسان رزق کماتا ہے، محتاج کی مدد کرتا ہے، قرآنِ کریم کو تھامتا ہے، دعا کے لیے اپنے ہاتھ اٹھاتا ہے، اور سجدے میں اپنے رب کے سامنے جھک جاتا ہے۔ یہی ہاتھ اگر نیکی میں استعمال ہوں تو عزت کا ذریعہ بنتے ہیں، اور اگر ظلم، خیانت اور گناہ میں لگ جائیں تو قیامت

کے دن یہی ہاتھ انسان کے خلاف گواہی دیں گے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَ تُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَ تَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿٦٥﴾

ترجمہ: آج ہم ان کے منہ پر مہر لگا دیں گے، ان کے ہاتھ ہم سے بات کریں گے اور ان کے پاؤں ان کے اعمال کی گواہی دیں گے۔

(سورۃ یٰسین:65)

حافظ صاحب نے فرمایا:

اپنے ہاتھوں کو پاکیزہ رزق کمانے، یتیم کے سر پر شفقت رکھنے، غریب کی مدد کرنے، بیمار کی خدمت کرنے اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا عادی بنا لو۔ وہ ہاتھ سب سے زیادہ بابرکت ہیں جو دوسروں کے لیے آسانی کا سبب بنتے ہیں۔

پھر فرمایا: قدم بھی اللہ تعالیٰ کی عظیم امانت ہیں۔ یہی قدم انسان کو مسجد تک لے جاتے ہیں، والدین کی خدمت کے لیے چلتے ہیں، علم کی مجلس تک پہنچتے ہیں، اور اللہ کے راستے میں سفر کرتے ہیں۔ ہر وہ قدم جو اللہ کی رضا کے لیے اٹھتا ہے، اس کے بدلے میں درجات بلند کیے جاتے ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

وَ اَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى ﴿٤٠﴾

ترجمہ: اور یہ کہ انسان کی ہر کوشش عنقریب دیکھی جائے گی۔

(سورۃ النجم:40)

حافظ صاحب نے فرمایا: قدم صرف زمین پر نہیں چلتے، بلکہ انسان کو اس کی منزل تک پہنچاتے ہیں۔ سوچو! تمہارے قدم کس راستے پر چل رہے ہیں؟ اگر وہ اللہ کی طرف جا رہے ہیں تو تم کامیاب ہو، اور اگر گناہوں کی راہوں پر جا رہے ہیں تو فوراً پلٹ آؤ، کیونکہ منزل وہی اچھی ہے جس کا اختتام اللہ کی رضا پر ہو۔

پھر فرمایا: مومن کے ہاتھ خیر بانٹتے ہیں اور اس کے قدم خیر کی طرف بڑھتے ہیں۔ اس کے ہاتھ کسی کو دکھ نہیں دیتے، اور اس کے قدم کسی کو نقصان پہنچانے کے لیے نہیں اٹھتے۔ اس کی پوری زندگی اللہ تعالیٰ کی رضا کی تلاش میں گزرتی ہے۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ مبارک فرمان سنایا:

لَأَنْ يَأْخُذَ أَحَدُكُمْ حَبْلَهُ، فَيَأْتِيَ بِحُزْمَةِ حَطَبٍ عَلَى ظَهْرِهِ، فَيَبِيعَهَا، فَيَكُفَّ اللهُ بِهَا وَجْهَهُ، خَيْرٌ لَّهُ مِنْ أَنْ يَسْأَلَ النَّاسَ

ترجمہ: تم میں سے کوئی اپنی رسی لے، لکڑیوں کا گٹھا اپنی پیٹھ پر اٹھا کر لائے، اسے بیچے، اور اللہ اس کے ذریعے اس کی عزت محفوظ رکھے، یہ اس کے لیے لوگوں سے سوال کرنے سے بہتر ہے۔

(صحیح البخاری:1471)

حافظ صاحب نے فرمایا:

محنت کرنے والے ہاتھ اللہ کو محبوب ہیں، اور نیکی کی طرف بڑھنے والے قدم اللہ کو پسند ہیں۔ اپنے ہاتھوں کو گناہ سے بچاؤ، اپنے قدموں کو برائی کی راہوں سے دور رکھو، اور اپنی پوری زندگی کو خدمتِ خلق، عبادت، علم اور خیر کے سفر میں گزار دو۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝۷ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝۸

ترجمہ: پس جو ذرہ برابر نیکی کرے گا، وہ اسے دیکھ لے گا، اور جو ذرہ برابر برائی کرے گا، وہ بھی اسے دیکھ لے گا۔

(سورۃ الزلزال:7-8)

حافظ صاحب نے فرمایا:

اپنے ہاتھوں کو دعا کے لیے بلند کرو، اپنے ہاتھوں کو سخاوت کے لیے کھولو، اپنے قدموں کو مسجد، علم، خدمت اور نیکی کی راہوں پر چلاؤ۔ یاد رکھو! ایک دن یہی ہاتھ اور یہی قدم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تمہارے اعمال کی گواہی دیں گے۔ اس دن کامیاب وہی ہوگا جس کے ہاتھ خیر سے بھرے ہوں گے اور جس کے قدم ہمیشہ حق کی راہوں پر چلتے رہے ہوں گے۔

آخر میں حافظ صاحب نے نہایت عاجزی، محبت اور گریہ کے ساتھ دعا فرمائی:

اے اللہ! ہمارے ہاتھوں کو اپنی اطاعت، خدمتِ خلق، حلال رزق اور نیکی کے کاموں میں مصروف رکھ۔ ہمارے قدموں کو صراطِ مستقیم پر ثابت قدم فرما، ہمیں ہر برے راستے سے محفوظ رکھ، اور ہماری پوری زندگی کو اپنے محبوب رسول ﷺ کی سنت کے مطابق گزارنے کی توفیق عطا فرما۔ ہمیں ایسے اعمال کی دولت عطا فرما جن پر قیامت کے دن ہمارے ہاتھ اور قدم ہمارے حق میں گواہی دیں۔ آمین یا رب العالمین۔

سانس کا معجزہ-ہڈیوں کا ڈھانچہ

حافظ صاحب ایک مجلس میں تشریف فرما تھے۔ باہر ہلکی ہوا چل رہی تھی، درختوں کے پتے حرکت کر رہے تھے اور ہر طرف اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ظاہر ہو رہی تھیں۔ حافظ صاحب نے اپنے سینے کی طرف اشارہ کیا اور نہایت محبت بھرے انداز میں فرمایا: انسان ہر لمحہ سانس لے رہا ہے، مگر کبھی سوچتا نہیں کہ یہ سانس کس کی عطا ہے۔ وہ ہڈیاں جن پر ہمارا جسم قائم ہے، وہ بھی اسی ربِ کریم کی قدرت کا شاہکار ہیں۔

فرمایا: سانس اللہ تعالیٰ کی وہ عظیم نعمت ہے جس کی قدر انسان اکثر اس وقت جانتا ہے جب سانس لینے میں دشواری پیش آتی ہے۔ ایک لمحہ پہلے جو سانس ہمارے اختیار میں نہیں، وہ بھی اللہ کے حکم سے آتی ہے اور اسی کے حکم سے واپس جاتی ہے۔ زندگی کے ہر لمحے میں ربِ کریم کی رحمت ہمارے ساتھ ہوتی ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

وَفِيٓ أَنفُسِكُمْ ۚ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ﴿٢١﴾

ترجمہ: اور تمہارے اپنے وجود میں بھی نشانیاں ہیں، کیا تم دیکھتے نہیں؟

(سورۃ الذاریات:21)

حافظ صاحب نے فرمایا:

سانس کے آنے جانے میں غور کرو۔ انسان سو جاتا ہے، مگر سانس کا نظام جاری رہتا ہے۔ دل دھڑکتا رہتا ہے، جسم کا نظام چلتا رہتا ہے۔ کون ہے جو نیند میں بھی ہماری حفاظت کرتا ہے؟ وہی اللہ ہے جو ہر لمحہ اپنی رحمت سے اپنے بندوں کو سنبھالے ہوئے ہے۔

پھر فرمایا: انسان کی ہڈیاں اللہ تعالیٰ کی عظیم کاریگری کا نمونہ ہیں۔ یہ ہڈیاں جسم کو سہارا دیتی ہیں، حرکت کا ذریعہ بنتی ہیں، اندرونی اعضا کی حفاظت کرتی ہیں اور انسان کو کھڑے ہونے، چلنے اور کام کرنے کی قوت عطا کرتی ہیں۔ اگر ہڈیوں کا یہ مضبوط نظام نہ ہو تو جسم بے جان ڈھانچے کی مانند ہو جائے۔

حافظ صاحب نے فرمایا:

انسان کی ہڈیوں کا نظام ہمیں اللہ تعالیٰ کی حکمت سکھاتا ہے۔ ہر ہڈی اپنی جگہ مقرر ہے، ہر جوڑ اپنی حکمت رکھتا ہے، ہر حرکت ایک مقصد کے تحت ہے۔ یہ سب اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ یہ کائنات کسی اتفاق سے نہیں بلکہ ایک حکیم و قادر رب کے حکم سے قائم ہے۔

پھر فرمایا: انسان کی پیدائش بھی ایک عظیم نشانی ہے۔ ایک کمزور نطفے سے آغاز ہوتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ اسے مختلف مراحل سے گزار کر مکمل انسان بنا دیتا ہے۔ جس رب نے پہلی بار پیدا کیا، وہ دوبارہ زندہ کرنے پر بھی قادر ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِیْنٍ ﴿۱۲﴾ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِیْ قَرَارٍ مَّكِیْنٍ ﴿۱۳﴾

ترجمہ: اور یقیناً ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصے سے پیدا کیا، پھر ہم نے اسے ایک محفوظ ٹھکانے (رحمِ مادر) میں نطفہ بنا کر رکھا۔

(سورۃ المؤمنون: 12-13)

حافظ صاحب نے فرمایا:

اے انسان! اپنے جسم پر غرور نہ کر، کیونکہ یہ اللہ کی عطا ہے۔ یہ قوت، یہ صحت، یہ سانس، یہ حرکت، یہ زندگی سب اسی کی امانت ہیں۔ جس طرح سانس ہر لمحہ اللہ کی محتاج ہے، اسی طرح دل کا سکون بھی صرف اللہ کے ذکر سے حاصل ہوتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ﴿۲۱﴾ ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ ﴿۲۲﴾

ترجمہ: پھر اسے موت دی، پھر قبر میں پہنچایا، پھر جب چاہے گا اسے دوبارہ زندہ کر دے گا۔

(سورۃ عبس: 21-22)

حافظ صاحب نے فرمایا:

جس رب نے بکھری ہوئی ہڈیوں کو جوڑ کر انسان کا جسم بنایا، وہ قیامت کے دن انہی ہڈیوں کو دوبارہ جمع کرنے پر قادر ہے۔ اس لیے دنیا کی زندگی کو غفلت میں نہ گزارو، بلکہ ہر سانس کو اللہ کی اطاعت، ذکر اور شکر میں لگاؤ۔

پھر رسول اللہ ﷺ کا یہ مبارک فرمان سنایا:

نِعْمَتَانِ مَغْبُوْنٌ فِيْهِمَا كَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ: الصِّحَّةُ وَالْفَرَاغُ

ترجمہ: دو نعمتیں ایسی ہیں جن کے بارے میں بہت سے لوگ خسارے میں رہتے ہیں: صحت اور فراغت۔

(صحیح البخاری: 6412)

حافظ صاحب نے فرمایا:

اپنی ہر سانس کو قیمتی سمجھو، کیونکہ معلوم نہیں کون سی سانس آخری ہو۔ اپنی صحت کو نیکی میں استعمال کرو، اپنی طاقت کو اللہ کی رضا کے کاموں میں لگاؤ، اور اپنے جسم کو اس رب کی اطاعت کے لیے وقف کر دو جس نے اسے بہترین انداز میں بنایا ہے۔

آخر میں حافظ صاحب نے نہایت عاجزی، محبت اور رقت کے ساتھ دعا فرمائی:

اے اللہ! ہمیں اپنی نعمتوں کی قدر کرنے والا بنا، ہماری ہر سانس کو اپنے ذکر سے آباد فرما، ہمارے جسموں کو اپنی اطاعت کی قوت عطا فرما، ہماری ہڈیوں اور جسمانی قوت کو نیکی کے کاموں میں استعمال ہونے کی توفیق دے، اور ہمیں اپنی قدرت کی نشانیوں کو پہچاننے والا سچا بندہ بنا دے۔ آمین یا رب العالمین۔

عضلات کی قوت - اعصاب کا نظام

حافظ صاحب ایک مجلس میں تشریف فرما تھے۔ آپ نے اپنے ہاتھ کو حرکت دی، پھر حاضرین کی طرف متوجہ ہو کر نہایت محبت اور حکمت بھرے انداز میں فرمایا:

انسان اپنے جسم کی طاقت کو اپنی سمجھتا ہے، مگر حقیقت یہ ہے کہ ہر حرکت، ہر قوت اور ہر عمل اللہ تعالیٰ کی عطا ہے۔ اگر ربِ کریم عضلات کو قوت نہ دے اور اعصاب کو نظام نہ دے تو انسان ایک قدم بھی نہ اٹھا سکے۔

فرمایا: عضلات اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت کا ایک حیرت انگیز نظام ہیں۔ یہی عضلات انسان کو چلنے، اٹھنے، بیٹھنے، کام کرنے اور اپنی ذمہ داریاں ادا کرنے کی طاقت دیتے ہیں۔ ایک چھوٹا سا اشارہ، ہاتھ کی حرکت، قدم کا اٹھنا، آنکھ کا پلک جھپکنا، یہ سب اللہ تعالیٰ کے قائم کردہ عظیم نظام کے تحت ہوتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

وَ اللّٰهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَتَوَفّٰىكُمْ ۙ وَ مِنْكُمْ
مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰۤى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْ لَا يَعْلَمَ
بَعْدَ عِلْمٍ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ۝۷۰

ترجمہ: اور اللہ نے تمہیں پیدا کیا، پھر وہ تمہیں وفات دیتا ہے، اور تم میں بعض کو انتہائی عمر کی طرف لوٹایا جاتا ہے تاکہ جاننے کے بعد کچھ نہ جان سکے، بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا، قدرت والا ہے۔

(سورۃ النحل:70)

حافظ صاحب نے فرمایا:

جوانی کی قوت پر غرور نہ کرو، کیونکہ یہ اللہ کی عطا ہے۔ آج جو ہاتھ طاقت رکھتے ہیں، کل کمزور ہو سکتے ہیں۔ آج جو قدم تیزی سے چلتے ہیں، کل سہارا تلاش کر سکتے ہیں۔ اس لیے طاقت کو اپنی بڑائی نہ سمجھو بلکہ اسے اللہ کی امانت سمجھ کر خیر کے کاموں میں استعمال کرو۔

پھر فرمایا: عضلات کی قوت صرف جسمانی طاقت کا نام نہیں، بلکہ اصل قوت یہ ہے کہ انسان اپنے نفس پر قابو رکھے، نیکی پر قائم رہے اور اللہ کی اطاعت میں ثابت قدم رہے۔ طاقتور وہ نہیں جو دوسروں کو گرا دے، بلکہ طاقتور وہ ہے جو اپنے نفس کی برائیوں کو شکست دے دے۔

پھر رسول اللہ ﷺ کا یہ مبارک فرمان سنایا:

لَيْسَ الشَّدِيْدُ بِالصُّرَعَةِ، إِنَّمَا الشَّدِيْدُ

الَّذِیْ یَمْلِكُ نَفْسَهٗ عِنْدَ الْغَضَبِ

ترجمہ: طاقتور وہ نہیں جو کشتی میں دوسروں کو پچھاڑ دے، بلکہ طاقتور وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے نفس پر قابو رکھے۔

(صحیح البخاری:6114، صحیح مسلم:2609)

حافظ صاحب نے فرمایا:

اب اعصاب کے نظام پر غور کرو۔ اللہ تعالیٰ نے جسم کے اندر ایسا لطیف نظام رکھا ہے جو دماغ سے پیغام لے کر جسم کے ہر حصے تک پہنچاتا ہے۔ ہاتھ کب حرکت کرے، قدم کب اٹھے، آنکھ کب دیکھے، زبان کب بولے، یہ سب اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے نظام کے ذریعے ہوتا ہے۔

پھر فرمایا: انسان کا دماغ حکم دیتا ہے، اعصاب پیغام پہنچاتے ہیں اور عضلات عمل کرتے ہیں۔ مگر ان سب کے پیچھے ایک عظیم حکمت اور قدرت رکھنے والا رب موجود ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو ایک لمحے میں طاقتور انسان کو کمزور کر دے، اور اگر چاہے تو کمزور کو ہمت اور قوت عطا فرما دے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

وَ مَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ

ترجمہ: اور تمہارے پاس جو بھی نعمت ہے وہ اللہ ہی کی طرف سے ہے۔

(سورۃ النحل:53)

حافظ صاحب نے فرمایا:

اپنی جسمانی قوت کو نافرمانی میں استعمال نہ کرو۔ ان ہاتھوں سے ظلم نہ کرو جنہیں اللہ نے خدمت کے لیے دیا ہے، ان قدموں کو برائی کی طرف نہ لے جاؤ جنہیں اللہ

نے نیکی کی راہوں پر چلنے کے لیے عطا فرمایا ہے۔ اپنی طاقت کو عبادت، خدمت، محنت اور بھلائی کا ذریعہ بنالو۔

پھر فرمایا: جس طرح جسم کے اعصاب مختلف حصوں کو جوڑتے ہیں، اسی طرح ایمان انسان کے ظاہر و باطن کو جوڑتا ہے۔ جب دل اللہ سے جڑ جاتا ہے تو ہاتھ نیکی کرتے ہیں، قدم خیر کی طرف چلتے ہیں، اور پوری زندگی اللہ کی رضا کے راستے پر گامزن ہوجاتی ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

وَ لَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْۤ اٰدَمَ

ترجمہ: اور بے شک ہم نے اولادِ آدم کو عزت عطا فرمائی۔

(سورۃ الاسراء:70)

حافظ صاحب نے فرمایا: اے انسان! اپنی طاقت کو پہچان، مگر اس طاقت کے مالک کو نہ بھول۔ اپنے جسم کی قوت پر نہیں بلکہ اللہ کی قدرت پر بھروسہ کر۔ کیونکہ اصل قوت بازوؤں میں نہیں، اصل قوت اللہ کی مدد اور اس کی رضا میں ہے۔

آخر میں حافظ صاحب نے نہایت عاجزی، محبت اور رقت کے ساتھ دعا فرمائی:

اے اللہ! ہماری جسمانی قوتوں کو اپنی اطاعت میں استعمال ہونے کی توفیق عطا فرما، ہمارے ہاتھوں کو خیر کا ذریعہ بنا، ہمارے قدموں کو صراطِ مستقیم پر ثابت رکھ، ہمارے اعصاب اور جسمانی نظام کو صحت و عافیت عطا فرما، اور ہمیں اپنی ہر نعمت کا شکر ادا کرنے والا سچا بندہ بنادے۔ آمین یارب العالمین۔

یادداشت کی قوت اور احساس

حافظ صاحب ایک مجلس میں تشریف فرما تھے۔ آپ نے حاضرین کی طرف

محبت بھری نگاہ سے دیکھا، پھر فرمایا: اللہ تعالیٰ نے انسان کو صرف آنکھیں، کان اور عقل ہی نہیں دی بلکہ اسے یاد رکھنے کی قوت بھی عطا فرمائی، تاکہ وہ اپنے ماضی سے سبق لے، اپنے حال کو سنوارے اور اپنے مستقبل کی تیاری کرے۔ اور احساس کی دولت عطا فرمائی تاکہ وہ دوسروں کے درد کو محسوس کرے اور اپنے رب کی نعمتوں کا شکر ادا کرے۔

فرمایا: یادداشت اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے۔ یہی قوت انسان کو علم محفوظ کرنے، تجربات سے فائدہ اٹھانے، رشتوں کو پہچاننے اور زندگی کے سفر کو بہتر بنانے میں مدد دیتی ہے۔ انسان اپنے بچپن کی یادیں، اپنے بزرگوں کی نصیحتیں، اپنے اساتذہ کی تعلیمات اور اپنے ماضی کے واقعات اسی نعمت کے ذریعے محفوظ رکھتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ

ترجمہ: اور اللہ کی نعمت کو یاد کرو جو تم پر ہے۔

(سورۃ آلِ عمران:103)

حافظ صاحب نے فرمایا: اچھی یاد وہ ہے جو انسان کو اللہ کی طرف لے جائے۔ اپنے گناہوں کو یاد کرو تاکہ توبہ پیدا ہو، اپنی نعمتوں کو یاد کرو تاکہ شکر پیدا ہو، اپنے بزرگوں کی نیکیوں کو یاد کرو تاکہ عمل کا جذبہ پیدا ہو، اور موت کو یاد کرو تاکہ غفلت ختم ہو۔

پھر فرمایا: انسان اگر صرف دنیا کی باتیں یاد رکھے اور اپنے رب کو بھول جائے تو اس کی یادداشت بھی اس کے لیے فائدہ مند نہیں رہتی۔ اصل کامیاب انسان وہ ہے جس کے دل میں اللہ کا ذکر محفوظ ہو، جس کی سوچ میں آخرت ہو، اور جس کی یادیں

اسے نیکی کی طرف لے جائیں۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

وَّ ذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۵۵﴾

ترجمہ: اور نصیحت کرتے رہو، بے شک نصیحت ایمان والوں کو فائدہ دیتی ہے۔

(سورۃ الذاریات:55)

حافظ صاحب نے فرمایا:

اب احساس کی نعمت کو دیکھو۔ احساس وہ نور ہے جو انسان کو انسان بناتا ہے۔ جس دل میں احساس ہو، وہ کسی کا دکھ دیکھ کر بے چین ہوتا ہے، کسی کی ضرورت کو محسوس کرتا ہے، کسی کی خوشی میں خوش ہوتا ہے اور کسی کے غم میں شریک ہوتا ہے۔

پھر فرمایا: جس دل سے احساس ختم ہو جائے، وہ دل سخت ہو جاتا ہے۔ انسان کے پاس مال ہو، علم ہو، طاقت ہو، مگر اگر دل میں رحم، محبت اور احساس نہ ہو تو اس کی زندگی بے رونق ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کو وہ بندہ پسند ہے جس کا دل مخلوق کے لیے نرم اور اپنے رب کے لیے جھکا ہوا ہو۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً ؕ

پھر اس کے بعد تمہارے دل سخت ہو گئے، پس وہ پتھروں کی طرح بلکہ ان

سے بھی زیادہ سخت ہیں۔

(سورۃ البقرۃ:74)

حافظ صاحب نے فرمایا:

یادداشت عقل کا خزانہ ہے اور احساس دل کی زندگی ہے۔ اگر یادداشت علم کو سنبھالتی ہے تو احساس انسانیت کو زندہ رکھتا ہے۔ عقل راستہ دکھاتی ہے اور احساس انسان کو اس راستے پر محبت کے ساتھ چلنا سکھاتا ہے۔

پھر فرمایا: اپنے دل کو اس قدر زندہ رکھو کہ اللہ کی نعمت یاد آئے تو شکر پیدا ہو، گناہ یاد آئے تو ندامت پیدا ہو، آخرت یاد آئے تو تیاری پیدا ہو، اور کسی بندے کی تکلیف دیکھو تو خدمت کا جذبہ پیدا ہو۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ مبارک فرمان سنایا:

مَثَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ فِيْ تَوَادِّهِمْ وَتَرَاحُمِهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ مَثَلُ الْجَسَدِ، إِذَا اشْتَكٰى مِنْهُ عُضْوٌ تَدَاعٰى لَهُ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمّٰى

ترجمہ: مومنوں کی باہمی محبت، رحم اور شفقت کی مثال ایک جسم کی طرح ہے کہ جب جسم کا ایک عضو تکلیف میں ہوتا ہے تو پورا جسم اس کے لیے بے خوابی اور بخار میں شریک ہو جاتا ہے۔

(صحیح مسلم:2586)

حافظ صاحب نے فرمایا:

اپنی یادداشت کو قرآن، ذکر اور علمِ نافع سے آباد کرو، اور اپنے احساس کو محبت، رحم اور خدمت سے زندہ رکھو۔ یاد رکھو! بہترین حافظہ وہ ہے جو اللہ کو نہ بھولے، اور بہترین احساس وہ ہے جو اللہ کی مخلوق کے درد کو محسوس کرے۔

آخر میں حافظ صاحب نے نہایت عاجزی، محبت اور رقت کے ساتھ دعا فرمائی:

اے اللہ! ہمیں نعمتوں کو یاد رکھنے والا، اپنے گناہوں پر نادم ہونے والا، اپنی آخرت کی فکر کرنے والا بنا۔ ہمارے دلوں کو رحم، محبت اور احساس کی دولت عطا فرما، ہماری یادداشت کو علمِ نافع کا خزانہ بنا، اور ہمیں ایسا بندہ بنا جس کے وجود سے تیرے بندوں کو راحت پہنچے۔ آمین یارب العالمین۔

علم کی فضیلت۔عمل کی برکت

حافظ صاحب ایک مجلسِ علم میں تشریف فرما تھے۔ علماء، طلبہ اور اہلِ محبت آپ کے گرد ادب سے بیٹھے تھے۔ آپ نے کتاب کی طرف اشارہ کیا، پھر اپنے دل پر ہاتھ رکھا اور نہایت حکمت بھرے انداز میں فرمایا:

علم انسان کو راستہ دکھاتا ہے اور عمل انسان کو منزل تک پہنچاتا ہے۔ علم بغیر عمل کے بوجھ بن جاتا ہے، اور عمل بغیر علم کے بھٹکنے کا سبب بن جاتا ہے۔ جب علم اور عمل جمع ہو جائیں تو انسان اللہ تعالیٰ کی معرفت کے راستے پر چل پڑتا ہے۔

فرمایا: علم اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے۔ علم کے ذریعے انسان اپنے رب کو پہچانتا ہے، حق و باطل میں فرق کرتا ہے، حلال و حرام کو سمجھتا ہے اور زندگی گزارنے کا صحیح طریقہ سیکھتا ہے۔ علم وہ نور ہے جو جہالت کے اندھیروں کو دور کرتا ہے اور انسان کے ظاہر و باطن کو روشن کرتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ؕ

فرما دیجیے! کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر ہو سکتے ہیں؟

(سورۃ الزمر:9)

حافظ صاحب نے فرمایا:

علم صرف الفاظ کا نام نہیں، علم وہ ہے جو دل میں خشیت پیدا کرے، کردار میں پاکیزگی پیدا کرے اور انسان کو اللہ تعالیٰ کے قریب کر دے۔ اگر علم سے عاجزی، تقویٰ اور حسنِ اخلاق پیدا نہ ہو تو وہ علم اپنی اصل برکت کھو دیتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ؕ

ترجمہ: اللہ کے بندوں میں سے صرف علماء ہی اس سے حقیقی خشیت رکھتے ہیں۔

(سورۃ فاطر:28)

حافظ صاحب نے فرمایا:

علم کا مقصد یہ نہیں کہ انسان دوسروں پر اپنی بڑائی ظاہر کرے، بلکہ علم کا مقصد یہ ہے کہ انسان اپنی حقیقت پہچانے، اپنے رب کی عظمت سمجھے اور اپنی زندگی کو اللہ کی رضا کے مطابق بنا لے۔ جس علم سے دل میں عاجزی پیدا ہو، وہی علم نافع ہے۔

پھر فرمایا: عمل علم کا پھل ہے۔ جس طرح درخت کی پہچان اس کے پھل سے ہوتی ہے، اسی طرح علم کی سچائی انسان کے عمل سے ظاہر ہوتی ہے۔ زبان پر علم ہو مگر کردار میں اس کا اثر نہ ہو تو وہ علم انسان کے لیے حجت بن جاتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝٢ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝٣

ترجمہ: اے ایمان والو! تم وہ بات کیوں کہتے ہو جو خود نہیں کرتے؟ اللہ کے نزدیک یہ بات نہایت سخت ناپسندیدہ ہے کہ تم وہ کہو جو خود نہ کرو۔

(سورۃ الصّف:2-3)

حافظ صاحب نے فرمایا:

عمل انسان کے علم کو زندہ کرتا ہے۔ نماز علم کی تصدیق ہے، صدق علم کی خوبصورتی ہے، اخلاق علم کی خوشبو ہے، اور خدمتِ خلق علم کی برکت ہے۔ جس علم کے ساتھ عمل شامل ہو جائے، وہ انسان کو دنیا میں عزت اور آخرت میں کامیابی عطا کرتا ہے۔

پھر فرمایا: علم دل کو روشن کرتا ہے اور عمل زندگی کو سنوارتا ہے۔ علم انسان کو بتاتا ہے کہ کیا کرنا ہے، اور عمل انسان کو دکھاتا ہے کہ وہ حقیقت میں اللہ کا کتنا فرمانبردار ہے۔ اس لیے علم حاصل کرو، مگر اس کے ساتھ عمل کی فکر بھی کرو۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ مبارک فرمان سنایا:

خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَهُ

ترجمہ: تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔

(صحیح البخاری:5027)

حافظ صاحب نے فرمایا:

قرآنِ کریم علم کا سب سے بڑا خزانہ ہے اور اس پر عمل زندگی کی سب سے بڑی سعادت ہے۔ قرآن پڑھو، سمجھو، دل میں بساؤ اور اپنی زندگی کو اس کے نور سے سنوارو۔ کیونکہ حقیقی علم وہ ہے جو انسان کو اللہ والا بنادے۔

پھر فرمایا: علم کے ساتھ ادب پیدا کرو، عمل کے ساتھ اخلاص پیدا کرو، عبادت کے ساتھ عاجزی پیدا کرو، اور زندگی کے ہر قدم پر یہ یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ظاہر و باطن سے واقف ہے۔

آخر میں حافظ صاحب نے نہایت عاجزی، محبت اور رقت کے ساتھ دعا فرمائی:

اے اللہ! ہمیں علمِ نافع عطا فرما، ہمیں اپنے علم پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرما، ہمارے علم کو ہمارے لیے ہدایت اور نجات کا ذریعہ بنا، ہمارے دلوں میں عاجزی، تقویٰ اور اخلاص پیدا فرما، اور ہماری زندگی کو قرآن و سنت کے نور سے منور فرما۔ آمین یارب العالمین۔

خوفِ الٰہی نکلنے والا آنسو

حافظ صاحب ایک روحانی مجلس میں تشریف فرما تھے۔ رات کا وقت تھا، چراغ کی مدھم روشنی میں اہلِ مجلس خاموش بیٹھے تھے۔ حافظ صاحب نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی، پھر اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھا اور نہایت رقت بھرے انداز میں فرمایا:

یہ آنکھیں دنیا کے مناظر دیکھنے کے لیے نہیں، بلکہ اپنے رب کی عظمت کو پہچاننے اور اس کے حضور جھکنے کے لیے عطا ہوئی ہیں۔ خوش نصیب ہیں وہ آنکھیں جن سے اللہ کے خوف، محبت اور معرفت میں آنسو جاری ہو جائیں۔

فرمایا: خوفِ الٰہی کا آنسو کوئی معمولی آنسو نہیں، یہ دل کی زندگی کی علامت ہے۔

جب بندہ اپنے رب کی عظمت، اپنی کمزوری، اپنی کوتاہیوں اور آخرت کی جواب دہی کو یاد کرتا ہے تو دل نرم ہو جاتا ہے، آنکھیں نم ہو جاتی ہیں اور روح اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

وَ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ وَ يَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا ﴿۱۰۹﴾ السجدة

اور وہ ٹھوڑیوں کے بل روتے ہوئے گر پڑتے ہیں، اور یہ قرآن ان کے خشوع کو بڑھا دیتا ہے۔

(سورۃ الاسراء:109)

حافظ صاحب نے فرمایا:

جس دل میں اللہ کی عظمت اتر جاتی ہے، وہاں غفلت کے پردے ہٹنے لگتے ہیں۔ پھر انسان اپنے اعمال کو دیکھتا ہے، اپنی کمیوں کو محسوس کرتا ہے، اپنے رب کی رحمت کو یاد کرتا ہے اور آنکھوں سے وہ آنسو نکلتے ہیں جو گناہوں کو دھونے کا ذریعہ بن جاتے ہیں۔

پھر فرمایا: خوفِ الٰہی کا مطلب مایوسی نہیں، بلکہ یہ وہ خوف ہے جو بندے کو گناہ سے روکتا اور اللہ کی طرف لے جاتا ہے۔ مومن اپنے رب سے ڈرتا بھی ہے اور اسی کی رحمت کا امیدوار بھی رہتا ہے۔ اس کا خوف اسے بھاگنے پر نہیں بلکہ اللہ کی بارگاہ میں جھکنے پر مجبور کرتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَ

جِلَتْ قُلُوْبُهُمْ

ترجمہ: بے شک مومن تو وہ ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل خوف سے کانپ اٹھتے ہیں۔

(سورۃ الانفال:2)

حافظ صاحب نے فرمایا:

ایک آنسو ایسا بھی ہوتا ہے جو دنیا کی وجہ سے نکلتا ہے، اور ایک آنسو ایسا بھی ہوتا ہے جو اللہ کی محبت میں نکلتا ہے۔ دنیا کا آنسو وقتی سکون دیتا ہے، مگر اللہ کے خوف کا آنسو دل کو پاک کر دیتا ہے۔ یہ آنسو بندے اور اس کے رب کے درمیان محبت کا پیغام بن جاتا ہے۔

پھر فرمایا: اپنے دل کو اتنا سخت نہ بناؤ کہ نصیحت بھی اثر نہ کرے، قرآن کی آیات بھی نہ ہلائیں، موت کی یاد بھی نہ جگائے۔ دل کی زندگی یہی ہے کہ وہ اللہ کے ذکر سے نرم ہو، قرآن سن کر متاثر ہو، اور اپنے رب کے حضور عاجزی اختیار کرے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

اَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ

ترجمہ: کیا ایمان والوں کے لیے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کے ذکر کے لیے جھک جائیں؟

(سورۃ الحدید:16)

حافظ صاحب نے فرمایا:

وہ آنسو بہت قیمتی ہیں جو تنہائی میں اللہ کے سامنے بہیں۔ جب کوئی دیکھنے والا نہ

ہو، صرف بندہ ہو اور اس کا رب ہو، اور بندہ اپنی کمزوریوں کو یاد کر کے رو پڑے، تو یہ آنسو اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت محبوب ہیں۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ مبارک فرمان سنایا:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: عَيْنَانِ لَا تَمَسُّهُمَا النَّارُ: عَيْنٌ بَكَتْ مِنْ خَشْيَةِ اللهِ، وَعَيْنٌ بَاتَتْ تَحْرُسُ فِي سَبِيلِ اللهِ.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: دو آنکھیں ایسی ہیں جنہیں جہنم کی آگ نہیں چھوئے گی: ایک وہ آنکھ جو اللہ کے خوف سے روئی ہو، اور دوسری وہ آنکھ جس نے اللہ کی راہ میں پہرہ دیتے ہوئے رات گزاری ہو۔

(جامع الترمذی:1639)

حافظ صاحب نے فرمایا:

اپنے دل کو اللہ کی معرفت سے روشن کرو، اپنی آنکھوں کو حیا اور خشیت کا نور عطا کرو، اور اپنی تنہائیوں کو ایسی عبادت سے آباد کرو کہ تمہاری آنکھیں اپنے رب کے حضور محبت اور خوف سے نم ہو جائیں۔

پھر فرمایا: یاد رکھو! قیامت کے دن کامیاب وہ نہیں ہوگا جس نے صرف دنیا کے لیے آنکھیں بہائیں، بلکہ کامیاب وہ ہوگا جس کی آنکھیں اللہ کی رضا کے لیے روئیں، جس کا دل اللہ کے سامنے جھکا اور جس کی زندگی اپنے رب کی اطاعت میں گزری۔

آخر میں حافظ صاحب نے نہایت عاجزی، محبت اور گریہ کے ساتھ دعا فرمائی:

اے اللہ! ہمارے دلوں کو اپنی عظمت سے زندہ فرما، ہماری آنکھوں کو خوفِ الٰہی، محبتِ الٰہی اور خشوع کے آنسو عطا فرما، ہمارے گناہوں کو معاف فرما، ہمارے دلوں کی سختی دور فرما، اور ہمیں اپنی رحمت، اپنی معرفت اور اپنے قربِ خاص سے نواز دے۔ آمین یارب العالمین۔

حصہ:-14

معرفت الٰہی کے حصول کے طریقے

حافظ صاحب ایک روحانی مجلس میں تشریف فرما تھے۔ اہلِ محبت خاموشی اور ادب کے ساتھ بیٹھے تھے۔ حافظ صاحب نے اپنی نگاہیں جھکا لیں، چند لمحے غور وفکر فرمایا، پھر نہایت محبت اور حکمت بھرے انداز میں فرمایا:

انسان دنیا کی ہر چیز کو جاننے کی کوشش کرتا ہے، ستاروں کے راز تلاش کرتا ہے، زمین کے خزانوں کو دریافت کرتا ہے، مگر سب سے بڑی معرفت اپنے رب کی معرفت ہے۔ جس دل کو اللہ کی پہچان نصیب ہو جائے، اس کے لیے دنیا بھی سنور جاتی ہے اور آخرت بھی روشن ہو جاتی ہے۔

فرمایا: معرفتِ الٰہی کا مطلب یہ ہے کہ بندہ اپنے رب کو اس کی صفات، اس کی قدرت، اس کی رحمت اور اس کی عظمت کے ذریعے پہچانے۔ یہ صرف زبان کا علم نہیں بلکہ دل کا یقین، روح کا نور اور زندگی کا راستہ ہے۔ معرفت وہ دولت ہے جو دل کو اللہ تعالیٰ کے قرب کا احساس عطا کرتی ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

وَ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ﴿۵۶﴾

ترجمہ: اور میں نے جنات اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔

(سورۃ الذاریات:56)

حافظ صاحب نے فرمایا:

عبادت کی روح معرفت ہے۔ جب بندہ اپنے رب کو پہچان لیتا ہے تو عبادت بوجھ نہیں رہتی بلکہ محبت بن جاتی ہے۔ نماز ملاقات بن جاتی ہے، ذکر سکون بن جاتا ہے، اور دعا دل کی آواز بن جاتی ہے۔

فرمایا: معرفتِ الٰہی حاصل کرنے کا پہلا راستہ قرآنِ کریم میں غور وفکر ہے۔ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، جو دل کو زندہ کرتا ہے، انسان کو اپنی حقیقت بتاتا ہے اور اپنے رب کی پہچان عطا کرتا ہے۔ جو قرآن کو سمجھ کر پڑھتا ہے، وہ اللہ کی صفات اور اس کے احکام کو پہچاننے لگتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ

ترجمہ: کیا یہ لوگ قرآن میں غور وفکر نہیں کرتے؟

(سورۃ محمد:24)

حافظ صاحب نے فرمایا:

دوسرا راستہ ذکرِ الٰہی ہے۔ ذکر دل کے زنگ کو دور کرتا ہے، غفلت کے پردے ہٹاتا ہے اور بندے کو اپنے رب کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ جس دل میں اللہ کا ذکر آباد ہو جائے، وہاں معرفت کا نور پیدا ہونے لگتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَىِٕنُّ الْقُلُوْبُ ﴿۲۸﴾

(سورۃ الرعد:28)

ترجمہ: یاد رکھو! اللہ کے ذکر ہی سے دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے۔

حافظ صاحب نے فرمایا:

تیسرا راستہ محاسبۂ نفس ہے۔ انسان جب اپنے نفس کو دیکھتا ہے، اپنی کمزوریوں کو پہچانتا ہے، اپنے گناہوں پر نادم ہوتا ہے اور اللہ کی رحمت کی طرف رجوع کرتا ہے تو اس کے دل کے دروازے معرفت کے لیے کھلنے لگتے ہیں۔

پھر فرمایا: چوتھا راستہ قدرتِ الٰہی کی نشانیوں میں غور کرنا ہے۔ آسمان، زمین، پہاڑ، دریا، پھول، پرندے اور خود انسان کا وجود، سب اللہ تعالیٰ کی قدرت کے آئینے ہیں۔ جو آنکھ ایمان کے ساتھ دیکھتی ہے، اسے ہر چیز میں اپنے رب کی نشانی نظر آتی ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ؕ

ترجمہ: ہم عنقریب انہیں اپنی نشانیاں آفاق میں بھی دکھائیں گے اور خود ان کے اپنے وجود میں بھی، یہاں تک کہ ان پر واضح ہو جائے گا کہ وہی حق ہے۔

(سورۃ فصلت:53)

حافظ صاحب نے فرمایا:

پانچواں راستہ صالحین کی صحبت ہے۔ نیک لوگوں کی مجلس دل کو اللہ کی یاد دلاتی ہے، اعمال کو سنوارتی ہے اور روح کو پاکیزگی عطا کرتی ہے۔ انسان جس صحبت میں رہتا ہے، اس کے اثرات اس کے دل پر ضرور پڑتے ہیں۔

پھر فرمایا: چھٹا راستہ اخلاص اور تقویٰ ہے۔ جب بندہ اپنے اعمال کو صرف اللہ کے لیے خالص کر دیتا ہے اور ہر حال میں اللہ سے ڈرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل پر

معرفت کے دروازے کھول دیتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَ يُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ ؕ

ترجمہ: اور اللہ سے ڈرو، اور اللہ تمہیں سکھاتا ہے۔

(سورۃ البقرۃ:282)

حافظ صاحب نے فرمایا: معرفت صرف کتابوں کے صفحات سے نہیں ملتی، بلکہ پاکیزہ دل، سچی طلب، مسلسل ذکر، عبادت، عاجزی اور اللہ کی محبت سے نصیب ہوتی ہے۔ جس دل میں تکبر ہو، وہاں معرفت کا نور داخل نہیں ہوتا، اور جس دل میں عاجزی ہو، وہاں رحمت کے دروازے کھل جاتے ہیں۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ مبارک فرمان سنایا:

مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ عَرَفَ رَبَّهُ

ترجمہ: جس نے اپنے نفس کو پہچانا، اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔

(یہ قول مشہور ہے، حدیثِ نبوی کے طور پر ثابت نہیں)

حافظ صاحب نے فرمایا:

اپنے نفس کی حقیقت کو پہچانو کہ تم کمزور ہو، محتاج ہو، اللہ کے بغیر کچھ نہیں۔ جب انسان اپنی محتاجی کو پہچان لیتا ہے تو اسے اپنے رب کی بے نیازی کا احساس ہوتا ہے، اور یہی معرفت کا آغاز ہے۔

آخر میں حافظ صاحب نے نہایت عاجزی، محبت اور گریہ کے ساتھ دعا فرمائی:

اے اللہ! ہمارے دلوں کو اپنی معرفت کا نور عطا فرما، ہمیں اپنی ذات، اپنی صفات اور اپنی قدرت کو پہچاننے والا بنا، ہمارے دلوں سے غفلت کے پردے ہٹا

دے، ہمیں قرآن، ذکر، تقویٰ، اخلاص اور نیک صحبت کے ذریعے اپنے قرب کی راہوں پر چلا، اور ہمیں اپنی رضا اور محبت کی دولت نصیب فرما۔ آمین یا رب العالمین۔

طلبِ معرفت - اخلاصِ نیت

حافظ صاحب ایک روحانی مجلس میں تشریف فرما تھے۔ اہلِ محبت خاموشی اور ادب کے ساتھ حاضر تھے۔ حافظ صاحب نے چند لمحے آنکھیں بند فرمائیں، پھر نہایت محبت بھرے انداز میں فرمایا: اللہ کی معرفت کوئی دنیاوی خزانہ نہیں جسے بازار سے خریدا جائے، یہ تو دل کی وہ دولت ہے جو سچی طلب، پاکیزہ نیت اور اللہ کی طرف کامل رجوع سے نصیب ہوتی ہے۔ جس دل میں اللہ کو پانے کی طلب پیدا ہو جائے، سمجھ لو کہ اللہ نے اس دل پر اپنی رحمت کی نظر فرما دی۔

فرمایا: طلبِ معرفت وہ پہلی چنگاری ہے جو دل میں اللہ کی محبت کا چراغ روشن کرتی ہے۔ جب بندہ دنیا کی ظاہری چمک سے آگے بڑھ کر اپنے رب کو تلاش کرتا ہے، اپنی روح کی پیاس کو محسوس کرتا ہے اور دل سے یہ چاہتا ہے کہ میں اپنے خالق کو پہچانوں، تو یہ طلب اسے معرفت کی راہوں پر لے جاتی ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

وَ الَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا ؕ

ترجمہ: اور جو لوگ ہماری راہ میں کوشش کرتے ہیں، ہم ضرور انہیں اپنی راہیں دکھا دیتے ہیں۔

(سورۃ العنکبوت:69)

حافظ صاحب نے فرمایا:

معرفت کی راہ میں سب سے پہلی شرط سچی طلب ہے۔جس دل میں طلب نہیں، وہاں معرفت کا نور نہیں اترتا۔ جیسے پیاسا پانی تلاش کرتا ہے، ویسے ہی عارف دل اپنے رب کی قربت تلاش کرتا ہے۔جس انسان کے اندر اللہ کی محبت کی طلب پیدا ہو جائے،اس کی زندگی کا رخ بدل جاتا ہے۔

پھر فرمایا: طلبِ معرفت کے ساتھ اخلاصِ نیت ضروری ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ صرف عمل کی ظاہری صورت نہیں دیکھتا بلکہ دل کی کیفیت کو دیکھتا ہے۔ایک چھوٹا سا عمل اگر اخلاص کے ساتھ ہو تو اللہ کے نزدیک عظیم بن جاتا ہے،اور ایک بڑا عمل اگر دکھاوے کے لیے ہو تو اپنی روح کھو دیتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

وَ مَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۙ

اور انہیں صرف یہی حکم دیا گیا تھا کہ اللہ کی عبادت کریں،اسی کے لیے دین کو خالص کرتے ہوئے۔

(سورۃ البینۃ:5)

حافظ صاحب نے فرمایا:

اخلاصِ نیت یہ ہے کہ بندہ ہر کام صرف اللہ کی رضا کے لیے کرے۔ نہ تعریف کی طلب ہو، نہ لوگوں کی واہ واہ کی خواہش، نہ دنیا کے فائدے کا لالچ۔دل میں صرف یہ ہو کہ میرا رب مجھ سے راضی ہو جائے۔

پھر فرمایا: معرفت کا راستہ دل کی صفائی سے کھلتا ہے۔ جس دل میں ریا، حسد، تکبر اور دنیا کی بے جا محبت ہو، وہاں معرفت کا نور کمزور ہو جاتا ہے۔ دل کو ذکر، توبہ، عاجزی اور اخلاص سے پاک کرو، کیونکہ پاکیزہ دل ہی اللہ کی پہچان کا آئینہ بنتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّ لَا بَنُوْنَ ﴿۸۸﴾ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ﴿۸۹﴾

ترجمہ: جس دن نہ مال فائدہ دے گا اور نہ اولاد، مگر وہ شخص کامیاب ہوگا جو اللہ کے حضور پاکیزہ دل لے کر آئے گا۔

(سورۃ الشعراء: 88-89)

حافظ صاحب نے فرمایا:

طالبِ معرفت کی علامت یہ ہے کہ وہ اپنے نفس کو بڑا نہیں سمجھتا، اپنی عبادت پر فخر نہیں کرتا، بلکہ ہر لمحہ اللہ کے فضل کا محتاج رہتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ ہدایت، عبادت کی توفیق اور معرفت سب اللہ کی عطا ہے۔

پھر فرمایا: اخلاص انسان کے عمل کو روح عطا کرتا ہے۔ جس طرح جسم روح کے بغیر بے جان ہے، اسی طرح عمل اخلاص کے بغیر بے برکت ہو جاتا ہے۔ اس لیے عمل کم ہو مگر خالص ہو تو اللہ کے نزدیک محبوب ہے، اور عمل زیادہ ہو مگر نیت میں خرابی ہو تو نقصان کا سبب بن سکتا ہے۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ مبارک فرمان سنایا:

إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ، وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِءٍ

مَانَوی

ترجمہ: اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے، اور ہر شخص کو وہی ملے گا جس کی اس نے نیت کی۔

(صحیح البخاری:1، صحیح مسلم:1907)

حافظ صاحب نے فرمایا:

اے اللہ کے بندو! اپنی طلب کو پاک کرو، اپنی نیت کو درست کرو، اپنے دل کو اللہ کے لیے خالص کرو۔ جب طلب سچی ہوگی اور نیت پاک ہوگی تو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے معرفت کے راستے کھول دے گا۔

پھر فرمایا: اللہ کی معرفت حاصل کرنے والا انسان دنیا میں رہتے ہوئے بھی اپنے دل کو اللہ کے ساتھ جوڑ لیتا ہے۔ اس کا مقصد صرف دنیا حاصل کرنا نہیں رہتا بلکہ وہ دنیا کو اللہ کی رضا کے لیے استعمال کرتا ہے۔ یہی معرفت کا حسن ہے اور یہی بندگی کی حقیقت ہے۔

آخر میں حافظ صاحب نے نہایت عاجزی، محبت اور گریہ کے ساتھ دعا فرمائی:

اے اللہ! ہمارے دلوں میں اپنی معرفت کی سچی طلب پیدا فرما، ہماری نیتوں کو خالص فرما، ہمارے اعمال کو اپنی رضا کے لیے قبول فرما، ہمارے دلوں کو ریا، تکبر اور غفلت سے پاک فرما، اور ہمیں اپنے محبوب بندوں میں شامل فرما جو تجھے پہچانتے، تجھ سے محبت کرتے اور تیرے قرب میں زندگی گزارتے ہیں۔ آمین یارب العالمین۔

صدقِ طلب۔ توبہ نصوح

حافظ صاحب ایک روحانی مجلس میں تشریف فرما تھے۔ اہلِ مجلس نہایت ادب و خاموشی کے ساتھ حاضر تھے۔ حافظ صاحب نے اپنے دل کی طرف اشارہ فرمایا اور

نہایت محبت وحکمت بھرے انداز میں فرمایا:

اللہ کی راہ میں قدم رکھنے کے لیے صرف خواہش کافی نہیں، بلکہ سچی طلب چاہیے۔ اور جب بندہ اپنی کمزوریوں کو پہچان کر اپنے رب کی طرف پلٹ آتا ہے تو توبہ کے دروازے اس کے لیے رحمت بن کر کھل جاتے ہیں۔

فرمایا: صدقِ طلب کا مطلب یہ ہے کہ بندے کے دل میں اللہ تعالیٰ کو پانے کی سچی چاہت پیدا ہو جائے۔ وہ صرف زبان سے اللہ کا نام نہ لے بلکہ اس کا دل بھی اپنے رب کی طرف متوجہ ہو، اس کی زندگی کا مقصد اللہ کی رضا بن جائے اور اس کے اندر ہدایت کی حقیقی پیاس پیدا ہو جائے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

وَ الَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا ؕ

ترجمہ: اور جو لوگ ہماری راہ میں کوشش کرتے ہیں، ہم ضرور انہیں اپنی راہیں دکھا دیتے ہیں۔

(سورۃ العنکبوت:69)

حافظ صاحب نے فرمایا:

جس دل میں صدقِ طلب ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے ہدایت کے راستے آسان فرما دیتا ہے۔ سچی طلب انسان کو غفلت سے نکالتی ہے، گناہوں سے بچاتی ہے اور اسے اپنے رب کے قریب لے جاتی ہے۔ دنیا کی ہر طلب ایک دن ختم ہو جاتی ہے، مگر اللہ کی طلب وہ دولت ہے جو ہمیشہ باقی رہتی ہے۔

پھر فرمایا: صدقِ طلب کی پہلی نشانی یہ ہے کہ انسان اپنی حقیقت کو پہچانے۔ وہ

جان لے کہ میں کمزور ہوں، محتاج ہوں، میرا وجود اللہ کی عطا ہے، میری ہر نعمت اسی کی طرف سے ہے۔ جب بندہ اپنی محتاجی کو سمجھتا ہے تو اس کے دل میں اپنے رب کی طرف رجوع پیدا ہوتا ہے۔

پھر فرمایا: صدقِ طلب کا راستہ توبہ سے روشن ہوتا ہے۔ توبہ صرف گناہ چھوڑنے کا نام نہیں بلکہ دل کا اپنے رب کی طرف واپس آجانا ہے۔ بندہ اپنے ماضی پر نادم ہو، حال کو سنوارے اور مستقبل میں گناہوں سے بچنے کا پختہ ارادہ کرے، یہی توبہ کی حقیقت ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ؕ

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ کے حضور سچی اور خالص توبہ کرو۔

(سورۃ التحریم:8)

حافظ صاحب نے فرمایا:

توبۂ نصوح وہ توبہ ہے جس میں دل سچا ہو، آنکھ نادم ہو، زبان استغفار کرے اور زندگی گناہ سے دور ہونے کا عزم کرے۔ ایسی توبہ انسان کے دل کو پاک کر دیتی ہے اور اسے اللہ تعالیٰ کی رحمت کے قریب لے آتی ہے۔

پھر فرمایا: گناہ انسان کو اللہ سے دور کرتے ہیں، مگر سچی توبہ اسے دوبارہ اپنے رب کی قربت عطا کر دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت اتنی وسیع ہے کہ بندہ کتنی ہی دوری اختیار کر لے، اگر اخلاص کے ساتھ واپس آجائے تو اللہ اسے قبول فرما لیتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ

ترجمہ: فرما دیجیے! اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے، اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو، بے شک اللہ تمام گناہوں کو بخش دیتا ہے۔

(سورۃ الزمر:53)

حافظ صاحب نے فرمایا:

شیطان انسان کو گناہ کے بعد مایوس کرتا ہے، مگر اللہ تعالیٰ بندے کو اپنی رحمت کی طرف بلاتا ہے۔ گناہ کے بعد سب سے بڑی کامیابی یہ ہے کہ بندہ فوراً اپنے رب کے دروازے پر واپس آ جائے۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ مبارک فرمان سنایا:

التَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَهُ

ترجمہ: گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہ ہو۔

(سنن ابن ماجہ:4250)

حافظ صاحب نے فرمایا:

اپنے دل میں صدقِ طلب پیدا کرو، کیونکہ اللہ کی راہ میں چلنے والے کو سب سے پہلے اپنی نیت، اپنے دل اور اپنے تعلق کو درست کرنا ہوتا ہے۔ جب طلب سچی ہو گی تو توبہ آسان ہو گی، اور جب توبہ سچی ہو گی تو دل پر معرفت کے دروازے کھل جائیں

گے۔

پھر فرمایا: اللہ کی طرف ایک قدم بڑھاؤ، اللہ اپنی رحمت کے دروازے تمہارے لیے کھول دے گا۔ اپنے گناہوں کو یاد کر کے شرمندہ ہو جاؤ، مگر اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔ کیونکہ اللہ کے قریب ہونے کا راستہ عاجزی، توبہ اور سچی طلب سے گزرتا ہے۔

آخر میں حافظ صاحب نے نہایت عاجزی، محبت اور گریہ کے ساتھ دعا فرمائی:

اے اللہ! ہمارے دلوں میں اپنی محبت اور معرفت کی سچی طلب پیدا فرما، ہماری خطاؤں کو معاف فرما، ہمیں توبۂ نصوح کی توفیق عطا فرما، ہمارے دلوں کو پاک کر، ہماری زندگیوں کو اپنی اطاعت سے سنوار، اور ہمیں ہمیشہ اپنی رحمت، مغفرت اور قرب کے راستے پر قائم رکھ۔ آمین یارب العالمین۔

فکرِ الٰہی - تدبرِ قرآن

حافظ صاحب ایک نورانی مجلس میں تشریف فرما تھے۔ اہلِ مجلس خاموشی، ادب اور محبت کے ساتھ حاضر تھے۔ حافظ صاحب نے قرآنِ کریم کو اپنے سینے سے لگایا، چند لمحے غور و فکر فرمایا، پھر نہایت محبت بھرے انداز میں فرمایا:

قرآن صرف پڑھنے کی کتاب نہیں، بلکہ زندگی بدلنے والی کتاب ہے۔ اور فکرِ الٰہی وہ راستہ ہے جس کے ذریعے انسان کائنات میں اپنے رب کی نشانیاں دیکھتا ہے، جبکہ تدبرِ قرآن وہ ذریعہ ہے جس سے دل اللہ کے کلام کے نور سے روشن ہوتا ہے۔

فرمایا: فکرِ الٰہی کا مطلب یہ ہے کہ انسان ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کی قدرت، حکمت اور رحمت کو تلاش کرے۔ وہ آسمان کو دیکھے تو خالق کی عظمت یاد آئے، زمین کو دیکھے تو رب کی نعمتوں کا احساس ہو، اپنے وجود پر غور کرے تو اللہ کی کاریگری کا یقین پیدا ہو۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اخْتِلَافِ الَّیْلِ وَ النَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ﴿۱۹۰﴾ الَّذِیْنَ یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِهِمْ وَ یَتَفَكَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ

ترجمہ: بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں، اور رات اور دن کے بدلتے رہنے میں عقل والوں کے لیے بڑی نشانیاں ہیں۔ وہ لوگ جو کھڑے، بیٹھے اور اپنی کروٹوں کے بل (ہر حال میں) اللہ کو یاد کرتے رہتے ہیں، اور آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں غور و فکر کرتے ہیں۔

(سورۃ آلِ عمران: 190-191)

حافظ صاحب نے فرمایا:

غور و فکر ایمان کو مضبوط کرتا ہے۔ جو انسان غفلت میں زندگی گزارتا ہے، وہ نعمتوں کو دیکھتا ہے مگر منعم کو بھول جاتا ہے۔ اور جو فکرِ الٰہی کے ساتھ دیکھتا ہے، اسے ہر طرف اپنے رب کی قدرت کے آثار نظر آتے ہیں۔

پھر فرمایا: قرآنِ کریم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ اس کی تلاوت زبان کا عمل ہے، مگر اس میں تدبر دل کا عمل ہے۔ قرآن کو صرف آواز سے نہیں، بلکہ دل کی توجہ، عاجزی اور سمجھ کے ساتھ پڑھو، کیونکہ قرآن انسان کو اندھیروں سے نکال کر نور کی طرف لے

جاتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَ لِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۲۹﴾

ترجمہ: یہ ایک بابرکت کتاب ہے جو ہم نے آپ کی طرف نازل کی تاکہ لوگ اس کی آیات میں غور کریں اور عقل والے نصیحت حاصل کریں۔

(سورۃ ص:29)

حافظ صاحب نے فرمایا:

تدبرِ قرآن یہ ہے کہ انسان آیات کو پڑھے، سمجھے، اپنے دل پر اثر لے اور اپنی زندگی کو قرآن کے مطابق بدلنے کی کوشش کرے۔ قرآن صرف دوسروں کی اصلاح کے لیے نہیں، بلکہ سب سے پہلے اپنی اصلاح کے لیے نازل ہوا ہے۔

پھر فرمایا: قرآن کی ہر آیت میں ہدایت کا خزانہ ہے۔ کوئی آیت بندے کو صبر سکھاتی ہے، کوئی شکر، کوئی توکل، کوئی توبہ، کوئی محبتِ الٰہی اور کوئی آخرت کی تیاری کی دعوت دیتی ہے۔ خوش نصیب ہے وہ شخص جو قرآن کو اپنی زندگی کا رہنما بنالیتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا ﴿۲۴﴾

ترجمہ: کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر تالے لگے ہوئے ہیں؟

(سورۃ محمد:24)

حافظ صاحب نے فرمایا: دل کا زنگ غفلت سے پیدا ہوتا ہے اور اس کا علاج قرآن کا نور ہے۔ جس دل میں قرآن اتر جاتا ہے، اس میں دنیا کی محبت کم اور اللہ کی محبت بڑھ جاتی ہے۔ قرآن دل کو زندہ کرتا ہے، روح کو سکون دیتا ہے اور انسان کو اپنے مقصدِ زندگی کی یاد دلاتا ہے۔

پھر فرمایا: فکرِ الٰہی انسان کو عاجزی سکھاتی ہے اور تدبرِ قرآن انسان کو بندگی کا راستہ دکھاتا ہے۔ جو شخص اللہ کی عظمت کو پہچان لیتا ہے، وہ تکبر سے بچ جاتا ہے، اور جو قرآن کو سمجھ لیتا ہے، وہ گمراہی سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ مبارک فرمان سنایا:

خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَهُ

ترجمہ: تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔

(صحیح البخاری:5027)

حافظ صاحب نے فرمایا:

قرآن کو اپنا ساتھی بنالو، اس کے الفاظ کو اپنی زبان کی زینت، اس کے احکام کو اپنی زندگی کا راستہ اور اس کی ہدایت کو اپنے دل کا نور بنالو۔ فکرِ الٰہی سے دل بیدار ہوتا ہے اور تدبرِ قرآن سے زندگی سنور جاتی ہے۔

آخر میں حافظ صاحب نے نہایت عاجزی، محبت اور گریہ کے ساتھ دعا فرمائی:
اے اللہ! ہمارے دلوں کو اپنی یاد اور اپنی معرفت سے زندہ فرما، ہمیں قرآنِ کریم کو سمجھنے، اس میں تدبر کرنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرما۔ ہمارے دلوں سے غفلت کے پردے ہٹا دے، ہمیں اپنی قدرت کی نشانیوں کو پہچاننے والا بنا، اور قرآن کے نور سے ہماری زندگیوں کو روشن فرما۔ آمین یارب العالمین۔

حصہ:-15

تقدیر اور نصیب کی حقیقت

حافظ صاحب ایک روحانی مجلس میں تشریف فرما تھے۔ اہلِ مجلس نہایت ادب اور خاموشی کے ساتھ حاضر تھے۔ حافظ صاحب نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی، پھر حاضرین کی طرف متوجہ ہو کر نہایت حکمت بھرے انداز میں فرمایا: انسان اپنی زندگی کے حالات دیکھ کر کبھی خوش ہوتا ہے اور کبھی پریشان، کبھی کامیابی پر فخر کرتا ہے اور کبھی آزمائش پر غمگین ہو جاتا ہے، مگر مومن جانتا ہے کہ اس پوری کائنات کا نظام ایک حکیم و علیم رب کے ہاتھ میں ہے۔ یہی یقین دل کو سکون عطا کرتا ہے۔

فرمایا: تقدیر اللہ تعالیٰ کے علم، حکمت اور فیصلے کا نام ہے۔ اللہ تعالیٰ ازل سے ہر چیز کو جاننے والا ہے۔ جو کچھ کائنات میں ہوتا ہے، وہ اس کے علم سے باہر نہیں۔ انسان کا ماضی، حال اور مستقبل سب اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے، لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے انسان کو ارادہ، اختیار اور کوشش کی صلاحیت عطا فرمائی ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ ﴿۴۹﴾

ترجمہ: بے شک ہم نے ہر چیز کو ایک اندازے کے ساتھ پیدا کیا ہے۔

(سورۃ القمر:49)

حافظ صاحب نے فرمایا:

تقدیر کا مطلب یہ نہیں کہ انسان ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جائے اور کوشش چھوڑ دے۔ اسلام ہمیں محنت، دعا، توکل اور عمل کا حکم دیتا ہے۔ بندہ کوشش کرتا ہے، راستے اختیار کرتا ہے، پھر نتیجہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیتا ہے۔ یہی ایمان کا حسن ہے۔

پھر فرمایا: نصیب دراصل اللہ تعالیٰ کی تقسیم کا نام ہے۔ کسی کو مال زیادہ ملتا ہے، کسی کو علم، کسی کو صحت، کسی کو عزت، کسی کو آزمائش۔ مگر مومن جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ہر فیصلہ حکمت پر مبنی ہے۔ جس چیز کو اللہ عطا فرمائے اس پر شکر، اور جس سے محروم رکھے اس پر صبر، یہی بندگی کا مقام ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

وَ عَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَ عَسٰۤى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْـًٔا وَّ هُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۱۶﴾

ترجمہ: ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو، حالانکہ وہ تمہارے لیے بہتر ہو، اور ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو پسند کرو، حالانکہ وہ تمہارے لیے نقصان دہ ہو۔ اللہ جانتا ہے، اور تم نہیں جانتے۔

(سورۃ البقرۃ:216)

حافظ صاحب نے فرمایا:

انسان کی نظر محدود ہے، مگر اللہ تعالیٰ کا علم کامل ہے۔ ہم صرف ظاہری حالات دیکھتے ہیں، مگر اللہ انجام کو جانتا ہے۔ کبھی ایک بند دروازہ انسان کو بڑے نقصان سے بچا لیتا ہے، اور کبھی ایک آزمائش انسان کو اللہ کے زیادہ قریب کر دیتی ہے۔

پھر فرمایا: تقدیر پر ایمان انسان کو دو عظیم نعمتیں دیتا ہے: کامیابی میں عاجزی اور آزمائش میں صبر۔ جب کامیابی ملے تو بندہ کہتا ہے یہ میرے رب کا فضل ہے، اور

جب مشکل آئے تو کہتا ہے میرا رب حکمت والا ہے۔ یہی یقین دل کو بے سکونی سے بچاتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

مَآ اَصَابَ مِنۡ مُّصِيۡبَةٍ اِلَّا بِاِذۡنِ اللّٰهِ ؕ وَ مَنۡ يُّؤۡمِنۡۢ بِاللّٰهِ يَهۡدِ قَلۡبَهٗ ؕ

ترجمہ: اللہ کے اذن کے بغیر کوئی مصیبت نہیں آتی، اور جو اللہ پر ایمان رکھتا ہے، اللہ اس کے دل کو ہدایت عطا فرماتا ہے۔

(سورۃ التغابن:11)

حافظ صاحب نے فرمایا:

نصیب پر راضی رہنا اللہ کی محبت کی علامت ہے۔ رضا کا مطلب یہ نہیں کہ انسان کوشش چھوڑ دے، بلکہ یہ ہے کہ کوشش کے بعد اللہ کے فیصلے پر دل کو مطمئن رکھے۔ کیونکہ بندہ تدبیر کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ تقدیر فرماتا ہے۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ مبارک فرمان سنایا:

احْرِصْ عَلَىٰ مَا يَنْفَعُكَ، وَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ، وَلَا تَعْجِزْ

ترجمہ: جو چیز تمہیں فائدہ دے، اسے حاصل کرنے کی کوشش کرو، اللہ سے مدد مانگو اور عاجز نہ بنو۔

(صحیح مسلم:2664)

حافظ صاحب نے فرمایا:

اے اللہ کے بندو! تقدیر کو بہانہ نہ بناؤ، بلکہ اسے اپنے دل کا سکون بناؤ۔ محنت کرو، دعا کرو، حلال راستے اختیار کرو، پھر جو فیصلہ اللہ کی طرف سے آئے اسے خوش دلی سے قبول کرو۔ کیونکہ اللہ کا فیصلہ بندے کے لیے اس کی اپنی خواہش سے زیادہ بہتر ہوتا ہے۔

پھر فرمایا: جس شخص کو یہ یقین ہو جائے کہ میرا رب میرے حال سے واقف ہے، میری ضرورتوں کو جانتا ہے اور میرے لیے بہتر فیصلہ فرماتا ہے، اس کا دل لوگوں کے دروازوں سے آزاد ہو کر اللہ کے دربار سے جڑ جاتا ہے۔

آخر میں حافظ صاحب نے نہایت عاجزی، محبت اور گریہ کے ساتھ دعا فرمائی:

اے اللہ! ہمیں تقدیر پر کامل ایمان، اپنے فیصلوں پر رضا، آزمائشوں میں صبر اور نعمتوں میں شکر عطا فرما۔ ہمارے دلوں سے بے یقینی اور بے سکونی دور فرما، ہمیں حلال کوشش کرنے والا، تیرا شکر ادا کرنے والا اور ہر حال میں تیری رضا پر راضی رہنے والا بندہ بنا دے۔ آمین یا رب العالمین۔

قضا و قدر – مشیتِ الٰہی

حافظ صاحب ایک روحانی مجلس میں تشریف فرما تھے۔ اہلِ مجلس نہایت ادب و توجہ کے ساتھ بیٹھے تھے۔ حافظ صاحب نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی، پھر حاضرین کی طرف متوجہ ہو کر نہایت محبت اور حکمت بھرے انداز میں فرمایا:

اس کائنات میں کوئی ذرہ بھی اللہ تعالیٰ کے علم اور حکم سے باہر نہیں۔ جو کچھ ہوتا ہے، اللہ کے علم میں ہوتا ہے، اس کے حکم سے ہوتا ہے اور اس کی حکمت کے مطابق ہوتا ہے۔ یہی قضا و قدر اور مشیتِ الٰہی کی حقیقت ہے۔

فرمایا: قضا و قدر اللہ تعالیٰ کے کامل علم اور حکمت کا نظام ہے۔ قضا کا تعلق اللہ

تعالیٰ کے فیصلے سے ہے اور قدر کا تعلق اس اندازے اور پیمانے سے ہے جس کے مطابق اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو مقرر فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے، ہر چیز پر قادر ہے اور ہر معاملے میں حکمت والا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

وَ كَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرَا ۙ﴿۳۸﴾

ترجمہ: اور اللہ کا حکم ایک مقرر کیا ہوا فیصلہ ہے۔

(سورۃ الاحزاب:38)

حافظ صاحب نے فرمایا:

مومن کا دل قضا و قدر پر ایمان رکھنے سے مضبوط ہوتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ جو کچھ اللہ کی طرف سے آتا ہے، اس میں کوئی نہ کوئی حکمت ضرور ہوتی ہے۔ کبھی بندہ کسی چیز کو اپنے لیے بہتر سمجھتا ہے، مگر اللہ تعالیٰ اس کے انجام کو جانتا ہے۔

پھر فرمایا: مشیتِ الٰہی کا مطلب یہ ہے کہ پوری کائنات اللہ تعالیٰ کی مرضی اور ارادے کے تحت چل رہی ہے۔ سورج کا طلوع ہونا، چاند کا گردش کرنا، موسموں کا بدلنا، زندگی اور موت کا آنا، سب اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے۔ کوئی طاقت اللہ کے ارادے کے بغیر کچھ نہیں کر سکتی۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

وَ مَا تَشَآءُوْنَ اِلَّاۤ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۹﴾

ترجمہ: اور تم کچھ نہیں چاہ سکتے مگر یہ کہ اللہ چاہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔

(سورۃ التکویر:29)

حافظ صاحب نے فرمایا:

اس آیت کا مطلب یہ نہیں کہ انسان کا اختیار ختم ہو جاتا ہے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ بندے کا اختیار بھی اللہ کی عطا کردہ قوت کے تحت ہے۔ انسان ارادہ کرتا ہے، کوشش کرتا ہے، فیصلے کرتا ہے، مگر کامیابی اور نتیجہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔

پھر فرمایا: قضا وقدر پر ایمان انسان کو تکبر سے بچاتا ہے۔ جب کامیابی ملتی ہے تو وہ اپنے رب کا شکر ادا کرتا ہے، اپنی ذات پر فخر نہیں کرتا۔ اور جب آزمائش آتی ہے تو مایوس نہیں ہوتا، کیونکہ اسے یقین ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

وَ عَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَ عَسٰۤى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْـًٔا وَّ هُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝۲۱۶

ترجمہ: ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو، حالانکہ وہ تمہارے لیے بہتر ہو، اور ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو پسند کرو، حالانکہ وہ تمہارے لیے نقصان دہ ہو۔ اللہ جانتا ہے، اور تم نہیں جانتے۔

(سورۃ البقرۃ:216)

حافظ صاحب نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ کی مشیت میں حکمت پوشیدہ ہوتی ہے۔ کبھی تاخیر میں بھلائی ہوتی ہے، کبھی محرومی میں حفاظت ہوتی ہے، کبھی آزمائش میں ترقی ہوتی ہے۔ بندہ اگر اللہ پر

بھروسہ رکھے تو ہر حالت میں خیر پالیتا ہے۔

پھر فرمایا: قضاوقدر پر ایمان رکھنے والا شخص دعا اور کوشش کو نہیں چھوڑتا۔ وہ جانتا ہے کہ دعا بھی اللہ تعالیٰ کے نظام کا حصہ ہے، کوشش بھی اللہ کی عطا ہے اور کامیابی بھی اللہ کا فضل ہے۔ اسی لیے مومن عاجزی کے ساتھ عمل کرتا ہے اور دل سے اللہ پر بھروسہ رکھتا ہے۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ مبارک فرمان سنایا:

كَانَ اللّٰهُ وَلَمْ يَكُنْ شَيْءٌ غَيْرُهُ، وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَآءِ، وَكَتَبَ فِي الذِّكْرِ كُلَّ شَيْءٍ

ترجمہ: اللہ تھا اور اس کے سوا کچھ نہ تھا، اور اس کا عرش پانی پر تھا، اور اس نے ذکر (لوحِ محفوظ) میں ہر چیز لکھ دی۔

(صحیح البخاری:3191)

حافظ صاحب نے فرمایا:

اے اللہ کے بندو! قضاوقدر کو سمجھو تاکہ دل مطمئن ہو جائے۔ اپنے رب کے فیصلوں پر اعتماد رکھو، کیونکہ وہ تم سے زیادہ تمہیں جانتا ہے، تم سے زیادہ تم پر رحم فرمانے والا ہے اور تمہارے لیے سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔

پھر فرمایا: جس دل میں مشیتِ الٰہی پر یقین پیدا ہو جاتا ہے، وہ شکایتوں سے آزاد ہو جاتا ہے۔ وہ نعمت میں شکر کرتا ہے، آزمائش میں صبر کرتا ہے اور ہر حال میں اپنے رب کی طرف رجوع رکھتا ہے۔

آخر میں حافظ صاحب نے نہایت عاجزی، محبت اور گریہ کے ساتھ دعا فرمائی:

اے اللہ! ہمیں قضا وقدر پر کامل ایمان عطا فرما، اپنے فیصلوں پر رضا عطا فرما، اپنی مشیت کو سمجھنے کی حکمت عطا فرما، ہمارے دلوں کو بے چینی اور شکوے سے محفوظ رکھ، اور ہمیں ہر حال میں اپنی رحمت، حکمت اور قرب کا یقین عطا فرما۔ آمین یا رب العالمین۔

تقدیر اور تدبیر

حافظ صاحب ایک مجلسِ نصیحت میں تشریف فرما تھے۔ اہلِ مجلس نہایت توجہ اور ادب سے حاضر تھے۔ حافظ صاحب نے چند لمحے خاموشی اختیار فرمائی، پھر فرمایا:

انسان کو اللہ تعالیٰ نے عقل، اختیار اور کوشش کی قوت عطا فرمائی ہے تاکہ وہ تدبیر اختیار کرے، مگر دل کا بھروسہ ہمیشہ تقدیر کے مالک پر رکھے۔ تدبیر بندے کا کام ہے اور تقدیر اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے۔

فرمایا: تقدیر اللہ تعالیٰ کے علم، حکمت اور فیصلے کا نام ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے، ہر معاملے سے باخبر ہے اور ہر چیز پر قادر ہے۔ بندے کے لیے جو کچھ مقرر ہے، وہ اللہ کے علم میں ہے، مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ انسان کوشش چھوڑ دے اور اپنی ذمہ داری سے غافل ہو جائے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

وَ اَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ﴿۳۹﴾

ترجمہ: اور یہ کہ انسان کے لیے وہی ہے جس کی اس نے کوشش کی۔

(سورۃ النجم:39)

حافظ صاحب نے فرمایا:

تدبیر کا مطلب ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ عقل کو استعمال کرے، جائز

اسباب اختیار کرے، محنت کرے، منصوبہ بنائے اور اپنے فرائض ادا کرے۔ جو شخص بغیر کوشش کے صرف تقدیر کا نام لیتا ہے، وہ تقدیر کو صحیح نہیں سمجھتا۔

پھر فرمایا: کسان زمین میں بیج ڈالتا ہے، پانی دیتا ہے اور محنت کرتا ہے، مگر فصل اگانے والا اللہ ہے۔ مریض علاج کرواتا ہے، دوا لیتا ہے، مگر شفا دینے والا اللہ ہے۔ مسافر راستہ اختیار کرتا ہے، سفر کی تیاری کرتا ہے، مگر حفاظت فرمانے والا اللہ ہے۔ یہی تدبیر اور تقدیر کا حسین تعلق ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا خُذُوْا حِذْرَكُمْ

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنی حفاظت کا سامان اختیار کرو اور ہر وقت چوکنا رہو۔

(سورۃ النساء:71)

حافظ صاحب نے فرمایا:

اسلام ہمیں اسباب اختیار کرنے کا حکم دیتا ہے، مگر اسباب پر بھروسہ کرنے سے منع کرتا ہے۔ اسباب ہاتھ میں ہوں، مگر دل اللہ کے ساتھ ہو۔ کوشش پوری ہو، مگر یقین اللہ کی مدد پر ہو۔ یہی کامل توکل ہے۔

پھر فرمایا: بعض لوگ تدبیر کو سب کچھ سمجھ لیتے ہیں اور اللہ کی مشیت کو بھول جاتے ہیں، یہ غفلت ہے۔ اور بعض لوگ تقدیر کو بہانہ بنا کر عمل چھوڑ دیتے ہیں، یہ بھی غلطی ہے۔ مومن کا راستہ دونوں کے درمیان ہے: کوشش بھی، دعا بھی، توکل بھی اور رضا بھی۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ

پھر جب آپ پختہ ارادہ کرلیں تو اللہ پر بھروسہ کریں۔

(سورۃ آلِ عمران:159)

حافظ صاحب نے فرمایا:

پہلے صحیح سوچ، پھر اچھی تدبیر، پھر محنت، پھر اللہ پر توکل۔ یہی کامیابی کا راستہ ہے۔ جو شخص تدبیر اختیار کر کے نتیجہ اللہ کے سپرد کر دیتا ہے، اس کا دل سکون میں رہتا ہے، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ میرا رب میرے لیے بہتر فیصلہ فرمانے والا ہے۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ مبارک فرمان سنایا:

اِعْقِلْهَا وَتَوَكَّلْ

ترجمہ: اونٹ کو باندھو اور پھر اللہ پر بھروسہ کرو۔

(جامع الترمذی:2517)

حافظ صاحب نے فرمایا:

اس فرمان میں زندگی کا عظیم اصول ہے۔ پہلے اپنی ذمہ داری پوری کرو، پھر اللہ کی مدد کا انتظار کرو۔ صرف خواہشیں کامیابی نہیں لاتیں، بلکہ محنت، دعا، اخلاص اور اللہ پر یقین کامیابی کا راستہ بناتے ہیں۔

پھر فرمایا: یاد رکھو! تدبیر اختیار کرنا بندگی ہے، اور تقدیر پر راضی رہنا ایمان کی علامت ہے۔ عقل سے راستہ تلاش کرو، ہاتھوں سے کوشش کرو، دل سے اللہ پر بھروسہ کرو، پھر جو فیصلہ آئے اسے اپنے رب کی طرف سے خیر سمجھو۔

آخر میں حافظ صاحب نے نہایت عاجزی، محبت اور گریہ کے ساتھ دعا فرمائی:

اے اللہ! ہمیں صحیح تدبیر اختیار کرنے کی حکمت عطا فرما، اپنی تقدیر پر راضی رہنے کا ایمان عطا فرما، ہماری کوششوں میں برکت عطا فرما، ہمارے دلوں کو اپنے توکل سے مضبوط فرما دے۔ آمین یارب العالمین۔

تقدیر اور اختیار

حافظ صاحب ایک مجلسِ معرفت میں تشریف فرما تھے۔ اہلِ مجلس نہایت ادب، خاموشی اور توجہ کے ساتھ حاضر تھے۔ حافظ صاحب نے اپنی نگاہیں جھکائیں، چند لمحے غور فرمایا، پھر نہایت حکمت بھرے انداز میں فرمایا: اللہ تعالیٰ نے انسان کو تقدیر کے دائرے میں پیدا فرمایا، مگر اسے اختیار کی نعمت بھی عطا فرمائی۔ بندہ اپنے ارادے سے راستہ اختیار کرتا ہے، مگر ہر طاقت، ہر صلاحیت اور ہر موقع اللہ تعالیٰ کی عطا سے حاصل ہوتا ہے۔

فرمایا: تقدیر اللہ تعالیٰ کے کامل علم اور حکمت کا نام ہے۔ اللہ تعالیٰ کو ازل سے معلوم ہے کہ کون کیا کرے گا، کب پیدا ہوگا، کب دنیا سے جائے گا، اور اس کی زندگی کے حالات کیا ہوں گے۔ اللہ کا علم بندے کے اختیار کو ختم نہیں کرتا، بلکہ اللہ تعالیٰ اپنے علمِ کامل سے بندے کے تمام اختیاری اعمال کو جانتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّ اِمَّا كَفُوْرًا ۝۳

ترجمہ: بے شک ہم نے اسے راستہ دکھا دیا، اب خواہ وہ شکر کرنے والا بنے یا ناشکرا۔

(سورۃ الانسان:3)

حافظ صاحب نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل دی، شعور دیا، نیکی اور برائی کے راستے دکھائے، پھر

اسے انتخاب کی صلاحیت عطا فرمائی۔ یہی اختیار انسان کی آزمائش ہے۔ وہ چاہے تو نیکی اختیار کرے، چاہے تو گناہ کی راہ اپنائے، مگر ہر عمل کا حساب بھی اسی اختیار کے مطابق ہوگا۔

پھر فرمایا: بعض لوگ تقدیر کو بہانہ بنا کر اپنی غلطیوں سے بچنا چاہتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر گناہ ہوا تو تقدیر میں تھا، مگر یہی لوگ نیکی کے لیے بھی کوشش کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان کو اپنے اعمال کا ذمہ دار بنایا گیا ہے، کیونکہ اسے اختیار عطا کیا گیا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

وَ نَفْسٍ وَّ مَا سَوّٰىهَا ۝۷ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَ تَقْوٰىهَا ۝۸ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ۝۹ وَ قَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا ۝۱۰

ترجمہ: اور نفس کی اور اس کی درستگی کی قسم، پھر اسے اس کی بدی اور پرہیزگاری سمجھا دی، بے شک کامیاب ہوا جس نے اسے پاک کیا، اور ناکام ہوا جس نے اسے آلودہ کیا۔

(سورۃ الشمس: 7-10)

حافظ صاحب نے فرمایا:

اختیار کا حسن یہ ہے کہ بندہ اپنے ارادے کو اللہ کی رضا کے تابع کر دے۔ جسے اللہ نے عقل دی، اسے چاہیے کہ حق کو پہچانے؛ جسے قوت دی، اسے چاہیے کہ نیکی میں استعمال کرے؛ جسے وقت دیا، اسے چاہیے کہ اسے آخرت کی تیاری میں لگائے۔

پھر فرمایا: تقدیر انسان کو غرور سے بچاتی ہے اور اختیار اسے ذمہ داری کا احساس

دلاتا ہے۔ کامیابی ملے تو بندہ اللہ کا شکر ادا کرے، کیونکہ توفیق اسی کی طرف سے ہے، اور غلطی ہو جائے تو اپنی اصلاح کرے، کیونکہ اختیار اسے دیا گیا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ط

ترجمہ: ہر شخص کے لیے وہی ہے جو اس نے کمایا، اور اسی پر اس کے اعمال کا وبال ہے۔

(سورۃ البقرۃ:286)

حافظ صاحب نے فرمایا:

مومن کا راستہ یہ ہے کہ وہ عمل میں پوری کوشش کرے اور نتیجے میں اللہ پر بھروسہ رکھے۔ وہ نہ اپنی طاقت پر گھمنڈ کرتا ہے اور نہ اپنی کمزوری کو تقدیر کا نام دے کر بیٹھ جاتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ میرا کام کوشش ہے اور فیصلہ میرے رب کے اختیار میں ہے۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ مبارک فرمان سنایا:

احْرِصْ عَلٰى مَا يَنْفَعُكَ، وَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ، وَلَا تَعْجَزْ

ترجمہ: جو چیز تمہیں فائدہ دے، اسے حاصل کرنے کی کوشش کرو، اللہ سے مدد مانگو اور عاجز نہ بنو۔

(صحیح مسلم:2664)

حافظ صاحب نے فرمایا:

اے اللہ کے بندو! تقدیر کو سمجھو تاکہ دل مطمئن ہو، اور اختیار کو سمجھو تاکہ عمل

درست ہو۔ اپنے فیصلوں میں اللہ سے رہنمائی مانگو، اپنی کوشش میں اخلاص رکھو، اور اپنے انجام کو اللہ کے سپرد کر دو۔

پھر فرمایا: اصل کامیابی یہ ہے کہ بندہ اپنے اختیار کو اللہ کی بندگی میں استعمال کرے۔ جب انسان اپنی خواہشات کو اللہ کے حکم کے تابع کر دیتا ہے تو اس کا اختیار بھی عبادت بن جاتا ہے اور اس کی زندگی بھی کامیابی کا راستہ بن جاتی ہے۔

آخر میں حافظ صاحب نے نہایت عاجزی، محبت اور گریہ کے ساتھ دعا فرمائی:

اے اللہ! ہمیں اپنی تقدیر پر کامل ایمان عطا فرما، اپنے عطا کردہ اختیار کو صحیح راستے میں استعمال کرنے کی توفیق دے، ہمیں نیکی کا انتخاب کرنے والا، گناہوں سے بچنے والا اور ہر حال میں تیری رضا پر راضی رہنے والا بندہ بنا۔ آمین یا رب العالمین۔

حصہ:-16

وِردِ صباح-وِردِ مساء

حافظ صاحب نے فجر کے بعد کی نورانی فضا کا تذکرہ کرتے ہوئے حاضرین کی طرف محبت بھری نگاہ ڈالی اور فرمایا:

جس دن کی ابتدا اللہ کے ذکر سے ہوتی ہے، اس دن میں برکت، سکون اور رحمت اترتی ہے۔ اور جس رات کا اختتام اللہ کی یاد پر ہوتا ہے، وہ رات حفاظت، اطمینان اور مغفرت کا پیغام لے کر آتی ہے۔ پھر نہایت روح پرور انداز میں گفتگو شروع فرمائی۔

فرمایا: مومن کا دن ذکرِ الٰہی سے طلوع ہوتا ہے اور ذکرِ الٰہی پر غروب ہوتا ہے۔ صبح کا وِرد دل کو تازگی دیتا ہے، ایمان کو قوت دیتا ہے اور شیطان کے وسوسوں سے حفاظت کرتا ہے۔ شام کا وِرد دن بھر کی کوتاہیوں پر استغفار، اللہ کی نعمتوں پر شکر اور رات کے لیے اللہ کی پناہ کا ذریعہ بنتا ہے۔

پھر فرمایا: جو شخص ہر صبح اپنے رب کو یاد کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے دل کو سکون عطا فرماتا ہے، اس کے رزق میں برکت دیتا ہے اور اس کے دن کو خیر سے بھر دیتا ہے۔ اور جو ہر شام اپنے رب کی بارگاہ میں جھک جاتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت فرماتا ہے، اس کے گناہوں کو معاف فرماتا ہے اور اس کی رات کو رحمت کا سایہ بنا دیتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَ قَبْلَ

الْغُرُوْبِ ﴿۳۹﴾

ترجمہ: پس آپ ان کی باتوں پر صبر کیجیے اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کیجیے، سورج نکلنے سے پہلے اور سورج غروب ہونے سے پہلے۔

(سورۃ ق:39)

حافظ صاحب نے فرمایا:

صبح اور شام کے اوقات اللہ کے قرب کے خاص اوقات ہیں۔ ان لمحات میں زبان ذکر سے تر ہو، دل اللہ کی یاد میں حاضر ہو اور آنکھیں اپنے رب کی رحمت کی امیدوار ہوں، تو زندگی بدل جاتی ہے۔

پھر فرمایا: اپنے وِردِ صباح میں قرآنِ کریم کی تلاوت، استغفار، درودِ پاک، تسبیح، تہلیل، تحمید، تکبیر اور دعا کو شامل کرو۔ اپنے والدین، اہلِ خانہ، امتِ مسلمہ اور تمام انسانیت کے لیے خیر مانگو۔ اسی طرح وِردِ مساء میں پورے دن کا محاسبہ کرو، اللہ کا شکر ادا کرو، اپنی لغزشوں پر توبہ کرو اور رات اللہ کی امان میں گزارنے کی دعا کرو۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ مبارک فرمان سنایا:

مَنْ قَالَ حِيْنَ يُصْبِحُ وَحِيْنَ يُمْسِيَ: سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهِ مِائَةَ مَرَّةٍ، لَمْ يَأْتِ أَحَدٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِأَفْضَلَ مِمَّا جَاءَ بِهِ، إِلَّا أَحَدٌ قَالَ مِثْلَ مَا قَالَ أَوْ زَادَ عَلَيْهِ

ترجمہ: جو شخص صبح اور شام سو مرتبہ سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهِ کہے، قیامت کے

دن کوئی اس سے بہتر عمل لے کر نہیں آئے گا، سوائے اس کے جس نے اتنا ہی یا اس سے زیادہ پڑھا ہو۔

(صحیح مسلم:2692)

حافظ صاحب نے فرمایا:

صبح کا ذکر دن کی حفاظت ہے، اور شام کا ذکر رات کی حفاظت ہے۔ جو زبان اللہ کے ذکر کی عادی ہو جاتی ہے، اس دل میں دنیا کی بے جا فکریں کم ہونے لگتی ہیں۔ ذکر انسان کو غفلت سے نکال کر اللہ کی معیت کا احساس عطا کرتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

وَ اذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّ خِيْفَةً وَّ دُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِ وَ لَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ ﴿۲۰۵﴾

ترجمہ: اور اپنے رب کو اپنے دل میں عاجزی اور خوف کے ساتھ، اور بلند آواز کے بغیر، صبح و شام یاد کرتے رہو، اور غافلوں میں سے نہ ہو۔

(سورۃ الاعراف:205)

حافظ صاحب نے فرمایا:

اگر تم چاہتے ہو کہ تمہارا دن رحمت سے بھر جائے اور تمہاری رات سکون سے گزرے، تو اپنے صبح و شام کے اوقات کو اللہ کے ذکر کے لیے مخصوص کر لو۔ جو بندہ اپنے دن کی ابتدا اللہ سے کرتا ہے، اللہ اس کے دن کو سنوار دیتا ہے، اور جو اپنی رات اللہ کے سپرد کرتا ہے، اللہ اس کی رات کو امن اور اطمینان سے بھر دیتا ہے۔

آخر میں حافظ صاحب نے نہایت رقت کے ساتھ دعا فرمائی:

اے اللہ! ہمارے صبح وشام کو اپنے ذکر سے آباد فرما، ہماری زبانوں کو تسبیح، تہلیل، تحمید، تکبیر، استغفار اور درودِ پاک سے ہمیشہ تر رکھ، ہمارے دلوں کو اپنی یاد کا نور عطا فرما، ہمیں غفلت سے محفوظ رکھ، اور ہر صبح وشام اپنی رحمت، حفاظت اور رضا کے سائے میں زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین یارب العالمین۔

دوامِ ذکر- ذکرِ قلبی

حافظ صاحب نے نہایت روح پرور انداز میں حاضرین کی طرف دیکھا، پھر آنکھیں بند کر کے چند لمحے خاموش رہے، جیسے دل اللہ تعالیٰ کی یاد میں محو ہو۔ پھر نہایت محبت بھرے لہجے میں فرمایا:

ذکر صرف زبان کے الفاظ کا نام نہیں، بلکہ دل کے جاگنے کا نام ہے۔ زبان کا ذکر ابتدا ہے، اور دل کا ذکر انتہا ہے۔ جب زبان اللہ کا نام لیتی رہتی ہے تو آہستہ آہستہ دل بھی اللہ کی یاد میں زندہ ہو جاتا ہے۔ پھر بندہ صرف عبادت کے وقت نہیں، بلکہ ہر سانس میں اپنے رب کی معیت محسوس کرتا ہے۔

پھر فرمایا: دوامِ ذکر یہ نہیں کہ انسان ہر وقت بلند آواز سے ذکر کرتا رہے، بلکہ دوامِ ذکر یہ ہے کہ دل ہر حال میں اللہ کی طرف متوجہ رہے۔ تجارت میں ہو، ملازمت میں ہو، سفر میں ہو، تنہائی میں ہو یا لوگوں کے درمیان ہو، اس کا دل اپنے رب سے غافل نہ ہو۔ یہی اہلِ معرفت کا مقام ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِهِمْ

وہ لوگ جو کھڑے، بیٹھے اور اپنی کروٹوں پر بھی اللہ کو یاد کرتے رہتے ہیں۔

(سورۃ آلِ عمران:191)

حافظ صاحب نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب بندوں کی یہ صفت بیان فرمائی کہ ان کا ذکر کسی ایک وقت تک محدود نہیں ہوتا، بلکہ ان کی پوری زندگی ذکر بن جاتی ہے۔ ان کی زبان پر اللہ کا نام ہوتا ہے، ان کے دل میں اللہ کی محبت ہوتی ہے اور ان کے اعمال میں اللہ کی اطاعت ہوتی ہے۔

پھر فرمایا: ذکرِ قلبی کا مطلب یہ ہے کہ دل ہر وقت اپنے رب کی عظمت، محبت، نگرانی اور قرب کا احساس رکھے۔ جب دل میں یہ کیفیت پیدا ہو جاتی ہے تو گناہ سے نفرت پیدا ہوتی ہے، عبادت میں لذت آتی ہے، دعا میں حضوری نصیب ہوتی ہے اور دنیا کی محبت کم ہونے لگتی ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَىِٕنُّ الْقُلُوْبُ ﴿۲۸﴾

(سورۃ الرعد:28)

ترجمہ: یاد رکھو! اللہ کے ذکر ہی سے دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے۔

حافظ صاحب نے فرمایا:

دل کی بے چینی کا علاج مال نہیں، شہرت نہیں، دنیا کی آسائشیں نہیں، بلکہ اللہ کا ذکر ہے۔ جس دل میں ذکرِ الٰہی اتر جاتا ہے، وہاں سکون بھی آتا ہے، نور بھی آتا ہے اور اللہ کی محبت بھی آتی ہے۔

پھر رسول اللہ ﷺ کا یہ مبارک فرمان سنایا:

مَثَلُ الَّذِیْ یَذْکُرُ رَبَّهٗ وَالَّذِیْ لَا یَذْکُرُ

رَبَّهُ، مَثَلُ الْحَيِّ وَالْمَيِّتِ

ترجمہ: جو اپنے رب کا ذکر کرتا ہے اور جو ذکر نہیں کرتا، ان دونوں کی مثال زندہ اور مردہ کی سی ہے۔

(صحیح البخاری:6407)

حافظ صاحب نے فرمایا:

اپنے دل کو ہر روز ذکر سے زندہ کرو۔ صبح و شام استغفار کرو، درودِ پاک پڑھو، سُبْحَانَ اللهِ، الْحَمْدُ لِلّٰهِ، لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللهُ اور اللهُ أَكْبَرُ کو اپنا معمول بنالو۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ دل کو بھی حاضر رکھو، کیونکہ بے توجہی سے کیا گیا ذکر زبان کی حرکت تو ہے، مگر دل کی زندگی نہیں۔

پھر فرمایا: اہلِ اللہ کی پہچان یہ نہیں کہ ان کی زبان پر صرف ذکر ہو، بلکہ ان کے دل میں ہر وقت اللہ کی عظمت زندہ ہوتی ہے۔ وہ ہر نعمت میں اللہ کو دیکھتے ہیں، ہر آزمائش میں اللہ کی حکمت پر راضی رہتے ہیں، ہر خوشی پر شکر کرتے ہیں اور ہر غم میں صبر اختیار کرتے ہیں۔ یہی دوامِ ذکر کی علامت ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

فَاذْكُرُونِيٓ أَذْكُرْكُمْ

ترجمہ: پس تم مجھے یاد کرو، میں تمہیں یاد کروں گا۔

(سورۃ البقرۃ:152)

حافظ صاحب نے فرمایا:

اس سے بڑی سعادت اور کیا ہو سکتی ہے کہ بندہ اپنے رب کو یاد کرے اور ربِ کریم اپنے بندے کو یاد فرمائے۔ دنیا کی سب سے بڑی عزت یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے پر رحمت کی نظر فرمائے، اس کے دل کو اپنی محبت سے بھر دے اور اسے

اپنی دائمی یاد نصیب فرمادے۔

آخر میں حافظ صاحب نے نہایت عاجزی اور رقت کے ساتھ دعا فرمائی:

اے اللہ! ہماری زبانوں کو اپنے ذکر سے تر رکھ، ہمارے دلوں کو اپنی محبت اور اپنی یاد سے زندہ فرما، ہمیں ذکرِ قلبی، اخلاص، حضوری اور دوامِ ذکر کی دولت عطا فرما، ہمارے دلوں سے غفلت، ریا اور دنیا کی بے جا محبت کو دور فرما، اور ہمیں ہر سانس میں اپنی معیت کا احساس نصیب فرما۔ آمین یارب العالمین۔

ذکرِ لسانی - ذکرِ خفی - ذکرِ جلی

حافظ صاحب نے نہایت نورانی انداز میں حاضرین کی طرف دیکھا، پھر اپنی زبان پر آہستہ سے اللہ... اللہ... جاری کیا۔ مجلس پر ایک روحانی کیفیت طاری ہوگئی۔ پھر محبت بھرے لہجے میں فرمایا:

فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ذکر مومن کی روح کی غذا، دل کی زندگی اور ایمان کی تازگی ہے۔ ذکر کی مختلف صورتیں ہیں، مگر مقصد ایک ہی ہے کہ بندے کا دل اپنے رب سے جڑ جائے۔ زبان ذکر کرے، دل حاضر ہو، آنکھیں اللہ کے خوف سے نم ہوں اور زندگی اللہ کی اطاعت میں ڈھل جائے، یہی ذکر کی حقیقی روح ہے۔

پھر فرمایا: ذکرِ لسانی وہ ہے جو زبان سے کیا جاتا ہے۔ تسبیح، تہلیل، تحمید، تکبیر، استغفار، درودِ پاک اور تلاوتِ قرآن، یہ سب ذکرِ لسانی کی صورتیں ہیں۔ زبان سے ذکر کرتے کرتے دل بھی بیدار ہو جاتا ہے۔ اس لیے اپنی زبان کو ہر وقت اللہ کے ذکر کا عادی بنالو، کیونکہ جو زبان ذکر سے آباد ہو جائے، وہ غیبت، جھوٹ، چغلی اور بے مقصد گفتگو سے محفوظ رہتی ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ﴿٤١﴾ وَّ سَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا ﴿٤٢﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ کا بہت زیادہ ذکر کرو، اور صبح وشام اس کی پاکی بیان کرو۔

(سورۃ الاحزاب: 41-42)

حافظ صاحب نے فرمایا:

ذکرِ خفی دل کا ذکر ہے۔ اس میں زبان خاموش بھی ہو تو دل اپنے رب کی یاد میں مصروف رہتا ہے۔ بندہ لوگوں کے درمیان ہوتا ہے، مگر اس کا دل اللہ کے ساتھ ہوتا ہے۔ وہ ہر نعمت میں اپنے رب کو پہچانتا ہے، ہر آزمائش میں اس کی حکمت پر راضی رہتا ہے، ہر سانس میں اس کی معیت محسوس کرتا ہے۔ یہی ذکر اہلِ اخلاص کا سرمایہ ہے۔

پھر فرمایا: ذکرِ خفی ریا سے زیادہ محفوظ ہے، کیونکہ اسے صرف اللہ جانتا ہے۔ جب دل خاموشی سے اپنے رب کو یاد کرتا ہے تو اس کی کیفیت کو کوئی انسان نہیں دیکھ سکتا، مگر اللہ تعالیٰ اس کی ہر دھڑکن سے واقف ہوتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

۲۰۴ وَ اذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّ خِيْفَةً وَّ دُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِ وَ لَا تَكُنْ مِّنَ

الْغٰفِلِيْنَ ﴿۲۰۵﴾

ترجمہ: اور اپنے رب کو اپنے دل میں عاجزی اور خوف کے ساتھ، اور بلند آواز کے بغیر، صبح وشام یاد کیا کرو، اور غافلوں میں سے نہ ہونا۔

(سورۃ الاعراف:205)

حافظ صاحب نے فرمایا: ذکرِ جلی وہ ذکر ہے جو مناسب موقع پر آواز کے ساتھ کیا جائے، تاکہ دلوں میں اللہ کی یاد تازہ ہو، غفلت دور ہو اور ایمان میں تازگی پیدا ہو۔ جب بندے مل کر اللہ کی حمد وثنا بیان کرتے ہیں، قرآن کی تلاوت کرتے ہیں، درودِ پاک پڑھتے ہیں اور اللہ کی کبریائی بیان کرتے ہیں تو رحمت کے فرشتے ان کی مجلس کو گھیر لیتے ہیں۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ مبارک فرمان سنایا:

مَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِي بَيْتٍ مِّنْ بُيُوْتِ اللهِ يَتْلُوْنَ كِتَابَ اللهِ وَيَتَدَارَسُوْنَهُ بَيْنَهُمْ، إِلَّا نَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِيْنَةُ، وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ، وَحَفَّتْهُمُ الْمَلَآئِكَةُ، وَذَكَرَهُمُ اللهُ فِيْمَنْ عِنْدَهُ

ترجمہ: جو لوگ اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں جمع ہو کر اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتے اور اسے آپس میں پڑھتے پڑھاتے ہیں، ان پر سکینت نازل ہوتی ہے، رحمت انہیں ڈھانپ لیتی ہے، فرشتے انہیں گھیر لیتے ہیں، اور اللہ

تعالیٰ اپنے مقرب فرشتوں میں ان کا ذکر فرماتا ہے۔

(صحیح مسلم:2699)

حافظ صاحب نے فرمایا:

ذکرِ لسانی زبان کو پاک کرتا ہے، ذکرِ خفی دل کو زندہ کرتا ہے اور ذکرِ جلی ماحول کو نور سے بھر دیتا ہے۔ لیکن یاد رکھو! ذکر کی اصل روح اخلاص، اتباعِ سنت اور اللہ کی رضا ہے۔ اگر دل حاضر نہ ہو تو زبان کا ذکر بھی کمزور رہ جاتا ہے، اور اگر دل اللہ سے جڑ جائے تو خاموشی بھی ذکر بن جاتی ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

فَاذْكُرُونِيٓ أَذْكُرْكُمْ وَ اشْكُرُوا لِيْ وَ لَا تَكْفُرُونِ ﴿١٥٢﴾

ترجمہ: پس تم مجھے یاد کرو، میں تمہیں یاد کروں گا، اور میرا شکر ادا کرو اور ناشکری نہ کرو۔

(سورۃ البقرۃ:152)

حافظ صاحب نے فرمایا:

اپنے دن کا آغاز ذکر سے کرو، اپنے دل کو ذکر سے آباد رکھو، اپنی مجلسوں کو ذکر سے معطر کرو اور اپنی زندگی کو ذکر کے نور سے روشن کر لو۔ جب بندہ اللہ کا ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا ہو جاتا ہے، اور یہی بندے کی سب سے بڑی دولت ہے۔

آخر میں حافظ صاحب نے نہایت عاجزی سے ہاتھ اٹھائے اور دعا فرمائی:

اے اللہ! ہماری زبانوں کو اپنے ذکر سے تر رکھ، ہمارے دلوں کو ذکرِ خفی کی حضوری عطا فرما، ہماری مجلسوں کو ذکرِ جلی کی برکتوں سے آباد فرما، ہمیں ہر حال میں اپنا

ذاکر، شاکر اور مطیع بندہ بنا، اور اپنی محبت و معرفت کے نور سے ہمارے باطن کو ہمیشہ روشن رکھ۔ آمین یارب العالمین۔

ذکر کلمۂ طیبہ - اسمِ ذات اللہ

حافظ صاحب نے نہایت ادب و محبت کے ساتھ حاضرین کی طرف دیکھا، پھر آہستہ آہستہ نہایت سوز و گداز کے ساتھ فرمایا:

لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ۔ مجلس پر ایک روحانی سکون طاری ہوگیا۔ پھر نہایت محبت بھرے انداز میں فرمایا:

فرمایا: تمام اذکار میں سب سے عظیم ذکر کلمۂ طیبہ ہے، کیونکہ یہی ایمان کی بنیاد، توحید کی روح اور نجات کی کنجی ہے۔ اور تمام اسمائے حسنیٰ میں سب سے جامع اور عظیم نام اللہ ہے، کیونکہ یہ اسمِ ذات ہے، جس میں ربوبیت، الوہیت، رحمت، عظمت، جلال، جمال اور تمام صفاتِ کمال جمع ہیں۔ جس دل میں لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ اتر جائے اور جس قلب میں اسمِ ذات اللہ کی محبت جاگزیں ہوجائے، وہ دل زندہ ہوجاتا ہے۔

پھر فرمایا: لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ صرف زبان سے ادا کیے جانے والے الفاظ نہیں، بلکہ یہ پوری زندگی کا اعلان ہے کہ بندہ ہر باطل معبود، ہر جھوٹے سہارے، ہر نفسانی خواہش اور ہر غیر اللہ کی غلامی سے آزاد ہوکر صرف ایک اللہ کا بندہ بن جاتا ہے۔ یہی کلمہ انسان کو ظلمت سے نور کی طرف لے جاتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

ترجمہ: پس جان لو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔

(سورۃ محمد:19)

حافظ صاحب نے فرمایا: جب بندہ اخلاص کے ساتھ لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ پڑھتا ہے تو اس کے دل سے دنیا کی بے جا محبت کم ہونے لگتی ہے، نفس کی غلامی ٹوٹنے لگتی ہے اور اللہ کی محبت بڑھنے لگتی ہے۔ یہ کلمہ دل کو پاک کرتا ہے، روح کو زندہ کرتا ہے اور ایمان کو مضبوط بناتا ہے۔

پھر فرمایا: اسمِ ذات اللہ وہ عظیم نام ہے جسے سن کر اہلِ ایمان کے دل جھک جاتے ہیں، آنکھیں نم ہو جاتی ہیں اور روحوں کو سکون ملتا ہے۔ جب بندہ محبت، ادب اور حضوری کے ساتھ اللہ... اللہ... کرتا ہے تو اس کے دل سے غفلت کی زنگ اترنے لگتی ہے اور قلب پر معرفت کے انوار اترنے لگتے ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۚ

ترجمہ: اللہ، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ ہمیشہ زندہ، سب کو قائم رکھنے والا ہے۔

(سورۃ البقرۃ:255)

حافظ صاحب نے فرمایا:

ذکرِ اسمِ ذات کا مقصد صرف لفظ دہرانا نہیں، بلکہ اس عظیم ذات کی عظمت، محبت، قرب اور نگرانی کا احساس اپنے دل میں پیدا کرنا ہے۔ جب دل میں ہر وقت یہ احساس زندہ رہے کہ اللہ مجھے دیکھ رہا ہے، اللہ مجھے سن رہا ہے، اللہ میرے ساتھ ہے، تو انسان کا ظاہر بھی سنور جاتا ہے اور باطن بھی پاک ہو جاتا ہے۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ مبارک فرمان سنایا:

أَفْضَلُ الذِّكْرِ لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ

سب سے افضل ذکر اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔

(سنن الترمذی:3383، سنن ابن ماجہ:3800)

حافظ صاحب نے فرمایا: اپنے دل کو کلمۂ طیبہ سے زندہ کرو، اپنی زبان کو اسمِ ذات سے معطر کرو، اپنے اعمال کو اخلاص سے مزین کرو اور اپنی زندگی کو توحید کے نور سے روشن کرلو۔ جب لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ دل میں اتر جاتا ہے تو خوف ختم ہونے لگتا ہے، مخلوق کی غلامی ٹوٹ جاتی ہے، اور بندہ صرف اپنے رب کا ہوجاتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ تَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ﴿۲۸﴾

ترجمہ: وہ لوگ جو ایمان لائے، اور ان کے دل اللہ کے ذکر سے اطمینان پاتے ہیں۔ خبردار! اللہ کے ذکر ہی سے دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے۔

(سورۃ الرعد:28)

حافظ صاحب نے فرمایا:

جب تم لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ پڑھو تو دل سے ہر غیر اللہ کی محبت نکالنے کی نیت کرو، اور جب اللہ کا ذکر کرو تو اپنے دل کو اس کی محبت، اس کی معرفت اور اس کی رضا سے بھرنے کی دعا کرو۔ یہی ذکر بندے کو ولایت کے راستے پر، اخلاص کے مقام پر اور قربِ الٰہی کی منزلوں تک پہنچاتا ہے۔

آخر میں حافظ صاحب نے نہایت عاجزی اور گریہ کے ساتھ دعا فرمائی:

اے اللہ! ہمارے دلوں کو کلمۂ طیبہ کی حقیقت سے منور فرما، ہماری زبانوں کو اپنے مبارک نام کے ذکر سے ہمیشہ تر رکھ، ہمیں اخلاصِ کامل، صدقِ ایمان، محبتِ الٰہی

اور دوامِ ذکر کی نعمت عطا فرما، ہماری زندگی اور ہماری آخری سانس کو لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ پر قائم فرما، اور ہمیں اپنے مقرب بندوں میں شامل فرما۔ آمین یارب العالمین۔

تکبیر وتقدیس- استغفارِ دائم

حافظ صاحب نے نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ حاضرین کی طرف دیکھا، پھر آہستہ آہستہ فرمایا: اللهُ أَكْبَرُ... سُبْحَانَ اللهِ... أَسْتَغْفِرُ اللهَ...۔ ان مبارک کلمات کی گونج سے مجلس پر ایک روحانی کیفیت طاری ہوگئی۔ پھر نہایت محبت بھرے انداز میں فرمایا:

فرمایا: مومن کی زندگی تین عظیم نعمتوں سے روشن ہوتی ہے؛ تکبیر اس کے دل میں اللہ کی عظمت پیدا کرتی ہے، تقدیس اسے اللہ کی پاکی اور کمال کا شعور عطا کرتی ہے، اور استغفار اس کے گناہوں کو دھو کر دل کو نور سے بھر دیتا ہے۔ جس کی زبان ان اذکار سے آباد ہو جائے، اس کا دل بھی ایمان کی روشنی سے منور ہو جاتا ہے۔

پھر فرمایا: اللهُ أَكْبَرُ صرف ایک جملہ نہیں، بلکہ ایک عقیدہ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ ہر چیز سے بڑا ہے؛ ہر طاقت سے بڑا، ہر بادشاہ سے بڑا، ہر خوف سے بڑا، ہر مشکل سے بڑا اور ہر امید سے زیادہ قریب ہے۔ جب بندہ دل کی گہرائی سے اللهُ أَكْبَرُ کہتا ہے تو دنیا کی بڑی سے بڑی مصیبت بھی اسے چھوٹی محسوس ہونے لگتی ہے، کیونکہ اس کا یقین اپنے رب کی کبریائی پر ہوتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

﴿وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ﴾

اور اپنے رب کی بڑائی بیان کیجیے۔

(سورۃ المدثر:3)

حافظ صاحب نے فرمایا:

تقدیس کا مطلب یہ ہے کہ بندہ اپنے رب کو ہر نقص، ہر کمزوری، ہر عیب اور ہر شریک سے پاک مانے۔ جب زبان سُبْحَانَ اللّٰہِ کہتی ہے تو دل گواہی دیتا ہے کہ میرا رب ہر عیب سے منزہ، ہر کمال کا مالک اور ہر تعریف کا حقیقی مستحق ہے۔

پھر فرمایا: جس دل میں اللہ کی عظمت اور پاکی کا یقین راسخ ہو جائے، وہاں تکبر، غرور اور خود پسندی باقی نہیں رہتی۔ بندہ اپنے رب کے سامنے جھک جاتا ہے اور اسی جھکنے میں اس کی عزت پیدا ہوتی ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

وَ رَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝۳

اپنے سب سے بلند رب کے نام کی تسبیح بیان کیجیے۔

(سورۃ المدثر:3)

حافظ صاحب نے فرمایا:

استغفارِ دائم اہلِ ایمان کی شان ہے۔ گناہوں سے بچنے والا بھی استغفار کرتا ہے، اور نیکیاں کرنے والا بھی استغفار کرتا ہے، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اللہ کا حق ویسا ادا نہیں ہو سکتا جیسا اس کا حق ہے۔ استغفار دل کی میل کو دھوتا ہے، رزق میں برکت لاتا ہے، مصیبتوں کو دور کرتا ہے اور اللہ کی رحمت کو متوجہ کرتا ہے۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ مبارک فرمان سنایا:

وَاللهِ إِنِّي لَأَسْتَغْفِرُ اللهَ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ فِي الْيَوْمِ أَكْثَرَ مِنْ سَبْعِينَ مَرَّةً

اللہ کی قسم! میں ایک دن میں ستر سے زیادہ مرتبہ اللہ سے استغفار اور توبہ کرتا ہوں۔

(صحیح البخاری:6307)

حافظ صاحب نے فرمایا:

جب اللہ کے محبوب رسول ﷺ، جن کے اگلے پچھلے سب گناہ معاف کر دیے گئے، کثرت سے استغفار کرتے تھے، تو ہمیں تو ہر سانس کے ساتھ استغفار کی ضرورت ہے۔ اپنی کوتاہیوں پر نادم رہو، اپنے رب سے معافی مانگتے رہو اور اس کی رحمت سے کبھی مایوس نہ ہو۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۙ﴿۱۰﴾ يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ۙ﴿۱۱﴾ وَّ يُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّ بَنِيْنَ وَ يَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّ يَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ؕ﴿۱۲﴾

ترجمہ: میں نے کہا: اپنے رب سے معافی مانگو، بے شک وہ بہت بخشنے والا ہے۔ وہ تم پر آسمان سے خوب بارش برسائے گا، تمہیں مال اور اولاد سے مدد دے گا، تمہارے لیے باغ پیدا کرے گا اور تمہارے لیے نہریں جاری کر دے گا۔

(سورۃ نوح:10-12)

حافظ صاحب نے فرمایا:

اپنی صبح اللہُ أَکْبَرُ سے شروع کرو، اپنے دل کو سُبْحَانَ اللہِ سے پاکیزہ رکھو، اور اپنی رات أَسْتَغْفِرُ اللہَ پر ختم کرو۔ یہ تینوں اذکار انسان کو اللہ کی عظمت، اللہ کی پاکی اور اللہ کی مغفرت سے جوڑ دیتے ہیں۔ جو بندہ ان اذکار کو اپنا معمول بنالیتا ہے، اس کی زندگی میں نور، سکون، برکت اور رحمت اترنے لگتی ہے۔

آخر میں حافظ صاحب نے نہایت عاجزی، گریہ اور محبت کے ساتھ دعا فرمائی:

اے اللہ! ہمارے دلوں کو اپنی عظمت کے یقین سے بھر دے، ہماری زبانوں کو تکبیر، تقدیس اور استغفار سے ہمیشہ تر رکھ، ہمارے گناہوں کو معاف فرما، ہمارے ظاہر و باطن کو پاکیزہ بنا، ہمیں ہر حال میں اپنا ذاکر، شاکر اور توبہ کرنے والا بندہ بنا، اور اپنی بے پایاں رحمت سے دنیا و آخرت کی سعادت عطا فرما۔ آمین یارب العالمین۔

درودِ پاک-مناجاتِ شب

حافظ صاحب نے نہایت رقت آمیز انداز میں حاضرین کی طرف دیکھا۔ رات کی خاموشی، اللہ کی یاد اور رسولِ اکرم ﷺ کی محبت کا ذکر کرتے ہوئے آپ کی آنکھیں نم ہوگئیں۔ پھر نہایت محبت بھرے لہجے میں فرمایا:

فرمایا: مومن کے دل کی دو عظیم دولتیں ہیں؛ ایک درودِ پاک اور دوسری مناجاتِ شب۔ درودِ پاک رسولِ اکرم ﷺ سے محبت کا اظہار ہے، اور مناجاتِ شب اللہ تعالیٰ سے محبت کی سرگوشی ہے۔ جس دل میں یہ دونوں نعمتیں جمع ہو جائیں، وہ دل ایمان، محبت، اخلاص اور معرفت کا گلستان بن جاتا ہے۔

پھر فرمایا: درودِ پاک صرف الفاظ کا مجموعہ نہیں، بلکہ عاشقِ رسول ﷺ کے

دل کی دھڑکن ہے۔ جب بندہ اپنے محبوب نبی کریم ﷺ پر درود بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے، اس کے درجات بلند فرماتا ہے، اس کے گناہوں کو مٹاتا ہے اور اس کے دل کو نور سے بھر دیتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۵۶﴾

ترجمہ: بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود بھیجو اور خوب سلام بھیجو۔

(سورۃ الاحزاب:56)

حافظ صاحب نے فرمایا:

جس زبان پر کثرت سے درودِ پاک جاری ہو، وہ زبان پاکیزہ ہو جاتی ہے۔ جس دل میں رسول اللہ ﷺ کی محبت بڑھتی ہے، وہاں دنیا کی محبت کم ہونے لگتی ہے۔ درودِ پاک دل کو نرم کرتا ہے، دعا کو قبولیت کے قریب کرتا ہے اور بندے کو رحمتِ مصطفوی ﷺ کے سائے میں لے آتا ہے۔

پھر رسول اللہ ﷺ کا یہ مبارک فرمان سنایا:

مَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلَاةً، صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ بِهَا عَشْرًا

ترجمہ: جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے، اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔

(صحیح مسلم:408)

حافظ صاحب نے فرمایا:

رات کا وقت اہلِ محبت کا وقت ہے۔ جب دنیا سو جاتی ہے، تب اللہ کے سچے بندے اپنے رب کے حضور کھڑے ہوتے ہیں۔ وہ اپنے گناہوں پر روتے ہیں، اپنے رب سے راز و نیاز کرتے ہیں، اپنی کمزوریوں کا اعتراف کرتے ہیں اور اس کی رحمت کے امیدوار بن کر مناجات کرتے ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّ طَمَعًا ۫

ترجمہ: ان کے پہلو بستروں سے الگ رہتے ہیں، وہ اپنے رب کو خوف اور امید کے ساتھ پکارتے ہیں۔

(سورۃ السجدۃ:16)

حافظ صاحب نے فرمایا:

مناجاتِ شب وہ عبادت ہے جس میں بندہ اپنے رب سے کسی واسطے کے بغیر بات کرتا ہے۔ اس وقت نہ دکھاوے کی فکر ہوتی ہے، نہ لوگوں کی تعریف کی خواہش۔ صرف بندہ ہوتا ہے اور اس کا رب ہوتا ہے۔ یہی اخلاص کی معراج اور محبت کی انتہا ہے۔

پھر فرمایا: اگر تم اپنے دل کو زندہ کرنا چاہتے ہو تو رات کا کچھ حصہ اللہ کے لیے

مخصوص کرلو۔ دو رکعت ہی سہی، مگر اخلاص کے ساتھ پڑھو۔ چند آنسو ہی سہی، مگر اللہ کے خوف اور محبت میں بہاؤ۔ چند لمحے ہی سہی، مگر اپنے رب سے دل کی بات ضرور کرو۔ یہی لمحے انسان کی تقدیر بدل دیتے ہیں۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ مبارک فرمان سنایا:

يَنْزِلُ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالَى كُلَّ لَيْلَةٍ إِلَى السَّمَآءِ الدُّنْيَا حِينَ يَبْقٰى ثُلُثُ اللَّيْلِ الْاٰخِرُ، فَيَقُولُ: مَنْ يَدْعُونِي فَأَسْتَجِيبَ لَهُ، وَمَنْ يَسْأَلُنِي فَأُعْطِيَهُ، وَمَنْ يَسْتَغْفِرُنِي فَأَغْفِرَ لَهُ

ترجمہ: ہمارا رب ہر رات آخری تہائی حصے میں آسمانِ دنیا کی طرف نزولِ رحمت فرماتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے: کون ہے جو مجھ سے دعا کرے کہ میں اس کی دعا قبول کروں؟ کون ہے جو مجھ سے مانگے کہ میں اسے عطا کروں؟ کون ہے جو مجھ سے مغفرت طلب کرے کہ میں اسے بخش دوں؟

(صحیح البخاری:1145، صحیح مسلم:758)

حافظ صاحب نے فرمایا:

اپنے دن کو درودِ پاک سے معطر کرو اور اپنی رات کو مناجات سے منور کرو۔ درودِ پاک تمہیں رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب لے جائے گا، اور مناجاتِ شب تمہیں اپنے رب کی رحمت کے سائے میں پہنچا دے گی۔ یہی اہلِ محبت کا راستہ، اہلِ معرفت

کا سرمایہ اور اہلِ ایمان کی حقیقی زندگی ہے۔

آخر میں حافظ صاحب نے نہایت رقت، عاجزی اور محبت کے ساتھ دعا فرمائی:

اے اللہ! ہمارے دلوں کو اپنے محبوب رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی سچی محبت سے بھر دے، ہماری زبانوں کو ہمیشہ درودِ پاک سے تر رکھ، ہمیں راتوں کی عبادت، تہجد، گریہ و زاری اور مناجاتِ شب کی لذت عطا فرما، ہمارے گناہوں کو معاف فرما، ہمارے دلوں کو نورِ ایمان سے منور فرما، اور ہمیں دنیا و آخرت میں اپنے محبوب ﷺ کی شفاعت اور اپنی رضا نصیب فرما۔ آمین یارب العالمین۔

تہجد کا وِرد اور دعائے سحر

حافظ صاحب نے نہایت محبت اور رقت کے ساتھ حاضرین کی طرف دیکھا، پھر آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی اور فرمایا: رات کی خاموشی میں جب ساری دنیا سو رہی ہوتی ہے، اس وقت اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اپنی رحمت کی طرف بلاتا ہے۔ وہ لمحے دنیا کے سب سے قیمتی لمحے ہیں، کیونکہ اس وقت بندہ اپنے رب سے سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے۔ پھر نہایت سوز و گداز کے ساتھ گفتگو شروع فرمائی۔

فرمایا: تہجد صرف ایک نماز نہیں، بلکہ عاشقِ الٰہی کی زندگی ہے۔ یہ وہ عبادت ہے جس میں بندہ اپنے رب کے سامنے تنہائی میں کھڑا ہوتا ہے، اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہے، اپنے آنسوؤں سے دل کی گرد دھوتا ہے اور اپنے رب کی رحمت کا امیدوار بنتا ہے۔ جسے تہجد کی دولت مل جائے، سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے خاص بندوں میں شامل کرنے کا ارادہ فرمایا ہے۔

پھر فرمایا: تہجد کا وِرد صرف تسبیح کے چند الفاظ نہیں، بلکہ دل کی حضوری، زبان کا ذکر، آنکھوں کے آنسو اور روح کی عاجزی کا نام ہے۔ اس وقت تلاوتِ قرآن،

استغفار، درودِ پاک، تسبیح، تہلیل، تحمید، تکبیر، دعا اور خاموش مراقبہ سب اللہ کی قربت کا ذریعہ بن جاتے ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

وَ مِنَ الَّیۡلِ فَتَهَجَّدۡ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۖ عَسٰۤی اَنۡ یَّبۡعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحۡمُوۡدًا ﴿۷۹﴾

ترجمہ: اور رات کے کچھ حصے میں تہجد پڑھا کیجیے، یہ آپ کے لیے اضافی عبادت ہے، امید ہے کہ آپ کا رب آپ کو مقامِ محمود عطا فرمائے گا۔

(سورۃ الاسراء:79)

حافظ صاحب نے فرمایا:

تہجد کی اصل روح اخلاص ہے۔ اگر دو رکعت بھی محبت، عاجزی اور حضوری کے ساتھ ادا کی جائیں تو وہ بہت سی بے روح عبادتوں سے بہتر ہیں۔ اللہ تعالیٰ عمل کی مقدار سے زیادہ دل کی کیفیت کو پسند فرماتا ہے۔

پھر فرمایا: سحر کا وقت استغفار کا وقت ہے، رحمت کا وقت ہے، قبولیتِ دعا کا وقت ہے۔ اس وقت زمین پر خاموشی ہوتی ہے، مگر آسمانوں میں رحمتوں کی بارش برس رہی ہوتی ہے۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو اس وقت اپنے رب کو پکارتے ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

وَ بِالۡاَسۡحَارِ هُمۡ یَسۡتَغۡفِرُوۡنَ ﴿۱۸﴾

ترجمہ: اور وہ سحر کے وقت استغفار کیا کرتے تھے۔

(سورۃ الذاریات:18)

حافظ صاحب نے فرمایا:

دعائے سحر وہ دعا ہے جو ٹوٹے ہوئے دل سے نکلتی ہے۔ اس میں دکھاوا نہیں ہوتا، صرف بندہ اور اس کا رب ہوتا ہے۔ اپنے گناہوں کی معافی مانگو، اپنے ایمان کی سلامتی مانگو، اپنے والدین کے لیے دعا کرو، امتِ مسلمہ کے لیے دعا کرو، اور اپنے دل میں اللہ کی محبت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت بڑھنے کی دعا کرو۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ مبارک فرمان سنایا:

يَنْزِلُ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالَى كُلَّ لَيْلَةٍ إِلَى السَّمَآءِ الدُّنْيَا حِينَ يَبْقَى ثُلُثُ اللَّيْلِ الْاٰخِرُ، فَيَقُولُ: مَنْ يَّدْعُوْنِيْ فَأَسْتَجِيْبَ لَهُ، وَمَنْ يَسْأَلُنِيْ فَأُعْطِيَهُ، وَمَنْ يَسْتَغْفِرُنِيْ فَأَغْفِرَ لَهُ

ترجمہ: ہمارا رب ہر رات آخری تہائی حصے میں آسمانِ دنیا کی طرف نزولِ رحمت فرماتا ہے، پھر فرماتا ہے: کون ہے جو مجھ سے دعا کرے کہ میں اس کی دعا قبول کروں؟ کون ہے جو مجھ سے مانگے کہ میں اسے عطا کروں؟ کون ہے جو مجھ سے مغفرت طلب کرے کہ میں اسے بخش دوں؟

(صحیح البخاری:1145، صحیح مسلم:758)

حافظ صاحب نے فرمایا:

اگر تم چاہتے ہو کہ تمہارا دل زندہ ہو، تمہاری دعا قبول ہو، تمہارے گناہ معاف ہوں اور تمہیں اللہ کا قرب نصیب ہو، تو تہجد کو اپنی زندگی کا حصہ بنالو۔ ابتدا کم سے کرو، مگر پابندی کے ساتھ کرو۔ اللہ تعالیٰ تسلسل کو پسند فرماتا ہے، چاہے عمل تھوڑا ہی کیوں نہ ہو۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

ادْعُونِيٓ أَسْتَجِبْ لَكُمْ ۚ

ترجمہ: تم مجھے پکارو، میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔

(سورۃ غافر:60)

حافظ صاحب نے فرمایا:

سحر کے وقت بہنے والے آنسو ضائع نہیں ہوتے، اس وقت کی گئی دعائیں رد نہیں ہوتیں، اور اس گھڑی کیا گیا استغفار بے اثر نہیں رہتا۔ جو بندہ رات کی تنہائی میں اپنے رب کو پالیتا ہے، وہ دن کے ہجوم میں بھی کبھی تنہا نہیں رہتا۔

آخر میں حافظ صاحب نے نہایت عاجزی، گریہ اور محبت کے ساتھ دعا فرمائی:

اے اللہ! ہمیں تہجد کی مٹھاس، سحر کی برکت، استغفار کی لذت اور دعا کی قبولیت عطا فرما۔ ہمارے دلوں کو اپنے ذکر سے زندہ فرما، ہماری راتوں کو عبادت سے منور کر، ہمارے گناہوں کو معاف فرما، ہمیں اپنی محبت، اپنی معرفت اور اپنے قرب کی نعمت عطا فرما، اور ہماری آخری سانس ایمان، ذکر اور تیری رضا پر نصیب فرما۔ آمین یارب العالمین۔

قلب کی بیداری – روح کی غذا

حافظ صاحب نے نہایت محبت بھرے انداز میں حاضرین کی طرف دیکھا، پھر

اپنے سینے پر ہاتھ رکھا اور فرمایا: انسان کی اصل زندگی جسم کی نہیں، دل کی زندگی ہے۔ اگر دل زندہ ہو تو جسم بھی عبادت بن جاتا ہے، اور اگر دل مردہ ہو جائے تو زندہ جسم بھی روحانی اعتبار سے بے جان ہو جاتا ہے۔ پھر چند لمحے خاموش رہے اور نہایت حکمت بھرے انداز میں گفتگو شروع فرمائی۔

فرمایا: دنیا کے لوگ جسم کی غذا کا بہت خیال رکھتے ہیں، مگر افسوس! بہت کم لوگ روح کی غذا کی فکر کرتے ہیں۔ جسم چند دن بھوکا رہے تو کمزور ہو جاتا ہے، لیکن روح جب اللہ کے ذکر، قرآن، عبادت اور محبتِ الٰہی سے محروم ہو جائے تو دل سخت ہو جاتا ہے، آنکھوں سے آنسو خشک ہو جاتے ہیں اور عبادت بوجھ محسوس ہونے لگتی ہے۔

پھر فرمایا: قلب کی بیداری اس وقت نصیب ہوتی ہے جب بندہ اپنے رب کو پہچان لیتا ہے۔ دل میں اللہ کی عظمت، رسول اللہ ﷺ کی محبت، آخرت کی فکر اور گناہوں پر ندامت پیدا ہو جائے تو سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ نے اس دل کو زندہ کر دیا ہے۔ یہی زندہ دل اللہ کی طرف دوڑتا ہے اور دنیا کی بے جا محبت سے آزاد ہو جاتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

اَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ

ترجمہ: کیا ایمان والوں کے لیے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کے ذکر اور نازل ہونے والے حق کے سامنے جھک جائیں؟

(سورۃ الحدید:16)

حافظ صاحب نے فرمایا:

دل کو بیدار کرنے والی سب سے بڑی چیز قرآنِ مجید ہے۔ قرآن صرف پڑھنے

کی کتاب نہیں، بلکہ دلوں کو زندہ کرنے والی کتاب ہے۔ جو شخص غور وفکر کے ساتھ قرآن پڑھتا ہے، اس کے دل پر ہدایت کا نور اترتا ہے، اس کی سوچ بدلتی ہے اور اس کی زندگی سنورنے لگتی ہے۔

پھر فرمایا: روح کی غذا نماز ہے، ذکر ہے، تلاوتِ قرآن ہے، درودِ پاک ہے، استغفار ہے، تہجد ہے، نیک لوگوں کی صحبت ہے اور حلال رزق ہے۔ جیسے جسم کو ہر روز غذا کی ضرورت ہوتی ہے، اسی طرح روح کو بھی ہر روز ان اعمال کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر روح کو اس کی غذا نہ ملے تو ایمان کمزور ہونے لگتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ تَطۡمَئِنُّ قُلُوۡبُهُمۡ بِذِكۡرِ اللّٰهِ ؕ اَلَا بِذِكۡرِ اللّٰهِ تَطۡمَئِنُّ الۡقُلُوۡبُ ﴿۲۸﴾

ترجمہ: وہ لوگ جو ایمان لائے، اور ان کے دل اللہ کے ذکر سے اطمینان پاتے ہیں۔ خبردار! اللہ کے ذکر ہی سے دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے۔

(سورۃ الرعد:28)

حافظ صاحب نے فرمایا:

اگر تم محسوس کرو کہ عبادت میں لذت نہیں رہی، دعا میں آنسو نہیں آتے، قرآن دل پر اثر نہیں کرتا اور گناہ معمولی لگنے لگے ہیں، تو سمجھ لو کہ دل کو غذا کی ضرورت ہے۔ ایسے وقت میں اپنے رب کی طرف رجوع کرو، کثرت سے استغفار کرو، قرآن کی تلاوت کرو، تنہائی میں دعا کرو اور نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرو۔ اللہ تعالیٰ مردہ دلوں کو بھی دوبارہ زندہ کر دیتا ہے۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ مبارک فرمان سنایا:

أَلَا وَإِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً، إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ، وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ، أَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ

ترجمہ: خبردار! جسم میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے، جب وہ درست ہو جائے تو سارا جسم درست ہو جاتا ہے، اور جب وہ خراب ہو جائے تو سارا جسم خراب ہو جاتا ہے، سن لو! وہ دل ہے۔

(صحیح البخاری:52، صحیح مسلم:1599)

حافظ صاحب نے فرمایا:

اپنے دل کی حفاظت دنیا کے ہر خزانے سے زیادہ کرو، کیونکہ یہی دل ایمان کا گھر ہے، یہی محبتِ رسول ﷺ کا مرکز ہے اور یہی اللہ کی معرفت کا آئینہ ہے۔ اگر دل پاک ہو گیا تو اعمال بھی پاک ہو جائیں گے، اور اگر دل اللہ سے جڑ گیا تو پوری زندگی عبادت بن جائے گی۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّ لَا بَنُوْنَ ﴿۸۸﴾ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ﴿۸۹﴾

جس دن نہ مال کام آئے گا اور نہ اولاد، مگر وہ شخص کامیاب ہوگا جو اللہ کے حضور پاکیزہ دل لے کر حاضر ہوگا۔

(سورۃ الشعراء:88-89)

حافظ صاحب نے فرمایا:

اپنے دل کو اللہ کے ذکر سے زندہ رکھو، اپنی روح کو عبادت سے طاقت دو، اپنے باطن کو اخلاص سے پاک کرو اور اپنی زندگی کو قرآن وسنت کے نور سے روشن کرو۔ یہی قلب کی بیداری ہے، یہی روح کی غذا ہے، اور یہی دنیا و آخرت کی حقیقی کامیابی کا راستہ ہے۔

آخر میں حافظ صاحب نے نہایت عاجزی، رقت اور محبت کے ساتھ دعا فرمائی:

اے اللہ! ہمارے دلوں کو اپنے ذکر سے زندہ فرما، ہماری روحوں کو ایمان، قرآن اور عبادت کی غذا عطا فرما، ہمارے سینوں کو نورِ ہدایت سے بھر دے، ہمیں قلبِ سلیم، اخلاصِ کامل، محبتِ رسول ﷺ اور اپنی دائمی قربت نصیب فرما، اور ہماری زندگی و موت کو اپنی رضا کے مطابق بنا دے۔ آمین یارب العالمین۔

تمت بالخیر